

# فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی مدظلہ



رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ

اندرولین لوہاری روڈ

پاکستان

# فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۲۰۰۰)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ خَيْرًا نَفَقَةً وَالَّذِينَ آمَنُوا

# العطايا النبوية

في

# الفتاوى الضوية

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد ہشتم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان  
فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۴۲ — ۱۲۲۰ھ

۱۸۵۶ — ۱۹۲۱ء



رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان (۱۲۳۵۰)

فون ۳۱۳۱۳۵۷

کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارت	حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج و تصحیح	(۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد رب نواز
باہتمام دسرپتی	حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب فہرست	حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	محمد شریف گل، کراچی (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ	(۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محبوب احمد چشتی
پیسنگ	محمد سہیل عمر
صفحات	۶۶۴
اشاعت	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ / جون ۱۹۹۵ء
مطبع	آر۔ اینڈ۔ ڈبلیو۔ ایس پرنٹرز لاہور
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	



## ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ حیاتینہ، بوہڑ بازار، واہپسندی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

# اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۹	فتاویٰ رضویہ کا خطبہ (مقالہ)
۵۷	باب احکام المساجد
۱۲۹	باب ادراک الفریضۃ
۱۴۱	باب قضاء الفوائت
۱۷۷	باب سجود السہو
۲۲۳	باب سجود التلاوة
۲۴۱	باب صلوة المسافر
۲۷۳	باب الجمعة
۵۰۹	باب العیدین
۶۴۷	باب الاستسقاء
۶۴۱	ماخذ و مراجع

## فہرست رسائل

۵۹	○ التبصیر المنجد
۴۱۳	○ مرقاة الجمان
۴۷۷	○ سرعایۃ المذہبین
۴۹۷	○ اوفی اللعنة
۵۱۱	○ سرور العید
۶۰۱	○ وشاح الجید





# پیش لفظ

الحمد لله اعلم حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزانہ علمیہ و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منقحہ شہود پر لانے کے لئے "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے قائم شدہ ادارہ انتہائی سرعت اور کامیابی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اس سے قبل فتاویٰ رضویہ کی سات مجلدات آپ تک پہنچ چکی ہیں، اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے آٹھویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ فاضل شہیر مترجم کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری نے کیا ہے جبکہ جلد ششم و ہفتم کا ترجمہ بھی انہی کی رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔

## جلد، ششم

یہ جلد فتاویٰ رضویہ (قدیم) کی جلد سوم میں سے باب احکام المساجد سے جلد سوم کے آخر تک ۳۳۷ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل نو مستقل ابواب زیر بحث ہیں:

- (۱) باب احکام المساجد
- (۲) باب ادراک الفریضۃ
- (۳) باب قضاء الفوائت
- (۴) باب سجود السہو
- (۵) باب سجود التلاوة

(۶) باب صلوة المسافر

(۷) باب الجمعة

(۸) باب العیدین

(۹) باب الاستسقاء

اس کے علاوہ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل چھ رسائل بھی پیش نظر جلد میں شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں :

(۱) التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد (۱۳۰۷ھ)

صحن مسجد کے مسجد ہونے کا بیان

(۲) مرقاة الجمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان (۱۳۲۰ھ)

تعریفِ حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک سیرھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق

(۳) سرعایۃ المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین (۱۳۱۰ھ)

دو خطبوں کے درمیان دعا کرنے کا بیان

(۴) اوفی اللعنة فی اذان یوم الجمعة (۱۳۲۰ھ)

اذانِ ثانی مسجد سے باہر دینے کا بیان

(۵) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوة العید (۱۳۳۹ھ)

نمازِ عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے مانگنے کا ثبوت

(۶) وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید (۱۳۱۲ھ)

نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا بیان

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل نہ ہو سکے :

(۱) شمامۃ العنبر فی النداء بازاء المنبر

اذانِ جمعہ بیرون مسجد محاذی منبر چاہئے

(۲) لوامع البہا فی المصطلح للجمعة والاربع عقبہا

جمعہ کے لئے شہر شرط ہونے اور احتیاطی ظہر کے بیان میں

(۳) احسن المقاصد فی بیان ما تنزه عنہ المساجد

مسجد میں کیا کیا کام ناروا ہیں

(۴) مایجلی الاصر عن تحديد المص

شہر کی تعریف، جمعہ وعیدین کہاں جائز ہیں

رسالہ جلیلہ و شاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید جو اس سے پہلے فتاویٰ رضویہ میں شامل نہیں تھا وہ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی کے ترجمہ کے ساتھ اس جلد میں شامل کر دیا گیا ہے۔

حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالدائم دایم ایڈیٹر ماہ نامہ جام عرفان، خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور ہزارہ کا فتاویٰ رضویہ کے خطبہ سے متعلق وہ مقالہ جو ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آداری ہوسٹل میں پڑھا گیا جلد ہشتم میں شامل کیا جا رہا ہے۔



حافظ عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

جون ۱۹۹۵ء



مولانا قاضی عبدالدائم وائم  
ایڈیٹر ماہنامہ جامع عرفان  
خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور

## فتاویٰ رضویہ کا خطبہ

- علم و فضل کا شہ پارہ ————— فکر و فن کا مہ پارہ
- فصاحت و بلاغت اور براعت استہلال کا دمکتا ہوا شہکار
- کتب فقہ اور ائمہ کرام کے ناموں کا مہکتا ہوا گلزار

سلسبیل و کوثر و تسنیم کی موج رواں  
کیف آگیں، جاں فزا تحریر شاہ احمد رضا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ع

الْحَمْدُ لِلْمُتَّوَحِّدِ  
وَصَلَوْتُهُ دَوْمًا عَلٰی  
وَالْاُولٰٓئِ وَالْاَصْحَابِ هُمْ  
فَاِنَّ الْعَظِيْمِ تَوَسَّلِيْ  
بِجَلَالِهِ الْمُتَّقَرِّدِ  
خَيْرِ الْاَشْيَاءِ مُحَمَّدِ  
مَا وَاٰی عِنْدَ شَدَاٰئِدِيْ  
يَكْتَابِيْهِ وَيَا حَمْدِ

(امام احمد رضا)

ارشادِ ربّانی ہے،

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنی اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ اسی فرمانِ خداوندی پر عمل کرتے ہوئے یوں زمزمہ سرا

ہوتے ہیں،

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم  
جس سمت آگے ہو سکے بیٹھا دیتے ہیں

اگرچہ سیاق و سباق کے اعتبار سے یہاں ”سخن“ سے مراد منظوم کلام ہے؛ لیکن درحقیقت امام احمد رضا کی شاہی ہر نوع سخن میں مسلم ہے۔ خواہ نظم ہو یا نثر۔

مزید کمال کی بات یہ ہے کہ کلام و بیان پر آپ کی قدرت کسی ایک زبان سے منحصر نہیں ہے؛ بلکہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں سے جس زبان کو ذریعہ اظہار بنانا چاہیں، اس کے تمام الفاظ آپ کے بے پایاں حلقے میں مستحضر ہو جاتے ہیں اور ان میں سے آپ جس کو موقع و محل کے لحاظ سے موزوں سمجھتے ہیں، اس کو اتنی خوبصورتی اور تناسب سے استعمال میں لاتے ہیں کہ خوش گفتاری کا حق ادا کر دیتے ہیں اور نثر میں بھی نظم کا سماں باندھ دیتے ہیں۔

مسجع الفاظ کی ایسی لڑیاں اور مقفی جملوں کی ایسی مالائیں آپ کے منظوم و منثور کلام میں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا احاطہ از بس دشوار ہے؛ تاہم ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز ”فتاویٰ رضویہ“ کا عربی خطبہ ہے، جو بلاشبہ فصاحت و بلاغت کا ایک اچھوتا شہکار ہے۔ دلکش اشارات، روشن تلمیحات، خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل اس بلاغت پارے کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبے کے جملہ لوازمات و محاسبات۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف، صحابہ اور اہلبیت کی مدح، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر درود و سلام۔ یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے اسماء گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کہیں حمد کے غنچے چٹک اٹھے ہیں اور کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود و سلام کی ڈالیاں تیسار ہو گئی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جملہ محبتات بدیعہ از قسم براعت استہلال و رعایت سبح وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست و روانی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا۔ نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ تراکیب کی برہستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اس مختصر مقالے میں اتنی گنجائش تو نہیں کہ اس ضیاءِ خطبے کی تمام خوبیاں گنائی جائیں؛ تاہم چند دلاویز جھلیاں خوش ذوق قارئین و سامعین کی نذر ہیں۔  
گر قبول افتد زہے عتد و شرف

## حمد باری تعالیٰ

فقہ حنفی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور تصنیف کا نام الفقہ الاکبر ہے، اسی طرح جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، درر، غرر بھی بلند پایہ فقہی تصانیف ہیں۔ امام احمد رضا نے ان ناموں میں کہیں ضمیر کا، کہیں حرف جر وغیرہ کا اضافہ کر کے ان کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ کتابوں کے یہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بن گئے ہیں، فرماتے ہیں:

الْحَمْدُ لِلَّهِ هُوَ الْفِقْهُ الْأَكْبَرُ وَالْجَامِعُ الْكَبِيرُ لِزِيَادَاتِ فَيْضِهِ الْمَبْسُوطِ الدَّارِ الْغُرُورِ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کی تعریف ہی سب سے بڑی دانائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پھیلے ہوئے فیض کے شفاف اور تابناک اضافوں کی بڑی جامع ہے)

سبحان اللہ، کیا دلپذیر حمد ہے!

یعنی فیضانِ الہی کے اضافے اور زیادات موتیوں کی طرح شفاف اور روشن پیشانیوں کی طرح تابناک ہیں۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ جس فیض کے اضافے اور زیادات اس قدر منزہ اور روشن ہوں اس فیض کی اپنی شفافیت و تابندگی کا کیا عالم ہوگا! پھر صاحبِ فیض جل و علا کی تابانی و درخشانی کی تو بات ہی نہ پوچھئے کہ وہ انسانی فہم و ادراک سے ماوراء ہے اور زبان و بیان اس کی ترجمانی سے قاصر ہیں۔ بقول شیخ سعدیؒ،

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم

دقت تمام گشت و بیابان رسید عمر

جز اک اللہ، اے امام احمد رضا! کیا البلی اور انوکھی حمد بیان کی ہے آپ نے، اللہ رب العالمین کی!

لیکن واضح رہے سامعین و قارئین کرام! کہ حمد کا یہ پہلو ضمنی ہے، جبکہ امام احمد رضا درحقیقت یہ کہنا

چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی حمد ہے نہ انتہا۔ یعنی صراحتاً،

حمد بجد مر خدائے پاک را

لیکن محض "حمد بے حد" کہہ دینے سے وہ بات نہیں بنتی جو امام احمد رضا کہنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فیضِ مبسوط کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کے فیض کی کوئی انتہا نہیں۔ اور غیر متناہی فیض کی زیادات، غیر متناہی در غیر متناہی ہوں گی اور جو حمد ان زیادات کی جامع ہوگی وہ غیر متناہی در غیر متناہی ہوگی، اور امام احمد رضا اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی حمد کرنا چاہتے ہیں۔ — الجامع لزیادات فیضہ.....

کیا کمال درجے کا اغراق فی المبالغہ ہے! "حمد بے حد" یا "بے انتہا تعریف" میں اس مبالغے کا عشرِ عشیر بھی نہیں پایا جاتا۔

## صلوٰۃ و سلام اور اس کے ضمن میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا بیان

بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے پہلے تو ائمہ فقہ کے ناموں اور معروف القاب کو اس طرح ترتیب دیا کہ کچھ ان میں سے سرورِ عالم کے نام بن گئے اور کچھ ان کی صفات۔ اس کے بعد اسماءِ کتب سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہیں البتہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے دوران امام احمد رضا نے مندرجہ بالا تمام محاسن و لطائف کے علاوہ ایک اور خوبی کا اضافہ کیا ہے، یعنی سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدے کی بھی وضاحت کر دی ہے اور یوں اہلسنت کی ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دے دیا ہے۔

امام احمد رضا کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب کے، بلکہ سارے عالم کے مالک ہیں، لیکن بالذات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تملیک سے مالک ہیں۔ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں،

ان کو تملیکِ ملک الملک سے

مالکِ عالم کہا، پھر تجھ کو کیا!

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروزِ محشر عاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ سے ان کو بخشوائیں گے۔

پیشِ حقِ مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے

آپ روتے جائیں گے، ہم کو ہنساتے جائیں گے

اب دیکھئے کہ ائمہ کرام کے اسماء و القاب سے کس طرح اپنے عقیدے کی وضاحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ لِلرُّسُلِ الْكِرَامِ ۖ مَا لَيْكِي وَشَافِعِي أَحْمَدُ الْكُرَامِ۔

(اور صلوٰۃ و سلام ہو رسولوں کے سب سے بڑے امام پر، جو میرے مالک ہیں اور میرے لئے

شفاعت کرنے والے ہیں، ان کا نام احمد ہے، بہت ہی عزت والے ہیں، امام اعظم،

امام مالک، امام شافعی، امام احمد)

ائمہ مذاہب اربعہ کے معروف القاب و اسماء مذکور ہیں، انہی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف کی جا رہی ہے اور ساتھ ساتھ اپنا عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے۔

تھوڑا آگے بڑھئے اور اہل سنت کے ایک اور عقیدے کی ترجمانی کا انداز دیکھئے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات کی اصل اور مبداء ہیں۔

تو اصل وجود آدمی از نخست

وگر ہرچہ موجود شد فرع تست

یہی عقیدہ امام احمد رضا کا ہے،

اصل ہر بود و بہبود، تحنیم وجود

قاسمِ کفرِ نعمت پہ لاکھوں سلام

اس عقیدے کے اظہار کے لئے آپ نے امام اعظم کے تین مشہور شاگردوں یعنی امام محمد، امام حسن ابن زیاد اور

امام قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کا انتخاب کیا اور انہیں اس طرح یکجا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا بھی اظہار ہو گیا، آپ کے حسن و جمال کا بھی بیان ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ

حُسنِ یوسف پر تو حُسنِ مصطفیٰ ہے، بلکہ خود یوسف علیہ السلام فرحِ مصطفیٰ اور ابنِ مصطفیٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔  
چنانچہ فرماتے ہیں: ۱۵

يَقُولُ الْحُسْنُ بِلَا تَوْقِفٍ  
حَمْدًا الْحَسَنُ أَبُو يَوْسُفَ

آپ کے جمال بے مثال کو دیکھ کر خود حُسنِ بغیر کسی توقف کے پکارا اٹھتا ہے کہ حُسنِ والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
درحقیقت یوسف علیہ السلام کے 'اب' اور اصل ہیں۔

ایک یوسف علیہ السلام پر ہی کیا موقوف — جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی  
اصل ٹھہرے تو ظاہری وجود میں جو آپ کے جدِ امجد ہیں، یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام، وہ بھی حقیقت کے اعتبار  
سے آپ کے پسر قرار پاتے ہیں۔ "صدائق بخشش" میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا: ۱۶

ان کی نبوت، ان کی ابوت ہے سب کو عام اُمّ البشر عروسِ انہی کے پسر کی ہے

"ظاہر میں میرے پھول، حقیقت میں میرے نخل" اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

اور یوسف علیہ السلام کے حُسن پر ہی کیا منحصر — اہل سنت کے نزدیک تو تمام انبیاء و رسل کے جملہ کمالات بارگاہ  
مصطفوی کا فیضان و عطا ہے۔ امام بوسیری فرماتے ہیں: ۱۷

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ

غُرْفًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ دَسْفًا مِنَ السَّيِّمِ

(تمام انبیاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحرِ کرم سے ایک چلو کے یا آپ کی بارانِ رحمت

سے ایک چھینٹ کے طلبگار ہیں)

اور امام احمد رضا یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں: ۱۸

لا ورب العرش! جس کو جو ملا ان سے ملا

بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اسی عقیدے کو فتاویٰ رضویہ کے خطبے میں تلمیح کے انداز میں بیان کیا ہے:

الْبَحْرُ الرَّائِقُ مِنْهُ يَسْتَمِدُّ كُلُّ نَهْرٍ رَائِقٍ -

"البحر الرائق" اور "النهر الفائق" "کنز الدقائق" کی دو شرحیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے "منہ يستمد كل"

کا اضافہ کر کے کیا ایمان افروز معنی پیدا کئے ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ حیران کن سمندر

ہیں کہ ہر فوقیت رکھنے والا دریا اور نہر انہی سے مدد لیتی ہے۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضل و کمال کے بحرِ ذخار ہیں اور باقی انبیاء و رسل فوقیت رکھنے والے دریا اور نہریں۔ ظاہر ہے کہ دریاؤں اور نہروں میں وہی پانی بہتا ہے جو بھاپ بن کر سمندر سے اٹھتا ہے اور کہیں بارش بن کر بہتا ہے، کہیں برف بن کر گرتا ہے۔

## منقبت

اگر کسی مسئلے میں امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف متفق ہوں تو فقہاء ان کو "شیخین" کہتے ہیں اور اگر قاضی ابو یوسف اور امام محمد کا اتفاق ہو تو ان کو "صاحبین" کہا جاتا ہے، اور اگر امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی ایک رائے ہو تو ان کو "طرفین" کا لقب دیا جاتا ہے۔ اب امام احمد رضا کا کمال دیکھئے کہ انھوں نے ان تینوں فقہی اصطلاحات کو صدیق اکبر اور فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر منطبق کر دیا اور فرمایا:

لَا سِيَّمَا الشَّيْخَيْنِ الصَّاحِبَيْنِ : أَلَاخِذَيْنِ مِنَ الشَّرِيعَةِ وَالْحَقِيقَةِ  
بِكَلَا الطَّرْفَيْنِ -

(خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ دو بزرگ ساتھی جو شریعت و حقیقت کے دونوں کناروں کو تھامنے والے ہیں)

غرضیکہ کیا کیا لکھوں اور کہاں تک لکھوں کہ ص

نہ حسن غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

مگر فی الحال اختصار کے پیش نظر اتنا ہی کہوں گا کہ اتنے اوصاف و محاسن پر مشتمل خطبہ آج تک نہیں لکھا گیا۔ باقی خصوصیات کو چھوڑیے، صرف ایک خصوصیت پر نظر ڈال لیجئے، آپ کو میرے دعوے کی صداقت کا یقین آجائے گا۔ اور وہ حیرت فرما خصوصیت یہ ہے کہ اس خطبے میں مجموعی طور پر نوٹس کتابوں اور اماموں کے نام مذکور ہیں اور جس خوبی و لطافت سے مذکور ہیں اس پر فصاحت ناز کرتی ہے اور بلاغت جھوم جھوم اٹھتی ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ فصاحت و بلاغت کی یہ رعنائیاں صرف خطبے تک ہی محدود نہیں؛ بلکہ پورا فتاویٰ تخیل کی نزاکتوں اور ادبی لطافتوں سے مالا مال ہے۔ اگر اس کی تفصیل بیان کی جائے تو سینکڑوں صفحات درکار ہیں؛ تاہم ایک امتیازی کمال کی طرف اہل ذوق کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ احمد رضا کا معمول ہے کہ اگر کسی سوال کا جواب زیادہ تفصیل سے دینا ہو تو اس کو مستقل رسالہ بنا دیتے ہیں اور باقاعدہ اس کا نام رکھتے ہیں۔ یہ نام اس قدر موزوں، مناسب اور واقع کے مطابق ہوتا ہے کہ پڑھنے والا امام احمد رضا کی دسترس اور رسائی پر حیران رہ جاتا ہے۔ ہر نام میں مندرجہ ذیل چار خصوصیات مشترک ہوتی ہیں:

(۱) ہر نام عربی میں ہوتا ہے خواہ رسالہ کسی بھی زبان میں ہو۔

(۲) ہر نام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا ہے، یعنی سبح کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔

(۳) ہر نام اسمِ باسْمیٰ ہوتا ہے، یعنی نام ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس رسالے کا موضوع کیا ہے۔

(۴) ہر نام تاریخی ہوتا ہے، یعنی ابجد کے حساب سے اگر اس کے حروف کے اعداد نکالے جائیں تو ان کا مجموعہ اس سن پر دلالت کرتا ہے جس میں وہ رسالہ لکھا گیا۔

مثال کے طور پر رضا فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام انتہائی آب و تاب سے چھپنے والی فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں گیارہ رسالے ہیں ان میں سے بطور نمونہ صرف تین نام پیش خدمت ہیں:

(ا) اگر امام ابوحنیفہ اور صاحبین و متاخرین فقہاء کا کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں کس کے قول پر فتویٰ ہوگا؟ — امام صاحب کے؟ — صاحبین و دیگر فقہاء کے؟ — یا بعض معمولات میں امام صاحب کے قول پر اور بعض میں صاحبین و دیگر فقہاء کی رائے پر؟ — اس مسئلے کی توضیح کے لئے امام احمد رضا نے جو رسالہ لکھا اس کے نام سے ہی ان کی تحقیق واضح ہو جاتی ہے:

اجلی الاعلام، ان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام

(واضح اعلان کہ فتویٰ بہر صورت امام ابوحنیفہ کے قول پر ہے)

(ب) کون سی نیند ناقض وضو ہے اور کون سی نہیں — اس کی تفصیلات سے قوم کو آگاہ کرنے کے لئے جو رسالہ لکھا اس کا نام ہے:

نبہ القوم، ان الوضوء من ای نوم

(قوم کو آگاہ کرنا کہ کون سی نیند کے بعد وضو ہے)

(ج) حالت جنابت میں قرأت جائز ہے یا نہیں؟ — اگر جائز ہے تو کن کن صورتوں میں؟ — ان مسائل سے پردہ اٹھانے والے رسالے کا نام ہے:

ارتفاع الحجب عن وجوہ قرأت الجنب

(پردوں کا اٹھ جانا، ان تمام صورتوں سے جو جنابت کی قرأت سے متعلق ہیں)

تینوں رسائل کے نام مندرجہ بالا چاروں خصوصیات کے جامع ہیں جن میں سے پہلی تین تو واضح طور پر نظر آرہی ہیں؛ البتہ چوتھی خصوصیت یعنی نام کا تاریخی ہونا، استخراج کا تعاضا کرتی ہے۔ نبہ القوم کا استخراج درج ذیل ہے کیونکہ یہ نام تینوں میں مختصر ہے، باقیوں کو اس پر قیاس کر لیجئے۔



نبہ القوم

ن، ب، ع، ا، ل، ق، و، م

$$۲۳۴ = \frac{۲۰ + ۶ + ۱۰۰ + ۳۰ + ۱ + ۵ + ۲ + ۵۰}{۱۰۹۱}$$

ان الوضوء من ای نوم، ا، ن، ا، ل، و، ض، و، م، ن، ا، ی، ن، و، م

$$۱۰۹۱ = ۲۰ + ۶ + ۵۰ + ۱۰ + ۱ + ۵۰ + ۲۰ + ۶ + ۸۰۰ + ۶ + ۳۰ + ۱ + ۵۰ + ۱$$

۱۳۲۵

۱۳۲۵۔ اس کا مجموعہ اعداد ہے اور یہی سن تاریخ ہے۔

امام احمد رضا کے سوا ایسے عمدہ، اعلیٰ، دلنشین اور فکر و فن کے شہکار نام کون رکھ سکتا ہے! تاریخ میں کسی ایک فاضل کا نام بتا دیجئے جس نے اتنے رسالے لکھے ہوں اور ان کے ایسے خوبصورت نام رکھے ہوں! بلاشبہ امام احمد رضا متنبی کے اس شعر کا حقیقی مصداق ہیں:

مضت الدہور وما اتین بمثلہ

ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ

وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و ذریاتہ اجمعین

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
ان کے مولیٰ کے ان پر کرو روں درود	ان کے اصحابِ عترت پہ لاکھوں سلام
شافعی، مالک، احمد، امام حنیف	چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب	تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں

شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

امین یا رب الغلیت!

## فہرست مضامین

۶۰	افعال شاہد عدل ہوں وہ محتاج دلیل نہیں۔	۵	پیش لفظ
۶۰	جو دعویٰ خلاف تعامل کرے اپنے دعوے پر	۹	فتاویٰ رضویہ کا خطبہ
۶۰	دلیل لائے۔		
۶۰	صحیح مسجد کے مسجد ہونے کی وضاحت کے لئے	۵۷	<u>باب احکام المساجد</u>
۶۰	دش و جوہ کا ذکر۔	۵۷	بلا ضرورت مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے
۶۰	مسجد اس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف		○ رسالہ التبصیر المنجد بان صحیح المسجد
۶۰	خالص کیا گیا ہو۔	۵۹	مسجد (صحیح مسجد کے مسجد ہونے کے بیان میں)
۶۰	عمارات و بنایا سقف وغیرہ مسجد کی ماہیت میں		صحیح مسجد قطعاً جزیر مسجد ہے جس طرح صحیح دار
۶۰	داخل نہیں۔	۶۰	جزیر دار ہے۔
۶۰	اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف چبوترہ یا محدود میدان		اگر قسم کھائی کہ زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحیح میں
۶۰	نماز کے لئے وقف کر دیا جائے تو قطعاً مسجد ہو جائیگا	۶۰	گیا تو حائث ہوگا۔
۶۰	اور تمام احکام مسجد کا استحقاق پائے گا۔		اگر قسم کھائی کہ مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحیح
۶۰	سقف وغیرہ سقف میں فرق کرنا اسے مسجد اسے	۶۰	میں آیا تو حائث نہ ہوگا۔
۶۱	فتاویٰ مسجد ٹھہرانا محض بے معنی ہے۔		معتکف کو مسجد کے صحیح میں آنا جانا بیٹھنا یقیناً
۶۰	مسجد و معبد ہو یا منزل و مسکن ہر مکان کو بلحاظ	۶۰	روا ہے۔
	اختلاف موسم و حصوں پر تقسیم کرنا عادتِ مطرودہ		جس مسئلہ پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل و

- ۶۲ ایک مستف دالان تھا جزیر مسجد تھا اور اہل صف  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس میں سکونت رکھتے تھے۔
- ۶۳ اصحاب صفہ فقراء تھے۔
- ۶۱ محراب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محراب  
امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب  
شمال ہے۔
- ۶۵ مسجد میں پیر بونا ممنوع، ہاں اگر اس میں  
مسجد کی منفعت ہو تو جائز ہے۔
- ۶۱ جامع مسجد بخارا میں درخت لگانے کی اجازت  
مشائخ نے ضرورت و حاجت کی وجہ سے دی۔
- ۶۶ دروازہ مسجد پر جو دکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں۔  
دروازہ مسجد پر بنی ہوئی دکانوں کی چھت پر کھڑے  
ہونے والے نمازیوں کی اقدار صحیح ہے۔
- ۶۲ فنار وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل  
بہ فنار ہو۔
- ۶۲ اگر فنار کی تعریف یوں کی جائے کہ وہ متصل بہ فنار ہے  
تو اس سے دور لازم آئے گا۔
- ۶۶ یہ آدھا کہ صحن و فنار کا مفہوم واحد ہے جہل شدید  
جنبی کا صحن مسجد میں جانا جائز نہیں۔
- ۶۳ اگر پانی کا چشمہ مسجد میں ہے اور اس کے سوا  
کہیں نہ ملے تو جنبی تیمم کر کے وہاں جاسکتا ہے۔
- ۶۴ صحن مسجد کا جزیر مسجد ہونا اجلیٰ بدیہیات ہے۔
- ۶۴ بارہ ائمہ دین کی تصریحات کہ صحن مسجد بھی  
مسجد ہے۔
- ۶۱ بنی نوع انسان سے ہے، ایک پارہ مستف  
کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے  
دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے اور ہوائی  
کے کام آئے۔
- ۶۱ زبان عرب میں مستف حقہ کوشتوی اور غیر مستف  
کو صیفی کہتے ہیں۔
- ۶۱ صرف شتوی یعنی مستف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو  
خارج از مسجد ٹھہرانا غرض و اقصین کے خلاف ہے  
عام مسلمین صحن مسجد کو مسجد ہی سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے  
کہ گرمیوں میں فجر و مغرب و عشاء کی نمازیں صحن میں  
پڑھتے ہیں ان کے حفاظ تراویح وہیں پڑھتے ہیں  
معتکف وہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول  
رہتے ہیں۔
- ۶۱ مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف ہے۔  
حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم  
اقدام ہے۔
- ۶۲ جس مسجد میں کوئی نمازی نہ آئے تو اس مسجد کا مؤذن  
اذان دے، اقامت کے اور اکیلے نماز پڑھے،  
یہ اس کے لئے دوسری مسجد میں باجماعت نماز  
پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔
- ۶۲ صحن مسجد کو مسجد نہ ماننے کے نزاع بے جا کا انجام  
مساجد کو ویران کرنا ہے۔
- ۶۱ زمانہ نبوی میں مسجد نبوی کی حدود کیا تھیں یعنی اس  
کا طول و عرض کتنا تھا۔
- ۶۲ صفہ جو کہ مسجد شریف کی جانب شام جنوب رویہ

- صحن مسجد کو علماء رکبھی مسجد صیفی اور کبھی مسجد الحارج سے تعبیر فرماتے ہیں۔
- صرف اس قول سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اس خطہ زمین سے واقف کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے نمازیوں کو تکلیف دینے والے، بدنہیب اور جن کے بدن سے بدنکلقتی ہو مسجد آنے سے انھیں روکا جائے۔
- مسجد کا صحن مسجد ہی ہوتا ہے اس میں نہ اذان دی جاسکتی ہے نہ جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے مسجد کی فصیل خارج از مسجد ہوتی ہے۔ بلاوجہ شرعی کسی کو مسجد آنے سے روکا نہیں جاسکتا۔
- ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔ غیر مقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے۔ مسجدوں پر کسی کا کوئی حق نہیں پہنچتا، نہ کسی کو نماز پڑھنے سے روکا جاسکتا ہے۔ سنیوں کی مسجدوں پر روافض کا کوئی حق نہیں۔ مسجد ضرار کی تعریف۔ ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد ضرار ہوگی یا نہیں؟ ضرورت ہو تو ایک مسجد کو ڈوکیا جاسکتا ہے۔ اگر باہمی بخشش کی بنا پر دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد ضرار نہیں۔ صغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔ مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو حرج
- نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل کوئی بلند مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض غلط ہے۔ مسجد ضرار کی ایک صورت۔ ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔ مسجد منہدم کر کے دکان وغیرہ بنالینا حرام ہے۔ نئی مسجد بنانے میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ پرانی مسجد ویران ہو جائے ورنہ گناہ ہوگا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک روایت کی تردید۔ ہر شہر میں ایک جامع مسجد بنانا واجب ہے اور محلوں میں بھی مسجدیں بنانے کا حکم ہے۔ بلند مسجدیں بنانا جائز ہے۔ سود کی مخلوط آمدنی سے مسجد کے فرش، کنواں وغیرہ بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔ مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں، نئی ہوں یا پرانی۔ مسجدوں کی بیع ناجائز ہے۔ کسی نے مسجد پر ظلماً قبضہ کر لیا اور حصول یابی کی کوئی صورت نہ ہو اور وہ دوسری جگہ معاوضہ میں دینے کے لئے تیار ہو تو وہ جگہ لے کر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ مسجد میں معتکف کو سونا جائز ہے اور غیر معتکف کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے مصنف کی تحقیق۔

- ۹۵ مسجد کی دیواروں پر طفرے وغیرہ لگانا جائز ہے جبکہ بلندی پر ہوں۔ ۱۰۴
- ۹۵ مسجدوں میں نقش و نگار کرنے کا حکم۔ ۱۰۵
- ۹۵ کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں وعظ کہنا جائز ہے جبکہ نمازیوں کو کوئی خلل نہ ہو۔ ۱۰۸
- ۹۵ قوی و فعلی حدیثوں میں تعارض ہو تو قوی پر عمل ہوگا۔ ۱۰۸
- ۹۵ مسجدوں میں جوتے کہاں رکھے جائیں۔ ۱۰۹
- ۹۶ بلا ضرورت سامنے جوتے نہ رکھے جائیں۔ ۱۰۹
- ۹۶ مسجد کے کنویں سے لوگوں کو پانی بھرنے سے منع نہیں کیا جاسکتا البتہ مسجد کی رتسی اور ڈول سے غیر نماز کے لئے پانی بھرنا منع ہے۔ ۱۱۰
- ۹۸ طہارت میں اداہام کو دخل نہیں۔ ۱۱۰
- ۱۱۱ بے ضرورت مسجد میں درخت لگانا منع ہے۔ ۱۱۱
- ۹۹ مسجد کے درخت کے پھل پھول بلا قیمت لینا جائز نہیں۔ ۱۱۱
- ۱۰۱ مسجدوں میں دنیا کی باتیں یا شور شغب حرام ہے ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔ ۱۱۲
- ۱۰۲ مسجد منہدم ہو گئی اور اس کے متعلق دکانیں ہو تو ان کے کرایہ سے مسجد تعمیر کی جائے، کرایہ کی آمدنی کو دوسری مسجد یا امام پر خرچ کرنا حرام ہے۔ ۱۱۳
- ۱۰۳ قبروں کو ہوار کر کے مسجد میں شامل کر لینا حرام ہے۔ ۱۱۳
- ۱۰۴ مسجدوں میں مدرسے قائم کرنے کے شرائط۔ ۱۱۶
- ۱۰۴ مسجدوں میں کندہ پتھر لگانے کا حکم۔ ۱۱۹
- مسجدوں کو چوپال بنانا جائز نہیں۔  
تصحیح یہ ہے کہ معتکف کے سوا دوسروں کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔  
مسجد یا صحن میں کالی گلوچ وغیرہ لغویات جائز نہیں ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔  
مسجد کا حجرہ اور فنا مسجد کے حکم میں ہیں۔  
مسجد کے حجرہ میں تعویذ لکھ کر اجرت پر دینا جائز نہیں۔  
معتکف مسجد میں احتیاط سے کھائے پئے۔  
مسجد میں اگالہ ان رکھنا یا مسند سے ٹیک لگانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔  
بہت احکام و مسائل نیت کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔  
مسجدوں میں درود، وظائف، تلاوت وغیرہ جہر سے کرنا جس سے نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف ہو منع ہے۔  
مسافر مسجد میں ٹھہر سکتا ہے جبکہ مسجد اسباب کو اس سے انڈیشہ نہ ہو۔  
مسجدوں میں مٹی کا تیل جلانا جائز نہیں، اور اگر بدبو زائل کر دی جائے تو اس کا جلانا جائز ہے۔  
نماز کے اوقات میں مسجدوں کے دروازے بند رکھنا منع ہے۔  
بلا ضرورت مسجد میں چراغ جلانا منع ہے۔  
مسجد کے سائبان میں گیلے وغیرہ لگانا جائز ہے جبکہ نمازیوں کی نگاہ کے سامنے نہ ہوں۔

- ۱۴۱ مسجدوں پر جھنڈے لہرانے کا حکم۔
- ۱۴۲ مسجدوں میں میلاد شریف یا وعظ کہنا کیسا ہے
- ۱۴۳ مسجدوں میں علماء اور مشائخ کے لئے قیام کیا جاسکتا ہے۔
- ۱۴۴ قبریں پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے۔
- ۱۴۵ مسجد کی تعمیر کے لئے رقمیں کیسی ہوں۔
- ۱۴۶ مسجد میں جمعہ کے لئے دریاں دی گئیں اور وہاں جمعہ پڑھنا بند ہو گیا تو ان دریوں کو دوسری مسجد میں دینا جائز نہیں۔
- ۱۴۷
- ۱۴۸
- ۱۴۹
- ۱۵۰
- ۱۵۱
- ۱۵۲
- ۱۵۳
- ۱۵۴
- ۱۵۵
- ۱۵۶
- ۱۵۷
- ۱۵۸
- ۱۵۹
- ۱۶۰
- ۱۶۱
- ۱۶۲
- ۱۶۳
- ۱۶۴
- ۱۶۵
- ۱۶۶
- ۱۶۷
- ۱۶۸
- ۱۶۹
- ۱۷۰
- ۱۷۱
- ۱۷۲
- ۱۷۳
- ۱۷۴
- ۱۷۵
- ۱۷۶
- ۱۷۷
- ۱۷۸
- ۱۷۹
- ۱۸۰
- ۱۸۱
- ۱۸۲
- ۱۸۳
- ۱۸۴
- ۱۸۵
- ۱۸۶
- ۱۸۷
- ۱۸۸
- ۱۸۹
- ۱۹۰
- ۱۹۱
- ۱۹۲
- ۱۹۳
- ۱۹۴
- ۱۹۵
- ۱۹۶
- ۱۹۷
- ۱۹۸
- ۱۹۹
- ۲۰۰
- ۲۰۱
- ۲۰۲
- ۲۰۳
- ۲۰۴
- ۲۰۵
- ۲۰۶
- ۲۰۷
- ۲۰۸
- ۲۰۹
- ۲۱۰
- ۲۱۱
- ۲۱۲
- ۲۱۳
- ۲۱۴
- ۲۱۵
- ۲۱۶
- ۲۱۷
- ۲۱۸
- ۲۱۹
- ۲۲۰
- ۲۲۱
- ۲۲۲
- ۲۲۳
- ۲۲۴
- ۲۲۵
- ۲۲۶
- ۲۲۷
- ۲۲۸
- ۲۲۹
- ۲۳۰
- ۲۳۱
- ۲۳۲
- ۲۳۳
- ۲۳۴
- ۲۳۵
- ۲۳۶
- ۲۳۷
- ۲۳۸
- ۲۳۹
- ۲۴۰
- ۲۴۱
- ۲۴۲
- ۲۴۳
- ۲۴۴
- ۲۴۵
- ۲۴۶
- ۲۴۷
- ۲۴۸
- ۲۴۹
- ۲۵۰
- ۲۵۱
- ۲۵۲
- ۲۵۳
- ۲۵۴
- ۲۵۵
- ۲۵۶
- ۲۵۷
- ۲۵۸
- ۲۵۹
- ۲۶۰
- ۲۶۱
- ۲۶۲
- ۲۶۳
- ۲۶۴
- ۲۶۵
- ۲۶۶
- ۲۶۷
- ۲۶۸
- ۲۶۹
- ۲۷۰
- ۲۷۱
- ۲۷۲
- ۲۷۳
- ۲۷۴
- ۲۷۵
- ۲۷۶
- ۲۷۷
- ۲۷۸
- ۲۷۹
- ۲۸۰
- ۲۸۱
- ۲۸۲
- ۲۸۳
- ۲۸۴
- ۲۸۵
- ۲۸۶
- ۲۸۷
- ۲۸۸
- ۲۸۹
- ۲۹۰
- ۲۹۱
- ۲۹۲
- ۲۹۳
- ۲۹۴
- ۲۹۵
- ۲۹۶
- ۲۹۷
- ۲۹۸
- ۲۹۹
- ۳۰۰
- ۳۰۱
- ۳۰۲
- ۳۰۳
- ۳۰۴
- ۳۰۵
- ۳۰۶
- ۳۰۷
- ۳۰۸
- ۳۰۹
- ۳۱۰
- ۳۱۱
- ۳۱۲
- ۳۱۳
- ۳۱۴
- ۳۱۵
- ۳۱۶
- ۳۱۷
- ۳۱۸
- ۳۱۹
- ۳۲۰
- ۳۲۱
- ۳۲۲
- ۳۲۳
- ۳۲۴
- ۳۲۵
- ۳۲۶
- ۳۲۷
- ۳۲۸
- ۳۲۹
- ۳۳۰
- ۳۳۱
- ۳۳۲
- ۳۳۳
- ۳۳۴
- ۳۳۵
- ۳۳۶
- ۳۳۷
- ۳۳۸
- ۳۳۹
- ۳۴۰
- ۳۴۱
- ۳۴۲
- ۳۴۳
- ۳۴۴
- ۳۴۵
- ۳۴۶
- ۳۴۷
- ۳۴۸
- ۳۴۹
- ۳۵۰
- ۳۵۱
- ۳۵۲
- ۳۵۳
- ۳۵۴
- ۳۵۵
- ۳۵۶
- ۳۵۷
- ۳۵۸
- ۳۵۹
- ۳۶۰
- ۳۶۱
- ۳۶۲
- ۳۶۳
- ۳۶۴
- ۳۶۵
- ۳۶۶
- ۳۶۷
- ۳۶۸
- ۳۶۹
- ۳۷۰
- ۳۷۱
- ۳۷۲
- ۳۷۳
- ۳۷۴
- ۳۷۵
- ۳۷۶
- ۳۷۷
- ۳۷۸
- ۳۷۹
- ۳۸۰
- ۳۸۱
- ۳۸۲
- ۳۸۳
- ۳۸۴
- ۳۸۵
- ۳۸۶
- ۳۸۷
- ۳۸۸
- ۳۸۹
- ۳۹۰
- ۳۹۱
- ۳۹۲
- ۳۹۳
- ۳۹۴
- ۳۹۵
- ۳۹۶
- ۳۹۷
- ۳۹۸
- ۳۹۹
- ۴۰۰
- ۴۰۱
- ۴۰۲
- ۴۰۳
- ۴۰۴
- ۴۰۵
- ۴۰۶
- ۴۰۷
- ۴۰۸
- ۴۰۹
- ۴۱۰
- ۴۱۱
- ۴۱۲
- ۴۱۳
- ۴۱۴
- ۴۱۵
- ۴۱۶
- ۴۱۷
- ۴۱۸
- ۴۱۹
- ۴۲۰
- ۴۲۱
- ۴۲۲
- ۴۲۳
- ۴۲۴
- ۴۲۵
- ۴۲۶
- ۴۲۷
- ۴۲۸
- ۴۲۹
- ۴۳۰
- ۴۳۱
- ۴۳۲
- ۴۳۳
- ۴۳۴
- ۴۳۵
- ۴۳۶
- ۴۳۷
- ۴۳۸
- ۴۳۹
- ۴۴۰
- ۴۴۱
- ۴۴۲
- ۴۴۳
- ۴۴۴
- ۴۴۵
- ۴۴۶
- ۴۴۷
- ۴۴۸
- ۴۴۹
- ۴۵۰
- ۴۵۱
- ۴۵۲
- ۴۵۳
- ۴۵۴
- ۴۵۵
- ۴۵۶
- ۴۵۷
- ۴۵۸
- ۴۵۹
- ۴۶۰
- ۴۶۱
- ۴۶۲
- ۴۶۳
- ۴۶۴
- ۴۶۵
- ۴۶۶
- ۴۶۷
- ۴۶۸
- ۴۶۹
- ۴۷۰
- ۴۷۱
- ۴۷۲
- ۴۷۳
- ۴۷۴
- ۴۷۵
- ۴۷۶
- ۴۷۷
- ۴۷۸
- ۴۷۹
- ۴۸۰
- ۴۸۱
- ۴۸۲
- ۴۸۳
- ۴۸۴
- ۴۸۵
- ۴۸۶
- ۴۸۷
- ۴۸۸
- ۴۸۹
- ۴۹۰
- ۴۹۱
- ۴۹۲
- ۴۹۳
- ۴۹۴
- ۴۹۵
- ۴۹۶
- ۴۹۷
- ۴۹۸
- ۴۹۹
- ۵۰۰
- ۵۰۱
- ۵۰۲
- ۵۰۳
- ۵۰۴
- ۵۰۵
- ۵۰۶
- ۵۰۷
- ۵۰۸
- ۵۰۹
- ۵۱۰
- ۵۱۱
- ۵۱۲
- ۵۱۳
- ۵۱۴
- ۵۱۵
- ۵۱۶
- ۵۱۷
- ۵۱۸
- ۵۱۹
- ۵۲۰
- ۵۲۱
- ۵۲۲
- ۵۲۳
- ۵۲۴
- ۵۲۵
- ۵۲۶
- ۵۲۷
- ۵۲۸
- ۵۲۹
- ۵۳۰
- ۵۳۱
- ۵۳۲
- ۵۳۳
- ۵۳۴
- ۵۳۵
- ۵۳۶
- ۵۳۷
- ۵۳۸
- ۵۳۹
- ۵۴۰
- ۵۴۱
- ۵۴۲
- ۵۴۳
- ۵۴۴
- ۵۴۵
- ۵۴۶
- ۵۴۷
- ۵۴۸
- ۵۴۹
- ۵۵۰
- ۵۵۱
- ۵۵۲
- ۵۵۳
- ۵۵۴
- ۵۵۵
- ۵۵۶
- ۵۵۷
- ۵۵۸
- ۵۵۹
- ۵۶۰
- ۵۶۱
- ۵۶۲
- ۵۶۳
- ۵۶۴
- ۵۶۵
- ۵۶۶
- ۵۶۷
- ۵۶۸
- ۵۶۹
- ۵۷۰
- ۵۷۱
- ۵۷۲
- ۵۷۳
- ۵۷۴
- ۵۷۵
- ۵۷۶
- ۵۷۷
- ۵۷۸
- ۵۷۹
- ۵۸۰
- ۵۸۱
- ۵۸۲
- ۵۸۳
- ۵۸۴
- ۵۸۵
- ۵۸۶
- ۵۸۷
- ۵۸۸
- ۵۸۹
- ۵۹۰
- ۵۹۱
- ۵۹۲
- ۵۹۳
- ۵۹۴
- ۵۹۵
- ۵۹۶
- ۵۹۷
- ۵۹۸
- ۵۹۹
- ۶۰۰
- ۶۰۱
- ۶۰۲
- ۶۰۳
- ۶۰۴
- ۶۰۵
- ۶۰۶
- ۶۰۷
- ۶۰۸
- ۶۰۹
- ۶۱۰
- ۶۱۱
- ۶۱۲
- ۶۱۳
- ۶۱۴
- ۶۱۵
- ۶۱۶
- ۶۱۷
- ۶۱۸
- ۶۱۹
- ۶۲۰
- ۶۲۱
- ۶۲۲
- ۶۲۳
- ۶۲۴
- ۶۲۵
- ۶۲۶
- ۶۲۷
- ۶۲۸
- ۶۲۹
- ۶۳۰
- ۶۳۱
- ۶۳۲
- ۶۳۳
- ۶۳۴
- ۶۳۵
- ۶۳۶
- ۶۳۷
- ۶۳۸
- ۶۳۹
- ۶۴۰
- ۶۴۱
- ۶۴۲
- ۶۴۳
- ۶۴۴
- ۶۴۵
- ۶۴۶
- ۶۴۷
- ۶۴۸
- ۶۴۹
- ۶۵۰
- ۶۵۱
- ۶۵۲
- ۶۵۳
- ۶۵۴
- ۶۵۵
- ۶۵۶
- ۶۵۷
- ۶۵۸
- ۶۵۹
- ۶۶۰
- ۶۶۱
- ۶۶۲
- ۶۶۳
- ۶۶۴
- ۶۶۵
- ۶۶۶
- ۶۶۷
- ۶۶۸
- ۶۶۹
- ۶۷۰
- ۶۷۱
- ۶۷۲
- ۶۷۳
- ۶۷۴
- ۶۷۵
- ۶۷۶
- ۶۷۷
- ۶۷۸
- ۶۷۹
- ۶۸۰
- ۶۸۱
- ۶۸۲
- ۶۸۳
- ۶۸۴
- ۶۸۵
- ۶۸۶
- ۶۸۷
- ۶۸۸
- ۶۸۹
- ۶۹۰
- ۶۹۱
- ۶۹۲
- ۶۹۳
- ۶۹۴
- ۶۹۵
- ۶۹۶
- ۶۹۷
- ۶۹۸
- ۶۹۹
- ۷۰۰
- ۷۰۱
- ۷۰۲
- ۷۰۳
- ۷۰۴
- ۷۰۵
- ۷۰۶
- ۷۰۷
- ۷۰۸
- ۷۰۹
- ۷۱۰
- ۷۱۱
- ۷۱۲
- ۷۱۳
- ۷۱۴
- ۷۱۵
- ۷۱۶
- ۷۱۷
- ۷۱۸
- ۷۱۹
- ۷۲۰
- ۷۲۱
- ۷۲۲
- ۷۲۳
- ۷۲۴
- ۷۲۵
- ۷۲۶
- ۷۲۷
- ۷۲۸
- ۷۲۹
- ۷۳۰
- ۷۳۱
- ۷۳۲
- ۷۳۳
- ۷۳۴
- ۷۳۵
- ۷۳۶
- ۷۳۷
- ۷۳۸
- ۷۳۹
- ۷۴۰
- ۷۴۱
- ۷۴۲
- ۷۴۳
- ۷۴۴
- ۷۴۵
- ۷۴۶
- ۷۴۷
- ۷۴۸
- ۷۴۹
- ۷۵۰
- ۷۵۱
- ۷۵۲
- ۷۵۳
- ۷۵۴
- ۷۵۵
- ۷۵۶
- ۷۵۷
- ۷۵۸
- ۷۵۹
- ۷۶۰
- ۷۶۱
- ۷۶۲
- ۷۶۳
- ۷۶۴
- ۷۶۵
- ۷۶۶
- ۷۶۷
- ۷۶۸
- ۷۶۹
- ۷۷۰
- ۷۷۱
- ۷۷۲
- ۷۷۳
- ۷۷۴
- ۷۷۵
- ۷۷۶
- ۷۷۷
- ۷۷۸
- ۷۷۹
- ۷۸۰
- ۷۸۱
- ۷۸۲
- ۷۸۳
- ۷۸۴
- ۷۸۵
- ۷۸۶
- ۷۸۷
- ۷۸۸
- ۷۸۹
- ۷۹۰
- ۷۹۱
- ۷۹۲
- ۷۹۳
- ۷۹۴
- ۷۹۵
- ۷۹۶
- ۷۹۷
- ۷۹۸
- ۷۹۹
- ۸۰۰
- ۸۰۱
- ۸۰۲
- ۸۰۳
- ۸۰۴
- ۸۰۵
- ۸۰۶
- ۸۰۷
- ۸۰۸
- ۸۰۹
- ۸۱۰
- ۸۱۱
- ۸۱۲
- ۸۱۳
- ۸۱۴
- ۸۱۵
- ۸۱۶
- ۸۱۷
- ۸۱۸
- ۸۱۹
- ۸۲۰
- ۸۲۱
- ۸۲۲
- ۸۲۳
- ۸۲۴
- ۸۲۵
- ۸۲۶
- ۸۲۷
- ۸۲۸
- ۸۲۹
- ۸۳۰
- ۸۳۱
- ۸۳۲
- ۸۳۳
- ۸۳۴
- ۸۳۵
- ۸۳۶
- ۸۳۷
- ۸۳۸
- ۸۳۹
- ۸۴۰
- ۸۴۱
- ۸۴۲
- ۸۴۳
- ۸۴۴
- ۸۴۵
- ۸۴۶
- ۸۴۷
- ۸۴۸
- ۸۴۹
- ۸۵۰
- ۸۵۱
- ۸۵۲
- ۸۵۳
- ۸۵۴
- ۸۵۵
- ۸۵۶
- ۸۵۷
- ۸۵۸
- ۸۵۹
- ۸۶۰
- ۸۶۱
- ۸۶۲
- ۸۶۳
- ۸۶۴
- ۸۶۵
- ۸۶۶
- ۸۶۷
- ۸۶۸
- ۸۶۹
- ۸۷۰
- ۸۷۱
- ۸۷۲
- ۸۷۳
- ۸۷۴
- ۸۷۵
- ۸۷۶
- ۸۷۷
- ۸۷۸
- ۸۷۹
- ۸۸۰
- ۸۸۱
- ۸۸۲
- ۸۸۳
- ۸۸۴
- ۸۸۵
- ۸۸۶
- ۸۸۷
- ۸۸۸
- ۸۸۹
- ۸۹۰
- ۸۹۱
- ۸۹۲
- ۸۹۳
- ۸۹۴
- ۸۹۵
- ۸۹۶
- ۸۹۷
- ۸۹۸
- ۸۹۹
- ۹۰۰
- ۹۰۱
- ۹۰۲
- ۹۰۳
- ۹۰۴
- ۹۰۵
- ۹۰۶
- ۹۰۷
- ۹۰۸
- ۹۰۹
- ۹۱۰
- ۹۱۱
- ۹۱۲
- ۹۱۳
- ۹۱۴
- ۹۱۵
- ۹۱۶
- ۹۱۷
- ۹۱۸
- ۹۱۹
- ۹۲۰
- ۹۲۱
- ۹۲۲
- ۹۲۳
- ۹۲۴
- ۹۲۵
- ۹۲۶
- ۹۲۷
- ۹۲۸
- ۹۲۹
- ۹۳۰
- ۹۳۱
- ۹۳۲
- ۹۳۳
- ۹۳۴
- ۹۳۵
- ۹۳۶
- ۹۳۷
- ۹۳۸
- ۹۳۹
- ۹۴۰
- ۹۴۱
- ۹۴۲
- ۹۴۳
- ۹۴۴
- ۹۴۵
- ۹۴۶
- ۹۴۷
- ۹۴۸
- ۹۴۹
- ۹۵۰
- ۹۵۱
- ۹۵۲
- ۹۵۳
- ۹۵۴
- ۹۵۵
- ۹۵۶
- ۹۵۷
- ۹۵۸
- ۹۵۹
- ۹۶۰
- ۹۶۱
- ۹۶۲
- ۹۶۳
- ۹۶۴
- ۹۶۵
- ۹۶۶
- ۹۶۷
- ۹۶۸
- ۹۶۹
- ۹۷۰
- ۹۷۱
- ۹۷۲
- ۹۷۳
- ۹۷۴
- ۹۷۵
- ۹۷۶
- ۹۷۷
- ۹۷۸
- ۹۷۹
- ۹۸۰
- ۹۸۱
- ۹۸۲
- ۹۸۳
- ۹۸۴
- ۹۸۵
- ۹۸۶
- ۹۸۷
- ۹۸۸
- ۹۸۹
- ۹۹۰
- ۹۹۱
- ۹۹۲
- ۹۹۳
- ۹۹۴
- ۹۹۵
- ۹۹۶
- ۹۹۷
- ۹۹۸
- ۹۹۹
- ۱۰۰۰

۱۵۸	سبحان اللہ کہنے کی مقدار دیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔	جس کے ذمہ قضا نمازیں ہوں وہ نفلوں کی جگہ بھی قضا نمازیں پڑھے۔
۱۵۸	بجھول کر کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے سے قریب ہو تو کیا کرے۔	نماز قضا ہو جانے کی ایک صورت۔
۱۶۲	قعدہ اخیرہ کو قعدہ اولیٰ سمجھ کر کھڑا ہو گیا اور سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ آیا تو بیٹھے ہی سجدہ سہو کرے دوبارہ التحیات نہ پڑھے۔	قضا نمازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں، اور ہو سکتی ہے تو کہاں، مسجد یا مکان میں۔
۱۶۳	قعدہ اولیٰ میں کھڑا ہونے کے قریب تھا کہ بیٹھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں۔	قضا کے عمری ادا کرنے کا طریقہ۔
۱۶۳	امام پر سجدہ سہو نہیں تھا اور سجدہ سہو کیا تو اس کے بعد جو لوگ اس نماز میں شریک ہوتے ان کی نماز نہیں ہو گی۔	نماز روزہ، حج وغیرہ کے چھوڑنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا البتہ ان کی قضا اس پر فرض ہے۔
۱۶۴	سجدہ سہو کے لئے امام سلام کرے تو مسبوق بھی سلام کرنے میں شریک ہو گا یا نہیں۔	جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہو بیٹھ کر نماز نہیں ہو گی۔
۱۶۴	قعدہ اولیٰ میں اللہم صل علی محمد تک پڑھے گا تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔	فجر کی نماز قضا ہو جائے وہ جمعہ اور عید کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔
۱۶۵	مسبوق سجدہ سہو کا سلام نہ کرے۔	میت کے ذمہ نماز روزہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں قرآن شریف کا ہدیہ مسکین کو دیا جائے تو کفارہ ادا ہو گا یا نہیں۔
۱۶۵	قعدہ اولیٰ میں شک ہو اور سجدہ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔	میت کے کفارہ ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو یا کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو۔
۱۶۶	فاتحہ کے بعد بسم اللہ تریل سے پڑھی جس سے کافی دیر ہو گئی تو سجدہ سہو واجب نہیں سکوت یا سورت سوچنے میں دیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔	قضا نماز کے کفارہ کا مستحق کون ہے۔
۱۶۶	چار رکعت والی نماز میں کھلی دو رکعتوں میں سورت کا ضم کرنا کیسا ہے۔	میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔
۱۶۶		کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف جس ہدیہ کا ہے اتنا ہی ادا ہو گا۔
		<b>باب سجود السہو</b>
		سورۃ سوچنے میں بقدر ادائے رکن یعنی تین بار

سجده سہو کے لئے ایک طرف سلام چاہئے دونوں طرف نہیں۔

فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے، اور اگر رکوع کے بعد یاد آئے تو سجده سہو کرے۔

مقتدی سے سہو ہونے پر نہ اعادہ صلوٰۃ ہے نہ سجده سہو، یہ کیوں، اس کے متعلق ایک علمی بحث۔ امام کے سہو سے لاشی پر بھی سجده واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ نہ کرے اپنی نماز پوری کرنے کے بعد کرے۔

سجده سہو کا سلام دہنی طرف ہے دونوں طرف نہیں ورنہ سجده سہو ساقط اور گناہ لازم۔

قعدہ اولیٰ میں امام عادت سے زیادہ دیر لگاے تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں۔

بغیر قنوت پڑھے رکوع میں چلا جائے تو پلے نہیں سجده سہو کرے۔

قعدہ اولیٰ میں امام سہو کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں۔

امام کو قعدہ سے سہو ہو تو اللہ اکبر یا التحیات سے بھی لقمہ دیا جا سکتا ہے مگر سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔

نسیان کی وجہ سے رکعت وغیرہ کی تعداد یاد نہ رہتی ہو تو یاد دلانے کے لئے آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔

تین سجده کرنے سے سجده سہو واجب ہوگا۔ ۲۱۵

سجده سہو واجب ہو اور سجده نہ کرے تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔ ۲۱۵

تیسری یا چوتھی رکعت میں سہواً فاتحہ کے بعد آیت پڑھ دی یا رکوع کی تسبیحات سجده میں یا سجده کی رکوع میں یا مقتدی نے تعوذ پڑھا یا امام نے تسمیع کے بجائے تکبیر کہی تو سجده سہو نہیں۔ ۲۱۶

قعدہ اخیرہ میں بھول کر کھڑا ہو جائے تو کیا کرے۔ ۲۱۶ کسی کو نسیان ہو اور دوسرے کے بتانے پر وہ نماز پڑھے تو نماز نہیں ہوگی، ایسا شخص نماز کس طرح پڑھے۔ ۲۱۶

بغیر قنوت پڑھے رکوع چلا جائے تو پلے نہیں اور اگر پلٹا تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا پلٹنے کیلئے مقتدی نے لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ ۲۱۹

باب سجود التلاوة

کتاب وغیرہ میں آیات سجده ہوں تو ان کے پڑھنے سے سجده واجب ہوگا یا نہیں۔ ۲۲۳

آیت سجده پڑھنے کے بعد فوراً سجده کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں۔ ۲۳۳

امام نے سجده تلاوت کی نیت رکوع میں کی تو امام اور مقتدی سب کا سجده ادا ہوگا یا نہیں۔ ۲۳۴

آیت سجده کے ترجمہ پڑھنے سے سجده لازم ہوتا ہے یا نہیں۔ ۲۳۸

سجده تلاوت کے لئے طہارت اور نیت ہونا ضروری ہے۔ ۲۳۹



- سجدہ کرنے میں قرآن شریف سامنے ہو تو حرج نہیں۔
- ۲۲۹ سفر میں نماز پوری پڑھنا، قصر کرنا گناہ ہے۔ ۲۶۸
- ۱، ۵ میل کے ارادہ سے سفر کرنے سے آدمی مسافر ہوتا ہے دس دس بیس بیس میل اور ہر آدمی جاننے سے شرعی سفر نہیں ہوگا۔ ۲۶۸
- ۲۲۵ جنگلات کے ملازمین کے متعلق ایک سوال۔ ۲۶۸
- تسیرال مدت سفر پر ہو تو وہاں جانے پر نماز میں قصر ہوگا۔ ۲۶۰
- ۱، ۵ میل کے فاصلہ پر علی الاتصال جانا ہو تو قصر ہے۔ ۲۶۰
- ۲۲۱ مسافر امام نے پوری نماز پڑھائی تو مقیم کی نماز نہیں ہوگی۔ ۲۶۱
- ۲۵۲ کہیں دکان ہو تو وہ وطن اصلی نہیں بن جاتا۔ ۲۶۱
- باب الجمعة**
- ۲۶۳ دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ ۲۶۳
- ۲۶۴ جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔ ۲۶۴
- ۲۶۴ شہر کی تعریف۔ ۲۶۴
- ۲۵۵ شہر کی یہ تعریف کہ جمیع سکان جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں نہ آسکیں ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔ ۲۶۴
- ۲۵۸ جمعہ کے متعلق ایک شبہ کا ازالہ احتیاطی ظہر خواص کے لئے ہے۔ ۲۶۹
- ۲۵۸ فتاویٰ ابوالبرکات کے ایک فتویٰ کا رد۔ ۲۸۲
- خطبہ کے الفاظ کے معانی سمجھنا صحت جمعہ کے لئے
- سجدہ کرنے میں قرآن شریف سامنے ہو تو حرج نہیں۔
- آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب تراویح ہو یا کوئی دوسری نماز۔
- تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے سے مجلس تبدیل ہو جاتی ہے۔
- سجود تلاوت صلوٰۃ میں دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع فر نہیں۔
- باب صلوٰۃ المسافر**
- ختم سرکاری دوروں میں مسافر ہونگے یا نہیں۔ مسافر ہونے کے لئے نہ دوری ہے کہ مدت قعدہ تک مسلسل جانے کا ارادہ ہو ورنہ مسافر نہیں ہوگا۔
- ۲۵۲ فنال، کوس اور فرسنگ کی مسافتوں کا بیان۔ ۲۵۵
- ۲۵۵ قعدہ تین فنال سے کم میں نہیں ہوتا۔
- ۲۵۵ مسافر جس راستے سے سفر کرے گا وہی معتبر ہوگا
- دو مسافروں کے درمیان ایک مشترک غلام ہو اور ایک نے اقامت کی نیت کر لی اور دوسرے نے نہیں کی تو غلام قعدہ کرے یا نہیں۔
- آبادی سے باہر نکلنے ہی مسافر ہو جاتا ہے اور جب تک وطن واپس نہ آجائے یا کہیں اقامت کی نیت نہ کرے مسافر رہتا ہے۔
- جنگلات میں جو ملازمین ہوتے ہیں وہ مسافر کہلائیے گئے یا نہیں۔
- جو اسٹیشن جنگلوں میں ہوتے ہیں ان کے ملازمین

- شرط نہیں۔ ۲۸۲ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۳۱۵
- خطبہ میں خطبہ کا ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۸۶ ایک مسجد میں دو بار جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۳۲۰
- قلعے وغیرہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۲۸۷ یا ایک وقت میں جمعہ کی دو جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ ۲۸۸
- صحبت جمعہ کے لئے اذان عام ضروری ہے۔ ۲۸۸ عربی میں خطبہ پڑھنا پھر اردو میں ترجمہ کرنا یا اردو میں پڑھنا یا کچھ عربی اور کچھ اشعار میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۹۲
- جموعہ سے متعلق چند سوال۔ ۲۹۴
- اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے۔ ۳۰۰
- تعوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہئے۔ ۳۰۲
- اردو کے قصائد وغیرہ خطبہ میں پڑھنا خلاف سنت ہے۔ ۳۰۲
- عصائے کر خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔ ۳۰۳
- عربی، فارسی اور اردو اشعار میں خطبہ ہو تو کیسا ہے۔ ۳۰۳
- نابالغ خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔ ۳۰۹
- احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔ ۳۱۰
- متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے مگر ایک جگہ پڑھنا افضل ہے۔ ۳۱۲
- جہاں صحت جمعہ کے شرائط میں اشتباہ ہو تو وہاں خواص کے لئے چار رکعت احتیاطی پڑھنے کا حکم ہے۔ ۳۱۲
- جموعہ کس سال فرض ہوا۔ ۳۱۳
- جمعہ عیدین وغیرہ میں کثیر جماعت ہو تو سہو کا سجدہ چھوڑا جا سکتا ہے۔ ۳۱۴
- ایک مسجد میں جمعہ ہو جائے تو دوسرے لوگ
- ۳۱۵ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔
- ۳۲۰ ایک مسجد میں دو بار جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔
- ۳۲۰ یا ایک وقت میں جمعہ کی دو جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔
- ۳۲۰ عربی میں خطبہ پڑھنا پھر اردو میں ترجمہ کرنا یا اردو میں پڑھنا یا کچھ عربی اور کچھ اشعار میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
- ۳۲۲ جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے دو رکعت پڑھنا جائز نہیں۔
- ۳۲۶ خطبہ کے متعلق دوسروں کے دو فتوے اور مصنف کی تحقیق۔
- ۳۲۹ خطبہ میں دہنے بائیں منہ پھیرنا بے اصل ہے۔
- ۳۴۲ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔
- ۳۴۳ منبر کے کتنے زینے ہوں اور کس زینہ پر خطبہ ہو اور منبر کا رواج کب سے ہے۔
- ۳۴۴ احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔
- ۳۴۴ جہاں آبادی اتنی ہو کہ وہاں کی بڑی مسجد میں نہ آسکیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بنا پر وہ شہرے متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے، اس روایت پر وہاں جمعہ اور عیدین ہو سکتے ہیں۔
- ۳۴۷ شہر اور دیہات کا فرق (افسوس کہ پورا جواب نہ مل سکا۔
- ۳۴۸ شوکت اسلامی کے خیال سے جمعہ اور عیدین

- گاؤں میں پڑھے جائیں تو جائز ہے یا نہیں۔ ۳۵۰
- نماز و وظیفہ وغیرہ خطبہ کے وقت پڑھنا جائز نہیں ۳۵۲
- جمعہ ہو چکنے کے بعد دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۳۵۲
- جامع مسجد تنگ پڑتی ہو تو عید گاہ میں جمعہ پڑھا جائے۔ ۳۵۴
- احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ ۳۵۴
- جمعہ اور ہر نماز کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لئے سنت ہے۔ ۳۵۶
- قبلہ رو بیٹھا رہنا بالاجماع مکروہ ہے۔ ۳۵۶
- جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر نہیں اور یونہی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرے۔ ۳۵۶
- دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔ ۳۵۶
- جمعہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔ ۳۵۹
- ایک مسجد میں جمعہ کی نماز دوبارہ پڑھنا جائز نہیں۔ ۳۵۹
- جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے جہاں شہر نہ ہو وہاں فنائے شہر کافی ہے۔ ۳۶۳
- فنائے شہر کس کو کہتے ہیں۔ ۳۶۳
- عالم یسع اکبر مساجد اہلہ مصر کو علماء نے رد کر دیا ہے۔ ۳۶۳
- احتیاطی ظہر عوام کے لئے نہیں ہے۔ ۳۶۵
- خطبہ میں حضور کا نام پاک آئے تو دل میں درود پڑھے زبان سے سکوت فرض ہے۔ ۳۶۵
- مصر، قری اور شہر کا فرق۔ ۳۶۵
- متصل بستیاں ہوں اور کثیر مسلمان آباد ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۳۶۵
- تحقیق یہ ہے جمعہ کے لئے شہر شرط ہے ہم اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔ لیکن دیہات میں جمعہ پڑھنے سے عوام کو نہ منع کرتے ہیں اور نہ منع کرنا پسند کرتے ہیں ایک روایت پر جمعہ صحیح ہو جاتا ہے ۳۵۴
- عوام جس طرح بھی خدا اور رسول کا نام لیں غنیمت ہے ۳۵۴
- جہاں تین چار سو مسلمان آباد ہوں، منصفی، ڈاک خانہ، شفا خانہ، بازار وغیرہ ہوں وہ شہر ہے یا دیہات۔ ۳۵۶
- جمعہ کی امامت کے لئے سلطان یا ماذون کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔ ۳۸۴
- نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ ۳۸۴
- دیہات میں جمعہ، عیدین جائز نہیں عوام پڑھیں تو انہیں منع کرنے کی ضرورت نہیں۔ ۳۸۴
- خطبہ میں غیر عربی کا خلط مکروہ تیزی اور خلاف سنت ہے۔ ۳۸۹
- خطبہ اولیٰ میں اوصیکم بتقوی اللہ نہ پڑھا جائے تو شوافع کی نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۹۴
- ایک مسجد میں اذان و اقامت اور خطبہ کے ساتھ جمعہ ہو چکنے کے بعد پھر دوسروں کو چند بار ایسے ہی جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۹۶
- دونوں خطبہ کے مابین دعا مانگنا حسب آیت ہے یا نہیں۔ ۳۹۶

- ۳۹۷ جیل خانوں میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔
- ۳۹۸ جہاں جمعہ صحیح ہونے میں اشتباہ نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر منع ہے۔
- ۳۹۹ امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کر سکیں تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔
- ۴۰۰ جہاں لوگ عربی نہیں سمجھتے ہیں ان کی رعایت میں اگر دو میں خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۰۱ مسجد میں اذان ثانی دینا مکروہ ہے۔
- ۴۰۲ جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوتی، خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذان ثانی کہاں ہوتی تھی۔
- ۴۰۳ فقہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۰۴ شافعی امام کے پیچھے حنفی کا جمعہ ہوگا یا نہیں۔
- ۴۰۵ بے اذن امام معین کے دوسرے نے خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی جمعہ نہیں ہوگا، ہاں امام معین نماز میں شریک ہو جائے تو ہو جائے گا۔
- ۴۰۶ مسجد سے باہر کوئی ایسی جگہ نہ ہو جہاں مؤذن خطیب کے محاذی میں اذان دے سکے تو وہاں کیا کیا جائے۔
- ۴۰۷ جمعہ کے دونوں خطبے فرض ہیں یا ایک فرض دوسرا سنت۔
- ۴۰۸ رسالہ مرقاة الجمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان (ثانی خطبہ میں ایک میٹرھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں)
- ۴۰۹ مسلمانوں کے کسی فعل کو بدعت شنیعہ کہنا ایک حکم تو اللہ ورسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم پر
- ۴۱۰ لگانا ہے کہ ان کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر لگانا ہے کہ وہ اس فعل کے باعث گنہگار و مستحق عذاب ہیں اور ایسا حکم لگانا بلا دلیل شرعی واضح کے ناجائز ہے۔
- ۴۱۱ دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ اور ہمارے لئے قول مجتہد ہے۔
- ۴۱۲ جس جگہ قول مجتہد موجود ہو علماء اسی جگہ حکم بالجزم لکھتے ہیں۔
- ۴۱۳ اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی ہو تو علماء اس کو بطور جزم نہیں لکھتے بلکہ صراحتاً بتا دیتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ یہ منقول فی المذہب معلوم نہ ہو۔
- ۴۱۴ اگر کوئی عالم قول غیر مجتہد کو بطور جزم لکھ جائے تو اس پر گرفت ہوتی ہے۔
- ۴۱۵ علامہ شامی نے منبر سے ایک میٹرھی اترنے اور پھر چڑھنے کو ممنوع یا بدعت شنیعہ نہیں فرمایا بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمایا۔
- ۴۱۶ امام ابن حجر نے بھی مسئلہ مذکورہ کو بطور جزم نہیں لکھا بلکہ فرمایا کہ بعض نے یوں بحث کی۔
- ۴۱۷ بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو اور نہ صراحتاً کسی کلیہ نامخصوصہ کے تحت داخل ہو۔
- ۴۱۸ کلیات نامخصوصہ سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں۔
- ۴۱۹ کسی لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چپا گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا

- ۴۱۸ اُس کی دختر اس پر حرام ہے۔
- ۴۱۸ ایک سیرھی اترنے اور چڑھنے میں نکتہ جمیلہ اور
- ۴۲۳ وقتِ رضاعت میں جوار تفاع ہو موجب تحریم ہے
- ۴۱۸ و قیقہ جلیبہ۔
- ۴۱۸ امام ابن حجر کے قول "بَحَثَ بَعْضُهُمْ" میں لفظ
- ۴۲۵ مجلس واحد حسب تصریح کا فائدہ جامع کلمات
- ۴۱۸ بعض پر مصنف کی تحقیقی بحث۔
- ۴۱۸ ہوتی ہے۔
- ۴۱۸ مجہول الحال کی بحث، مجہول الماخذ قابل
- ۴۱۹ استناد نہیں۔
- ۴۱۹ مقلد محض نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتا ہے
- ۴۱۹ موجود معدوم کے ساتھ مرتبہ نہیں ہوتا۔
- ۴۱۹ نہ دوسرے پر اس کی بحث حجت ہو سکتی ہے۔
- ۴۱۹ تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری
- ۴۱۹ تقلید مقلد اجماعاً باطل ہے۔
- ۴۱۹ پر جانے سے مجلس تبدیل ہو جاتی ہے۔
- ۴۱۹ مجرد حدث شرعاً دلیل منع نہیں۔
- ۴۱۹ مجلس تبدیل ہونے کی بعض صورتوں کا بیان۔
- ۴۱۹ المصر ما لایسع اکبر مساجد اہلہ ینہ
- ۴۱۹ بدعت کبھی حرام، کبھی واجب، کبھی مندوب،
- ۴۱۹ مذہب امام اور صاحبین کا قول۔
- ۴۱۹ کبھی مکروہ اور کبھی مباح ہوتی ہے۔
- ۴۱۹ دیہات کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں۔
- ۴۱۹ بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے
- ۴۱۸ اذان ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدی
- ۴۱۸ جشن میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے
- ۴۱۸ نہیں مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع
- ۴۱۸ کے لئے لوگوں کا جمع ہونا بدعت حسنہ اور
- ۴۲۰ مندوب ہے۔
- ۴۲۰ نہیں کرنا چاہئے۔
- ۴۲۰ نفس بدعت مستلزم قبح و شناعة نہیں۔
- ۴۲۱ تعویذ سے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ
- ۴۲۱ ندب حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل ضروری ہے
- ۴۲۱ سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔
- ۴۲۱ زیادہ علی السنہ وہ مکروہ ہے جو باعتقاد
- ۴۲۱ خطبہ میں اسم جلالیت یا حضور کا اسم مبارک
- ۴۲۱ آئے تو دل میں جل جلالہ یا صلی اللہ تعالیٰ علیہ
- ۴۲۱ سنت ہونہ کہ باعتقاد اباحت و ندب۔
- ۴۲۱ وسلم کے زبان سے نہیں۔
- ۴۲۱ حدیث قد تعدی میں تعدی اعتقاد پر
- ۴۲۱ خطبہ کے وقت سنتیں پڑھنا ممنوع ہے۔
- ۴۲۱ مجہول ہے۔
- ۴۲۱ خطبہ زبانی اور دیکھ کر دونوں طور پر پڑھا
- ۴۲۱ لزوم ایہام سنیت، عدم مداومت کا مقتضی ہے
- ۴۲۱ نماز کے بعد دعا میں تعدی اعتقاد پر
- ۴۲۱ خطبہ زبانی اور زبانی پڑھنا افضل ہے۔
- ۴۲۱ نہ کہ مداومت علی التکرار کا۔
- ۴۲۱ نہ ہم دیہات میں جمعہ پڑھیں گے اور جہاں
- ۴۲۱ دوران خطبہ ذکر سلطان پر خطبار کے منبر کی

- ۴۳۸۔ الوداعی خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں، ہاں وہ فی نفسہ مباح ہے۔ ۴۵۲
- ۴۴۰۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں متصل ہوں تو وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۴۵۲
- ۴۴۱۔ غیر عربی میں خطبہ نہیں ہونا چاہئے۔ ۴۵۴
- ۴۴۱۔ مختصر خطبہ پڑھنا عقلمندی کا ثبوت ہے۔ ۴۵۴
- ۴۴۱۔ الوداعی کوئی حکم شرعی نہیں اور نہ اس کا التزام اچھا۔ ۴۵۴
- ۴۴۱۔ جمعہ میں قرارت کی مقدار کیا ہے۔ ۴۵۴
- ۴۴۱۔ دیہات میں جمعہ جائز نہیں اور جہاں قائم ہو بند کرنا جاہلوں کا کام ہے۔ ۴۵۶
- ۴۴۴۔ اب جمعہ میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نکاح کا قاضی نہیں۔ ۴۵۷
- ۴۴۸۔ مجلس خانوں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۴۵۸
- دھوپ کی وجہ سے چھتری لگا کر خطبہ سننا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۵۸
- ۴۴۶۔ جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے۔ ۴۵۹
- ۴۴۶۔ جمعہ کا وقت ہو جانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے۔ ۴۵۹
- ۴۴۷۔ گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی جائے تو وہ مسجد کے حکم میں نہیں۔ ۴۵۹
- ۴۴۹۔ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔ ۴۶۰
- ۴۵۰۔ حضور کی تبعیت میں حضرت غوث الاعظم پر درود پڑھنا جائز ہے۔ ۴۶۱
- ۴۵۰۔ ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے، قائم نہ ہونہ وہاں قائم کریں گے مگر عوام کو منع بھی نہ کریں گے۔
- امام قابلِ امامت نہ ہو اور اسے بدل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا ظہر پڑھے۔
- خطبہ سننے کی حالت میں کوئی حرکت کرنا منع ہے اور ولذکر اللہ اعلیٰ پر نماز کے لئے کھڑے ہونا حرام ہے۔
- امام نے جمعہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز میں شرکت کی یہ کیسا ہے۔
- ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے۔
- جمعہ کا امام کون ہو۔
- میدان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے اس کے لئے مسجد یا عمارت ہونا ضروری نہیں۔
- جمعہ کے شرائط۔
- خطبہ میں آیت شروع کرنے سے پہلے تعوذ پڑھنا چاہئے اور وہ آیت سورہ کی ابتداء میں ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں حرج نہیں۔
- جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے۔
- خطبہ مختصر ہونا چاہئے۔
- علمی خطبہ کے مصنف سستی تھے۔
- بن میں جمعہ حرام اور گاؤں میں ناجائز۔
- جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے۔
- جہاں متصل بستیاں ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۵۰۔ ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے،

- رسالہ سرعایۃ المذہبین فی الدعاء  
۴۶۲ بین الخطبتین (ما بین الخطبتین دُعا کرنے کے بارے میں) ۴۶۲
- ۴۶۳ امام کے لئے دُعا بین الخطبتین کے جواز میں اصل کلام نہیں۔ ۴۶۳
- ۴۶۴ جواز کے لئے نہی شرعی کا نہ ہونا ہی سند کافی ہے۔ ۴۶۴
- ۴۶۵ ممنوع وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں۔ ۴۶۵
- ۴۶۵ خدا اور رسول کی نہی کے بغیر ہرگز کوئی شئی ممنوع نہیں ہو سکتی۔ ۴۶۵
- ۴۶۵ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو عینہ برسنے اور دوسرے جمعہ کو مدینہ طیبہ پر سے گھل جانے کی دُعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں ۴۶۶
- ۴۶۶ حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ۴۶۶
- ۴۶۷ جب عین خطبہ میں دُعا مانگنا حدیث سے ثابت ہو جاوے کہ قطع خطبہ کو مستلزم ہے تو بین الخطبتین دُعا کا جواز بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا۔ ۴۶۸
- ۴۶۸ بین الخطبتین دُعا کے جواز پر متعدد شارحین حدیث کے اقوال۔ ۴۶۸
- ۴۶۸ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ ان اوقات میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے۔ ۴۶۹
- ۴۶۸ ساعت اجابت جمعہ کے بارے میں روایات۔ ۴۶۸
- احتیاطی ظہر خواص کے لئے ہے، جہاں جمعہ صحیح ہو گا ظہر ساقط ہوگی۔
- لوگوں کے مقرر کردہ امام کے پیچھے جمعہ صحیح ہے دریا، سمندر وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں نہ دارالحرب میں۔
- ایک زیند آتر نے پھر چڑھنے کو علماء نے ایک مصلحت سے خطیب کے لئے رکھا تھا وہ اب نہیں۔
- سلاطین کے لئے مبالغہ آمیز الفاظ ممنوع ہیں۔ جمعہ کا اول اور آخر وقت۔
- خطبہ میں کیا ہو خلفائے راشدین کے نام نہ لئے جائیں تو کیا حرج ہے۔
- قادیا نیوں کی نماز باطل ہے۔
- بجائے خطبہ کے وعظ و نصیحت ہو تو کیا حرج ہے۔
- غیر عربی میں خطبہ کیسا ہے۔
- جو شاہی زمانہ سے خطبہ اور امامت کے منصب پر مقرر ہو اس کے خطبہ سننے کو ناجائز کہنا منع ہے۔
- اذان خطبہ کا جواب دینا اور دُعا مانگنا اور نام پاک پر انگوٹھا چومنا نہیں چاہئے۔
- درود شریف دل میں پڑھے زبان سے نہیں۔
- اردو میں خطبہ خلاف سنت ہے۔
- امام جمعہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے۔
- سنت پڑھنے میں خطبہ شروع ہو تو کیا حکم ہے۔

- ۱۔ وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے۔ ۴۷۹ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا کبھی اخلاص کبھی
- ۲۔ وہ شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے۔ ۴۷۹ درود شریف پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا
- ۳۔ وہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔ ۴۷۹ تاکہ مقتدی دیکھ کر دعائیں مشغول نہ ہوں۔ ۴۸۵
- ۴۔ وہ خروج امام سے ختم خطبہ تک ہے۔ ۴۷۹ دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا
- ۵۔ وہ آذان سے نماز تک ہے۔ ۴۷۹ مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۸۵
- ۶۔ وہ دونوں خطبوں کے درمیان ہے۔ ۴۷۹ نماز جمعہ میں قرآن کی مقدار
- رسالہ اوفی اللعنة فی اذان الجمعة  
 ۱۔ (اذان ثانی مسجد سے باہر ہونے کے بیان میں) ۴۹۷ ہمارے علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجِد
- ۲۸۰ میں اذان دینی مکروہ ہے۔ ۴۹۷
- ۲۸۰ اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد
- ۲۸۰ میں اذان نہ کہی جائے۔ ۴۹۸
- ۲۸۰ اقامت ضرور مسجد میں ہوگی۔ ۴۹۸
- ۲۸۱ اذان کے لئے اگر منارہ نہ ہو تو مسجد سے باہر
- ۲۹۸ ایسی زمین پر دی جائے جو مسجد سے متعلق ہو۔ ۴۹۸
- ۲۹۸ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنت ہے۔ ۴۹۸
- ۲۸۱ مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے ۴۹۸ اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی اذان بھی بلندی
- ۴۹۹ پر ہونا سنت ہے۔ ۴۹۹
- ۲۸۲ اذان وہاں ہونی چاہئے جہاں سے ہمسایوں
- ۴۹۹ کو خوب آواز پہنچے۔ ۴۹۹
- ۲۸۵ سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر
- ۴۹۹ مسجد میں۔ ۴۹۹
- ۲۸۵ اگر اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد
- ۴۹۹ کے آس پاس آس کے متعلق زمین میں اذان دے۔ ۴۹۹
- ۱۔ وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے۔ ۴۷۹
- ۲۔ وہ شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے۔ ۴۷۹
- ۳۔ وہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔ ۴۷۹
- ۴۔ وہ خروج امام سے ختم خطبہ تک ہے۔ ۴۷۹
- ۵۔ وہ آذان سے نماز تک ہے۔ ۴۷۹
- ۶۔ وہ دونوں خطبوں کے درمیان ہے۔ ۴۷۹
- اکابر علماء حنفیہ کے نزدیک جلسہ بین الخطبتین میں
- دعا مستحب ہے۔
- منکرین کے امام شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں
- جواز کے قول کو نقل کیا اور مسلم رکھا۔
- یہ جواز و استحباب کا حکم امام کا ہے، رہے مقتدی
- ان کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام میں اختلاف ہے
- حاصل کلام یہ ہے کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں زبان
- کو حرکت نہ دیں۔
- دوران خطبہ اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- کا ذکر خطیب کرے تو مقتدی دل میں درود شریف
- پڑھیں۔
- علماء محققین مسائل اجتہاد میں تو انکار بھی
- ضروری نہیں جانتے چہ جائیکہ تفسیل و تکفیر
- کی جائے۔
- مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک و بدعتی کہنا بالاجماع
- حرام قطعی ہے۔
- امام کے لئے دعائیں الخطبتین اگرچہ جائز ہے
- مگر خوف مفسدہ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے۔ ۴۸۵
- فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ (یعنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ)



جمعہ کی اذانِ ثانی کا حکم بھی یہی ہے کہ مسجد کے اندر نہ دی جائے، اس میں کوئی تخصیص اور استثناء نہیں۔

جمعہ کی اذانِ ثانی کے مسجد میں جائز ہونے پر لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال محض ناواقفی ہے۔

لفظ بین یدی المنبر اور بین یدی الامام کا حاصل یہ ہے کہ اذانِ ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے امام کے مواجہہ میں ہو۔ اس سے داخل مسجد اذان کا ہونا مستنبط نہیں۔

بین یدی سمتِ مقابل میں منہائے جہت تک صادق ہے۔

بین یدی کے معنی کی وضاحت اور اس پر قرآن و حدیث سے شواہد کا ذکر۔

جمعہ کی اذانِ ثانی زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر ہوا کرتی تھی۔

مصنف (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف سے دہلی کی ایک مسجد کے مؤذن کو عقلی دلیل سے مسئلہ سمجھانا۔

بانی مسجد نے تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ یا کوئی محل مرتفع بنایا تو جائز ہے۔ اتنا ٹکڑا اذان کے لئے جُدا سمجھا جائیگا یہاں کہ بہت عارض نہ ہوگی۔

مسجد میں جوازِ وضو کی ایک صورت۔ ۵۰۲  
مذنب بیرون مسجد تھا بعدہ مسجد بڑھائی گئی اب ۴۹۹  
مذنب اندرون مسجد ہو گیا اس پر اذان میں

حرج نہ ہوگا۔ ۵۰۲  
تمامی مسجد کے بعد اگر بانی مسجد اذان کے لئے ۴۹۹  
مسجد میں نیا مکان مستثنیٰ کرنا چاہے تو اس

کی اجازت نہیں۔ ۵۰۲  
تمامیت مسجد کے بعد مسجد میں امام کا مکان ۵۰۲  
بنانے کا حکم۔

ان احادیث کی تشریح جن میں اذان کے ۴۹۹  
ساتھ فی المسجد کا لفظ آیا ہے۔ ۵۰۲

## باب العیدین

عید کے خطبہ میں لبیک یا درود پڑھنا کیسا ہے۔ ۵۰۹  
○ رسالہ سرور العید فی حل الدعاء  
بعد صلوة العید (نماز عید کے بعد ہاتھ

اٹھا کر دعا مانگنے کے ثبوت میں) ۵۱۱  
مولوی عبدالحی لکھنوی صاحب کے ایک فتویٰ ت ۵۰۱  
متعلق سوال۔ ۵۱۱

نماز عیدین کے بعد تابعین عظام اور مجتہدین اعلام ۵۰۲  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ ۵۱۱  
مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان سند

جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہوئی ۵۱۱  
امام المجتہدین حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۲  
تک پہنچی ہے۔

- زماۃ تابعین میں نماز عید خطبہ سے پہلے ہوتی پھر  
امام اپنے راحلہ پر وقوف کر کے دعا مانگتا۔
- زماۃ تابعین میں نماز عید اذان و اقامت کے  
بغیر ہوتی تھی۔
- نماز عیدین کے بعد دعا مانگنا سنت تابعین ہے۔  
راحلہ پر وقوف و عدم وقوف سنت دُعا کی نفی  
نہیں کر سکتا۔
- امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادتِ کریمہ ہے  
جو اثر اپنے خلاف مذہب ہوتا ہے اس پر تقریر  
نہیں فرماتے۔
- مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عید کے بعد  
دعا کے مسئلہ کو دو عیدوں پر منقسم فرمایا۔
- عید اول قرآن و حدیث سے اس دعا کے جواز  
اور ادعائے مانعین کی غلطی کے بیان میں۔
- عید دوم فتویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی سے اسناد  
پر کلام اور ادہام مانعین کے ازالہ تام کے  
بیان میں۔
- نماز عید کے بعد دعا کی شرع مطہر سے کہیں  
مانعت نہیں۔
- جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہو ہرگز  
ممنوع نہیں ہو سکتا۔
- جو ادعائے منع کرے اثباتِ مانعت اس کے  
ذمہ ہے۔
- اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد فاذا فرغت  
فانصب ۵ والی ربک فارغب کی تفسیر۔
- آیاتِ مذکورہ میں بقول سیدنا عبد اللہ ابن عباس  
رضی اللہ عنہما فراغ سے مراد نماز سے فراغ  
ہونا اور نصب سے مراد دعا میں جدوجہد  
کرنا ہے۔
- آیہ کریمہ مطلق ہے اور اپنے اطلاق کے ساتھ  
فرض، واجب اور نفل سب کو شامل ہے لہذا  
نماز عیدین بھی اس حکم میں داخل ہیں۔
- احادیث سے ادبارِ صلوات کا مطلقاً محلِ دعا  
ہونا مستفاد ہے۔
- علماء بشہادتِ حدیث نماز مطلق کے بعد  
دعا مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں۔
- مطلوب کی دعا نماز ذاتِ رکوع و سجود کے بعد  
واقع ہونا آداب سے ہے۔
- اعمالِ صالحہ و جہِ رضائے مولیٰ حبل و علا  
ہوتے ہیں۔
- دعا کا محلِ عملِ صالح سے فراغت کے بعد ہے۔
- ہر ستم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے۔
- افطار کے وقت روزہ دار کی ایک دعا  
رد نہیں ہوتی۔
- یہ فضیلتِ روزہ، فرض، واجب و نفل  
سب کو عام ہے کیونکہ نصوص میں قید و  
خصوص نہیں۔
- نماز افضلِ اعمال و اعظمِ ارکانِ اسلام ہے۔
- نماز روزے سے زائد موجبِ رضائے  
ذوالجلال والا کرام ہے۔

- ۵۱۹ بعد فراغِ محلیتِ دعا۔ فرائض سے خاص نہیں۔  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت  
نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا حکم دیا۔  
۵۱۹ دُعا مانگنے کا مستحسن طریقہ۔  
۵۱۹ رات کے نصفِ اخیر میں اور فرض نمازوں کے  
بعد دُعا زیادہ سُنی جاتی ہے۔  
۵۲۰ واجباتِ نوافل سے اعلیٰ اور اعظم اور ارضائے  
میں اُو فرو اُتم ہیں۔  
۵۲۰ فریضہ و نافلہ کے لئے ثبوتِ خاص بعینہ واجباً  
کے لئے ثبوتِ خاص ہے۔  
۵۲۱ فرض و واجب و نفل میں فرق  
بشہادتِ قرآن و حدیث و اقوالِ علماء ثابت  
ہے کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد و غیرہا کے بعد  
دُعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے۔  
۵۲۲ دعائے نصوصِ قرآن و حدیث و اجماعِ ائمہ قدیم و  
حدیثِ اعظم مندوباتِ شرع سے ہے۔  
۵۲۲ مظانِ اجابتِ دعا کی تحری مسنون و محبوب ہے  
تحریری مذکور پر قرآن و حدیث سے دلائل۔  
۵۲۲ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوات تھے  
گروہِ مسلمین میں سے بعض دُعا کریں اور بعض  
آمین کہیں تو ان کی دُعا مقبول ہے۔  
۵۲۳ علماء نے مجمعِ مسلمین کو اوقاتِ اجابت سے  
شمار کیا ہے۔  
۵۲۳ مجمعِ مسلمین کا اوقاتِ اجابت سے ہونا حدیث  
صحیح سے ثابت ہے۔  
۵۲۳ جس قدر مجمع کثیر ہوگا اسی قدر امیدِ اجابت  
ظاہر تر ہوگی۔  
۵۲۳ دعا بہ نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں۔  
۵۱۹ بعد نماز ہاتھ اٹھا کر دُعا نہ مانگنے والے کی نماز  
ناقص ہے۔  
۵۲۳ سب سے زیادہ قُرب بندے کو اپنے رب سے  
حالتِ سجد میں ہوتا ہے۔  
۵۲۳ تسبیحِ سجد بھی دُعا ہے۔  
۵۲۳ ہر ذکر دُعا ہے۔  
۵۲۴ نماز میں آدمی ہر قسم کی دُعا نہیں مانگ سکتا۔  
۵۲۴ مجمعِ عیدین میں بعد نماز دعا خاص اذینِ حدیث  
و ارشادِ شرع سے ثابت ہے۔  
۵۲۵ عیدین کے اجتماع میں دعا کی تحریص و ترغیب  
سے متعلق احادیث۔  
۵۲۵ عید کی صبح ہر شہر میں فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔  
اللہ کا فرمان ہے کہ مجمعِ عید میں آخرت کے لئے  
جو مانگو گے عطا کروں گا۔  
۵۲۶ دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو متحمل ہیں۔  
اگر دنیاوی اشیاء سے متعلق دعا قبول نہ ہو تو  
اس کے برابر بلا دفع کی جاتی ہے یا وہ دعاء  
روزِ قیامت کے لئے ذخیرہ رکھی جاتی ہے جو  
بندہ کے لئے بہر صورت بہتر ہے۔  
۵۲۶ حدیث سے مستفاد ہے کہ بعد نماز عید خود اللہ تعالیٰ  
مسلمانوں سے دُعا کا تقاضا فرماتا ہے۔  
۵۲۴ ہر جلسہ کے بعد دُعا کی تاکید سے متعلق

- حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تخریج و تشریح۔ ۵۲۷
- نکرہ سیاق شرط میں واقع ہو تو عام اور جزا میں واقع ہو تو خاص ہوتا ہے۔ ۵۲۹
- نکرہ لفظی کے تحت آئے تو عام اور اثبات میں آئے تو خاص ہوتا ہے۔ ۵۲۹
- اسما و شروط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں۔ ادعاے تخصیص بے مخصوص محض مردود و باطل ہے۔ ۵۲۹
- جلسہ خیر سے اٹھتے وقت دعا کرنا خیر کے حفظ نگہداشت کے لئے ہے۔ ۵۲۹
- خیر جس قدر اعظم ہو اسی قدر اس کا حفظ اہم ہوتا ہے۔ ۵۲۹
- خیر نماز سب چیزوں سے افضل ہے۔ ۵۲۹
- جلسہ صلوات کے بعد تاکید دعا پر حدیث ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عموم لفظ اور شہادت معنی سے استدلال۔ ۵۲۹
- دعا مطلقاً اعظم مندوبات دینیہ و احسن مطلوبات شرعیہ سے ہے۔ ۵۳۰
- شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے تعلیق وقت و تخصیص ہیئت مطلقاً دعا کی اجازت ہی شرع میں تکثیر دعا پر ترغیب اور ترک دعا پر وعید وارد ہوئی ہے۔ ۵۳۰
- قرآن مجید سے استدلال۔ ۵۳۰
- حدیث قدسی سے استدلال۔ ۵۳۰
- فضائل و ترغیب دعا سے متعلق احادیث کا ذخیرہ کن کتابوں میں ہے۔ ۵۳۲
- دعا کی تاکید و تکثیر اور ترک دعا پر تہدید سے متعلق گیارہ احادیث کریمہ۔ ۵۳۲
- خدا اور رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اُس کو مخصوص و مقید کرنے والا کون ہے۔ ۵۳۲
- خدا اور رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا اُس سے منع کرنے والا کون ہے۔ ۵۳۵
- اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو کسی ہیئت خاصہ اور محل معین سے مخصوص فرمایا اُس سے تحب و زہد جائز نہیں۔ ۵۳۵
- اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اطلاق و ارسال پر رکھا ہرگز کسی ہیئت و محل پر مقتصر نہ ہوگی۔ ۵۳۵
- تکثیر ذکر الہی پر دلائل۔ ۵۳۵
- ہر دعا بالبداہتہ ذکر الہی ہے۔ ۵۳۵
- اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامہ دعا کے دلائل ہیں۔ ۵۳۵
- تکثیر ذکر سے متعلق احادیث۔ ۵۳۵
- ذکر الہی اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔ ۵۳۵
- دعا و ذکر قطعاً متساوی ہیں۔ ۵۳۵
- جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہو گیا۔ ۵۳۶
- کثرت ذکر الہی سے متعلق آیات کی تفسیر۔ ۵۳۶

- ذکر، تسبیح، تہلیل اور دُعا ہر جگہ اور ہر وقت  
م شروع ہیں۔
- ۵۳۸ پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق و  
۵۳۹ فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عیدین  
۵۴۰ کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ  
۵۴۳ شروع فرماتے۔
- ۵۴۰ وہ حدیث جو خطبہ عید اور معاودت میں فصل  
۵۴۵ بتاتی ہے۔
- ۵۴۰ وہ حدیث جو نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت  
۵۴۰ میں فصل کا اظہار کرتی ہے۔
- ۵۴۵ نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں اتصال کا  
۵۴۵ ادّعا۔ باطل، لہذا عدم دعا پر استدلال غلط۔
- ۵۴۱ ثنہ کبھی مجازاً بحالت عدم مہلت بھی آتا ہے۔
- ۵۴۱ مستدل کو احتمال کافی نہیں خصوصاً  
۵۴۱ خلاف اصل۔
- ۵۴۱ فار بارہا مجرد ترتیب کے لئے آتی ہے بے معنی  
۵۴۶ اتصال و تعقیب کے۔
- ۵۴۱ ایجاب کلی اور سلب جزئی میں منافاة ہے۔
- ۵۴۱ محمد بن الصباح البزار صدوق ہے۔
- ۵۴۶ محمد بن یحییٰ بن ایوب ثقہ ہے۔
- ۵۴۶ ہدیہ بن عبد الوہاب صدوق ہے۔
- ۵۴۶ عمر بن رافع الجعفی ثقہ ہے۔
- ۵۴۶ فضل بن موسیٰ ثقہ ہے۔
- ۵۴۲ من وجہ قول فعل سے اعلیٰ و اتم ہے۔
- ۵۴۲ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور  
۵۴۳ اثبات استجاب میں کافی و دافی ہے۔
- ۵۴۰ ایک یہ کہ ثبوت عدم کا ادّعا ہو، دوسرا یہ کہ  
عدم ثبوت کا دعویٰ ہو۔
- محمل اول کا وجہ کثیرہ سے بطلان۔
- فائے تعقیب اتصال حقیقی ردال نہیں۔
- زید وعدہ کرے کہ نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو  
بعد نماز معمولی دُعا صرفی دُعا ہرگز عرفاً و شرفاً  
مبطل فور نہیں۔
- تجوید تلاوت صلوتیہ میں دو آیتیں بالالتفاق  
اور تین علی الاختلاف قاطع فور نہیں۔
- توابع فاصل نہیں ہوتے۔
- مسئلہ ضم سورۃ میں آمین فاتحہ و سورۃ میں فاصل  
نہیں کیونکہ تابع فاتحہ ہے۔
- سنن توابع فرائض ہیں۔
- حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبرس  
عید کی نمازیں پڑھی ہیں۔
- احادیث متعددہ کا وقائع متعددہ پر مجمول ہونا  
ممکن ہے۔
- وقائع حال کے لئے عموم نہیں۔
- ترک مرۃ واجب و لزوم کے منافی ہوتا ہے۔
- ثنہ فاصلہ و مہلت چاہتا ہے۔

- ۵۷۰ عید کس پر واجب ہے۔
- ۵۷۱ تکبیراتِ زوائد کب سے شروع ہوتیں۔
- ۵۷۲ بلا عذر پہلے روز عید نہیں پڑھی گئی دوسرے روز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔
- ۵۷۳ ایک عید گاہ میں دو بار عید پڑھی گئی پہلی خطبہ کے ساتھ اور دوسری بلا خطبہ، نماز ہوئی یا نہیں۔
- ۵۷۴ خراجی زمین میں عید گاہ بنی ہو وہ عید گاہ ہوگی یا نہیں۔
- ۵۷۵ نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔
- ۵۷۶ دن چڑھنے کے بعد چاند کی تحقیق ہو اور شدید بارش ہو اور کچھ لوگ پہلے روز پڑھ لیں دوسرے روز باقی لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔
- ۵۷۷ حکام کی اجازت سے عید گاہ بنی ہو اس میں عید پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔
- ۵۷۸ گورنمنٹ کی زمین پر بلا اجازت عید پڑھنی کیسی ہے۔
- ۵۷۹ عید گاہ کے لئے عمارت ہونا ضروری نہیں۔
- ۵۸۰ عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے امام کے لئے ہیں۔
- ۵۸۱ نماز عید سے پہلے مزدوری وغیرہ کرنا جائز ہے۔
- ۵۸۲ عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کر سکتا۔
- ۵۸۳ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صرف الصلوٰۃ جامعہ کہنے کی اجازت ہے اس کے لئے
- ۵۸۴ بنگولہ جلانا یا گھنٹا بجانا حرام ہے۔
- ۵۸۵ مسجد کا فرش وغیرہ عید گاہ لے جانا جائز نہیں۔
- ۵۸۶ نماز کے بعد دعائے مانگنا جائز ہے۔
- ۵۷۹ باجماع و اطلاق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری و ساری ہوتا ہے۔
- ۵۸۰ اطلاق حکم کے معنی کا بیان۔
- ۵۸۱ جب تک شرعی استناد ہو تمام خصوصیات و تعینات حکم مطلق میں داخل ہوتے ہیں۔
- ۵۸۲ عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں۔
- ۵۸۳ عدم نقل نقل عدم نہیں۔
- ۵۸۴ عدم نقل نافی وجود نہیں۔
- ۵۸۵ عدم ثبوت کو اثبات عدم لازم نہیں۔
- ۵۸۶ بارہا روایت حدیث امور مشہورہ و معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں مگر وہ ترک دلیل عدم نہیں ہوتا۔
- ۵۸۷ نقل عدم نقل منع نہیں۔
- ۵۸۸ نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔
- ۵۸۹ مجرد عدم نقل اور عدم فعل مستلزم ممانعت نہیں۔
- ۵۹۰ قرونِ ثلاثہ سے عدم ورود کو دلیل منع جاننا و بابیہ کا مغالطہ عامۃ الورد ہے۔
- ۵۹۱ و بابیہ کے خلاف مولوی عبدالحی لکھنوی کے فتاویٰ سے پندرہ عبارتیں۔
- ۵۹۲ عید صحر میں پڑھنی چاہئے یا مسجد میں۔
- ۵۹۳ خطبہ میں یا نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کیسی ہے
- ۵۹۴ جمعہ و عیدین اور نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔
- ۵۹۵ قاضی کی تعریف اور شرائط۔
- ۵۹۶ جامع مسجد میں عید پڑھنی جائز ہے اور عید گاہ میں بہتر۔
- ۵۹۷ قصداً نماز عید چھوڑنا گناہ ہے۔

- چاند کے بارے میں تاریخ وغیرہ معتبر نہیں۔ ۵۸۶
- ۶۰۴ معاقتہ آمدِ سفر سے خاص نہیں۔
- مستجد میں عید پڑھی جاسکتی ہے اور عید گاہ میں سنت ہے۔
- ۶۰۶ جہاں معاقتہ سے مانعت ہے وہاں معاقتہ پر وجہ شہوت مراد ہے۔ ۵۸۷
- ایک شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہو سکتی ہے۔ ۵۸۸
- ۶۰۸ سولہ احادیث سے بے آمدِ سفر بھی جوازِ معاقتہ کا ثبوت۔ ۵۹۰
- ایک شہر کے لئے دو عید گاہ نہیں چاہئے۔
- ۶۰۸ امام حسین کی محبوبیتِ رسول۔
- ۶۰۹ حسنین سے سرکار کی محبت۔ ۵۹۲
- بعد قربانی کا گوشت کھانا مسنون ہے۔
- ۶۰۸ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے عالم حکمت ہونے کی دعا۔ ۵۹۴
- چاند میں تردد ہوتے ہوئے عید پڑھ لی گئی تو نماز ہوگی یا نہیں۔
- ۶۰۹ عدل رسالت۔ حضرت اُسید کی محبتِ رسول۔ ۵۹۵
- نیت میں صلوة عید الاضحیٰ کے بجائے عید الفضا کہا جائے نماز ہوگی یا نہیں۔
- ۶۱۰ حضرت ابو ذر پر سرکار کا کرم۔ ۵۹۷
- عید گاہ کے احکام مسجد کے احکام ہیں۔
- ۶۱۰ حضرت علی کی محبوبیتِ رسول اور ان کا مقام۔ ۵۹۸
- تکبیرات میں تعظیم و تاخیر ہو جائے تو کیا حکم ہے۔
- ۶۱۰ حضرت ابوبکر کی عظمت و مقبولیت۔ ۵۹۹
- دورانِ خطبہ میں خطیب سامعین سے سبحان اللہ وغیرہ پڑھوائے تو کیا حکم ہے۔
- ۶۱۱ حضرت ابوبکر کی افضلیت۔
- ۶۱۲ صدیق اکبر کا عشقِ رسول اور ان کی افضلیت۔
- ۶۱۲ حضرت عثمان کی مقبولیتِ رسول۔
- ۶۱۴ حضرت بتول زہرا کی مقبولیتِ رسول۔
- مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک قرآن خوانی فاتحہ خوانی، مصافحہ بعد فجر و عصر اور معاقتہ عید بدعتِ حسنہ ہے۔
- ۶۱۴ معاقتہ عید سے متعلق مولانا عبدالحی فرنگی علی کا فتویٰ۔
- ۶۱۵ مصافحہ و معاقتہ کے بارے میں عباراتِ ردالمحتار و مرقات۔
- ۶۱۶ ہر سن رسیدہ مسلمان قابلِ ادب ہے، اہل علم

○ رسالہ و شاخ الجید فی تحلیل معاقتہ العید (نماز عید کے بعد معاقتہ کے جائز ہونے کا بیان)

دونوں فتووں کا سبب تحریر۔

معاقتہ کا جواز اور اس کے شرائط۔

- اور سادات کرام اور زیادہ ادب و احترام کے مستحق ہیں۔ ۶۱۹۔ فتاویٰ مولانا عبدالحی میں دوا بیت کی بیخ کن عبارتیں۔
- ۶۲۰۔ (۱) بہت سی بدعات جائز ہیں۔
- ۶۲۰۔ (۲) خطبۃ الوداع بدعت ہونے کے باوجود جائز و ثواب ہے۔
- ۶۲۰۔ (۳) وجود یہ شہودیہ حضرات کو بدعتی کہنے الاجابہ و ناواقف اور قابلِ ملامت ہے۔
- ۶۲۰۔ (۴) شغلِ برزخِ شرک و گمراہی نہیں۔
- ۶۲۱۔ (۵) تراویح کے ختم قرآن میں تین بار سورۃ اخلاص پڑھنا مستحسن ہے۔
- ۶۲۱۔ (۶) میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا مستحسن ہے۔
- ۶۲۱۔ (۷) مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں مجالسِ میلاد کا انعقاد اور ان میں سورۃ والضحیٰ سے ختم قرآن تک ہر سورۃ پر تکبیر۔
- ۶۲۱۔ مولانا فرنگی محلی نے ایسی مجالس میں خود شرکت کی اور انھیں متبرک بتایا۔
- ۶۲۲۔ خلافِ اولیٰ مکروہ نہیں، جائز و مباح ہے۔ ثبوتِ کراہت کے لئے دلیلِ خاص ضروری ہے، خواہ کراہت تنزیہی ہو۔
- ۶۲۳۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ معانقہ ابتدائے ملاقات سے خاص نہیں۔
- ۶۲۳۔ بد مذہبوں سے مشابہت صرف تین صورتوں میں ممنوع ہے۔
- ۶۲۳۔ قرونِ سابقہ میں نہ ہونا مانعت کی دلیل نہیں۔
- ۶۲۳۔ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں، حرام، واجب، مندوب، مکروہ، مباح۔
- ۶۲۰۔ جو بدعت کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو وہ مذموم نہیں۔
- ۶۲۰۔ مصحف (قرآن) میں سورتوں کے نام، آیتوں کی تعداد لکھنا بدعت ہے مگر بدعتِ حسنہ۔
- ۶۲۰۔ مندوبیت کی نفی سے مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا (تنزیہی بھی نہیں)۔
- ۶۲۰۔ عباراتِ فقہائے مصافحہ بعد فجر و عصر بلکہ مصافحہ بعد ہر نماز کا جائز بلکہ سنت ہونا ثابت ہوتا ہے۔
- ۶۲۱۔ دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو ہاتھوں کی تھریک کے ساتھ ان کے گناہ جھڑتے ہیں۔
- ۶۲۱۔ ان کی مغفرت ہوتی ہے، ان پر سورج تین نازل ہوتی ہیں، ننانوے اس کے لئے جو سبقت کہے۔
- ۶۲۲۔ اصح یہی ہے کہ مصافحہ بعد نماز جائز ہے۔ تصحیح و فتویٰ میں اختلاف ہو تو اطلاقِ مثنویٰ کو ترجیح ہوگی۔
- ۶۲۳۔ فقہانے جسے راجح و صحیح قرار دیا ہمیں اسی کی پیروی کرنی ہے۔
- ۶۲۳۔ قولِ مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور مخالفتِ اجماع ہے۔
- ۶۲۳۔ اہل باطل کا شمار اسی وقت تک قابلِ احترام ہے جب تک ان کا شمار رہے، اگر ان سے رواج اٹھ گیا اور وہ امر فی نفسہ شرعاً جائز ہے تو اب



۶۳۸	۶۳۴	اُس سے مخالفت نہیں۔
۶۳۸	۶۳۶	مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچنا نہیں چاہئے۔
۶۳۸	۶۳۶	مسلمان کی خاطر داری رعایت ادب پر مقدم ہے۔
۶۴۱		مسلمانوں کے عادات و رسوم کی موافقت ہی کرنی چاہئے بشرطیکہ شرع سے صریح اور ناقابل تاویل مخالفت نہ ہو۔
۶۴۱	۶۳۶	بدعت مذمومہ کا ارتکاب ترک سنت سے
		ترا ہے۔
		بدعت مباحہ سے بچنا مطلوب نہیں لہذا اگر کسی ایسی بدعت کی بجا آوری میں کسی سنت پر بھی عمل ہوتا ہے تو کرے۔
		<u>باب الاستسقاء</u>
		استسقاء دعا ہے یا نماز، اور یہ کب ہو۔
		✦ ✦ ✦

# فہرست ضمنی مسائل

۴۹۸ ایسی زمین پر دی جائے جو مسجد سے متعلق ہو۔

۴۹۸ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنت ہے۔

مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور

ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی اذان بھی بلندی پر ہونا

۴۹۹ سنت ہے۔

اذان وہاں ہونی چاہئے جہاں سے ہمسایوں کو

۴۹۹ خوب آواز پہنچے۔

سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر

۴۹۹ مسجد میں۔

اگر اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو

۴۹۷ مسجد کے آس پاس آس کے متعلق زمین میں

۴۹۹ اذان دے۔

## اوقات

۴۶۵ جمعہ کا اول اور آخر وقت۔

## اذان و اقامت

اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد

زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے۔

اذان ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدی

نہیں، مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع

نہیں کرنا چاہئے۔

اذان خطبہ کا جواب دینا اور دعا مانگنا اور نام پاک

پر انگوٹھا چومنا نہیں چاہئے۔

ہمارے علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد

میں اذان دینی مکروہ ہے۔

اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد

میں اذان نہ کہی جائے۔

۴۹۸ اقامت ضرور مسجد میں ہوگی۔

۴۹۸ اذان کے لئے اگر منارہ نہ ہو تو مسجد سے باہر

## جماعت

دروازہ مسجد پر بنی ہوئی دکانوں کی چھت پر کھڑے ہونے والے نمازیوں کی اقتدار صحیح ہے۔ قضا نمازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں، اور ہو سکتی ہے تو کہاں، مسجد یا مکان میں۔

## امامت

جمعہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔ جمعہ کی امامت کے لئے سلطان یا ماذون کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔ نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کر سکیں

تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔ شافعی امام کے پیچھے حنفی کا جمعہ ہو گا یا نہیں۔ امام قابل امامت ہو اور اہل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا ظہر پڑھے۔

امام نے جمعہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز میں شرکت کی، یہ کیسا ہے۔

جمعہ کا امام کون ہو۔

لوگوں کے مقرر کردہ امام کے پیچھے جمعہ صحیح ہے۔

امام جمعہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے۔

جمعہ و عیدین و نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔

عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے

امام کے لئے ہیں۔

عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کر سکتا۔

## قرارت

فاتحہ کے بعد بسم اللہ شریف ترتیل سے پڑھی جس سے کافی دیر ہو گئی تو سجدہ سہو واجب نہیں سکوت یا سورت سوچنے میں دیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔

چار رکعت والی نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ کا ضم کرنا کیسا ہے۔

فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے، اور اگر رکوع کے بعد یاد آئے تو سجدہ سہو کرے۔

## مسائل لقمہ

قعدہ اولیٰ میں امام عادت سے زیادہ دیر لگا دے تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں۔

قعدہ اولیٰ میں امام سہواً کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں۔

امام کو قعدہ سے سہو ہو تو اللہ اکبر یا التحيات سے بھی لقمہ دیا جا سکتا ہے مگر سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔

بغیر قنوت پڑھے رکوع چلا جائے تو پلٹے نہیں اور اگر پلٹا تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہو گا پلٹنے

- کے لئے مقتدی نے لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔
- احکام مسبوق**
- سجود سہو کے لئے امام سلام کرے تو مسبوق بھی سلام کرنے میں شریک ہو یا نہیں۔
- مسبوق سجود سہو کا سلام نہ کرے۔
- ذکر الہی**
- تکثیر ذکر الہی پر دلائل۔
- پہر دعا بالبداہتہ ذکر الہی ہے۔
- تکثیر ذکر سے متعلق احادیث۔
- ذکر الہی اتنی کثرت سے کریں کہ لوگ مجنون بتائیں۔
- جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہو گیا۔
- آداب دعا**
- جمعہ اور ہر نماز کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لئے سنت ہے۔
- قبلہ رو بیٹھا رہنا بالاجماع مکروہ ہے۔
- جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر نہیں اور یونہی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرے۔
- دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔
- دونوں خطبوں کے مابین دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔
- نماز عیدین کے بعد دعائے بعین عظام اور مجتہدین اعلام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔
- علماء بشہادت حدیث نماز مطلق کے بعد دعائے مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں۔
- مطلوب کی دعا نماز ذات رکوع و سجود کے بعد واقع ہونا آداب سے ہے۔
- دعا کا محل عمل صراح سے فراغت کے بعد ہے۔
- بعد فراغ محلیت دعا فراتس سے خاص نہیں۔
- نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا۔
- دعا مانگنے کا مستحسن طریقہ۔
- رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔
- مظان اجابت دعا کی تحری مسنون و محبوب ہے۔
- تحری مذکورہ پر قرآن حدیث سے دلائل۔
- گروہ مسلمین میں سے بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو ان کی دعا مقبول ہے۔
- علماء نے مجمع مسلمین کو اوقات اجابت سے شمار کیا ہے۔
- مجمع مسلمین کا اوقات اجابت سے ہونا حدیث صحاح سے ثابت ہے۔
- جس قدر مجمع کثیر ہوگا اسی قدر امید اجابت ظاہر تر ہوگی۔
- دعا نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں۔
- بعد نماز ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنے والے کی نماز

- ۱۶۴ ادا ہوگا یا نہیں۔ ۵۲۳  
 ۱۶۵ میت کے کفارہ ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو یا کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو۔ ۵۲۳  
 ۱۶۵ قضا نماز کے کفارہ کا مستحق کون ہے۔ ۵۲۶  
 ۱۶۶ میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔ ۵۲۶  
 ۱۶۵ کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف جس ہدیہ کا ہے اتنا ہی ادا ہوگا۔ ۵۲۶

### احکام قبور

- ۱۳ قبروں کو ہوار کر کے مسجد میں شامل کر لینا حرام ہے۔ ۵۲۹  
 ۲۴ قبریں پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے۔ ۵۳۰

### اعتکاف

- ۱ معتکف کو مسجد کے صحن میں آنا جانا بیٹھنا یقیناً روا ہے۔ ۵۳۲  
 ۱ مسجد میں معتکف کو سونا جائز ہے اور غیر معتکف کے بارے میں علما کا اختلاف ہے معصفت کی تحقیق۔ ۱۵۴  
 ۲ صحیح یہ ہے کہ معتکف کے سوا دوسروں کو کھانا پینا مسجد میں جائز نہیں۔ ۱۵۵  
 ۵ معتکف مسجد میں احتیاط سے کھائے پئے۔ ۱۶۳

### عتائد و کلام

- ۴ ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔

- ناقص ہے۔  
 تسبیح سجد بھی دُعا ہے۔  
 اللہ کا فرمان ہے کہ مجمع عید میں آخرت کے لئے جو مانگو کے عطا کروں گا۔  
 اگر دنیاوی اشیاء سے متعلق دعا قبول نہ ہو تو اس کے برابر بلا دفع کی جاتی ہے یا وہ دُعا روز قیامت کے لئے ذخیرہ رکھی جاتی ہے جو بندہ کے لئے بہر صورت بہتر ہے۔

- جلسہ خیر سے اُٹھے وقت دُعا کرنا خیر کے حفظ و نگہداشت کے لئے ہے۔  
 دُعا مطلقاً اعظم مندوباتِ دینیہ و اجل مطلوباتِ شرعیہ سے ہے۔  
 دُعا کی تاکید و تکثیر اور ترکِ دعا پر تہدید سے متعلق گیارہ احادیثِ کریمہ۔

### قضاے عمری

- میت کی جانب سے قضاے عمری ادا کرنے کی ایک صورت۔  
 قضاے عمری کا ایک غلط طریقہ۔  
 قضاے عمری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی نیت۔  
 قضاے عمری ادا کرنے کا طریقہ۔

### حیلہ اسقاط

- میت کے ذمہ نماز و روزہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں قرآن شریف کا ہدیہ مسکین کو دیا جائے تو کفارہ



## سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۸	قولی و فعلی حدیثوں میں تعارض ہو تو قولی پر عمل ہوگا۔	۴۱۷	حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو مدینہ برسنے اور دوسرے جمعہ کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعائیں صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔
۴۱۷	کلیات نامخصوصہ سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں۔	۴۱۸	حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو برس عید کی نمازیں پڑھی ہیں۔
۴۱۸	امام ابن حجر کے قول "يَحْتَبِ بَعْضُهُمْ" میں لفظ بعض پر مصنف کی تحقیقی بحث۔	۴۱۹	فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔
۴۱۹	مجهول الحال کی بحث، مجهول الماخض قابل استناد نہیں۔	۴۱۹	اسماء الرجال
۴۱۹	مقلد محض نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتا ہے	۴۲۰	محمد بن الصباح البزار صدوق ہے۔
۴۱۹	نہ دوسرے پر اس کی بحث حجت ہو سکتی ہے۔	۴۲۱	محمد بن یحییٰ بن ایوب ثقہ ہے۔
۴۱۹	تقلید مقلد اجماعاً باطل ہے۔	۴۲۲	ہدیہ بن عبد الوہاب صدوق ہے۔
۴۱۹	مجرد حدوث شرعاً دلیل منع نہیں۔	۴۲۳	عمر بن رافع البجلی ثقہ ہے۔
۴۲۰	نفس بدعتیہ مستلزم قبح و شناعت نہیں۔	۴۲۴	فضل بن موسیٰ ثقہ ہے۔
۴۲۳	لزوم ایہام سنیت، عدم مداومت کا مقتضی ہے نہ کہ مداومت علی التکرار کا۔	۴۲۵	فوائد اصولیہ
۴۲۳	جواز فعل کے لئے نہی شرعی کا نہ ہونا ہی سند کافی ہے۔	۴۲۶	جس مسئلہ پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل و افعال شاہد عدل ہوں وہ محتاج دلیل نہیں۔
۴۴۴	ممنوع وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں۔	۴۴۴	جو دعویٰ خلاف تعامل کرے اپنے دعویٰ پر دلیل لائے۔
۴۴۴	خدا اور رسول کی نہی کے بغیر ہرگز کوئی شے ممنوع نہیں ہو سکتی۔	۵۱۵	۶۰
۵۱۵	راحلہ پر وقوف و عدم وقوف سنت دعا کی نفی نہیں کر سکتا۔	۵۱۵	۶۰
۵۱۵	جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہو ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتا۔		

فریضہ و نافلہ کے لئے ثبوتِ خاص بعینہ واجباً  
کے لئے ثبوتِ خاص ہے۔

۵۲۱ فرق ہے۔

۵۲۳ نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

۵۲۰ فائے تعقیب اتصالِ حقیقی پر دال نہیں۔

۵۲۹ توابعِ فاصل نہیں ہوتے۔

۵۲۲ احادیثِ متعددہ کا وقوع متعددہ پر محمول ہونا ممکن ہے۔

۵۲۹ وقوعِ حال کے لئے عموم نہیں۔

۵۲۲ ترکِ مرۃً وجوب و لزوم کے منافی ہوتا ہے۔

۵۲۹ شقّہ فاصلہ و مہلت چاہتا ہے۔

۵۲۲ شقّہ کبھی مجازاً بحالتِ عدم مہلت بھی آتا ہے۔

۵۲۹ مستدل کو احتمال کافی نہیں خصوصاً خلافِ اصل۔

۵۲۶ فاءِ بار یا مجرد ترتیب کے لئے آتی ہے بے معنی اتصال و تعقیب کے۔

۵۲۶ من و جر قولِ فعل سے اعلیٰ و اتم ہے۔

۵۲۹ باجماع و اطلاقِ عقل و نقل حکمِ مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری و ساری ہوتا ہے۔

۵۲۵ اطلاقِ حکم کے معنی کا بیان۔

۵۲۹ جب تک شرعی استثناء نہ ہو تمام خصوصیات و تعینات حکمِ مطلق میں داخل ہوتے ہیں۔

۵۵۰ عدم وجدانِ عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

۵۵۰ عدم نقلِ نقلِ عدم نہیں۔

۵۵۱ عدم نقلِ نافی وجود نہیں۔

۵۵۱ عدم ثبوت کو اثباتِ عدم لازم نہیں۔

۵۳۵ بار بار روایتِ حدیثِ امورِ مشہورہ و معروفہ کو

پر ذکرِ دعا ہے۔

نگرہ سیاقِ شرط میں واقع ہو تو عام اور جزا میں واقع ہو تو خاص ہوتا ہے۔

نگرہ نفی کے تحت آئے تو عام اور اثبات میں آئے تو خاص ہوتا ہے۔

اسما و بشر و ط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں۔

ادعائے تخصیص بے تخصیص محض مردود و باطل ہے۔

خیر جس قدر اعظم ہو اسی قدر اس کا حفظ اہم ہوتا ہے۔

خدا و رسولِ جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اس کو مخصوص و مقید کرنے والا کون ہے۔

خدا و رسولِ جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا ہو دوسرا اس سے منع کرنے والا کون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو کسی ہدیتِ خاصہ اور محلِ معین سے مخصوص فرمایا اس سے تجاوز جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اطلاق و ارسال پر رکھا ہرگز کسی ہدیتِ محل پر مقتصر نہ ہوگی۔

اجازتِ عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازتِ عامہ دعا کے دلائل ہیں۔



- چھوڑ جاتے ہیں مگر وہ ترکِ دلیلِ عدم نہیں ہوتا۔ ۵۵۱
- نقلِ عدمِ نقلِ منع نہیں۔ ۵۵۱
- نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔ ۵۵۱
- مجرد عدمِ نقل اور عدمِ فعلِ مستلزمِ ممانعت نہیں۔ ۵۵۱
- بد مذہبوں سے مشابہت صرف تین صورتوں میں ممنوع ہے۔ ۶۲۲
- قرونِ سابقہ میں نہ ہونا ممانعت کی دلیل نہیں۔ ۶۲۵
- بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: حرام، واجب، مندوب، مکروہ، مباح۔ ۶۲۵
- جو بدعت کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو وہ مذموم نہیں۔ ۶۲۵
- مصحف (قرآن) میں سورتوں کے نام، آیتوں کی تعداد لکھنا بدعت ہے مگر بدعتِ حسنہ۔ ۶۲۵
- مندوبیت کی نفی سے مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا (تسزہ بھی نہیں)۔ ۶۲۶
- اہلِ باطل کا شمار اسی وقت تک قابلِ احترام ہے جب تک ان کا شمار رہے، اگر ان سے رواج اٹھ گیا اور وہ امر فی نفسہ شرعاً جائز ہے تو اب اس سے ممانعت نہیں۔ ۶۳۴
- فوائد فقہیہ**
- مسجد اُس بقعہ کا نام ہے جو بغرضِ نماز چمکانا وقفِ خالص کیا گیا ہو۔
- عمارات و بنایا سقف وغیرہ مسجد کی ماہیت میں داخل نہیں۔
- ۶۲ مسجدیت صحیح سے انکار اجماع کے خلاف ہے۔ ۶۲
- ۶۳ حتیٰ مسجد کی رعایت اتباعِ جماعت سے اہم اقدم ہے۔ ۶۲
- ۶۴ فنا وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فنار ہو۔ ۶۴
- ۶۵ اگر فنار کی تعریف یوں کی جائے کہ وہ متصل بہ فنار ہے تو اس سے دور لازم آئے گا۔ ۶۶
- ۶۷ یہ ادعا کہ صحیح و فنار کا مفہوم واحد ہے جمل شدید ہے۔ ۶۶
- ۶۸ صحیح مسجد کا جزو مسجد ہونا اجلیٰ بدیہیات ہے صحیح مسجد کو علماء کبھی مسجدِ صغیر اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں۔ ۷۰
- ۶۹ بہت احکام و مسائل نیت کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔ ۹۸
- ۷۰ شہر کی تعریف۔ ۲۷۲
- ۷۱ شہر کی یہ تعریف کہ جمیع سکان جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں نہ آسکیں، ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔ ۲۷۲
- ۷۲ خطبہ کے الفاظ کے معانی کا سمجھنا صحتِ جمعہ کے لئے شرط نہیں۔ ۲۸۲
- ۷۳ احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔ ۲۹۴
- ۷۴ جمعہ، عیدین وغیرہ میں کثیر جماعت ہو تو سہو کا سجدہ چھوڑا جا سکتا ہے۔ ۳۱۴
- ۷۵ فنائے شہر کس کو کہتے ہیں۔ ۳۶۳
- ۷۶ احتیاطی ظہر عوام کے لئے نہیں ہے۔ ۳۶۵
- ۷۷ مصر، قری اور شہر کا فرق۔ ۳۶۵
- ۷۸ جہاں جمعہ صحیح ہونے میں اشتباہ نہ ہو وہاں

- ۲۹۸ زید وعدہ کرے کہ نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو بعد نماز معمولی دو حرفی دعا ہرگز عرفاً و شرعاً مبطل فوراً نہیں۔ ۵۲۱
- ۲۱۷ مسئلہ ضم سورۃ میں آمین فاتحہ و سورۃ میں فاصل نہیں کیونکہ تابع فاتحہ ہے۔ ۵۲۱
- ۲۱۷ سنن توابع فرانس ہیں۔ ۵۲۱
- ۲۱۷ نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں اتصال کا ادعاء باطل لہذا عدم دعا پر استدلال غلط۔ ۵۲۵
- ۲۱۷ قاضی کی تعریف اور شرائط۔ ۵۶۷
- ۲۱۷ خلاف اولیٰ مکروہ نہیں، جائز و مباح ہے۔ ۶۲۲
- ۲۱۹ ثبوت کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے خواہ کراہت تنزیہی ہو۔ ۶۲۳
- ریاضی**
- ۲۲۱ منزل، کوس اور فرسنگ کی مسافتوں کا بیان۔ ۲۵۵
- تاریخ و تذکرہ**
- ۲۲۵ زمانہ نبوی میں مسجد نبوی کی حدود کیا تھیں یعنی اس کا طول و عرض کتنا تھا۔ ۶۴
- ۲۲۷ صفحہ جو کہ مسجد شریف کی جانب شام جنوب رویہ ایک مسقف دالان تھا جزیر مسجد تھا اور اہل صفحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سکونت رکھتے تھے۔ ۶۴
- ۲۲۷ اصحاب صفحہ فقرا رہتے۔ ۶۴
- ۲۵۷ جمعہ کس سال فرض ہوا۔ ۳۱۳
- ۵۲۱ جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوئی،
- احتیاطی ظہر منع ہے۔
- جس جگہ قول مجتہد موجود ہو علماء اسی جگہ حکم بالجزم لکھتے ہیں۔
- اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی ہو تو علماء اس کو بطور جزم نہیں لکھتے بلکہ صراحتاً بتا دیتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ یہ منقول فی المذہب معلوم نہ ہو۔
- اگر کوئی عالم قول غیر مجتہد کو بطور جزم لکھ جائے تو اس پر گرفت ہوتی ہے۔
- بدعت کبھی حرام، کبھی واجب، کبھی مندوب، کبھی مکروہ اور کبھی مباح ہوتی ہے۔
- ندب حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل ضروری ہے۔
- مجلس واحد حسب تصریح کافہ ائمہ جامع کلمات ہوتی ہے۔
- ایجاب و قبول تب مرتبط ہوتے ہیں جب ایک ہی مجلس میں ہوں۔
- المصر مالایسع اکبر مساجد اہلہ یہ مذہب امام اور نہ صاحبین کا قول۔
- اب جمعہ میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نکاح کا قاضی نہیں۔
- جمعہ کی اذان ثانی کے مسجد میں جائز ہونے پر لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال محض ناواقفی ہے۔
- فرض و واجب و نفل میں فرق۔

- ۵۲۲ دعائیں قرآن و حدیث و اجماع ائمہ قدیم و  
حدیث اعظم مندوبات شرع سے ہے۔
- ۵۲۲ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب  
الدعوات تھے۔
- ۵۲۳ سب سے زیادہ قرب بندے کو اپنے رب سے  
حالت سجد میں ہوتا ہے۔
- ۵۲۹ خیر نماز سب چیزوں سے افضل ہے۔
- ۶۰۸ امام حسین کی محبوبیت رسول۔
- ۶۰۹ حسنین سے سرکار کی محبت۔
- ۵۱۵ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
کے لئے عالم حکمت ہونے کی دعا۔
- ۶۰۹ عدل رسالت۔ حضرت انس کی محبت رسول۔
- ۶۰۹ حضرت ابو ذر پر سرکار کا کرم۔
- ۶۱۰ حضرت علی کی محبوبیت رسول اور ان کا مقام۔
- ۶۱۰ حضرت ابوبکر کی عظمت و مقبولیت۔
- ۶۱۱ حضرت ابوبکر کی افضلیت۔
- ۶۱۲ صدیق اکبر کا عشق رسول اور ان کی افضلیت۔
- ۶۱۲ حضرت عثمان کی مقبولیت رسول۔
- ۶۱۴ حضرت بتول زہرا کی مقبولیت رسول۔
- ۵۱۹ ہر سن رسیدہ مسلمان قابل ادب ہے، اہل علم  
اور سادات کرام اور زیادہ ادب و احترام کے  
مستحق ہیں۔
- ۶۱۹ دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو ہاتھوں کی تحریک  
کے ساتھ ان کے گناہ جھڑتے ہیں۔
- ۶۲۹ ان کی مغفرت ہوتی ہے، ان پر سورتمیں نازل  
ہوتی ہیں، ننانوے اس کے لئے جو سبقت کرے
- ۴۰۲ خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذان ثانی کہاں  
ہوتی تھی۔
- ۵۰۱ جمعہ کی اذان ثانی زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم میں منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر  
ہوا کرتی تھی۔
- ۵۱۵ زمانہ تابعین میں نماز عید خطبہ سے پہلے ہوتی،  
پھر امام اپنے راحلہ پر وقوف کر کے دعا مانگتا۔
- ۵۱۵ زمانہ تابعین میں نماز عید اذان و اقامت کے  
بغیر ہوتی تھی۔
- ۵۱۵ تکبیرات زوائد کب سے شروع ہوئیں۔

## فضائل و مناقب

- ۵۱۴ اعمال صالحہ و جہِ رضائے مولیٰ جل و علا  
ہوتے ہیں۔
- ۵۱۸ ہر ختم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے۔
- ۵۱۸ افطار کے وقت روزہ دار کی ایک دعا  
زد نہیں ہوتی۔
- ۵۱۹ یہ فضیلت روزہ فرض و واجب و نفل سب کو  
عام ہے کیونکہ نصوص میں قید و خصوص نہیں۔
- ۵۱۹ نماز افضل اعمال و اعظم ارکان اسلام ہے۔
- نماز روزے سے زائد موجب رضائے  
ذوالجلال والا کرام ہے۔
- واجبات نوافل سے اعلیٰ و اعظم اور ارضائے  
الہی میں اوفرو اتم ہیں۔

## حظروا باحت

- خطبہ میں اسم جلالہ یا حضور کا اسم مبارک آئے  
تو دل میں جل جلالہ یا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے  
زبان سے نہیں۔ ۴۳۷
- خطبہ کے وقت سنتیں پڑھنا ممنوع ہے۔ ۴۳۷
- خطبہ زبانی اور دیکھ کر دونوں طور پر پڑھا جاسکتا ہے  
اور زبانی پڑھنا افضل ہے۔ ۴۳۸
- خطبہ میں آیت شروع کرنے سے پہلے تعوذ  
پڑھنا چاہئے، اور وہ آیت سورہ کی ابتدا میں  
ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں حرج نہیں۔ ۴۳۶
- الوداعی خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور  
صحابہ کرام سے ثابت نہیں، ہاں وہ فی نفسہ  
مباح ہے۔ ۴۵۲
- دھوپ کی وجہ سے چھتری لگا کر خطبہ سننا جائز  
ہے یا نہیں۔ ۴۵۸
- جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے ۴۵۹
- جمعہ کا وقت ہو جانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے ۴۵۹
- حضور کی تبعیت میں حضرت غوث الاعظم پر  
درود پڑھنا جائز ہے۔ ۴۶۱
- سلاطین کے لئے مبالغہ آمیز الفاظ ممنوع ہیں ۴۶۵
- اردو میں خطبہ خلاف سنت ہے۔ ۴۶۹
- دوران خطبہ اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کا ذکر خطیب کرے تو مقتدی دل میں  
درود شریف پڑھیں۔ ۴۸۱
- بانی مسجد نے تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے  
اندر اذان کے لئے منارہ یا کوئی محل ترفع بنایا  
تو جائز ہے، اتنا ٹکڑا اذان کے لئے جدا  
۴۳۶
- مسجد میں پیر لوہا ممنوع، ہاں اگر اس میں  
مسجد کی منفعت ہو تو جائز ہے۔ ۶۵
- جنبی کا صحن مسجد میں جانا جائز نہیں۔ ۶۷
- اگر پانی کا چشمہ مسجد میں ہے اور اس کے سوا  
کہیں پانی نہ ملے تو جنبی تمیم کر کے وہاں  
جاسکتا ہے۔ ۶۷
- مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو  
حرج نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل  
کوئی بلند مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض  
غلط ہے۔ ۸۵
- ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔ ۸۷
- بلند مسجدیں بنانا جائز ہے۔ ۸۹
- سود کی مخلوط آمدنی سے مسجد کے فرش، کنواں  
وغیرہ بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔ ۸۹
- مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں نہی ہوں  
یا پرائی۔ ۹۰
- مسجدوں کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ ۹۵
- مسجد یا صحن میں گالی گلوچ وغیرہ لغویات جائز نہیں  
ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔ ۹۵
- مسجدوں میں درود، وظائف، تلاوت وغیرہ جہر  
سے کرنا جس سے نمازیوں یا سونے والوں کو  
تکلیف ہو منع ہے۔ ۹۹
- تعوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ  
سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔ ۴۳۶

- ۶۲۱ تراویح کے ختم قرآن میں تین بار سورہ اخلاص پڑھنا مستحسن ہے۔
- ۶۲۱ میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا مستحسن ہے۔
- ۶۲۱ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں مجالس میلاد کا انعقاد اور ان میں سورہ والضحیٰ سے ختم قرآن تک ہر سورہ پر تکبیر۔
- ۶۲۱ مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچنا نہیں چاہئے۔
- ۶۳۶ مسلمان کی خاطر داری رعایت ادب پر مقدم ہے۔
- ۶۳۶ مسلمانوں کے عادات و رسوم کی موافقت ہی کرنی چاہئے بشرطیکہ صریح اور ناقابل تاویل مانعت نہ ہو۔
- ۶۳۶ بدعت مباحہ سے بچنا مطلوب نہیں لہذا اگر کسی ایسی بدعت کی بجا آوری میں کسی سنت پر بھی عمل ہوتا ہے تو کرے۔
- ۶۳۸ تفسیر و علوم قرآن
- اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد فاذا فرغتم فانصبوا والیٰ من بک فامرغب کی تفسیر۔
- ۵۱۶ آیت مذکورہ میں بقول سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب سے مراد دعا میں جدوجہد کرنا ہے۔
- ۵۱۶ آیت کو یہ مطلق ہے اور اپنے اطلاق کے ساتھ نماز فرض، واجب اور نفل سب کو شامل ہے لہذا نماز عیدین بھی اس حکم میں داخل ہیں۔
- ۵۱۶ کثرت ذکر الہی سے متعلق آیات کی تفسیر۔
- ۵۰۲ سمجھا جائے گا یہاں کراہت عارض نہ ہوگی۔
- ۵۰۲ مسجد میں جواز وضو کی ایک صورت۔
- ۵۰۲ منڈنہ بیرون مسجد تھا بعدہ مسجد بڑھائی گئی اب منڈنہ اندرون مسجد ہو گیا تو اس پر اذان میں حرج نہ ہوگا۔
- ۵۰۲ تمامی مسجد کے بعد اگر باقی مسجد اذان کے لئے مسجد میں نیا مکان مستثنیٰ کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہیں۔
- ۵۰۲ تمامی مسجد کے بعد مسجد میں امام کا مکان بنانے کا حکم۔
- ۵۰۹ عید کے خطبہ میں لبیک یاد رو پڑھنا کیسا ہے عیدین و تہجد وغیرہا کے بعد دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے۔
- ۵۲۲ نماز میں آدمی ہر قسم کی دعا نہیں مانگ سکتا۔
- ۵۲۲ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے تقیید وقت و تخصیص بیت مطلقاً دعا کی اجازت دی۔
- ۵۳۰ شرع میں تکثیر دعا پر ترغیب اور ترک دعا پر وعید وارد ہوئی ہے۔
- ۵۳۰ ذکر، تسبیح، تہلیل اور دعا ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔
- ۵۳۸ خطبہ میں یا نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کیسی ہے،
- ۵۶۶ خراجی زمین میں عید گاہ بنی ہو وہ عید گاہ ہوگی یا نہیں۔
- ۵۷۶ نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔
- ۵۷۶

## منطق

ایجاب کلی اور سلب جزی میں منافاة ہے۔ ۵۴۶

## مناظرہ و ردّ بد مذہبیاں

سنیوں کی مسجدوں پر روافض کا کوئی حق نہیں۔ ۴۷

مصنّف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے دہلی کی ایک مسجد کے مؤذن کو عقلی دلیل سے مسئلہ سمجھانا۔ ۵۰۲

عبد دوم فتویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی سے اسناد پر کلام اور اوہام مانعین کے ازالہ تام کے بیان میں۔ ۵۱۵

جو اذعاً منع کرے اثبات ممانعت اس کے ذمہ ہے۔ ۵۱۵

قرونِ ثلثہ سے عدم ورود کو دلیل منع جاننا و بائید کا مغالطہ عامۃ الورد ہے۔ ۵۵۲

و بائید کے خلاف مولوی عبدالحی لکھنوی کے فتاویٰ سے پندرہ عبارتیں۔ ۵۵۳

## رضاعت

کسی لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اس کی دختر اس پر حرام ہے۔ ۴۱۸

مدت رضاعت میں جو ارتفاع ہو موجب تحریم ہے۔ ۴۱۸

## وقف

صرف اس قول سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اس خطہ زمین سے واقف کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے۔ ۷۰

## بیع

مسجدوں کی بیع ناجائز ہے۔ ۹۰

## غصب

کسی نے مسجد پر ظلماً قبضہ کر لیا اور حصولیابی کی کوئی صورت نہ ہو اور وہ دوسری جگہ معاوضہ میں دینے کے تیار ہو تو وہ جگہ لے کر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ ۹۱

## اجارہ

مسجد کے حجرہ میں تعویذ لکھ کر اجرت پر دینا جائز نہیں۔ ۹۵

## تمدن

مسجد و معبد ہو یا منزل و مسکن بہر مکان کو بلحاظ اختلاف موسم دو حصوں پر تقسیم کرنا عادات مطردہ بنی نوع انسان سے ہے، ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے اور ہوا لینے کے کام آئے۔ ۴۱۸

## رسم المقتی

مسلمانوں کے کسی فعل کو بدعتِ شنیعہ کہنا ایک حکم تو اللہ ورسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے کہ ان کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے، اور ایک حکم مسلمانوں پر لگانا ہے کہ وہ اس فعل کے باعث گنہگار و مستحق عذاب ہیں اور ایسا حکم لگانا بلا دلیل شرعی واضح کے ناجائز ہے۔

۴۱۷

دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ اور ہمارے لئے قول مجتہد ہے۔

۴۱۷

علماء محتاطین مسائل اجتہاد میں تو انکار بھی ضروری نہیں جانتے چہ جائیکہ تفصیل و تکفیر کی جائے۔

۴۸۴

تصحیح و فتویٰ میں اختلاف ہو تو اطلاق متون کو ترجیح ہوگی۔

۶۳۳

فقہاء نے جسے راجح و صحیح قرار دیا، ہمیں اسی کی پیروی کرنی ہے۔

۶۳۳

قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور مخالفتِ اجماع ہے۔

۶۳۳

## قسم

اگر قسم کھائی کہ زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحن میں گیا تو حانت ہوگا۔

۶۰

اگر قسم کھائی کہ مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا تو حانت نہ ہوگا۔

۶۰

## متفرقات

زبانِ عرب میں مسقتِ حقتے کو شتوی اور غیر مسقت کو سیفی کہتے ہیں۔

۶۱

۷۷

مسجدِ ضرار کی تعریف۔

۸۰

صغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔

۸۶

مسجدِ ضرار کی ایک صورت۔

منبر کے کتنے زینے ہوں اور کس زینہ پر خطبہ ہو

۳۴۳

اور منبر کا رواج کب سے ہے۔

شہر اور دیہات کا فرق (افسوس کہ پورا جواب

۳۴۸

نہ مل سکا)

مجلس تبدیل ہونے کی بعض صورتوں کا بیان

۴۲۵

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عظیم الشان سند

جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہوئی

امام المجتہدین حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ

علیہ تک پہنچتی ہے۔

۵۱۲

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی عادتِ کریمہ ہے جو اثر

اپنے خلاف مذہب ہوتا ہے اُس پر تقریر

نہیں فرماتے۔

۵۱۵

دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو متحمل ہیں۔

۵۲۶

فضائل و ترغیب دُعا سے متعلق احادیث کا

ذخیرہ کن کتابوں میں ہے۔

۵۳۲

دُعا و ذکر قطعاً متساوی ہیں (حاشیہ)

۵۳۵

:



# باب احکام المسجد

(احکام مسجد کا بیان)

مسئلہ از لکھنؤ محلہ علی گنج مرسلہ عاقظ عبداللہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین جو اب اس مسئلہ کا کہ سقف مسجد پر لبیب گرمی کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟  
بیّنوا توجروا۔

## الجواب

مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے، ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر  
صفت بندی کر لیں یہ بلا کر اہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حال امام مشتبہ نہ ہو۔

فی العلمگیریۃ الصعود علی کل مسجد مکروہ و  
لہذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ  
فوقہ الا اذا ضاق المسجد فح لا یکرہ الصعود  
علی سطحہ لضرورۃ کذا فی الغرائب۔  
عالمگیری میں ہے ہر مسجد کے اوپر چڑھنا مکروہ ہے، یہی  
وجہ ہے کہ شدید گرمی کے وقت اس کے اوپر جماعت کرانا  
مکروہ ہے البتہ اس صورت میں کہ مسجد نمازیوں پر تنگ  
ہو جائے تو ضرورت کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چسپڑھنا  
مکروہ نہیں۔ جیسا کہ غرائب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (ت)



# التبصیر المنجد بان صحن المسجد

( اس بارے میں عمدہ رہنمائی کہ مسجد کا صحن مسح ہی ہوتا ہے )

ملا اللہ از قصبہ کٹھورا اسٹیشن سائن ضلع سورت، ملک گجرات، مسجد پرپ والے، مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ عربی کٹھورا سینٹھ بانا بھائی صاحب مہتمم مدرسہ ۲۷ جمادی الاولیٰ، ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس صحن مسجد کے حکم میں کہ جس پر موسم گرما میں ہمیشہ نماز فرض باجماعت مغرب و عشاء و فجر اور کبھی عصر بھی ادا کی جائے، اور یہ مسجد چونکہ برسر بازار واقع ہے اس واسطے آمد و رفت نمازیوں کی زیادہ ہے عصر و مغرب کو کبھی جماعت ہو چکی ہو تو اکثر آدمی آکر اس صحن پر اکیلے فرض نماز پڑھ لیتے ہیں کبھی دو چار آدمی آگے تو وہاں پر جماعت بھی کر لیتے ہیں اور موسم اعتدال ربیع و خریف میں بھی کبھی معمولی جماعت صحن مذکور پر ہو جایا کرتی ہے، اب صحن مذکور کو حکم مسجد کا دیا جائے یا نہیں؟ اس پر حنبلی وغیرہ ناپاک آدمی کا بلا عذر شرعی کے جانا جائز ہے یا نہیں؟ دو شخص باہم مناظرہ کرتے ہیں ایک کے نزدیک صحن مذکور مسجد ہے اور حنبلی کا اس پر جانا حرام، اور دوسرے کے نزدیک مصلے عید کے حکم میں ہے حنبلی کو اس پر جانا جائز ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ ہمارے شہر سورت میں اندرون مسجد کو جماعت خانہ اور صحن مسجد کو خارج بولتے ہیں دوسری دلیل یہ کہ فنا اور حریم مسجد اور صحن مسجد باعتبار مفہوم کے متحد ہیں فنا اور حریم مسجد پر جب حنبلی کو جانا جائز ہو تو صحن پر بھی جائز ہوگا کس واسطے کہ فنا، کو حکم مصلے عید کا ہے اور علمائے سورت میں سے دو عالم صحن مذکور حکم مسجد کا فرماتے ہیں ان دونوں عالموں میں سے ایک عالم صاحب اس شخص کے جو صحن مسجد کو خارج مسجد کہتا ہے استاذ بھی ہیں، اب ہر ایک مناظرین مرقومہ بالا میں سے ایک دوسرے کو مفسد کہتا ہے مفسد فی الدین کون ہے اور مصلح عند الشرع کون؟ اور لفظ فنا مسجد اور حریم مسجد کے معنی صحن مسجد کے سمجھنا صحیح ہیں یا غلط؟ اور دوسرے یہ کہ ساکنان شہر سورت کا عرف کہ

اندرون مسجد جماعت خانہ اور صحن مسجد خارج مسجد بولنا یہ عند الشرع معتبر ہے یا نہیں؟ اور کس قدریں نمازیں ہر سال میں اُس صحن پر ادا کی جائیں کہ وہ صحن مسجد بن جائے؟ اُس صحن کی مسجد بن جانے میں سوائے نماز کے اور کوئی دوسری شرط بھی عند الشرع معتبر ہو تو تحریر فرمائیں۔ بیتواتوجروا۔

## الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ

صحن مسجد قطعاً جزیر مسجد ہے جس طرح صحن دار جزیر نوار، یہاں تک کہ اگر قسم کھائی زید کے گھر نہ جاؤں گا، اور صحن میں گیا بیشک حانت ہوگا کما یظهر من الہدایة والہندیة والدرالمختار وردالمختار و عامۃ الاسفار (جیسا کہ ہدایہ، ہندیہ، درمختار، ردالمختار اور عام کتب میں ہے۔ ت) اسی طرح اگر قسم کھائی مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا ہرگز حانت نہ ہوا، ولہذا معتکف کو صحن میں آنا جانا بیٹھنا رہنا یقیناً روا، یہ مسئلہ اپنی نہایت وضاحت و غایت شہرت سے قریب ہے کہ بدیہیات اولیہ سے طمّحتی ہو، جس پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعال و افعال شاہد عدل جن کے بعد اصلاً احتیاج دلیل نہیں، ہاں جو دعویٰ خلاف کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے، اور ہرگز نہ لاسکے گا حتیٰ یلج الجمل فی سۃ الخیاط (یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔ ت) مدعی خلاف نے کہ صحن مسجد کے مسجد نہ ہونے پر دو دلیلیں پیش کیں، ایک عام جس میں دلیل کی صورت بھی نہیں بلکہ محض دعویٰ بے دلیل ہے، دوسری خاص مساجد سورت سے متعلق دونوں محض باطل و زاہق۔ فیقر غفر اللہ تعالیٰ اس مسئلہ واضح کی ایضاح کو بحکم ضرورت صرف دس و جہیں ذکر کرتا ہے جن سے حکم انجلائے تام پائے اور دونوں دلیل خلاف کا ازالہ اوہام ہو جائے، اسی کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالیٰ تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہو جائے گا۔

**فاقول** وباللہ التوفیق و افاضۃ التحقیق ( میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور تحقیق عطا

کرنے والا ہے،

**اولاً** مسجد اس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا و تمام تعریفہ مع فوائد قیودہ فی الوقف من کتابنا العطا یا النبویة فی الفتاوی الرضویة ( مسجد کی کامل تعریف اور اس کے تمام قیود کے فوائد کی تفصیل ہمارے فتاویٰ العطا یا النبویة فی الفتاوی الرضویة کے باب الوقف میں ملاحظہ کیجئے۔ ت) یہ تعریف بالیقین صحن کو بھی شامل اور عمارات و بنایا سقف وغیرہ ہرگز اس کی ماہیت میں داخل نہیں یہاں تک کہ اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف ایک چبوترہ یا محدود میدان نماز کے لئے وقف کر دیں قطعاً مسجد

ہو جائے گا اور تمام احکام مسجد کا استحقاق پائے گا۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ ذخیرہ و فتاویٰ علمگیری وغیرہ میں ہے :

سجل له ساحة امر قومان یصلوا فیہا  
بجماعة ان قال صلوا فیہا ابد او امرهم  
بالصلوة مطلقا ونوی الابد صارت الساحة  
مسجدالومات لایورث عنہ اھ ملخصاً

ایک آدمی کی کھلی جگہ ہے لوگوں سے کہتا ہے کہ یہاں نماز  
ادا کرو، اب اگر اس نے یہ کہا کہ یہاں ہمیشہ تم نماز پڑھو،  
یا اتنا کہا نماز پڑھو مگر نیت ہمیشہ کی، تو وہ جگہ مسجد کہلائے  
گی۔ اگر وہ فوت ہو جاتا ہے  
تو وہ زمین وراثت میں شامل نہ ہوگی اھ ملخصاً (ت)

پھر مسقف وغیر مسقف میں فرق کرنا اسے مسجد سے فناء مسجد ٹھہرانا محض بے معنی۔  
ثانیاً ہر عاقل جانتا ہے کہ مسجد و معبد ہو یا مسکن و منزل ہر مکان کو بطحاظ اختلاف موسم دو حصوں پر تقسیم کرنا  
عادات مطردہ بنی نوع انسان سے ہے جس پر معظم معمورۃ الارض میں تمام اعصار و امصار کے لوگ اتفاق کئے ہوئے  
ہیں ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے، دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے، ہوا  
لینے، گرمی سے بچنے کے کام آئے، زبان عرب میں اول کو شتوی کہتے ہیں اور دوم کو صیفی۔ کما افادہ  
العلامة بدرالدين محمود العيني في كتاب الايمان من البناية شرح الهداية (جیسا کہ علامہ بدرالدين  
محمود عینی نے بنایہ شرح الہدایہ کے کتاب الايمان میں تصریح کی ہے۔ ت) یہ دونوں ٹکڑے قطعاً اس معبد یا  
منزل کے یکساں دو جزو ہوتے ہیں جن کے باعث وہ مکان ہر موسم میں کام کا ہوتا ہے اور بالیقین مساجد میں صحن  
رکھنے سے بھی واقفین کی یہی غرض ہوتی ہے ورنہ اگر صرف شتوی یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو  
خارج از مسجد ٹھہرائیے تو کیا واقفین نے مسجد صرف موسم سرما و عصرین گراما کے لئے بنائی تھی کہ ان اوقات میں تو  
نماز مسجد میں ہو باقی زمانوں میں نماز و اعتکاف کے لئے مسجد نہ ملے یا ان کا مقصود یہ جبر کرنا تھا کہ کیسی ہی جیس  
حرارت کی شدت ہو مگر ہمیشہ مسلمان اسی بند مکان میں نماز پڑھیں، معتکف رہیں، ہوا و راحت کا نام نہ لیں، یا  
انھیں دنیا کا حال معلوم نہ تھا کہ سال میں بہت اوقات ایسے آتے ہیں جن میں آدمی کو درجہ اندرونی میں مشغول  
نماز و تراویح و اعتکاف ہونا درکنار دم بھر کو جانا ناگوار ہوتا ہے، اور جب کچھ نہیں تو بالجزم ثابت کہ جس طرح  
انھوں نے اپنے چین کے لئے مکان سکونت میں صحن و دالان دونوں درجے رکھے ہیں یونہی عام مسلمان کی عام  
اوقات میں آسائش و آرام کے لئے مسجد کو بھی انہی دو حصوں پر تقسیم کیا۔

لہ فتاویٰ ہندیۃ الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق بہ مطبوعہ مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۵۵

ثالثاً اب نمازیوں سے پوچھتے آپ اذان سن کر گھر سے کس ارادہ پر چلتے ہیں، یہی کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے یا کچھ اور، قطعاً یہی جواب دیں گے کہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں، اب دیکھئے کہ وہ موسم گرما میں فجر و مغرب و عشا کی نمازیں کہاں پڑھتے ہیں اور ان کے حفاظ قرآن مجید کہاں سناتے ہیں اور ان کے معتکف کہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں، خود ہی کھل جائے گا کہ مسلمانوں نے صحن کو بھی مسجد سمجھا ہے یا نہیں، تو مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف۔

سابعاً بلکہ غور کیجئے تو جو صاحب انکار رکھتے ہیں خود انہی کے افعال ان کی خطا پر دال، اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہوں تو لاجرم موسم گرما میں عام مسلمانوں کی طرح صحن ہی پر پڑھتے ہوں گے پھر ان سے پوچھتے آپ گھر چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھنے کیوں آئے، اور جب یہ مسجد نہیں تو یہاں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت سمجھی، فضیلت درکنار داعی اللہ کی اجابت کب کی، اور حدیث لا صلوة لجاہل المسجد الا فی المسجد (مسجد کے پڑوسی کی نماز، مسجد کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ ت) کی تعمیل کہاں ہوئی اور سنت عظیمہ حلیہ کس واسطے چھوڑی، کیا کوئی ذی عقل مسلمان گوارا کرے گا کہ مکان چھوڑ کر آواز اذان سن کر نماز کو جائے اور مسجد ہوتے سائے مسجد میں نہ پڑھے بلکہ اس کے حرم و حوالی میں نماز پڑھ کر چلا آئے، کیا اہل عقل ایسے شخص کو مجنون نہ کہیں گے، تو انکار والوں کا قول و فعل قطعاً مناقض، اگر یہ عذر کریں کہ جہاں امام نے پڑھی مجبوری ہمیں پڑھنی ہوتی ہے تو محض بجا و نامعقول و ناقابل قبول، آپ صاحبوں پر حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم و اقدم تھی، جب آپ نے دیکھا کہ سب اہل جماعت مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں آپ کو چاہئے تھا خود مسجد میں جا کر پڑھتے، اگر کوئی مسلمان آپ کا ساتھ دیتا جماعت کرتے ورنہ تنہا ہی پڑھتے کہ حق مسجد سے ادا ہوتے، یہاں تک کہ علما اس تنہا پڑھنے کو دوسری مسجد میں باجماعت پڑھنے سے افضل بتاتے ہیں نہ کہ غیر مسجد میں۔ فتاویٰ امام قاضی خاں پھر خزائنہ المفہمین پھر ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

یذہب الی مسجد منزله ویؤذن فیہ ویصلی وان کان واحداً لان لمسجد منزله حقاً علیہ فیؤدی حقہ مؤذن مسجد لا یحضر مسجدہ احد قالوا یؤذن ویقیم ویصلی وحده فذلک احب من ان یصلی فی مسجد اخری

آدمی اپنے محلہ کی مسجد میں جائے اس میں اذان دے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو کیونکہ اس پر محلہ کی مسجد کا حق ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے، ایسی مسجد کے مؤذن کے بارے میں جس میں کوئی نہیں آتا فقہاء نے کہا ہے کہ وہ وہاں تنہا ہی اذان دے اور نماز پڑھے یہ دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے

۱/ ۲۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت  
۱/ ۳۲ نوکسور لکھنؤ

۱/ ۲۴۶ لے مستدرک حاکم کتاب الصلوة لاصلوة لجاہل المسجد الخ  
۱/ ۳۲ لے فتاویٰ قاضی خاں فصل فی المسجد

تنبیہ: انہیں وجہ سے ظاہر ہو گیا کہ اہل سورت کا خاص درجہ شستوی کو جماعت خانہ کہنا ایک اصطلاح خاص ہے اور صیغی یعنی صحن کو خارج اسی معنی پر کہتے ہیں کہ اُس جماعت خانہ بمصطلح سے باہر ہے نہ بایں معنی کہ جزد مسجد نہیں اور اگر مسجد ہی کہتے ہوں تو یہ کہنا ایسا ہے جیسے علماء کرام ظاہر بدن کو خارج البدن فرماتے ہیں جس کے یہ معنی کہ بدن بیرونی حصہ نہ یہ کہ بدن سے باہر، یونہی خارج مسجد یعنی مسجد کا بیرونی ٹکڑا، نہ یہ کہ مسجد سے خارج۔ اور بالفرض اگر انہوں نے اپنی اصطلاح میں مسجد صرف شستوی یعنی مسقف ہی کا نام رکھا ہو تو اسے مسجد نہ کہنے کا حاصل اس قدر ہو گا کہ درجہ شستوی نہیں نہ یہ کہ شرعاً مسجد نہیں، اُن کے افعال دائمی یعنی موسم گرما میں ہمیشہ جماعت مغرب و عشاء و فجر صحن ہی پر پڑھنا اور اذان سننے پر مکانوں سے بارادہ صلوٰۃ فی المسجد آکر یہاں جماعت کرنا جس کی تصریح سوال میں موجود۔ اور رمضان گرما میں یہیں تراویح پڑھنا، معتکف رہنا کہ عادتاً بالقطع معلوم و مشہود، اس مراد مقصود پر شاہد مبین و مفید لعین و مورث یقین، کمالا یخفی علی صبی عاقل فضلا عن فاضل (جیسا کہ کسی عاقل بچے سے مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی رہے۔ ت)

**خامساً** طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے حلت دخول جنب میں بحث و نزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر میعاد اللہ صراحت بدعت شنیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والا التزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور حتی مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے، اب اگر وہ اپنے قول باطل پر اصرار کر کے اسی فکر میں پڑیں کہ نماز صحن مطلقاً بند کر دی جائے اور ہمیشہ ہر موسم ہر وقت کی جماعت اندر ہی ہو کرے، اور بالفرض اُن کی یہ بات خلق کو نماز صحن سے مانع آئے تو دیکھتے موسم گرما میں کتنی مسجدیں نماز و جماعت و تراویح و اعتکاف سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندران افعال کی بجا آوری سے بالطبع گھبرائیں گے، لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے اور اگر ایک دو نے یہ ناحق و بے سبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کر لی تو عام خلائق کا تنفر قطعی یعنی تو اس نزاع بیجا کا انجام معاذ اللہ مساجد کا ویران کرنا اور اُن میں ذکر و نماز سے بندگانِ خدا کو روکنا ہے۔

قال اللہ عزوجل ومن اظلم ممن منع  
مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی  
خرابہا  
اللہ عزوجل نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو  
خدا کی مسجدوں کو اُن میں نامِ خدا یاد کئے جانے سے  
روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد فی الدین تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سادساً اس مسئلہ جلیلہ کو کلمات ائمہ کرام ہی سے استخراج کرنا چاہئے تو بوجہ کثیرہ علیہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مسجد مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ اقدس میں جنوباً شمالاً یعنی دیوار قبلہ سے پائین مسجد تک سوگزن طول رکھتی تھی اور اسی قدر شرقاً غرباً عرض تھا اور پائین میں یعنی جانبِ شام ایک مسقف دالان جنوب رویتھا جسے صفحہ کہتے اور اہل صفحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سکونت رکھتے یہ بھی جود مسجد تھا، علامہ رحمۃ اللہ سندی تلمیذ امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام نسک متوسط اور مولانا علی قاری مکی اس کی شرح مسک متقسط میں فرماتے ہیں :

(اس کی حد) یعنی مسجد اول کی حدود منبر کی دوسری طرف مشرق کی طرف ایک گز کے برابر ہے اور جانب مغرب پانچویں ستون تک اور جانب شام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محراب سے سوگزن ہے اور نشانات مخصوصہ کی وجہ سے اہل مدینہ کو معلوم ہے اہ  
تلخیصاً۔ (ت)

(حد ۵) ای حدود المسجد الاول (من  
المشرق من وراء المنبر نحو ذراع ومن  
المغرب الاسطوانة الخامسة من المنبر  
ومن الشام حيث ينتهي مائة ذراع من  
محرابه صلى الله تعالى عليه وسلم) وهو  
معلوم لاهل المدينة بالعلامة الموضوععة  
اه ملخصاً۔

علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

اہل صفحہ مہاجر فقراء میں سے تھے اور جس کے لئے گھر نہ ہوتا وہ وہیں ٹھہرتا، پس صفحہ مسجد نبوی میں ایک چھتہ دار جگہ میں رہتے تھے۔ (ت)

اهل الصفة فقراء المهاجرين ومن لم يكن  
له منهم منزل يسكنه فكانوا ياءون الى موضع  
مظلل في مسجد المدينة۔

صحیح بخاری شریف میں ہے :

باب لوگوں کا مسجد میں سونے کے بارے میں، ابو قلابہ  
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے  
ہیں کہ قبیلہ عکک کا ایک وفد رسالتاً صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور وہ صفحہ میں تھے

باب نوم الرجال في المسجد وقال ابو قلابة  
عن انس رضي الله تعالى عنه قدم من هط من  
عكك على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
فكانوا في الصفة وقال عبد الرحمن

۱۔ مسک متقسط مع ارشاد الساری فصل وبلغتم ایام مقامہ بالمدينة المشرفة مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ص ۳۲۳  
۲۔ مجمع بحار الانوار لفظ صفحہ کے تحت مذکور ہے مطبوعہ نوکسٹور بکنو ۳۵۳/۲

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا  
کہ اصحاب صفہ فقراء تھے۔ (ت)

بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کانت اصحاب  
الصفۃ الفقراء

علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

الصفۃ، صا د پر پیش، فاء پر تشدید، مسجد نبوی کے آخری  
حصہ میں وہ چھتی ہوئی جگہ جہاں مساکین پناہ  
لیتے تھے۔ (ت)

الصفۃ بضم الصاد وتشدید الفاء موضع  
مظلل فی اخریات المسجد النبوی تاوی  
الیہ المساکین

اب مشاہدہ کرنے والا جانتا ہے کہ محراب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ محراب امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کی جانب شمال ہے، پائین مسجد کو پیمائش کرتے آتے تو سوگڑ کی مساحت ایک حصہ صحن میں آئے گی اور  
قطعاً معلوم کہ زمانہ اقدس میں جس قدر بنائے مسجد تھی اُس میں کمی نہ ہوئی بلکہ افزونیاں ہی ہوتی آئیں تو واجب کہ اس  
وقت بھی یہ سوگڑ صحن تھی اور جبکہ صفہ تک جو مسجد تھا کما ظہر مما نقلنا من العبارات (جیسے کہ ہماری  
نقل کردہ عبارات سے ظاہر ہے۔ ت) تو کیونکہ معقول کہ بیچ میں صحن خارج مسجد گنا جائے۔

سایعاً علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد میں پیڑ بونا ممنوع ہے کہ اُس سے نماز کی جگہ رُکے گی مگر جبکہ اس میں  
منفعت مسجد ہو اس طرح کہ زمین مسجد اس قدر بگلی ہو کہ ستون بوجہ شدتِ رطوبت نہ ٹھہرتے ہوں تو جذب تری کیلئے  
پیڑ بونے جائیں کہ جڑیں پھیل کر زمین کی نم کھینچ لیں۔ ظہیر یہ و خانہ و خلاصہ و ہندیہ و بحر الرائق وغیرہا میں ہے،  
یکرہ غرس الشجر فی المسجد لانه یشبه  
بالبیعة ویشتغل مکان الصلوۃ الا ان  
تکون فیہ منفعة للمسجد بان کانت  
الارض نزهة لا تستقر اساطینہا فیغرس  
فیہ الشجر لیقل النزهة۔  
مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بیوعہ (گرجے)  
کی مشابہت اور نماز کی جگہ مشغول کرنا ہے۔ البتہ اس  
صورت میں جائز ہوگا جب اس میں کوئی نفع ہو،  
مثلاً زمین سیلابی ہے اس پر ستون کھڑے نہیں ہوتے  
تو اس میں درخت لگائے جائیں تاکہ سیلابیت  
کم ہو جائے۔ (ت)

ظہیر یہ کے لفظ یہ ہیں،

فتغرس لتجذب عروق الاشجار ذلك

پس درخت لگائیں تاکہ ان کی جڑیں اس تری کو جذب

۶۳/۱

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۰ صحیح البخاری باب نوم الرجال فی المسجد

۴۳۶/۱

دارالکتب العربی بیروت

۱۱ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری

۳۱/۱

نو لکشور لکھنؤ

فصل فی المسجد

۱۲ فتاویٰ قاضی خاں

کر لیں، تو اب درخت لگانا جائز ہوگا ورنہ نہیں، ہمارے مشائخ نے بخارا کی جامع مسجد میں درخت لگانے کو جو جائز قرار دیا ہے اس میں یہی ضرورت و حاجت پیش نظر ہے (ت)

المنزفح یجوز و الا فلا و انما جوز مشائخنا  
فی المسجد الجامع ببخاری لما فیہ من  
الحاجة الیہ۔

ظاہر ہے کہ ستون مسجد مستقف ہی میں ہوتے ہیں اور پیر درجہ اندرونی میں نہیں بوئے جاتے بلکہ سائے میں پرورش نہیں ہوتے معہذا جب تری کی وہ بیشتری کہ ستون نہیں ٹھہرتے تو ایسی رطوبت پھلوا رہی وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے پودوں سے دفع نہیں ہو سکتی، نہ ان کی جڑیں اتنی پھیلیں کہ اطراف سے جذب کر لیں اور بڑے پیر اندر بوئے جانا معقول نہیں تو واجب کہ اس سے مراد صحن مسجد میں ہونا ہے اور اسے انھوں نے مسجد میں ہونا قرار دیا۔ جب تو غرس فی المسجد کی صورت جواز میں رکھا اور مثال ظہیر یہ نے تو اس معنی کو خوب واضح کر دیا، قطعاً معلوم کہ جامع بخارا نامستقف نہیں نہ زہار اس کے درخت زیر سقف ہیں بلکہ یقیناً صحن میں بوئے گئے، اور اسی کو علمائے کرام نے غرس فی المسجد جانا۔

ثامناً علماء فرماتے ہیں دروازہ مسجد پر جو دکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد سے متصل ہیں، فتاویٰ امام قاضی خاں پھر فتاویٰ علیگیریہ میں ہے :  
یصح الاقتداء لمن قام علی الدکانین التی  
تکون علی باب المسجد لانہا من فناء المسجد  
متصلة بالمسجد۔  
اس شخص کی اقتداء درست ہے جو اس دکان پر کھڑا ہے  
جو مسجد کے دروازے پر ہے کیونکہ یہ فنائے مسجد میں  
ہونے کی وجہ سے مسجد سے متصل ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو دکانیں دروازہ پر ہیں صحن مسجد سے متصل ہیں نہ درجہ مستقف سے، تو لاجرم صحن مسجد مسجد ہے اور یہیں سے ظاہر کہ صحن کو فنا کہنا محض غلط ہے اگر وہ فنائے مسجد ہوتا تو دکانیں کہ اس سے متصل ہیں متصل بہ فنا ہوتیں، نہ متصل بہ مسجد، پھر ان دکانوں کے فنا ٹھہرنے میں کلام ہوتا کہ فنا وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہونہ وہ کہ متصل بہ فنا ہو، ورنہ اس تعریف پر لزوم دور کے علاوہ متصل بالفنا بھی فنا ٹھہرے تو سارا شہر یا الاقل تمام محلہ فنائے مسجد قرار پائے کہا لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور یہ ادعا کہ صحن و فنا کا مفہوم واحد

لے بحر الرائق بحوالہ الظہیریہ فصل لما فرغ من بیان الکراہۃ الخ  
لے فتاویٰ قاضی خاں فصل فی المسجد  
مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۲/۳۵  
مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ ۱/۳۲



جمل شدید ہے کہ کسی عاقل سے معقول نہیں، شاید یہ قائل اُن دکانوں کو بھی صحن مسجد کے گا۔

تاسعاً انصاف کیجئے تو یہ خاص جزئیہ بھی یعنی صحن مسجد میں جنب کا جانا ناجائز ہونا کلماتِ علماء سے مستفاد ہو سکتا ہے۔ ائمہ فرماتے ہیں جنب کو مسجد میں جانا جائز نہیں مگر جبکہ پانی کا چشمہ مسجد میں ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ملے تو تیمم کر کے لے آئے۔ مبسوط و عنایہ و رد المحتار و فتاویٰ حجہ و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ اسفار میں ہے :

واللفظ للثلثة الاول مسافر و بمر بسجد فيه  
عين ماء وهو جنب ولا یجد غیره ، فانه  
یتیم لدخول المسجد لان الجنابة تمنعه من  
دخول المسجد علی کل حال عندنا۔

پہلی تین کتب کے الفاظ یہ ہیں : ایک جنبی مسافر ایسی مسجد سے گزرا جس کے اندر پانی کا چشمہ ہے اور اس کے علاوہ وہ پانی نہیں پاتا تو وہ دخول مسجد کے لئے تیمم کرے کیونکہ ہمارے نزدیک ہر حال میں جنابت اسے دخول مسجد مانع ہے۔

ظاہر ہے کہ عامہ بلاد میں عامہ مساجد جماعت مسقف ہوتی ہیں اور چشمہ آب عادیہ صحن ہی میں ہوتا ہے اور کلمات فقہاء امور عادیہ غالبہ ہی پر مبتنی ہوتے ہیں، بہت نادر ہے کہ حصہ اندرونی میں چشمہ آب ہو، تو انھوں نے صحن ہی میں جنب کو جانے پر یہ احکام فرمائے فافہم و تبصرو (پس سمجھو اور غور کرو۔) ان کے سوا اور بہت وجوہ کثیرہ سے استنباط ممکن مگر بعد اُن دلائلِ قاہرہ کے جو ابتداءً زیرِ گوشِ سامعین ہوئے حاجتِ تطویل نہیں۔

عاشراً یا هذا اُن براہینِ ساطعہ کے بعد صحن مسجد کا جزیر مسجد ہونا اجلیٰ بدیہیات تھا جس پر اصلاً تصریح کتب کی احتیاج نہ تھی بلکہ جو اسے مسجد نہیں مانتا وہی محتاجِ تصریح و قطع تھا اور ہرگز نہ دکھا سکتا نہ کبھی دکھائے نہ ہم فقیر نے بطور تبرع یہ چار استنباط بھی کلماتِ ائمہ سے ذکر کئے کہ یہ بدیہی مسئلہ اپنے غایت وضوح و اشتہار کے باعث اُس قبیل سے تھا جس پر خادمِ فقہ کو کتبِ ائمہ میں تصریح جزئیہ ملنے کی امید نہ ہوتی کہ ایسی روشن و مشہور باتوں پر فقہائے کرام کم توجہ فرماتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی اس امر کی تصریح کتابوں سے نکالنا چاہے کہ مسجد کے درجہ شتوی میں جسے اہل سورت جماعتِ خانہ کہتے ہیں تین درجہ ہیں اُن میں بائیں طرف کا درجہ بھی جزیر مسجد ہے اور اُس میں بھی جنب کو جانا ممنوع یا نہیں تو غالباً ہرگز اس کا جزئیہ نہ پائے گا مگر بجد اللہ تعالیٰ جب فقیر یہاں تک لکھ چکا مسئلہ کا خاص جزئیہ کلماتِ علماء میں یاد آیا جس میں ائمہ دین نے صاف تصریح فرمائی ہیں کہ مسجد کے صیفی و شتوی یعنی صحن و مسقف دونوں درجے یقیناً مسجد ہیں۔ اب سنیئے امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری فتاویٰ خلاصہ پھر امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر امام حسین بن محمد سمعی خزائنہ المفہم پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدر پھر علامہ عبدالرحمن بن محمد رومی مجمع الانہر شرح

ملتی الاجر پھر علامہ سیدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پھر خاتم المحققین سیدی محمد بن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

خلاصہ اور خزانہ کی عبارت یہ ہے: ایک آدمی مسجد میں پہنچا، امام اور لوگ نماز فجر ادا کر رہے تھے اب اگر آنے والا شخص امیر رکھتا ہے کہ اسے ایک رکعت جماعت کے ساتھ مل جائے گی تو وہ مسجد دروازہ کے پاس دو سنتیں ادا کرے، اور اگر وہاں ممکن نہ ہو مسجد شتوی (یعنی سردیوں والے حصہ) میں دو رکعات ادا کرے، جب امام صیفی مسجد (یعنی گرمیوں والے حصہ) میں ہو اور اگر اس کا عکس ہو یعنی امام شتوی مسجد میں ہو تو یہ صیفی میں پڑھے۔ اگر مسجد واحد ہی ہو تو مسجد کے متصل کھڑا نہ ہو کیونکہ یہ جماعت کی مخالفت

واللفظ للخاصة والخزانة من اجل انتهى الى الامام والناس في صلوة الفجر ان يدرك ركعة في الجماعة ياتي بركعتي الفجر عند باب المسجد وان لم يمكن ياتي بهما في المسجد الشتوي ان كان الامام في الصيفي وان كان الامام في الشتوي هو ياتي في الصيفي وان كان المسجد واحدا يقف في ناحية المسجد ولا يصليهما فخالط للصفت مخالفا للجماعة فان فعل ذلك يكره اشد الكراهة اهـ

ایک گوشے میں ادا کرے اور ان دو رکعتوں کی ادائیگی کے لئے صفت کے متصل کھڑا نہ ہو کیونکہ یہ جماعت کی مخالفت ہے۔ اگر ایسا کیا تو یہ شدید مکروہ ہوگا (ت) ردالمحتار میں ہے:

ماتن کا قول ”مسجد کے دروازے کے پاس“ یعنی مسجد سے باہر، جیسے کہ قہستانی نے اس پر تصریح کی ہے (ت) اقول (میں کہتا ہوں) ہدایہ اور ہندیہ کے الفاظ نے واضح کر دیا ہے کہ وہ فجر کی سنتیں مسجد کے دروازے پر پڑھ کر پھر مسجد میں داخل ہو۔ (ت)

قوله عند باب المسجد اي خارج المسجد كما صرح به القهستاني الخ.

اقول ويوضحه قول الهداية والهندية يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل

امام ابوالبركات حافظ الدين نسفي کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

سنتوں کے لئے افضل مقام گھر ہے اور اگر امام مسجد

الافضل في السنن المنزل ثم باب المسجد

۱/ ۶۱ و ۶۲

مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

کتاب الصلوة الجنس فی السنن

لہ خلاصۃ الفتاوی

۲/ ۵۶

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

باب ادراک الفریضہ

ردالمحتار

۱/ ۱۳۲۴

المکتبۃ العربیہ کراچی

” ” ”

لہ الهدایۃ

میں جماعت کروا رہا ہو تو مسجد کا دروازہ بہتر مقام ہے  
اگر امام داخل مسجد میں جماعت کروا رہا ہو تو پھر خارج  
مسجد، اسی طرح امام خارج مسجد ہو تو سنتوں کے لئے  
داخل مسجد بہتر ہے اھ تلخیصاً (ت)

ان كان الامام يصلي في المسجد ثم المسجد  
الخارج ان كان الامام يصلي في الداخل  
او الداخل ان كان في الخارج اھ ملخصاً

محقق علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ سیدی احمد طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:  
سنتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ انھیں گھر میں ادا کرے  
یا مسجد کے دروازے کے پاس، اور اگر وہاں ممکن  
نہ ہو تو پھر صحیح مسجد میں ادا کرے الخ (ت)

السنة في السنن ان ياتي بها في بيته او عند باب  
المسجد وان لم يمكنه ففي المسجد الخارج الخ

نیہ و شرح صغیر نیہ للعلامہ زین بن نجیم الحلبي میں ہے:  
(السنة) المؤكدة (في سنة الفجر) هو  
ان لا ياتي بها مخالطاً للصف ولا خلف الصف  
من غير حائل و (ان ياتي بها) اما (في بيته)  
وهو الا فضل (او عند باب المسجد)  
ان امکن بان كان هناك موضع لا تق  
للصلاة (وان لم يمكنه) ذلك (ففي المسجد  
الخارج) ان كانوا يصلون في الداخل و  
بالعكس ان كان هناك مسجد ان صيفي  
وشتوي اھ

(سنت) مؤکدہ (فجر کی سنتوں میں) یہ ہے کہ انھیں  
صف کے متصل اور بغیر رکاوٹ کے صف کے پیچھے بھی  
ادانہ کرے (انھیں بجالائے) یا (گھر میں) اور  
یہی افضل طریقہ ہے، یا (مسجد کے دروازے کے پاس)  
اگر ممکن ہو یعنی اگر وہاں نماز ادا کی جاسکتی ہو تو، (اور  
اگر ممکن نہ ہو) یہ بات (تو پھر صحیح مسجد میں)  
اگر لوگ داخل مسجد نماز ادا کر رہے ہوں اور عکس کی  
صورت میں عکس ہوگا اگر وہاں دو مساجد صیفی اور  
شتوی ہیں اھ (ت)

امام محقق علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج علی علیہ میں اسی قول نیہ کے نیچے فرماتے ہیں: المسجد الخارج  
صحیح المسجد اھ (مسجد خارج سے مراد صحیح مسجد ہے اھ - ت)

لہ کافی شرح وافی

لہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب ادراک القریضہ

۳۰۰/۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۰۴/۱ مجتہاتی دہلی بھارت

۳ صغیر شرح نیہ لمصلي فصل فی النوافل

۴ التعلیق الجلی لما فی نیہ المصلي بحوالہ علیہ ابن امیر الحاج مع نیہ لمصلي فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۹۴

دیکھو اول کی سات کتابوں میں صیغی و شتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں انھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا۔ صغیری نے ان عبارات شستی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کر دیا اور حلیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحیح مسجد کا نام ہے، ترصاف واضح ہو گیا کہ صحیح مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علما کبھی مسجد صیغی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد للہ علی وضوح الحق (حق کے واضح ہو جانے پر اللہ کی حمد ہے۔ ت)۔ ان نصوص صریحہ کے بعد ان استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجئے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کر چکا تھا معہذا ان کے ابغا میں طالبان علم و خادمان فقہ کی منفعت کے اقوال علماء سے استنباط مسائل کا طریقہ دیکھیں و باللہ التوفیق اب کہ بجد اللہ کا شمس علی نصف النهار واضح و آشکار ہو گیا کہ صحیح مسجد بالیقین جزء مسجد ہے تو اس کے لئے تمام احکام مسجد آپ ہی ثابت جن کا ثبوت صحیح پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب راجح پر واقف کے صرف اس کمنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول صحیح ظاہر روایہ میں دو آدمیوں کی جماعت با اذان و اقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز برہیت جماعت اور ایک قول ظاہر روایہ میں سوائے واقف ایک ہی آدمی کے منفرداً نماز پڑھ لینے سے کبھی اجزاء مسجد ہو جاتی ہے تو ہر ہر جزء میں جہاں نماز ہونے کی بالاجماع حاجت نہیں، مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارہ مسجد کو شامل نہیں ہو سکتی کما لا یخفی فوضح المقصود والحمد للہ العلی الودود (جیسا کہ واضح ہے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو بلند اور محبت کرنے والا ہے۔ ت)

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے :

اس کی ملکیت مسجد سے ان الفاظ سے زائل ہو جاتی ہے کہ میں نے اسے مسجد بنا دیا ہے یہ ثانی امام (ابو یوسف) کے نزدیک ہے (الدر المنتقی میں ہے کہ تنویر، درر اور وقایہ وغیرہ میں قول ابو یوسف کو مقدم ذکر کیا، اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا قول وقف اور قضایہ راجح ہے اھش) امام محمد اور امام صاحب نے اس میں جماعت کے ساتھ نماز کو بھی لازم و شرط قرار دیا ہے (جماعت کا شرط قرار دینا اس لئے ہے کہ مسجد سے مقصود ہی یہی ہے اسی لئے یہ شرط ہے

یزول ملكه عن المسجد بقوله جعلته  
مسجدا عند الثاني (وفي الدر المنتقى و  
قدم في التنوير والدر والوقاية  
وغيرها قول ابى يوسف وعلمت ازحميته  
في الوقف والقضاء اھش) و  
شرط محمد والامام الصلوة  
فيه بجماعة (واشراط الجماعة  
لانها المقصودة من المسجد،  
ولذا شرطات تكون جهرا

کہ وہاں اذان واقامت بلند آواز سے ہوں ورنہ وہ مسجد قرار ہی نہ پائے گی۔ امام زلیعی کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے، اور کہا کہ فتح میں ہے کہ اگر امام اور مؤذن ایک ہی آدمی تھا اور اس نے وہاں تنہا نماز ادا کی تو وہ بالاتفاق مسجد ہی قرار دی جائے گی کیونکہ اس طریقہ پر ادائیگی جماعت ہی کی طرح ہے لیکن اگر وقف کرنے والے نے فقط نماز ادا کی تو صحیح یہی ہے کہ یہ کافی نہیں اھش (ایک قول یہ ہے کہ ایک آدمی کا نماز ادا کر لینا بھی کافی ہے اور اسے خانہ نے ظاہر الروایہ قرار دیا، (اور متون میں یہی ہے جیسے کہ کنز، ملتقی وغیرہ اور آپ اول کی تصحیح جان ہی چکے، اور اسی کو خانہ نے صحیح کہا، اور حاکم نے کافی میں اسی پر اقتصار کیا، پس یہی ظاہر روایت ہے ایضاً اھش) مختصراً۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم ات۔

باذان واقامة والا لم یصر مسجدا قال الزلیعی، وهذه الروایة هی الصحیحة وقال فی الفتح، ولو اتحد الامام والمؤذن وصلی فیہ وحده صار مسجداً بالاتفاق لان الاداء علی هذا الوجه كالجماعة، لكن لو وصلی الواقف وحده فالصحیح انه لا یکنی اھش) وقیل، یکنی واحد و جعله فی الخانیة ظاہر الروایة (وعلیہ المتون كالکنز والملتی وغیرہما وقد علمت تصحیح الاول وصححه فی الخانیة ایضاً وعلیہ اقتصار فی کافی الحاکم فهو ظاہر الروایة ایضاً اھش) مختصراً، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

### مسئلہ از بری سال مرسلہ جان محمود ساکن چاند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے مکان میں ایک مسجد مدت سے قائم ہے اور وہ خود متولی ہے اور جمعہ کی نماز بھی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ابھی متولی مسجد نے ایک شخص کو کسی وجہ سے منع کیا کہ وہ اس مسجد میں نہ آئے، جب اس کو منع کیا تو وہ شخص اور چند مصلی مجتمع ہو کر دوسری جگہ پر ایک مسجد نئی بنا کر لی اس قدر فاصلہ پر ہے کہ اگر بلند آواز سے اذان کہے تو احتمال سنائی کی ہے، اس صورت میں دونوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا ایک میں، اگر ایک میں ہے تو اول یا ثانی، اگر صورت مذکورہ میں منع کرنا کسی مصلی کو شرعاً کوئی وجہ سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بحوالۃ الكتاب توجروا یوم الحساب۔

## الجواب

جو شخص موذی ہو کہ نمازیوں کو تکلیف دیتا ہے بڑا بھلا کتاب ہے شریر ہے اُس سے اندیشہ رہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے، اور اگر بد مذہب گمراہ مثلاً وہابی یا ارفضی یا غیر مقلد یا نیچری یا تفضیلی وغیرہ ہے اور مسجد میں آکر نمازیوں کو بہکاتا ہے اپنے مذہب ناپاک کی طرف بلاتا ہے تو اُسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے۔

فقد نص فی العینی ثم الدر المختار وغیرہما  
من معتمدات الاسفار باخراج کل صوذ  
ولو بلسانہ

علامہ عینی نے تصریح کی ہے پھر درمختار وغیرہ معتمد کتب  
میں ہے کہ ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے نکال دیا جائے  
خواہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ (ت)

یونہی جس کے بدن میں بدبو ہو کہ اس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گندا دہن یا گندا بغل یا جس نے خارش وغیرہ  
کے باعث گندھک ملی ہو اُسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یقربت  
مصلانا (رسالتاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافرمان ہے کہ وہ ہرگز ہماری نماز گاہ کے قریب نہ آئے۔ ت)  
اور بلا وجہ شرعی اپنی کسی رنجش دنیوی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے۔

لقولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسلجہ  
اللہ ان یدکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا۔

اللہ تعالیٰ کافرمان ہے، اور کون اس سے بڑھ کر ظالم  
ہو سکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے  
روکے اور ان کی بربادی میں کوشاں ہو۔ (ت)

اور مسجد جبکہ بنیت خالصہ بنائی جائے تو وہاں مسجد کے کسی قدر قریب ہو کچھ حرج نہیں۔

لما فی الاشباہ والدران لاهل المحلۃ  
جعلوا المسجد الواحد مسجدین

اشباہ اور در میں ہے کہ اہل محلہ کے لئے جائز ہے  
کہ ایک مسجد کو دو مساجد بنا لیں۔ (ت)

مگر جمعہ قائم کرنے کے لئے ضرور ہے کہ امام جمعہ وہ ہو جسے بادشاہ اسلام نے امام جمعہ مقرر کیا یا وہ جسے اُس نے اپنا  
نائب کیا اور یہ نہ ہو تو وہ جسے اہل اسلام جمع ہو کر امام جمعہ مقرر و معین کریں، ہر شخص جمعہ وعیدین کی امامت نہیں کر سکتا

۹۴/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی	آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ
۱۴/۲	مطبوعہ دارالکتب بیروت	۱۲ مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ باب فیمین اکل ثوم الخ
		۱۱۴/۲ القرآن
۲۳۴/۲	مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	۱۳ الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد
۹۴/۱	مطبوعہ مجتہبائی دہلی	درمختار قبل باب الوتر والنوافل

کمانصوا علیہ فی معتمدات المذہب (جیسا کہ اس پر معتدات مذہب نے تصریح کی ہے۔ ت) اس طرح کا امام اگر اس دوسری مسجد کو طیسر ہوگا تو اس میں بھی جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۱ از شہر پور بندر ملک کاٹھیاواڑ محلہ ڈیڈروڈ مسؤلہ کھتری عمر ابو بکر صاحب

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں،

- (۱) صحن مسجد داخل مسجد ہے یا خارج مسجد ہے؟
- (۲) اذان ثانی جمعہ جو صحن مسجد میں پڑھی جائے تو داخل مسجد قرار پائے گی یا نہ؟
- (۳) کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحن مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم؟
- (۴) جنازہ مسجد میں یا صحن مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

صحن مسجد جزو مسجد ہے کمانص علیہ فی المحلیۃ (جیسا کہ حلیہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے، پٹے ہوئے درجے کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے، نہ دالان میں اجازت ہے نہ صحن میں۔ مسجد و صحن مسجد میں جنازے کے لئے اجازت نہیں ہو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت)۔ صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۲ از پبلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب، صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ فصیل حوض خارج مسجد ہے۔ بینوا تو جروا۔

### الجواب

حوض قدیم کی فصیل فنا ہے مسجد ہے، نہ عین مسجد، ورنہ اس پر وضو ناجائز ہوتا، اور فنا ہے مسجد میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۳ از ترپول سولول ڈاک خانہ ہرول ضلع درجننگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک جگہ بستی میں بستی کے سارے مسلمان مل کر کے مسجد بنوایا لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے، جس کے نام سے زمین ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسجد ہماری ہے ہم جس کو حکم دیں گے وہ نماز پڑھے گا اور ہم جس کو حکم دیں گے وہ امامت کرے گا۔ وہ جسے روک دیتا ہے اس مسجد میں اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور اس

طسقی الابجر پھر علامہ سیدی احمد مہری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پھر خاتم المحققین سیدی محمد بن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

خلاصہ اور خزانہ کی عبارت یہ ہے، ایک آدمی مسجد میں پہنچا، امام اور لوگ نماز فجر ادا کر رہے تھے اب اگر آنے والا شخص امید رکھتا ہے کہ اسے ایک رکعت جماعت کے ساتھ مل جائے گی تو وہ مسجد دروازہ کے پاس دو سنتیں ادا کرے، اور اگر وہاں ممکن نہ ہو مسجد شتوی (یعنی سردیوں والے حصہ) میں دو رکعت ادا کرے، جب امام صیفی مسجد (یعنی گرمیوں والے حصہ) میں ہو اور اگر اس کا عکس ہو یعنی امام شتوی مسجد میں ہو تو یہ صیفی میں پڑھے۔ اگر مسجد واحد ہی ہو تو مسجد کے لئے صفت کے متصل کھڑا نہ ہو کیونکہ یہ جماعت کی مخالفت

واللفظ للخصلة والخزانة من اجل انتهى الى الامام والناس في صلوة الفجر ان رجلا يدرك ركعة في الجماعة ياتي بركعتي الفجر عند باب المسجد وان لم يمكن ياتي بهما في المسجد الشتوي ان كان الامام في الصيفي وان كان الامام في الشتوي هو ياتي في الصيفي وان كان المسجد واحدا يقف في ناحية المسجد ولا يصليهما مخالفا للصفت مخالفا للجماعة فان فعل ذلك يكره اشد الكراهة لله.

ایک گوشے میں ادا کرے اور ان دو رکعتوں کی ادائیگی کے لئے صفت کے متصل کھڑا نہ ہو کیونکہ یہ جماعت کی مخالفت ہے۔ اگر ایسا کیا تو یہ شدید مکروہ ہوگا (ت) ردالمحتار میں ہے،

ماتن کا قول "مسجد کے دروازے کے پاس" یعنی مسجد سے باہر، جیسے کہ قہستانی نے اس پر تصریح کی ہے (ت) اقول (میں کہتا ہوں) ہدایہ اور ہندیہ کے الفاظ نے واضح کر دیا ہے کہ وہ فجر کی سنتیں مسجد کے دروازے پر پڑھ کر پھر مسجد میں داخل ہو۔ (ت)

قوله عند باب المسجد اي خارج المسجد كما صرح به القهستاني الخ.

اقول ويوضحه قول الهداية والهندية يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل.

امام ابوالبركات شافعی کا کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں، سنتوں کے لئے افضل مقام گھر ہے اور اگر امام مسجد

الافضل في السنن المنزل ثم باب المسجد

۱/ ۶۱ و ۶۲	مطبوعہ نولکشور لکھنؤ	کتاب الصلوة الجنس فی السنن	لہ خلاصہ الفتاوی
۲/ ۵۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب ادراک الفریضہ	ردالمحتار
۱/ ۱۳۲۶	المکتبۃ العربیہ کراچی	" " "	لہ الهدایہ



میں جماعت کروا رہا ہو تو مسجد کا دروازہ بہتر مقام ہے  
اگر امام داخل مسجد میں جماعت کروا رہا ہو تو پھر خارج  
مسجد، اسی طرح امام خارج مسجد ہو تو سنتوں کے لئے  
داخل مسجد بہتر ہے اھ تلخیصاً (ت)

ان كان الامام يصلي في المسجد ثم المسجد  
الخارج ان كان الامام يصلي في الداخل  
او الداخل ان كان في الخارج اھ ملخصاً

محقق علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ سیدی احمد طحاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:  
سنتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ انھیں گھر میں ادا کرے  
یا مسجد کے دروازے کے پاس، اور اگر وہاں ممکن  
نہ ہو تو پھر صحن مسجد میں ادا کرے الخ (ت)

السنة في السنن ان ياتي بها في بيته او عند باب  
المسجد وان لم يمكنه ففي المسجد الخارج الخ

نبيه وشرح صغير نبيه للعلامه ابراهيم الحلي في  
والسنة) المؤكدة (في سنة الفجر) هو  
ان لا ياتي بها مخالطاً للصف ولا خلف الصف  
من غير حائل و (ان ياتي بها) اما في بيته  
وهو الافضل (او عند باب المسجد)  
ان امكن بان كان هناك موضع لا تق  
للصلاة (وان لم يمكنه) ذلك (ففي المسجد  
الخارج) ان كانوا يصلون في الداخل و  
بالعكس ان كان هناك مسجدان صيفي  
وشتوي اھ

(سنت) متوکلہ (فجر کی سنتوں میں) یہ ہے کہ انھیں  
صف کے متصل اور بغیر رکاوٹ کے صف کے پیچھے بھی  
ادا نہ کرے (انھیں بجالائے) یا (گھر میں) اور  
یہی افضل طریقہ ہے، یا (مسجد کے دروازے کے پاس)  
اگر ممکن ہو یعنی اگر وہاں نماز ادا کی جا سکتی ہو تو، اور  
اگر ممکن نہ ہو) یہ بات (تو پھر صحن مسجد میں)  
اگر لوگ داخل مسجد نماز ادا کر رہے ہوں اور عکس کی  
صورت میں عکس ہو گا اگر وہاں دو مساجد صیفی اور  
شتوی ہیں اھ (ت)

امام محقق علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج علی علیہ میں اسی قول نبیہ کے نیچے فرماتے ہیں: المسجد الخارج  
صحن المسجد اھ (مسجد خارج سے مراد صحن مسجد ہے اھ - ت)

لہ کافی شرح وافی

۱/ ۳۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت  
۱/ ۲۰۴ مجتہدانی دہلی بھارت  
۱/ ۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۹۴  
۲/ ۳۰۰ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب ادراک الفریضہ  
۳/ ۲۰۴ صغیر شرح نیتہ المصلی فصل فی النوافل  
۴/ ۳۹۴ التعلیق الجلی لما فی نیتہ المصلی بحوالہ علیہ ابن امیر الحاج مع نیتہ المصلی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۹۴

دیکھو اول کی سات کتابوں میں صیغی و شتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں انھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا۔ صغیری نے ان عبارات شتی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کر دیا اور علیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحن مسجد کا نام ہے، تو صاف واضح ہو گیا کہ صحن مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علما کبھی مسجد صیغی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد للہ علی وضوح الحق (حق کے واضح ہو جانے پر اللہ کی حمد ہے۔ ت۔) ان نصوص صریحہ کے بعد ان استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کر چکا تھا معہذا ان کے ابقا میں طالبان علم و خادمان فقہ کی منفعت کے اقوال علماء سے استنباط مسائل کا طریقہ دیکھیں و باللہ التوفیق اب کہ بجز اللہ کا شمس علی نصف النهار واضح و آشکار ہو گیا کہ صحن مسجد بالیقین جزء مسجد ہے تو اس کے لئے تمام احکام مسجد آپ ہی ثابت جن کا ثبوت صحن پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب راجح پر واقعہ کے صرف اس کمنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول مصحح ظاہر الروایہ میں دو آدمیوں کی جماعت با اذان و اقامت بلکہ واقعہ کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز برہنیت جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں سوائے واقعہ ایک ہی آدمی کے منفرداً نماز پڑھ لینے سے بکلیع اجزاء مسجد ہو جاتی ہے تو ہر ہر جزء میں جداگانہ نماز ہونے کی بالاجماع حاجت نہیں، مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارہ مسجد کو شامل نہیں ہو سکتی کما لا یخفی فوضوح المقصود والحمد للہ العلی الودود (جیسا کہ واضح ہے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو بلند اور محبت کرنے والا ہے۔ ت)

تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے :

اس کی ملکیت مسجد سے ان الفاظ سے زائل ہو جاتی ہے کہ میں نے اسے مسجد بنا دیا ہے یہ ثانی امام (ابو یوسف) کے نزدیک ہے (الدر المنتقی میں ہے کہ تنویر، درر اور وقایہ وغیرہ میں قول ابو یوسف کو مقدم ذکر کیا، اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا قول وقف اور قضایہ میں راجح ہے اھش) امام محمد اور امام صاحب نے اس میں جماعت کے ساتھ نماز کو بھی لازم و شرط قرار دیا ہے (جماعت کا شرط قرار دینا اس لئے ہے کہ مسجد سے مقصود ہی یہی ہے اسی لئے یہ شرط ہے

یزول منکھ عن المسجد بقوله جعلته مسجداً عند الثانی (وفی الدر المنتقی و قدم فی التنویر والدرر والوقایہ وغیرہا قول ابی یوسف و علمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء اھش) و شرط محمد و الامام الصلوٰۃ فیہ بجماعۃ (و اشتراط الجماعۃ لانہا المقصودۃ من المسجد، ولذا شرط ان تکون جہراً

کہ وہاں اذان واقامت بلند آواز سے ہوں ورنہ وہ مسجد قرار ہی نہ پائے گی۔ امام زبلیعی کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے، اور کہا کہ فتح میں ہے کہ اگر امام اور مؤذن ایک ہی آدمی تھا اور اس نے وہاں تنہا نماز ادا کی تو وہ بالاتفاق مسجد ہی قرار دی جائے گی کیونکہ اس طریقہ پر ادائیگی جماعت ہی کی طرح ہے لیکن اگر وقف کرنے والے نے فقط نماز ادا کی تو صحیح ہی ہے کہ یہ کافی نہیں اھش (ایک قول یہ ہے کہ ایک آدمی کا نماز ادا کر لینا بھی کافی ہے اور اسے خانہ نے ظاہر الروایہ قرار دیا، (اور متون میں یہی ہے جیسے کہ کنز، ملتقی وغیرہ اور آپ اول کی تصحیح جان ہی چکے، اور اسی کو خانہ نے صحیح کہا، اور حاکم نے کافی میں اسی پر اقتصار کیا، پس یہی ظاہر روایت ہے ایضاً اھش) مختصراً۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

بازان واقامة والا لم یصر مسجدا قال الزبلیعی، وهذه الروایة هی الصحیحة وقال فی الفتح، ولو اتحد الامام والمؤذن وصلی فیہ وحده صار مسجداً بالاتفاق لان الاداء علی هذا الوجه كالجماعة، لكن لو وصلی الواقف وحده فالصحیح انه لا یكفی اھش) وقیل: یكفی واحد و جعله فی الخانیة ظاہر الروایة (وعلیہ المتون كالكنز والملتی وغیرهما وقد علمت تصحیح الاول وصححه فی الخانیة ایضاً وعلیہ اقتصر فی کافی الحاکم فهو ظاہر الروایة ایضاً اھش) مختصراً، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

### مسئلہ ازبری سال مرسلہ جان محمود ساکن چاند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے مکان میں ایک مسجد مدت سے قائم ہے اور وہ خود متولی ہے اور جمعہ کی نماز بھی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ابھی متولی مسجد نے ایک شخص کو کسی وجہ سے منع کیا کہ وہ اس مسجد میں نہ آئے، جب اس کو منع کیا تو وہ شخص اور چند مصلیٰ مجتمع ہو کر دوسری جگہ پر ایک مسجد نئی بنا کر لی اس قدر فاصلہ پر ہے کہ اگر بلند آواز سے اذان کہے تو احتمال سنائی کی ہے، اس صورت میں دونوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا ایک میں، اگر ایک میں ہے تو اول یا ثانی، اگر صورت مذکورہ میں منع کرنا کسی مصلیٰ کو شرعاً کوئی وجہ سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بحوالہ الكتاب توجروا یوم الحساب۔

## الجواب

جو شخص موذی ہو کہ نمازیوں کو تکلیف دیتا ہے بڑا بھلا کہتا ہے شریر ہے اُس سے اندیشہ رہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے، اور اگر بد مذہب گمراہ مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا نیچری یا تفضیلی وغیرہ ہے اور مسجد میں آکر نمازیوں کو بہکاتا ہے اپنے مذہب ناپاک کی طرف بلاتا ہے تو اُسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے۔

فقد نص فی العینی ثم الدر المختار وغیرہما  
من معتمدات الاسفار باخراج کل موذ  
ولو بلسانہ لہ

علامہ عینی نے تصریح کی ہے پھر در مختار وغیرہ معتمد کتب  
میں ہے کہ ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے نکال دیا جائے  
خواہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ (ت)

یونہی جس کے بدن میں بدبو ہو کہ اس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گندا دہن یا گندا بغل یا جس نے خارش وغیرہ  
کے باعث گندھک ملی ہو اُسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یقربن  
مصلانا (رسالتنا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافرمان ہے کہ وہ ہرگز ہماری نماز گاہ کے قریب نہ آئے۔ (ت)  
اور بلا وجہ شرعی اپنی کسی رنجش دنیوی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے۔

لقولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسلجہ  
اللہ ان ینکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا۔

اللہ تعالیٰ کافرمان ہے؛ اور کون اس سے بڑھ کر ظالم  
ہو سکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے  
روکے اور ان کی بربادی میں کوشاں ہو۔ (ت)

اور مسجد جبکہ برنیت خالصہ بنائی جائے تو پہلی مسجد کے کسی قدر قریب ہو کچھ عرج نہیں۔  
لما فی الاشباہ والدران لاهل المحلۃ  
جعلوا المسجد الواحد مسجداً۔

اشباہ اور در میں ہے کہ اہل محلہ کے لئے جائز ہے  
کہ ایک مسجد کو دو مساجد بنا لیں۔ (ت)

مگر جمعہ قائم کرنے کے لئے ضرور ہے کہ امام جمعہ وہ ہو جسے بادشاہ اسلام نے امام جمعہ مقرر کیا یا وہ جسے اُس نے اپنا  
نائب کیا اور یہ نہ ہو تو وہ جسے اہل اسلام جمع ہو کر امام جمعہ مقرر و معین کریں، ہر شخص جمعہ وعیدین کی امامت نہیں کر سکتا

۱/ ۹۴ لہ در مختار آغراب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی

۲/ ۱۷ مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ باب فیم اکل ثوم الخ مطبوعہ دار الکتاب بیروت

۳ القرآن ۱۱۳/۲

۴ الاشباہ والنظار القول فی احکام المسجد مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۶۳۵

۵ در مختار قبیل باب الوتر والنوافل مطبع مجتہبائی دہلی ۱/ ۹۴

کمانصو اعلیٰہ فی معتمدات المذہب (جیسا کہ اس پر معتدات مذہب نے تصریح کی ہے۔ ت) اس طرح کا امام اگر اس دوسری مسجد کو طیسر ہوگا تو اس میں بھی جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۱ از شہر پور بندر ملک کا ٹھیا واڑ محلہ ڈیڈ روڈ مسئلہ کھتری عمر ابو بکر صاحب

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں،

(۱) صحن مسجد داخل مسجد ہے یا خارج مسجد ہے؟

(۲) اذان ثانی جمعہ جو صحن مسجد میں پڑھی جائے تو داخل مسجد قرار پائے گی یا نہ؟

(۳) کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحن مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم؟

(۴) جنازہ مسجد میں یا صحن مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

صحن مسجد جزو مسجد ہے کمانص علیہ فی الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے، پٹے ہوئے درجے کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے، نہ دالان میں اجازت ہے نہ صحن میں۔ مسجد و صحن مسجد میں جنازے کے لئے اجازت نہیں ہو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت)۔ صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۲ از پہلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب، صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ فصیل حوض خارج مسجد ہے۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

حوض قدیم کی فصیل فنا ہے مسجد ہے، نہ عین مسجد، ورنہ اس پر وضو ناجائز ہوتا، اور فنا ہے مسجد میں

اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۲۳ از تریپول سولول ڈاک خانہ ہرول ضلع در بھنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدال حکیم صاحب

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک جگہ بستی میں بستی کے سارے مسلمان مل کر کے مسجد بنوایا لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے،

جس کے نام سے زمین ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسجد ہماری ہے ہم جس کو حکم دیں گے وہ نماز پڑھے گا اور ہم جس کو حکم دیں گے وہ امامت کرے گا۔ وہ جسے روک دیتا ہے اس مسجد میں اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور اس

مسجد کو کیا کہا جائے گا؟

## الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان المسجد لله مساجد خاص اللہ کی ہیں۔ ان میں کسی کا کوئی دعویٰ نہ زمین والے کو نہ عملے والوں کا، اور بلاوجہ شرعی کسی سنی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ومن اظلم صمن منع مسجد اللہ ان ینذکر اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا۔ اُن میں اللہ کا نام لیا جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

مگر اُس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا نہ وہ جسے منع کیا اُسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہو جائیگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴ از شہر رانچی قصاب محلہ مسئلہ شیخ ولی محمد سوداگر چرسہ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد و باہمی جو تقلید کو بدعت کہے، ائمہ مجتہدین پر طعن کرے، ختم نبوت اور کرامات اولیا کا قائل نہ ہو، جناب ولی الاولیاء غوث الاعظم پر طعن کرے، العقاد مجلس میلاد اور یارسول اللہ کہنے کو بدعت کہے، آمین بالجہر و رفع الیدین کرے وغیرہ وغیرہ، ایسے شخص کی اقتداء اور اس کی موالست و مکالمت صوم و صلوة جائز ہے یا نہیں؟ ایسے عقیدہ والوں کو واسطے دفع فتنہ و فساد کے جو موجب اسکا خلاف عقیدت باہمی سے مسجد میں نہ آنے دینا جائز ہے یا نہیں؟ بحسب فرمان شرع شریف بحوالہ کتب ارشاد ہو۔

## الجواب

ایسا شخص کافر و مرتد ہے، اُس کے مرتد ہونے کے لئے صرف انکارِ خاتمیت ہی کافی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اور لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔ تہتمہ الفتاویٰ اور اشباہ والنظائر میں ہے: ان لم یعرف ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخر الانبیاء فلیس بمسلم لانه من الضروریات کہ

اگر کوئی شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے ہے۔ (ت)

لہ القرآن ۱۱۳/۲

لہ القرآن ۱۸/۷۲

لہ القرآن ۲۰/۳۳

مطبوعہ ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۹۶

کتاب السیر والردہ

لہ الاشباہ والنظائر

تقلید کو بدعت کہنا، ائمہ مجتہدین پر طعن کرنا اور بے تقلید امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رفع یدین اور جہر سے آئین کہنا خباثات و علامات غیر مقلدی ہیں اور کرامات اولیاء سے انکار اور حضور سید الاولیاء پر طعن گمراہی و بد نصیبی، اور مجلس میلاد پاک اور یارسول اللہ کہنے کو بدعت کہنا شعار و ہابیت ہے اور وہابی لوگ وغیر مقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے جس کی تفصیل الکوکبة الشہابیة اور سل السیوف الہندیة اور حسام الحرمین سے روشن۔  
شخص مذکور کے پیچھے نماز باطل محض ہے، اور اس سے مجالست و موائست حرام۔

قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔  
وقال اللہ تعالیٰ ولا ترکوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔  
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھبکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

دفع فتنہ و فساد بقدر قدرت فرض ہے، اور مفسدوں مؤذیوں کو بشرط استطاعت مسجد سے روکا جائے گا۔  
عمدة القاری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے پھر در مختار میں ہے: ویمنع منہ کل موز و لوبلسانہ (اور ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے روکا جائے گا اگرچہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۵ از دیرم گام ضلع احمد آباد گجرات جامع مسجد مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب ۱۳ رجب ۱۳۲۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیرم گام گجرات میں جو عید گاہ ہے اُس پر چند لوگ جن کا چار پانچ نفر سے زیادہ عدد نہیں خود بخود بلا اجازت بانی مسجد و بلا اجازت مسلمانان شہر ایسے قابض و متصرف ہو گئے ہیں کہ گویا وہ مالک ہی ہیں، چنانچہ علی الاعلان اس امر کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ اس مسجد میں سوائے ہمارے دوسرے کا حق نہیں جس کو ہم چاہیں گے امام بنائیں گے، اور امام جو بناتے ہیں تو ایسا کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تمام مسلمانان شہر اور اہل علم حضرات کراہت کرتے ہیں اور یہ کراہت شرعی ہوئی نہ مخالفت ذاتی پر قابضین کی قلیل جماعت کے عقائد کی یہ کیفیت ہے کہ نکاح ثانی کو حرام قطعی سمجھتے ہیں، اور مسجد پر تصرفات میں سے یہ بھی ہے کہ اہل شہر کے ساتھ نماز پڑھنے میں مزاحمت کرتے ہیں آیا اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسری عید گاہ قرار دے کر اہل شہر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

۱۱ القرآن ۶/۶۸

۱۲ القرآن ۱۱/۱۱۳

۱۳ در مختار آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ

مطبوعہ مطبع مجتہبانی دہلی

۱۴/۹۲

## الجواب

اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے، اور ان لوگوں کو مزاحمت کا کوئی حق نہیں، اگر وہ مانع آئیں گے سخت ظالم ہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا  
اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے  
خوابہا۔ اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔ (ت)

اور ایسا امام کہ وہ مقرر کریں معتبر نہ ہوگا، امام وہی مانا جائے گا جسے عام مسلمانان شہر حسب شرائط شرعیہ مقرر کریں گے، اس کے سوا وہ امام جسے وہ پانچ چھ برخلاف اہل شہر مقرر کریں نماز عید باطل محض ہوگی، اہل شہر اگر کسی وجہ سے اس عید گاہ میں نماز نہ پڑھ سکیں دوسری جگہ پڑھیں اگرچہ کسی میدان میں کہ عید گاہ میں عمارت کی حاجت نہیں، اور اگر دوسری عید گاہ ہی تعمیر کرنی مناسب ہو تو انھیں اس کا بھی اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ از مراد آباد مدرسہ مولوی عبدالباری، صفر ۳۸ ۱۳۸۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام بعد فراغت نماز جمعہ کے مقتدیوں کو اپنے پیچھے قطعاً نماز نہ پڑھنے دے اور خود اذکار وغیرہ سے مشغول رہے اور مصلیٰ سے لے کر مسجد کے دروازے تک سیدھ میں کوئی نمازی نماز نہ پڑھنے پائے بلکہ اگر کسی نے نیت بھی باندھ لی تو وہ نیت جبراً توڑا دے اس لئے کہ اس کے نکلنے میں حرج ہوگا کیونکہ اس کی عادت ہے بعد فراغت جمعہ بہت دیر کے بعد وہ اپنے حجرہ میں جاتا ہے، تو اتنی دیر تک کوئی مصلیٰ اس کے محاذ اور عقب میں نماز نہ پڑھے، اگر کسی ناواقف نے ایسا کر بھی لیا تو اس پر نہایت تشدد کرتا ہے، یہ کہاں تک روا ہے؟

## الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے: وان المسجد للہ مسجداً خالصاً للہ کے لئے ہیں، ان میں کسی کا ذاتی دعویٰ نہیں پہنچتا۔ اور فرماتا ہے: ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الہی لئے جانے سے روکے، یہ سب ظلم شدید ہے اور بندھی ہوئی

۱۔ القرآن ۲ / ۱۱۳

۲۔ القرآن ۴۲ / ۱۸

۳۔ القرآن ۲ / ۱۱۳



نیت تڑواوینا شد ظلم، ولا تبطلوا اعمالکم (اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ ۱۱۲۷** از شہر کہنہ محلہ بھار پورہ مستولہ عبدالرحمان بیگ صاحب ۵ صفر ۱۳۳۹ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جو قدیمی تعمیر کردہ اہلسنت وجماعت کی ہے اور زمانہ  
 قدیم سے آج تک مسجد مذکورہ پر قبضہ بھی اہلسنت والجماعت کا، ایسی مسجد میں شیعہ وسنی ہر دو فریق کا باہم نماز  
 پڑھنا اور اذان واقامت بھی ہر دو فریق کی ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

### الجواب

اہل سنت کی مسجد میں روافض کا کوئی حق نہیں، اہل سنت کی معتد کتابوں خلاصہ وفتح القدر و علمگیری و  
 تنویر الابصار و در مختار میں تصریح ہے کہ روافض کافر ہیں اور کافر کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔ عبارت یہ ہے :  
 الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما والعیاذ باللہ تعالیٰ، فہو کافر۔ واللہ  
 تعالیٰ اعلم  
 رافضی جب شیخین کریمن کو کالی دے یا ان پر لعنت  
 کرے (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تو وہ کافر ہوگا (ت)

**مسئلہ ۱۱۲۸** از ملک بنگالہ قصبہ گوری پور ضلع مہمن سنگھ مرسلہ میاں عبدالجلیل ۸ ذی القعدہ ۱۳۱۱ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بڑا فتنان و مفسد ہے، جماعت المسلمین بوجہ  
 اس کے افراق ہو گیا ہے، لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور وہ مفسد امام اس قوم باغین کا ہے اور یہ  
 بغاوت دینی نہیں بلکہ محض نفسانیت ہے اس صورت میں اس مسجد کہنہ کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟  
 بینوا توجروا۔

### الجواب

مسجد کہنہ ان کے جانے اور نماز پڑھنے پڑھانے سے مسجد ضرار نہیں ہو سکتی کہ مسجد ضرار وہ مسجد ہے جو ابتداءً  
 افساد فی الدین و تفریق بین المؤمنین کے لئے بنائی گئی ہو۔

قال تعالیٰ "والذین اتخذوا مسجدا ضرارا  
 وکفرا و تفریقاً بین المؤمنین" الی قولہ  
 تعالیٰ "امن استس بنیانه علی شفا  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی  
 نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب، اور مسلمانوں میں  
 تفرقہ ڈالنے کو" (اللہ تعالیٰ کے اس قول تک)

یا وہ جس نے اپنی نیوچنی ایک گراؤ گڑھے کے کنارے۔۔۔ الایۃ (ت)

تعمیر شدہ مسجد میں مفسدین کا جانا خواہ ان کا قبضہ و تسلط ہو جانا اُسے مسجد ضرار نہیں کر سکتا، جیسے واقعہ حرہ میں لشکریان یزید یا حادثہ نجد میں متبعان نجدی بلید کا مساجد طیبہ حرین محترمین میں مفسدانہ دخل، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲۹ھ ازگولہ باری ضلع مالوہ انگریز آباد ڈاک خانہ بھولاہاٹ مرسلہ شیخ غریب اللہ صاحب ۴ رجب ۱۳۱۴ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں مسلمانان ہم قوم ہم مذہب قریب دو اڑھائی سو گھر کے رہتے ہیں اور ایک مسجد پختہ عرصہ دس بارہ برس سے کہ بنوائی ہوئی انھیں مسلمانان کی ہے اور ایک ل ایک راتے ہو کر اسی مسجد میں نماز پنجگانہ جمیع مسلمانان باشندہ بستی مذکورہ ادا کرتے ہیں اتفاق وقت کہ بعد چند سال کے دو مسلمان رئیس میں جو رہنے والے اسی بستی کے ہیں جھگڑا تو تکرار دنیاوی دربارہ زمین خواہ کسی امر دنیاوی کے پرا ہوا اور ہنوز ہے یا نہیں ہے کہ منجملہ دو کے ایک نے بلا سبب اپنے زور نفسانی و ضد میں آکر چالیس پچاس گھر مسلمانوں کو شامل اپنے لے کر اُس مسجد مذکورہ سے روگرداں ہوا اور ہو کر ایک مسجد گیا ہی جسے پھوس کہتے ہیں اپنے مکان کے قریب تعمیر کر اگر نماز پنجگانہ مع ہمراہیان خود ادا کرتا ہے تو کیا رہتے ہوئے مسجد پختہ کے کہ مسجد ہذا سے مسجد گیاہ اندازی دو سو قدم پر واقع ہے اور اُن دونوں کے راستہ درمیان کسی طرح کا خوف جان و مال کا نہیں ہے، نماز پنجگوتی مسجد گیاہ میں ادا ہو سکتی ہے کہ نہیں، اس کے جواز و لا جواز سے جہاں تک تعجیل فرما کر نماز فرمایا جائے گا عین نوازش و اکرام ہے، اور ان دونوں رئیسوں کا بلکہ سائر مسلمانان کا فیصلہ ہے مگر آنکہ اُن لوگوں نے جتنے روز تک اُس مسجد گیاہ میں جان بوجھ کر نماز پڑھی تو اُن سبحوں کی نماز ہوئی یا نہیں، اور بصورت نکلنے حکم جواز آتنا صدقنا و بصورت نکلنے ناجواز اُن مسلمانوں روگردانوں پر از روئے شرع شریف کے کیا لازم آسکتا ہے اور اُن لوگوں کو جماعت میں پھوٹ ڈالنے والا کہہ سکتے ہیں یا نہیں، اور جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے پر کیا حکم مطابق شرع کے جاری کیا جائے گا اور وہ لوگ کیا کہے جاسکتے ہیں، آگاہ فرمایا جائے۔ بینوا تو جروا۔

### الجواب

جتنی نمازیں اُن لوگوں نے اس نئی مسجد میں پڑھیں اُن کی صحت اور اُن سے ادائے فرض میں تو اصلاً شبہہ نہیں اگرچہ یہ مسجد انھوں نے کسی نیت سے بنائی ہو،

لقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
جعلت لي الارض مسجدا وطهورا فإيما رجل  
من امتي ادركته الصلوة فليصل لي

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری  
خاطر ساری زمین مسجد اور پاک کر دی گئی ہے، میرا  
امت جہاں نماز کا وقت پائے وہاں ہی ادا کر لے۔

ہاں یہ کہ وہ مسجد شرعاً مسجد ہوئی یا نہیں اور اس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں، اور یہ لوگ جماعت  
میں پھوٹ ڈالنے والے ہوتے یا نہیں۔ یہ امور ان لوگوں کی نیت پر موقوف ہیں، اگر یہ مسجد انھوں نے بغرض نماز  
خالص اللہ عزوجل ہی کے لئے بنائی اگرچہ اس پر باعث باہمی رنجش ہوئی کہ بسبب رنج ایک جگہ جمع ہونا مناسب  
نہ جانا اور نماز بے مسجد ادا کرنی نہ چاہی، لہذا یہ مسجد بہ نیت بجا آوری نماز ہی بنائی تو اس کے مسجد ہونے اور اس میں  
نماز جائز و ثواب ہونے میں کوئی شبہ نہیں لانہ وقف صدر عن اہلہ فی محلہ علی وجہہ (کیونکہ یہ وقف  
ہے اہل وقف سے محل وقف میں طریق وقف کے بمطابق وقف ہوئی ہے۔ ت) اور اس نیت کی حالت  
میں یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے کہ ان کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے نہ دوسروں  
کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا، یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اہل محلہ کو جائز ہے کہ بغرض نماز ایک مسجد کی دو  
مسجداں کر لیں۔ درمختار میں ہے:

لاهل المحلة جعل المسجدين واحد او  
عكسه لصلوة لا لدرس او ذكر

اہل محلہ دو مساجد کو ایک یا اس کا عکس کر سکتے ہیں مگر  
نماز کے لئے، درس یا ذکر کے لئے ایسا نہیں کر سکتے۔

اشباہ میں ہے:

لاهل المحلة جعل المسجد الواحد مسجدين  
والاولى ان يكون لكل طائفة مؤذن

اہل محلہ ایک مسجد کو دو مساجد بنا سکتے ہیں اور بہتر یہ ہے  
کہ ہر گروہ کے لئے الگ مؤذن ہو۔ (ت)

اور اگر یہ نیت نہ تھی مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ اس سے مقصود اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کا متفرق  
کر دینا تھا تو بیشک یہ مسجد نہ ہوئی نہ اس میں نماز کی اجازت بلکہ نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت، اور اس صورت  
میں یہ لوگ ضرور تفریق جماعت مومنین کے وبال میں مبتلا ہوئے کہ حرام قطعی و گناہ عظیم ہے۔

قال الله تعالى والذين اتخذوا مسجدا  
الله تعالى كافرين ہے: اور وہ لوگ جنھوں نے مسجد

۱ صحیح البخاری کتاب الصلوة باب قول النبی جعلت لی الارض مسجدا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۲

۲ درمختار آخر باب ما یفسد الصلوة الخ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۱/۹۲

۳ اشباہ والنظائر القول فی احکام المسجدا ۲/۲۳۲ ۲/۲۳۵

ضارا وكفرا وتفريقا بين المؤمنين - الآية

نقصان کا ذریعہ، کفر اور مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا۔ (ت)

مگر نیت امر باطن ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام و کبیرہ، اور ہرگز مسلمان سے متوقع نہیں کہ اس نے ایسی فاسد ملعون نیت سے مسجد بنائی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: نہ پیچھے لگ اس چیز کے جس کا تجھے علم نہیں کیونکہ سمع، بصر اور دل ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (ت)

قال الله تعالى ولا تقف ما ليس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا

تو بے ثبوت کافی شرعی ہرگز اس بُری نیت کا گمان کرنا جائز نہیں بلکہ اُسی پہلی نیت پر محمول کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اس میں نماز کو جائز و ثواب اور اس کی آبادی کو بھی ضرور سمجھیں گے۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا

## الجواب

**اقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری المتحقیق (اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کے ذریعے تحقیق تک وصول ہوتا ہے۔ ت) تحقیق یہ ہے کہ علمائے کرام المسئلوں میں مسجد صغیر و کبیر میں فرماتے ہیں: ایک مسئلہ صحت اقتدا و اتصال صفوف کہ مسجد بقعہ واحدہ ہے اس میں امام و مقتدی کا فصل مانع صحت اقتدا نہیں اگرچہ امام محراب میں اور مقتدی یا صف قریب باب ہو مگر مسجد کبیر میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام و صف میں اتنا فاصلہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکتیں تو اقتدا صحیح نہ ہوگی۔ دوسرے مسئلہ اٹم مرور پیش مصلیٰ کہ مسجد میں دیوار قبضہ تک جائز نہیں جب تک بیچ میں حائل نہ ہو، ہاں مسجد کبیر مثل صحرا ہے کہ مصلیٰ جب خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ نگاہ موضع سجد پر چلنے رہے تو اس حالت میں جہاں تک اس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں جانی جائے اس سے کچھ آگے بڑھتی ہے وہاں تک گزرنا ممنوع و ناجائز ہے اس سے آگے روا، ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد حبسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے، باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو سو گز ہوں،

لہ القرآن ۹ / ۱۰۷

لہ القرآن ۱۷ / ۳۶

اما ما وقع في القهستانیة عند ذکر المسجد الصغیر، هو اقل من ستین ذراعا، و قيل من اربعین وهو المختار، كما اشار اليه في الجواهر و في الطحاوی قوله او بسجد کبیر هو ما كان اربعین ذراعا فاكثر والصغیر ما كان اقل من ذلك وهو المختار قهستانی عن الجواهر و في الشامیة بمثله بالسند المذكور فرأيتني كتبت عليه فيما علقته على ردالمحتار ما نصه اقول وبالله التوفیق يظهر لي ان هذا خطأ بل الحاصل ههنا في الصغیر والكبیر ما تقدم في الكتاب (اعني ردالمحتار عن الامداد) في مسألة الفصل المانع عن الاقتداء انه لا يمنع الا في مسجد کبیر جدا كمسجد القدس وذلك لانهم علو كراهة المرور بين يديه في المسجد الصغیر الى جدار القبلة بان المسجد بقعة واحدة كما في شرح الوقایة و في شرحنا هذا وقد ذکر محشینا في تقریرہ مسألة الفصل المانع فقال بخلاف المسجد الکبیر فانه جعل فيه مانعا ثم فانظر ای کبیر ذلك ما هو الا الکبیر جدا

قہستانیہ میں مسجد صغیر کے تذکرہ میں جو ہے کہ وہ ساٹھ گز سے کم ہوتی ہے بعض کے نزدیک چالیس گز، یہی مختار ہے۔ اسی کی طرف جو اہر میں اشارہ ہے طحاوی میں ہے کہ اس کا قول "یا مسجد کبیر جو چالیس گز یا اس سے زائد ہو اور صغیر وہ ہے جو اس سے چھوٹی ہو، یہی مختار ہے" قہستانی عن الجواہر اور شامیہ میں سند مذکور کے ساتھ اسی طرح ہے، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ردالمحتار کے حاشیہ میں لکھا 'اقول (میں کہتا ہوں) اللہ کی توفیق سے مجھ پر یہ واضح ہوا کہ یہ خطا و غلط ہے بلکہ صغیر و کبیر مسجد میں حاصل وہی چیز ہے جو کتاب (یعنی ردالمحتار میں امداد کے حوالے سے) اس فصل کے تحت گزرا جو اقتدا سے مانع کے بیان میں ہے اس مسجد میں مانع ہے جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً مسجد قدس، کیونکہ فقہاء نے مسجد صغیر میں قبلہ کی جانب نمازی کے آگے سے گزرنے سے منع پر جو علت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ مسجد ایک ہی ٹکڑا کی طرح ہے جیسا کہ شرح الوقایہ اور ہماری اس شرح میں ہے اور ہمارے محشی نے فاصل مانع کو بیان کرتے ہوئے کہا بخلاف مسجد کبیر کے، کیونکہ اس میں مانع بنایا گیا ہے الخ غور کرو بڑی کونسی مسجد ہے وہ وہی ہوگی جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً

۲۰۱/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	فصل ما یفسد الصلوٰۃ	لہ جامع الرموز
۲۶۸/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	باب ما یفسد الصلوٰۃ	لہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۶۳۴/۱	ایچ ایم سعید پبلی کراچی	" " "	لہ ردالمحتار

کے مسجد القدس، وما ذکر القہستانی عن الجواہر فانما کان فی الدار فی مسئلۃ الفصل لا فی المسجد کما صرت عبارة الجواہر (حیث قال العلامة المحشی) فی القہستانی : البیت کالصحراء والاصح انه کالمسجد، ولهذا يجوز الاقتداء فیہ بلا اتصال الصفوف کما فی المنیة اه ولم ینذکر حکم الدار فلیراجع، لکن ظاہر التقیید بالصحراء والمسجد الکبیر جدا ان الدار کالبیت تامل، ثم رأیت فی حاشیة المدنی عن جواہر الفتاوی ان قاضی خاں سئل عن ذلك، فقال، اختلفوا فیہ، فقد مرہ بعضهم بستین ذراعا وبعضهم قال ان کانت اربعین ذراعا فہی کبیرة والا فصغیرة، هذا هو المختار اه وحاصلہ ان الدار الکبیرة کالصحراء والصغیرة کالمسجد، و ان المختار فی تقدیر الکبیرة اربعون ذراعا۔

**اقول** وبہذا اتلتّم کلماتہم ولله الحمد۔ فان منهم من قید هذه المسئلة بالمسجد الصغیر کمتنا هذا و

مسجد قدس۔ جو کچھ قہستانی نے جو اہر سے نقل کیا ہے وہ گھر میں مسئلہ فصل کے بارے میں ہے نہ کہ مسجد کے بارے میں، جیسے کہ عبارت جو اہر سے گزرا (کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ علامہ محشی نے قہستانی میں کہا کہ گھر کھلے میدان کی طرح ہے اور اصح یہ ہے کہ بیت، مسجد کی طرح ہوتا ہے اسی لئے اس میں بلا اتصال صفوف بھی اقتداء جائز ہوتی ہے، جیسا کہ غیبیہ میں ہے اور دار کا حکم بیان نہیں کیا، چاہئے کہ غور کیا جائے، لیکن ظاہراً صحرا یا مسجد کبیر کو بہت بڑا قرار دینا آگاہ کر رہا ہے کہ دار کا حکم گھر والا ہے تامل، پھر میں نے حاشیہ مدنی میں جو اہر الفتاوی سے دیکھا کہ قاضی خاں سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس میں اختلاف ہے بعض نے ساٹھ گز کہا ہے بعض نے کہا کہ اگر چالیس گز ہو تو بڑی مسجد ورنہ چھوٹی، اور یہی مختار ہے حاصل یہ ہے کہ بڑی دار صحرا کی طرح اور چھوٹی دار مسجد کی طرح ہے اگرچہ مختار بڑی مسجد کیلئے چالیس گز ہونا ہی ہو۔

**اقول** اس سے فقہاء کی تمام عبارات میں تطبیق ہوگئی ولہذا الحمد، کیونکہ بعض نے اس مسئلہ کو مسجد صغیر کے ساتھ مقید کیا ہے جیسے کہ ہمارے

ف، اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے یہاں سے اقول تک شامی کی عبارت نقل کی ہے پھر اقول وبہذا اتلتّم سے

آخر تک اعلیٰ حضرت کا اپنا حاشیہ ہے۔ نذیر احمد

لے جد الممتار علی رد الممتار باب ما یفسد الصلوۃ الخ الجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۳۰۰/۱ و ۳۰۱۔  
رد الممتار باب الامامة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۸۵/۱

الغمر والنقاية والبحر والكافي والبرجندی  
 عن المنصورية عن الامام قاضي خاب  
 وظهير الدين المرغینانی، ومنهم  
 من اطلق كالخلاصة وجوامع الفقه كما  
 في الفتح والمراد واحد فان الصغير  
 احتراماً عن الكبير جداً، فعامة المساجد  
 في حكم الصغير فساغ الاطلاق لمن اطلق  
 بل اوضحه جدا كلام العلامة الشبلی  
 علی التبيين عن الدراية عن شيخ الاسلام  
 ان هذا الاعتبار موضع السجود اذا كان  
 في الصحراء او في الجامع الذي له حكم  
 الصحراء اما في المسجد فالحد هو المسجد اه  
 فانظر كيف اطلق المسجد وامر اديه مقابل  
 ذلك الكبير جداً، وايضاً تلتئم كلمات الذخيرة  
 فانه ذكر في الفصل الرابع من كتاب الصلوة في  
 مسألة السرور الاصح ان بقاء المسجد في ذلك  
 كله على السواء الخ - واستشهد عليه بكلام  
 محمد المطلق في المساجد، غير المختص  
 قطعاً بما دون اربعين ثم اعاد المسئلة في الفصل  
 التاسع فقال ان كان المسجد صغيراً يكره  
 في اي موضع يهر والى هذا اشار محمد في الاصل  
 فذكر ذلك الكلام لمحمد بعينه فعلم والله الحمد  
 ان المراد بالمطلق والمقيد واحد وهم  
 المساجد كلها سوى ما يمنع فيه الفصل  
 بصفتين الاقتداء ولا ينافيه اطلاق من اطلق  
 وقال انما ياتم بالمرور في موضع السجود كغير الاسلام  
 وصاحب الهداية والوقاية وغيرهم وذلك لان المشاه

اس متن غمر، نقایہ، بحر، کافی اور برجندی میں منصورہ  
 سے قاضی خاں اور ظہیر الدین مرغینانی کے حوالے  
 سے کہا اور بعض نے اس کو مطلق رکھا، مثلاً خلاصہ  
 اور جوامع الفقه، جیسا کہ فتح میں ہے، اور مراد ایک ہی ہے  
 کیونکہ صغیر ایسی کبیر سے احترام ہے جو بہت ہی بڑی ہو تو  
 اکثر مساجد صغیر کا حکم رکھتی ہیں تو جس نے مطلق رکھا اس کا  
 اطلاق جائز ہو گیا بلکہ علامہ الشبلی نے تبیین پر درایہ سے  
 شیخ الاسلام کے حوالے سے خوب واضح کیا ہے کہ موضع سجدہ  
 کا اعتبار تب ہوتا ہے جب صحرا ہو یا ایسی جامع مسجد ہو  
 جو حکم صحرا رکھتی ہو، رہا دیگر مسجد کا معاملہ تو وہاں یہ حد مسجد  
 ہی ہے اہ آپ غور کریں انہوں نے مسجد کو مطلق رکھا اور  
 اس سے مراد ایسی مسجد لی جو بہت ہی بڑی کے مقابل  
 ہو، اور کلمات ذخیرہ بھی جمع ہو گئے کیونکہ انہوں نے کتاب  
 الصلوة کی فصل رابع میں نمازی کے آگے سے گزرنے  
 کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اصح یہ ہے کہ مسجد کے  
 تمام مقامات اس میں برابر ہیں الخ اور اس پر استشہاد  
 امام محمد کے کلام سے کیا جو مساجد کے معاملہ میں مطلق  
 ہے اور چالیس گز سے کم مسجد کے ساتھ ہرگز مخصوص نہیں  
 پھر نویں فصل میں مسئلہ دہرایا اور کہا اگر مسجد چھوٹی ہو تو  
 ہر جگہ سے گزرنا مکروہ ہے، اور اسی کی طرف امام محمد نے  
 اصل میں اشارہ فرمایا اور امام محمد کی عبارت بعینہ نقل کی  
 لہ الحمد اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں مطلق اور مقید دونوں  
 سے مراد ایک ہی ہے اور تمام مساجد کا معاملہ مساوی  
 سوا ان کچھ جن میں صنفوں کا فاصلہ اقتداء کے لئے مانع  
 ہے، اور مطلق کہنے والے کا اطلاق جس نے یوں کہا ہے





مسئلہ ۱۳۲ از سیرام پور ضلع ہوگی مرسلہ محمد عبدالحکیم بڑی مرچنٹ ۲۹ ربیع الآخر شریف، ۱۳۲ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قبل سے ہے اور نماز پنجگانہ ہوا کرتی ہے اور متولی مسجد کا  
 سے منزلہ مکان مسجد کے متصل ہے بعد انتقال متولی کے لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور عذریہ ہے کہ جس مسجد کے قریب  
 کوئی اونچی عمارت ہو اس مسجد میں نماز نہیں جانتے ہے، لہذا لوگوں نے دوسری مسجد متصل پہلی مسجد کے پندرہ قدم کے  
 فاصلہ میں بناتے ہیں اور منع کرنے سے نہیں مانتے حالانکہ اس مسجد کے بنانے سے سابق مسجد کے ویران ہونے کا  
 احتمال ہے لہذا حکم خدا و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے؟

### الجواب

یہ محض جاہلانہ باطل خیال ہے، شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں، کعبہ معظمہ کے گرد مکہ مکرمہ میں بہت بلند بلند  
 کئی کئی منزل کے مکان ہیں کہ بظاہر کعبہ معظمہ سے بہت اونچے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ نہ کوئی مکان کعبہ معظمہ سے اونچا  
 ہو سکتا ہے نہ کسی مسجد کے کعبہ و مسجد ان ظاہری دیواروں کا نام نہیں بلکہ اتنی جگہ کے محاذی ساتوں آسمان تک سب  
 مسجد ہے اس سے اونچا کیا اس کے کروڑوں حصے برابر کوئی مکان بلند نہیں ہو سکتا اگرچہ سو منزلہ ہو، درمختار میں ہے:  
 انه مسجد الی عنان السماء (یہ آسمان تک مسجد ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:  
 وكذا الی تحت الثری كما فی البیری عن اور اسی طرح تحت الثری تک، جیسا کہ بیری میں اسبجانی  
 الاسبجانی

اس یہودہ خیال کی بنا پر دوسری مسجد پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر بنانا جس سے پہلی مسجد کی جماعت کو  
 نقصان پہنچے خود ہی ممنوع تھا، ایک تو وہ خیال باطل دوسرے جماعت میں تفریق کہ مسجد ضرار کے اعراض فاسدہ  
 سے ایک غرض ہے، قال تعالیٰ و تفریقاً بین المؤمنین (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور مسلمانوں میں تفریقہ  
 ڈالنے کو۔ ت) یہاں کہ اس سے مقصود مسجد اول کا باطل و معطل کر دینا ہے یہ سخت حرام اشد ظلم ہے۔  
 قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون، جو  
 اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا۔ اللہ کی مساجد سے اس کے نام کے ذکر کو روکتا ہے  
 اور انھیں خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۳/۱

مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی

باب ما یفسد الصلوٰۃ

لے درمختار

۶۵۶/۱

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

مطلب فی احکام المسجد

لے ردالمختار

لے القرآن ۱۱۴/۲

لے القرآن ۱۰۷/۹

مسئلہ ۱۳۲ از موضع براء ڈاک خانہ سراج ضلع ڈھا کہ ملک بنگال مرسلہ مولوی خواجہ شمس الدین محمد نسری  
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطراف ضلع فرید پور موضع کھونڈا میں قدیم سے ایک مسجد ہے جس میں اہل محلہ بچکانہ و نماز جمعہ پڑھتے چلے آئے ہیں ان دنوں دنیاوی کسی لین دین کے جھگڑے میں بعض مصلیٰ وغیر مصلیٰ اس مسجد قدیم کے مقابل چارپانچ سو ہاتھ کے فاصلہ میں محض ضد و مخالفت سے دوسری ایک مسجد بنائی ہے اور اس مسجد قدیم کے باقی مصلیٰ صاحبوں کو یہاں سے بھگا کر لے جانے کی پوری کوشش کر رہا ہے تاکہ یہ مسجد ویران ہو جائے اور یہاں پڑھنے والے لوگ اچھی طرح سے ضبط ہو جائیں، مسجد قدیم میں امام صاحب و متولی صاحب و دیگر مصلیٰ صاحبان کبھی کسی کو پڑھنے سے مانع مزاحم نہ ہوا اور نہ اس لین دین کے جھگڑے میں شامل ہے تاہم چند قدیمی مصلیٰ صاحبوں کو بوجہ عداوت و مخالفت یہاں سے بھگا لے گیا ہے۔ پس اس صورت میں مسجد جدید میں نماز جائز ہوگی یا حکم میں مسجد ضرار کے ہوگا؟ اگر شرعاً مسجد ضرار قرار پائے بوجہ مخالفت و عداوت و تفریق جماعت، تو اس مسجد کو کیا کرنا ہوگا؟ اگر شرعاً مسجد جدید مسجد ضرار ثابت ہو جائے تو جن مولوی صاحبان نے جدید مسجد میں نماز عدم جواز و مسجد ضرار فرمایا تھا ان مالموں کو کالی دینے و بُرا کہنے و عداوت رکھنے، حقیر جاننے والے پر شرعاً کیا حکم ہے؟

### الجواب

اگر واقع میں ایسا ہی ہے کہ یہ لوگ یہ مسجد اللہ کے لئے نہیں بناتے محض ضد اور نفسانیت اور مسجد قدیم کی جماعت متفرق کرنے کے لئے بناتے ہیں تو ضرور وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور اس حالت میں ان لوگوں کو جو اسے مسجد ضرار کہتے ہیں بُرا کہنا اور کالی دینا سخت حرام اور موجب عذاب شدید ہے اور اگر واقعی کسی جھگڑے کے سبب وہ مسجد قدیم میں نہیں آسکتے اور وہاں نماز پڑھنے میں صحیح اندیشہ اپنی آبرو وغیرہ کا رکھتے ہیں اس مجبوری سے اس میں آنا نزک کر کے اور اپنی جماعت کے لئے دوسری مسجد لوجہ اللہ بناتے ہیں تو وہ ہرگز مسجد ضرار نہیں ہو سکتی، جو اسے فرار کہتے ہیں بُرا کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ از موضع سیسی تحصیل وڈاک خانہ کچھا ضلع ننئی تال مرسلہ عبدالرحمن پدھان ۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے گاؤں کی مسجد پرانی خام تھی، وہ شکستہ بھی ہے، دوسرے آبادی کم ہو جانے سے ایک کنارے پر آبادی کے ہو گئی ہے جو بہت بے موقع ہے، اس لئے مسجد اندر آبادی جدید تعمیر کرانے کی خواہش ہے، اس واسطے مطابق حکم شرع شریف دوسری جگہ میں مسجد جدید تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو کس طرح؟ خلاصہ حکم سے آگاہی بخشئے۔

## الجواب

مسجد بیچ آبادی میں تعمیر کریں ثواب عظیم پائیں گے، اور اُس پہلی مسجد کا بھی آباد رکھنا فرض ہے اُس کنارے والے

پانچوں وقت اُس میں نماز پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳ از شہر محلہ گڑھیہ موصولہ از شیخ ولایت حسین  
تاریخ ۱۱۳

ایک مسجد متصل کتب خانہ دو منزلہ پر واقع تھی دیوار زینہ مسجد پر اہل ہنود سے بچی ملکیت تنازعہ ہو کر کل مکانات مع جائے تنازعہ کے اہل اسلام صاحبان بریلی نے بچی مسجد و زیارت مع ایک قطعہ دیگر اراضی ہنود سے خرید لیا، مسجد نہایت چھوٹی ہونے کے سبب توسیع اُس کی ہونا تجویز کیا گیا، انجمن اسلامیہ بریلی نے تمام تعمیر وغیرہ کا انتظام اپنے ذمہ یعنی سپردگی میں لیا اور توسیع مسجد مذکورہ قطعہ اراضی دیگر میں تجویز کر کے کام تعمیر شروع کیا، مسجد کہنہ کو چھوڑ کر متصل اُس کے دوسری مسجد جدید تعمیر کی اور مسجد کہنہ کو ایسا منہدم کیا کہ نشان تک اُس کا باقی نہ رہا اور جائے مسجد کہنہ کو دیگر مکانات میں بغرض حصول زر شامل کر لیا جاتا ہے، سوالات ذیل برائے جواب پیش ہیں:

- (۱) بجائے توسیع مسجد کہنہ کے دوسری جگہ جدید مسجد تعمیر ہونا کیا مسجد اول کا حکم بموجب شرع شریف رکھے گی؟
- (۲) جگہ مسجد کہنہ منہدم کو دیگر تعمیر دنیوی میں شامل کر کے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں؟
- (۳) جن اہل اسلام صاحبان سے یہ فعل مذکورہ بالا ظہور میں آیا، حکماً یا عملاً مشیر، اُن کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟
- (۴) بقیہ اہل اسلام کو فاعل مذکورہ بالا سے کیا عمل درآمد کرنا چاہئے؟

## الجواب

جبکہ اس مسجد جدید کو بھی مسلمانوں نے مسجد کر لیا یہ بھی مسجد ہو گئی، مسجد اول کی اور اس کی دونوں کی حفاظت و آبادی فرض ہے، مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیر دنیوی نہیں تعمیر دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے، جنھوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیت کریمہ کے تحت میں ہیں:

ومن اظلم ممن منع مسلج اللہ ان یدکر  
فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اولیک ما کان  
لہم ان یدخلواھا الا خائفین ہ لہم فی  
الدنیا خزی ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم لہ

اُن سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکیں اور اُن کی ویرانی میں کوشاں ہوں انھیں تو مسجدوں میں قدم رکھنا روانہ تھا مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

فرض فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بھی بدستور مسجد رکھیں، اور اگر اُس کی دکانیں کر لی گئی ہوں فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً اُن دکانوں کو منہدم کر کے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ عذابِ عظیم کے مستحق ہوں گے، جو نہ مانیں اور قرآنِ عظیم کی مخالفت پراڑے رہیں مسلمانوں کو اُن سے اجتناب لازم ہے، اُن کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال الله تعالى واما ينسبك الشيطان فلا  
تقعد بعد الذكري مع القوم الظالمين ليه  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر کبھی شیطان بھلا دے تو  
یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد ویران کر کے اُس کا دکانیں کر لے وہ لوگ اگر مخالفتِ خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کر کے مسجد منہدم کو پھر مسجد کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۸۸ھ از چھاوٹی پنچہ توپ خانہ میں نزد مسجد حافظ محمد عبدالرؤف خاں پیش امام مسجد

مسجد بنانا فرض ہے یا واجب یا مستحب؟ اور بڑا ہے وہ پیسہ جو خرچ ہوگا رے پتھر میں، اس واسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں چند آدمی حاضر ہوئے، عرض کیا، یا امام! ہم ایک مسجد بنواتے ہیں کچھ آپ تبرکاً عنایت فرمائیے کہ برکت ہو۔ امام صاحب نے پہلے چہرہ سائیلین کی طرف سے پتھر کر خراب مٹنہ بنایا اور ایک درہم نکال کر دے دیا، دوسرے روز وہ شخص آئے اور وہ درہم واپس دے کر کہنے لگے کہ حضرت! لیجئے یہ درہم کھوٹا ہے اس کو بازار قبول نہیں کرتا۔ امام صاحب نے وہ درہم لے کر رکھ لیا اور فرمایا خوش ہو کر کہ: خراب ہے وہ پیسہ جو گارے پتھر میں خرچ ہو دے۔

## الجواب

یہ شیطانی خیال ہیں، اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حکایت نقل کی وہ محض کذب، دروغ اور شیطانی گھڑت ہے۔ ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلہ میں ایک مسجد بنانے کا حکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء  
المساجد فی الدور وان تنظف لہ  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر محلہ  
میں مسجدیں بنوائی جائیں اور یہ کہ وہ سُٹھری رکھی جائیں۔  
بنائے مسجد میں جو مال صرف ہوتا ہے وہ گارے پتھر میں صرف نہیں ہوتا بلکہ رضائے رب اکبر میں۔ اللہ عز و جل

لہ القرآن ۶/۶۸

سنن ابوداؤد باب اتخاذ المساجد فی الدور  
سنن ابن ماجہ باب تطہیر المساجد و تطیبہا  
مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور  
ایچ ایم سعید پبلی کراچی  
ص ۶۶  
ص ۵۵

فرماتا ہے ،

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ۱۱۱ محلوں میں مسجدیں بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

من بنی لله مسجداً بنی اللہ له بیتاً فی الجنة ۱۱۱ جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت  
نہاد فی روایۃ من درو یاقوت ۱۱۱ میں موتیوں اور یاقوت کا گھر بنائے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱۱۱۱۱ از قطب پور ڈاکخانہ پیر گنج ضلع رنگ پور مسؤلہ رحمت اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ  
چہ می فرماید علمائے دین کہ ایک مسجد قدیم از مال حلال تیار کیا گیا تھا اور وقف بھی کیا گیا اس وقت ایک سود خور  
کے سود کا مال اور حلال مال دونوں مخلوط ہو گئے ، دونوں میں تمیز نہیں ہو سکتی کہ کون حرام کون حلال ہے ، مسجد قدیم  
کو تعمیر کیا یعنی گھر کو ٹین دیا اور صحن مسجد کو اینٹ سے پختہ کیا اور مصلیوں کے وضو کے واسطے کنواں بنوا دیا ۔ اب عرض یہ ہے  
کہ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

### الجواب

صورت مذکورہ میں اس مسجد میں نماز پڑھنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ اس کا آباد رکھنا فرض ہے اور سود کی  
مخلوط آدمی سے ٹین اور فرش اور کنواں بنانے میں مسجد میں کوئی عرج نہیں آتا بلکہ اس فرش پر نماز جائز اور اس  
کنویں سے پینا اور وضو کرنا حلال ۔ امام محمد فرماتے ہیں : بہ ناخذ مالہ لنعرف شیئاً حراماً بعینہ ( اسی پر ہمارا  
عمل ہے جب تک ہم کسی شے کو حرام نہ جان لیں ۔ ت ) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱۱۱۱۱ از کیس اسٹریٹ صاحب بگانی مسؤلہ حکیم سید محمد اسماعیل صاحب ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۴ھ  
حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، حضور کو  
ایک امر کی تکلیف دی جاتی ہے اور چونکہ یہ خدا کا کام ہے اور حضور ہم لوگوں کے آقا ہیں ، حضور سے دریافت کرنا

۱۱۱ القرآن ۳۶/۲۴

۱۱۱ الصحیح للمسلم کتاب المساجد مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۶۰۱/۱

کتاب الزہد ۴/۲

مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب بنار المساجد مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۴/۲

۱۱۱ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ ظہیریۃ الباب الثانی عشر فی الہدایا والاضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۲/۵

میرا فرض منصبی ہے، ایک مسجد بنانے کی خواہش صرف حضور سے اجازت اس امر کی یعنی ہے، یہاں اکثر پرانی اینٹ ملتی ہے اور وہ اینٹ پاک عمدہ ملتی ہے تو اس اینٹ سے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ حضور کی جیسی رائے عالی ہو اس سے بہت جلد بواپسی ڈاک مطلع فرمائیں، خداوند کریم حضور کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

### الجواب

جناب سید صاحب مکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ا فقیر جبلپور آیا ہوا ہے، آپ کا عنایت نامہ بریلی سے یہاں آیا، ایسے سوالوں کا خیال ادب والے دلوں میں پیدا ہوتا ہے، مولیٰ تعالیٰ توفیق و برکات زائد دے، اینٹ اگرچہ پرانی استعمال شدہ ہے مگر جبکہ پاک ہے مسجد میں لگا سکتے ہیں جیسے زمین مسجد کہ اصل مسجد وہی ہے، پہلے کوئی مکان معبد کفار ہو اور اسے توڑ کر مسجد کیا جاتا ہے، مسجد اقدس مدینہ طیبہ کی زمین میں مشرکین کا قبرستان تھا ان کی قبریں گھدوا کر ان کی ہڈیوں وغیرہ کی نجاستوں سے صاف فرما کر حضور التور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اسے مسجد فرمایا۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ہلدوانی ضلع نئی تال مرسلہ حافظ اسرار الحق صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مکان پختہ وقف کر دیا، تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مکان گورنمنٹ نے اٹھا دیا، اس مکان کے بدلے دوسری جگہ زمین دے دی، جو زمین مکان کے عوض میں ملی تھی وہ چند شخص جمع ہو کر کے مبلغ پچاس روپے کو فروخت کر دی گئی، آیا زمین کا بیع کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

### الجواب

وہ زمین اگر مسلمانوں نے مسجد کر دی تو اسے بیچنا جائز نہیں، اور اگر ہنوز ابھی مسجد نہ کی تھی اور وہ مناسب نہیں اسے بیچ کر دوسری مناسب جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں تو حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ مرسلہ حاجی شرف الدین عمریاں متولی جامع مسجد ۱۱۴۳ھ

۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) اس قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ میں ایک عید گاہ قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے، اس کے نزدیک ریل کا احاطہ ہے، اب ریلوے کمپنی والے اس ریل کے احاطے کو بڑھانے کی غرض سے عید گاہ کو گرا کر اور جا پر بنا دینا چاہتے ہیں، آیا یہ شرع شریف میں درست ہے یا نہیں؟ اگر مسلمان ڈبھوئی اس عید گاہ کو نہ دیں تو ریاست کی جانب سے جبراً گرا دینے کا اندیشہ ہے اس حالت میں کیا کیا جائے؟
- (۲) ریاست بڑودہ تعلقہ سنگھیر موضع ماکنی کے قریب جنگل میں ایک مسجد قدیم شاہی زمانے کی بنی ہوئی اس

وقت مساجد حالت میں ہے، اس مسجد میں چند قیمتی پتھر، محرابیں، کھجے وغیرہ جو نقشی کام کئے ہوئے ہیں زمین پر گرے ہوئے ہیں، اس موضع کے ہنود وغیرہ جن کی حالت اچھی ہے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اس موضع کے مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس مسجد کو پھر تعمیر کر سکیں، لہذا ان پتھروں کو لے جا کر کسی اور قصبہ کی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر مسلمان ان پتھروں کو نہ لے جائیں گے تو ہنود لوگوں کا ان پتھروں کو اٹھا کر لے جانے کا اندیشہ ہے۔

## الجواب

(۱) محض اندیشہ کا لحاظ نہیں، واقعی جبر ہو تو اس کے عوض دوسری زمین لے کر چھوڑ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) صورت مستفسرہ واقعی ہے تو مسلمان ان پتھروں کو دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں کما بینہ فی رد المحتار (جیسا کہ اسے رد المحتار میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بمبئی بمضی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوائے معتکف اور مسافر کے مقیم یا اہل شہر کو مطلقاً مسجد میں سونا حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اگر بیرونی یا شہری بنیت اس کے کہ نماز صبح باجماعت ملے یا تہجد بھی نصیب ہو کیونکہ اگر گھر میں رہ کر نماز صبح باجماعت یا نماز تہجد نہیں ملتی ہے مسجد میں سوئے تو یہ سونا حرام ہے یا مکروہ یا تحریمی یا تنزیہی، اور نیز مسجد میں کھانا یا پینا سوائے معتکف اور مسافر کے شرعاً حرام ہے یا مباح؟ بظاہر ابن ماجہ کی کتاب الاطعمہ کی روایت سے اباحت معلوم ہوتی ہے؛

عن عبد اللہ بن حارث بن جزء قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخبز و لحم وهو فی المسجد فاکل واکلنا معہ ثم حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں روٹی اور گوشت لایا گیا، اس وقت

ف: — سائل نے ابن ماجہ کے حوالہ سے جو حدیث ذکر کی ہے وہ دراصل دو حدیثوں کا مجموعہ ہے، اصل عبارتیں یوں ہیں؛

(۱) ص ۲۲۵: کنا ناکل علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد الخبز واللحم۔  
 (۲) ص ۲۲۶: اکلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعاماً فی المسجد قد شوی فمسحنا یدینا بالحصباء ثم قمنا نصلی ولم نتوضأ۔ ابواب الاطعمہ میں دونوں حدیثیں انہی الفاظ کے ساتھ ملی ہیں۔  
 نذر احمد

قام فصلی و صلیتا معہ و لم نزد علی ان  
 مسخنا یدینا یا بحصبا ینے بینوا توجروا۔  
 آپ مسجد میں تشریف فرماتے، آپ نے اسے تناول  
 فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ گوشت روٹی کھائی،  
 پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، اور ہم نے سوائے اس کے کچھ نہ کیا کہ اپنے  
 ہاتھ پتھروں کے ساتھ صاف کئے۔ (ت) بینوا توجروا

### الجواب

مسجد میں معتکف کو سونا تو بالاتفاق بلا کر اہت جائز ہے اور اس کے غیر کے لئے ہمارے علماء کے تین<sup>۳</sup>  
 قول ہیں:

اول یہ کہ مطلقاً صرف خلاف اولیٰ ہے،

صححة فی الہندیة عن خزانة الفتاوی  
 ومشی علیہ فی جامع الاسبیجانی کما  
 نقلہ ابن کمال باشا والکافی فی معراج  
 الدرایة والیہ یمیل کلام الدر فی  
 الاعتکاف قلت وفیہ حدیث ابن عمر  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دوم مسافر کو جائز ہے اس کے غیر کو منع،

وبہ جزم فی الاشباہ وعلیہ مشی فی الدر  
 قبیل باب الوتر۔

سوم معتکف کے سوا کسی کو جائز نہیں،

وبہ جزم فی السراجیة و فی جامع الفتاوی  
 و منیة المفتی و غمر العیون و متن الوقایة  
 و غیرها من المعتمدات۔

اور یہ کراہت کراہت تحریم ہے۔

لقوله ینع منه و انما المنع عن المکره

اس کی ہندیہ میں خزائنہ الفتاویٰ کے حوالے سے تصحیح  
 کی ہے اور جامع الاسبیجانی نے اسی کو اختیار کیا،  
 جیسا کہ اسے ابن کمال باشا نے نقل کیا۔ اور کافی نے  
 معراج الدرایہ میں، اعتکاف میں در کلام بھی اسی  
 طرف مائل ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں حضرت  
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ (ت)

اسی پر اشباہ میں جزم ہے، در میں باب الوتر سے  
 تھوڑا پہلے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ت)

سراجیہ، جامع الفتاویٰ، منیة المفتی، غمر العیون،  
 متن الوقایہ اور دیگر معتمد کتب میں اسی پر جزم  
 کیا گیا ہے۔ (ت)

کیونکہ اس کا قول ہے، اس سے منع کیا گیا ہے اور



تحریراً واما کراهة التنزیه فتجامع  
الاباحة کما فی رد المحتار وغیره۔

منع مکروه تحریمی سے ہوتا ہے، کراہت تنزیہی تو  
اباحت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے جیسا کہ رد المحتار

وغیرہ میں ہے۔ (ت)

**اقول تحقیق امر یہ ہے کہ مرخص و حاضر جب جمع ہوں حاضر کو ترجیح ہوگی اور احکام تبدیل زمان سے**  
تبدیل ہوتے ہیں **ومن لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل** (جو شخص اپنے زمانے کے لوگوں کے  
احوال سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے۔ ت) اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ  
کلیہ عطا فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم :

من سمع رجلا ینشد ضیالة فی المسجد  
فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد  
لم تبین لہذا۔ رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت  
کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس سے کہے  
اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے  
نہیں بنیں۔ اسے مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنه سے روایت کیا۔ (ت)

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے :

اذا سألتم من یتباع فی المسجد فقولوا  
لا یریح اللہ تجار تک یلے رواہ الترمذی  
وصححہ والحاکم عنہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنه۔

جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو  
کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے۔ اسے  
ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا اور حاکم نے  
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے، کھانے پینے کو نہیں بنیں تو غیر معتکف کو ان میں ان افعال کی اجازت نہیں اور  
بلاشبہہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و ہیبت سے عاری، مسجدیں  
چوپال ہو جاتیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی وکل ما ادى الی محظور محظور (ہر وہ شئی جو ممنوع تک  
پہنچائے ممنوع ہو جاتی ہے۔ ت) جو بخیاں تہجد یا جماعت صبح مسجد میں سونا چاہے تو اسے کیا مشکل ہے

لے صحیح مسلم باب النہی عن نشد الضیالة فی المسجد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۱۰/۱  
لے جامع الترمذی ابواب البیوع باب النہی عن البیوع فی المسجد // امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۵۸/۱

کہ اعتکاف کی نیت کر لے کچھ حرج نہیں کچھ تکلیف نہیں، ایک عبادت بڑھتی ہے، اور سونا بالاتفاق جائز ہوا جاتا ہے،  
غنیۃ المفتی پھر غزالیوں اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر ردالمحتار میں ہے :

وإذا اراد ذلك ينبغي ان ينوي الاعتكاف  
فیدخل فی ذکر اللہ تعالیٰ بقدر ما نوى  
او یصلی ثم یفعل ما شاء. واللہ تعالیٰ اعلم

جب ارادہ کرے کھانے پینے کا، تو اعتکاف کی نیت  
کرے، پھر مسجد میں داخل ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ  
کا ذکر نیت کے مطابق کرے یا نماز پڑھے، پھر  
وہاں جو چاہے کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسجد میں ایسا اکل و شرب جس سے اس کی تلویث ہو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ معتکف ہو۔ ردالمحتار  
باب الاعتکاف میں ہے :

الظاهر ان مثل النوم الاکل والشرب اذا  
لم یشتغل المسجد ولم یلوثه لان تنظیفه  
واجب كما مر

ظاہر یہی ہے کہ کھانا پینا جبکہ مسجد کو ملوث نہ کرے  
اور نہ مسجد کو مشغول رہے تو یہ سونے کی طرح ہے  
کیونکہ مسجد کی نفاخت کا خیال نہایت ہی ضروری  
ہے، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے، اور جب ان دونوں باتوں سے خالی  
ہو تو معتکف کو بالاتفاق بلا کر اہت جائز ہے اور غیر معتکف میں وہی مباحث و اختلافات عائد ہوں گے  
اور ہمیں ارشاد اقدس کا وہ ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ ان المساجد لہ تین لہذا (مساجد اس خاطر نہیں  
بنائی جاتیں۔ ت) اعتکاف نفل کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار، صرف نیت کافی ہے، جتنی  
دیر بھی ٹھہرے بدیفتی (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) تو اختلاف میں پڑنے کی کیا حاجت، وماکان  
اقرب الی الادب فهو الاحب الاوجب نسأل اللہ حسن التوفیق (جو ادب کے زیادہ قریب ہو  
وہی زیادہ پسندیدہ اور واجب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق کا سوال ہے۔ ت)

رہی حدیث ابن ماجہ، وہ ایک واقعہ عین ہے اور علماء بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں کہ وقائع عین کے لئے  
عموم نہیں ہوتا، ممکن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس وقت معتکف  
ہوں اور صحابی کو یہاں مسئلہ اکل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ کہ ما مستہ النار (وہ چیز جسے آگ چھو لے۔ ت)

سے وضو نہیں، علاوہ بریں فعل و تقریر سے قول اور بیچ سے حافظ رنج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ ۱۱۴۵ از فیض آباد مسجد منو پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبد العلی ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ  
 جو لوگ عرس میں آئیں وہ مسجد ہی میں قیام کریں اور جائے نماز وغیرہ استعمال کریں، کھانا وہاں کھائیں، دُنیا  
 کی بات کریں، اشعار پڑھیں، جائز ہے؟

### الجواب

مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۴۶ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب رضوی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ  
 امام مسجد اور عوام مسلمین جن کے پاس رہنے سونے کو مکان ہیں وہ مسجد میں کسی وقت سو سکتے ہیں یا نہیں؟  
 نیز ایسے مسلمان مسافر جو آج کل شہروں میں آیا جایا کرتے ہیں اور چندے لے کر گزارہ کرتے ہیں انھیں مسجدوں میں رکھنا  
 اور وہ وہاں پر بطور گھروں کے رہیں، سوتیں، کھائیں سہیں، جائز ہے؟

### الجواب

صحیح و معتد بہ ہے کہ مسجد میں کھانا پینا، سونا سوا معتکف کے کسی کو جائز نہیں۔ مسافر یا حضری اگر چاہتا ہے  
 تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے، اور اُس کے لئے نہ روزہ شرط نہ کوئی مدت مقرر ہے۔ اعتکافِ نفل ایک ساعت  
 کا ہو سکتا ہے۔ مسجد کو گھر بنانا کسی کے لئے جائز نہیں، وہ لوگ بھی بنیتِ اعتکاف رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ ۱۱۴۷ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئلہ حافظ الیس محبوب ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجد خاص میں یا صحن میں اگر وہیات لغویات اور گالی گلوچ ایک دوسرا  
 آپس میں جمع خاص و عام کے روبرو کرے تو اُن لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بیٹھا تو جروا

### الجواب

ایسے لوگ گنہ گار ہیں اور شرعاً مستحقِ تعزیر، مگر تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے، اتنا کریں کہ انھیں  
 مسجد سے باہر کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴۸ از شہر عقب کو توالی مسئلہ مولوی بدیع الزماں صاحب بنگالی ۲۷ شوال ۱۳۳۸ھ  
 مسجد کا ایک امام جو شب و روز مسجد کے حجرہ میں رہتا ہے اور عملیاتِ تعویذ گنڈا وغیرہ آیاتِ قرآنی سے  
 کرتا ہے اُس کو بصورتِ قیام مسجد ایسا روزگار کرنا اور اس سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

عوضِ مالی پر تعویذ دینا بیع ہے اور مسجد میں بیع و شرا نا جائز ہے، اور حجرہ فناء مسجد ہے اور

فنائے مسجد کے لئے حکم مسجد، علمگیر یہ ہیں ہے،

ایک آدمی مسجد جامع میں تعویذ بیچتا ہے، اس تعویذ میں تورات، انجیل اور قرآن لکھتا ہے اور اس پر رقم لیتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ اس کا ہدیہ مجھے دے تو یہ جائز نہیں۔ الکبریٰ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

يبيع التعويد في المسجد الجامع ويكتب في التعويد التوراة والانجيل والفرقان وياخذ عليها المال ويقول ادفع الى الهدية لا يحل له ذلك كذا في الكبرى۔  
اسی میں ہے :

مسجد کے منظم کے لئے جائز نہیں کہ وہ مسجد یا فنائے مسجد میں دکانیں یا رہائش گاہ بنائے کیونکہ جب مسجد دکان یا رہائش گاہ بن جائے تو اس کا احترام برقرار نہیں رہتا، اور یہ جائز نہیں۔ فنا مسجد کے تابع ہے لہذا اس کا حکم مسجد والا ہی ہوتا ہے۔ محیط سرخسی میں یونہی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

قيم المسجد لا يجوز له ان يبنى حوانيت في حد المسجد أو في فناءه لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسكنا تسقط حرمة وهذا لا يجوز والفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد كذا في محيط السرخسي۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۹ حکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

ایک شخص کچھری میں ملازم ہے فرصت کے وقت دن و رات میں مسجد میں قیام کر کے سوتا ہے اور کھانا وغیرہ کھاتا ہے بہت عرصہ سے، اب منع کرنے پر جواب دیا کہ میں نیت اعتکاف کر لیتا ہوں کوئی حرج میرے قیام اور کھانے سونے میں نہیں ہے۔

### الجواب

اگر واقعی وہ ہر بار نیت اعتکاف کرتا اور کچھ دیر ذکر الہی کر کے کھاتا سوتا ہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۵۱۵ از بریلی ۴ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم یا اور کوئی شخص مسجد میں سوئے اور مسند تکبہ مسجد میں اندر مسجد کے لگائے اور کھانا مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ کھائے اور گالدان مسجد میں رکھے اور گھوڑے کی زین اور اسباب وغیرہ مسجد میں رکھے یہ سب شرع سے درست ہے یا نہیں؟ بیٹواتوجروا

۱۵ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۱/۵  
۱۶ کتاب الوقف الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد " " " " " " ۴۶۲/۲

## الجواب

مسجد میں سونا کھانا بجالتِ اعتکاف جائز ہے، اگر ایک جماعت معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں، بہر حال یہ لازم ہے کہ کوئی چیز، شور یا یا شیر وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے، اور سوائے حالتِ اعتکاف مسجد میں سونا یا کھانا دونوں مکروہ ہیں خاص کر ایک جماعت کے ساتھ کہ مکروہ فعل کا اور لوگوں کو بھی اس میں متکلب بنانا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

يَكْرَهُ النَّوْمُ وَالْأَكْلُ فِيهِ لِغَيْرِ الْمُعْتَكِفِ  
مسجد میں سونا اور کھانا غیر معتکف کے لئے مکروہ ہے (ت)

مسند لگانا اگر براہِ تکبر ہے تو یہ خارج مسجد بھی حرام ہے۔

قال تعالى اليس في جهنم مثوى للمتكبرين  
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ متکبرین کا۔ (ت)

اور اگر براہِ تکبر نہیں کسی دوسرے نے اس کے لئے رکھ دی یہ اس کی خاطر سے بدیں لحاظ کہ امیر المؤمنین مولیٰ علیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

لا يابى الكرامة الا حماراً  
عزت و احترام کا انکار کوئی گدھا ہی کر سکتا ہے (ت)

ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہئے کہ ادبِ مسجد کے خلاف ہے، ہاں ضعف یا درد کے سبب مجبور ہو تو معذور ہے، اگال دان اگر پیک کے لئے رکھا ہے تو غیر معتکف کو مسجد میں پان کھانا خود مکروہ ہے اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے اس غرض کے لئے رکھا تو عرج نہیں، اور گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلا ضرورت شرعیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہئے، مسجد کو گھر کے مشابہ بھی کرنا نہ چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المساجد لم تبين لهذا (مساجد ان چیزوں کی خاطر نہیں بنائی جاتی۔ ت) خصوصاً اگر چیزیں رکھے جن سے نماز کی جگہ کے تو سخت ناجائز و گناہ ہے۔

قال الله تعالى ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کے گھروں میں اللہ کا نام لینے سے روکے۔ (ت)

۱۵ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۱/۵  
۱۶ القرآن ۴۰/۳۹

۱۷ کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ حدیث ۲۵۴۹۲ مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۵۵/۹  
۱۸ صحیح مسلم کتاب المساجد باب النهی عن نشد الضالۃ فی المسجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۱۰/۱  
۱۹ القرآن ۱۱۴/۲

بایں ہمہ یہ بھی یاد رکھنا فرض ہے کہ حقیقتاً عالم دین ہادی خلقِ سستی صحیح العقیدہ ہو عوام کو اُس پر اعتراض کے افعال میں نکتہ چینی اس کی عیب بینی حرام حرام اور باعثِ سخت محرومی اور بد نصیبی ہے، اول تو لاکھوں مسائل و احکام فرقِ نیت سے تبدیل ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہا الاعمال بالنیات وانما لكل امرئ ما نوى۔ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

علمِ نیت ایک عظیم و اسع علم ہے جسے علمائے ماہرین ہی جانتے ہیں، عوام بیچارے فرق پر مطلع نہ ہو کر ان کے افعال کو اپنی حرکات پر قیاس کرتے اور حکم لگا دیتے اور کارِ پا کاں را قیاس از خود مگیر کے مورد بنتے ہیں، اسی مسئلہ میں دیکھئے شرعاً اعتکاف کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ کسی قدر مدت کی خصوصیت، ولہذا مستحب ہے کہ آدمی جب مسجد میں جائے اعتکاف کی نیت کر لے، جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب بھی پائے گا۔ علمائے اعتکاف ہی کی نیت سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور اب اُن کو سونا، کھانا، پیک کے لئے اُگالداں رکھنا روا ہوگا، اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو جاہل کو سستی عالم پر اعتراض نہیں پہنچتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں عالم بے عمل کی مثال شمع سے دی ہے کہ آپ جلے اور تمہیں روشنی و نفع پہنچائے، اجماع وہ جو اُس کے جلنے کے باعث اُسے بچھا دینا چاہے اس سے یہ خود ہی اندھیرے میں رہ جائے گا، علماء کو چاہئے کہ اگرچہ خود نیت صحیحہ رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے اُن کا خیال پریشان ہونہ کریں کہ اس سے دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں اُن کا معترض ہونا غیبت کی بلا میں پڑنا عالم کے فیض سے محروم رہنا اور جو معتقد ہیں اُن کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا عالم فرقہ ملائیم سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اُس کا فائدہ ہو مسندِ ہدایت پر ہے، عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں اُن کا نفع ہے، حدیث میں ہے:

ما اس العقل بعد الايمان بالله التودد الى الناس له

ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑی عقلمندی لوگوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔ (ت)

دوسری حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا۔ (محبت پھیلاؤ

۲/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب کیف کان بدء الوحی الخ	صحیح البخاری
۲۵۵/۶	مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت	فصل طلاقۃ الوجه وحسن البشر الخ حدیث ۸۰۶۱	شعب الایمان
۱۶/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب العلم	صحیح البخاری
۸۲/۲	نور مجاہد مطابع کراچی	باب تا میر الامار علی البعث الخ	صحیح مسلم

نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) اچاناً ایسے افعال کی حاجت تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتا دو۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از آلہ آباد مسجد صدر مدرسہ حافظ عبد الحمید صاحب فچپوری ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ  
اگر کوئی مسجد میں باواز بلند درود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں  
بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے لوگ بھول جاتے ہیں خیال بہک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر تلاوت کرنے والے  
کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا، اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت  
کرنا جائز ہے؟ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین؟

### الجواب

بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور  
کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
میں ہے،

جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ  
اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دے بند کرے اور اس کی  
طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے، اور اگر اس  
کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا جانے، اور یہ  
سب میں کمتر درجہ ایمان کا ہے۔ (ت)

من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم  
يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و  
ذلك اضعف الايمان به

اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کے لئے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت  
کرنے والے پر اس صورت میں دوہرا وبال ہے، ایک تو وہی خلل اندازی نماز وغیرہ کہ ذکر جہر میں تھا، دوسرے  
قرآن عظیم کو بے حرمتی کے لئے پیش کرنا۔ ردالمحتار میں ہے،

فتح میں خلاصہ سے ہے ایک آدمی فقہ لکھ رہا ہے  
اور اس کے پاس دوسرا شخص قرآن کی تلاوت  
کر رہا ہے جبکہ قرآن کا سننا ممکن نہیں تو اب گناہ  
تلاوت کرنے والے پر ہے۔ اسی طرح اگر اونچی

في الفتح عن الخلاصة رجل يكتب الفقه  
وبجنبه رجل يقرأ القرآن فلا  
يمكن استماع القرآن فلاثم  
على القارى وعلى هذا الوقراً على

۱۵ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۱

جگہ پڑھتا ہے حالانکہ لوگ سوئے ہوئے تھے تو پڑھنے والا گنہ گار ہو گا اس لئے کہ یہ شخص ان کے قرآن سننے سے اعراض کا سبب بنا یا اس وجہ سے کہ ان کی نیند میں خلل واقع ہو گا۔ (ت)

السطح والناس نيام ياتم اءاى لانه يكون سبباً لاعراضهم عن استماعه او لانه يؤذيهم بايقاظهم له

اُسی میں غنیمت سے ہے :

تلاوت کرنے والے پر یہ احترام لازم ہے کہ وہ بازار میں اور ایسے مقامات پر نہ پڑھے جہاں لوگ مشغول ہوں، اگر وہ ایسے مقام پر پڑھتا ہے تو وہ قرآن کا احترام ختم کرنے والا ہے لہذا دفع حرج کے پیش نظر یہ پڑھنے والا گنہ گار ہو گا، مشغول ہونے والے لوگ گنہ گار نہ ہونگے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

يجب على القارى احترامه بان لا يقرأ في الاسواق ومواضع الاشتغال فاذا قرأ فيها كانت هو المضيع لحرمة فيكون الاثم عليه دون اهل الاشتغال دفعا للحرج به واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک یا کئی لوگ باواز بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہئے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

### الجواب

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے، مسجد میں جب اکیلا تھا اور باواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کے لئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۳ از ریاست نانپارہ ضلع بہرائچ محلہ توپ خانہ مرسلہ منشی حامد علی خاں صاحب

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید اگر مسافر نہ طور پر کسی مقام پر وارد ہوا اور وہاں اس کا کوئی ایسا شخص شناسا نہ ہو کہ جس کے

۱ / ۴۰۳ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر فصل فی القراءۃ لے رد المحتار لے



مکان میں قیام کر سکے اور بسبب پابندی نماز جماعت و وضو وغیرہ کسی مسجد میں ٹھہر جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اس کا سلف سے ثبوت ہے یا نہیں اور جو شخص زید کو بصورت مذکورہ جبراً مسجد سے نکالے اور کہے کہ یہ مسجد خالد کی ملک ہے اور میں چونکہ ملازم خالد ہوں لہذا مجھے حکم خالد ہے کہ بے اذن ہمارے کسی کو ہماری مسجد میں نہ رہنے دو اور اس پر بوسہ پیکار ہو تو زید کا اخراج عن مسجد بصورت فتنہ و فساد جائز ہے یا نہیں اور مسجد کی ملک کی نسبت خالد کی جانب جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد مذکورہ میں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی مسجد پر مسجد ضرار کی تعریف صادق ہے یا نہیں؟

### الجواب

ایسے مسافر کو مسجد میں ٹھہرنا بیشک جائز ہے، خود مسجد اقدس میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں حکم انور سے اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قیام پذیر تھے مسجد سے بالجبر اس کا اخراج ظلم ہے والظلم ظلمات یوم القیامة (ظلم قیامت کے روز تاریکیاں ہوگا۔ ت) ہاں نظر بحالات زمانہ بعض مساجد میں اجنبی غیر معروف کا قیام نامناسب و وجہ اندیشہ ہوتا ہے جیسے صد ہا سال سے مسجد مدینہ طیبہ کے دروازے بعد عشا بند کر دیتے ہیں اور سوا خدام کے سب لوگ باہر کر دئے جاتے ہیں، اگر واقعی ایسی صورت تھی تو بزعمی کہنا چاہئے تھا اور مسجد کو خالد کی ملک کہنا ظلم ہے، اللہ عز و جل فرماتا ہے: وان المسلم جسد لله مسجدیں خالص اللہ کے لئے ہیں۔ بہر حال اس مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں، نہ وہ مسجد ضرار ہو سکتی ہے، یہ جہل محض ہے۔ پھر اگر یہ مسجد اموال وغیرہ سے محل احتیاط مذکور نہیں یا زید مشتبہ نہیں تو اسے جبراً نکال دینے والے پر لازم ہے کہ اس سے معافی چاہے کہ مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا بہت سخت ہے۔

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی  
جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت  
دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے بلاشبہ  
فقد اذی اللہ لہ (الحديث)

اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ (الحديث۔ ت)

زید کو چاہئے کہ اگر مسجد میں قیام کرے سونے اور کھانے سے کچھ پہلے اعتکاف کی نیت کر کے کچھ ذکر الہی کر کے کھائے سوئے کہ مسجد میں کھانا سونا معتکف کو بلا خلاف جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹/۶	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	الجامع الصغير مع فیض القدير بحوالہ طبرانی اوسط
۱۰/۱۶	مؤسستہ الرسالہ بیروت	کنز العمال حدیث ۴۳۷۰۳
۱۷۹/۲	دارالکتاب بیروت	مجمع الزوائد باب فہمین تغلی رقاب الناس یوم الجمعة دارالکتاب بیروت

مسئلہ از شہر کولہ مستولہ منیر الدین صاحب

۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔ بینوا تو جدوا

الجواب

مٹی کے تیل میں سخت بدبو ہے اور مسجد میں بدبو کا لے جانا کسی طرح جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جس شخص نے اس بدبو دار پودے کو کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ ملائکہ کو بھی ہر اس شے سے تکلیف ہوتی ہے جس سے انسانوں کو ہوتی ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایا کیا۔

من اکل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فان الملكة تتأذى مما يتأذى منه الانس۔ مرواہ الشیخان عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر علامہ سیّد شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں:

ویدلحق بمانص علیہ فی الحدیث کل مالہ مرائحة کریہة ما کولہ او غیرہ۔

حدیث کے مطابق ہر اس شے کا یہی حکم ہے جس کی بو اچھی نہ ہو خواہ وہ شے کھائی جاتی ہو یا نہ۔ (ت)

ہاں مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جن کو لونڈر کہتے ہیں ملانے سے اس کی بدبو جاتی رہتی ہے اس صورت میں جائز ہو جائے گا بشرطیکہ اس لونڈر میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شے نہ ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے، درمختار میں ہے:

کرہ تحریما داخل نجاسة فیہ فلا یجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں نجاست داخل کرنا مکروہ تحریمی ہے، لہذا ناپاک تیل کے ساتھ وہاں چراغ جلانا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۰۹/۱	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	باب من اکل ثوما الخ	صحیح مسلم کتاب المساجد
۱۱۸/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب ما جاز فی الثوم الخ	صحیح البخاری کتاب الاذان
۲۸۹/۱	مصطفیٰ البابی مصر	باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا	رد المحتار
۹۳/۱	مطبع مجتہدانی دہلی	باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا	رد المحتار

مسئلہ ۱۵۵ از شہر ربی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی رحیم بخش بنگالی ۶ صفر ۱۳۳۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں روغن مٹی کا جلانا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جبکہ اُس کی بُو بالکل دُور کر دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۶ از دانا پور محلہ سگوندہ مسئلہ محمد حنیف خاں ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جس میں تین دروازے لگے ہیں، صبح کی نماز میں بوجہ سردی کے تینوں در بند کر کے اور چراغ جلا کر لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں اور نماز صبح اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں، ایک شخص کہتا ہے کہ چراغ جلا کر نماز پڑھنا چاہئے منع ہے مگر کوئی ثبوت اس کا نہیں دیتا ہے اس لئے دریافت طلب ہے کہ ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں؟ اور کہاں تک اس کا کہنا صحیح ہے؟ مہربانی فرما کر جواب معہ حوالہ کتب فقہ شریف عنایت ہو۔

### الجواب

وقت حاجت چراغ جلا کر نماز پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں،

وفیہ حدیث تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
وايقادة القنادیل فی المسجد الشریف و  
استحسانہ من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم و حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما  
مرأی المسجدین ہو قال نور اللہ قبر عمر  
کہا نور مساجدنا۔

اس بارے میں حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
مروی حدیث ہے، مسجد نبوی میں قندیلوں کا جلانا اور  
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انھیں پسند کرنا ثابت ہے  
اور وہ حدیث جس میں منقول ہے کہ جب حضرت علی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں مساجد کو روشن دیکھا تو  
کہا، اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو اسی طرح  
روشن کرے جیسے انھوں نے مساجد کو روشن کیا۔ (د)

مگر نماز کے وقت مسجد کے کواڑ بند کرنا ضرور ممنوع و بدعت سیئہ ہے۔ درمختار میں ہے،

کسوة غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ  
به یفتی اھ اقول هذا فی غیر وقت الصلوة  
مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے البتہ اس صورت میں  
جائز ہے جب مسجد کا سامان چوری ہونے کا اندیشہ ہو،

۱۔ تاریخ الخلفاء فصل فی اولیات عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ مطبع مجتہدائی دہلی ص ۹۷  
۲۔ درمختار باب ما یفسد الصلوة وما یرکھ فیہا مطبوعہ مطبع مجتہدائی دہلی ص ۹۳/۱

لَقَوْلِ الشَّامِيِّ اِلَّا فِي اَوْقَاتِ الصَّلَاةِ فَكَيْفَ عِنْدَ  
نَفْسِ قِيَامِ الصَّلَاةِ هَذَا مَرْدُودٌ بِاجْتِمَاعِ  
اهْلِ الصَّلَاةِ -  
فتویٰ بھی اسی پر ہے اور میں کہتا ہوں یہ وقتِ نماز کے  
علاوہ میں ہے، کیونکہ شامی نے کہا مگر اوقاتِ  
نماز میں دروازہ بند کرنا مکروہ ہے، تو نماز کی جماعت

ہو رہی ہو تو اس وقت منع کیوں نہ ہوگا! اور اس کے مردود ہونے پر تمام اہل نماز کا اجماع ہے۔ (ت)  
اُس وقت چسراغ روشن کرنا بھی اگر اسی کو اڑ بند کرنے کی بنا پر ہو اگر بند نہ کریں چسراغ کی حاجت نہ ہو تو یہ چسراغ بھی  
بے حاجت کہ وہ حاجت بروجہ باطل ہے اور اگر اتنے اندھیرے سے پڑھتے ہیں کہ کھلے کواڑوں میں بھی حاجتِ چسراغ ہو  
تو یہ خلافِ افضل ہے، مذہبِ حنفی میں نماز فجر جس قدر وقت روشن کر کے پڑھی جائے زیادہ اجر ہے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۵ شہر بریلی محلہ گھیر جعفر خاں محمود علی خاں ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اندرون مسجد مرزائی یعنی ٹین کے دالان کے دروں میں بغرض  
زیبائش مسجد گلے درختاں پھول وغیرہ لٹکائے جانے کے لئے تیار کئے گئے ہیں جن میں کہ کھاد وغیرہ پاک مٹی کی دی گئی  
ہے۔ اب چند حضرات کو اعتراض ہے کہ نئی بات مسجد میں نہیں ہونا چاہئے۔ از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟  
الجواب

اگر نماز میں نگاہ کے سامنے ہوں تو مکروہ ہیں اور زیادہ بلند ہوں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۱۸ از منصور پور متصل ڈاک خانہ شیش گڑھ تحصیل بہیری ضلع بریلی مسئلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں، مسجد میں اکثر کاپیاں عربی کی و نقوشات وغیرہ  
چار جانب دیواروں پر مسجد کی نصب کئے جاتے ہیں منجملہ ان کے منبر کے قریب دیوار پر عربی و مناجات ایسے موقع  
پر نصب یعنی چسپاں کئے جاتے ہیں کہ بروقت پڑھنے کے امام کے پس پشت یا اس سے کسی قدر اونچے یعنی قریب  
پس گردن عربی مناجات ہوتے ہیں، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسی چیزوں کا دیوارِ قبلہ میں نصب کرنا نہ چاہئے جس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے اور اتنی نیچی ہونا کہ خطبہ  
میں امام کی پشت اس کی طرف ہو، یہ اور بھی نامناسب ہے۔ ہاں اگر اس سے بلند رہے تو یہ حرج اس میں  
نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از علی گڑھ کالج مستولہ حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) پروفیسر  
دینیات، خلیفہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۳۳۲ھ

مسجد میں طلائی نقش و نگار جائز ہے یا نہیں؟ کیا نمازیوں کے پیش نظر گل بوٹے چمکتے دکتے منحل صلوة نہیں؟  
کیا اس طرح کی زیبائش مسجد کی من جہت معبد ہونے کے شایان شان نہیں؟ محض مختصر جواب اس کا تحریر فرما کر  
فقیر کو ممنون فرمائیں، یہاں مسئلہ درپیش ہے کالج کی مسجد منقش و مطلقاً کی جا رہی ہے۔ فقط

### الجواب

مساجد میں زینت ظاہری زمانہ سلف صالحین میں فضول و ناپسند تھی کہ ان کے قلوب تعظیم شعائر اللہ  
سے مملو تھے و لہذا حدیث میں مباہاتہ فی المساجد کو اشراط ساعت سے شمار فرمایا، اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

لتزخرقنہا کما زخرقت الیہود والنصارى لے تم مساجد کو اسی طرح مزین کرو گے جس طرح یہود  
و نصاریٰ نے مزین کیں۔ (ت)

تبدیل زمان سے علماء نے تزیین مساجد کی اجازت فرمائی کہ اب تعظیم ظاہر مورت عظمت فی العیون و وقعت فی  
القلوب ہوتی ہے فکان کتحلیۃ المصحف فیہ من تعظیمہ (یہ ایسے ہی ہے جیسے تعظیم کی خاطر قرآن حکیم کو  
طلا کی صورت میں لکھا جائے۔ ت) مگر اب بھی دیوار قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شان غلات قلوب سے بچانے کا حکم  
ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ دیوار یمین و شمال بھی مہیبات سے خالی رہے کہ اس کے پاس جو مصلیٰ ہو اس کی نظر کو پریشان  
نہ کرے، ہاں گنبدوں، میناروں، سقف اور دیواروں کی وہ سطح کہ مصلیوں کے پس پشت رہے گی ان میں مضائقہ  
نہیں اگرچہ سونے کے پانی سے نقش و نگار ہوں بشرطیکہ اپنے مال حلال سے ہوں، مسجد کا مال اس میں صرف نہ کیا جائے،  
مگر جبکہ اصل بانی مسجد نے نقش و نگار کئے ہوں یا واقع نے اس کی اجازت دی ہو یا مال مسجد فاضل بچا ہو،  
اور اگر صرف نہ کیا جائے تو ظالموں کے خورد برد میں جائے گا پھر جہاں جہاں نقش و نگار اپنے مال سے کر سکتا ہے  
اس میں بھی وقائق نقوش سے تکلف مکروہ ہے سادگی و میانہ روی کا پہلو ملحوظ رہے۔ امام ابن المنیر شرح جامع صحیح  
میں فرماتے ہیں:

استنبط منہ کراہۃ تزخرفۃ المساجد اس سے مساجد کا مزین کرنا مکروہ ثابت ہوتا ہے  
لاشتغال قلب المصلیٰ بذلك اولصرف المال کیونکہ اس میں نمازی کے دل کا مشغول یا مال کا

فی غیر وجهہ نعم اذا وقع ذلك على سبيل  
تعظیم الساجد ولم يقع الصوف عليه  
من بیت المال فلا باس به ولو اوصی  
بتشیید مسجد و تحمیرہ و تصفیرہ و  
نفذت وصیتہ لانه قد حدث للناس  
فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث  
الناس مؤمنهم و کافرهم تشیید بیوتهم و  
تزیینها و لو بنینا مساجدنا باللین و جعلنا  
متظامنة بین الدور الشاهقة و ربما کانت  
لاهل الذمة لکانت مستهانة لیه

در مختار میں ہے :

ولا باس بنقشه خلا محرابه) فانه یکره  
لانه یلہی المصلی ، و یکره التکلف  
بد قائق النقوش و نحوها ، خصوصاً فی  
جدار القبلة، قال الحلبي و فی حفر  
المجتبی و قيل یکره فی المحراب دون  
السقف و المؤخرانتهی و ظاهراً ان  
المراد بالمحراب جدار القبلة فلیحفظ،  
(بجص و ماء ذہب) لو (بماله) الحلال  
(لا من مال الوقف) فانه حرام (و ضمن  
متولیہ لو فعل) النقش او البیاض الا  
اذا خيف طمع الظلمة فلا باس به، کافی ،  
و الا اذا کانت لاحکام البناء او الواقف

غلط طور پر استعمال لازم آتا ہے ، ہاں جب یہ تزیین  
مساجد کی تعظیم کی خاطر ہو اور بیت المال سے نہ ہو تو  
اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کسی شخص نے مسجد کو نچتہ کرنے  
اور اسے سُرخ و سفید کرنے کی وصیت کی تو اس کی  
وصیت نافذ ہوگی کیونکہ لوگوں میں فتویٰ اُن کے حال  
کے مطابق ہوتا ہے اب لوگ خواہ مومن ہیں یا کافر  
ہر کوئی اپنے گھر کو مزین کر رہا ہے اب اگر ہم اپنی  
مساجد کو کچی اینٹوں سے بنائیں گے اور انھیں بلند  
عمارات کے درمیان چھوٹا بنائیں تو ان کی توہین ہوگی  
جبکہ یہ مکانات اہل الذمہ کے بھی ہو سکتے ہیں (ت)

(مسجد کو محراب کے علاوہ منقش کرنے میں کوئی حرج  
نہیں) کیونکہ محراب کا نقش و نگار نمازی کو مشغول  
کر دیتا ہے ، البتہ بہت زیادہ نقش و نگار کے لئے  
تکلف کرنا خصوصاً دیوارِ قبلہ میں مکروہ ہے۔ حلبي  
اور مجتبیٰ کے باب النظر میں ہے کہ محراب کا منقش  
کرنا مکروہ ہے چھٹ پھلی دیوار کا منقش کرنا مکروہ نہیں  
اور ظاہر یہی ہے کہ محراب سے مراد دیوارِ قبلہ ہے ،  
پس اسے محفوظ کر لو (چونے اور سونے کے پانی سے)  
اگر (اپنے مال) حلال سے ہو (مال وقف سے  
نہیں) کیونکہ وہ حرام ہے (متولی نے اگر کیا تو وہ  
ضامن ہوگا) نقش یا سفیدی البتہ جب ظالموں سے مال وقف  
ہو تو کوئی حرج نہیں، کافی ، اور اس صورت میں

جب یہ بنا کی پختگی کے لئے یا واقف نے خود ایسے کیا ہو کیونکہ فقہاء نے فرمایا کہ وقف کی مرمت حسبِ سابق کرنا ہے۔ اس کی تفصیل بحر میں ہے۔ (ت)

فعل مثله لقولهم انه يعمر الوقف كما كان وتامه في البحر

ردالمحتار میں بحر سے ہے :

یہاں انہوں نے داخل مسجد مراد لیا ہے جو واضح کر رہا ہے کہ باہر مسجد کی تزیین مکروہ ہے اس میں نے اس پر جو لکھا وہ یہ ہے کہ اس استفادہ میں نظر ظاہر ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ شروطِ ثلاثہ کے ساتھ بلا کر اہت جائز ہے یہ کہ اپنا مال حلال کا ہو اور نقوش میں تکلف نہ ہو کیونکہ خارج مسجد نمازی کو مشغول نہیں کرتا اس میں دیکھنے میں تعظیم اور دلوں میں وقعت کا اضافہ اور لوگوں کا حضور و آبادی میں شوق کا سبب ہے اور ان میں سے ہر شئی مطلوب محبوب ہے، اور امور کا اعتبار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے، ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

وارادوا من المسجد داخله فيفيد ان تزيين خارجة مكروهة اذ رايته كتبت عليه مانعه، اقول في هذه الاستفادة نظر ظاهرا، بل الظاهر منه جوازها بلا كراهة بالشروط الثلاثة ان يكون بماله الحلال ولا يتكلف دقائق النقوش لان خارج المسجد ليس محل الهاء المصلى، وفيه تعظيمه في العيون وزيادته وقعته في القلوب و ترغيب الناس في حضوره و تعميده، و كل ذلك مطلوب محبوب، وانما الامور بمقاصدها، وانها لكل امرئ ما نوى۔  
والله تعالى اعلم۔

مسئلہ از فیض آباد مسجد مغلیہ مرسلہ شیخ اکبر علی موذن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ مسجد کے کنارے کسی بزرگ کی قبر ہو اور وہاں گانا مع آلات ڈھونگی وغیرہ ہو اور تماشائی لوگ اندر مسجد کے بلائی پائی اور ادب کے اور گار کے وقت ہجوم ہو لوگ اندر مسجد داخل ہوں، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مزامیر کے ساتھ گانا اور اس کا سننا دونوں حرام ہیں اور حرام فعل کا مسجد میں کرنا اور سخت، اور گار کا ہجوم اگر کسی

۹۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	۱۰ درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یرکھ فیہا
۲۸۴/۱	مصطفیٰ البابی مصر	ردالمحتار
۳۱۵/۱	المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا	۱۱ جہد المحتار علی رد المحتار باب احکام المسجد

منکر شرعی پر مشتمل نہیں، نہ یہ وقت نماز کا ہو جس سے نمازیوں پر تنگی ہو، نہ یہ لوگ مسجد کی بے حرمتی کریں تو حرج نہیں، اور بے ثبوت شرعی مسلمانوں کو سمجھ لینا کہ ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہوتے بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۱ ازلال پور ضلع پیرابنگال مرسلہ مولوی ابوسعید محمد عارف مورخہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی مسجد میں کسی پر بیٹھ کر وعظ کرنے کو بعض لوگ عدم سنت کہتے ہیں سنت ہونے کی دلیل چاہتے ہیں۔ بینوا تو جبروا

## الجواب

واعظ کا کسی پر مسجد میں بیٹھنا جائز ہے جبکہ نماز اور نمازیوں کا حرج نہ ہو، ایک آدھ بار حدیث سے یہ ثابت ہے مگر ایک آدھ بار سے فعل سنت نہیں بن جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۲ از چوٹر کوٹ بارکھاں ملک بلوچستان ۲۱ محرم ۱۳۲۷ھ

مجموعہ فتاویٰ عبدالحی صفحہ ۵۵ و مجموعہ فتاویٰ ہمایونی تصنیف مولانا مفتی عبد الغفور نے چار پائی والے مسئلہ مسجد میں جواز لکھا ہے وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعتکاف کے موقع میں سر پر پہنچے تھے۔

## الجواب

حدیث قولی اور فعلی جب متعارض ہوں تو عمل حدیث قولی پر ہے ان المسجد لہ تبین لہذا (مساجد کی بنا ان چیزوں کے لئے نہیں۔ ت) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹ پر سوار مسجد الحرام شریف میں داخل ہوئے اور یونہی کعبہ معظمہ کا طواف فرمایا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے خون ان کے زخموں سے جاری تھا ان کے لئے مسجد اقدس میں خیمہ نصب فرمایا کہ قریب سے عیادت فرمائیں کہ سوا مسجد شریف کے کوئی مکان نشست کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہ تھا۔ کیا ان احادیث سے استناد کر کے کوئی ایسی جرأت کر سکتا ہے! واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶۳ از شہر بریلی مستولہ کفایت اللہ یکم رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ

(۱) مسجد میں استعمالی جو تار کھنا چاہئے یا نہیں؟ چونکہ زید نے ایک مولوی صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو تار مسجد کے اندر رکھنا حرام ہے اس وجہ سے منع کیا تو جواب ہوا کہ ہر مسجد میں جو تار رکھتے دیکھتے ہیں اور

لے سنن ابن ماجہ باب النہی عن الشاد الضوال فی المسجد صحیح مسلم باب النہی عن نشد الضالہ فی المسجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی نور محمد اصح المطابع کراچی ۵۶/۱ ۲۱۰/۱



کہتے ہیں کہ عید گاہ اور جامع مسجد میں بھی دیکھا اور یہاں تک کہا کہ شرع کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے تو جوتا خشک پاک ہے اور مسجد میں کوئی عرج نہیں آیا اس میں کیا حکم ہے؟  
 (۲) اگر غسل خانہ مسجد کے فرش سے جدا ہے اور غسل خانہ اتنا تر رہتا ہے کہ پاؤں پر تری لگ جاتی ہے تو جوتا پہن کر جانا چاہئے یا ویسے ہی؟

### الجواب

(۱) اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ جوتا رکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑو کے تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے سجدے کے سامنے ہونے سے دوسرے نمازی کے نہ اپنے دہسنے یا تھکے ہونے سے دوسرے نمازی کے، نہ ان سے قطع صاف ہو اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں۔

(۲) جوتا پہن کر جانا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشئلہ ۱۶۵ یکم ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی مسجد میں جوتا سامنے رکھتے ہیں، منع کرنے پر کہتے ہیں کہ کہاں منع ہے؟ کس قول سے منع ہے؟

### الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان احدکم اذا قام في الصلوة فانما يناجى ربه وان سرا به بينه وبين القبلة فلا يبزقن احدكم قبل قبلتته، ولكن عن يسارته او تحت قدمه۔ رواه البخاري عن انس رضي الله تعالى عنه۔  
 تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور رب تعالیٰ کو نماز میں اپنے اور قبلہ کے درمیان پاتا ہے تو کوئی قبلہ کی جانب نہ تھوکے البتہ بائیں جانب، یا پاؤں کے نیچے تھوک دے۔ اسے بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرمایا:

اذا قام احدكم الى الصلوة فلا يبصق جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو سامنے

۱۶۵ صحیح البخاری کتاب الصلوة باب حکم البزاق باليد من المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸

نہ تھو کے کیونکہ جب تک وہ نماز میں ہے اپنے رب سے ہم کلام ہے، نہ ہی دائیں طرف تھو کے کیونکہ اس کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے، البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے دفن کر دے۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

امامہ، فانما یاجی اللہ مادام فی مصلاہ  
ولاعن یمینہ فان عن یمینہ ملکاً ولیبصق  
عن یسارہ او تحت قدمہ فیدفنہا۔ رواہ  
الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ  
عنه۔

اور فرمایا:

جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوتے دائیں طرف رکھے نہ بائیں طرف کیونکہ وہ کسی کی دائیں جانب ہوگی البتہ اُس صورت میں جب بائیں جانب کوئی نہ ہو، اور انھیں اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لے۔ اسے ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اذاصلی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا  
عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان  
لا یكون علی یسارہ احد ویضعہما بین  
رجلیہ۔ رواہ ابو داؤد عن ابی ہریرۃ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۶ از سرانے چھیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

مسجد کے چاہ سے عموماً پانی بھرنا اپنے گھروں کو اور ننگے پیروں سے آنا اور رستی سے بھی وہ خراب پر لگتے ہیں پھر اس کی چھینٹیں کنویں میں ضرور جاتی ہیں، منع کرنے پر کہتے ہیں کہ پہلے سے یوتھی بھرتے آئے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب

کنویں کی ممانعت نہیں ہو سکتی رستی ڈول اگر مسجد کا ہے اس کی حفاظت کریں، غیر نماز کے لئے اُس سے نہ بھرنے دیں، دربارہ طہارت اوہام کو شریعت نے دخل نہیں دیا ورنہ عافیت تنگ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۷ از بریلی شہر کہنہ مسؤلہ محمد ظہور صاحب ۱۰ اشوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسجد میں درخت پھلدار مثلاً جامن مولسری کھتی وغیرہ کے ہو اور پھل اس مقدار پر آیا کہ جس کو فروخت کیا جائے، ایسی صورت میں وہ پھل نمازی یا غیر نمازی بلا کچھ قیمت ادا کئے ہوئے

۱/ ۵۹ صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب دفن النخامۃ فی المسجد  
۱/ ۶۹ سنن ابو داؤد " باب المصلی اذا خلع نعلیہ الخ  
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی " آفتاب عالم پریس لاہور



لا باس باکل توتھا ولا يجوز اخذ ورقھا ۱۱  
واللہ تعالیٰ اعلم  
درخت مسجد میں ہے توفیقہ ابو جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
نے فرمایا: اسے اپنے توت کا پھل کھانا جائز اور  
پتوں کا لینا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۶۸ از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمن صاحب  
۱۹ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں معاملات دنیا کی باتیں کرنے والوں پر کیا ممانعت  
ہے اور بروز حشر کیا مواخذہ ہوگا؟

### الجواب

دنیا کی باتوں کے لئے مسجد میں جا کر بیٹھنا حرام ہے۔ اشباہ و نظائر میں فتح القدير سے نقل فرمایا:  
”مسجد میں دنیا کا کلام نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔“

یہ مباح باتوں کا حکم ہے پھر اگر باتیں خود بُری ہوں تو اس کا کیا ذکر ہے، دونوں سخت حرام و حرام، موجب  
عذاب شدید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۹ از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش محرد دفتر حجتی غازی پور، اذیقعدہ ۱۳۲۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں شور و شر کرنا اور دنیا کی باتیں  
کرنا اور اسی طرح سے وضو میں درست ہے یا نہیں اور اپنے پاس سے غیبت کرنے والوں اور تہمت رکھنے  
والوں اور جن میں شیوہ منافقت کا مفسدہ کا انداز پایا جائے نکلوا دینا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

مسجد میں شور و شر کرنا حرام ہے، اور دنیوی بات کے لئے مسجد میں بیٹھنا حرام، اور نماز کے لئے جا کر  
دنیوی تذکرہ مسجد میں مکروہ اور وضو میں بے ضرورت دنیوی کلام نہ چاہئے۔ اور غیبت کرنے والوں اور تہمت  
اٹھانے والوں منافقوں مفسدوں کو نکلوا دینے پر قادر ہو تو نکلوا دے جبکہ فتنہ نہ اٹھے ورنہ خود ان کے پاس سے  
اٹھ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۷۰ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مستولہ غلام جان صاحب طالبعلم ۸ اشوال ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد ویران شدہ یعنی چھت وغیرہ اس کا گر گیا صرف  
دیواریں و دیگر آثار اس کے سب نمودار ہیں اس مسجد کے متعلق جو دکان ہو اس کا کرایہ دوسری مسجد پر

خرچ ہو سکتا ہے یا نہ؟ اور اُس کرایہ میں سے دوسری مسجد کے پیش امام کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

نہیں جائز، بلکہ اس کے کرایہ سے اُسی مسجد کی تعمیر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از مراد آباد محلہ اصالت پورہ مسئلہ کار و علی صاحب ۱۵ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صحن مسجد میں کچھ قبریں آگئی ہیں اور ان قبروں میں فرش پختہ بنا دیا گیا ہے اب کوئی نشان قبر کا صحن مسجد میں معلوم نہیں ہوتا ہے البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فلاں فلاں کی قبریں ہیں لہذا یہ معلوم کرنا ہے کہ اس صحن مسجد میں کہ جہاں قبریں تھیں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو نمازیں پڑھی ہیں وہ نمازیں ہو گئیں یا نہیں؟ سوال کا جواب جو الہ کتب احادیث ارقام فرمائیں۔

### الجواب

مسلمانوں کی قبریں ہوا رکھ کے صحن مسجد میں شامل کر لینا حرام ہو اور ان قبروں پر نماز حرام ہے اور ان کی طرف نماز حرام ہے، قبر اوپر کے نشان کا نام نہیں کہ اُس کے ٹٹنے سے قبر جاتی رہے بلکہ اُس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے، جتنی نمازیں اس طرح پڑھی گئیں سب پھیری جائیں اور قبروں کے نشان بدستور بنا دئے جائیں کہ مسلمان اُن پر پاؤں رکھنے اور چلنے اور اُن پر اور اُن کی طرف نماز پڑھنے کی آفتوں سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شاہی علاقہ رام پور مرسلہ نادر شاہ خاں والعام اللہ خاں ۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد کے یمن و لیسا قبرستان خام ہے نشان قبور موجود ہیں، قبرستان کوئی مٹی سے یا پختہ چھوڑا ہوا ہے کہ فرش مسجد کا بڑھا لیا جائے ایسا کہ بالکل نشان قبر بالکل ظاہر نہ رہے تو اُس پر نماز پڑھنا درست ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

### الجواب

ناجائز و حرام ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنا بھی حرام، اور قبر پر نماز پڑھنی حرام، اور حرام تو اس ناجائز فعل میں قبروں کی بھی بے عزتی ہے اور نماز کا بھی نقصان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ غلشی مردان علی از بجنور محلہ قاضی خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بجنور جو محلہ قاضیان میں واقع ہے اُس کا فرش موجودہ شرقاً و غرباً یعنی عرض میں بہت کم ہے کہ جو بعض جمعہ کو نمازیوں کے لئے کافی نہیں ہوتا لہذا اُس کے فرش بڑھانے کی تدبیر درپیش ہے در صورت بڑھانے فرش کے ایک قبر پختہ جس کا حفیہ زمین سے قریب بارہ گز کے اونچا بنا ہوا ہے بیچ فرش میں پڑ گئی، صاحب قبر کے انتقال کو قریب سو سال کے گزری ہوں گی

لہذا علمائے دین کی خدمت میں التماس ہے کہ اس قبر کو کیا کیا جائے تاکہ نماز میں کچھ عرج نہ ہو، یا فرش کے برابر کر دی جائے یا اونچی رہنے دی جائے؛ در صورت بحالت موجودہ رکھنے قبر کے، نماز میں کچھ عرج ہوگا یا نہیں؟ ورثائے صاحب قبر سوائے ایک شخص کے قبر کو برابر کرنے کے لئے راضی ہیں اگر برابر کرنا درست ہو تو یہ بھی مع حوالہ کتب فقہ تحریر کیا جائے کہ کتنے میعاد کے بعد برابر کرنا درست ہے؟ بیٹو! توجروا

### الجواب

صورت مستفسرہ میں قبر مسلمان کو برابر کر دینا کہ لوگ اس پر چلیں پھریں، اٹھیں بیٹھیں، نماز پڑھیں، محض حرام ہے۔

کما نطقت به احادیث جمہ و قد صرح  
علمائنا ان السرور فی سکتہ حادثہ فی  
المقابر حرام کما فی فتح القدیر و رد المحتار  
وغیرہما۔

جیسے کہ اس پر تمام احادیث شاہد عادل ہیں اور ہمارے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ قبرستان میں نئے بنائے گئے راستے پر چلنا حرام ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر اور رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پھر اس برابر کرنے سے نماز کا بھی کچھ آرام نہیں بلکہ نقصان ہے کہ قبر پر نماز پڑھنا حرام، اور قبر کی طرف بے حائل نماز پڑھنا بھی مسجد صغیر میں مطلقاً حرام اور کبیر میں اتنے فاصلے تک حرام کہ جب نماز خاشعین کی پڑھی اور قیام میں موضع سجود پر نظر جمائے تو قبر تک نگاہ پہنچے، اور عام مساجد صغیر ہیں، مسجد کبیر ایسی ہے جیسے جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، اور قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے، اوپر کا بلند نشان حقیقت قبر میں داخل نہیں تو اس کے برابر کر دینے سے قبر قبر ہی رہے گی غیر قبر نہ ہو جائے گی۔ رد المحتار میں ہے:

تکرہ الصلوٰۃ علیہ والیہ لورود النہی عن  
ذک ۱۱

قبر پر اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا  
قبور انبياءهم مساجد۔ رواه الشيخان  
وغیرہما عن ام المؤمنین الصدیقہ

۱/۲۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت فصل الاستنجار  
۱/۶۶۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر باب صلوٰۃ الجنائز  
۱/۶۲ قیدی کتب خانہ کراچی کتاب الصلوٰۃ صحیح البخاری  
۱/۲۰۱ صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن بناء المسجد علی القبور مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

بلکہ اس کا طریق یہ ہے کہ قبر کو فرش کے برابر کریں اور اگر فرش اونچا ہو کر آئے گا تو قبر جس قدر نیچی ہو رہنے دیں اور اس کے گرد اگر ایک ایک بالشت کے فاصلے سے ایک چار دیواری اٹھائیں کہ سطح قبر سے پاؤ گز یا زیادہ اونچی ہو، ان دیواروں پر پتھر ڈال دیں یا لکڑیاں چن کر پاٹ دیں کہ چھت ہو جائے، اب یہ ایک مکان ہو گیا جس کے اندر قبر ہے، اب اس کی چھت پر اور اسی کی دیوار کی طرف ہر طرح نماز جائز ہو گئی کہ یہ نماز قبر پر یا قبر کی طرف نہ رہی بلکہ ایک مکان کی چھت پر یا اس کی دیوار کی جانب ہوتی اور اس میں صرح نہیں۔ مسلک متقسط میں ہے :

ان کان بین القبر والمصلی حجاب فلا تکرہ الصلوۃ۔  
 اگر قبر اور جائے نماز کے درمیان پردہ ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔ (ت)

خلاصہ و ذخیرہ وغیرہا میں ہے :

ہذا اذا لم یکن بین المصلی وھذا المواضع حائل كالحائط وان کان حائطاً لا تکرہ۔  
 یہ اس وقت ہے جب جائے نماز اور ان مقامات کے درمیان پردہ مثلاً دیوار وغیرہ حائل نہ ہو، اور اگر دیوار ہے تو کراہت نہیں۔ (ت)

اور بہتر یہ ہے کہ ان مختصر دیواروں میں جنوباً شمالاً دیوار جانب قبلہ میں بھی کچھ باریک جالیاں رکھیں، اس سے دو فائدے ہوں گے، اولاً میت کی قبر تک ہواؤں کا آنا جانا کہ بحکم حدیث موجب نزول رحمت ہے۔ دوم جالیاں دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے گا کہ یہ قبر نہیں اور اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں اندیشہ نہ کرے گا ورنہ ناواقف اسے بھی قبر جان کر احترام کرے گا اور صحن مسجد کے اندر اتنی جگہ تین چار گز بلندی رہنے کو جاہل نادانوں کی طرح ناگوار نہ جائیں کہ اس میں میت واجیا و مسجد و قبر سب کی بھلائی ہے کما اشرونا الیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ مسلک متقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل ویغتتم الخ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲  
 ۲۔ خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ  
 ۳۔ ۶۰/۱

فت : کتاب مذکور کے الفاظ یوں ہیں : بل لا یكون بینہ و بینہ حجاب من جداسرہ والا فلا تکرہ الصلوۃ۔ نذیر احمد

مسئلہ از شہر الہ آباد زیر جامع مسجد چوک مرسلہ مرزا واحد علی خوشبو ساز ۲۹ شوال ۱۳۳۳ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید و تفسیر وفقہ  
 و حدیث کی ہوتی ہے، بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھا دی جائے، بعد گفتگو بسیار کے یہ طے پایا کہ دونوں  
 طرف سے تحریریں ہو جائیں اور رجسٹری کر دی جائے، منتظمان مسجد لکھ دیں کہ ہم مدرسہ نہ اٹھائیں گے، جب تک مدرسہ  
 تین شرائط پر قائم رہے گا، ایک یہ کہ سات آٹھ برس کے لڑکے نہ داخل ہوں، دوسرے مدرسہ میں تعلیم ہندی ناگری  
 انگریزی غیر مذہب کی تعلیم نہ داخل ہو، مدرسہ مسجد کی کسی چیز پر قبضہ نہ کرے۔ مہتمم مدرسہ نے اس کو تسلیم کیا اور تحریر کر دیا  
 کہ ہم اس کے پابند رہیں گے، بجز کہتا ہے کہ یہ تحریر کرنا اور رجسٹری کرنا جائز نہیں ہے منتظمین کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ  
 اس قسم کی تحریر کرائیں اور رجسٹری کرائیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ سب جائز ہے جو جو کام مسجد میں جائز ہیں اس کی مزاحمت  
 کسی کو جائز نہیں لہذا عدم مزاحمت کی توثیق کرنا شرعاً کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ کوئی متولی کسی نمازی سے کہہ دے یا  
 لکھ دے کہ ہم تم کو نماز سے کبھی نہ روکیں گے جب تک تم کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ گے اور مسجد میں فساد کی بات نہ کرو گے لہذا  
 کس کا قول صحیح ہے زید کا یا بکر کا؟ بیذا تو جروا

## الجواب

مسجد میں تعلیم بشرائط جائز ہے :

- (۱) تعلیم دین ہو۔
  - (۲) معلم مستی صحیح العقیدہ ہو نہ وہابی وغیرہ بدین کہ وہ تعلیم کفر و ضلال کرے گا۔
  - (۳) معلم بلا اجرت تعلیم کرے کہ اجرت سے کار دنیا ہو جائے گی۔
  - (۴) نا سمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں۔
  - (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے۔
  - (۶) غل شور سے نمازی کو ایذا نہ پہنچے۔
  - (۷) معلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھنے سے قطعاً صاف نہ ہو۔
- ان شرائط کا اگر وثیقہ لکھا لیا جائے کیا مضائقہ ہے بلکہ بہتر ہے وہ تحریر کہ لکھنا چاہتے ہیں اس کی پہلی شرط ان  
 میں کی چوتھی اور دوسری ان میں کی پہلی ہے اور تیسری کوئی خاص تعلیم کی نہیں مطلقاً ہے اس کا لکھا لینا بھی اچھا ہے  
 گرمی کی شدت وغیرہ کے وقت جبکہ اور جگہ نہ ہو بضرورت معلم باجرت کو اجازت ہے مگر نہ مطلقاً، یونہی سلائی پر سینے  
 والا درزی اگر مسجد کی حفاظت اور اس میں بچوں کو نہ آنے دینے کے لئے مسجد میں بیٹھے اور اپنا سیتا بھی رہے تو  
 اجازت دی ہے یوں ہی غیر نماز کے وقت متعلمان علم دین کو تکرارِ علم میں رفع صوت کی حدیث میں فرمایا :



اپنی مساجد کو اپنے بچوں اور دیوانوں سے بچاؤ۔ (ت)

فقہاء نے فرمایا کہ مسجد میں کوئی عمل جائز نہیں یعنی مسجد میں کوئی کاروبار جائز نہیں کیونکہ وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے بنائی گئی ہوتی ہے تو اب وہ عبادت کے علاوہ کسی دوسری شے کا محل نہیں بن سکتی البتہ اس صورت میں مثلاً کوئی درزی وہاں اس لئے بیٹھ کر کام کرتا ہے کہ بچے داخل نہ ہوں اور مسجد کی حفاظت ہو، تو چونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن وہ بھی کپڑے کو لپیٹتے وقت سخت آواز سے کپڑے کو نہ جھاڑے، اسی طرح اگر وہاں کوئی لکھتا ہے اور اس کا معاوضہ لیتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر معاوضہ نہیں لیتا تو مکروہ نہیں۔ فتح القدیر میں ہے کہ یہ اس وقت ہے جب قرآن اور علم لکھ رہا ہو کیونکہ یہ عبادت ہے، لیکن یہ کتابت سکھانے والے لوگ جن کے پاس بچے اکٹھے ہوں اور

شور ہوتا ہو وہ جائز نہیں اگرچہ عملاً شور نہ ہو کیونکہ یہ کاروبار ہے نہ کہ عبادت، کیونکہ وہ تو معاوضہ و احسبہ کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر، بلکہ یہ رزق کمانے کے لئے ہے، اور بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے والے کا حکم بھی کتابت کی طرح ہے اگر معاوضہ کی خاطر ہے تو جائز نہیں اور اگر رضائے الہی کے لئے ہے تو کوئی حرج نہیں (ت)

فتاویٰ خلاصہ میں قبیل کتاب الحیض ہے :

وہ استاد جو بچوں کو معاوضہ کے لئے پڑھاتا ہو اگر گرمی

۵۵ ص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی  
۱۵۸/۸ مکتبہ فیصلہ بیروت  
۳۵/۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

المعلم الذی یعلم الصبیان باجر اذا جلس

لہ سنن ابن ماجہ باب ما یرکھ فی المساجد  
المعجم الکبیر حدیث ۷۶۰۱  
لہ بحر الرائق باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یرکھ فیہا

فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحرج  
وغیره لایکره و فی نسخة القاضی الامام رحمہ اللہ  
وقرار العیون جعل مسئلة المعلم کمسألة  
المکاتب والخیاط فان کان یعلم حسیبۃ لا یاس  
به وان کان باجریکره الا اذا وقع ضرورة۔

در مختار میں ہے :

اذا ضاق فللمصلی ان عاج القاعد و لو  
مشتغلا بقراءة او درس۔

ردالمحتار میں ہے :

اقول و کذا اذا لم یضق و لکن من قعودہ  
قطع للصفت۔

در مختار مکروہات و ممنوعات مسجد میں ہے :

ورفع صوت بذاکر الا للمتفقہة۔

ردالمحتار میں ہے :

الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصل  
او قاری الخ۔

وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دے تو مکروہ نہیں،  
اور قاضی امام رحمہ اللہ کے نسخہ اور اقرار العیون میں  
مسئلہ معلم کو مسئلہ کاتب اور مسئلہ درزی کی طرح ہی  
قرار دیا گیا ہے کہ اگر وہ رضائے الہی کے لئے تعلیم  
دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر معارضہ لیتا ہے تو  
مکروہ ہے البتہ اس صورت میں جائز جب ضرورت ہو۔

جب نمازی کے لئے جگہ تنگ ہو تو بیٹھے ہوئے آدمی کو  
اٹھا سکتا ہے خواہ وہ تلاوت میں مصروف ہو یا تعلیم  
دے رہا ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں اسی طرح اس کا حکم ہے جس کے بیٹھنے  
کی وجہ سے صفت منقطع ہو رہی ہو اگرچہ تنگی نہ ہو (ت)

ذکر بلند آواز سے کرنا منع ہے مگر اس شخص کیلئے جو فقہ کی  
تعلیم دے رہا ہو۔ (ت)

البتہ اس صورت میں بھی جائز نہیں جب ذکر بالجہر سے  
کسی سونے والے کی نیند، کسی نمازی کی نماز یا تلاوت  
کرنے والے کی تلاوت میں خلل کا اندیشہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار	ردالمختار	ردالمختار	ردالمختار
۱/ ۲۲۹	قبیل کتاب الجیض	مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	۱/ ۲۲۹
۱/ ۹۲	قبیل باب الوتر والنوافل	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	۱/ ۹۲
۱/ ۴۹۰	" "	" مصطفیٰ البابی مصر	۱/ ۴۹۰
۱/ ۹۳	" "	" مطبع مجتہائی دہلی	۱/ ۹۳
۱/ ۴۸۸	" "	" مصطفیٰ البابی مصر	۱/ ۴۸۸

## مناقب کوروری میں ہے :

عن ابن عیینة قال حدثت به (ای بالامام  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ) و هو مع اصحابہ فی  
 المسجد قد ارتفعت اصواتهم فقلت  
 یا ابا حنیفة هذا المسجد والصوت لا یرفع  
 فیہ فقال دعہم فانہم لا یفقیہون الا بہ  
 واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ ۱۱۵ سائل مذکور الصدر

ایک مسجد قدیم چندہ کے روپیہ سے از سر نو تعمیر کی گئی اس کی مغربی دیوار پر عبارت ذیل تین پتھر میں کندہ کر کے  
 ہر سہ محراب کے اوپر چسپاں کی گئی، عبارت یہ ہے :

”یہ جامع مسجد مع دکانات جنوبی و شرقی و حمام شاہی عہد کے بنے ہوئے ایک عرصہ تک متولیوں کے  
 اہتمام میں رہی، آخری متولی کی بے ایمانیوں سے حمام مسجد سے نکل گیا اور مسجد کی مغربی دیوار پر ایک شخص کا  
 دو منزلہ مکان بن گیا، مغربی دیوار اور گنبد کی دیوار شق ہو گئی، دکانات مسجد کی نسبت متولی مذکور نے  
 اپنی خانگی جامداد ہونے کا دعویٰ کیا، بالآخر متولی حکم کچہری تولیت سے خارج کر دیا گیا اور مسجد دکانات  
 کا انتظام کچہری کی طرف سے کمیٹی کو سپرد ہوا، اس کمیٹی نے حمام کو واپس لے کر جزو مسجد قرار دیا، اور اس  
 وقت سے مسجد کی زینت و آبادی میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی، مسجد کی مغربی دیوار اور گنبد کی ڈاٹ  
 شق ہو جانے سے مسجد کے گرجانے کا اندیشہ تھا لہذا مسجد کی کل موجودہ عمارت بنیاد سے از سر نو کھینٹی کے  
 زیر اہتمام تعمیر کی گئی تعمیر کا کام ۱۳۳۱ھ میں شروع ہوا ۱۳۳۶ھ میں ختم ہوا، تعمیر میں چالیس ہزار روپیہ  
 خرچ ہوا جس میں سے ایک ہزار نو سو دکانات کے کرایہ سے ملا اور باقی چندہ جمع کیا گیا، ضلع الہ آباد کے علاوہ  
 دیگر اضلاع کے مسلمانوں اور والیان ملک نے بھی چندہ عطا فرمایا، دکانات زیرین مسجد مع حمام وقف  
 ہیں ان کی آمدنی اخراجات مسجد میں صرف ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس مسجد کو حوادثِ زمانہ سے محفوظ  
 رکھے اور جملہ مسلمانان معاونین مسجد کو جزائے خیر عطا فرمائے، ناظرین ارکان کھینٹی و سیکریٹری و  
 دیگر کارکنان کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔ سید امیر الدین احمد غفرلہ الخطاب بہ خان بہادر سیکریٹری

کھیتی انتظام جامع مسجد چوک الہ آباد ساکن دائرہ شاہ رفیع الزماں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واقع محلہ عجمی پور  
شہر الہ آباد۔

زید کہتا ہے کہ بچہ وجہ یہ عبارت چسپاں کرنا مغربی دیوار پر درست نہیں ہے، اول یہ کہ در مختار میں لکھا ہے کہ مغربی دیوار  
پر نقش کرنا درست نہیں ہے،

اور وہ یہ ہے (مسجد کو محراب کے علاوہ منقش کرنے میں  
کوئی عرج نہیں) کیونکہ محراب کا منقش کرنا مکروہ ہے  
وہ نمازی کو مشغول کر دیتا ہے اور باریک نقش و نگار  
کے لئے تکلف کرنا خصوصاً دیوار قبلہ میں مکروہ ہے۔  
علی نے کہا کہ الجحجیح کے باب الحظر میں ہے کہ بعض کے  
نزدیک محراب میں نقش و نگار مکروہ، مگر چھت یا پچھلی دیوار  
پر مکروہ نہیں۔ اور اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ محراب سے  
مراد قبلہ کی دیوار ہے، اسے محفوظ کر لو۔ (ت)

وهو هذا (ولا باس بنقشه خلا محرابه) فانه  
يكره لانه يلهم المصلى ويكره التكلف بدقائق  
النقوش ونحوها خصوصا في جدار القبلة  
قاله الحلبي وفي حظر المجتبي وقيل يكره  
في المحراب دون السقف والمؤخرام وظاهره  
ان المراد بالمحراب جدار القبلة  
فليحفظ

اور یہاں نحوہا کا لفظ بھی ہے کہ جو ہر ایک ایسی چیز کو شامل ہے کہ جس سے دل بٹنے کا اندیشہ ہو۔

دوم یہ کہ اس میں متولی سابق کی خیانت لکھی ہے جن کو اس لقب سے یہاں ہر شخص جانتا ہے وہ اپنے کردار کو پختہ بھی  
چکے اور پھری نے بھی ان کو تولیت سے علیحدہ کر دیا لیکن وہ جب دنیا سے رحلت فرمائیں گے تو ان کی بُرائی ہمیشہ کے لئے کنزہ  
رہے گی اور لوگ بُرائی سے اُن کو یاد کریں گے، اور یہ حدیث شریف میں منع ہے۔

سوم یہ کہ ایسے موقع پر کسی کا نام ہونا شہرت اور ریا سے خالی نہیں اور یہ غیر مستحسن ہے، جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ  
میں لکھا ہے :

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے  
اللہ کے لئے مسجد (عبادت گاہ) بنائی، یہ کافروں  
کے عبادت خانے کو بھی شامل ہے۔ اب اللہ کی  
خاطر سے وہ عبادت گاہ خارج ہو جائے گی جو

وعن عثمان رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم من بنى لله مسجدا  
اي معبدا فيتناول معبد الكفرة فيكون  
لله لاخراج ما بنى معبد الغير الله قاله ابن  
الملك والظاهر ان يكون المسجد على

غیر اللہ کی خاطر ہو۔ یہ ابن الملک کا قول ہے۔ اور اظہر یہی ہے کہ مسجد کا یہی حکم ہے، اب اللہ کی خاطر سے وہ مسجد نکل جائے گی جو ریا اور دکھاوے کی خاطر ہو، اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس نے مسجد پر اپنا نام لکھا تو یہ عدم اخلاص پر دلیل ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں یہی ظاہر ہے جب تک نام لکھنے سے مقصد دعا و رحمت ہو اس پر اعتراض یہ ہے کہ دعا و رحمت مجمل ہو جاتی ہے لہذا نام کی تعیین کی ضرورت نہیں۔ (د ت)

چہاں یہ کہ ایک خاص ایسے شخص کے نام ہونے سے اُس کا اور اُس کے خاندان کا ایک قسم کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور آئندہ یہ مسجد کی آمدنی کے حق میں نہایت مضر ہوگا جیسا کہ تمام اوقاف میں ہو رہا ہے، بہر حال اگر اس میں کوئی اختلاف بھی کرے تو اختلافی بات مسجد میں رہنا اچھا نہیں، احتیاط کا یہی منشا ہے کہ یہ پتھر نہ رہے۔ بکر کہتا ہے کہ یہ پتھر چسپاں کرنا درست ہے بہت مساجد میں ایسے کتبے لگے ہوئے ہیں اور نمازیں وہاں نظر لے جانے کی ضرورت کی ہے اور نام کندہ کرنا دعا کے واسطے ہے اور اس خیال سے کہ کسی منتظم ذمہ دار کے نام ہونے کی ضرورت ہے، بہر حال زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ بینوا تو جروا

### الجواب

اس سوال کا جواب رمضان ۱۳۳۷ھ میں دیا جا چکا ہے اس کی نقل مرسل ہے وہی جواب ہے اس میں دیوارِ قبلہ پر نام کا سوال زائد ہے، بیشک دیوارِ قبلہ میں عام مصلیوں کے موضعِ نظر تک کوئی چیز ایسی نہ چاہئے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھادی جائے۔ احمد و ابو داؤد عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

رسالتنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دخولِ کعبہ کے بعد انھیں بلایا اور فرمایا جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے دُنبے کے دو سینگ دیکھے مجھے تجھ سے یہ کہنا یاد نہ رہا کہ انھیں ڈھانپ دے، پس ڈھانپ دو، کیونکہ قبلہ بیت اللہ میں ایسی کسی

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا بعد دخوله الکعبۃ فقال انی کنت مرأیت قرانی الکبش حین دخلت البیت فنیست ان امرک ان تخمرها فخرها فانہ لاینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شیء

یلہی المصلیٰ

شیء کا ہونا مناسب نہیں جو نمازی کو مشغول کر دے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلید بزرگ کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا: ہم نے کعبہ میں دُنبے کے سینگ ملاحظہ فرمائے تھے (دُنبہ کہ سیدنا اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذبیہ ہوا اُس کے سینگ کعبہ معظمہ کی دیوار غربی میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہئے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے، اُسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اُچک لی جائیگی یعنی واپس نہ آئے گی اندھے ہو جائیں گے۔ اسے امام احمد، مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

لینتھین اقوام یرفعون ابصارہم الی السماء فی الصلوٰۃ اولتخطفن ابصارہم۔ رواۃ احمد و مسلم و النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نام کندہ کرانا نیت پر ہے، اگر بے نیت دُعا ہے بے شہرہ روا ہے اور مبہم دُعا کافی ہونا بالتعمین دُعا چاہنے کا نافی نہیں، اور اگر مقصود نام ہے بیشک حرام ہے، مگر مسلمان پر بدگمانی کس نے جائز کی، یہ امر قلب ہے وہ جانے اور اس کا رب۔ پہلی جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ میں بھی اس کا جواب جاچکا تھا، یہی حکم تھا، وہ مجمل یہ قدر مفصل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷۶ از شہر دفتر انجمن خادم المسلمین مسئلہ گوہر علی حسینی معتمد انجمن ۶ محرم ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سقفِ مساجد پر بنجیاں شوکتِ اسلام اسلامی سیاہ جھنڈا یعنی لوائے اسلام نصب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیادینا توجروا

الجواب

شوکتِ اسلام اطاعتِ اسلام میں ہے، مسجد پر جھنڈا ایک نئی بات ہے، اور کوئی مزاحمت ہو تو سُبکی و خفت، اور اس کا اندیشہ نہ ہو تو فی نفسہ کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۸۰/۵ لہ مستدام احمد بن حنبل مروی از امراة ام عثمان بن طلحہ مطبوعہ دار الفکر بیروت  
۶۸۱/۱ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن رفع البصر الی السماء مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی

مسئلہ از بحیرہ شاہ پور ملک پنجاب دروازہ ملتانی مسئلہ فضل حق صاحب حسنی ۵ رمضان ۱۳۲۹ھ  
بخدمت جناب سلطان العلماء المتبحرین برہان الفضلاء والمتصدرین کفر الہدایۃ والیقین شیخ الاسلام  
والمسلمین مولانا مفتی العلامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم۔  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ مرزائی وغیرہ اعتراض  
کرتے ہیں کہ مسجد میں راگ منع ہیں اور حتی الامکان منع ہیں، چونکہ مولود بھی راگ ہیں اس لئے یہ قطعاً ناجائز ہیں۔  
بیّنوا توجروا۔

### الجواب

مجلس میلاد مبارک کہ روایات صحیحہ سے ہو اور اشعار کہ پڑھے جائیں مطابق شرع مطہر ہوں اور الحان سے  
پڑھنے والے مرد غیر امرد ہوں، مسجد میں بھی جائز ہے کہ مساجد ذکر الہی کے لئے بنیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا  
ذکر بھی ذکر الہی ہے، حدیث میں ہے رب عز وجل نے کریمہ ورفعتک ذکرک کے نزول کے بعد کہ ہم نے بلند کیا  
تمہارے لئے تمہارا ذکر، جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
میں بھیج کر ارشاد فرمایا، اتداری کیف سفعتک ذکرک جانتے ہو میں نے تمہارا ذکر تمہارے لئے کیونکہ بلند  
فرمایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی، تو خوب جانتا ہے۔ فرمایا، جعلتک ذکرا من ذکوری فمن  
ذکرک فقد ذکرنی میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔ قادیانی  
مرتدین ہیں اُن کی بات پر کان لگانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسجد میں مسائل کا بطور وعظ کے قبل نماز کے کوئی نقل پڑھا ہو کوئی سنتیں بیان کرنا چاہئے یا  
نہیں، یا بعد نماز کے؟

### الجواب

مسائل قبل نماز خواہ بعد نماز، ایسے وقت بیان کئے جائیں کہ لوگ سنتے کے لئے فارغ ہوں، نمازیوں  
کی نماز میں خلل نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵/۱ لہ کتاب الشفاء الباب الاول فی ثناء اللہ تعالیٰ فصل اول مطبوعہ شرکت صحافیہ ترکی  
تفسیر درمنثور آیت ورفعتک ذکرک کے تحت مذکور، منشورہ مکتبہ آیت العظمیٰ قم ایران ۳۶۴/۶  
۱۵/۱ لہ کتاب الشفاء الباب الاول فی ثناء اللہ تعالیٰ فصل اول مطبوعہ شرکت صحافیہ فی البلاد العثمانیہ ترکی

مسئلہ از جاورہ مرسلہ مولوی حافظ مصاحب علی صاحب یکم رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں اگر نماز کے واسطے صفیں باندھ کر منتظر جماعت یا خطبہ بیٹھے ہوں اور مشغول ذکر الہی ہوں اس صورت میں کسی حاکم یا مشائخ یا رئیس یا بادشاہ یا خود امام مسجد کے آجانے پر کسی شخص کو یا عام لوگوں کو تعظیم کے لئے کھڑا ہونا یا استقبال کو بڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

جبکہ لوگ جماعت یا خطبہ کے انتظار میں نہ ہوں اور ابھی امام خطبہ کے لئے نہیں گیا تو اپنے باپ یا پیر یا استاذ علم دین کے لئے ہر شخص قیام کر سکتا ہے، اور اگر عالم دین کا تشریف لانا ہو تو تمام مسجد قیام کرے، ان کی تعظیم بعینہ اللہ ورسول کی تعظیم ہے جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، باقی صرف دنیوی عزت یا توانگری رکھنے والے کے لئے بلا ضرورت و مجبوری جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ غزہ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مقام پر بہت قبریں ہوں اُس مقام کو پاٹ کر اُس پر مسجد بنائی جائے اُس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

### الجواب

سائل منظر ہے کہ قبرستان عامہ مسلمین کے خاص مواضع قبور پر مٹی ڈال کر چوترا بنایا اور اُس پر عمارت قائم کر کے اُسے مسجد ٹھہرایا یہ قطعاً ناجائز و باطل ہے، نہ وہ مسجد مسجد ہو سکتی ہے فان الوقف لا یملک فلا یوقف مرۃ اخری علی جہۃ اخری (کیونکہ وقف کسی کی ملکیت نہیں رہتا لہذا دوبارہ کسی دوسرے پر وقف نہیں کیا جاسکتا۔ ت) نہ اُس میں نماز مباح لان القبر لا یخرج عن القبریۃ باضافة تراب علیہ فی صلوة علی القبر ثم ہو تصرف فی الوقف بما لیس له و تغیرہ عما قد کان له فلا یجوز (کیونکہ قبر پر مٹی زیادہ ڈالنے سے قبر، قبریت سے خارج نہیں ہو سکتی لہذا یہ نماز قبر پر ہوگی پھر یہ وقف میں ایسا تصرف و تبدیلی ہے جو اس کے لئے جائز نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از میڑتا علاقہ جو دھپور متصل مسجد جامع چوٹھ کی گلی مرسلہ مولوی عبدالرحمن صاحب وکیل  
کچا من ۸ ذی الحجہ یوم چہار شنبہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثر اللہ جماعتہم سوالات مستفسرہ ذیل کے جوابات میں،

(۱) ہمارے ادھر ایک قوم ہے جس کا پیشہ شراب کشید کرنے کا ہے اور مذہباً مسلمان ہے اس قوم میں کچھ آدمیوں نے دو چار پشت سے شراب کی کشید موقوف کر دی ہے اور دوسرے پیشے مثلاً پیشہ بساطی



اور معامری وغیرہ وغیرہ جن سے اکل حلال میسر ہو سکتا ہے اختیار کر لئے ہیں ان لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے اس میں ہم لوگوں کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ بالا قوم کے بعض مسلمان ابھی تک شراب کشید کرتے ہیں مگر وہ نماز اور روزہ کے پابند ہیں، یہ لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اسی میں وضو بناتے ہیں مگر مسجد میں جب داخل ہوتے ہیں اس وقت شراب سے بدن کو ملوث نہیں رکھتے بلکہ کپڑوں سے اور بدن کی طہارت سے داخل ہوتے ہیں اس صورت میں ان کو مسجد میں آنے دینا چاہئے یا نہیں اور وضو کرنے دیں یا منع کیا جائے اور جماعت میں شریک کریں یا نہ کریں؟

(۳) وہ مسلمان جنہوں نے شراب کی کشید ترک کر دی ہے ان کے یہاں کی دعوت قبول کی جائے یا نہیں اور ان کی بنا کردہ مسجد میں امامت کرنے والے کے حق میں شریعت سے کیا حکم ہے؟

(۴) قوال یعنی بڑھچھے اور طوائف بڑھیا کو مسجد میں آنے دینا چاہئے یا نہیں اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

وہ مسجد کہ ان لوگوں نے بعد توبہ مال حلال سے بنائی ہے بیشک مسجد شرعی ہے اور اس میں نماز فقط ہو سکتی ہی نہیں بلکہ اس کے قرب و چار والوں اہل محلہ پر اس کا آباد رکھنا واجب ہے، اس میں اذان و اقامت و جماعت و امامت کرنا ضرور ہے، اگر ایسا نہ کریں گے گنہگار ہوں گے، اور جو اس میں نماز سے روکے گا وہ ان سخت ظالموں میں داخل ہوگا جن کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسجداً لله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها۔  
اس سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں سے روکے ان میں خدا کا ذکر ہونے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اور ان تائبوں کی دعوت بھی قبول کی جائے کہ اب اس کا مال بھی حلال ہے اور توبہ سے گناہ بھی زائل، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔  
جس نے گناہ سے توبہ کر لی وہ ایسے ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔ اسے ابن ماجہ نے بسند حسن، بیہقی نے سنن

۱۱۳/۲ القرآن

سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر التوبہ مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی

سنن الکبریٰ کتاب الشهادات باب شہادت القاذف دار صادر بیروت

عص ۳۲۳

۱۵۴/۱۰

میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، حکیم ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور سنن میں عقبہ خولانی سے، اور استاد القشیری نے اپنے رسالہ میں، اور دیلمی اور ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

اور ان میں جو لوگ اب تک اس فسق عظیم میں مبتلا ہیں اگرچہ مستحق لعنت خدا ہیں مگر جبکہ پاک بدن پاک کپڑوں سے مسجد میں آتے ہیں تو انہیں وضو مسجد و جماعت سے نہیں روک سکتے۔ اگر ان کے آنے سے فتنہ نہ ہو، یونہی قوال کو بھی، اور عورتیں اگرچہ پارسا اور بڑھیا ہوں مسجد سے ممنوع ہیں، خصوصاً زنا پیشہ فاحشات کہ ان کے باہمی وہ رسوم سُننے گئے ہیں جن کا بعد ایمان قائم رہنا سخت دشوار ہے، قوال وغیرہ جو مسلمان مرے کہ زمین میں فساد نہ پھیلانا ہو چنچر اور استثنائی مذکور فقہیہ کے سوا سب کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے وہ نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔ اسے ابو داؤد، ابویعلیٰ اور بیہقی نے سند حسن صحیح کے ساتھ حضرت ابوسہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور معنا سے ابن ماجہ نے حضرت وائل بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعین سے روایت کی ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

فی السنن والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود والحکیم الترمذی عن ابی سعید الخدری والبیہقی فی الشعب والسنن وابت عساکر عن ابن عباس و فی السنن عن عقبہ الخولانی والاسقاع القشیری فی رسالتہ والدیلمی وابن النجار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور ان میں جو لوگ اب تک اس فسق عظیم میں مبتلا ہیں اگرچہ مستحق لعنت خدا ہیں مگر جبکہ پاک بدن پاک کپڑوں سے مسجد میں آتے ہیں تو انہیں وضو مسجد و جماعت سے نہیں روک سکتے۔ اگر ان کے آنے سے فتنہ نہ ہو، یونہی قوال کو بھی، اور عورتیں اگرچہ پارسا اور بڑھیا ہوں مسجد سے ممنوع ہیں، خصوصاً زنا پیشہ فاحشات کہ ان کے باہمی وہ رسوم سُننے گئے ہیں جن کا بعد ایمان قائم رہنا سخت دشوار ہے، قوال وغیرہ جو مسلمان مرے کہ زمین میں فساد نہ پھیلانا ہو چنچر اور استثنائی مذکور فقہیہ کے سوا سب کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے وہ نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔ اسے ابو داؤد، ابویعلیٰ اور بیہقی نے سند حسن صحیح کے ساتھ حضرت ابوسہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور معنا سے ابن ماجہ نے حضرت وائل بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعین سے روایت کی ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بریلی مسئلہ شیخ العزیز بسطامی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ

لے سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الغز مع ائمہ الجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۳۲۳/۱  
السنن الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ خلف من لا یحکم فعلہ دار صادر بیروت ۱۲۱/۳ و ۱۸۵/۸

بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں، پس یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

### الجواب

جب وہاں سپرد کردیں بلکہ مسجد ہو گئیں، جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

# باب ادراك الفريضة

## (نماز فرض کو پالینے کا بیان)

مسئلہ ۱۱۸۶ از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں از مکان میر خادوم علی صاحب اسسٹنٹ  
یکم ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

علماء شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے چار رکعت نماز سنت یا نفل کی نیت کر کے شروع کی ابھی دوسری رکعت کی طرف اٹھا تھا کہ نماز فرض کی جماعت کے لئے تکبیر ہو گئی نفل و سنت ادا کرنے والا چار رکعت پوری کرے یا دوپراکتفاء کرے، باقی دو رکعت ادا کرے یا نہ؟ بینوا توجروا

چہ می فرمایند علمائے دیندار و مفتیان ورع شعاع درین مسئلہ کہ مردے نیت چار رکعت نماز سنت خواہ نفل نموده یک رکعت نماز با تمام رسانیدہ بادائے رکعت دوم برخاست در ان وقت کتے تکبیر نماز فرض گفت ادا کنندہ نفل و سنت بر چار رکعت تمام نماید یا بر دو رکعت اکتفا سازد و دو رکعت باقیہ را بخواند یا نہ؟ بینوا توجروا۔

### الجواب

نفل ادا کرنے والا نمازی ثنا سے تشهد کے آخر تک جو پہلی دو رکعت میں ہے ابھی تیسری رکعت کی طرف اس نے قیام نہیں کیا تھا کہ جماعت فرض کھڑی ہو گئی تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ انھیں دو رکعت پراکتفاء کرے

مصلی نفل از آغاز ثنا تا انجام تشهد در ہر چہ کہ باشد چون ہنوز در شفع اول ست و بہر شفع دوم یعنی رکعت ثالثہ قیام نکرده کہ جماعت فرض قائم شد لاجرم برہیں دو رکعت پیشیں اکتفا نماید و بجاعت درآید

اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

در مختار میں ہے نوافل میں شروع ہونے والا انہیں مطلقاً قطع نہیں کر سکتا بلکہ دو رکعات پوری کرے۔ اور جو دو رکعات باقی تھیں ان کی قضا اس کے ذمہ نہیں کیونکہ نوافل کی ہر دو رکعت الگ نماز ہے، جب تک دوسرے شفع کا آغاز نہیں کیا جاتا وہ لازم نہیں ہوگا اور جب وہ واجب ہی نہیں ہوا تو اسکی قضا کیسے لازم ہوگی! در مختار میں ہے قضا لازم نہیں اگرچہ نمازی نے چار کی نیت کی تھی اور اس نے مقدار لشہد بیٹھ کر نماز توڑ دی۔ اور غیر مؤکدہ سنن کا حکم بھی یہی ہے مثلاً عصر اور عشا کی پہلی سنتیں، ان کا درجہ بھی نوافل کا ہے لیکن وہ چار سنن مؤکدہ جو مثلاً ظہر اور جمعہ سے پہلے ہیں تو ان کا حکم نوافل سے فائق ہوتا ہے، اس جگہ علما کا بہت زیادہ اختلاف ہے اکثر نے ان سنن مؤکدہ کو نوافل کا درجہ دیا ہے، اب اگر جماعت ظہر کھڑی ہو گئی یا امام نے خطبہ شروع کر دیا تو جو شخص سنن کی پہلی دو رکعات میں ہے وہ دو رکعت پر سلام کہہ دے، یہ روایت نوادر امام ابو یوسف سے ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے، اور امام عظیم سے بھی مروی ہے جیسا کہ فتح القدر میں ہے اور اسی قول کی طرف امام شیخ الاسلام علی سفدی نے رجوع کیا جیسا کہ فتح القدر میں ہے اور قاضی نسفی نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہ شامی میں وجیز سے اور حلبی کی غنیہ کے اوقات مکروہہ

فی الدر المختار الشارع فی نفل لا یقطع مطلقاً و یتمہ رکعتین لہ

و دو رکعت کہ باقی ماند قضا سے آہا بر ذراش نیست زیرا کہ ہر شفع نفل نماز جدا گانہ است تا در شفع دوم آغاز نکرد واجب نشد و چون واجب نشد قضا نیامد۔

فی الدر المختار لا قضا لو نوى اس بعد و قصد قدر التشهد ثم نقص لہ

و ہمیں سنت حکم سنن غیر اتمہ مانند چار رکعت قبلہ عصر و عشا کہ آنہم ناقلہ بیش نیست اما سنن راتبہ رباعیہ کہ قبلہ ظہر و جمعہ است و بچو سائر رواتب حکما دارد فائق بر احکام نفل مطلق این جا علماء را معر کے عظیم است بسیاری آنہا را نیز در حکم مذکور ہمزنگ نوافل داشته اند پس اگر جماعت ظہر قائم شد یا امام بختبہ جمعہ رفت ہر کہ در شفع اول سنت است ہمیں بر دو رکعت سلام دہد این سنت روایت نوادر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کما فی الہدایۃ و از امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز کما فی فتح القدر و ہمیں قول رجوع فرمود امام شیخ الاسلام علی سفدی کما فیہ ایضا و قاضی نسفی نیز کما فی الشامی عن الوجیز و فی غنیۃ الحلبی من الاوقات المکروہۃ عن قاضی خاں

وامام بقالی رانیز ہمیں سو میل ست کما قالہ الکمال  
 وشمس الائمہ شرحی راہم کما ذکر ایضا و تبعہ فی  
 الغنیۃ و فی مراقی الفلاح واقرہ فی  
 سراد المحتار وللعبد الضعیف فیہ وقفۃ  
 واللہ تعالیٰ اعلم وظاہر ہدایہ اختیار اوست کما  
 فی الشامی وظاہر کافی شرح وافی للامام النسفی نیز  
 کما س آیتہ فیہ وبرہمیں جرم کردہ است علامہ طرابلسی  
 در برہان ومواہب الرحمن ومولی خسرو در درو علامہ  
 کرکی در فیض وظاہر علامہ علی مقدسی رانیز ہمیں  
 سومیلان ست کما فی سراد المحتار و علامہ ابراہیم حلبی  
 در متن ملتقی ہمیں اعتماد کرد و قول دیگر ا بلفظ قیل  
 آورد و در خانہ اول الصلوٰۃ فصل معرفۃ الاوقات  
 فرمود بہ اخذ المشائخ و در فتح انہ اوجہ  
 تلمیذ محقق علامہ محمد حلبی در حلیہ پس از نقاش فرمایہ  
 ہو کما قال در نور الايضاح علامہ شرنبلالی ونیز  
 در ادراک الفریضہ از حاشیہ او بر درر الحکام است  
 ہو الاوجہ خاتمہ لمحققین علامہ شامی نیز ہمیں را  
 تائید و تشہید کرد بریں قول این دو رکعت کہ گزارده  
 است نفل محض گردد و دو باقی را قضانیست علی  
 ما هو ظاہر الروایۃ وارجح التصحیحین  
 کما حققہ فی سراد المحتار باز بعد از فرض  
 بلکہ علی اولی الترجیحین عندی کما حققہ  
 علی ہامش حاشیۃ الشامی پس از سنت بعدیہ  
 این سنن قبلہ را ادا کند تا ہم سنت ادا شود و ہم  
 فضل جماعت و استماع خطبہ از دست نرود

میں قاضی خاں سے ہے ، اور امام بقالی نے بھی اسی  
 طرف میلان کیا ہے جیسا کہ شیخ کمال نے فرمایا ، اور  
 شمس الائمہ شرحی نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ یہ بھی مذکور ہے  
 اور اسی کی اتباع غنیہ اور مراقی الفلاح میں ہے ،  
 اور ردالمحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے ، لیکن اس  
 عبد ضعیف کو اس میں توقف ہے ، ظاہر ہدایہ  
 نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں ہے اور  
 کافی شرح وافی للامام نسفی سے بھی یہی ظاہر ہے جیسا  
 کہ میں نے اسے دیکھا ہے ، اور اسی پر علامہ طرابلسی نے  
 برہان ومواہب الرحمن میں جرم کیا ، ملا خسرو نے درر  
 علامہ کرکی نے فیض اور علامہ علی مقدسی نے بھی ظاہراً  
 اسی کی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔  
 علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی کے متن میں اسی پر اعتماد کیا ہے  
 اور دوسرے قول کو لفظ "قیل" کے ساتھ بیان کیا  
 خانہ نے باب الصلوٰۃ کی فصل فی معرفۃ الاوقات میں  
 فرمایا کہ مشائخ نے اسی پر عمل کیا ہے۔ فتح میں ہے کہ  
 یہی مختار ہے ، تلمیذ محقق علامہ محمد حلبی نے حلیہ میں اسے  
 نقل کر کے کہا وہ اسی طرح ہے جو انھوں نے فرمادیا ہے  
 نور الايضاح میں علامہ شرنبلالی اور اس کے ادراک الفریضہ  
 کے حاشیہ میں درر الحکام سے ہے کہ یہی مختار ہے ،  
 خاتمہ لمحققین علامہ شامی نے بھی اسی قول کی تائید  
 کی ہے ، اس قول پر یہ جو رکعات ادا کی گئی ہیں محض  
 نفل ہیں اور باقی دونوں کی قضا نہیں جیسا کہ ظاہر الزوا  
 سے واضح ہے اور دونوں اقوال کی تصحیح میں یہی راجح  
 ہے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تفصیل ہے ، پھر فرض کے بعد

بلکہ میرے نزدیک دونوں ترجیحات میں سے پہلی ہے جیسا کہ میں نے شامی کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے ان میں پہلی سنتوں کو بعد کی سنتوں کے بعد ادا کر لے تاکہ سنت ادا ہو جائے اور فضیلتِ جماعت اور خطبہ کی سماعت کا ثواب بھی ہاتھ سے نہیں جائیگا۔ نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے اگر نمازی جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے اور خطیب آگیا یا ظہر کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو تکبیر جماعت کی گئی تو دو رکعات پر سلام پھیر دے کیونکہ دونوں مصلحتوں کو جمع کر لینا ہی مختار ہے، پھر فرض کے بعد ان پہلی

چار سنتوں کو قضا کر لے تو اب خطبہ کا سننا (جو فرض تھا) فوت نہ ہو اور ادائیگی بھی وجہ کامل پر ہوگی اور تلخیصاً

دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں سنتوں (قبل

از ظہر و جمعہ) کی چار چار رکعات پوری کر لے اگر چہ خطبہ جمعہ یا ظہر کی جماعت کھڑی ہو جائے کیونکہ یہ تمام نماز واحد کی طرح ہیں یہی وجہ ہے کہ پہلے قعدہ میں درود اور تیسری رکعت میں ثنا اور تَعُوذ نہیں پڑھا جاتا، جب کسی نے پہلی دو رکعات میں خرید و فروخت کی خبر سنی اور وہ دوسری دو رکعات میں شروع ہو گیا تو اس سے حتی شفعہ ساقط نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح صاحب اختیار عورت کا اختیار بھی ساقط نہیں ہوتا۔

اسی طرح جب تک وہ چار رکعات سے فارغ نہیں ہو جاتا عورت کے ساتھ خلوت صحیح نہیں پائی جائیگی۔

فی نور الایضاح و شرحه مراقی الفلاح للعلامة الشرنبلالی ان کان فی سنة الجمعة فخرج الخطیب او فی سنة الظہر فاقیمت الجماعة سلم علی رأس رکعتین، و هو الاوجه لجمعه بین المصلحتین، ثم قضی السنة اربعاً بعد الفرض مع ما بعد فلا یفوت الاستماع والاداء علی وجه اکمل۔

چار سنتوں کو قضا کر لے تو اب خطبہ کا سننا (جو فرض تھا) فوت نہ ہو اور ادائیگی بھی وجہ کامل پر ہوگی اور تلخیصاً

قول دیگر آنکہ مصلیٰ اس دو سنت ہر چار رکعت اتمام کند اگرچہ ہنوز تحریمہ بستہ است کہ جماعت ظہر یا خطبہ جمعہ آغاز نہادند زیرا کہ اس ہمہ رکعات پچھ نماز واحد است لہذا در قعدہ اولیٰ درود بخواند نہ در شروع ثالثہ ثنا و تَعُوذ آرد و چون در شفعہ اولیٰ خبر بیع مشنود و بشفعہ دوم انتقال نمود شفعہ ساقط نشود و ہچنان زن مخیرہ را اختیار از دست زود و كذلك تا از ہر چار فراغ نیابد خلوت با زن صحیح نشود و کمال مہر لازم نیاید کل ذلك فی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام العلامة الزیلعی، عامہ مشائخ بترجم و تصحیح اس قول تصریح نموده اند، امام ولوالہی وصاحب متغنی

لہ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۲۵

وصاحب محیط و علامہ ششمی فرمودند الصحيح انه  
 يتبعها اربعا كما في البحر من ادراك الفريضة  
 خود علامہ زین در بحر بعد نعلش فرمود الظاهر ما صحیح  
 المشائخ لانه لا شك ان في التسليم على رأس  
 الركتين ابطال وصف السنية لا كما لها  
 وتقدم انه لا يجوز ان يزاد في علامة عمر بن نجيم  
 ورنه او را مقرر داشت كما في رد المحتار  
 وفتاویٰ صفری فرمود عليه الفتوى علامة شرنبلالی  
 ورجوع غنیہ ذوی الاحکام فرمايد قوله وان كانت  
 سنة الجمعة يسلم على رأس الركتين، اقول  
 الصحيح خلافه وهو انه يتم سنة الجمعة  
 اربعا، وعليه الفتوى كما في الصفري، و  
 هو الصحيح كما في البحر عن الولوالجية  
 والبتنى لانها بمنزلة صلوة واحدة  
 واجبة اه اه امام ظهير الدين مرغینانی در ظهير  
 فرمود هو الصحيح كما في القهستاني  
 والغنية شرح العنية من الاوقات  
 المكروهة ومحياں در سراج وهاج ست كما  
 في الهندية امام شري سرمايد هو

مہر کامل لازم نہ ہوگا۔ یہ تمام گفتگو امام علامہ زیلعی کی  
 تبیین الحقائق شرح کتر الدقائق میں ہے۔ عام مشائخ  
 نے اسی قول کو ترجیح اور اسی کی تصحیح پر تصریح کی ہے۔  
 امام ولوالجی، صاحب متنی، صاحب محیط اور علامہ ششمی  
 فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی چار رکعات پوری  
 کرے، جیسا کہ بحر کے ادراک الفریضہ میں ہے، خود  
 علامہ زین بحر میں اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد  
 لکھتے ہیں ظاہر یہی ہے جس کی تصحیح مشائخ نے فرمائی  
 ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دو رکعات کے بعد  
 سلام وصف سنت کے ابطال کے لئے ہے نہ کہ  
 ان کے اکمال کے لئے، اور نیچے گزر چکا ہے کہ یہ جائز  
 نہیں الخ، ان کے بھائی علامہ عمر بن نجیم نے نہر میں اسی  
 کو ثابت رکھا ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے، فتاویٰ  
 صفری میں فرمایا "فتویٰ اسی پر ہے۔" علامہ شرنبلالی  
 نے غنیہ ذوی الاحکام کے جمعہ میں فرمایا ماتن کا  
 قول (اگر نماز جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو دو  
 رکعتوں پر سلام پھیر لے) میں کہتا ہوں کہ صحیح اس کے  
 خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کی چار رکعتیں ادا کرنے  
 اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ صفری میں ہے اور یہی صحیح ہے

۷۱/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی	باب ادراک الفریضہ	لہ بحر الرائق
"	"	"	"
۱۴۱/۱	مطبوعہ احمد کامل دار سعادت بیروت	باب الجمعہ	غنیہ ذوی الاحکام علی الدرر الحکام
ص ۲۴۲	مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور	الشرط الخامس هو الوقت	غنیہ المستمل بحوالہ المرغینانی
۱۲۰/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	الباب العاشر فی ادراک الفریضہ	فتاویٰ ہندیہ بحوالہ السراج الوہاج



جیسے بحر میں ولوالجیہ اور المبتغی سے ہے کیونکہ یہ بمنزل ایک نماز واجبہ کے ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی ظہیر یہ میں فرماتے ہیں یہی صحیح ہے جیسا کہ قسستانی اور غنیہ شرح غنیہ کے اوقات مکروہہ میں ہے اسی طرح سراج و ہاج میں ہے جیسے فتاویٰ ہندیہ میں ہے، امام سرخسی فرماتے ہیں کہ یہی اصح ہے اور اسی میں یہ بھی ہے علامہ غزالی نے متن تنویر الابصار میں فرمایا کہ راجح یہی ہے، علامہ دمشقی نے درمختار میں اس پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا یہ مخالف ہے اس بات کے جس کو کمال نے ترجیح دی اور باب جمعہ میں بحر کی اتباع میں فرمایا اصح قول یہی ہے مجمع الانہر میں فرمایا اکثر مشائخ نے اسی کو صحیح کہا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی چار رکعات ادا کرے، حتیٰ کہ محرر مذہب حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط جو کتب ظاہر الروایہ میں سے ہے میں اسی کی طرف اشارہ کیا اور یہی حجت کافی ہے قدوة محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا اسی کی طرف (امام محمد نے) اصل میں اشارہ فرمایا ہے۔

الاصح كما فيها ايضا علامه غزالي  
در متن تنویر الابصار فرمود علی  
الراجح علامه دمشقی در در مختار  
تقریرش کرد و گفت خلافا لهما  
راجحه الکمال و در جمعة  
تبعالببحر فرمود یتوف  
الاصح در مجمع الانہر گفت صححه  
اکثر المشائخ هم در آنت  
الصحيح انه يشتم تا آنکہ محرر  
مذہب حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ  
علیہ در مبسوط کہ از کتب ظاہر الروایة  
ست باین معنی ایما فرمود ناھیک  
به حجة و قدوة محقق علی  
الاطلاق در فتح فرمایہ الیس  
اشارہ فی الاصل ہے

۱۲۰/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب الفریضہ	ادراک الفریضہ	باب الفریضہ	مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر
۹۹/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	باب الفریضہ	ادراک الفریضہ	باب الفریضہ	نورید رضویہ سکھر
۱۱۳/۱	"	باب الفریضہ	ادراک الفریضہ	باب الفریضہ	"
۱۳۱/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الفریضہ	ادراک الفریضہ	باب الفریضہ	"
"	"	"	"	"	"
۴۱۱/۱	"	باب الفریضہ	ادراک الفریضہ	باب الفریضہ	"

**اقول** (میں کہتا ہوں) آپ نے دیکھ لیا کہ ہر طرف قوت ہے، تو نہایت بلند اور جلیل رفعت دونوں میں ہے پس قول اول پر جو دلیل امام ابن ہمام قدس سرہ نے ذکر کی ہے وہ اگرچہ دل کو پسند ہے لیکن عام تصحیحات صریحہ کا، بحوم اس طرف زیادہ ہے کہ جہاں لفظ "الصیب" ہے جو کہ جمہور ائمہ کا خاص انداز جس کو دوسرے قول نے اپنے دامن میں لے رکھا ہے اور لفظ "ھو" اوجہ "جو کہ محقق علی الاطلاق کی طرف سے قول اول کے لئے مزید وزنی ہے ہیئت، مادہ اور زائد امور، ہر لحاظ سے، جیسا کہ کلام کے اسلوب سے واقف فقیہ اور ماہر پر مخفی نہیں، اس طرف اگر مشائخ کی پسند ہے جو کہ بظاہر خود امام قاضی خاں سے مراد ہے تو دوسری طرف بھی "صحیحہ اکثر المشائخ" اور "صحیحہ المشائخ" کے الفاظ ہیں نیز وہاں "علیہ الفتوی" کے الفاظ بھی ہیں جو کہ عام الفاظ کی نسبت زیادہ تاکید اور قوت پر وال ہیں، پھر اگر وہاں (سہلے قول) کی طرف نوادر زوات کے مطابق شیخین (امام اعظم و امام ابو یوسف) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب مذکور ہے تو یہاں دوسرے قول) کے لئے اصل (بسوط امام محمد) کا اشارہ موجود ہے جبکہ اصل کا اشارہ کوئی معمولی بات نہیں ہے مشہور علماء کا قول ہے کہ "متون" کا مفہوم بھی فتاویٰ کے منطوق (ظاہر عبارت) پر مقدم ہے۔ علامہ سیدی احمد حموی نے غزالیوں میں لکھا ہے کہ مخفی نہیں کہ

**اقول** دیدی کہ ہر جانب قوتے ست بس علیہ و رفعتے شامخہ جلیلہ اما دلیل قول اول کہ امام ابن ہمام قدس سرہ ذکر فرمود گو بدل چہ پندہ تر باش لکن عامہ تصحیحات صریحہ ای طرف بحوم آورہ و لفظ ھو الصحیح کہ از جمہور ائمہ طراز دامن قول دوم شد بر لفظ ھو اوجہ کہ از امام محقق علی الاطلاق نصیبہ قول اول ست گراں سنگیہا دارو ہم از روئے مادہ و ہم از راہ ہیئت و ہم از جہت زوائد کمالا یخفی علی الفقیہ النبیہ العارف باسالیب الکلاہ۔ آن طرف اگر بہ اقد المشائخ ست کہ بظاہر مراد بایشان مشائخ خود امام قاضی خاں ست ای طرف صحیحہ اکثر المشائخ ست و نیز آنکہ از عامۃ الفاظ اکد ست واقوی اعنی لفظ علیہ الفتوی باز آن طرف اگر از حضرات شیخین مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما زوات نوادر ست ای جانب اشارہ اصل و اشارہ اصل نہ چیرے ست سہل علماء سپید گفتمہ اند کہ مفہوم متون بر منطوق فتاویٰ تقدم دارد علامہ سیدی احمد حموی در غزالیوں نگار و غیر خاف ان مافی المتون والشروح ولوکان بطریق المفہوم مقدم علی مافی الفتاوی وان لم یکن فی عبارتها اضطراب و پیداست کہ نسبت نوادر یہ اصول بحوم نسبت فتاویٰ ست بہتوں وبالآخر مسئلہ از ان قبیل ست کہ انسان ہر دو قول

لے غزالیوں البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الحج والماذون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۴۹

متون اور شروح میں جو بات بطور مفہوم ہے وہ فتاویٰ کے واضح اقوال پر مقدم ہے، حاصل یہ کہ نوادر کا مقابلہ اصول سے ایسے ہے جیسا کہ فتاویٰ کا متون سے ہے یعنی اصول کے اشارہ کو نوادر کی تصریحات پر ترجیح ہے فرضیکہ یہ مسئلہ اس قبیل سے ہے کہ اس کے دونوں اقوال میں سے جس پر انسان چاہے عمل کرے تو کوئی اعتراض نہیں ہے، اور میں خود دوسرے قول کی طرف اپنے آپ کو مائل پاتا ہوں اس کے وجہ کچھ تو آپ نے سن لئے اور کچھ کو سنیں گے **فاقول پہلے قول کی دلیل پر کہا جاسکتا ہے کہ جب سنت اپنے وقت سے مؤخر ہو جائے تو وہ ناقص ہو جاتی ہے اور یہ سنت بطریقہ سنت ادا نہ ہوگی جبکہ سنتیں فرائض کو کامل بناتی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ کامل چیز کا مکمل کرنا زیادہ کامل ہوتا ہے ناقص چیز کی تکمیل کے مقابلہ میں، تو یوں زیادہ کامل ہوتا ہے ناقص چیز کی تکمیل کے مقابلہ میں، تو یوں**

برہر چہ خواہ عمل نماید هیچ جائے ملامت نیست  
ومن فقیہ بقول اخیر خود را مائل ترمی بینم بوجہ ہے  
کہ شنیدی وہی شنوی۔ فاقول بر دلیل قول اول  
می توان گفت کہ سنت چون از وقت خود برگشت نقصان  
پذیرفت و سنت بر وجہ سنت ادا نشد و سنن مکملات  
فرائض سنت و شک نیست کہ تکمیل کامل اکمل از تکمیل  
ناقص سنت پس نقصان سنن بنقصان فرائض منجر شود  
پس در تسلیم بر رکعتین ہم ابطال وصف سنت است  
بے آنکہ بر وجہ سنت ایجاب یابد وہم انعدام تکمیل فرض  
سنت علی الوجه الاکمل بخلاف تمام کہ سنت از نقصان  
محفوظ مطلق ماند و در فرض اگر جہتہ از اکمیت فوت  
شود جہتہ دیگر بدست آید ہذا ماورد علی قلبی و  
العلم بالحق عند ربی ان ربی بکل شیء علیم۔

سنت کا نقصان فرض کے نقصان کا باعث ہوتا ہے، تو جب دو رکعتوں پر سلام سنت کے وصف میں نقصان ہے جو کہ پورا نہیں ہوتا، تو اس سے فرض کی تکمیل میں عدم لازم آئے گا کہ فرض اکمل نہ ہو سکے گا برخلاف اس بات کے کہ جب سنت کو تام کیا جائے تو وہ نقصان سے مطلقاً محفوظ رہے گی تو اس سے اگرچہ فرض کے اکمل ہونے میں فرق آیا مگر دوسری وجہ (سنتوں کی تکمیل) سے متبادل کمال حاصل ہو جائے گا۔ یہ ہے جو میرے دل میں ڈالا گیا اور حقیقی علم میرے رب کو ہے، میرا رب ہر چیز کا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ از او جین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب

۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکرو وضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے، جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں، اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا تو جروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و

آگہ ہے، جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو، قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

در مختار میں ہے جب کسی کو یہ خطرہ ہو کہ اگر فحسہ کی سنتیں ادا کیں تو جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ سنتیں ترک کر دے کیونکہ جماعت اکمل ہے واللہ تعالیٰ اعلم (د)

فی الدر المختار اذا خاف فوت ركعتي الفجر لا اشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة اكمل الخ والله تعالى اعلم

### مسئلہ ۱۸۸ ۱۵ رمضان المبارک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فرض تنہا پڑھ چکا تھا اب مسجد میں جماعت قائم ہوئی اور یہ اس وقت مسجد میں موجود ہے تو اب اسے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

### الجواب

ظہر و عشا میں ضرور شریک ہو جائے کہ اگر تکبیر سن کر باہر چلا گیا یا وہیں بیٹھا رہا تو دونوں صورت میں مبتلائے کراہت و تہمت ترک جماعت ہوا اور فجر و عصر و مغرب میں شریک نہ ہو کہ قول جمہور پر تین رکعت نفل نہیں ہوتے اور چوتھی ملائے گا تو بسبب مخالفت امام کراہت لازم آئے گی اور فجر و عصر کے بعد تو نوافل مکروہ ہی ہیں اور ویسے بیٹھا رہے گا تو کراہت اور اشد ہوگی لہذا ان نمازوں میں ضرور ہوا کہ باہر چلا جائے۔

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں فرمایا جب تنہا نماز ادا کر کے کوئی مسجد سے باہر نکلا تو کراہت نہیں کیونکہ اس نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے والے کی آواز پر لبیک کہا ہے لہذا دوبارہ اس پر واجب نہیں البتہ اس صورت میں کراہت ہوگی جب اس کے نکلنے سے پہلے ظہر اور عشا کی جماعت کے لئے تکبیر کہہ دی گئی کیونکہ ان میں امام کے ساتھ نوافل ادا کر سکتا ہے تاکہ

قال العلامة الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فی نور الایضاح و شرحه مراقی الفلاح ان خرج بعد صلوٰتہ منصرفا لا یکرہ لانه قد اجاب داعی اللہ مرۃ فلا تجب علیہ ثانیاً الا انہ یکرہ خروجه اذا اقيمت الجماعة قبل خروجه فی الظهر و فی العشاء، لانه یجوز النفل فیہما مع الامام یتہم بمخالفة الجماعة کالخوارج و الشیعة وقد قال



مسئلہ از چمن سرائے سنبل مسئلہ احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نزدیک علمائے حنفیہ اہلسنت وجماعت کے صبح کی سنت  
 اگر فرض جماعت سے ہوتے ہوں تو پڑھے یا نہیں؟ بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کی دوسری رکعت کا رکوع  
 بھی مل جانے کا یقین ہو تو سنتیں پڑھ لے ورنہ سورج نکلنے پر ادا کرے، بعض کا قول ہے قاعدہ اخیرہ کی شرکت  
 بھی کافی ہے سنت کو پہلے پڑھے، بعض کہتے ہیں کہ جس وقت تکبیر اولیٰ فرضوں کی ہو ترک سنت کرے فرضوں میں  
 فوراً شریک ہو جائے اور پھر نماز سنت نہ بعد سلام پڑھے وقت ہونے پر نہ بعد طلوع آفتاب۔

### الجواب

تیسرے شخص کا قول محض باطل ہے اور پہلے دو قول صحیح ہیں اور ان میں دوسرا صحیح ہے اگر تشہد تک  
 بھی جماعت میں ملنا دیکھے تو صبح کی سنتیں صفت سے دُورا داکر کے شامل ہو جائے، اور جو یہ سمجھتا ہے کہ سنتیں پڑھنے  
 میں جماعت بالکل فوت ہو جائے گی تو اس وقت نہ پڑھے اور جماعت میں شریک ہو جائے پھر بعد فرض نہیں پڑھ  
 سکتا جب تک آفتاب بلند نہ ہو اگر پڑھے گا گنہ گار ہوگا، ہاں بعد بلندی پڑھے تو مستحب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

# باب قضاء القوائت

## ( فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا بیان )

۱۱۹۱ھ ۲۸ محرم ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد؟ بینوا توجروا

### الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے، ہمارے سب ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھے، نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے۔ رد المحتار میں ہے،

اذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس  
بالاجتماع لكرهه النفل بعد الصبح واما بعد  
طلوع الشمس فكذلك عندها، وقال محمد  
احب الى ان يقضيها الى الزوال كما في الدرر  
جب فجر کی سنتیں تنہا فوت ہو جائیں تو بالاتفاق طلوع آفتاب سے پہلے ادا نہ کی جائیں کیونکہ نماز فجر کے بعد نوافل مکروہ ہیں، رہا معاملہ طلوع فجر کے بعد کا، تو شیخین کے نزدیک قضا نہیں، اور امام محمد نے فرمایا کہ زوال تک سنتیں قضا کر لینا میرے نزدیک پسندیدہ ہیں جیسا کہ درر میں ہے۔ (ت)

اور یہ خیال کہ اس میں قصداً وقت قضا کر دینا ہے ناواقفی سے ناشی، یہ سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہو گئیں کہ ان کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں، اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہرگز نہ ہوں گی الا تری الی قوله لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمی صلوتہا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء (کیا آپ نے ان کے یہ الفاظ نہیں دیکھے کہ بالاتفاق طلوع آفتاب سے پہلے سنتیں قضا نہ کی جائیں تو انہوں نے فرائض کے بعد طلوع سے پہلے ان کی ادائیگی کو قضا کا نام دیا ہے۔ ت) لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں؛ لہذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹۲ از کلکتہ نائب براہ ڈاک خانہ ویلزلی اسٹریٹ ۶ مرسلہ رشید احمد خاں ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۹ھ  
جناب مولوی صاحب بعد آداب کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ اگر زید برابر نماز پڑھتا رہے لیکن یکم جنوری سے ۱۵ تک قضا ہو گئی ۱۶ سے پھر پڑھی اور قضا بھی ترتیب وار ادا کرنے لگا۔ ۲۰ تک برابر پڑھتا رہا پھر پانچ روز کی قضا ہو گئی ۲۵ سے شروع کی تو قضا کس طرح ادا کرے یعنی ترتیب وار جیسی یکم جنوری کی صبح پھر ظہر و عصر و مغرب و عشا پھر ایسے ہی ۱۵ تاریخ تک رفتہ رفتہ دو چار یوم میں ادا کر چکا اب ۱۵ سے ۲۰ تک تو پہلے ہی پڑھ چکا ہے ۲۰ سے ۲۵ تک کے قضا پھر اسی طور پر ادا کرے یا کیا حکم ہے؟ باقی آداب!

### الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زید پر نہ ان ۱۵ دن کی قضا میں ترتیب ضرور تھی نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے اسے اختیار ہے ان میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے جو چاہے پیچھے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے زائد ہو جاتی ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یعنی باہم ان میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور ان میں اور وقتی نماز میں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی پھر ان نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی نہ بلحاظ وقتی کوئی کبھی عود نہیں کرتی اگرچہ ادا کرتے کرتے چھ سے کم رہ جائیں مثلاً اب اسی صورت میں زید پر پانچ دن کی پچیس نمازیں ہیں جب دو ہی رہ جائیں گی تو بھی اسے اختیار ہے کہ اس کی ادا سے پہلے وقتیہ نماز پڑھ لے، ہاں مذہب پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نماز نیت میں معین مشخص ہو جائے ہو الا حوط من تصحیحین (دونوں تصحیحوں میں احوط یہ ہے۔ ت) مثلاً دس فجریں قضا ہیں تو یوں گول نیت نہ کرے کہ فجر کی نماز کہ اس پر ایک فجر تو نہیں جو اسی قدر بس ہو بلکہ تعیین کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر، مگر یہ کیسے یاد رہتا ہے اور ہو بھی تو اس کا خیال حرج سے خالی نہیں لہذا اس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر جس کی قضا مجھ پر ہے، جب ایک پڑھ چکے پھر یوں ہی پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی اس کی قضا اس پر نہ رہی تو کی ہے اب ان میں کی پہلی نیت میں آئے گی یونہی اخیر تک نیت کی جائے، اسی طرح باقی سب نمازوں



میں کے اور جس سے ترتیب ساقط ہو، جیسے یہی دنس یا پچھ فجر کی قضا والا پہلی کی جگہ کھلی بھی کہہ سکتا ہے نیچے سے اوپر کو ادا ہوتی چلی جائے گی، ردالمحتار میں ہے :

لا يلزم الترتيب بين الفائتة والوقدية ولا بين الفوائت اذا كانت الفوائت ستا كذا في النهري۔

ردمختار میں ہے :

ولا يعود لزوم الترتيب بعد سقوطه بكثرتها، اي الفوائت يعود الفوائت الى القلة بسبب القضاء لبعضها على المعتمد، لان الساقط لا يعود۔

اسی میں ہے :

يعين ظهر يوم كذا على المعتمد والاسهل نيته اول ظهر عليه او اخر ظهر الخ وتامه في رد المحتار۔ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹۳ ۲۹ صفحہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض کے مسبوق ادا کرے، درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سنت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لئے سنتیں رہ گئیں ان کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب

۵۳۸/۱

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

باب قضاء الفوائت

ردالمحتار

۱۰۱/۱

مجتبائی دہلی

باب شروط الصلوة

ردمختار

۶۷/۱

باب شروط الصلوة

باب شروط الصلوة

ردمختار

پیش از نصف النہار شرعی کرے، طلوع شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع و مکروہ ہے  
 لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 لا صلوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس  
 واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل  
 مجدہ اتم و احکم۔  
 احکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ صبح کی نماز بوقت خطبہ کے جائز ہے، اور عمر کہتا ہے بوقت خطبہ کے جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے لا صلوة و لا کلام (اُس وقت نہ نماز ہے نہ گفتگو۔ ت)، ان دونوں میں کون حق پر ہے اور کون مطابق حدیث شریف کے عمل کرتا ہے؟ بیاد توجروا

### الجواب

جو صاحب ترتیب نہیں اُسے قضا نماز بھی خطبہ کے وقت ادا کرنی جائز نہیں کہ بعد کو بھی پڑھ سکتا ہے اور صاحب ترتیب کو وقتی نماز سے پہلے قضا کا ادا کرنا ضرور، ورنہ وقتی بھی نہ ہوگی، ایسے شخص نے اگر ابھی قضا کے فجر ادا نہ کی اور خطبہ شروع ہو گیا تو اُسے قضا پڑھنے سے ممانعت نہیں بلکہ ضرور و لازم ہے ورنہ جمعہ بھی نہ ہوگا، ہاں بلا عذر شرعی اتنی دیر لگانی کہ خاص خطبہ کے وقت پڑھنی پڑے اُسے بھی جائز نہیں۔

لتأدیہ الی ترک الاستماع و ہو فی نفسہ مخطور  
 وکل ما دی الی مخطور مخطور۔  
 کیونکہ اس میں خطبہ کا عدم سماع لازم آ رہا ہے جو  
 فی نفسہ ممنوع ہے اور ہر وہ شیء جو ممنوع تک پہنچنے  
 ممنوع ہوتی ہے۔ (ت)

### در مختار میں ہے :

اذ اخرج الامام فلا صلوة ولا کلام الی تمامہا  
 خلا قضا فائتة لم یسقط الترتیب بینہا  
 و بین الوقتیة فانہا لا تکرر  
 جب امام جمعہ آجائے تو امام جمعہ تک نہ نماز ہے  
 نہ کلام، البتہ فوت شدہ نماز کی قضا مکروہ نہیں کیونکہ  
 فوت شدہ اور وقتی نماز کے درمیان ترتیب ساقط  
 نہیں ہوتی تھی۔ (ت)

لہ صحیح البخاری کتاب مواقیب الصلوة باب التحری الصلوة قبل غروب الشمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۲ و ۸۳  
 لہ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱/۱۱۳

سراج وغیرہ میں ہے، لفرورة صبحۃ الجمعة والا لای (جمعہ کی صحت کے پیش نظر ہے ورنہ نہیں تہ)۔  
ردالمحتار میں ہے :

قوله فانها لا تکره ( بل يجب فعلها قوله والا  
لا ) ای وان سقط الترتیب تکره لا - انتھی  
والله تعالیٰ اعلم۔  
ماتن کا قول "کیونکہ اس میں کراہت نہیں" بلکہ اس کا  
کراہ واجب ہے (ورنہ نہیں) یعنی اگر ترتیب ساقط  
ہو چکی ہو تو کراہت لازم آئے گی انتھی۔ واللہ تعالیٰ  
اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی سنت فجر کی قضا ہو گئیں اب وہ قضا کرے یا نہیں  
اور اگر قضا کرے تو کس وقت، اور یہ سنتیں بلیٹھ کر بھی بلا عذر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

سنت فجر بلا مجبوری و معذوری بلیٹھ کر نہیں ہو سکتیں، اور اگر مع فرض قضا ہوئی ہوں تو ضحوة کبریٰ آنے تک  
ان کی قضا ہے اس کے بعد نہیں، اور اگر فرض پڑھ لئے سنتیں رہ گئی ہیں تو بعد بلندی آفتاب ان کا پڑھ لینا مستحب ہے  
قبل طلوع روا نہیں۔ علیگیر یہ میں ہے :

سنة الفجر لا يجوز ان يصلها قاعدا مع القدرة  
على القيام ولذا قيل انها قريبة من الواجب  
كذا في التاتارخانية ناقلا عن النافع  
ولا يجوز اداءها راكبا من غير عذر كذا  
في السراج الوهاج والسنة اذا فاتت عن  
وقتها لم يقضها الا ركعتي الفجر اذا فاتتا  
مع الفرض يقضيهما بعد طلوع الشمس  
الى وقت الزوال ثم يسقط هكذا في محيط  
السرخسي وهو الصحيح هكذا في البحر  
الرائق واذا فاتت بدون الفرض  
فجر کی سنتیں قیام پر قدرت کے باوجود بلیٹھ کر ادا کرنا  
جائز نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ واجب کے  
قریب ہیں۔ تاتارخانیہ میں نافع سے اسی طرح منقول  
ہے، بغیر عذر کے سواری کی حالت میں بھی انھیں ادا  
کرنا جائز نہیں، جیسا کہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور  
سنتیں اگر اپنے وقت سے قضا ہو جائیں تو ان کی  
قضا نہیں البتہ اگر فجر کی سنتیں فرض کے ساتھ رہ جائیں  
تو طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے پہلے قضا کی جائیں  
اس کے بعد ساقط ہو جائیں گی، اسی طرح محیط سرخسی  
میں ہے کہ یہی صحیح ہے، اسی طرح البحر الرائق میں ہے

سراج الوہاج

باب الجمع

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

۶۰۲/۱

جب یہ سنتیں فرض کے بغیر رہ جائیں تو شیخین کے نزدیک ان کی قضا نہیں، امام محمد کی رائے اس کے خلاف ہے (کہ قضا کی جائیں) جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

لا یقضی عندہما خلافاً للمحمد رحمہ اللہ  
تعالیٰ کذا فی محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ  
اعلم۔

۱۹۶ھ شعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی چار سنتیں قبل عشا کے فوت ہو گئیں مثلاً جماعت قائم ہو گئی نہ پڑھنے پایا شریک ہو گیا، اب بعد نماز ان کی قضا جائز ہے یا نہیں؟ علمائے عصر سے بعض مولویوں نے فرمایا قضا کرے اور ان کے خلاف بعض عالموں نے فتویٰ لکھا کہ ان کی قضا نہیں وہ مستحب ہیں اور قضا سنت مؤکدہ کی ہے، نہ مستحب کی۔ جب اس کا محل جاتا رہا پڑھنا بھی دور ہوا، اور بعض اجلہ فضلانے یہ تحریر فرمایا کہ ان کی قضا خلاف قیاس و خلاف اجماع فقہ ہے، اور اگر لازم سمجھے گا تو بدعت مذمومہ ہوگا، اس صورت میں قول فیصل کیا ہے؟  
بیتواتوجروا۔

## الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب قول فیصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ یہ سنتیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں، علامہ علائی در مختار میں فرماتے ہیں:  
اما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی  
اصلاً  
لیکن اگر کوئی بعد و سنت بعدیہ کے پڑھے تو کچھ ممانعت بھی نہیں، علامہ طحاوی حاشیہ شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:  
لا مانع من قضاء التی قبل العشاء بعدھا۔  
عشا کی پہلی سنتوں کو عشا کے بعد ادا کر لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (ت)  
ہاں اس شخص سے وہ سنن مستحبہ ادا نہ ہوں گی جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی تھیں بلکہ ایک نفل نماز مستحب ہوگی جیسے تراویح

۱۱۲/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب فی التوافل	۱۱۲/۱
۱۰۰/۱	مطبع مجتہدانی دہلی	باب ادراک الفریضہ	۱۰۰/۱
۲۲۶ ص	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب ادراک الفریضہ	۲۲۶ ص

وسنت مغرب و دوست عشاکہ ان کی قضا نہیں، پھر اگر کوئی آج کی فوت شدہ تراویح کل پڑھے تو نفل ہوں گے  
 زسنت و تراویح نہ شرعاً مکروہ و قبیح۔ علامہ ابن الدین محمد ردالمحتار میں انہی سنن عشاکہ کی نسبت فرماتے ہیں:  
 لو قضاها لاکون مکروہة بل تقع نفلا مستحبا  
 لاعلی انها هی السی فانت عن محلها کما  
 قالوا فی سنة التراویح۔  
 اگر انھیں قضا کر لیا جائے تو کراہت نہیں بلکہ نفل مستحبہ  
 ہو جائیں گی اور یہ اپنے محل سے فوت ہونے والی  
 نماز نہیں بلکہ (یہ نئی نماز ہوگی) جیسا کہ فقہاء نے  
 تراویح کے بارے میں فرمایا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار کی بحث تراویح میں ہے :

لا تقضی اذا فاتت اصلا ولا وحدة فی الاصح  
 فان قضاها کانت نفلا مستحبا و لیس  
 بتراویح کسنة مغرب و عشاء۔

جب تراویح فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں  
 نہ جماعت سے نہ اکیلے، اصح قول کے مطابق۔ اور اگر  
 کوئی قضا کر لیتا ہے تو نفل مستحب بن جائیں گی اور یہ  
 نماز تراویح نہ ہوگی جیسا کہ مغرب و عشاء کی سنتوں کا  
 حکم ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) تحقیق مقام و تنقیح مرام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادائیگی کے محل میں ادا مطلق  
 سنت میں شامل ہے لہذا جو اس کے علاوہ وقت  
 میں ادا ہوں گے وہ سنت ہی نہیں ہوں گے لہذا  
 قضا کہاں! کیونکہ قضا فوت شدہ کی مثل بلکہ  
 محققین علماء کے ہاں عین نماز ہوتی ہے، ہاں فوت  
 ہونے کے بعد جس کا وقت خود رسالتاً صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے معین فرمادیا وہ ادائیگی سنت ہوگی اور  
 قضا بھی حقیقی ہوگی۔ (ت)

یہ ہے کہ حقیقتاً قضا نہیں مگر فرض یا واجب کی،  
 الاداء فی محل اداء النبی صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم داخل فی مطلق السنة فما  
 ادى فی غیر المحل لا یكون سنة فلا یكون  
 قضاء اذا القضا مثل الفاتت بل عینہ  
 عند المحققین نعم ما عین له النبی  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محلا بعد  
 فوتہ فیقع سنة فیکون قضاء حقیقۃ۔

باقی نوافل و سنن اگرچہ موکدہ ہوں مستحق قضا نہیں کہ شرعاً لازم ہی نہ تھی جو بعد فوت ذمہ پر باقی رہیں،

فی الهدایۃ الاصل فی السنۃ ان لا تقضى  
لاختصاص القضاء بالواجب اھ و تمام  
تحقیقہ فی الفتح۔

ہدایہ میں ہے سنت میں اصل یہ ہے کہ اس کی قضا  
نہیں کیونکہ قضا واجب کے ساتھ مخصوص ہے اھ  
اور اس پر تمام گفتگو فتح میں ہے۔ (ت)

مگر بعض جگہ بخلاف قیاس نص وارد ہو گیا کہ وہی سنتیں جو ایک محل میں ادا کی جاتی تھیں بعد فوت دوسری جگہ ادا فرمائی گئیں  
جیسے فجر کی سنتیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوں بشرطیکہ بعد بلندی آفتاب و قبل از زوال ادا کی جائیں، یا ظہر کی پہلی چار  
سنتیں جو فرض سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو بعد فرض بلکہ مذہب ارجح پر بعد سنت بعد یہ کہ پڑھیں بشرطیکہ ہنوز وقت ظہر باقی ہو  
نص علی کل ذلک فی غیر ما کتاب کرد المحتار (اس پر متعدد کتب مثلاً رد المحتار میں تصریح ہے۔ ت) ان شرائط  
کے ساتھ جب یہ دونوں سنتیں بعد فوت پڑھی جائیں گی تو بعینہا وہی سنتیں ادا ہوں گی جو فوت ہوئی تھیں اور ان کے  
سوا اور فوت شدہ سنتیں یا یہی سنتیں بے مراعات ان شرائط کے پڑھی جائیں گی تو صرف نفل ہوں گی نہ سنت فائتہ۔  
بالجملہ جو یہ کہے کہ ان کی قضا کا حکم ہے وہ خطا پر ہے اور جو کہے ان کی قضا ممنوع ہے وہ بھی غلطی پر ہے اور جو کہے ان کی  
قضا نہیں مگر بعد کو پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں وہ حق پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷ مسئلہ حافظ مولوی عبد الوحید صاحب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ صبح کی سنتیں قضا قبل  
طلوع شمس کے پڑھنا بہتر ہے اور عمر کہتا ہے بعد کو بہتر ہے اول حدیث پر عمل کرنا چاہئے، اور عمر کہتا ہے دوسری  
حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

اگر صبح کی نماز اور سنتیں بسبب خوف جماعت خواہ کسی اور وجہ سے رہ گئیں تو ان کی قضا اگر کرے تو بعد  
بلندی آفتاب پڑھے قبل طلوع نہ صرف خلاف اولیٰ بلکہ ناجائز و گناہ و ممنوع ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما صحاح  
وسنن و مسانید میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع  
سحر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے  
بعد غروب آفتاب تک نماز سے  
نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
عن الصلوٰۃ بعد الصبح حتی تطلع  
الشمس و بعد العصر حتی

تغریباً

منع کیا ہے۔ (ت)

صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا صلوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس  
ولا بعد العصر حتی تغرب الشمس۔

صبح کے بعد سورج کے بلند ہونے تک نماز نہیں اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز نہیں۔ (ت)

صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نهى  
عن الصلوة بعد العصر حتى تغرب الشمس  
وعن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور صبح کے بعد طلوع آفتاب تک نماز سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

علم فرماتے ہیں اس مضمون کی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں ذکرة المناوی  
فی التیسیر فی شرح الجامع الصغیر (اسے امام مناوی نے التیسیر فی شرح الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔)  
در مختار میں ہے :

کره نفل قصد اولو تحية مسجد و كل  
ما كان واجبا لغيره كمنذرو رركعتي طواف  
والذي شيع فيه ثم افسده ولو سنة  
فجر بعد صلوة فجر وعصرا مخلصاً

نماز فجر اور عصر کے بعد وہ تمام نوافل ادا کرنے مکروہ ہیں جو قصداً ہوں اگرچہ تحیۃ المسجد ہوں، اور ہر وہ نماز جو غیر کی وجہ سے لازم ہو مثلاً نذر اور طواف کے نوافل اور ہر نفل نماز جس میں شروع ہوا پھر اسے توڑ ڈالا اگرچہ وہ فجر اور عصر کی سنتیں ہی کیوں نہ ہوں اھ مخلصاً

روالمختار میں ہے :

الکراهة هنا تحريمية ايضاً كما صرح به  
في الحلية ولذا عبر في الخانية و

یہ کراہت تحریمیہ ہے جیسا کہ اس کی تصریح حلیہ میں ہے، اسی لئے خانہ اور خلاصہ میں عدم جواز سے تعبیر کیا گیا

۸۲/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الصلوة بعد الفجر	کتاب مواقیت الصلوة	صحیح البخاری
۸۳/۱	"	"	"	"
۸۳ و ۸۲/۱	"	"	"	"
۶۱/۱	مطبع مجتہاتی دہلی	کتاب الصلوة	کتاب مواقیت الصلوة	صحیح البخاری

الخلاصة بعد الجواز والمراد عدم المحل. اور اس سے مراد یہ ہے کہ حلال نہیں۔ (ت)  
امام احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فرماتے ہیں،

جس نے صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ بعد طلوع آفتاب  
پڑھے۔ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا اور  
امام ذہبی نے تلخیص میں اس کی صحت کو برقرار رکھا۔ (ت)

من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد  
ما تطلع الشمس. قال الحاکم صحیح و  
اقره الذہبی فی التلخیص۔

رہی حدیث ابو داؤد،

عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابن نمیر نے  
سعد بن سعید سے کہ محمد بن ابراہیم نے قیس بن عمرو  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بعد صلوٰۃ صبح  
دو رکعتیں پڑھتے دیکھا فرمایا صبح کی دو ہی رکعتیں ہیں؛  
اس شخص نے عرض کی: سنتیں میں نے نہ پڑھی تھیں وہ  
اب پڑھ لیں، اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے سکوت فرمایا۔

حدثنا عثمان بن ابی شیبہ نا ابن نمیر عن  
سعد بن سعید ثقی محمد بن ابراہیم عن  
قیس بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأی  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلاً  
یصلی بعد صلوٰۃ الصبح رکعتین فقال  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ  
الصبح رکعتان فقال الرجل انی لم اکت  
صلیت الرکعتین اللتین قبلہما فصلیتہما  
ان ، فسکت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم۔

اسے ابن ماجہ نے سنداً و متناراً روایت کیا ہے اور کہا  
ہیں ابو بکر بن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن نمیر سے بیان کیا  
البتہ ان الفاظ کے علاوہ کہ رسالتنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے فرمایا: کیا صبح کی نماز دو دفعہ ہے؟ (ت)

ورواہ ابن ماجہ حدثنا ابو بکر بن  
ابی شیبہ ثنا عبد اللہ بن نمیر الخ سنداً و متناراً  
نحوہ غیرانہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم اصلوٰۃ الصبح مرتین۔

۲۷۶/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	کتاب الصلوٰۃ	۱۰ رد المحتار
۵۷/۱	مطبوعہ امین کمپنی دہلی	باب ماجاء فی اعادتها بعد طلوع الشمس	جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ
۱۸۰/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب من فاتتہ متی یقضیہا	سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ
ص ۸۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب فی ماجاء فیمن فاتتہ الرکعتان الخ	سنن ابن ماجہ





**ثالثاً** عامر رواة نے اسے مرسل روایت کیا خود انھیں سعید کے دونوں بھائی عبد رب بن سعید و یحییٰ بن سعید کہ دونوں سعید سے اوثق و احفظ ہیں مرسل روایت کرتے، جامع ترمذی میں ہے، انہا مروی ہذا الحدیث مرسل (یہ حدیث مرسل مروی ہے۔ ت۔ سنن ابی داؤد میں ہے،

سہامی عبد ربہ و یحییٰ ابنا سعید ہذا الحدیث مرسل ان جدہم خرید اصل مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔  
سعید کے بیٹے عبد ربہ اور یحییٰ دونوں نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا کہ ان کے دادا زید نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ (ت۔ سنن ابی داؤد اس روایت کا سعید بن سعید پر ہے، جامع ترمذی میں ہے،

حدیث محمد بن ابراہیم لا نعرفہ مثل ہذا الامن حدیث سعد بن سعید۔  
ہم محمد بن ابراہیم سے مروی اس حدیث کو سعید بن سعید کے علاوہ کسی سے نہیں جانتے۔ (ت۔

اور سعد باوصف توثیق مقال سے خالی نہیں، ان کا حافظہ ناقص تھا، امام احمد نے انھیں ضعیف کہا، امام نسائی نے فرمایا قوی نہیں، امام ترمذی نے فرمایا تکلموا فیہ من قبل حفظہ یعنی ائمہ حدیث نے ان سے حدیث ان کے حافظہ کی طرف سے کلام فرمایا۔ لاجرم تقریب میں ہے: صدوق سئ الحفظ آدمی سچے ہیں حافظہ برآ۔

عہ وقع فی نسخ السنن الثلاث التي عندی ان جدہم خرید وهو مشکل فان جد یحییٰ قیس لا خرید وقد انکرہ الحافظ فی الاصابة فقال بعد ذکر الروایة هكذا قرأت ۱۲ منہ (م)  
میرے پاس تینوں سنن کے نسخوں میں یہ ہے کہ ان کے جد کا نام زید ہے لیکن یہ محل اشکال ہے کیونکہ یحییٰ کے جد کا نام قیس ہے زید نہیں۔ حافظ ابن حجر نے اصحابہ میں اس کا انکار کیا اور روایت ذکر کرنے کے بعد کہا میں نے اسی طرح پڑھا ہے ۱۲ منہ (ت۔

- ۱ جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی من تقوۃ الرکعتان الخ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۵۷/۱  
۲ سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب من فاتتہ متی لقیضہا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۰/۱  
۳ جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی من تقوۃ الرکعتان الخ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۵۷/۱  
۴ تہذیب التہذیب ترجمہ سعید بن سعید ۸۶ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ہند ۴۱/۴  
۵ تقریب التہذیب " " ۲۲۴۴ حرف السین المهملة مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۲۳/۱

ان وجوہ کی نظر سے یہ حدیث واحد خود ان احادیث صحیحہ کثیرہ کے مقابل نہ ہو سکتی خصوصاً اس حالت میں کہ وہ مثبت مانعت ہیں اور یہ ناقل اجازت، اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب دلائل حلت و حرمت متعارض ہوں حرمت و مانعت کو ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹۸ ۴ صفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنن اربعہ جو بروز جمعہ قبل از خطبہ پڑھی جاتی ہیں اگر وہ کسی عذر سے ترک ہو جائیں تو بعد خطبہ اور فرضوں کے ان کی ادا ہے یا نہیں؟ بینوا بحوالہ کتاب و توجروا عند اللہ الوہاب۔

### الجواب

ہے اور سنتوں ہی کی نیت کرے وہ سنت ہی واقع ہوں گی،

فی الدر المختار بخلاف سنة الظهر وكذا الجمعة فانه ان خاف فوت ركعة يتركها وليقتدي، ثم يأتي بها على انها سنة في وقتها اي الظهر

در مختار میں ہے کہ بخلاف ظہر کی سنتوں کے اور اسی طرح جمعہ کی سنتوں کے، اگر ایک رکعت کے فوت ہونے کا خطر ہے تو سنتیں چھوڑ کر امام کی اقتدا کرے پھر ان کو وقت ظہر میں ادا کرے۔ (ت)

ہاں اگر وقت ظہر نکل گیا تو اب قضا نہیں لما قدمنا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹۹ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فرض فجر کی جماعت سے پڑھے اور سنت اس کی فوت ہوئی بوجہ ادائے فرض کے اب ان سنتوں کو بعد ادائے فرض پڑھے یا بعد طلوع آفتاب اور وقت بھی ادائے سنت کا باقی ہو اور کسی کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں تو ان سنت و فرض کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے اور سنت کی قضا کس وقت تک چاہئے؟

### الجواب

جب فجر کے فرض پڑھے تو آفتاب بلند ہونے سے پہلے سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں اگرچہ فجر کا بھی ایک گھنٹا وقت باقی ہو، ہاں بعد بلندی آفتاب پڑھے۔ اور جس کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں وہ طلوع کے بعد استواء سے پہلے فرض و سنت دونوں کی قضا کرے، اور اگر یہ وقت بھی گزر گیا بعد زوال فرضوں کی قضا

پڑھے تو اب سنتوں کی قضا نہیں والمسائل مبسوطة فی الدرر وغیرہ عامۃ الاسفار الغر (ان مسائل کی تفصیل در اور دیگر کتب مبارکہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۲۰** از ملک بنگال ضلع نواکھالی ڈاک خانہ چندرا گنج موضع ودالیا مسئلہ محمد ابراہیم ۶ شوال ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عمر بھر نماز کبھی نہیں پڑھی اب یہ شخص مر گیا تو اس وقت اس کی قضاے عمری کی کیا صورت ہے اس کا اگر کوئی تدارک ہو سکے تو کیا ہے؟ بینوا توجروا

### الجواب

اگر وقت بلوغ نہ معلوم ہو تو مرد کے لئے اس کی عمر سے بارہ برس اور عورت کے لئے ۹ برس کم کریں اور باقی تمام برسوں کے دن کر کے ہر دن کی نماز کے لئے آٹھ سو دس تو لے لیں کہ سورہ پے بھر کے سیر سے کچھ کم نو سیر ہوئے یا سولہ سو بیس تولہ جو یا ان کی قیمت ادا کریں ہر محل کے ادا کی طاقت نہ ہو تو جس قدر پر قدرت ہو محتاج کو دے کر قابض کر دیں محتاج اپنی طرف سے پھر ان کو ہبہ کرے یہ قبضہ کر کے پھر کفارہ میں محتاج کو دیں وہ بعد قبضہ پھر ان کو ہبہ کرے، یہ پھر قبضہ کر کے کفارہ میں دیں، یونہی دور کرتے رہیں یہاں تک کہ ادا ہو جائے۔ عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن نو برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک مستثنیٰ کریں مگر جتنی بار حمل رہا ہو مدت حمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثناء نہ کریں عورت کی عادت دربارہ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اتنے دن مستثنیٰ کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لئے جانب اقل میں شرعاً کچھ تقییر نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی منٹ آکر فوراً پاک ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۱۲۱** از اوجین علاقہ گوالیار مکان میر خاں علی صاحب اسٹنٹ مسئلہ محمد یعقوب علی صاحب  
رمضان المبارک ۱۳۰۷ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں عوام الناس امام کی اقتدار میں پانچ وقتی نماز قضا عمری پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا ممنوع؟ کیونکہ قضا نماز جب تک ادا نہ کی جائے ساقط نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی شخص رمضان کے آخری جمعہ کو تمام عمر کی قضا نمازوں کی نیت سے قضا عمری پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تمام عمر کی نمازیں ساقط ہو جائیں گی اس پر

چہ می فرمایند علمائے محقق دین و مفتیان مدقی پابند شرع متین دریں مسئلہ کہ اکثر عوام الناس در آخر جمعہ رمضان المبارک نماز قضاے عمری پنجوقتہ متخلف امام می خوانند درست است یا ممنوع زیرا کہ نماز قضا بدون ادا ساقط و دور نمی شود اگر کسی بروز جمعہ آخری رمضان شریف قضاے نماز تمام عمر بنیت قضاے عمری بخواد کہ ادا شود تعجب ست انتہی و نیز صورت نماز قضاے روز متفرقہ چسیت یعنی

قضاے عصر کے روزہ شنبہ و نماز قضاے عصر دوم چہار شنبہ اگر ایسی ہر دو مردم نماز قضاے عصر جدا گانہ بجاعت ادا نمایند درست است یا منع چہر کہ نماز ہر دو مردم روز یکے نیست علاوہ بریں امام صاحب ترتیب است و مقتدیان ازیں خوبی عاری پس چہنیں امام نماز قضاے یعنی مقتدیان کہ اکثر قضاے نماز ذمہ است فارغ الذمہ میثوند یا حکم آں چہ۔ یعنی پس ادا کنندہ نفل نماز فرض بچہ طور ادا می شود بشرح بسیط بیان فرماید بحوالہ عبارت کتب رحمة الله عليكم اجمعین۔

تعب ہے انتہی، مختلف دنوں کی نمازوں کی قضا کی صورت کیا ہے؟ مثلاً ایک آدمی کی منگل کی عصر اور دوسرے کی بدھ کی عصر قضا ہو گئی ہے اگر دونوں عصر کی قضا آپس میں باجماعت ادا کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا ممنوع؟ کیونکہ دونوں کی نماز ایک دن کی نہیں۔ علاوہ ازیں امام صاحب ترتیب ہے لیکن مقتدی صاحب ترتیب نہیں، اس طرح کے امام کے پیچھے مقتدیوں کی نماز سے ان کی قضا نمازیں ساقط ہو جائیں گی یا ان کا حکم کیا ہے یعنی نفل ادا کرنے سے فرض کس طرح ساقط ہو سکتے ہیں؟ عبارت کتب کے حوالہ جات سے تفصیلاً بیان فرمائیں تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ (ت)

## الجواب

ایں طریقت کہ بہر تکفیر صلوات فائتہ احداث کردہ اند بدعت شنیعہ در دین نہ سادہ اند حدیثش موضوع و فعلش ممنوع و ایں نیت و اعتقاد باطل و مدفوع اجماع مسلمین بر بطلان ایں جہالت شنیعہ و ضلالت فطیعیہ قائم است حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند :

من نسی صلوة فلیصلہا اذا ذکرہا لا کفارة لہا الا ذلک ہر کہ نماز سے فراموش کرد چوں یاد آید آں نماز باز گزارد جز ایں مراورہ کفارہ نیست اخوجہ احمد و البخاری و مسلم و اللفظہ و الترمذی

فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کے طور پر یہ جو طریقت (قضاے عمری) ایجاد کر لیا گیا ہے یہ بدترین بدعت ہے اس بارے میں جو روایت ہے وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے یہ عمل سخت ممنوع ہے، ایسی نیت و اعتقاد باطل و مردود، اس جہالت قبیحہ اور واضح گمراہی کے بطلان پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے،

جو شخص نماز بھول گیا تو جب اسے یاد آئے اسے ادا کر لے، اس کا کفارہ سوائے اس کی ادائیگی کے کچھ نہیں۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم (مذکورہ الفاظ بھی اسی کے ہیں)، ترمذی، نسائی اور دیگر محدثین نے حضرت

صحیح البخاری کتاب مواقیات الصلوة باب من نسی صلوة الخ  
صحیح مسلم باب قضاء الصلوة الفائتہ  
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۴/۱  
نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۴۱/۱

والنسائی وغیرہم عن النس بن مالک رضی اللہ عنہ۔  
 علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در موضوعات کبیر گوید :  
 حدیث "من قضی صلوٰۃ من الفرائض فی  
 أخر جمعة من رمضان كان ذلك جابرا  
 لكل صلوٰۃ فائتة فی عمره الی سبعین سنة باطل  
 قطعاً، لانه مناقض للاجماع علی ان شیئاً  
 من العبادات لا تقوم مقام فائتة سنوات  
 امام ابن حجر مکی در تحفہ شرح منہاج الامام النووی باز  
 علامہ زرقانی در شرح مواہب امام قسطلانی رحمہ اللہ  
 تعالیٰ فرماید :

اقبح من ذلك ما اعتيد في بعض البلاد  
 من صلوٰۃ الخمس فی هذه الجمعة عقب  
 صلوٰتہا تراعیین انها تکفر صلوٰت العام او  
 العصر المتروکة وذلك حرام لوجوه  
 لا تخفى علیہ

واقدمائے قاضی عصر امروز بقاضی عصر دیروز  
 نارواست زیرا کہ اتحاد نماز شرط صحت اقتداست  
 و ہچنانہ اقتدائے مقرر ضمتقتل نیز کہ زہار درست  
 نباشد پس بدیں صورتہا ذمہ از نماز فارغ  
 نشود۔

فی نور الایضاح و شرحہ مراقی الفلاح

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔  
 علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں :  
 حدیث "جس نے رمضان کے آخری جمعہ میں ایک فرض  
 نماز ادا کر لی اس سے اس کی ستر سال کی فوت شدہ  
 نمازوں کا ازالہ ہو جاتا ہے" یقینی طور پر باطل ہے کیونکہ  
 اس اجماع کے مخالف ہے کہ عبادات میں سے کوئی  
 شئی سابقہ سالوں کی فوت شدہ عبادات کے قائم مقام  
 نہیں ہو سکتی الخ امام ابن حجر مکی تحفہ شرح منہاج الامام  
 النووی میں پھر علامہ زرقانی شرح مواہب امام قسطلانی  
 رحمہ اللہ تعالیٰ میں فرماتے ہیں :

اس سے بھی بدتر وہ طریقہ ہے جو بعض شہروں میں  
 ایجاد کر لیا گیا ہے کہ جمعہ کے بعد پانچ نمازیں اس  
 گمان سے ادا کر لی جائیں کہ اس سے سال یا سابقہ  
 تمام عمر کی نمازوں کا کفارہ ہے اور یہ عمل ایسی وجہ کی  
 بنا پر حرام ہے جو نہایت ہی واضح ہیں۔

باقی آج کی عصر قضا کرنے والے کی اقتدا میں کل  
 کی عصر قضا کرنے والا نماز ادا نہیں کر سکتا کیونکہ اقتداء  
 کے لئے نماز کا ایک ہونا شرط ہے اور اسی طرح فرض  
 پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرنا ہرگز  
 درست نہیں لہذا اس صورت میں نمازوں کا ذمہ ساقط  
 نہیں ہوگا۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں

شرط صحة الاقتداء ان لا يكون الامام  
مصلياً فرضاً غير فرضه اي غير فرض المأموم  
كظهور وعصر وظهرين من يومين  
ملخصاً وفي تنوير الابصار والدر المختار  
ومراد المختار لا مفترض بستنقل وبمفترض  
فرضاً اخر كصلى ظهر أمس بمصلى ظهر  
اليوم ، لان اتحاد الصلوتين شرط انتهت  
ملخصاً والله تعالى اعلم

ہے اقتدا کے لئے یہ شرط ہے کہ امام اور مقتدی کے  
فرائض الگ الگ نہ ہوں مثلاً ایک ظہر اور دوسرا  
عصر یا دونوں دونوں کی ظہر ادا کر رہے ہوں (تو پھر  
اقتدار جائز نہ ہوگی) تلخیصاً ، تنویر الابصار، در مختار  
اور ردالمحتار میں ہے کہ فرض ادا کرنے والا، نفل  
پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کر سکتا۔ اسی طرح  
ایک اور فرض پڑھنے والا ہے دوسرا دوسرے فرض  
والا ہے ان کا ایک دوسرے کی اقتدار کرنا بھی جائز  
نہیں مثلاً کل کی ظہر پڑھنے والے کی آج کی ظہر پڑھنے والا اقتدا کرے کیونکہ دونوں کی نمازوں کا ایک ہونا شرط ہے  
انتہت تلخیصاً والله تعالى اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں زیادہ ہوں وہ ان کی نیت کیونکر کرے اور  
قضا میں کیا کیا نماز پھیری جاتی ہے اور جس کے ذمہ قضا میں بہت کثیر ہیں جن کی ادا سخت دشوار ہے تو آیا اس  
کے لئے کوئی تخفیف نکل سکتی ہے جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ ادا میں جلدی منظور ہے کہ موت کا وقت  
معلوم نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے دو فرض فجر کے، چار ظہر، چار عصر، تین مغرب، چار  
عشا کے، تین وتر۔ اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر  
جو مجھ سے قضا ہوئی، اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے، اور جس پر قضا نماز میں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی  
کے لئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم، سبحان  
ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک بار کہے، مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا  
پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اُس وقت رکوع سے سر اٹھائے  
اسی طرح جب سجدوں میں پورا پہنچ لے اُس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کر لے اُس وقت سجدہ سے

سراٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ بیس پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں۔ ایک تخفیف کثرت قضا والوں کی یہ ہو سکتی ہے، دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں مگر وہی خیال یہاں بھی ضرور ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر سبحان اللہ شروع کریں اور سبحان اللہ پورے کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لئے سر جھکائیں۔ یہ تخفیف فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں۔ تیسری تخفیف پھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دُعا کی جگہ صرف اللهم صل علی محمد و آلہ کہہ کر سلام پھیر دیں۔ چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دُعاے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار سُبَّتِ اغْفِرْ لِي کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۳ از مولوی عبداللہ صاحب مدرس منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۲۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قضائے عمری نماز ادا کرنے کی حالت میں جو نفل ہر وقت کی نماز میں پڑھے جاتے ہیں وہ قبول ہوں گے یا نہیں؟

### الجواب

خالی نفلوں کی جگہ بھی قضائے عمری پڑھے، واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۲۰۴ کتاب ترکیب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص تین بجے رات سے جاگتا رہا اور وقت نماز صبح صادق سو گیا اور آفتاب نکل آیا تو وہ وقت کی نماز پڑھے ثواب اس کو ادا کا ملے گا وقت میں قضا کا لفظ نہ کہے۔

### الجواب

اُس نماز کے قضا ہو جانے میں شک نہیں کہ نماز کے لئے شرعاً اوقات معین ہیں،  
قال اللہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ كانت علی المؤمنین اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک نماز مسلمانوں پر وقت کتاباً موقوتاً۔  
باندھا ہوا فرض ہے۔

اور قضا ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ شرعاً جو وقت مقرر فرمایا گیا تھا وہ جاتا رہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للصلوٰۃ اولا و آخراً وان اول وقت الفجر  
بیشک ہر نماز کے لئے اول و آخر ہے اور بیشک نماز  
حين يطلع الفجر وان آخر وقتها  
صبح کا اول وقت طلوع فجر کے وقت ہے اور اس کا



آخر طلوع شمس پر ہے۔ اسے امام ترمذی اور امام طحاوی نے بسند صحیح اعمش سے، انھوں نے ابوصالح سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفصیلاً روایت کیا ہے اور یہ مختصر ہے۔

حين تطلع الشمس - رواه الترمذی والامام الطحاوی بسند صحیح عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرة مطولا وهذا مختصر۔

امام طحاوی فرماتے ہیں :

هذا اتفاق المسلمین ان اول وقت الفجر حين یطلع الفجر و آخر وقتها حين تطلع الشمس۔

یعنی اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز صبح کا وقت طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور طلوع شمس پر جاتا رہتا ہے۔

اما ما ذکر فی بعض کتب الفقه مرفوعا من نام عن صلوة اول نسیہا فلیصلہا اذا ذکرہا فان ذلك وقتها فاقول الحدیث فی

جو بعض کتب فقہ میں مرفوعاً روایت مروی ہے کہ جو شخص نماز سے سو گیا یا اسے بھول گیا تو وہ جب یاد آجائے اسی وقت نماز ادا کرے کیونکہ یہی اس کا وقت ہے۔

الصحیحین بلفظ من نسی صلوة فلیصلہا اذا ذکرہا الا کفارة لها الا ذلك اخرجہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، وفي لفظ لمسلم عنہ من نسی صلوة او نام عنها کفارتها ان یصلہا اذا ذکرہا وفي آخر له عنہ فلیصلہا اذا ذکرہا فان اللہ عز وجل یقول اقم الصلوة لذكری۔ وله عن ابی قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ فلیصلہا

**فاقول** (میں کہتا ہوں) اس حدیث کو بخاری و مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نماز بھول گیا وہ یاد آنے پر ادا کرے اس نماز کا کفارہ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ مسلم شریف میں انہی سے یہ روایت ان الفاظ میں ہے: جو شخص نماز ادا کرنا بھول گیا یا سو گیا نماز رہ گئی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آنے سے ادا کرے۔ مسلم کی دوسری روایت جو اسی صحابی سے مروی ہے میں یہ الفاظ ہیں کہ جب نماز

۲۲/۱	مطبوعہ امین کمپنی دہلی	باب منہ	ابواب الصلوة	باب منہ	جامع الترمذی
۱۰۳/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب مواقیت الصلوة	باب مواقیت الصلوة	باب مواقیت الصلوة	شرح معانی الآثار
۸۴/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب من نسی صلوة فلیصل اذا ذکرہا	باب من نسی صلوة فلیصل اذا ذکرہا	باب من نسی صلوة فلیصل اذا ذکرہا	صحیح البخاری
۲۲۱/۱	نور محمد اصح المطابع کراچی	باب قضاء الصلوة الفاتتہ	باب قضاء الصلوة الفاتتہ	باب قضاء الصلوة الفاتتہ	صحیح مسلم
	"	"	"	"	کے وہے

حين ينتبه لها فاذا كان الغد فليصلها عند وقتها  
 وله كالسنة الا البخاري والترمذي عن  
 ابى هريرة رضى الله تعالى عنه كاخرا لفاظه  
 عن انس رضى الله تعالى عنه و للترمذي و  
 صححه و النسائي في حديث ابى قتادة رضى الله  
 تعالى عند فليصلها اذا ذكرها و مثله لابى يعلى  
 و الطبراني في الكبير عن ابى حنيفة رضى الله  
 تعالى عنه و نحوه لهذا في الاوسط عن  
 ابى سعيد الخدرى رضى الله تعالى عنه و  
 لمالك في موطاة عن زيد بن اسلم  
 عن النبي صلى الله تعالى عليه و سلم اذا  
 رقد احدكم عن الصلوة او نسيها ثم  
 فرغ اليها فليصلها كما كان يصلها لوقتها  
 و للطبراني عن ميمونة بنت سعد رضى الله  
 تعالى عنها اذا ذكرها فليصلها و ليحسن صلوته  
 و ليتوضأ فليحسن وضوءه فذلك كفارته  
 و ليس في شئ من ذلك فان ذلك وقتها بل  
 قد ارشد صلى الله تعالى عليه و سلم

یاد آئے تو اسے ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے  
 نماز میری یاد کے لئے قائم کرو۔ اور مسلم نے حضرت ابو قتادہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ وہ  
 شخص جب بیدار ہو تو ادا کرے اور جب دوسرا دن  
 آئے تو اسے وقت پر ادا کرے۔ بخاری کے سوا صحاح  
 ستہ میں ایسے ہی ہے۔ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث کے آخری الفاظ اس طرح  
 نقل کئے ہیں جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی  
 مروی ہیں۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، پس اسے پڑھ لے  
 جب اسے یاد آئے۔ ترمذی نے اس روایت کو  
 صحیح کہا ہے، ابو یعلیٰ اور المعجم الکبیر للطبرانی میں یہ حدیث  
 امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مثل مروی ہے  
 اسی طرح اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ سے اور امام مالک کے موطا میں زید بن اسلم سے مروی ہے کہ  
 نبی اکرم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز سے سو جائے یا اسے  
 بھول جائے پھر اسے نماز کے (قضاء) ہونے کا خوف  
 لاحق ہوا تو اسے اسی طرح ادا کرے جس طرح وقتی نماز

- ۱ صحیح مسلم کتاب المساجد باب قضاء الصلوة الفائتة مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی ۱/۲۳۹  
 ۲ جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء في النوم عن الصلوة مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۲۵  
 ۳ سنن النسائي كتاب المواقيت فيمن نام عن صلوة « المكتبة السلفية لاہور ۱/۷۱  
 ۴ موطا امام مالک كتاب وقت الصلوة باب النوم عن الصلوة « مير محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰  
 ۵ المعجم الکبیر مروی از ميمونة بنت سعد رضى الله عنها مطبوعہ المكتبة الفيصلية بيروت ۲۵/۳۵

ادا کرتا ہے۔ طبرانی میں حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ  
تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب اسے یاد آئے ادا کرنے  
اور اچھی طرح وضو کرے پس یہی اس کا کفارہ ہے۔ ان  
تمام روایات میں یہ الفاظ کہ ”یہی اس کا وقت ہے“  
بہرگز نہیں ہیں بلکہ رسالتناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
حدیث ابو قتادہ کے الفاظ ”دوسرے دن کی نماز اپنے  
وقت پر ادا کرے“ کے ذریعے یہ رہنمائی عطا فرمادی ہے  
کہ آج اس نے جو نماز پڑھی وہ وقت پر نہ تھی۔ حدیث  
زید کے الفاظ ”اسے اسی طرح ادا کرے جیسے وقتی ادا  
کرتا ہے“ بھی اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں، ہاں  
طبرانی نے اوسط اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو ہریرہ

فی حدیث ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
بقولہ فاذا کان الغد فلیصلہا  
عند وقتہا ان الذی یصلی الیوم لیس لوقتہ  
والیہ یومی حدیث خرید فلیصلہا کما کان  
یصلیہا لوقتہا نعم للطبرانی فی الاوسط و  
البیہقی فی السنن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ مرفعا من نسی صلوة فوقہا اذا ذکرہا  
وقد نص البیہقی علی تضعیفہ فانی تقوم  
بہ الحجۃ بل ولئن صح لم یقادح الاجماع  
علی انہ یقبل التأویل ای انہ یطالب بہا  
الان کما یطالب بہا فی وقتہا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو نماز بھول گیا اس کا وقت وہی ہے جب اسے یاد آئے۔ لیکن  
امام بیہقی نے اس کے ضعیف ہونے کی تصریح کر دی ہے تو یہ روایت دلیل کیسے بن سکتی ہے، بلکہ اگر یہ روایت  
صحیح بھی ہو تو اجماع کو توڑ نہیں سکتی، علاوہ ازیں اس کی تاویل کرنا درست ہے کہ جب نماز یاد آئی ہے تو اس سے  
اس کی ادائیگی کا اسی طرح مطالبہ ہے جیسے کہ اس کے وقت میں تھا۔ (ت)

وقت میں قضا کا لفظ کہنے کی تو کوئی حاجت اُس میں بھی نہیں جبکہ جلتے جاگتے قصداً معاذ اللہ قضا کر دی ہو بلکہ  
ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ قضا بہ نیت ادا اور ادا بہ نیت قضا دونوں صحیح ہیں مگر اُس سے ممانعت کی کوئی وجہ  
نہیں جبکہ وہ یقیناً قضا ہے تو قضا کہنے میں کیا مضائقہ رکھا ہے، رہا ادا کا ثواب ملنا یہ اللہ عزوجل کے اختیار میں  
ہے اگر وہ جانے گا کہ اس نے اپنی جانب سے کوئی تقصیر نہ کی صبح تک جاگنے کے قصد سے بیٹھا تھا اور بے اختیار  
آنکھ لگ گئی تو ضرور اُس پر گناہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اما انہ لیس فی النوم تقریط انما تقریط علی  
من لم یصل الصلوة حتی یجئ وقت  
الصلوة الاخری۔ رواہ مسلم عن  
سوجانے کی وجہ سے نماز رہ گئی تو گناہ نہیں لیکن جس شخص  
نے جان بوجھ کر نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت  
آگیا تو یقیناً گناہ کار ہوگا۔ اسے مسلم نے حضرت ابو قتادہ

۱ / ۳۲۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت باب فمیں نام عن الصلوة  
۲ / ۲۱۹ مطبوعہ دارصادر بیروت باب لا تقریط علی من نام عن صلوة  
۱ / ۲۳۹ نور محمد اصح المطابع کراچی باب قضاء الصلوة الفائتہ۔ کتاب المساجد

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ نسائی اور ترمذی نے اسی صحابی سے ان الفاظ میں روایت کی ہے جو جانے کی صورت میں گناہ نہیں البتہ بیداری میں گناہ ہے۔ (ت)

ابن قتادة رضي الله تعالى عنه وللنسائي و الترمذی و صححه عنه رضي الله تعالى عنه بلفظ انه ليس في النوم تفريط انما التفريط في اليقظة له

اور جب اس کی جانب سے کوئی تقصیر نہیں تو امید یہی ہے کہ ثواب نماز کامل عطا ہو مگر اس سے وہ نماز قضا سے خارج نہ ہو جائے گی ثواب کا مدار نیت پر ہے بلکہ ثواب محض نیت پر مل جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ جو نماز کے قصد پر چلا اور جماعت ہو چکی جماعت کا ثواب پائے گا لیکن اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ جماعت فوت نہ ہوئی و هذا اظاہر جدا (یہ بالکل واضح ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مشئلہ از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۷ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ قضا نماز کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ تنہا پڑھنا افضل ہے یا باجماعت؟ اور مسجد میں یا مکان پر؟ اگر جماعت ہو سکتی ہے تو صبح و عشا و مغرب کی نماز خاموش پڑھنا چاہئے یا باواز؟ اور ہر ایک قضا عین وقت ہی پر پڑھی جائے مثلاً عشا کی عشا کے وقت اور ظہر کی ظہر کے وقت علیٰ ہذا القیاس یا حتی الامکان جلد بلا تعین وقت؟

### الجواب

اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہو گئی تو جماعت سے پڑھیں، یہی افضل و مسنون ہے اور مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں، اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے اگرچہ قضا ہو۔ اور اگر بوجہ خاص بعض اشخاص کی نماز جاتی رہی تو گھر میں تنہا پڑھیں کہ معصیت کا اظہار بھی معصیت ہے قضا حتی الامکان جلد ہو، تعین وقت کچھ نہیں ایک وقت میں سب وقتوں کی پڑھ سکتا ہے، درمختار میں ہے:

یکرہ قضاء ہا فیہ (ای فی المسجد) لان التأخیر معصیۃ فلا یظہرہا۔ بزازیہ۔

مسجد میں نماز کی قضا مکروہ ہے کیونکہ تاخیر معصیت ہے جس کا اظہار نہیں ہونا چاہئے، بزازیہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وفي الامداد انه اذا كان التقویت لامر عام فالاذان فی المسجد لا یکرہ لانقاء العلة

۱ سنن النسائی کتاب المواقیت فین نام عن صلوة مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۷۱

جامع الترمذی ابواب الصلوة ماجار فی النوم عن الصلوة ۱۱ امین خمینی دہلی ۱/۲۵

۱۷ درمختار باب الاذان مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱/۷۹

کفعله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ  
التعریس<sup>۱</sup>۔  
کیونکہ وہ علت معدوم ہے جیسے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں کیا تھا۔ (ت)

در مختار میں ہے :

يجهر الامام وجوبا في الفجر واولى العشاءين  
اداء وقضاء۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
امام فجر اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعات میں جہراً  
قرأت کرے خواہ نماز ادا پڑھائے یا قضاء۔  
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۰۶ از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ امانت علی شاہ ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی بہت نمازیں قضا ہو گئی ہیں یا اُس نے دیر سے  
نماز شروع کی تو اُس کو کیا کرنا چاہئے کہ اُس کی کچھلی نمازیں پوری ہو جائیں۔

### الجواب

اُن نمازوں کی قضا کرے جس قدر روز پڑھ سکے اُسی قدر بہتر ہے مثلاً دس دن کی روز پڑھے یا آٹھ کی یا  
سات کی، اور چاہے ایک وقت میں پڑھے یا متفرق اوقات میں، اور ہر بار یوں نیت کرے کہ سب میں پہلی وہ نماز جو  
مجھ سے قضا ہوئی، جب ایک پڑھ لی پھر یوں نیت کرے یعنی اب جو باقیوں میں پہلی ہے، اخیر تک اتنی پڑھے کہ  
اب اُس پر قضا باقی رہنے کا گمان نہ رہے، قضا ہر روز کی صرف بیس رکعت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰۸ دبیر انجمن نعمانیہ لاہور ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) ایک شخص جس نے اپنی چالیس سال کی عمر تک باوجود مسلمان کہلانے کے نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا کبھی  
کچھ کر لیا اور کبھی کچھ نہیں اور بعد ازاں وہ تائب ہوا اور تجدیدِ ایمان کی اور کسی اہل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی  
کہ اس شخص کو بھی ان عبادات کا اعادہ فرض ہو گا یا تجدیدِ ایمان کافی ہوگی کیونکہ اسلام قبول کرنے سے  
پہلے تمام تعاقص کو رفع کر دیتا ہے اور کسی کبار وغیرہ کا بھی وہ جواب دہ نہیں رہتا۔

(۲) اگر اس کی عمر ایسی مدت تک پہنچ گئی ہے کہ وہ سب قضا نمازیں کھڑے ہو کر ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر  
ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

### الجواب

(۱) نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جتنے دنوں ادا نہ کرے گا اس کی قضا اس پر

۲۸۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الاذان	لے ردالمحتار
۷۹/۱	مطبع مجتہدانی دہلی	فصل و جہر الامام	لے در مختار

فرض رہے گی، کافر کا اسلام لانا اُس کے اگلے کبوتر کو محو کر دیتا ہے، مسلمان صرف تجدید اسلام سے اپنے گناہوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک توبہ نہ کرے، جو فرائض ترک کئے ہیں اُس سے توبہ میں یہ بھی شرط ہے کہ اُن کی قضا کرے صرف زبانی توبہ توبہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہے کھڑا ہونا فرض ہے اگرچہ لکڑی یا آدمی یا دیوار کے سہارے سے، جتنی اس طور سے پڑھ سکے کھڑے ہو کر پڑھے، جب تھک جائے تھم جائے، اس طرح ادا میں اگر قصور کرے گا اور موت آگئی تو امید ہے کہ مولیٰ تعالیٰ باقی نمازیں معاف فرمائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۹ جس شخص نے نماز صبح نہ پڑھی ہو تو اس کی جمعہ اور عید کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

عید کی تو مطلقاً ہو جائے گی اور جمعہ کی بھی اگر صاحب ترتیب نہ ہو یعنی اُس کے ذمہ پانچ نمازوں سے زیادہ قضا جمع ہوگئی ہوں اگرچہ ادا کرتے کرتے اب کم باقی ہوں، اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک صبح کی نماز نہ پڑھ لے جمعہ نہ ہوگا، اگر صبح کی نماز اسے یاد ہے اور وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ صبح کی نماز پڑھے تو ظہر کا وقت ہی نکل جائے اور یہ جمعہ میں ہونا متوقع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱۰ ازبنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مسئلہ عبد الغنی صاحب

۲۰ شوال ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اُس پر کفارہ صوم و صلوة کا واجب تھا بسبب غربت کے، حیات میں ادا نہ کیا، اب اس کے وارثوں نے قرض لے کر اُس کی جانب سے ایک قرآن شریف بیہ مسکین کو دے دیا اس صورت میں کفارہ مذکورہ ذمہ زید سے ساقط ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

بازار کے بھاؤ سے وہ نسخہ مصحف شریف جس قیمت کا تھا بقدر اُس کے کفارہ ادا ہونے کی امید ہے مثلاً دو روپیہ بیہ کا تھا تو دو روپے کے گہیوں جتنے کفارے کو کافی ہوں وہی ادا ہو سکتا ہے باقی نماز روزے زید کے ذمے بدستور رہے، قرآن مجید بیشک بے بہا ہے اُس کے ایک کلمے ایک حرف کی برابر ساتوں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے برابر نہیں ہو سکتے، مگر ان امور میں اعتبار مالیت کا ہے، قرآن عظیم مال نہیں، ہاں یہ کاغذ و جلد جو متضمن نقوش ہیں یہ مال ہیں انہیں کی قیمت ملحوظ ہوگی و بس، ورنہ یوں تو جس پر دس کروڑ روپے کسی کے قرض آتے ہوں ایک کلمہ اللہ پرچہ پر لکھ کر دے دے اور دین سے ادا ہو کر بے شمار اس کا اُس پر فاضل رہے و ہذا کلمہ ظاہر جدا (اور یہ سارا اچھی طرح واضح ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مرگیا اُس نے عمر بھر نماز نہ پڑھی یا کبھی کبھی پڑھی اُس کی عمر ستر چھتر برس کی ہوئی کفارہ نماز کے بہت سے گہوں یا جو ہوں گے اور اس قدر مال نہیں تو اس کے ادا ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

### الجواب

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بارہ برس ادنیٰ مدت بلوغ کی نکال کر ساٹھ برس کی نمازیں اُس کے ذمہ تھیں سال کے دن تین سو پچھن ہیں تو ایک سال کی نمازوں کے فدیے دو ہزار ایک سو تیس ہوئے اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو ایک نماز کا فدیہ گہوں سے نصف صاع یعنی بریلی کی تول سے ایک سیر سات چھٹانک دو ماٹھے ساڑھے چھرتی اور انگریزی سیر سے کہ اتنی روپیہ بھر کا ہے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا یعنی ایک سیر تیرہ چھٹانک پانچواں حصہ چھٹانک کا کم، اس مقدار کو ۲۱۳۰ میں ضرب دیں تو سال بھر کی نمازوں کا کفارہ ہو اور ۱۲۷۸۰۰ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا، یہ تقریباً پونے پانچ ہزار من گہوں ہوئے، اس قدر دینے کی طاقت نہیں تو جتنے کی قدرت ہو اُس قدر فقیر کو دے کر مالک کر دیں قبضہ دلا دیں پھر فقیر اپنی طرف سے انھیں ہبہ کر دے یہ پھر دوبارہ نیت کفارہ اُسے دے کر قبضہ دلا دیں وہ پھر انھیں ہبہ کر دے یہ سہ بارہ ایسا ہی کریں یہاں تک کہ یہ الٹ پھر اس مقدار کو پہنچ جائے جتنے بڑی مقدار سے دور کریں گے جلد ختم ہو گا دور کے لئے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی سے مثلاً سو روپیہ کی تھیلی قرض لے کر وہ کفارے میں فقیر کو دیں اور یوں ہی الٹ پھر کریں کہ روپے سے دور آسان ہوگا، اخیر میں فقیر کو کچھ دے کر راضی کریں۔ فتاویٰ بزاز یہ میں ہے :

ان لو یکن لہ مال یتقرض نصف صاع  
و یعطیہ المسکین علی الوارث ثم الوارث  
علی المسکین ثم و ثم حتی یتم لکل صلوة  
نصف صاع کما ذکرنا اھ و تفصیل الکلام فی  
فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر میت کا مال نہیں تو نصف صاع قرض لے کر مسکین کو دیا جائے پھر وہ مسکین اسے وارث پر صدقہ کرے پھر وارث مسکین پر، اسی طرح کرتے جائیں یہاں تک کہ ہر نماز عوض نصف صاع ہو جائے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اھ۔ اور تفصیلی گفتگو ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۲ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا انتقال ہوا اور اُس کی نمازیں و روزہ قضا ہیں

اُس کے ورثا ان کا فطرہ ادا کرنا چاہتے ہیں اور اُس مقام پر آبادی اہل ہنود رعیت و مسلمان رعیت و سادات کی ہے جو بوجہ قحط سال انتہا درجہ کے محتاج ہیں اور ذوالقربیٰ اور ہمسایہ بھی احتیاج رکھتے ہیں تو اس فطرہ کو ان سب پر تقسیم کرنا جائز یا ناجائز اور دینا اولیٰ اس میں سے کس گروہ کو ہے، متوفی کی سکونت سے دُور مقامات میں طلباء دین کو دینا اولیٰ ہے یا مذکورین سابقین جو اسی آبادی میں اور قُرب و جوار میں محتاج ہیں اور ایک نماز و روزہ کے فطرہ کو پورا ایک شخص کو دینا جائز ہے یا اُس کی قیمت کر کے نقد دینا جائز ہے یا نہیں، اگر نماز و روزہ کا غلہ یا قیمت حساب لگا کر مساکین پر کم و بیش تقسیم کر دے تو جائز ہے یا نہیں یعنی ایک سو نمازیں اور پچاس روزہ کا فطرہ پانچسوں کے انبار کیا یا اُس کی قیمت جمع کی اور پانچ سو مساکین پر تقسیم کرنا منظور ہے تو کیا کرنا چاہئے؟

### الجواب

یہ صدقہ حضرات سادات کرام کے لائق نہیں اور ہنود و غیر ہم کفار ہند اس صدقے کے لائق نہیں ان دونوں کو دینے کی اصلاً اجازت نہیں، نہ ان کے دیے ادا ہو۔ مسلمین مساکین ذوالقربیٰ غیر ہاشمیین کو دینا دونا اجر ہے مدرسہ دینیہ کے طلبہ علم دین کے صحیح العقیدہ کو بھیجنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ دوسرے شہر میں ہوں حتیٰ کہ زکوٰۃ بھی۔ درمختار میں ہے :

کرہ نقلھا الالی قرابۃ او احوجا و اصلح و  
انفع للمسلمین او الی طالب علمہ

زکوٰۃ کی رقم کا دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب دوسرے مقام پر رشتہ دار یا زیادہ محتاج یا زیادہ صالح یا مسلمانوں کا زیادہ نفع ہے یا طالب علم ہو۔ (ت)

اقارب و جیران اور دور کے طلبہ علم دونوں میں ایک ایک وجہ اولیت کی ہے جو اسے نفع معلوم ہو اُس پر عمل کرے چاہے اناج دے یا اُس کی قیمت ایک فقیر کو متعدد نمازوں روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے جب تک وہ اُس کے دینے سے مالکِ نصاب نہ ہو جائے، ہاں مدیون ہو تو بقدر دین ہزار نصابوں کی مقدار ایک کو دے سکتا ہے کسی فقیر کو ایک کفارہ کی مقدار سے کم نہ دے بلکہ پوری مقدار یا مقادیر یا اُس کی یا اُن کی پوری قیمت ہو احتیاط اس میں ہے خروجاً عن الخلاف (اختلاف سے بچنے کے لئے۔ ت) درمختار میں اسی کفارہ کے بارے میں ہے :

لوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجوز  
اگر فقیر کو نصف صاع سے کم دیا تو یہ جائز نہیں اور اگر اسے



ولو اعطاه الكل جازيه  
رد المحتار میں ہے :

تمام دسے دیا تو جائزہ۔ (ت)

یہ ان دو اقوال میں سے دوسرا ہے جنہیں تثار خانہ میں  
بغیر ترجیح کے نقل کیا اور بجز سے اسی پر اعتماد کا اظہار  
ہو رہا ہے اور پہلا قول یہ ہے کہ یہ اسی طرح جائزہ ہے  
جس طرح صدقۃ الفطر میں جائزہ ہے۔ (ت)

هذا ثانی قولین حکا ہما فی التثار خانہ بدون  
ترجیح وظاہر البحر اعتمادہ والاول منہما انہ یجوز  
کما یجوز فی صدقۃ الفطر۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ سو نمازوں اور پچاس روزوں کا فدیہ ڈیڑھ سو مساکین سے زائد کو نہ دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
مسئلہ ۱۲۱۳ از موضع بکھجی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب  
۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک پنجاب میں رواج ہے کہ میت کے جنازہ کے وقت اسقاط  
کرتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جردوا

### الجواب

اسقاط کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر میت پر نماز روزہ قضا ہیں اور اس نے اتنا مال نہ چھوڑا جس کے ثلث سے  
بحالت وصیت اس کا فدیہ ادا ہو سکے یا وصیت نہ کی اور سب ورثا ادا سے فدیہ پر راضی نہیں تو پہلی صورت میں  
اس کے تہائی مال کا حساب لگائیں کہ اس سے کس قدر کا فدیہ ادا ہو سکتا ہے، مثلاً فرض کرو کہ چہارم کی قدر ہے تو  
ثلث مال فقیر کو بہ نیت فدیہ دیں فقیر اسے لے کر پھر وارث کو ہبہ کر دے یہ پھر بہ نیت فدیہ دے فقیر پھر لے کر ہبہ  
کر دے اور ہر بار فقیر و وارث قبضہ کرتے جائیں یہاں تک کہ فدیہ ادا ہو جائے، یا مال بالکل نہیں ہے تو وارث  
مثلاً ڈیڑھ سیر گیہوں یا اس کی قیمت کسی سے قرض لے کر اس کا الٹ پھیر کر لے اگرچہ ہزار بار یا زائد میں فدیہ کی حد  
تک پہنچے۔

رد مختار میں ہے اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس پر  
نمازیں ہیں اور وہ اپنے کفارہ کی وصیت کر جاتا ہے تو ہر  
نماز کے عوض فطرہ کی طرح گندم کا نصف صاع دیا جائیگا

فی الدر المختار لومات وعلیہ صلوات فائتہ  
واوصی بالکفارة، یعطى لكل صلوة نصف  
صاع من بركة الفطرة وكذا حکم الوترو

۱۰۱/۱

مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی

باب قضا الفرائض

رد مختار

۵۴۳/۱

مصطفیٰ البابی مصر

” ” ”

رد المحتار

و تراور روزے کا بھی یہی حکم ہے اور یہ اس کے تہائی مال سے دیا جائے گا اور اگر میت نے مال ہی نہیں چھوڑا تو وارث نصف صاع قرض لے کر کسی فقیر کو دے اور پھر فقیر وارث کو دے، اسی طرح دیتے رہیں یہاں تک کہ تمام نمازوں کا عوض ہو جائے۔ (ت)

الصوم وانما يعطى من ثلث ماله ، ولو لم يترك ما لا يستقرض و امرته نصف صاع مثلا و يدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم و ثم حتى يتم له

اس کے سوا یہ جو عوام میں رائج ہے کہ سارے فدیہ کے عوض ایک قرآن دے دیا کہ وہ تو بے بہا ہے یوں ادا نہیں ہوتا قرآن مجید بیشک بے بہا ہے مگر جو بے بہا ہے یعنی کلام الہی کہ ورقوں میں لکھا ہے وہ مال نہیں، نہ وہ دینے کی چیز ہے تو جو مال ہے یعنی کاغذ اور پیٹھے اسی کی قیمت معتبر ہوگی اور وہ جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے گی فدیہ کیونکر ادا ہوگا و هذا ظاهر جدا (یہ نہایت ہی واضح ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۴ از دھولقہ ضلع احمد آباد گجرات مسؤلہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

بخدمت ہادی برحق مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ، بگزارش یہ ہے کہ ہم قصبہ دھولقہ کے رہنے والے ہیں ہم لوگ بالکل سیدھے سادھے اور صرف راد حق کے تلاش کرنے والے ہیں، کسی فریق یا پارٹی سے ہمیں کوئی لگاؤ یا تعلق نہیں، آپ کے حکم پر ہمیشہ گردن جھکانے کو تیار ہیں مگر ہم لوگوں میں اردو کی معمولی لیاقت کے اور علم نہیں ہے آپ کا ایک فتویٰ اول گجراتی کتاب میں چھپا ہے اور دوسری ایک تحریر مولوی علار الدین صاحب پر آئی ہوئی چھپی ہے، ان دونوں تحریروں کو سمجھنے کی ہم لوگ لیاقت نہیں رکھتے اس لئے خدمت والا میں عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اس قصبہ میں چھبیس سیرگیہوں فی سیر ۸۰ روپیہ کے حساب سے اور نقد سواروپیہ اور ایک کلام اللہ شریف اتنی چیزوں کا جملہ اس طرح کرتے ہیں کہ جنازہ کا امام کچھ پڑھتا ہے کیا پڑھتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں بعد پڑھنے کے حاضر فقیروں میں تین دو رکرا دیتا ہے اور پھر وہ چیزیں امام وغیرہ بانٹ لیتے ہیں، یہ جملہ شریعت کے مطابق ہے اور جائز ہے یا نہیں؟ صرف مختصر جواب اردو آسان لفظوں میں ہوگا تو بھی ہماری کافی تسلی ہوگی۔

## الجواب

امام جنازہ جو کچھ پڑھتا ہے اگر اُس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو (مثلاً یہ نہ ہو کہ اس میت کے گناہ ہم نے اپنے سر لے لیے یا اس کا عذاب و ثواب ہمارے اوپر کہ ایسا کہنا شریعت میں حرام ہے) اور وہ لوگ جن پر ان چیزوں کا دور کرانا ہے، فقیر محتاج زکوٰۃ لینے کے قابل ہوں تو اس چھبیس سیرگیہوں کی جو قیمت وہاں اُس وقت

بازار کے بھاؤ سے ہو اور اُس مصحف شریف کا جو ہدیہ وہاں اُس وقت ہو اور وہ سو روپیہ ان کے مجموعہ کو ان دوروں  
محتاجوں مصرفِ زکوٰۃ کے سہ چند میں ضرب دینے سے جو حاصل ہو یہ مال جتنے نماز روزوں کا کفارہ ہو اُس قدر کا  
ہو گیا اگر میت پر زیادہ کفارہ تھا تو باقی اُس کے ذمہ پر باقی رہا مثلاً وہ گیارہ تین روپے کے ہوں اور وہ مصحف  
پونے تین روپے ہدیہ کا ہو تو یہ اور وہ سو روپیہ مل کر سب سات روپیہ کا مال ہو اب اگر دور میں اس فقیر میں اور  
اُن پر تین بار دور ہوا تو گویا تینس فقیروں کو سات سات روپے دئے گئے مجموعہ دو سو روپے ہوئے، میت  
پر نماز روزے وغیرہ کا مطالبہ اگر اس قدر یا اس سے کم تھا تو سب ادا ہو گیا اور زیادہ کا تھا تو جتنا زاد تھا باقی  
رہا مثلاً اُس کے نماز روزوں کے حساب سے جتنے گیارہ کفارہ کے ہوتے اُن کی قیمت وہاں اُس وقت کے بھاؤ  
سے ہزار روپے تھی اور یہ دو سو روپے ہوئے تو سات سو نو روپے کا مطالبہ میت پر رہا اور اگر دور والوں  
میں بعض وہ ہوں کہ اگرچہ فقیر بنتے ہیں مگر مالدار ہیں حاجتِ اصلیہ کے علاوہ چھپن روپے کے مال کے مالک ہیں  
تو اُن کے شامل ہونے سے دور میں حرج نہ آئے گا فقط اتنا ہو گا کہ دور میں اُن کا شمار نہ ہو گا مثلاً دس فقیروں پر  
دور کیا اور اُن میں تین غنی تھے تو سات ہی پر دور سمجھا جائے گا، صورتِ مذکورہ میں تینس فقیروں کی جگہ اکیس ہی  
رکھے جائیں گے اور دو سو روپے کی جگہ ایک سو سینتالیس روپے کا کفارہ ادا ہوگا، ہاں اگر اُن میں کوئی  
بھی محتاج نہ ہو اسب غنی تھے تو بیشک کفارہ بالکل ادا نہ ہوگا، غرض یہ حیلہ یا تو بالکل کافی ہے جبکہ میت پر  
مطالبہ اسی قدر یا اس سے کم ہو ورنہ نافع ضرور ہے جبکہ ان دور والوں میں ایک بھی فقیر ہو کہ آخر کچھ نہ کچھ  
مطالبہ تو میت پر سے کم ہوا، ہاں جیسے بہت عوام دور ہی نہیں کرتے ایک مصحف شریف دے دیا اور سمجھ لے  
کہ عمر بھر کا سب کفارہ ادا ہو گیا یہ محض مہل و باطل ہے، یونہی یہاں جب پورے مطالبہ کے قدر نہ ہو تو اُس سے  
بالکل ادا سمجھ لینا غلط و باطل ہے پھر بھی اس سے اُس حیلہ کا جتنا فائدہ ہے زائل نہیں ہوتا، بعض کو کل سمجھ لینا  
اُن کی غلطی ہے جیسے کسی کے ہزار روپے زید پر قرض ہوں اور زید سو روپے ادا کرے اور سمجھ لے کہ سب ادا ہو گیا تو  
یہ اُس کی غلطی ہے، مگر اس غلطی کے سبب وہ سو روپیہ جو ادا کئے باطل نہ ہو جائیں گے وہ فائدہ اسے حاصل  
رہے گا کہ اب ہزار کی جگہ سو کا مطالبہ اس پر رہا، بہر حال اس میں فائدہ ضرور ہے مگر اُس طرح کی کوئی خلافِ شرع  
بات نہ کہی جاتی ہو، جس کی مثال اوپر گزری، بغیر اس کے اُسے مطاعاً ناجائز بتانے والا محض غلطی پر ہے، البتہ  
مسلمانوں کو مناسب یہ ہے کہ وہ طریقہ دور کا کریں جس سے میت پر سے باذنہ تعالیٰ سب مطالبہ ادا ہو جائے،  
اس کا بیان ہمارے فتویٰ میں مفصل موجود ہے اور اس پر یہ اعتراض کہ قرآن مجید کا صدقہ حرام بلکہ کفر ہے  
جہل و حماقت ہے ورنہ مسکین طالب علم کو قرآن مجید دینا حرام و کفر ہو، اسے صدقہ کہہ کر نہ دے ہبہ کے  
جب بھی تو صدقہ ہی ہوگا جیسا کہ فقہاء تصریح فرماتے ہیں۔ درمختار میں ہے :

الہبة للفقير صدقة والصدقة على  
الغنى هبة۔  
ہبہ فقیر کے لئے صدقہ اور صدقہ غنی کے لئے ہبہ  
ہو جاتا ہے۔ (ت)

اور محققین کے نزدیک یہاں نفس قربت مؤثر وان کان الاثر اشد مع الاثر اسقاط (اگرچہ اثر اسقاط کے ساتھ  
اشد ہے۔ ت) فتح القدر میں ہے :

الذی نعقلہ ان کلام التقریب و  
الاسقاط مؤثر۔  
ہم یہ سمجھے ہیں کہ تقرب اور اسقاط دونوں ہی  
مؤثر ہیں۔ (ت)

پھر قرآن مجید وقف کرنے کا جواز کتب مذہب میں مصرح ہے، درمختار میں ہے :

وفی الدرر وقف مصحفا علی اہل مسجد  
للقرأة ان یحصون جائز وان وقف علی  
المسجد جاز ویقرأ فیہ۔  
درر میں ہے اگر کسی نے برائے تلاوت اہل مسجد  
کے لئے قرآن وقف کیا تو وہ اسے محفوظ رکھیں تو  
جائز ہے اور اگر مسجد کے لئے وقف کیا تو بھی جائز ہے

اور اس سے تلاوت بھی جائز ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله ان یحصون جائز هذا الشرط صیغ  
علی ما ذکرہ شمس الاثمة من الضابط  
وهو انه اذا ذکر للوقف مصرفا لابدان  
یکون فیہم تنصیص علی الحاجة  
حقیقة كالفقراء او استعمالا بین الناس  
کالیتامی والنزمنی لان الغالب فیہم  
الفقر فیصح للاغنیاء والفقراء منهم  
ان کانوا یحصون والا فلفقرا ثم  
فقط۔  
ماتن کا قول "اگر اسے وہ محفوظ رکھیں" یہ اس ضابطہ  
پر مبنی ہے جس کا تذکرہ شمس الاثمة نے کیا کہ جب  
واقف وقف کے لئے کوئی مصروف بیان کرے تو  
ضروری ہے کہ لوگوں میں اس کی حاجت و ضرورت  
بیان کرے خواہ وہ ضرورت حقیقتہً ہو مثلاً ضرورت  
فقراء یا لوگوں کے درمیان استعمالاً ہو مثلاً یتامی  
اور بے دست و پا لوگ، کیونکہ ان میں اغلب طور پر  
فقر ہوتا ہے پس اغنیاء و فقراء کے لئے یہ صحیح ہوگا جبکہ  
وہ اسے محفوظ رکھنے والے ہوں ورنہ فقط فقرا کیلئے ہوگا۔ (ت)

۱۶۱/۲	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الہبة	۱۷ درمختار
	نوریہ رضویہ سکھر		۲ فتح القدر
۳۸۰/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	کتاب الوقف	۳ درمختار
۲۱۱/۳	مصطفیٰ البابی مصر		۷ ردالمختار

وقف بھی صدقہ ہی ہے بلکہ صدقہ جاریہ مستمرہ حتیٰ کہ اگر خاص چندا غنیا پر ہو جب بھی اس کا آخر فقراء کے لئے ہونا لازم ، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی :

ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب امرضا بخیر فاتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم لیستامرہ فیہا فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان شئت حبست اصلہا و تصدقت بہا قال فتصدق بہا عمر انه لا یباع ولا یوہب ولا یورث و تصدق بہا فی الفقراء و فی القربی و فی الرقاب و فی سبیل اللہ و ابن السبیل و الضیف لہ اسے فقراء ، قریبی رشتہ داروں ، غلاموں کی آزادی ، راہ خدا میں ، مسافروں اور مہمانوں کے لئے صدقہ کر دیا۔ (ت)

یہ حدیث محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مبسوط میں یوں روایت فرمائی :

ہمیں صحز بن جویرہ جو کہ عبد اللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مرغ نامی زمین کا ٹکڑا تھا اور وہاں نہایت اچھا کھجوروں کا باغ تھا انھوں نے حضور اکرم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے ایسا مال حاصل کیا ہے جو میرے نزدیک نہایت ہی قیمتی ہے کیا میں اسے صدقہ کر دوں ؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اصل صدقہ کر دو اس طرح کہ نہ اسے بیچا جائے نہ ہبہ کیا جائے اور نہ ہی اس کا وارث بنایا جائے لیکن اس کا پھل خرچ کیا جائے۔

لابن السبیل ولذی القربی، الحدیث۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے راہِ حنذا،

غلاموں کی آزادی، مہمان نوازی، مسافر، ابن سبیل اور قریبی رشتہ داروں پر صدقہ کر دیا۔ (ت)

صحیح بخاری کے بھی بعض طرق میں بالفاظِ امام محمد ہے: تصدق باصلہ لا یباع، الحدیث (اس کا اصل صدقہ کر دو اسے فروخت نہ کیا جائے، الحدیث۔ ت)

مانعین کیا کہتے ہیں اُس صورت میں جب کہ مثلاً کوئی اہل خیر نسوا مصحف شریف اُن کے مدرسہ یا یتیم خانے

میں بھیجے کہ ان میں غربا کے بچے اور یتامی پڑھا کریں اُس کا یہ فعل حسن و باعثِ ثواب ہے یا حرام و موجب

عذاب بلکہ معاذ اللہ کفر، اور اگر اس نے نذر مانی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دس مصحف شریف فقراے مسلمان کو

دوں کا تو یہ نذر حلال ہے یا حرام و کفر، اور اگر وصیت کی ہو کہ میری ملک کے مصاحف سب میرے بعد فقراے

مسلمان کو دے دئے جائیں اور وہ ثلث مال سے زائد نہ ہوں تو یہ وصیت صحیح یا باطل اور یہ دینا وصی پر واجب

ہے یا حرام، پھر یہ علم صرف مصحف شریف کے لئے ہے یا کتب حدیث و فقہ کے لئے بھی، طرہ یہ کہ مانعین

کے امام الطائفہ گنگوہی کے فتاویٰ حصہ ۳ میں ہے،

سوال: خرید کر قرآن دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے روپے سے قرآن کتاب کپڑا وغیرہ جو کچھ خرید کر دے دیا جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

بات یہ ہے کہ مانعین حقیقتِ امر سے غافل ہیں جو اس کی تحقیق بازرغ کا طالب ہو ہمارے فتاویٰ کی طرف

رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱۵ از ریاست رام پور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اور نیل کالج، ۱ صفر ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ اسقاط جو ملک افغانستان میں مروج ہے وہ شرعاً

ثابت اور مستحسن ہے یا نہیں، اگر ثابت ہے تو اُس کی کیا دلیل ہے، اور فدیہ صوم اگرچہ منصوص ہے لیکن فدیہ

صلوٰۃ پر کون سی نص ہے اور یہ یعنی دوران قرآن کیوں متروک العمل ہے اور یہ ہندوستان میں کیوں مروج نہیں،

بر تقدیر ثانی یہ عبارت فتاویٰ سمرقندیہ کی بالکل غلط ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے:

لما صنف الامام الربانی محمد بن حسن جب امام ربانی محمد بن حسن الشیبانی نے ہر معاملہ کے

الشیبانی کتاب الحیل فی کل باب انکر بارے میں کتاب الحیل لکھی تو اس پر علماء بغداد نے

۱ سنن الدارقطنی باب کیف یکتب الخبس مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱۹۳/۴

۲ صحیح البخاری باب الوقف و کیف یکتب قیدی کتب خانہ کراچی ۳۸۹/۱

اعترض کیا یہ بات خلیفہ بغداد کو پہنچی تو اس نے کہا وہ کتاب مجھے لا کر دو اگر اس کی عبارات اصول کے موافق ہیں تو ٹھیک ورنہ ہم اسے جلا دیں گے اور علماء نے اعتراض حسداً کیا تھا، امام نے کتاب خلیفہ وقت کو دی اس نے جب اسے پڑھا تو بہت متعجب ہوا، علماء کو طلب کیا اور کہا حسد سے بالاتر ہو کر وقت نظر سے اس کا مطالعہ کرو، جب انھوں نے اس کتاب کو پڑھا تو سب کہنے لگے کہ امام محمد نے بہت خوب کام کیا ہے اللہ تعالیٰ تاقیامت ان کو اجر عطا فرمائے، پھر خلیفہ نے امام سے پوچھا ان مسائل کا استنباط کرتے وقت کونسی اصل آپ کے پیش نظر تھی، تو انھوں نے فرمایا میں نے حضرت ایوب، حضرت یوسف علیہم السلام کے واقعات اور حیلہ ربا کی سنت اور حد سے انھیں مستنبط کیا ہے خلیفہ نے علماء سے کہا جو شخص حیلہ کا انکار کرتا ہے اس نے تو قرآن، حدیث اور اجماع کا انکار کیا تو اس پر تعزیر لازم ہے جب خلیفہ نے کتاب کا ایک ورق اٹھایا تو اس کی نظر حیلہ اسقاط پر پڑی، امام نے کہا کہ حیلہ کا آسان طریقہ یہ ہے کہ وارث محتاج کو قابل قرأت قرآن بیچ دے پھر وہ فقیر اس وارث کو بہہ کرے، پھر اسی طرح مسلسل کیا جائے حتیٰ کہ پورا ہو جائے شاید اللہ تعالیٰ اسے روزہ، نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کا فدیہ بنا دے۔ علماء نے کہا کہ آپ نے بہت خوب بات فرمائی ہے اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے پس اسے اپنی کتاب میں تحریر فرما دو اور یہ طریقہ خلیفہ کے دور میں مروج ربا اللہ البرر للامام غزالی۔ شارح سمرقندی نے فرمایا، ہمیں

عليه علماء بغداد اذ بلغوا تلك القصة الى خليفة بغداد فقال الخليفة ارسل الى ذلك فان كان موافقا للاصول فيها والا فتخرقه فقال ان العلماء احسادوا وانكروا حسدا فجاء الامام بذلك الكتاب الى الخليفة فنظر فيه فتعجب فطلب العلماء وقال انظروا فيه بدقة النظر من غير حسد فلما ساروه قالوا فقد احسن محمد ضاعف الله اجره الى الابد ثم سئل الخليفة عن الامام من اي اصل اخرجت تلك المسائل قال اخرجت من قصة ايوب ويوسف وسنة حيلة الرباء والحد فقال الخليفة للعلماء من انكر الحيلة فقد انكر القرآن والحديث واجماع العلماء فالتعزير واجب عليه فلما حول ورقة وقع النظر على حيلة الاسقاط فقال الامام اسهل طريقته ان يبيع الوارث على الفقير مصحفا قابل القراءة ثم يهب الفقير للوارث ثم فتم حتى يتم لعل الله يجعل فدية الصوم والصلوة والزكوة وغيرها فقال العلماء قلت قولا حسنا بارك الله في عمرك فاكتب في كتابك فكتب الامام تلك الحيلة في كتابه فشاع في زمان الخليفة والدر البرر للامام غزالي قال الشارح السمرقندي

حدثنا عباس بن سفيان عن ابن عتبة عن ابن عوف عن محمد بن عبد الله قال قال عمر ايها المؤمنون اجعلوا القران وسيلة لنجاة الموتي فتخلقوا وقولوا اللهم اغفر لهذا الميت بعزة القران وتناولوا بايديكم وفعل عمر في آخر خلافته في وفاة امرأة ملقبة الحبيبة بنت عريد زوجة ملاب لجزء من القران فمالوا الى عمر ولم يشتهر في خلافة عثمان ثم اشتهر في خلافة هارون الرشيد من غير انكار دوران القران بحيلة الاسقاط فاصله ثابت عن عمر وهذا وان لم يذكر في كتب المشهورة من الاحاديث ولكنه مشهور في بعض الكتب من التواريخ بسند قوي كما قال المورخ اللبيب صاحب الفتوح اخبرنا ابو عاصم عن ابن جريج عن ابن شهاب عن ابن سلمة عن ابن موسى قال فعل عمر دوران القران لجزء منه بحلقة عشرية من رجلا بعد صلوة الجنائز لا امرأة ملقبة بحبيبة بنت عريد من رجلا لرجل من الانصار ما حفظنا اسمها فانكار مطلقة الحيلة كفر وعن حيلة الاسقاط فسق لانه ثبت عن عمر، اخبرنا سعيد بن ايوب عن جميع عن عبد الله بن ابي بكر انه اوجد عمر بدور القران

عباس بن سفيان نے ابن عتبہ سے انھوں نے ابن عوف سے انھوں نے محمد انولہ عبد اللہ بن عمر سے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے اہل ایمان! قرآن کو مردوں کی نجات کے لئے وسیلہ بناؤ اور حلقہ بنا کر یوں عرض کرو اے اللہ! اس میت کو عزت قرآن کی برکت سے بخش دے اور اسے ایک دوسرے کے ہاتھ میں دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری دور میں حبیبہ بنت عرید زوجہ ملاب کی وفات کے موقع پر قرآن کے ایک حصہ سے ایسا کیا، لیکن یہ عمل خلافت عثمان میں مشہور نہ ہوا پھر ہارون الرشید کے زمانہ میں قرآن کا دور حیلہ اسقاط کے لئے بغیر کسی اعتراض کے مشہور ہوا تو اس حیلہ کی اصل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت، اور یہ بات اگرچہ مشہور کتب احادیث میں نہیں لیکن کتب تاریخ میں سند قوی کے ساتھ مشہور ہے جیسا کہ عظیم مورخ صاحب الفتوح نے بیان کیا کہ ہمیں ابو عاصم نے ابن جریج سے انھوں نے ابن شہاب، انھوں نے ابن سلمہ، انھوں نے ابن موسیٰ سے بتایا کہ حضرت عمر نے بیس آدمیوں کے حلقہ میں قرآن کے ایک جُز کو لیا دیا اور یہ اس خاتون کے جنازہ کے بعد کیا جو ملاب انصاری کی بیوی اور حبیبہ بنت عرید کے لقب سے مشہور تھی اس کا نام محفوظ نہیں، تو مطلقاً حیلہ کا انکار کفر اور حیلہ اسقاط کا انکار فسق ہے کیونکہ یہ حضرت عمر سے ثابت ہے ہمیں سعید نے ایوب سے، انھوں نے جمیع سے انھوں نے عبد اللہ بن ابی بکر سے بتایا کہ نماز جنازہ کے بعد قرآن کا دور حضرت عمر رضی اللہ



بعد صلوة الجنائزۃ انتہی فتاویٰ سمرقندی من عتبۃ -  
تعالیٰ عنہ نے ایجاد کیا انتہی، فتاویٰ سمرقندی میں عتبۃ  
کے حوالے سے منقول ہے۔ (ت)

نیز اس میں دورانِ قرآن کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہے وہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی سند  
کیسی ہے؟

## الجواب

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے سوا اور حضرات سے جو کچھ روایات بے سرو پا اس  
عبارت میں مذکور ہیں سب باطل و افتراء ہیں، نہ یہ عبارت فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے اُس پر بھی افتراء ہے، اور بے چارہ  
افتراء کرنے والا عربی عبارت بھی باقاعدہ نہ بنا سکا اپنی ٹوٹی پھوٹی جاہلانہ خرافات کو صحابہ و ائمہ کی طرف منسوب کیا  
مسئلہ دورِ عام کتبِ متداولہ مذہب میں مصرح ہے خود مصحف شریف سے ہو یا کسی مال سے مگر ہر بار کے دینے  
میں اتنا ہی مجرا ہو گا کہ بازاری نرخ سے وہ مصحف شریف جتنے ہدیہ کا ہے یہ جاہلانہ خیال کہ یہ تو بے بہا ہے ایک  
ہی دفعہ میں اگلے پچھلے بلکہ سات پشت کے سب کفارے ادا ہو جائیں گے محض جاہلانہ خیال باطل ہے کما بینا  
فی فتاویٰ ما لا مزید علیہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اتنی تفصیل سے بیان کیا ہے جس پر اضافہ  
نہیں کیا جاسکتا۔ ت) فدۃ صلوة پر اگرچہ نصِ شارع علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نہ آیا نصِ مجتہد مذہب ہے  
وکفی بہ حجة (یہ دلیل کے لئے کافی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

# باب سُجُود السُّهُو

(سجدة سہو کا بیان)

۱۲۱۶ھ ربيع الآخر ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص الحمد شریف پڑھ کر سوچتا رہا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس میں کچھ دیر لگ گئی تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر بقدر ادا کے رکن ای مع سنتہ کما فی الغنیۃ (یعنی سنت کے مطابق جیسے غنیہ میں ہے۔ ت) یعنی مثلاً جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا اتنے وقت تک سوچتا رہا تو سجدة سہو لازم ہے ورنہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے :

ایسا سوچنا جو سہو کا سبب ہے وہ ہوگا جو واجب یا رکن کو اپنے مقام سے موخر کر دے مثلاً ادا رکن کی مقدار کسی رکن یا واجب سے اعراض کر لیا جائے یہی اصح ہے اہل تخصیصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

التفکر الموجب للسہو مالزم منه تاخیر الواجب والركن عن محله بان قطع الاشتغال بالركن او الواجب قدر اداء رکن وهو الاصح ملخصاً. واللہ تعالیٰ اعلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے وا ذکر فی الکتب موسیٰ سے دو ہبنالہ تک کہ تین آیات قصار ہو گئیں پڑھ کر بند ہو گیا کسی قدر تامل کر کے پھر دوبارہ وا ذکر سے دو ہبنالہ تک پڑھا پھر سہ بارہ یہیں تک پڑھ کر کچھ تامل کیا جب آگے کو نہ چلا رکوع کر دیا، اس صورت میں امام پر سجدہ سہو آیا یا نہیں؟ اگر آیا اور نہ کیا تو فاسد ہوئی یا کیسی؟ بینوا تو جروا

### الجواب

اگر ایک بار بھی بقدر ادائے رکن مع سنت یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار تک تامل کیا سجدہ سہو واجب ہوا، ردالمحتار میں ہے :

التفکر الموجب لسہو مالزم منہ تاخیر الواجب  
او الرکن عن محلہ بان قطع الاشتغال  
بالرکن او الواجب قدر اداء رکعت و هو  
الاصح۔

ہر وہ تفکر سہو کا موجب ہے جو واجب یا رکن کو اپنے مقام سے مؤخر کر دے مثلاً ادا رکعت کی مقدار کسی رکن یا واجب سے اعراض کر لیا جائے، یہی اصح ہے۔ (ت)

اگر نہ کیا نماز مکروہ تحریمی ہوتی جس کا اعادہ واجب، درمختار میں ہے :

تعاد وجوباً فی العمد والسہوان لم یسجد  
لہ۔

دانتہ یا نادانتہ سجدہ سہونہ کیا تو نماز کا لوٹانا واجب ہے (ت)

اصل حکم یہ ہے مگر علماء نے جمعہ و عیدین میں جبکہ جمع عظیم کے ساتھ ادا کئے جائیں بخوف فتنہ سجدہ سہو کا ترک اولیٰ رکھا ہے۔ درمختار میں ہے :

السہو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة  
والتطوع سواء والمختار عند المتأخرین  
عدمہ فی الاولین لدفع الفتنہ کما فی  
جمعة البحر و اقرة المصنف و بہ جزم  
فی الدرر۔

سہو نماز عید، جمعہ، فرض اور نوافل میں برابر ہے، متاخرین کے نزدیک پہلی دو (نماز عید و جمعہ) میں دفع فتنہ کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرنا مختار ہے، جیسا کہ بحر کے باب الجمعہ میں ہے مصنف نے اسے ثابت رکھا اور در میں اسی پر جزم ہے۔ (ت)

۵۵۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب سجود السہو	سہو ردالمختار
۷۱/۱	مجتبائی دہلی	باب صفة الصلوة	سہو درمختار
۱۰۳/۱	" " "	باب سجود السہو	سہو درمختار

## ردالمحتار میں ہے :

فی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة  
انه لیس المراد عدم رجوعه بل الاولی  
ترکه لتلاقیة الناس فی فتنۃ

عاشیہ ابوالسعود کے باب الجمعة میں عزمیہ کے حوالے  
سے ہے کہ اس سے مراد سجدہ سہو کا عدم جواز نہیں  
بلکہ اس لئے اولیٰ ہے تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں (ت)

بس جہاں جمعہ بھی جماعتِ عظیم سے نہ ہوتا ہو بلاشبہ سجدہ کرے، اگر نہ کیا اعادہ کرے، اگر وقت نکل گیا ظہر  
پڑھ لیں۔ ردالمحتار میں ہے :

قیدہ الوافی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا  
داعی الی الترتیب

وافی نے اس بات کے ساتھ مقید کر دیا ہے کہ یہ اس  
وقت ہے جب حاضرین کثرت کے ساتھ ہوں، اور  
اگر اتنا کثیر اجتماع نہیں تو پھر سجدہ سہو کے ترک کی  
ضرورت نہیں۔ (ت)

## اُسی میں ہے :

المرجح وجوب الاعادة فی الوقت وبعده  
والله تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۲۱۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نماز جمعہ رکعت اول میں بقدر  
ما یکوز بہ الصلوٰۃ کے پڑھ کر ایک منٹ سے زیادہ ساکت رہا اور بعد تمام کرنے نماز کے سجدہ بھی نہ کیا جب لوگوں نے کہا  
تم نے سجدہ سہو نہیں کیا تو جواب دیا کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ میں نے کیا، آیا یہ قول زید صحیح ہے یا غلط؟ اور  
وہ نماز کامل ہوئی یا ناقص؟ بینوا توجروا

## الجواب

ایک منٹ تو بہت ہوتا ہے اگر بقدر تین تسبیح کے بھی ساکت رہا تو سجدہ سہو لازم ہے، اصل حکم یہی ہے،  
ردالمحتار میں خاص اس کی تصریح ہے مگر نماز جمعہ میں جبکہ ہجوم نمازیوں کثیر ہو سجدہ سہو سا قہر دیا گیا ہے کما  
فی ساد المحتار ایضاً (جیسا کہ ردالمحتار میں بھی ہے۔ ت) پس اُس نماز میں ہجوم کثیر تھا تو زید نے سجدہ سہو کا

۵۵۶/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب سجود السہو	۱۷ ردالمحتار
"	" " "	"	۱۷ ردالمحتار
۵۳۶/۱	" " "	باب صفة الصلوٰۃ	۱۷ ردالمحتار

ترک کیا اور اگر تھوڑے آدمی تھے تو بے جا اور سخت بے جا، اور وہ ناقص نماز ہوئی ظہر اعادہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واکرم۔

مسئلہ ۱۲۱۹ دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولیٰ مجہول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں؟ اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

### الجواب

صورت اولیٰ میں مذہب اصح پر نماز نہ ہوئی، اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے، ردالمحتار میں ہے اگر کسی نے تین نوافل ایک قعدہ کے ساتھ ادا کئے تو مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے ان کو جائز کہنا چاہئے مگر اصح یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ وہ رکعت (آخری) باطل ہو جائے گی جس کے ساتھ قعدہ نہیں کیونکہ ایک نفل مشروع نہیں لہذا پہلے بھی فاسد ہوں گے۔ (ت)

فی رد المحتار لو تطوع بثلاث بقعدة واحدة كان ينبغي الجواز اعتبارا بصلوة المغرب لكن الاصح عدمه لانه قد فسد ما اتصلت به القعدة وهو الركعة الاخيرة لان التنفل بالركعة الواحدة غير مشروع فيفسد ما قبلها۔

اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کما صرح بہ فی رد المحتار عن النهر الفائق عن الزاھدی (جیسا کہ رد المحتار میں نہر الفائق سے زاہدی کے حوالے سے ہے۔ ت) اور دونوں قعدے کے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں ولا کراہة ایضا کما فی ذلک التعلیل المذکور فی رد المحتار نعم الافضل فیہا مثنی مثنی کما لا ینحفی (اب بھی کراہت نہیں جیسے کہ رد المحتار میں مذکور علت اسی کا فائدہ دیتی ہے البتہ دو رکعات افضل ہیں جیسا کہ واضح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۰ اگر امام پر سہو ہوا اور وہ سجدہ نہ کرے تو مقتدیوں کی نماز صحیح اور ان پر سے سجدہ سہو ساقط ہو جائیگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

بیشک۔ فی التنبیہ یجب (ای سجدہ السہو) تنزیہ میں ہے (سجدہ سہو) تنہا نماز والے پر بھی واجب اور امام کی سہو کی وجہ سے مقتدی پر بھی

علی منفرد ومقتدی بسہو امامہ الت

سجد امامہ ام ملتقطا قلت فالشرط یفید  
انہ ان لم یسجد الامام لم یجب علی المقتدی  
وبالسقوط صرح فی البحر الرائق نعم  
بقی نقصان یظہر ان یعید لانجب اثرات  
اطلع علیہ وهذا لا ینافی الصحة اذا لصحیح  
یقابل الفاسد هو الباطل فی العبادات کما  
صرح بہ اثمتنا فی غیر ما کتاب . و اللہ  
تعالی اعلم

لازم ہوتا ہے بشرطیکہ امام سجدہ کرے اور تلخیصاً، میں  
کتا ہوں یہ شرط بتا رہی ہے کہ اگر امام نے سجدہ نہیں کیا  
تو مقتدی پر لازم نہ ہوگا، بحر الرائق میں اس کے ساقط  
ہونے کی تصریح ہے، ہاں نقص باقی رہ جائے گا۔  
اور اگر امام کی غلطی پر مطلع ہو جائے تو کمی کے ازالے کی  
خاطر نماز لوٹالی جائے، لیکن یہ صحت کے منافی نہیں  
کیونکہ صحیح فاسد کے مقابل ہوتا ہے اور عبادات میں  
فاسد باطل ہی ہوتا ہے جیسا کہ مختلف کتب میں ہمارے  
ائمہ نے تصریح کی ہے۔ واللہ تعالی اعلم (ت)

۱۲۲۱ھ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا یا کھڑا  
ہونے لگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے لوٹ آئے یا نہ لوٹے؟ اور اگر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا اس کے بعد  
لوٹ آیا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر ہو جائے گی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

اگر ابھی قعود سے قریب ہے کہ نیچے کا آدھا بدن ہنوز سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور  
مذہب اصح میں اس پر سجدہ سہو نہیں اور اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پٹھ میں خم  
باقی ہے تو بھی مذہب اصح و ارجح میں پلٹ آنے ہی کا حکم ہے مگر اب اس پر سجدہ سہو واجب، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا  
تو پلٹنے کا اصلاً حکم نہیں بلکہ ختم نماز پر سجدہ سہو کر لے پھر بھی اگر پلٹ آیا بہت بڑا کیا گناہگار ہوا، یہاں تک کہ حکم ہے  
کہ فوراً کھڑا ہو جائے، اور امام ایسا کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کریں کھڑے رہیں یہاں تک کہ وہ پھر قیام میں  
آئے، مگر مذہب اصح میں نمازیوں بھی نہ جائے گی صرف سجدہ سہو لازم رہے گا۔

تنویر الابصار، رد المحتار اور در مختار میں ہے کہ (اگر فرض کا  
قعدہ اول بھول گیا) اگرچہ وہ فرض عملی ہو، رہا معاملہ  
نفل کا تو لوٹ آئے جب تک رکعت کا سجدہ نہیں کیا

فی تنویر الابصار، والدر المختار ورد المختار  
(سها عن القعود الاول من الفرض) ولو  
عملی اما النفل فیعود ما لم یقید بالسجدة

(پھر اسے یاد آیا تو اس کی طرف لوٹ آئے) اور تشہد پڑھے اور اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں (جب تک وہ سیدھا کھڑا نہیں ہوا) ظاہر مذہب کے مطابق، اور یہی اصح ہے فتح۔ یعنی سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے لوٹا حالانکہ قعود کے قریب تھا تو اب اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں، اور اکثریت کی یہی رائے ہے، اور اگر لوٹا لیکن قیام کے قریب تھا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو جائے گا جیسا کہ نور الایضاح اور شرح میں اسے بلا اختلاف ذکر کیا ہے اور کافی کی اس عبارت کو فتح میں صحیح اعتبار کیا ہے کہ اگر نصف اسفل سیدھا مگر پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو نمازی قیام کے قریب، اور اگر برابر نہیں تو نمازی قعود کے قریب ہوگا، اور اگر کھڑا ہو گیا نہ لوٹا تو سجدہ سہو کرے اور اگر اب بھی واپس لوٹ آتا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ گناہگار ہوگا جیسا کہ فتح میں ہے، اگر وہ امام ہے اور کھڑا ہو کر واپس لوٹے تو مقتدی اس کی موافقت میں واپس نہ لوٹیں تاکہ مخالفت ظاہر کریں تو اس امام پر اس وقت قیام لازم ہے، شرح المنیہ میں قنیہ سے ہے اور تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کرے اور یہی حق ہے بحر اہ تلخیصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(ثم تذکرہ عادالیہ) و تشہد، ولا سہو علیہ فی الاصح (مالہ یستقیم قائماً) فی ظاہر المذہب و هو الاصح فتح یعنی اذا عاد قبل ان یستقیم قائماً وکان الی القعود اقرب فاند لا یسجد علیہ فی الاصح و علیہ الاکثر، اما اذا عاد و هو الی القیام اقرب فعلیہ سجود السہو کما فی نور الایضاح و شرحہ بلا حکایۃ خلاف فیہ و صحیح اعتبار ذلک فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل و ظہرہ بعد منحن فهو اقرب الی القیام وان لم یستو فهو اقرب الی القعود وان استقام قائماً لا یعود و سجد للسہو فلو عاد الی القعود لا تفسد لکنہ یكون مسیئاً ای یاثم کما فی الفتح فلو کان اما ما لا یعود معہ القوم تحقیقاً للمخالفة و یلزمہ القیام للحال شرح المنیة عن القنیة۔ ویسجد لتاخیر الواجب و هو الحق بحراہ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کے درمختار	باب سجود السہو	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	۱۰۲/۱
کے ردالمحتار	"	" مصطفیٰ البابی مصر	۵۵۰/۱
کے درمختار	"	" مطبع مجتہبی دہلی	۱۰۲/۱
کے ردالمحتار	"	" مصطفیٰ البابی مصر	۵۵۰/۱
کے درمختار	"	" مطبع مجتہبی دہلی	۱۰۲/۱

مسئلہ ۱۲۲۲

۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ اخیرہ کے بعد گمان ہوا کہ یہ قعدہ اولیٰ تھا کھڑا ہو گیا اور قبل سجدہ کے یاد آ گیا تو اب عود کر کے دوبارہ التحيات پڑھ کر سجدہ سہویں جائے یا ویسے ہی سجدہ کو چلا جائے؟ بینوا توجروا

## الجواب

عود کر کے بیٹھنا چاہئے اور معاً سجدہ سہویں چلا جائے دوبارہ التحيات نہ پڑھے۔

فی الدر المختار وان قعد فی الرابعة مثلاً قدر  
التشهد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائماً  
صحیح۔

در مختار میں ہے کہ اگر چوتھی رکعت میں مثلاً تشهد کی مقدار  
بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا تو لوٹ آئے اور سلام پھیر دے  
اگر کھڑے کھڑے سلام پھیرے تب بھی صحیح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله ثم قام ای ولم يسجد قوله عاد و  
سلم ای عاد للجلوس ، وفيه إشارة  
الی انه لا يعيد التشهد ، وبه صرح في  
البحر ، قال في الامداد ، والعود للتسليم  
جالس سنة لان السنة التسليم جالساً الخ لمخصراً  
والله تعالى اعلم

ماتن کا قول ” پھر کھڑا ہوا ” یعنی پھر سجدہ نہ کیا ، ماتن کا  
قول ” لوٹے اور سلام کہے ” یعنی بیٹھنے کے لئے لوٹے۔  
پس اس میں اشارہ ہے کہ تشهد نہ لوٹائے۔ اور بحر میں  
اس کی تصریح ہے۔ امداد میں ہے سلام بیٹھ کر پھیرنے  
کے لئے لوٹنا سنت ہے کیونکہ سنت یہی ہے کہ سلام  
بیٹھ کر پھیرا جائے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

الجمادی الآخر ۱۳۱۶ھ

مسئلہ ۱۲۲۳

چرمی فرماید علمائے دین دریں مسئلہ کہ ترک آرد  
قعدہ اولیٰ را لیکن باستادن نزدیک ترشد آن  
گاہ نشست باز باقی نماز گزارد دریں حال نماز او  
جائز است یا نے؟ بینوا توجروا

علمائے دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ نمازی نے  
پہلا قعدہ ترک کر دیا ، وہ سیدھا کھڑا ہونے کے  
قریب تھا وہاں سے لوٹ آیا اور باقی نماز ادا کی اس  
صورت میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

## الجواب

بہر کہ در فرض یا وتر قعدہ اولیٰ فراموش کردہ استادہ  
جو شخص فرض یا وتر کا قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو جائے

۱۰۲/۱

مطبوعہ مطبع مجتہباتی دہلی

باب سجود السہو

لے در مختار

۸۷/۲

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

”

لے رد مختار



اگر سیدھا کھڑا نہیں ہوا تھا تو اسے قعدہ کی طرف لوٹ آنا چاہئے اب اگر بیٹھنے کے قریب تھا تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں اور اگر قیام کے قریب تھا تو سجدہ لازم ہوگا ، جب بدن کا نچلا حصہ سیدھا نہیں ہوا تو وہ بیٹھنے کے قریب ہوگا اور اگر نصف حصہ سیدھا ہو گیا مگر پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو وہ کھڑے ہونے کے قریب ہے ، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس وقت بیٹھنا جائز نہیں ، اب اگر قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹا ہے تو گناہگار ہوگا لیکن راجح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی نماز باطل نہ ہوگی سجدہ سہو لازم ہوگا۔

در مختار میں ہے (اگر نمازی فرض کے قعدہ اولیٰ میں بھول گیا) اگرچہ فرض علیٰ ہر پھر یاد آ گیا تو اس کی طرف لوٹ آئے اور اصح قول کے مطابق سجدہ سہو ہوگا جب تک وہ سیدھا کھڑا نہ ہو جائے ، ظاہر مذہب یہی ہے اور یہی اصح ہے فتح ، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اگر لوٹ آیا تو نماز فاسد ہوگی البتہ گناہگار ہوگا ، تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کرے یہی مختار ہے جیسا کہ اس کی تحقیق کمال نے کی اور یہی حق ہے بجز اختصاراً ، ردالمحتار میں ہے کہ باتن کا قول کہ اس پر اصح قول کے سجدہ نہیں یعنی جب وہ سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے لوٹا اور وہ بیٹھنے کے قریب تھا تو اب اس پر سجدہ نہیں ، یہی اصح ہے اور اکثر کا قول ہے اور جب وہ لوٹا حالانکہ قیام کے قریب تھا تو اب اس پر

تا بتمام ایستادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر ہنوز بقعود اقرب بود سجدہ سہو نیست و اگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدہ سہو لازم آید تا نیمہ زیریں از بدن انسان راست نشدہ است بہ شستن نزدیک است و چوں این نصف راست شد و پشت ہنوز خمیدہ است با ستادن قریب است و اگر بتمام راست ایستاد آنگاہ شستن روانیت اگر بقعدہ اولیٰ باز میگردد گناہگار شود اما راجح آنست کہ نماز دریں صورت ہم از دست نرود و سجدہ سہو واجب شود۔

فی الدر المختار سہا عن القعود الاول ولو عملیاً ثم تذکرہ عاد الیہ ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائماً فی ظاہر المذہب وهو الاصح فتح وان استقام قائماً لا یعود فلو عاد لا تفسد لکنہ یکون میثاً ویسجد لتاخیر الواجب وهو الاشبہ کما حققہ الکمال وهو الحق بجزاہ مختصراً و فی رد المحتار قولہ ولا سہو علیہ فی الاصح یعنی اذا عاد قبل ان یستقم قائماً و کانت الی القعود اقرب فانه لا یجوز علیہ فی الاصح و علیہ الاکثر اما اذا عاد وهو الی القیام اقرب فعلیہ

سجدة سہولاً لازم ہوگا جیسا کہ نور الایضاح اور اس کی شرح میں اس مسئلہ کو بغیر کسی اختلاف کے ذکر کیا ہے اور کافی کی عبارت کو فتح میں صحیح کہا ہے کہ اگر نمازی کا نصف سیدھا ہو گیا حالانکہ پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو یہ قیام کے قریب ہوگا اور اگر نصف اسفل سیدھا نہیں تو وہ قعود کے قریب ہے۔ ماتن کے قول "یکون مسیئاً" کا معنی یہ ہے کہ وہ گنہگار ہے فتح، اور اگر وہ امام ہے تو وہ نہ لوٹے اور لوٹ گیا تو نماز فاسد ہوگی لیکن گناہگار ہوگا۔ اور واجب کی تاخیر کی وجہ سے سجدة سہو کرے، یہی اشبہ بالحق ہے جیسا کہ کمال نے اس کی تحقیق کی، اور یہی حق ہے بجز اخذ مختصراً۔ اس پر فی الحال قیام لازم ہے شرح منیہ میں قنیہ کے حوالے سے اہ ملقطا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

سجود السہو کما فی نور الایضاح و شرحہ بلا حکایۃ بخلاف فیہ و صحیح اعتبار ذلک فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظہرہ بعد منحن فهو اقرب الی القیام، وان لم یستوف فهو اقرب الی القعود، قوله لکنہ یکون مسیئاً ای ویاتم کما فی الفتح فلو کان اماماً لا یعود معہ القوم تعقیقاً للمخالفة ویلزمہ القیام للحال شرح المنیۃ عن القنیۃ اہ ملقطا۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۲ ۲۲ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی امام بھول کر سجدة سہو کر لے تو اس صورت میں نماز امام و مقتدیان اور بعد سجدة سہو کے جو مقتدی ملے ان سب کی نماز کیسی ہوگی؟ اور حقیقت میں سہو نہیں تھا بینوا تو جرداً

### الجواب

امام و مقتدیان سابق کی نماز ہو گئی جو مقتدی اس سجدة سہو میں جانے کے بعد ملے ان کی نماز نہیں ہوتی کہ جب واقع میں سہو نہ تھا دہنا سلام کہ امام نے پھر اتم نماز کا موجب ہوا یہ سجدة بلا سبب لغو تھا تو اس سے تحریک نماز کی طرف عود نہ ہو اور مقتدیان مابعد کو کسی جزاء امام میں شرکت امام نہ ملی لہذا ان کی نماز نہ ہوتی و لہذا اگر سجدة سہو میں مسبوق اتباع امام کرے بعد کو معلوم ہو کہ یہ سجدة بے سبب تھا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کہ ظاہر ہوا کہ محفل افراد میں اقتدا کیا تھا، ہاں اگر معلوم نہ ہو تو اس کے لئے حکم فساد نہیں کہ وہ حال امام کو صلاح و صواب پر حمل کرنا ہی چاہئے۔ در مختار میں ہے،

اس کا سلام جس پر سجدہ سہو تھا نماز سے موقوف خروج ہے اگر سجدہ کھریا تو وہ نماز کی طرف لوٹ آیا ورنہ نہیں۔ (ت)

سلام من علیہ سجدو سہو ینخرجہ من الصلوۃ خروجاً موقوفاً ان سجد عاد الیہا والاک۔

ردالمحتار میں ہے :

جب اس نے سجدہ کیا تو یہ لغو ہو گا گویا اس نے سجدہ سہو کیا ہی نہیں، لہذا وہ حرمت نماز کی طرف نہیں لوٹا۔ (ت)

انہ اذا سجد وقع لغواً فکانہ لم یسجد فلم یعد الی حرمة الصلوۃ۔

خزانة المفتین میں فتاویٰ قاضی خاں سے ہے :

جب امام کو یہ گمان ہو کہ اس پر سجدہ سہو ہے اور اس نے سجدہ سہو کیا اور مسبوق نے بھی اس کی اتباع میں سجدہ کیا پھر اس نے جاننا کہ امام پر سجدہ سہو نہ تھا تو مشہور یہی ہے کہ اس کی نماز فاسد ہوگی اور اگر اسے اس بات کا علم نہیں کہ امام پر سجدہ سہو نہیں تھا تو مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوگی (ت)

اذ اظن الامام ان علیہ سہو افسد للہو و تابعہ المسبوق فی ذلک ثم علم ان الامام لم یکن علیہ سہو الا شہر ان صلوتہ تفسد وان لم یعلم انہ لم یکن علی الامام سہو لم تفسد صلوۃ المسبوق۔

ظطاوی علی مرقی الفلاح میں ہے : هو المختار کذا فی المحیط (یہ مختار ہے جیسا کہ محیط میں

ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مشکلہ ۱۲۲۵ از رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سہ شنبہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ زید نماز مغرب میں اخیر رکعت میں آکر جماعت میں شریک ہوا، خالد جو امام تھا ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو میں چلا گیا، اب زید ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو میں جاسے یا بدوں سلام کے سجدہ کرے؟ بعضے علماء کہتے ہیں کہ اگر اس نے بھی قصد اسلام پھیرا تو نماز مسبوق کی فاسد ہوگی ورنہ نہیں، اور شامی اور بحر الرائق وغیرہا میں جو

۱۰۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی	باب سجدو السہو	لہ در مختار
۵۵۵/۱	مصطفیٰ البابی مصر	”	ردالمحتار
۴۸/۱	نولکشور لکھنؤ	فصل فی المسبوق	فتاویٰ قاضی خاں
۲۵۳ ص	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب سجدو السہو	ظطاوی علی مرقی الفلاح

روایت لکھی ہے وہ درباب اخیر سلام ہے نہ درباب سلام سہو۔ اور فریقین کی دلیل یہی دونوں کتاب کی روایت ہے اس کا فیصلہ چاہئے، رامپور کے علماء سے بخوبی فیصلہ جس سے تسلی ہو نہ ہو سکا۔ بینوا توجروا

## الجواب

حکم مسلمین قول اول صحیح ہے فی الواقع مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع و عاجز ہے جب تک فوت شدہ رکعات ادا نہ کرے امام سجدہ سہو سے قبل یا بعد سلام پھیرتا ہے اُس میں اگر قصد اُس نے شرکت کی تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عمدی اس کے خلال نماز میں واقع ہوا ہاں اگر سہواً پھیرا تو نماز نہ بھانے گی

لکونہ ذکر امن وجه فلا يجعل كلاما من غير قصد وان كان العمد والخطأ والسهو كل ذلك في الكلام سواء كما حققه علمائنا رحمهم الله تعالى۔

کیونکہ یہ من وجہ ذکر ہے لہذا اسے بغیر قصد کے کلام قرار نہ دیا جائے اور اگرچہ عمد، خطا اور سہو کلام میں برابر ہیں جیسا کہ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ (د ت)

بلکہ وہ سلام جو امام نے سجدہ سہو سے پہلے کیا اگر مسبوق نے سہواً امام سے پہلے یا معاً بلا وقفہ اُس کے ساتھ پھیرا تو ان صورتوں میں مسبوق پر سہو بھی لازم نہ ہو کہ وہ ہنوز مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کے سہو کے سبب سجدہ لازم نہیں، ہاں یہ سلام اخیر اگر امام کے بعد پھیرا تو اس پر سجدہ اگرچہ کر چکا ہو دوبارہ لازم آیا کہ اپنی آخر نماز میں کرے گا، اس لئے اب میں فرود ہو چکا تھا۔ خزائنہ المفتین میں شرح مختصر امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے:

عليه سجدة من صلب الصلوة سلم وهو ناس لها ثم تذكر بعد ذلك فانه بهذا السلام لا يخرج عن حرمة الصلوة بالاجماع حتى صح الاقتداء وان عاد الامام و سجد يسجد هذا المقتدى معه على طريق المتابعة ولا يعتد بهذه السجدة لانه لم يدرك الركوع ويتشهد مع الامام ولا يسلم اذا سلم الامام ويسجد سجدتي السهو مع الامام فاذا سلم الامام ثانيا لا يسلم هو ايضا بل يقوم الى قضاء ما سبق له باختصاص

اگر کسی شخص پر نماز کا سجدہ تھا اس نے مجبول کر سلام پھیر دیا اسے پھر سجدہ یاد آ گیا تو وہ اس سلام کی وجہ سے بالاتفاق حرمت نماز سے خارج نہیں ہوا حتیٰ کہ اس کی اقتداء درست ہے اور اگر امام لوٹا اور سجدہ کیا اور مقتدی نے امام کی متابعت میں سجدہ کر لیا تو یہ اس کا یہ سجدہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ اس نے امام کو رکوع میں نہیں پایا، امام کے ساتھ تشهد پڑھے لیکن جب امام سلام کہے تو یہ سلام نہ کہے البتہ امام کے ساتھ دونوں سجدہ سہو کرے جب امام دوبارہ سلام پھیرے تو وہ اب بھی سلام نہ کہے بلکہ گزشتہ رکعت کی قضا کیلئے کھڑا ہو جائے (اختصاراً د ت)

دیکھو مسبوق کو سجدہ سہو سے قبل و بعد دونوں وقت سلام سے منع فرمایا، علیہ شرح منیہ للامام ابن امیر الحج

میں ہے :

مدرك مقتدى كى امام كے ساتھ سجدہ سہو میں موافقت واضح ہے۔ رہا مسبوق کا معاملہ تو وہ امام کے اس سلام میں اتباع نہ کرے جو نماز سے خارج ہونے کے لئے تھا کیونکہ اس پر نماز کے ارکان کی ادائیگی رہتی ہے البتہ سجدہ سہو میں اتباع کرے۔ امام ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ مسبوق امام کے سہو کی وجہ سے ہرگز سجدہ نہ کرے کیونکہ سجدہ سہو سلام کے بعد ہوتا ہے اور جب وہ سلام میں امام کی اتباع نہیں کر رہا تو سجدہ میں متابعت کیسے منظور ہو سکتی ہے ہماری رائے یہ ہے کہ سجدہ سہو نماز کی حرمت میں ادا ہوتا ہے تو ابھی نماز باقی ہے اور جب متابعت امام باقی ہے تو ان افعال میں امام کی اتباع کی جائے جو ادا ہو رہے ہیں (ت)

موافقة المقتدى المدرك للامام فى سجود السهو ظاهر واما المسبوق فلا يتابعه بالسلام للخروج عن الصلوة وقد بقى عليه اركان الصلوة ويتابعه فى سجود السهو وعن ابراهيم النخعي انه لا يسجد بسهوة اصلا لان محل السهو بعد السلام وانه لا يتابعه فيه فلا يتصور المتابعة فى السهو ولنا ان سجود السهو يؤدى فى تحريم الصلوة فكانت الصلوة باقية واذا بقيت التبعية فيتابعه فيما يؤدى من الافعال.

محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں :

اگر بھول جانے والے امام کو حدث لاحق ہو گیا اور اس نے کسی کو خلیفہ بنایا تاکہ وہ سجدہ سہو کرے جیسا کہ امام پر سلام کہنا باقی ہو تو حدث لاحق ہو جائے تو خلیفہ یہ کام سرانجام دے اور مسبوق کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسی صورت میں خلیفہ بنے کیونکہ وہ سجدہ سہو پر قادر نہیں ہوتا کیونکہ یہ سجدہ سلام کے بعد ہو گا اور مسبوق سلام پر قادر نہیں البتہ وہ شافعی کی اقتدا میں

لوسبق الامام الساهى الحدث بعد سلامه استخلف ليسجد الخليفة كما لو بقى عليه التسليم وليس للمسبوق ان يتقدم فى هذا الاستخلاف لانه لا يقدر عليه اذ محله بعد السلام وهو غير قادر على السلام وانما يسجد قبل السلام حالة الاقتداء بمن يسجد قبله وهو هنا

العلية المحلى شرح منية المصلى

قد صار اماماً للمستخلف ومع هذا لو  
تقدم لم تفسد لانه يقدر على الاتمام  
في الجملة بان يتاخر و  
يقدم مندركا ليسلم بهم و  
يسجد ويسجد الخليفة المسبوق  
معهم لانه الاتم مقتدا ثم يقوم  
الى قضاء ما سبق به الخ.

سلام سے پہلے امام کی سجدہ سہو میں اقتدا کر سکتا ہے  
اور مذکورہ صورت میں تو مسبوق امام کا امام بن جائیگا  
اس کے باوجود اگر مسبوق آگے ہو گیا تو نماز فاسد  
نہ ہوگی کیونکہ نماز کے اتمام پر قادر تو ہے ہی مثلاً  
یوں کہ خود پہلے ہٹ جائے اور کسی مدرک مقتدی کو  
آگے کرے جو نمازوں کو سلام پھرائے اور سجدہ سہو  
کرائے اور خلیفہ مسبوق بھی ان کے ساتھ سجدہ کرے  
کیونکہ اب یہ مقتدی ہے پھر گزشتہ نماز کیلئے قیام کرے (ت)

رہی عبارت بحر الرائق کہ بعد بیان اس امر کے کہ مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے گا، فرمایا:

پھر مسبوق امام کی سجدہ سہو میں اتباع کرے مگر سلام  
میں نہیں، پس مسبوق امام کے ساتھ سجدہ کرے، تشہد  
پڑھے، اور جب امام سلام پھیرے تو یہ گزشتہ نماز کیلئے  
کھڑا ہو جائے۔ اور اگر مسبوق سلام پھیرتا ہے تو  
اگر عمداً کیا تو نماز فاسد ورنہ نہیں۔ اگر مسبوق نے امام  
سے پہلے یا اس کے ساتھ سلام سہواً پھیر دیا تو اب اس پر  
سجدہ سہو نہیں، اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو اب  
سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ اب وہ منفرد ہے (ت)

ثم المسبوق انما يتابع الامام في السهو  
لا في السلام فيسجد معه ويتشهد فاذا  
سلم الامام قام الى القضاء فان سلم  
فان كان عامدا فسدت والا فلا ولا سجود  
عليه ان سلم قبل الامام او معه وان  
سلم بعدا لزمه لكونه منفردا حينئذ

اسی طرح اُس سے ردالمحتار میں ہے:

ما تن کا قول ”مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے“  
یہاں سجدہ کے ساتھ مقید ہے کیونکہ سلام میں اتباع  
نہیں بلکہ سجدہ کرے اور تشہد پڑھے الخ (ت)

حيث قال قول والمسبوق يسجد مع امامه  
قيدا بالسجود لانه لا يتابعه في السلام بل  
يسجد معه ويتشهد الخ

۴۴۴/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۱۰۰/۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۲۹/۱	مصطفیٰ البابی مصر

باب سجود السهو

”

”

۱۰ فتح القدير

۱۱ بحر الرائق

۱۲ ردالمحتار

اس میں تحقیق و قول فیصل یہ ہے کہ ان سلم بعدہ (اگر مسبوق نے امام کے بعد سلام پھیرا۔ ت) سے یقیناً سلام اخیر مراد ہے جس کے بعد کچھ نہیں کہ اس سے پہلا سلام جس کے بعد امام نے سجدہ سہو کیا اگر مسبوق سہو امام کے بعد بھی پھیرے گا اس پر سہو لازم نہیں ہو سکتا کہ وہ اب بھی مقتدی ہے تو لکونہ منصرفاً (کیونکہ اب وہ منفرد ہے۔ ت) وہاں صادق نہیں اور قول بجر لا فی السلام (سلام میں نہیں۔ ت) و قول شامی قیداً بالسجود لانه لا یتابع فی السلام (ماتن نے سجدہ کی قید لگائی ہے کیونکہ سلام میں اتباع نہیں کی جائیگی۔ ت) میں یا تو نظر باطلاق لفظ و عموم حکم مطلق سلام مراد ہے خواہ سجدہ سہو سے پہلے ہو یا بعد یا بقریۃ مقام سلام قبل سجدہ سہو مراد لیجے یعنی سجدہ سہو میں مسبوق بھی اگرچہ متابعت امام کرے گا مگر فقط سجدے میں شریک ہوگا و لہذا متابعت میں سجدہ کی قید لگادی کہ پیروی اسی پر مقصور ہے سلام میں مسبوق متابعت نہیں کر سکتا۔

وہد المعنی واضح جلی یسبق الی الذہن  
 اول ما یسمع هذا الکلام اذا صفت القریۃ  
 یہ حقیقت اتنی واضح ہے کہ مذکورہ کلام سنتے ہی انسان  
 کا ذہن اس طرف چلا جاتا ہے بشرطیکہ اوہام کی تارکیوں  
 سے ذہن صاف ہو۔ (ت) عن ظلام الاوہام۔

اور اسے خاص سلام اخیر بعد سجدہ سہو پر حمل کرنا محض بے دلیل ہے جس پر اصلاً قرینہ نہیں بلکہ ظاہراً قرینہ اس کے خلاف کی طرف مشیر کمالاً یخفی علی العارف البصیر (جیسا کہ عارف بصیر پر مخفی نہیں۔ ت) باقی دو جگہ جو لفظ ان سلم (اگر سلام پھیرا۔ ت) واقع ہے اگر سیاق سخن و نظم کلام دیکھئے تو وہ بھی مثل ان سلم بعدہ (اگر مسبوق نے امام کے بعد سلام پھیرا۔ ت) سلام اخیر بعد سجدہ سہو میں ہیں کہ اذا سلم الامام (جب امام نے سلام پھیرا۔ ت) سے یقیناً یہی سلام اخیر مراد ہے جو یسجد معہ و یتشهد (امام کے ساتھ سجدہ کرے اور تشهد پڑھے۔ ت) کے بعد اور قام الی القضاء (گزشتہ نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ ت) اس سے متصل ہے تو کلام آتی اسی صورت کی طرف ناظر ہونا زیادہ متبادر ہے خصوصاً ان تشقیقوں میں ایک شق ان سلم بعدہ (اگر امام کے بعد سلام پھیرے۔ ت) بلاشبہ مختص بسلام آخر ہے اور حکم پر نظر کیجئے تو دونوں ان سلم (اگر سلام پھیرے۔ ت) متوسط میں جو بیان ہے سلام قبل سجدہ و بعد سجدہ دونوں کو عام ہے کما اشرنا الی کل ذلك (جیسا کہ ہم نے ان تمام شقوں کی طرف اشارہ کیا۔ ت) علامہ سید طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ مراقی الفلاح میں قول شارح :

ان سلم مع الامام مقام نالہ او قبلہ ساہیا  
 فلا سہو علیہ لانه فی حال اقتدائہ و ان  
 سلم بعدہ یلزمہ السہو لانه  
 منفرد ہے  
 اگر مسبوق نے امام کے ساتھ یا پہلے بھول کر سجدہ کر لیا تو  
 اب اس پر سجدہ سہو نہیں کیونکہ وہ حالت اقتداد میں ہے  
 اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو اب سجدہ سہو  
 لازم ہوگا کیونکہ وہ اب تنہا نماز ادا کر رہا ہے۔ (ت)

لہ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی باب سجود السہو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۳

کی یہی شرح فرمائی،

حدیث قال قوله وان سلم مع الامام الخ سواء  
في ذلك تسليمة التحليل الاولى وتسليم سجود  
السهو لظهور العلة في ذلك وقوله وان  
سلم بعده اي بعد سلام الامام من  
سجود السهو فقط اما سلامه بعد سلام  
الامام الاول من الصلوة فلا يلزم به  
السهو لانه لما سجد للسهو مع عاد الخ  
الاقتداء ولا سهو على المقتدى فامل  
فيه كله اه

ان کے الفاظ یہ ہیں قول ”اگر مسبوق نے امام کے ساتھ  
سلام کہا الخ“ میں نماز سے فارغ ہونے کے لئے سلام  
یا سجدہ سہو کے لئے سلام دونوں برابر ہیں کیونکہ علت  
ایک ہے قولہ ”اگر مسبوق نے اس کے بعد سلام پھیرا  
یعنی امام کے فقط سجود سہو کے سلام کے بعد پھیرا اگر  
امام کے پہلے سلام کے بعد پھیرا تو بھی مسبوق پر سجدہ سہو  
نہیں کیونکہ جب وہ امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا  
تو وہ اقتدار کی طرف لوٹ آیا اور مقتدی پر سجدہ سہو  
نہیں ہوتا، اس تمام گفتگو میں خوب غور و فکر سے  
کام لو اہ (ت)

بالجملہ بحر و شامی کی ان عبارات سے فریق ثانی کا مسئلہ نزاعیہ پر استدلال محض باطل اور فریق اول کا ان سے استناد  
بوجہ تطرق احتمال گوئے ناکامل اور حکم مسئلہ میں حق فریق اول کے ساتھ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم  
۱۲۲۶ھ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) چار رکعت نماز میں درمیانی قعدے میں تشہد کے بعد سہو ہے اللہم صل کہاں تک پڑھے کہ سجدہ سہو  
واجب ہو جائے۔

(۲) جماعت میں سجدہ سہو کے قبل کا سلام اس شخص کو جس کی ایک دور رکعت باقی ہے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو  
کہ یہ سلام اختتام نماز کا ہے یا سجدہ سہو کا ہے، چاہئے یا نہیں؟

### الجواب

(۱) اللہم صل علی محمد و بہ یفتی (اللہم صل علی محمد اور اسی پر ہی فتویٰ ہے۔ ت)  
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

(۲) جائز نہیں، اور اگر قصد پھیرے گا تو نماز جاتی رہے گی لوقوعہ خلال صلوتہ (کیونکہ یہ سلام

لہ حاشیۃ الطحاوی علی رتی غلام باب سجود السهو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۳



نماز کے درمیان ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۲۲۸ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ اول میں شکر ہوا مگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا، اب نماز جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو جدوا

### الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲۹ ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے جہری نماز میں بعد الحمد قبل سورۃ اتنی دیر سکوت کیا کہ چھوٹی سورت پڑھ لیتا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

### الجواب

الحمد شریف کے بعد امام نے سانس لیا اور آمین کہی اور شروع سورت کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بسم اللہ کو خوب ترتیل سے ادا کیا تو اس قدر میں ایک سورت چھوٹی پڑھنے کی ضرورت دیر ہو جائے گی مگر اس میں عرج نہیں بلکہ یہ سب باتیں مطابق سنت ہیں، ہاں اگر ان کے علاوہ محض سکوت اتنی دیر کیا کہ تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا تو یہ سکوت اگر رہنا تے تفکر تھا کہ سوچتا رہا کہ کیا پڑھوں، تو سجدہ سہو واجب ہے، اگر نہ کیا تو اعادہ نماز کا واجب ہے، اور اگر وہ سکوت عمداً بلا وجہ تھا جب بھی اعادہ واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۰ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت (کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں - ت) کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہواً کھپلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی بعد سلام پھیرا اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت؟ جیسا ہو ویسا ہی ارقام فرمائیے، اور اگر وہ سجدہ سہو کر لیتا تو کیا اس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں؟ بیّنوا تو جدوا

### الجواب

فرض ہوئی اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا، نہ اس پر سجدہ سہو تھا بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی کھپلی رکعتوں میں سورت ملائی تو کچھ مضائقہ نہیں صرف خلاف اولیٰ ہے، بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے امام کے لئے ضرور مکروہ ہے بلکہ مقتدیوں پر گراں گزارے تو حرام۔ درمختار میں ہے:

فرض کی پہلی دو رکعات میں سورت کا ملانا، کیا آخری دو رکعتوں میں سورۃ ملانا مکروہ ہے ؟ مختار قول کے مطابق مکروہ نہیں۔ ملخصاً (ت)

ضمہ سورۃ فی الاولین من الفرض وهل یکره فی الاخرین المختاراً ملخصاً

ردالمختار میں ہے :

یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے کیونکہ خلاف سنت ہے۔ غنیہ اور اس کی شرح میں ہے اگر بھول کر فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائی تو امام ابو یوسف کے قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو ہوگا کیونکہ رکوع اپنے مقام سے موخر ہو گیا ہے، اور اظہر روایات کے مطابق اس پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ ان آخری رکعتوں میں بغیر مقرر کرنے کے قرأت مشروع ہے اور فاتحہ پر اکتفا سنت ہے واجب نہیں اھ اور بکر میں فخر الاسلام سے ہے کہ آخری رکعات میں سورۃ ملانا نفعی طور پر مشروع ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ یہ مختار ہے۔ اور محیط میں اسی کو اصح کہا ہے اھ اور نفل سے واضح طور پر یہاں مراد جواز و مشروعیت بمعنی عدم حرمت ہے پس یہ اس کے خلاف اولی ہونے کے منافی نہیں، جیسا کہ حلیہ میں ہے ردالمحتار کی عبارت ختم ہوگئی۔

ای لا یکره تحریماً بل تنزیہاً لانه خلاف السنة قال فی المنیۃ وشرحها فان ضم السورۃ الی الفاتحۃ ساھیا یرجب علیہ سجداً تا السہو فی قول ابی یوسف لما خیر الرکوع عن محلہ و فی اظہر الروایات لا یرجب لان القراءة فیہما مشروعۃ من غیر تقدیر والاقصام علی الفاتحۃ مسنون لا واجبہ و فی البحر عن فخر الاسلام ان السورۃ مشروعۃ فی الاخرین نفلاً و فی الذخیرہ انہ المختار و فی محیط و ہوالاصح اھ والظاہر ان المراد بقولہ نفلاً الجواز والمشروعۃ بمعنی عدم الحرمة فلا ینافی کونہ خلاف الاولی کما افادہ فی الحلیۃ اھ ما فی رد المحتار۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) کہ حلیہ کے الفاظ

کہ پھر ظاہر سورت کا مباح ہونا ہے اور یہ کیسے نہ ہو کہ پیچھے صحیح مسلم وغیرہ کے حوالے سے گزرا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

**اقول** لفظ الحلیۃ ثم الظاہر ابحاثہا کیف لا وقد تقدم من حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صحیح مسلم وغیرہ انہ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں تیس آیات اور آخری دو میں پندرہ آیات (یا نصفتی) تلاوت فرماتے۔ فخر الاسلام نے شرح الجامع الصغیر میں فرمایا آخری دو رکعات میں سورت بطور نفل مشروع ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے سورت پڑھی تو ہم کہتے ہیں کہ اس پر سجدہ سہولاًزم نہیں ہوگا انتہی، پھر یہ کہنا ممکن ہے کہ عدم اضافہ (سورت) اولیٰ ہے اور اس پر دلیل حدیث ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے (اس سے مراد وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم کے حوالے سے گزری کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے اور آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے۔ الحدیث) اور مصنف کا قول مذکورہ (یعنی اس فاتحہ) پر اضافہ نہ کیا جائے، اور متعدد مشائخ کا قول جس طرح کافی وغیرہ میں ہے کہ پہلی دو رکعات کے بعد صرف فاتحہ پڑھی جائے اور حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محض جواز بیان پر محمول کیا جائے، اور فخر الاسلام کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض جائز افعال کو تعلیم جواز وغیرہ کیلئے بجا لاکے آپ کے حق میں مکروہ نہیں جس طرح آپ جائز کو غالب اوقات بجا لاتے تھے اور فعل عدم اولیٰ کے منافی نہیں ہوتا، اس گفتگو سے وہ تمام معاملہ ختم ہو جاتا ہے جو خیال کیا گیا تھا کہ ان مذکورہ دونوں احادیث اور اقوال مشائخ میں مخالفت ہے اور شاید آپ پر یہ بات مخفی نہیں رہی کہ نفل مشروع کو مکروہ تنزیہی پر محمول کرنا نہایت ہی بعید ہے اور آخری رکعتوں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی صلوٰۃ الظهر فی الركعتین الاولین قدر ثلاثین آیة وفي الاخریین قدر خمسة عشرة آیة او قال نصف ذلك فلا جرمان قال فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر واما السورة فانها مشروعة نفلا فی الاخریین حتی قلنا فی من قرأ فی الاخریین لم یلزمه سجدة سهوا انتهی ثم یکن ان یقال الاولی عدم الزیادة ویحمل علی الخروج منخرج البیان لذلك حدیث ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یرید ما قدم بروایة الصحیحین ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظهر فی الاولیین بام القرآن وسورتین وفي الركعتین الاخریین بام الكتاب الحدیث) وقول المصنف المذكور (ای ولا یتزید علیہا شیئا) وقول غیر واحد من المشائخ کما فی کافی وغیرہ ویقرأ فیہما بعد الاولین الفاتحة فقط ویحمل علی بیان مجرد الجواز حدیث ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقول فخر الاسلام فان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یفعل الجائز فقط فی بعض الاحیان تعلیم للجواز وغیرہ من غیر کراهة فی حقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما یفعل الجائز الاولی فی غالب الاحوال والفعل لا ینافی عدم الاولیة فیندفع بہذا اما عساه ینخال من المخالفة بین الحدیثین المذكورین و

میں سورت کا پڑھنا مستقل فعل مستحب نہیں کہ اسے کسی عارضہ کی وجہ سے عدم اولویت لاحق ہو جیسے کہ نفل نماز کسی مکروہ پر مشتمل ہو اور یہاں علت سے قرأت سورت کا استحباب ثابت ہو رہا ہے تو اب یہ عدم اولویت کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتا ہے۔ اس عبدِ ضعیف پر یہ چیز واضح ہوئی ہے کہ فاتحہ پر اکتفا کرنا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امامت کی صورت میں منقول ہے کیونکہ آپ کی فرض نماز جو بھی منقول ہے وہ امام ہونے کی صورت میں ہی ہے البتہ شاذ و نادر ہی کوئی فرض نماز اس کے علاوہ ہوگی لہذا امام کے لئے فاتحہ پر اضافہ مکروہ ہوگا کیونکہ یہاں مقتدیوں پر سنت سے بڑھ کر طوالت ہو جاتی ہے بلکہ اگر اتنی طوالت کی کہ مقتدیوں پر گراں گزری تو یہ کراہت تحریمی ہوگی۔ اگر آدمی تنہا نماز ادا کر رہا ہے تو اس میں رسالتاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ نماز جتنی لمبی کرنا چاہے کرے اور فاتحہ پر اضافہ خیر ہے اور اس کے خیر ہونے کے خلاف کوئی دلیل بھی نہیں تو منفرد کے حق میں اس اضافہ کا نفل ہونا بعید نہیں، اگر ہم کلام مشائخ کو امام پر اور امام فخر الاسلام اور تصحیح ذخیرہ اور محیط کو منفسرد پر محمول کر لیں تو موافقت پیدا ہو جائے گی اور توفیق دینے والا اللہ ہی ہے اور یہ میرے نزدیک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے والا ہے۔

وبین اقوال المشائخ واللہ سبحنہ اعلم اھ  
ولعلک لا ینحی علیک ان حمل المشروع نفلا  
علی مکروہ تزئیہا مستبعد جدا و قرأة  
السورة فی الاخریین لیست فعلا مستحبا  
مستقلا یعتزیه عدم الاولیة بعارض  
کصلوة نافلة مع بعض المکروهات وانما  
المستفاد من العلة هہنا هو استحباب  
فعلہا کیف یجامع عدم الاولیة والذی  
یظہر للعبد الضعیف ان سنیة الاقتصار  
علی الفاتحة انما تثبت عن المصطفی صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الامامة فانه لم  
یعهد منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
صلوة مکتوبة الا ما انا نادر فی غایة  
الندرة فیکرة للامام الزیادة علیہا لاطالته  
علی المقتدین فوق السنة بل لو اطال  
الی حد الاستثقال کره تحریما اما المنفرد  
فقد قال فیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم فلیطول ما شاء و فی یادة خیر و لم یرض  
ما یعارض خیریتہ فلا یبعد ان ینکون  
نفلا فی حقہ فان حملنا کلام المشائخ علی  
الامام وکلام الامام فخر الاسلام و تصحیح  
الذخیره و محیط علی المنفرد حاصل  
التوفیق وبالله التوفیق هذا ما عندی  
واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

لہ حلیۃ المجلد شرح غیۃ المصلی

مسئلہ ۱۲۳۱ از اترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ یا اکیلا بعد التحیات کے سجدہ سہو کا ایک سلام بعد  
کرنا چاہئے یا کہ دونوں طرف سلام پھیر کے؟

### الجواب

ایک سلام کے بعد چاہئے، دوسرا سلام پھیرنا منع ہے، یہاں تک کہ اگر دونوں قصداً پھیر دے گا سجدہ سہو  
نہ ہو سکے گا اور نماز پھیرنا واجب رہے گا، درمختار میں ہے؛

یجب بعد سلام واحد عن یمینہ فقط  
وهو الصبح بحر وعلیه لواتی بتسلیمتین  
سقط عنہ السجود الخ۔  
فقط دائیں جانب سلام کے بعد واجب ہے اور یہی  
صحیح ہے بحر۔ اور اگر سجدہ سہو لازم تھا اور اس نے  
دونوں طرف سلام پھیر دیا تو سجدہ ساقط ہو جائیگا الخ

ردالمحتار میں ہے؛

وعلیه فیجب ترک التسلیمة الثانية الخ۔  
واللہ تعالیٰ اعلم وعلّمہ جل مجدہ اتم  
وا حکم۔  
اگر سجدہ سہو لازم ہو تو دوسرے سلام کا ترک ضروری  
ہوتا ہے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلّمہ جل مجدہ اتم و  
احکم (ت)

مسئلہ ۱۲۳۲ مدرسہ حافظ عبداللہ خان موضع ٹھریا ضلع بریلی ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

نمازی کسی رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور سہواً سورت نہ ملائے اور پھر سہو کا سجدہ کرے تو نماز ہو جائیگی  
یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

جو سورت ملانا بھول گیا اگر اسے رکوع میں یاد آیا تو فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے پھر رکوع دوبارہ کرے پھر  
نماز تمام کر کے سجدہ سہو کرے اور اگر رکوع کے بعد سجدہ میں یاد آیا تو صرف اخیر میں سجدہ سہو کر لے نماز ہو جائے گی اور  
پھرنی نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۳ از تولسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان مستولہ مولانا مولوی احمد بخش ساکن ڈیرہ غازی خان مہتمم مدرسہ محمودہ  
محمودیہ، ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

ستیدی سندی اعتضادی وعلیہ اعتمادی البحر البجر العلامة الفہامۃ الامعی اللوذعی حضرت مجدد المائتہ المحاضرہ

۱۔ درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی بھارت ۱۰۱/۱  
۲۔ ردالمحتار " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۸/۲

ادام اللہ بركاتہم والقابھم الی یوم الدین آداب عجز و نیاز بے انداز بجا لا کر عرض کرتا ہوں کہ خاکسار کو ہر لحظہ عافیت مزاج شریفہٗ  
قضاے حاجات ذات مستجم الصفات اہم مآرب و اعظم مطالب ہے ان ایام میں ایک واقعہ پیش آیا جس میں بعض ابناء الزمان  
مخالف ہیں اور مفصل طور پر میری اس تحریر یا نقص سے جو بغرض استصواب ابلاغ خدمت اقدس ہے واضح ہو گا چونکہ جناب  
کے بغیر خاکسار کا کوئی محل اعتماد نہیں اس لئے تکلیف دی گئی ہے کہ براہ بندہ نوازی جواب باصواب سے جو مدلل و مفصل ہو  
خاکسار کو معزز و ممتاز فرمائیں عین عنایت ہوگی اور اس تقریر کے اخیر میں اپنی رائے صائب سے آگاہ فرما کر بہستحظ  
خاص مزین فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یا رب یک الاعتصام و منك التوفیق

و یا شفیق یا رفیق نجنی من کل ضیق

(اے میرے رب کریم! تو ہی میرا آسرا ہے اور تجھ ہی سے توفیق ہے۔ اے شفیق و رفیق! مجھے

ہر تکلیف سے نجات عطا فرما)

مسئلہ: اگر موم سے سہو ہو تو اعادہ صلوة اُس پر واجب نہیں کیونکہ جمیع فقہاء نے متون اور شروع میں تصریح فرمائی ہے  
کہ موم پر اپنے سہو سے سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ اگر وہ اکیلا سجدہ سہو ادا کرے تو مخالفتِ امام لازم ہے اور اگر امام  
بھی اس کے ساتھ سجدہ کرے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے یعنی اصل تابع اور تابع اصل بن جاتا ہے اس بیان سے  
یہ مستفاد کیا جائے گا کہ گویا مقتدی کی نماز میں کوئی ایسا نقص واقع نہیں ہو یا کراہت جس کے جبر کے لئے سجدہ سہو واجب  
ہو، پس اس بناء پر اعادہ لازم نہیں کیونکہ اعادہ وجود کراہت پر متفرع ہے و اذلیس فلیس (جب کراہت نہیں تو  
اعادہ نہیں۔ ت)

سوال: علامہ شامی نے نہر فاتی سے نقل کیا ہے کہ:

ثم مقتضى كلامهم انه يعيد هابثبوت

الكراهة مع تعذر الجابرة انتهى۔

کلام فقہار سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ثبوت کراہت کی  
وجہ سے لوٹائی جائے گی جبکہ نقصان کو پورا کرنا دشوار ہوا انتہی (ت)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو اس امر پر مبنی ہے کہ اس کا ادا کرنا ناممکن ہے نہ یہ کہ اُس کی نماز میں  
کوئی نقص یا کراہت واقع نہیں بلکہ نماز مکروہ ہے اور حسبِ کلیہ مسئلہ فقہاء کہ ”جو نماز کراہت سے ادا ہو اُس کا اعادہ  
لازم ہے“ اعادہ لازم ہے۔



صحة صلواتهم وفسادها وكمالها ونقصانها  
بحكم المتبوعية والتابعة<sup>۱</sup>۔

فساد وصحت اور نماز کے کامل و ناقص ہونے کے ضامن  
ہوتے ہیں تبووع اور تابع کے اعتبار سے یہ حکم ہوگا (ت)

کفايت نہ کریں تو گو سر و پشت۔

حدیث دوم : مراقی الفلاح میں ہے :

قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
الامام لكم ضامن يرفع عنكم سهوكم  
وقراءتكم<sup>۲</sup>۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : امام تمہارے  
لئے ضامن ہے وہ تمہاری سہوا اور قرأت کو  
اٹھالیتا ہے۔ (ت)

اسی حدیث کے مطابق حضرت ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث اول کی تفسیر فرمائی جو پہلے ذکر ہو چکی ہے اور جس کا  
ترجمہ کتب سے نام حتیٰ میں "سہوا اور امام برگیرد" (اس کے سہوا کو امام اٹھالیتا ہے۔ ت) سے کیا گیا نیز اس  
حدیث کے متعلق حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رفع سہو کے ساتھ رفع قرارة کا ذکر کرنے سے  
یہ اشارہ ہے کہ جیسا کہ مقتدی پر ترک قرارة سے کوئی گناہ نہیں اسی طرح سہو کے ترک کرنے سے بھی کوئی گناہ نہیں  
اس کے بعد نہر فاتی کی عبارت متقدمة الذکر نقل کر کے فرماتے ہیں : وقد علمت مفاد الحدیث افادة بعض  
الافاضل<sup>۳</sup> (آپ حدیث کا وہ معنی جان چکے جو بعض افاضل نے بیان کیا۔) یعنی کہ مفاد حدیث کے مخالف ہے جو  
نہر سے منقول ہوا۔

حدیث سوم : علامہ شامی نے معراج الدرر سے نقل کیا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو کے ثابت کرنے کے لئے  
بہتر یہ ہے کہ اس حدیث سے استدلال کیا جائے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم سے روایت کی : لیس علی من خلف الامام سهو<sup>۴</sup> (جو امام کے پیچھے ہو اس پر (سجدہ) سہو نہیں ہے۔)  
حدیث چہارم : حضرت قطب شعرائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشف الغمہ میں بہ صفحہ ۷۰۷ و ۷۰۸ فرماتے ہیں :

وكانوا لا يسجدون لسهوه هو خلف الامام  
ويقولون الامام يحمل اوهام من خلفه

صحابہ اپنے سہو کی وجہ سے امام کے پیچھے سجدہ نہیں کرتے  
تھے اور یہ کہتے کہ امام اپنے مقتدیوں کے وہموں کو

۱۔ عمدۃ القاری

۲۔ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی باب سجود السہو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۲

۳۔ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح

۴۔ رد المحتار

۸۲/۲

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی



اٹھالیتا ہے اور اسی طرح رسالتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو امام کے پیچھے بھول گیا اس پر (سجدہ) سہو نہیں اور اس کا امام کافی ہے اور اگر امام بھول گیا تو امام اور اس کے مقتدی دونوں پر سجدہ سہو لازم ہوگا انتہی (ت)

من المامومین وكذلك كان يقول صلى الله تعالى عليه وسلم من سها خلف الامام فليس عليه سهو و امامه كافيه فان سها الامام فعليه وعلى من خلفه السهو انتهي

جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک و امامہ کافیه (اور اس کا امام کافی ہے۔ ت) اور پھر اسی پر عمل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مخالف کے برخلاف کافی حجہ ہے اگر مخالف ان احادیث متذکرہ بالا کے متعلق کہے کہ سوائے حدیث اول کے باقی احادیث کسی کتاب حدیث سے منقول نہیں اور نہ کوئی سند ذکر کی گئی ہے اور ان کے ناقلین حضرت قطب شمرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طحاوی اور صاحب مراقی الفلاح اور صاحب معراج الدیاب نقاد حدیث میں سے نہیں لہذا یہ احادیث قابل اعتبار نہیں، تو اس کے جواب میں مجھے مختصر طور پر یہ کہنا ضروری ہے کہ حدیث اول کے متعلق مولانا علی قاری اور ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اگر تمام حجت کے لئے کافی سمجھے گئے تو دوسروں کے مناقب بیان کرنے اور حفظ مراتب کے لئے موعظت سے چننا کوئی حاصل نظر نہیں آتا دوسرے یہ کہ کشف الغمہ کے متعلق اس قسم کا خیال اُس کتاب کے مقدمہ سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے جس میں فرماتے ہیں کہ کتب صحاح فلان و فلان سے یہ سب احادیث ماخوذ و منقول ہیں، تیسرے یہ کہ ایسے عذرات اہل تحقیق کے نزدیک قابل وقعت نہیں،

بعض اذکیاء نے فرمایا کہ میرے نزدیک کتب صحاح اور حسان سے حدیث کا بلا شرط نقل کرنا جائز ہے اور ان کے علاوہ دیگر کتب سے اہل علم اور ان کی تصانیف سے بشرط تحقیق نقل کرنا جائز ہے، فقہ حنفی کی اشباہ میں ہے کہ امام سیوطی نے ابو اسحاق اسفرانی سے نقل کیا ہے کہ معتد کتب سے ان کے مصنفین تک اتصال سند کے بغیر بھی نقل حدیث کے جواز پر اجماع ہے انتہی (ت)

قال بعض الاذکیاء فالمنتار عندی جواز نقل الحدیث من الکتب الصحاح والحسان بلا شرط ومن غیرها بشرط التقیح علی اهل العلم ومؤلفاتهم وفي الاشباہ من الفقہ الحنفی نقل السیوطی عن ابی اسحق الاسفرانی الاجماع علی جواز النقل من الکتب المعتمده ولا یشرط اتصال السند الی مصنفیها انتھی

الغرض ان احادیث کے ہوتے ہی فقہاء کے اس قول سے کہ سجدہ سہولاً نہیں ایسے معنی کا ارادہ کرنا جو احادیث کے برخلاف ہو تمام فقہاء پر حملہ کرنے کے علاوہ عمداً ترک عمل بالحدیث نہیں تو اور کیا ہے پس بہتر ہے کہ فقہاء کے کلام سے بھی وہی مراد ہو جو احادیث سے ثابت ہو۔

**سوال :** صاحب النہر الفائق ثقات حنفیہ سے ہے، پس یہ کس طرح گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کی رائے کے برخلاف حکم کیا جائے کہ کلام فقہاء کا مقتضی نہ کراہت ہے اور نہ اعادہ۔

**جواب :** من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما (جو شخص دو مشکلات میں گھر جائے وہ ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) صرف صاحب نہر فائق کا خلاف بمقابلہ اس کے کہ سب فقہاء کے کلام احادیث کے برخلاف ہو اور احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل نہ ہونہایت ہی آسان ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلك امراً (شاید اس کے بعد اللہ کوئی امر پیدا فرمادے۔ ت) اس کے بعد میں ان چند مسائل اور روایت فقہاء کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے صاف ثابت ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو کے نہ کرنے کی وجہ سے اعادہ لازم نہیں ؛

(۱) سجدہ تلاوت کے باب میں فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر موتم نے آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ تلاوت لازم نہیں نہ موتم پر اور نہ امام پر اور نہ کسی دوسرے مقتدی پر، اور اس کی دلیل صاحب شرح منیہ وغیرہ نے بعینہ وہی لکھی ہے جو سجدہ سہو کے لازم ہونے کی ہے، یعنی ان سجدہ الامام یلزم انقلاب المتبوع تابعاً والالزم مخالفتہم لہ انتہی (اگر امام سجدہ کرے گا تو یہ متبوع کا تابع ہونا لازم آئے گا ورنہ اس کی مخالفت لازم آتی ہے انتہی۔ ت) اگر اس دلیل کا مقتضی ثبوت کراہت اور اعادہ صلوٰۃ ہو تو لازم آتا ہے کہ سجدہ تلاوت کے متعلق بھی ایسا حکم ہو حالانکہ یہاں نہ اعادہ سجدہ تلاوت ہے اور نہ اعادہ صلوٰۃ۔

(۲) فتاویٰ قانڈی کی روایت مندرجہ ذیل سے مدعا ثابت ہے اور وہ یہ ہے :

اذا سہا المقتدی لایلزمہ سجود السہو انما یجب بالسہو والسبب انما یعمل عملہ اذا امکن اعتبارہ فی حق حکم فاما اذا لم یمكن اعتبارہ فی حق الحكم كان ملحقاً بالعدم كما قال ابو حنیفہ و ابو یوسف فی تلاوة المقتدی و كما فی بیع المحجور

جب کوئی مقتدی بھول جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا کیونکہ سجدہ سہو اس وقت لازم ہوتا ہے جب حق حکم میں نمازی کا اعتبار ممکن ہو اور جب حق حکم میں نمازی کا اعتبار ممکن نہ ہو تو سجدہ سہو کا لعدم تصور ہوتا ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف

وشرائه وههنا لا يمكن اعتبار سهو المقتدي  
في حق الحكم وهو وجوب سجدة السهو انتهى  
نے مقتدی کی تلاوت کے بارے میں فرمایا، اور مجبور  
کی بیع وشرار میں ہے اور یہاں حتیٰ حکم یعنی وجوب سہو  
میں مقتدی کی سہو کا اعتبار ممکن ہی نہیں انتہی (ت)  
(۳) علامہ شامی صفحہ ۲۹۶ میں فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق کہ جہاں سجود ساقط ہو جائے اعادہ لازم  
ہوتا ہے یا نہیں

والذی ینبغی انہ ان سقط بصنعہ کحدث  
عمد مثلاً یلزم والا فلا تأمل انتہی  
اور وہ صورت جس میں نماز سے خروج بالارادہ ہو مثلاً  
عمداً وضو توڑ دیا تو اب سجدة سہو ساقط مگر اعادہ نماز  
لازم، اور اگر ایسی صورت نہیں تو اعادہ لازم نہ ہوگا، غور  
کیجئے، انتہی (ت)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ مانحن فیہ میں اس لئے کہ سقوط سجدة سہو مقتدی کے اپنے فعل اختیاری سے نہیں ہوا  
بلکہ اس لئے کہ امام کے پیچھے وہ ادا نہیں کر سکتا نہ قبل السلام نہ بعد السلام، اعادہ واجب نہیں۔  
(۴) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۳۰۶ پر فرماتے ہیں:

وینبغی تقييد وجوب الاعادة بما اذا لم يكن  
الترك لعذر كالامى او من اسلم في اخر الوقت  
فصلی قبل ان يتعلم الفاتحة فلا تلزم الاعادة انتہی  
آخری وقت میں اسلام لایا اور اس نے فاتحہ سیکھنے سے پہلے نماز ادا کی تو اب اعادہ نماز لازم نہیں ہوگا (ت)  
جس سے عیاں ہے مانحن فیہ میں بوجہ اس کے کہ ترک سجود بوجہ تعذر ہوا کل صرح بہ الفقہاء (ان تمام  
کی فقہائے تصریح کی ہے۔ ت) اعادہ لازم نہیں۔

(۵) فی الدار المختار یجب علی منفرد  
و مقتد بسہو امامہ ان سجدا امام  
لوجوب المتابعة انتہی فی سرد المختار  
در مختار میں ہے کہ تنہا نمازی پر سجدة سہو لازم ہوتا  
ہے اور امام کی جھول کی وجہ سے مقتدی پر بشرطیکہ  
امام سجده کرے کیونکہ مقتدی پر امام کی متابعت لازم

۷۹/۲

۴۵۶/۱

۱۰۲/۱

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

مطبع مجتہانی دہلی بھارت

باب السجود السہو

باب صفة الصلوة

باب سجود السہو

۱۰ رد المحتار

۱۱ رد المحتار

۱۲ در مختار

ہے انتہی، قولہ ”اگر امام نے سجدہ کیا“ اور اگر امام سے کسی وجہ سے سجدہ ساقط ہو گیا مثلاً اس نے کلام کیا یا جان بوجھ کر حادث ہو گیا یا مسجد سے نکل گیا تو اب مقتدی سے بھی سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا بجز، اور ظاہر ہی ہے کہ اگر سقوط سجدہ عمداً ہو تو امام کی طرح مقتدی پر بھی اعادہ لازم ہو گا کیونکہ اب بغیر کسی عذر کے ایسے نقصان کا ثبوت ہوا جس کا کوئی ازالہ نہ ہوا غور کرو، انتہی (ت)

قوله ان سجد امامه اما لو سقط عن الامام بسبب من الاسباب بان تكلم او احدث معتمدا او خرج من المسجد فانه يسقط عن المقتدى بجز والظاهر ان المقتدى تجب عليه الاعادة كالامام ان كان السقوط بفعله العمد لتقرر النقصان بلا جبر من غير عذر تامل انتہی۔

مانحن فیہ میں اگرچہ مقتدی کا اپنا سہو ہے نہ کہ سہو امام، لیکن جبکہ سجدہ سہو کے ساقط ہونے میں عمدہ کو دخل نہیں لہذا اعادہ بھی واجب نہیں۔

(۴) آج تک اعادہ صلوٰۃ کا عمل نامسعود ہے اگر وجوب اعادہ سے حکم کیا جائے لکھو کھانا نمازیوں کی نمازیں ناجائز و تباہ ہو جاتی ہیں اور نمازی تارک صلوٰۃ اور آثم ٹھہرتے ہیں، حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الدين يسر** (دین میں آسانی ہے۔ ت) **ويزفرماتے ہیں: يسروا ولا تعسروا بشر و لا تنفروا** (آسانی کرو، تنگی نہ کرو اور اچھی خبر دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) یہاں تک کہ فقہاء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ صلوٰۃ عید و جمعہ میں سجدہ سہو ادا نہ کئے جائیں **دفعاً للفتنة** (فتنہ کے دفع کے لئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وانا العبد العاصی المدعو باحمد بنخش عفی عنہ۔

### الجواب

**اقول وبالله التوفيق مؤيد السائل الفاضل دام بالفضائل** (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سائل فاضل جن کے فضائل ہمیشہ رہیں) کی تائید کرتے ہوئے میں کہتا ہوں:)

(۱) بزار مسند اور بیہقی سنن میں امیر المؤمنین عسمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

۸۲/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب سجود السہو	لہ رد المحتار
۱۰/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الدین یسر	لے صحیح بخاری
۱۶/۱	” ” ”	باب کان النبی یتخولم بالمرغظة الخ	لے ”

ليس علي من خلف الامام سهوفات سها  
الامام فعليه وعلى من خلفه

امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے پر سہو نہیں، اگر امام  
بجھول گیا تو اس پر اور اس کے مقتدیوں پر سجدہ  
سہو ہے۔ (ت)

مقتدی پر سہو کی نفی فرمائی اور وہ نفی وقوع نہیں لاجرم نفی حکم ہے کما دلت علیہ کلمۃ علی (جیسا کہ اس پر "علی"  
کا حکم دلالت کر رہا ہے۔ ت) تو ثابت ہوا کہ سہو مقتدی کوئی حکم نہیں رکھتا۔

(۲) طبرانی معجم کبیر میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:  
لا یؤم عبد قوم الا تولى ما كان علیہم  
فی صلواتہم۔  
کا ذکر در ہوتا ہے جو قوم کی نماز میں ہوتا ہے (ت)

پر ظاہر کہ توفی ما علیہم یونہی ہے کہ علیہم نہ رہے اگر مقتدی کو اپنے سہو کے سبب حکم اعادہ ہو تو امام سے اُن کے  
تخل نہیں بلکہ ان پر اِثقل کی تکمیل کہ بے اس کے دو سجدوں ہی سے کام چل جاتا اب ساری نماز کا اعادہ کرنا پڑا۔

(۳) بدائع امام ملک العلماء جلد اول صفحہ ۷۵۷ میں ہے: المقتدی اذا سها فی صلواتہ فلا سہو علیہ  
(اگر مقتدی نماز میں بجھول جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں۔ ت)

(۴) محیط پھر ہندیہ جلد اول صفحہ ۱۲۸ مصری میں ہے: لو ترك الامام سجود السهو فلا سہو علی  
الماموم (اگر امام نے سجدہ سہو ترک کر دیا تو مقتدی پر سجدہ سہو نہیں۔ ت)

(۵) تبیین الحقائق امام زلیعی جلد اول صفحہ ۱۹۵:

لو سلم المسبوق مع الامام ينظر فان سلم  
مقاسرنا لسلام الامام او قبله فلا سہو علیہ  
لانه مقتد به وان سلم بعده يلزمه  
السهو لانه منفرد۔  
اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام کہہ دیا تو اب دیکھیں گے  
اگر اس نے امام کے ساتھ یا اس سے پہلے سلام کہہ دیا  
تو اب مقتدی ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم نہ ہوگا،  
اور اگر امام کے بعد سلام کیا تو اب منفرد ہونے کی وجہ سے  
سجدہ سہو لازم ہوگا۔ (ت)

۳۵۲/۲ دارصادر بیروت باب من سها خلف الامام الخ

۳۲۹/۱۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت مسند عقبہ بن عامر

۱۷۵/۱ ایچ ایم سعید کھپنی کراچی فصل من عیب علیہ سجود السهو

۱۲۸/۱ نورانی کتب خانہ پشاور الباب الثانی عشر فی السجود

۱۹۵/۱ المطبوعہ الکبری الامیریہ بلاق مصر باب السجود

ف سنن کبری کے الفاظ یوں ہیں ان الامام یکنی من ورائہ فان سها الامام فعليه سجود السهو وعلى من  
وراءه ان یسجدوا معه وان سها احد من خلفه فليس عليه ان یسجدوا والامام یکنیہ۔

(۶) بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۱۰۸

المسبوق فيما يقضيه كالمنفرد كما تقدم و  
عليه يفرع ما اذا سلم ساھيا فان كان  
قبل الامام او معه فلا سهو وان كان بعد  
فعلیه كما ذكرنا ۱۰

مسبوق باقی رکعات ادا کرنے میں منفرد کی طرح ہوتا ہے  
جیسے گزرا، اس پر یہ صورت متفرع ہے کہ جب مقتدی  
نے جھول کر سلام کہہ دیا تو اگر امام سے پہلے یا ساتھ ہے  
تو سجدہ سہولاً لازم نہیں، اور اگر بعد میں ہے تو اس پر  
سجدہ لازم ہوگا جیسا کہ پیچھے گزرا۔ (ت)

ان چاروں عبارتوں میں مثل حدیث اول سہو مقتدی کی مطلقاً نفی فرمائی ہے یعنی اس کے لئے کوئی حکم نہیں کما  
قد مرنا (جیسا کہ ہم نے اس کی تقریر کر دی ہے۔ ت)

(۷) امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۲۳۸ اقتدی مفتروض بمتنفل (فرض پڑھنے  
والانفل پڑھنے والے امام کی اقتداء کرے۔ ت) میں فرماتے ہیں:

لیکن اس کا حکم بطریق نظر ہے ہم دیکھتے ہیں کہ مقتدیوں  
کی نماز صحت و فساد کے اعتبار سے امام کی نماز کے  
تابع ہے، یہ نظر صحیح لازم کرتی ہے کہ جب امام جھول گیا  
تو اس کی جھول کی بنا پر جو کچھ امام پر لازم ہو وہ اس کے  
پیچھے والوں پر بھی لازم ہوگا، اور اگر مقتدی جھول جائیں  
اور امام نہ جھولے تو مقتدیوں پر وہ چیز لازم نہیں ہوتی  
جو امام کے جھولنے پر اس پر لازم ہوتی ہے۔ (ت)

اما حکم بطریق النظر فانا قد رأينا صلوة  
المؤمنين مضمنة بصلوة امامهم  
بصحتها وفسادها يوجب ذلك النظر الصحيح  
من ذلك اننا رأينا الامام اذا سها وجب على  
من خلفه لسهوة ما وجب عليه ولو سهاوا هم  
ولم يسه هو لم يجب عليهم ما يجب على  
الامام اذا سها۔

امام (طحاوی) نے لم يجب عليهم السجود (مقتدیوں پر سجدہ واجب نہیں۔ ت) نہ فرمایا بلکہ ما يجب  
على الامام (جو امام پر لازم (وہ مقتدیوں پر لازم ہے)۔ ت) کہ سجدہ و اعادہ دونوں کو شامل۔

(۸) ذخیرہ پھر ہندیہ جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں ہے:

اگر پہلا امام خلیفہ بنانے کے بعد جھولتا ہے تو اس کی  
جھول کوئی شیئی لازم نہیں کرتی۔ (ت)

وسها الاول بعد الاستخلاف لا يوجب سهوة  
شيئا۔

۱۰۰/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب سجود السهو	بحر الرائق
۲۸۰/۱	.. ..	باب الرجل يصلي الفريضة خلف من يصلي تطوعا	شرح معانی الآثار
۱۳۰/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب الثانی عشر فی سجود السهو	فتاویٰ ہندیہ

(۹) کافی امام اجل جاکم شہید جس میں جمیع کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے ضمناً شرح امام سرخسی جلد اول صفحہ ۲۲۵ میں ہے :

اذ احدث الامام في خلال صلوته و قد سها فاستخلف رجلا يسجد خليفته لسهو بعد السلام وان لم يكن الامام الاول سها لزمه سجود السهو لسهو الثاني ولو سها الاول بعد الاستخلاف لا يوجب سهوه شيئاً<sup>۱</sup>

اگر مجھولے ہوئے امام نے دوران نماز کسی کو اپنا خلیفہ بنایا تو سلام کے بعد خلیفہ سجدہ سہو کرے، اور اگر پہلا امام مجھولا نہیں تھا اور دوسرا امام (خلیفہ) مجھول گیا تو پہلا امام واپس آیا تو وہ بھی خلیفہ کی مجھول کی وجہ سے سجدہ کرے، اور اگر پہلا امام اپنا خلیفہ بنانے کے بعد مجھولا تو اس مجھول سے سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔ (ت)

امام سرخسی نے فرمایا، لانه صار في حكم المقتدي<sup>۲</sup> (کیونکہ وہ مقتدی کے حکم میں ہو گیا ہے۔ ت) یہ خود محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص جلی ہے جو بوجہ عدم ذکر خلاف خود امام عظم و امام ابو یوسف سب کا نص ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ان عبارات سے روشن بین سالبہ کلیہ ہے کہ مقتدی کا سہو اصلاً کسی چیز کو واجب نہیں کرتا اور عام کا حکم اس کے ہر فرد میں قطعی ہوتا ہے تو خود نص ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کہ مقتدی پر اپنے سہو کے سبب ہرگز نہ سجدہ ہے نہ اعادہ۔

(۱۰) لایوم امام اجل طحاوی نے بعد عبارت مذکورہ صریحاً فرمایا :

تثبت ان المأمومین يجب عليهم حكم السهو لسهو الامام وينتفي عنهم حكم السهو بانتفائه عن الامام<sup>۳</sup>

یہ بات ثابت ہو گئی کہ امام کے سہو کی وجہ سے مقتدیوں پر سجدہ سہو واجب ہے اور امام سے نفی کی صورت میں مقتدیوں سے بھی اس کی نفی ہوگی۔ (ت)

(۱۱) امام جلیل شمس الائمہ سرخسی مبسوط جلد اول صفحہ ۲۲۹ میں فرماتے ہیں :

اللاحق في حكم المقتدي فيما يتم وسهو المقتدي متعطل<sup>۴</sup>

لاحق اپنی بقیہ رکعتوں میں مقتدی کے حکم میں ہوتا اور مقتدی پر سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ (ت)

(۱۲) امام ملک العلماء ابو بکر مسعود بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول صفحہ ۱۷۶ میں فرماتے ہیں :

۱۔ و ۲۔ المبسوط للسرخسی باب سجود السهو مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۲۵/۱

۳۔ الطحاوی شرح معانی الآثار باب الرجل یصلی الفریضۃ خلف من یصلی تطوعاً مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۲۸۰/۱

۴۔ المبسوط للسرخسی باب سجود السهو مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۲۹/۱

مَسْبُوقِ سَجْدَةٍ سَهْوًا فِي سَجْدَةِ السُّهُوِ  
لَا فِي سَلَامَةٍ وَأَنْ سَلَّمَ فَإِنْ كَانَ عَامِدًا تَفْسُدُ  
صَلَاتُهُ وَأَنْ كَانَ سَاهِيًا لَا تَفْسُدُ وَلَا سَهْوًا  
عَلَيْهِ لِأَنَّهُ مَقْتَدٍ وَسَهْوًا مَقْتَدِي بَاطِلٌ

مَسْبُوقِ سَجْدَةٍ سَهْوًا فِي سَجْدَةِ السُّهُوِ  
لَا فِي سَلَامَةٍ وَأَنْ سَلَّمَ فَإِنْ كَانَ عَامِدًا تَفْسُدُ  
صَلَاتُهُ وَأَنْ كَانَ سَاهِيًا لَا تَفْسُدُ وَلَا سَهْوًا  
عَلَيْهِ لِأَنَّهُ مَقْتَدٍ وَسَهْوًا مَقْتَدِي بَاطِلٌ

وہیں فرمایا :  
ان سلم قبل تسليم الامام او سلما معا  
لا يلزمه لان سهوة سهو المقتدي و  
سهو المقتدي متعطل به

اگر مسبوق نے امام کے سلام سے پہلے سلام کیا یا دونوں  
نے اکٹھے سلام کیا تو مسبوق پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ  
اس کا سہو مقتدی کا سہو ہے اور مقتدی کا سہو  
قابل اعتنا نہیں۔ (ت)

کیسے نصوص جلیلہ ہیں کہ مقتدی کا سہو معطل ہے باطل ہے اس کا کچھ حکم نہیں، اگر اعادہ واجب کرے تو یہ احکام ہی باطل  
معطل ہوں گے نہ کہ اُس کا سہو۔

(۱۴) اقول مسئلہ مسبوق نے حکم کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا یہ تو تمام کتب میں تصریح ہے کہ مسبوق اگر  
سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دے اس پر سجدہ سہو نہیں، اگر سہو مقتدی کچھ موثر ہوتا تو واجب تھا کہ مسبوق پر سجدہ واجب  
ہوتا کہ اپنی فائت رکعت یا رکعات پوری کر کے آخر میں بجالاتا اور اب نہ امام کی مخالفت لازم آتی نہ قلب موضوع، مگر  
تصریح کرتے ہیں کہ اُس پر سے یہ سہو بوجہ اقتدار ساقط ہے تو ثابت ہوا کہ سہو مقتدی اصلاً معتبر و ملحوظ ہی نہیں ورنہ  
باوصف امکان جابر قصداً ترک جابر کرائیں پھر خود ہی اعادہ کا حکم فرمائیں یہ محال ہے کہ بلا عذر صحیح ترک جابر گناہ ہے  
متون میں ہے: تجب سجدة تان (دو سجدے واجب ہیں۔ ت) اور شریعت گناہ کا حکم نہیں دیتی۔

اگر آپ سے سوال کریں کہ فوت شدہ رکعات کے بعد  
سجدہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اب اگرچہ تحریم کی وجہ  
نماز ایک ہے مگر حکماً دو نمازیں ہیں اور ایک نماز کا سجدہ  
دوسری نماز میں نہیں کیا جاتا، بدائع ص ۱۷۶ میں فرمایا  
اگر یہ سوال کیا جائے کہ مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ نہیں

فان قلت انما لا يسجد بعد قضاء ما فاته  
لانها صلواتان حكما وان اتحدت التحريمه  
وسهو صلواته لا يسجد له في اخرى قال في  
البدائع صفحه ۱۷۶ فان قيل  
ينبغي ان لا يسجد المسبوق مع الامام



کرنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات بقیہ رکعتوں میں مسبوق بھول جاتا ہے جس کی وجہ سے اس پر سجدہ سہول لازم آجاتا ہے تو اب سجدہ سہول میں تکرار ہو جائے گا اور یہ مشروع نہیں، تو جواب یہ ہے کہ سجدہ سہول کا تکرار ایک نماز میں نامشروع ہے اور اس صورت میں نماز اگرچہ تحریمہ کے لحاظ سے ایک ہے مگر حکم کے اعتبار سے دو نمازیں ہیں کیونکہ مسبوق بقیہ رکعات میں منفرد کی طرح ہوتا ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ مقیم جب مسافر کی اقتداء کرے اور امام بھول جائے تو سجدہ سہول میں مقیم امام کی اتباع کرے گا اگرچہ بعض اوقات مقتدی بقیہ رکعتوں میں بھول جاتا ہے اور امام نسفی کی کافی شرح الوافی ص ۸۵ پر ہے ایسا شخص جس نے چوتھی رکعت کا قعدہ کیا پھر بھول کر پانچویں رکعت ادا کی تو وہ چھٹی رکعت بھی ساتھ ملالے کے بارے میں الفاظ ہیں کہ وہ قیاساً سجدہ سہول نہ کرے کیونکہ یہ ایک سہولت جو فرائض میں واقع ہوا حالانکہ اب وہ نمازی نوافل کی طرف منتقل ہو چکا ہے اور جو شخص ایک نماز میں بھولا وہ اس کا سجدہ دوسری نماز میں نہیں کر سکتا اھ

اقول اتحاد تحریمہ کی وجہ سے نقصان کو پورا کرنے کے لئے یہ دونوں ایک نماز کی طرح ہیں آپ نے کافی کی وہ عبارت نہیں دیکھی جو مذکورہ عبارت کے متصل ہے کہ (قیاساً تو نہیں) مگر بطور استحسان سجدہ کرے کیونکہ امام محمد کے نزدیک نقصان فرائض میں ہوا ہے کیونکہ

لانه ربما يسهوف فيما يقضى فيلزمه السجود ايضا فيؤدي الى التكرار وانه غير مشروع ، فالجواب ان التكرار في صلوة واحدة غير مشروع وهما صلوتان حكما وان كانت التحريمه واحده لان المسبوق فيما يقضى كالمنفرد ونظيره المقيم اذا اقتدى بالمسافر فسها الامام يتابعه المقيم في السهو وان كانت المقتدى ربما يسهوف في اتمام صلوته اه وفي الكافي شرح الوافي للامام النسفي الورقة ۸۵ فيمن قعد للرابعة ثم صلى خامسة ساهيا فضم سادسة مانصه لا يسجد للسهو قياسا لان هذا سهو وقع في الفرائض و قد انتقل من الفرائض الى النفل من سها عن صلوة لا يسجد له في صلوة اخرى اه

اقول هما كصلوة واحدة في حق الجبر لا اتحاد التحريمه الا ترى الى ما قاله في الكافي متصلا بالعبارة المذكورة وليسجد للسهو استحسانا لان النقصان دخل

فی فرضہ عند محمد بترك السلام الذی  
هو واجب وهذا النقل بناء على التحريمۃ  
الاولی فیجعل فی حق وجوب السهو کأنها صلوة  
واحدة کمن صلی ست رکعات تطوعا  
بتسليمۃ وسها فی الشفع الاول یسجد  
للسهو فی اخر الصلوة وان کانت  
کل شفع صلوة علی حدة <sup>لله</sup> فاذا کانت هذا  
فی صلوتین مستقلتین بل مختلفتین فرضیة و  
تفلا فلان یکون فی اجزاء صلوة واحدة اولی  
وان اختلفت اقتداء وانفراد ویقطع النزاع  
ما نصوا علیه ان المسبوق ان لم یسجد لسهو  
الامام مع الامام یجب علیه ان یسجد له فی  
اخر ما یقضیه ، قال فی البدائع صفحہ ۱۷۶ و  
لوقام المسبوق الی قضاء ما سبق به ولم  
یتابع الامام فی السهو سجد فی اخر صلوته  
فان المسبوق ینبئ ما یقضی علی تلك التحريمۃ  
فجعل الكل کأنها صلوة واحدة لا اتحاد التحريمۃ  
واذا کان الكل صلوة واحدة وقد تمکن فیها  
النقصان بسهو الامام لم یجز ذلك بالسجدتین  
فوجب جبرۃ <sup>لله</sup> فاذا کانت هذا علیہ  
بسهو امامه فلو کانت لسهو  
نفسه حالة الاقتداء حکم

نمازی نے واجب سلام کو ترک کر دیا ہے اور یہ (دو  
رکعتیں) پہلی تحریمہ کی ہی وجہ سے نفل بن رہی ہیں لہذا  
وجوب سجدہ سہو میں یہ دونوں ایک ہی نماز ہیں جس طرح  
کہ وہ شخص جس نے چھ نوافل ایک سلام سے پڑھے اور  
پہلی دو رکعات میں مجبور کیا تو اب اگرچہ یہاں ہر شفع مستقل  
نماز ہے مگر سجدہ سہو آخر میں کرے گا اہ جب دو  
الگ الگ نمازوں بلکہ وہ فرض و نفل کے اعتبار سے  
مختلف بھی ہیں کا حال یہ ہے تو ایک ہی نماز کے اجزاء میں  
بطریق اولی ہونا چاہئے اگرچہ وہ اقتداء و انفراد کے لحاظ  
سے مختلف ہیں اور اب نزاع ختم ہو گیا جس پر فقہاء نے  
تصریح کی ہے کہ مسبوق نے سہو امام کی وجہ سے اگر  
امام کے ساتھ سجدہ نہیں کیا تو اپنی نماز کے آخر میں  
سجدہ کرنا واجب ہوگا، بدائع کے صفحہ ۱۷۶ پر فرمایا کہ  
اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہو گیا  
اور سہو میں امام کی اتباع نہ کی تو اپنی نماز کے آخر  
میں سجدہ سہو کرے کیونکہ مسبوق نے بقیہ نماز کی بنا اسی  
سابقہ تحریمہ پر کی ہے تو اب اتحاد تحریمہ کی وجہ سے مسبوق  
نے نماز کو ایک بنا لیا ہے اور جب یہ تمام نماز ایک ہے  
اور اس میں سہو امام کی وجہ سے ایسا نقصان ہو چکا ہے  
جس کا ازالہ دو سجدوں سے نہیں ہو سکتا تو اس کا ازالہ  
واجب ہوگا اہ جب یہ بات امام کے سہو کی وجہ سے  
ہے تو اب اگر حالت اقتداء میں خود اس سے غلطی

۱۷۶ بدائع الصنائع

فصل بیان من یجب علیہ سجود السهو

۱۷۷/۱

مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی

لوجب عليه ان يسجد له في اخر صلواته  
لكن نصوا قاطبة انه ليس عليه قبث باجماعهم  
ان سهوا مقتدى لاحكم له -

ہو جانے پر حکم لاگو ہو تو اس پر نماز کے آخر میں  
لازم ہو جانا چاہتے لیکن فقہانے قطعی تصریح کی ہے کہ  
اس پر اس صورت میں سجدہ سہو نہیں کیونکہ فقہاء کا اس  
پر اجماع ہے کہ مقتدی کی سہو پر کوئی حکم نافذ نہیں  
ہو سکتا۔ (ت)

(۱۵) یہیں سے روشن ہوا کہ بحث نہراً صلاً قابل التفات نہیں اگرچہ سید ابوالسعود نے اس کا اتباع کیا اور علامہ  
شامی نے ردالمحتار و منحة الخالق میں اسے مقرر رکھا حدیث ہی کے مقابل ان کی بحث معتبر نہ ہوتی، طحاوی علی الدر المختار  
جلد اول صفحہ ۸۱ مسئلہ دو رکعت نفل قبل نماز مغرب میں ہے۔

فی البخاری انه صلى الله تعالى عليه وسلم  
قال صلوا قبل المغرب ركعتين وهو امر  
ندب و منع صاحب النهر لا يظهر لوجود  
الدليل المروى في الصحيح<sup>۱</sup>  
بخاری میں ہے کہ رسالتاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
فرمایا: مغرب سے پہلے دو رکعت ادا کرو۔ اور یہ حکم  
برائے ندب ہے، صاحب نہر نے اس سے منع کیا  
لیکن یہ (منع) واضح نہیں کیونکہ امر ندب صحیح حدیث سے  
ثابت ہے۔ (ت)

اسی طرف علامہ نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اس مسئلہ دائرہ صفحہ ۳۰۳ میں اشارہ کیا ہے کلام نہر نقل کر کے فرمایا،  
وقد علمت مفاد الحدیث افادہ بعض  
الافاضل<sup>۲</sup>  
نے بیان کیا۔ (ت)

بلکہ ہم ثابت کر چکے کہ نص صریح امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اطباق جملہ کتب مذہب کے خلاف  
ہے تو مقتضی کلام ہم نہیں بلکہ نقیض کلام ہم ہے ہذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق والحمد للہ  
رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۲ از رام پور مسؤلہ محمد سعید صاحب

اگر امام پر سہو واجب ہو تو امام کے ساتھ لاتی کو سجدہ کرنا چاہئے یا نہیں اور جو مصلیٰ بعد اس سجدہ سہو امام  
کے ساتھ شریک ہووے ان کی نماز کا بنا صحیح ہے یا نہیں؟

۱۸۱/۱ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت کتاب الصلوۃ  
۲۵۲ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب سجود السہو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب راجی ص ۲۵۲

## الجواب

امام کے سہو سے لاتی پر بھی سجدہ سہو واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ نہ کرے بلکہ نماز پوری کر کے، ہاں اگر سلام امام سے پہلے فوت شدہ نماز پوری کر کے پھر شامل ہو گیا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرا تو امام کے ساتھ ہی سجدہ سہو کرے ورنہ بعد اتمام۔ اگر قبل اتمام کے سجدہ سہو کر لے گا نماز تو نہ جائے گی مگر یہ سجدہ بیکار جائے گا اور خلاف حکم کا مرتکب ہوگا اور بعد اتمام پھر سجدہ سہو کرنا ہوگا، درمختار میں ہے:

اللاحق یسجد فی اخر صلوتہ ولو سجد مع امامہ اعادہ لہ۔  
لا تاتی اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کرے اور اس نے امام کے ساتھ سجدہ کر لیا تو پھر دوبارہ لوٹائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لانہ فی غیراوانہ ولا تفسد صلوتہ لانہ  
ما نراد الا سجدتین لہ۔  
کیونکہ یہ اپنے وقت پر نہیں، البتہ نماز فاسد نہ ہوگی  
کیونکہ اس نے دو سجدوں کے علاوہ کسی شئی کا اضافہ  
نہیں کیا۔ (ت)

جو مصلی سجدہ سہو کے بعد قعدہ میں شریک امام ہوئے شریک جماعت ہو گئے ان کی بنا صحیح ہے با تفاق ائمہ۔  
وانما الخلاف فی الجمعة والمذہب فیہ  
ایضا الصححة۔  
اختلاف فقط جمعہ میں ہے اور اس میں بھی مذہب یہی  
ہے کہ یہ صحیح ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ادراکھا فی تشهد او سجود سہو (ولونی  
تشہدۃ ش عن ط) یتمہا جمعة خلاف  
لمحمد کما یتتم فی العید اتفاقا کما فی  
عید الفتح لہ واللہ تعالیٰ اعلم  
اگر کسی نے امام کو تشهد یا سجود سہو میں پالیا (اگر چہ  
تشہد جمعہ ہو، ش ازط) تو جمعہ ادا کرے البتہ امام محمد رحمہ اللہ  
تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے جیسا کہ عید کو اگر تشهد  
میں پالینا ہے تو بالاتفاق عید ہی ادا کرے (فتح القیبر،  
باب العید) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۰۲/۱

مطبوعہ مطبع مجتہباتی دہلی

۱۰۲/۱ باب سجود السہو

۵۲۹/۱

مصطفیٰ البابی مصر

۵۲۹/۱ " باب " ردالمختار

۱۱۳/۱

مطبوعہ مجتہباتی دہلی

۱۱۳/۱ باب الجمعة

مسئلہ ۱۲۳۵ از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان  
چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ در سجدہ سہو  
سلام بہر دو جانب گوید یا یکے جانب اگر امام باشد  
یا مفرد بکدام روایت فتویٰ است۔  
مسئلہ ۱۲۳۴ از جہاد بخش صاحب ۲۴ ریح الاول شریف ۱۳۳۷ھ  
علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو  
کے لئے دونوں جانب سلام کہنا ہوتا ہے یا فقط  
ایک جانب امام ہو یا مفرد، کس روایت پر فتویٰ ہے (ت)

### الجواب

سلام ہمیں جانب راست دید امام باشد خواہ مفرد  
تا آنکہ گفتہ اند کہ اگر سلام دیگر دید سجدہ سہو ساقط  
شود و بڑہ کارگردد۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔  
فقط دائیں جانب سلام کہنا ہوتا ہے خواہ امام ہو یا  
مفرد، حتیٰ کہ فقہائے فرمایا ہے کہ اگر دوسری  
جانب سلام کہتا ہے تو سجدہ سہو ساقط اور ایسے  
عمل سے گنہ گار ہوگا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۶ از جہاد ضلع میرٹھ مستولہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

چار رکعت والی نماز میں امام دو رکعت کے بعد بیٹھا اور التحیات کے بعد درود شریف شروع کر دیا مقتدی  
کو معلوم ہو گیا ایسی حالت میں مقتدی امام کو اشارہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کر سکتا ہے تو کس طرح سے؟

### الجواب

اُس کا معلوم ہونا دشوار ہے کہ امام آہستہ پڑھے گا، ہاں اگر یہ اتنا قریب ہے کہ اس کی آواز اس نے  
سنی کہ التحیات کے بعد اُس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللہم صل علی سے آگے نہیں بڑھا  
ہے یہ سبحان اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللہم صل علی سیدنا یا صل علی محمد کہہ لیا ہے تو اب بتانا  
جائز نہیں بلکہ انتظار کرے اگر امام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہو جائے فہاں اور اگر سلام پھرنے لگے تو اُس وقت  
بتائے، اس سے پہلے بتائے گا تو بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی اور اس کے بتانے کو امام لے گا تو اُس  
کی اور سب کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۷ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مستولہ مولوی احسان علی صاحب طالب علم ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں قبل دعائے قنوت کے سہوار کوع کیا اور دو ایک  
تسبیح بھی پڑھ چکا اب خیال ہوا کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

### الجواب

تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ نہ پڑھنے پایا ہو اُسے قنوت پڑھنے کے لئے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں  
اگر قنوت کے لئے قیام کی طرف عود کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے۔ درمختار میں ہے،

ولونسيه القنوت ثم تتأكده في الركوع لا يقنت فيه لقوات محله ولا يعود الى القيام ، فان عاد اليه وقنت ولم يعد الركوع لم تفسد صلواته ، وسجد للسهو قنت اولا لزواله عن محله اه ( ملخصاً ) اقول وقوله ولم يعد الركوع اى ولم يرتفع بالعود للقنوت لا ان لواعاده فسدت لان زياده ما دون ركعة لا تفسد نعم لا يكفيه اذن سجود السهو لانه اخر السجدة بهذا الركوع عمدا فعليه الاعادة سجد للسهو ولم يسجد - و الله تعالى اعلم -

اگر نمازی قنوت پڑھنا بھول گیا پھر اسے رکوع میں یاد آیا تو اب قنوت نہ پڑھے کیونکہ اپنے محل سے فوت ہو گئی ہے اور نہ اب قیام کی طرف لوٹے ، اگر لوٹ کر قنوت پڑھی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی وہ سجدہ سہو کرے خواہ اس نے قنوت پڑھی یا نہ پڑھی کیونکہ قنوت اپنے مقام سے ہٹ گئی اھ ( تلخیصاً ) اقول ، قولہ اور اس نے رکوع دوبارہ نہ کیا یعنی اس نے قنوت کی خاطر لوٹنے میں رکوع ترک نہ کیا ہو ، یہ معنی نہیں کہ اگر اس نے رکوع لوٹا لیا تو نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ رکعت سے کم کا اضافہ نماز فاسد نہیں کرتا ، ہاں اب سجدہ سہو کافی نہیں کیونکہ اس نے عمداً سجدہ کو

رکوع کی وجہ سے مؤخر کیا ، پس اب اس نماز کا اعادہ لازم ہے خواہ اس نے سجدہ سہو کیا یا نہ کیا - واللہ تعالیٰ اعلم (ت) ۱۲۳۸ھ ازمانیا والا ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب

۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) امام کی نیت چار فرضوں کی تھی دو رکعت اولیٰ ختم کر چکا تھا بیچ میں التیمات بھول گیا اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو گیا ، بعد کو مقتدی نے بتایا وہ بیٹھ گیا التیمات پڑھی اور آخر میں سجدہ سہو کیا ، آیا مقتدی کی امام کی نماز ہوئی یا نہیں ؟

(۲) ایک شخص وتر پڑھ رہا تھا تیسری رکعت میں اللہ اکبر کہہ کر دعائے قنوت کا ارادہ تھا وہ بھول گیا اور بیٹھ کر سجدہ سہو کیا ، پھر دوبارہ وتر پڑھے پھر وہیں آکر اللہ اکبر کہنا بھول گیا دعائے قنوت پڑھی سجدہ سہو کیا آیا ہوا یا نہیں ؟ بیٹھا تو جردوا

### الجواب

(۱) اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی

اور سجدہ سہو کی حاجت نہ تھی اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام لوٹا تو اس کی بھی گئی اور سب کی گئی، اور اگر مقتدی نے اُس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں پورا سیدھا ہو گیا اُس کے بعد لوٹا تو مذہب اصح میں نماز ہو تو سب کی گئی مگر مخالفتِ حکم کے سبب مکروہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لئے لوٹنا جائز نہیں نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب قوی پر نماز ہوئی ہی نہیں، تو اعادہ فرض ہے، اسی کی امام زینلعلمی نے تصریح کی ہے اور یہی مشاہیر کتب میں ہے۔

وما بحث المحقق في الفتح و تبعه في البحد  
ففيه بحث بيناه فيما علقناه على  
رد المحتار ص ۹۷۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
محقق نے فتح میں بحث کی ہے، بحر میں اسی کی اتباع ہے،  
اور اس میں بحث ہے جو ہم نے رد المحتار ص ۹۷ پر  
حاشیہ میں تحریر کی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) پہلی بار کہ دعا قنوت پڑھنا بھول گیا تھا اور سجدہ سہو کر لیا وتر ہو گئے، دوبارہ پڑھنا گناہ ہوا، حدیث میں ہے: لا وتران فی لیلةٍ ایک رات میں دو وتر نہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۲۴ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو سہو ہوا یعنی کھڑا ہونا تھا بیٹھ گیا یا برعکس اس کے، تو کوئی مقتدی بجائے تسبیح (سُبْحَانَ اللَّهِ) کے تکبیر (اللَّهُ أَكْبَرُ) کہہ دے تو نماز میں اُس کی کچھ قباحت و خرابی نہیں آئے گی، اور جو شخص یہ کہے کہ امام کو اگر قعدہ کرنا ہے تو لفظ التَّحِيَّاتِ کہنا چاہئے اور جو قیام کرنا ہے تو اللَّهُ أَكْبَرُ یعنی جو نسا رکن کرنا ہے اُس میں کا پہلا لفظ کہنا چاہئے، صحیح ہے یا غلط؟

### الجواب

نماز میں اللَّهُ أَكْبَرُ یا التَّحِيَّاتِ کہنے سے خرابی نہیں، اور سنت سُبْحَانَ اللَّهِ کہنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۲۴ ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے علمائے دین شرع متین کثریم اللہ ابقاہم کا اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص انتہائی سہو و نسیان کی وجہ سے کوئی بات ٹھکانے سے یاد نہیں رکھتا ہے یہاں تک کہ نماز کے لئے جب وضو کرتا ہے تو ایک ایک اعضاء کو دس دس مرتبہ دھوتا ہے اور پھر بھی اُس کو خیال ہوتا ہے کہ دوہی مرتبہ یا ایک ہی مرتبہ دھویا ہے، نماز کے لئے

کھڑا ہوا تو تکبیر تحریمہ پانچ پانچ مرتبہ کہی چار رکعت پڑھیں دو رکعت خیال کیں علیٰ ہذا القیاس تسبیح رکوع و سجود میں غرضیکہ دنیوی کاموں میں بھی مثلاً کوئی چیز کہیں رکھ دی یا کسی کو دے دی پھر خیال جو کیا اس کے خلاف ہوا، ایسی حالت میں اس شخص نے ایک آدمی اس کے ارکان و تسبیح و رکعت وغیرہ شمار کرنے کے لئے مقرر کیا تاکہ وہ گن کر بتا دے آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص ایسے سہو و نسیان کی حالت میں ان سب باروں میں کیا کرے؟

### الجواب

آدمی معتسر کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲۲ وکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۹۳۹ء  
اگر امام نے رکعت ثانیہ میں سہو سے تین سجده کئے اور اس کو ظن غالب دو سجود کا تھا و تاخروج عن الصلوٰۃ امام کو بالکل یاد نہ ہوا، مقتدیان بہت تھے یعنی تین صف میں سے ہر صف میں ۲۵، ۲۶ اشخاص تھے لیکن امام کو کسی نے یاد کرایا نہیں، اب نماز امام و قوم کی صحت و عدم صحت کی وجہ کیا ہے؟

### الجواب

فرض ادا ہو گیا، واجب ترک ہوا، سجدہ سہو لازم تھا، نمازیں پھیریں اتنے آدمی، ایسی کثیر جماعت نہیں جس کے

سبب سجدہ سہو ساقط ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۳ ضلع سکھ سنداھ اسٹیشن ڈھرکی ڈاکخانہ خیر پور ڈھرکی خاص دربار معلیٰ قادریہ چونہ سے شریف

از طرف ابوالنصر فقیر سرور شاہ ۱۷ جمادی الآخر

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ کہ شخصے رادر نماز مغرب سجدہ سہو لازم بود نہ و اد جبر نقصان گزار دیانہ، اگر گزار دیگوند نیت بند و چند رکعت گزار دو ہمیں جبر نقصان حکم نفل دار دیو واجب یا فرض؟

اس بارے میں آپ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے) کا کیا فرمان ہے کہ ایک شخص پر نماز مغرب میں سجدہ سہو لازم ہو گیا مگر اس نے نہ کیا اب نقصان کا ازالہ کرے یا نہ؟ اگر کرتا ہے تو کس نیت سے؟ کتنی رکعات ادا کرے اور یہ ازالہ نفل کا حکم رکھتا ہے یا

واجب و فرض کا؟ (ت)

### الجواب

جبر نقصان واجب است سہ رکعت بہ نیت اعادہ ہماں نماز مغرب برائے تلافی مافات کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نقصان کا اعادہ لازم ہے پھر دوبارہ تین رکعت اس نیت سے ادا کرے کہ میں کمی کا ازالہ کر رہا ہوں۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)



مسئلہ ۱۲۴۳ از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسئلہ مولوی عبد اللہ بہاری ۳ شوال ۱۹۳۹ء  
 تا ۱۲۴۵ء  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

- (۱) فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بعد الحمد شریف کے کسی آیت کا پورا یا نصف لفظ زبان سے نکل گیا یا رکوع میں سہواً ایک بار سبحان ربی الاعلیٰ کہہ دیا، اسی طرح سجدہ میں اور اسی طرح فرضوں کی پہلی رکعت میں جبکہ مقتدی ہے سبحانک کے بعد اعوذ باللہ شریف پڑھ لی تو کیا الحمد شریف کا پڑھنا بھی ضرور ہوگا اور اوپر کی صورتوں میں سجدہ سہو ہوگا یا نہیں؟
- (۲) جماعت میں امام نے سمع اللہ لمن حمدہ کی جگہ اللہ اکبر کہا اور سجدہ سہو نہیں کیا، کیا نماز ہوئی یا نہیں؟
- (۳) فجر کے فرضوں میں دوسری رکعت کے بعد اور دیگر وقتوں میں چوتھی رکعت کے بعد امام یا منفرد التحیات پڑھنی بھول کر کھڑا ہو گیا، اب اس کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

### الجواب

- (۱) ان میں سے کسی صورت میں سجدہ سہو نہیں اور مقتدی کو الحمد شریف پڑھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۲) نماز ہوگی اور سجدہ سہو کی اصلاً حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۳) جبکہ قعدہ اخیرہ بھول کر زائد رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو جب تک اس رکعت زائدہ کا سجدہ نہیں کیا ہے بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے، اور اگر اس نے رکعت زائدہ کا سجدہ کر لیا تو اب ضرر باطل ہوگئے پھر سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴۶ از پندول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئلہ نعمت شاہ خاکی بوراہا

۱۱ محرم الحرام ۱۹۳۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کمال درجہ کا بھول رکھتا ہے نماز کے اندر وضو تکبیر و رکوع و سجود و قیام بلکہ ہر رکعت نماز پنجوقتہ میں بھول کے خوف سے بلند قراءت کے ساتھ پڑھتا ہے تاکہ ہم بھول نہ جائیں، کتنا ہی وہ شخص دل میں خیال وغور کر کے پڑھتا ہے تاہم بھول جاتا ہے کچھ بھی خیال نہیں رہتا ہے اور وہ شخص جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو ایک شخص کو اس غرض سے بٹھاتا ہے کہ جو کچھ سہو واقع ہو اس کو بتلاتا جائے اس شخص کو نماز کے اندر بہت پریشانی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ نماز چھوڑ دوں، پھر کہتا ہے کہ نماز کس طرح سے چھوڑوں، اور وہ شخص بہت تندست اور مستقل مزاج ہے ایسی حالت میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

## الجواب

کسی شخص کو پانس بٹھالینا اور اس کے بتانے پر نماز پڑھنا نماز باطل کرے گا، فجر و مغرب و عشاء میں منفسد کو باواز پڑھنے کی اجازت ہے، ظہر و عصر میں صحیح مذہب پر اجازت نہیں، چارہ کار یہ ہے کہ وہ شخص جماعت میں مقتدی ہو کر پڑھے تو مقتدی کو قراست کرنی نہ ہوگی اور امام کے افعال اُسے بتانے اور یاد دلانے والے ہوں گے، جماعت ویسے بھی واجب ہے اور ایسے شخص پر تو نہایت اہم واجب ہے کہ بغیر اُس کے اس کی نماز ٹھیک ہی نہیں، سنتیں اور نفل جو پڑھے اُن میں کسی شخص کو امام کرنے کے نفل محض میں تین تک جماعت جائز ہے، اور جب کوئی شخص امامت کو نہ ملے اپنی یاد پر پڑھے، رکعتوں میں اگر شبہ ہو تو کم سمجھے، مثلاً ایک اور دو میں شبہ ہو تو ایک سمجھے اور دو اور تین میں ہو تو دو، اور جہاں جہاں قعدہ اخیرہ کا شبہ ہو تو وہاں بیٹھتا جائے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے، اور اگر کسی طرح اپنی یاد سے نماز ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو تو معاف ہے، درمختار میں ہے،

د اگر کسی مریض پر سبب اُنکھ کے جو اسے لاحق ہوتی ہے رکعات و سجدوں کی تعداد میں اشتباہ پیدا ہو گیا تو اس پر ادائے نماز لازم نہیں، اور اگر غیر کی تلقین کی بنا پر انھیں ادا کر لیا تو چاہئے کہ یہ اسے کافی ہو جیسلم کہ قنیہ میں ہے۔ علامہ طحاوی نے فرمایا اس پر یہی اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ تعلیم و تعلم ہے جو کہ مفسد نماز ہوتا ہے جیسے کہ کسی آدمی نے مصحف سے پڑھا یا اسے دوسرے آدمی نے قرأت سکھا دی حالانکہ وہ نماز میں تھا، علامہ شامی نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ کہا گیا ہے کہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ یاد دلانا اور اطلاع کرنا ہے، پس یہ اسی طرح ہے جس طرح بڑے مجمع میں امام کے انتقالات کی اطلاع دینے والا ہوتا ہے فتاویٰ میں نے وہاں یہ حاشیہ

ولو اشتبه علی مریض اعداد الركعات و السجادات لنعاس يلحقه لا يلزمه الاداء و لو اداها بتلقين غيره ينبغي ان يجزيه كذا في القنية قال العلامة ط قد يقال انه تعليم وتعلم وهو مفسد كما اذا قرأ من المصحف او علمه انسان القراءة وهو في الصلاة قال العلامة ش قلت وقد يقال انه ليس بتعليم وتعلم بل هو تذكير او اعلام فهو اعلام المبالغ بانتقالات الامام فتأمل ام ورايتني كتبت عليه مانصه اقول فيه ان الفتوح

۱۰۴ / ۱

مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی

باب صلوة المریض

۱۰۴ درمختار

۳۱۹ / ۱

مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

باب صلوة المریض

۱۰۴ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار

۵۶۲ / ۱

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

باب صلوة المریض

۱۰۴ رد المختار

لا يزيد على التذكير بشئ وقد قال قوم وصحح ان المقتدى اذا فتح على امامه بعد ما قرأ قدر الواجب تفسد صلواته لانه تعليم من دون ضرورة فان اخذ به الامام فسدت صلوة الكل لانه تعلم من دون ضرورة والقائلون بالجواز (وهو المعتمد) انما اعتمدوا على انه للحاجة كما بينه في الحلية مع الاعتراف بانه تعليم وتعلم اني استشهد بخلافه اليسوا قد اجمعوا ان لو فتح على المصلي غيره فاخذ فسدت صلواته، وقد مر التنصيص على كل ذلك والا استشهاد بالمبلغ لم يصادف محله فانهم جميعا حينئذ في صلوة واحدة فالصواب عندى الجواب بان هذا لضرورة وهي تجلب التيسير وبعد فيه بعد كيف ولو جاز (هذا) كان ينبغي ان يلزمه الاداء كما يلزمه التوجه اذا وجد من يوجهه ففي تجويزه ابطال اصل المسئلة المنقولة فلا عبرة ببحث القنية وقد يقال عن هذا الاخير انه قادر بقدره غير فلا يلزمه وان فعل صح فليتأمل حق التأمل - والله تعالى اعلم -

تحریر کیا ہے اقول اس میں لقمہ دینا یا دولانے سے زائد نہیں ہوتا اور ایک جماعت نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ مقتدی جب اپنے امام کو قدر واجب قرائت کے بعد لقمہ دے تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بغیر ضرورت کے تعلیم ہے ایسی صورت میں اگر امام نے لقمہ لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ یہ بغیر ضرورت کے تعلم ہے اور جو جواز (اور معتد بھی یہی ہے) کے قائل ہیں انہوں نے اعتماد کرتے ہوئے کہا کہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے جیسا کہ علیہ میں بیان کیا گیا ہے باوجود اس اعتراف کے کہ یہ تعلیم و تعلم ہے، میں اس کے خلاف شہادت پیش کرتا ہوں،

کیا فقہار کا اس پر اجماع نہیں کہ اگر غیر نمازی نے نمازی کو لقمہ دیا اور اس نے قبول کر لیا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اس تمام گفتگو پر پہلے تصریحات گزر چکی ہیں اور مقتدی مکبّر کو بطور استشہاد پیش کرنا اپنے محل پر نہیں کیونکہ مذکورہ صورت میں تمام کی نماز ایک ہے لہذا میرے نزدیک درست جواب یہ ہے کہ یہ ضرورت ہے جو آسانی کا تقاضا کرتی ہے اور ابھی اس میں بعد ہے، کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ جائز ہو تو مناسب تھا کہ اس پر ادا لازم ہو جس طرح توجہ دولانے والے کی موجودگی میں توجہ کرنا لازم ہے لہذا اس کے جواز میں اصل منقول مسئلہ کا ابطال لازم آتا ہے اس لئے قنیہ کی بحث کا اعتبار نہیں ہوگا اور اس آخری مسئلہ (جو اپنے آپ نماز درست نہیں

کر سکتا) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ دوسرے کی قدرت سے قادر ہوتا ہے اس لئے اس پر نماز کی صحت لازم نہیں اور اگر اس نے غیر سے اصلاح لے لی تو صحیح ہے، اس میں مکمل غور کرو۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۴۷ء کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں میں رکعتِ ثالث میں امام بجائے قنوت پڑھنے کے تکبیر قنوت کہہ کر رکوع کو چلا گیا اور مقتدیوں کی تکبیر کہنے سے واپس ہو کر قنوت پڑھا اور پھر دوبارہ رکوع کیا اور سجدہ سہو کیا نماز ادا ہو گئی یا وتر فاسد ہوئے رکوع میں پورا ٹھک گیا تھا جب قنوت کی طرف رجوع کی۔ یدینواتوجروا

### الجواب

جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے اُسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کر کے اخیر میں سجدہ سہو کر لے پھر اگر کسی نے اُس حکم کا خلاف کیا تو بعض ائمہ کے نزدیک اُس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصح یہ ہے کہ بُرا کیا گنہ گار ہوا مگر نماز نہ جائے گی، ردالمحتار میں ملتفتی سے ہے :

لو سها عن القنوت فر کم فانه لوعاد وقت لا تفسد علی الاصحاح و فیہ عن الفتح فی مسئلة العود الی التشهد بعد القیام للثالثة لا یحل و لکنہ بالصحة لا یخل اھ

اگر قنوت بھول گئی اور رکوع کیا اب اگر لوٹ کر قنوت پڑھی تو اصح قول کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی اھ اور اسی میں مسئلہ تیسری رکعت کی طرف قیام کے بعد تشهد کی طرف لوٹنا کے تحت ہے کہ یہ جائز نہیں البتہ صحت نماز میں محل نہیں اھ (ت)

بہر حال اس عود کو جائز کوئی نہیں بتاتا تو جن مقتدیوں نے اُسے اس عود نا جائز کی طرف بلانے کے لئے تکبیر کہی اُن کی نماز فاسد ہوئی امام اُن کے کہنے کی بنا پر نہ لوٹتا نہ اُن کے بتائے سے اُسے یاد آتا بلکہ اُسے خود ہی یاد آتا اور لوٹتا اگرچہ اُس کا یاد کرنا اور اُن کا تکبیر کہنا برابر واقع ہوتا تو اس صورت میں مذہب اصح پر امام اور باقی مقتدیوں کی نماز ہو جاتی یعنی واجب اُتر جاتا اگرچہ اس کراہت تحریم کے باعث اعادہ واجب ہوتا اب کہ وہ ان مقتدیوں کے بتانے سے پلٹا اور یہ نماز سے خارج تھے تو خود اُس کی بھی نماز جاتی رہی اور اُس کے سبب سب کی گئی لہذا نہ امتثل امر ہم اوتذکر بتکبیر ہم فعاد برای نفسہ فقد تعلم ممن هو خارج الصلوة کما افادہ فی البحر کیونکہ اس نے ان کی بات مانی یا اسے ان کی تکبیر سے یاد دہانی ہوئی اور وہ اپنی رائے سے لوٹا تو اب اس نے نماز سے خارج آدمی سے سیکھا یا جانا ہے، جیسا کہ بحر میں اس کا افادہ کیا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۴۸ء از شہر کہند ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

نرک آرد قعدہ اولیٰ لیکن باستان نزدیک تر شد آنکھ

۵۵۱/۱

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

باب سجود السہو

ردالمحتار

۵۵۰/۱

”

”

”

سیدھا کھڑا ہو گیا پھر واپس لوٹا اور باقی نماز ادا کی اس کی  
نماز ہوئی یا نہیں؟ بیٹو! توجروا

نشست با باقی نماز گزارو دریں حال نماز او جائز است  
یا نے؟ بیٹو! توجروا

## الجواب

جو شخص فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہونے لگے  
اگر وہ سیدھا کھڑا نہیں ہوا تو واپس لوٹ آئے اب  
اگر وہ قعود کے قریب تھا تو سجدہ سہولاً لازم نہ ہوگا اور  
اگر قیام کے قریب تھا تو سجدہ سہولاً لازم ہوگا، جب تک  
انسان کا نیچے والا حصہ سیدھا نہ ہو وہ بیٹھنے کے قریب  
ہوتا ہے اور اگر نیچے والا نصف حصہ سیدھا ہو جائے  
خواہ ابھی پشت ٹیڑھی ہو وہ کھڑا ہونے کے قریب ہوگا  
اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب بیٹھنا جائز نہیں، اب اگر  
پہلے قعدے کی طرف لوٹ آتا ہے تو گنہ گار ہوگا، اور  
راجح یہ ہے کہ اس کی نماز ختم نہ ہوئی اس پر سجدہ سہو  
لازم ہوگا۔ درمختار میں ہے اگر فرض (اگرچہ عملی ہوں) کے  
پہلے قعدے کو بھول گیا پھر اسے یاد آیا اور لوٹ آیا  
تو اب اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں بشرطیکہ  
وہ سیدھا کھڑا نہ ہو یا یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی  
اصح ہے فتح۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے  
اگر لوٹ آیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن گناہ گار ہوگا اور  
تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ کرے اور یہی مختار ہے  
جیسا کہ اس کی تحقیق کمال نے کی ہے اور یہی حق ہے  
بحراہ مختصراً۔ ردالمحتار میں ہے قولہ اصح

ہر کہ در فرض یا وتر قعدہ اولی فراموش کردہ استادہ تا تمامہ  
استادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر هنوز بقعود  
اقرب بود سجدہ سہو نیست و اگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد  
سجدہ سہولاً لازم آید تا نیم زیریں از بدن انسان راست  
نشده است بہ نشستن نزدیک ست و چون این نصف  
راست شد و پشت هنوز خمیدہ است بہ استادن قریب  
ست اگر تمامہ راست استادہ آن گاہ نشستن روانیست  
اگر بقعدہ اولی باز میگردد گناہ گار شود اما راجح آنست  
کہ نماز دریں صورت ہم از دست نرود سجدہ سہو واجب شود  
فی الدر المختار سہا عن القعود الاول من  
الفرض ولو عملياً ثم تذکرہ عاد الیہ ولا سہو  
علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائماً فی ظاہر  
المذہب وهو الاصح فتح، وان استقام قائماً  
لا یعود فلو عاد لا تفسد لکنہ یكون مسیئاً  
ولیسجد لتاخیر الواجب وهو الاشبہ کما حققہ  
الکمال وهو الحق بحراہ مختصراً  
وفی رد المختار قولہ ولا سہو  
علیہ فی الاصح یعنی اذا عاد  
قبل ان یستتم قائماً وکان

قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں یعنی جب کہ وہ سیدھا  
 کھڑے ہونے سے پہلے لوٹا حالانکہ وہ قعود کے قریب  
 تھا تو اب اس پر اصح قول کے مطابق سجدہ نہیں  
 اور اکثر فقہاء کی یہی رائے ہے۔ (ت)  
 واللہ تعالیٰ اعلم

الی القعود اقرب فانہ لا سجود علیہ  
 فی الاصح وعلیہ الاكثر۔ و اللہ  
 تعالیٰ اعلم۔

# باب سجود التلاوة

(سجدة تلاوت کا بیان)

مسئلہ ۱۲۴۹ از ماہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ہشتم ربیع الاول ۱۳۰۹ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر کتبِ نظم و نثر میں آیاتِ سجدہ لکھی ہوتی ہیں اُن کا کیا حکم ہے  
 آیا سجدہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ جیسے منقبت میں جناب مولوی عبدالقادر صاحب خصوصاً اللہ بالمواہب کا شعر ہے: س  
 راہِ حق میں کر دیا سجدہ میں قرباں اپنا س  
 ایسی و اسجد و اقترب کی کس نے کی تفسیر ہے

بینوا توجروا۔

## الجواب

وجوبِ سجدہ تلاوت، تلاوتِ کلماتِ معینہ قرآن مجید سے منوط ہے۔ وہ کلمات جب تلاوت کئے جائیں گے سجدہ  
 تالی و سامع پر واجب ہوگا کسی نظم یا نثر کے ضمن میں آنے سے غایت یہ ہے کہ اول و آخر کچھ غیر عبارت مذکور ہوئی جسے  
 ایجابِ سجدہ میں دخل نہ تھا، نہ یہ کہ حکمِ سجدہ کی رافع و مزیل ہو اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا جس طرح حرف اسی قدر کلمات  
 تلاوت کریں اور اول و آخر کچھ نہ کہیں سجدہ تلاوت واجب گا، ایسے ہی یہاں بھی کہ جس عبارت کا عدم وجود یکساں ہے وہ  
 نظر سے ساقط اور حکمِ سکوت میں ہے و ہذا ظاہر جدا (اور یہ نہایت واضح ہے۔ ت) ہاں قابلِ غور یہ بات ہے  
 کہ سجدہ تلاوت کس قدر قرأت سے ہوتا ہے اصل مذہب و ظاہر الروایہ میں ہے کہ ساری آیت بتماہا اس کا  
 سبب ہے یہاں تک کہ اگر ایک حرف باقی رہ جائے گا سجدہ نہ آئے گا مثلاً اگر ج میں العتران اللہ سے ان اللہ

یفعل ما تک پڑھ گیا سجدہ نہ ہو جب تک یشاء بھی نہ پڑھے، اور یہی مذہب آثار صحابہ عظام و تابعین کرام سے مستفاد اور ایسا ہی امام مالک و امام شافعی وغیرہما ائمہ کا ارشاد بلکہ ائمہ متقدمین سے اس بارے میں اصلاً خلاف معلوم نہیں کتب اصحاب سے متون کہ نقل مذہب کے لئے موضوع ہیں قاطبہ اسی طرف گئے اور دلائل و کلمات عامہ شروع کہ تحقیق و تنقیح کی متکفل ہیں اسی پر یعنی و متبنی ہوئے اور اکابر اصحاب فتاویٰ بھی ان کے ساتھ ہیں و قایہ و نقایہ و ملتقی الابحار میں ہے: **تجب علی من تلا آية (سجده آیت کی تلاوت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ت) گزروا انی میں ہے:**  
**تجب باسربع عشر آية (سجده تلاوت چودہ آیات کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔ ت) تنویر میں ہے:** **تجب سبب تلاوة آية (سجده آیت کی تلاوت کی وجہ سے واجب ہو جاتا ہے۔ ت) غنیہ میں ہے:**  
**اذا قرأ آية السجدة يجب عليه ان يسجد** جب کسی نے آیت سجده پڑھی تو اس پر سجدہ کرنا لازم ہے (مخصوصاً ت)

خاصیہ میں ہے:

**سجدة التلاوة تجب علی من تجب علیہ الصلوٰۃ اذا قرأ آية السجدة او سمعها۔** سجده تلاوت اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس پر نماز واجب ہے جبکہ اس نے آیت سجده پڑھی یا سنی۔ ت)  
**برجندی شرح نقایہ فتاویٰ ظہیریہ امام ظہیر الملہ والدین مرغینانی سے ہے:**  
**المراد بالآية آية تامة حتى لو قرأ آية السجدة كلها الا الحرف الذي في اخرها لا يسجد الخ** آیت سے مراد پوری آیت ہے حتیٰ کہ کسی نے آیت پڑھی مگر اس کا آخری حرف نہ پڑھا تو سجدہ لازم نہیں (ت)  
**ہدایہ میں ہے:**

**موضع السجدة في حم السجدة عند قوله تعالى لا يسأمون في قول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ** حم السجدة میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مطابق لا یسأمون پر سجدہ ہے، احتیاط کی

۲۲۹/۱	مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی	باب سجود التلاوة	۱ شرح الوقایہ
۴۵/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	۲ کزالدقائق
۱۰۴/۱	مطبع مجتہدانی دہلی	"	۳ در مختار
ص ۲۹۸	سہیل اکیڈمی لاہور	"	۴ غنیۃ المستملی شرح نیتہ المصلی
۷۵/۱	نوٹکسور لکھنؤ	فصل فی قرآۃ القرآن خطأ	۵ فتاویٰ قاضی خاں
۱۵۵/۱	"	فصل فی سجدۃ التلاوة	۶ شرح نقایہ برجندی



بنام پر اسی پر عمل ہے۔ (ت)

عنه وهو الماخوذ للاحتياط<sup>لہ</sup>۔

فتح القدير<sup>میں ہے</sup>،

اس کی وجہ یہ ہے اگر سجدہ تعبدون پر لازم ہو جاتا ہے تو اس کے بعد آیت سے نقصان دہ نہیں اور اگر سجدہ لایسأمون پر ہو تو اب پہلے ہونے کی وجہ سے کافی نہ ہوگا۔ (ت)

وجہہ انه ان كان السجود عند تعبدون لا يفسد التأخير الى الآية بعده وان كان عند لیسأمون ۰ لم يكن السجود قبل مجزئاً۔

کافی میں ہے :

موضع السجدة في حم عند قوله لايسأمون ۰ وهو مذهب ابن عباس وقال الشافعي عند قوله ان كنتم اياه تعبدون ۰ وهو مذهب علي رضي الله تعالى عنهم لان الامر بالسجود فيها والاحتياط فيما قلنا ليخرج عنها الواجب بيقين فانها ان كانت عند الآية الثانية والسجود قبلها غير جائز فلو سجد عند تعبدون ۰ لا يخرج عن العهدة<sup>لہ</sup> الخ

سورہ حم میں سجدہ لایسأمون کے الفاظ پر ہے اور یہ حضرت ابن عباس کا مذہب ہے، امام شافعی کے مطابق سجدہ ان كنتم اياه تعبدون کے الفاظ پر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے کیونکہ سجدہ کا حکم اسی میں ہے، اور احتیاط ہمارے قول میں ہے تاکہ مکلف سے واجب کی ادائیگی بالیقین ہو جائے کیونکہ اگر سجدہ دوسری آیت پر ہے تو اس سے پہلے سجدہ جائز نہیں لہذا اگر سجدہ تعبدون پر کیا تو مکلف اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہوگا الخ (ت)

رد المحتار میں امداد الفتح<sup>۱۶</sup> اس میں بحر الرائق<sup>۱۶</sup> اس میں بدائع<sup>۱۶</sup> سے ہے :

ہم نے صحابہ میں اختلاف کی وجہ سے احتیاطاً پہلے کو ترجیح دی ہے کیونکہ اگر سجدہ تعبدون پر لازم ہو تو لایسأمون تک تاخیر نقصان دہ نہیں اور اس کے عکس میں نقصان ہے کیونکہ ایسی صورت میں وجوب

مرجحنا الاول للاحتياط عند اختلاف مذاهب الصحابة لانها لو وجدت عند تعبدون ۰ فالتأخير الى لايسأمون ۰ لا يفسد بخلاف العكس

۱۲۳/۱

۲۶۵/۱

مطبوعہ نو لکچور لکھنؤ

نورید رضویہ سکھ

فصل فی سجدۃ التلاوة

" " "

لہ الہدایہ

کے فتح القدير

کے کافی شرح وافی

سبب سے پہلے ہوگا الخ (ت)

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ وجوب سجدہ کا سبب پوری آیت ہوتی ہے حتیٰ کہ پوری آیت سے پہلے سجدہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے نماز وقت سے پہلے ادا کر لی ہو۔ (ت)

سجدة تلاوت اعراف میں آخری آیت کے بعد ہے رعد میں تلا لهم بالعدو والأصنام کے بعد ہے ، نمل میں ويفعلون ما يؤمرون پر ، بنی اسرائیل میں ويزيدهم خشوعا پر ، مریم میں خروا سجدا و بکیا پر ، حج میں ان الله يفعل ما يشاء پر ، فرقان میں ونرادهم نفورا کے بعد ، نمل میں ويعلم ما تخفون وما تعلنون پر ۔ اور یہ اکثر فقہاء کی طرف منسوب ہے امام مالک سب العرش العظيم پر سجدہ کے قائل ہیں امام نووی نے کہا یہی صواب اور مذہب شافعی ہے جیسا کہ ان کے اصحاب نے تصریح کی ہے ۔ السم السجدة میں وہم لایستکبرون پر ، ص میں واناب کے بعد ، اور مالکیہ کے نزدیک مااب کے بعد ، اور یہی امام مالک رحمة الله عليه سے مروی ہے

لانها تكون قبل وجود سبب الوجوب الخ

اسی طرح شرح وقایہ و مجمع الانهر و مستخلص وغیرہا میں ہے ،

فقد نصوا على ان سبب الوجوب الآية بتمامها حتى جعلوا التقديم عليها كقديم الصلوة على وقتها ۔

علیه میں ہے ؛

سجدة التلاوة واجبة في الاعراف عقب آخرها وفي الرعد عقب قوله وظلالهم بالعدو والأصنام ۵ وفي النحل عقب قوله ويفعلون ما يؤمرون ۵ وفي بنی اسرائیل عقب قوله ويزيدهم خشوعا ۵ وفي مریم عقب قوله خروا سجدا و بکیا ۵ وفي الحج عقب قوله ان الله يفعل ما يشاء ۵ وفي الفرقان عقب قوله ونرادهم نفورا ۵ وفي النمل عقب قوله ويعلم ما تخفون وما تعلنون ۵ وهو معنی والی اکثر الفقہاء وقال مالک عند قوله سبب العرش العظيم و ذکر النووی انه الصواب و انه مذہب الشافعی كما صرحت به اصحابه وفي السم السجدة عقب قوله وهم لایستکبرون ۵ وفي ص عقب قوله واناب ۵ وفي قول عند المالکیة وهو رواية عن مالک عقب

حم السجدة میں ولا یسأمون کے بعد، اور مذہب مالک میں مشہور تعبدون کے بعد ہے۔ النجم میں آخری آیت کے بعد انشقاق میں لا یسجدون کے بعد، اور مذہب مالک مشہور اس کی آخری آیت پر، علق میں آخری آیت کے بعد لازم ہے، ان چودہ مقامات میں کوئی اختلاف مروی نہیں ماسوائے ان چار مقامات کے جن میں اختلاف ذکر کر دیا گیا ہے ہاں ذخیرہ میں ہے کہ الرقیات میں ہے الخ اور وہاں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت عن سیریب ذکر کی گئی ہے احملقطاً (ت)۔

ما ی ۰ وہی حم السجدة عقب  
قوله ولا یسأمون ۰ و مشہور مذہب مالک عقب  
تعبدون ۰ وہی النجم عقب آخرها وہی  
الانشقاق عقب قوله لا یسجدون ۰ و مشہور  
مذہب مالک عقب آخرها وہی العلق عقب  
آخرها ثم لم یحك عن احد ممن  
قال بالسجود فی هذه المواضع الاربعة  
عشر خلاف فی شیء من محالها المذكورة  
فیما عدا المواضع الاربعة التي بینت الخلاف  
فیها نعم فی الذخيرة ذکر فی الرقیات الخ  
و ذکر ہنا سر واية غریبة عن الامام محمد  
رحمہ اللہ تعالیٰ احملقطاً

اقول آپ نے اپنے الفاظ فلاں کے بعد فلاں کے بعد واجب ہے، ملاحظہ کئے، لفظ عقب وجوب کے لئے جگہ کا بیان ہے پس تمام آیت سے پہلے سجدہ کا وجوب نہ ہوگا، مالکیہ اور شوافع جو اقوال ذکر کرتے ہیں انھیں دیکھیں ان سے استفادہ کہ اس معاملہ میں ہمارے ساتھ ہیں پھر یہ الفاظ دیکھو کہ کسی سے اختلاف مروی نہیں الخ جس سے واضح ہو رہا ہے کہ ائمہ سلف کو اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر وہ روایت جو ہمارے تیسرے امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے۔ (ت)

اقول فانظر الى قوله واجبة عقب كذا  
وعقب كذا فان عقب ظرف للوجوب فلا  
وجوب قبل تمام الآية والنظر ما ذكر  
من اقوال المالكية والثانوية تستفيد  
بها انهم ايضا معنا في ذلك ثم انظر  
الى قوله لم يحك عن احد الخ تشعربه  
ان لا خلاف فيه لائمة السلف اللهم  
الارواية نادرة عن امامنا الثالث رحمه  
الله تعالى۔

اسی طرح شرح معانی الآثار امام طحاوی میں تصریح فرمائی کہ اواخر آیات موضع سجود ہے اور حم السجدة میں اختلاف محل یوں نقل کیا،

لے علیہ المحلي شرح نية المصلي



لان وقتہا انما یدخل بتامہا۔  
 تو صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس کا وقت تمام آیت پر شروع ہوتا ہے  
 اس مذہب جلیل الشان مشید الارکان پر شعر مذکور کے پڑھنے سننے سے سجدہ نہیں آسکتا کہ اس میں آیت سجدہ  
 بتامہا نہیں، اسی طرح ہر وہ نظم جس میں پوری آیت سجدہ نہ ہو، اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ قرارت و سماعت نظم مطلقاً  
 موجب سجدہ نہیں کہ آیات چار وہ گانہ سے کوئی آیت وزن عروضی کی مسامحت نہیں فرماتی جسے نظم میں لانا چاہیں گے  
 یا پوری نہ آئے گی یا ترتیب کلمات بدل جائے گی بہر حال آیت بجا لہا باقی نہ رہے گی،

اللہم الایتی النجم والعلق فلعل الوزن  
 یسعی فی بعض الشطور النادمرة او الزحافاً  
 البعیدة او الابنية الغریبة و لو بضم  
 بعض الکلمات فی الاول او الاخر فلیعمل  
 الفكر۔  
 ہاں، صرف سورہ نجم اور علق کی دو آیتوں میں وزن شعری  
 کی گنجائش شاید بعض نادر وجوہ اور بعید تبدیلیوں اور  
 اجنبی وزنوں میں وہ بھی اول یا آخر میں بعض کلمات  
 ملانے کی وجہ سے پیدا ہو جائے، لہذا غور و فکر کو  
 عمل میں لانا چاہئے۔ (ت)

ہاں بعض علمائے متاخرین کا یہ مذہب ہے کہ آیت سجدہ سے صرف دو کلمے پڑھنا موجب سجدہ ہے جن میں ایک  
 وہ لفظ جس میں ذکر سجود ہے جیسے آیت سوال میں لفظ وا سجد اور دوسرا اُس کے قبل یا بعد کا جیسے اُس میں  
 واقرب ہ یہ مذہب اگرچہ ظاہر الروایہ بلکہ روایات نادر سے بھی جدا، اور مسلک ائمہ سلف، و تصریح و تلویح متون  
 شروح کے بالکل خلاف ہے مگر سراج و ہاج و جوہرہ نیزہ و مراقی الفلاح میں اس کی تصحیح واقع ہوئی، شرح  
 نور الایضاح میں ہے،

قراءة حرف السجدة مع کلمة قبله او بعدة  
 من ایتہا توجب السجود کالایة المقرؤة  
 بتامہا فی الصحیح۔  
 صحیح قول کے مطابق اگر آیت سجدہ میں صرف حرف سجدہ کو  
 اس کے ماقبل یا مابعد کلمہ کے ساتھ پڑھ لیا تو سجدہ  
 لازم ہو جائے گا جیسے کہ تمام آیت کی تلاوت سے لازم  
 ہوتا ہے۔ (ت)

علامہ طحاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں؛  
 فی الجوهرة الصحیح افادہ انه اذا قرأ حرف  
 السجدة و قبله کلمة و بعدة کلمة  
 جوہرہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب حرف سجدہ پڑھا  
 اور اس کے ساتھ اس سے پہلے یا بعد کا کلمہ بھی پڑھا

لہ ارشاد الساری شرح البخاری ابواب سجود القرآن // دارالکتب العربیہ بیروت ۲/ ۲۸۱  
 مکہ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب سجود التلاوة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۱  
 عہہ سجودے والی جوڑہ آیتیں۔

وجوب السجود والافلا<sup>٥</sup>

تو سجدہ سہولاً لازم ہوگا اور اگر پہلے یا بعد کا کلمہ نہ پڑھا تو  
سجدہ لازم نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

في السراج وهل تجب السجدة بشرط قراءة  
جميع الآيات ام بعضها فيه اختلاف والصحیح  
انه اذا قرأ حرف السجدة وقبله كلمة او  
بعده كلمة وجب السجود والافلا<sup>٥</sup>

سراج میں ہے کہ کیا سجدہ لازم ہونے کے لئے تمام  
آیت کی تلاوت ضروری ہے یا بعض کی، اس میں  
اختلاف ہے، اور صحیح یہی ہے کہ جب کسی نے حرفِ  
سجدہ کو اس سے پہلے یا بعد کے کلمہ کے ساتھ ملا کر  
پڑھا تو سجدہ سہولاً لازم ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ (ت)

علامہ ابن امیر الحاج نے ائمہ متقدمین کا مذہب بیان فرما کر روایت ناوہ رقیات ذکر کی جس کی نسبت

فرمایا :

ذكر في تبصرة الفتاوى الصغرى ان الفقيه  
ابا جعفر ذكره في غريب الرواية عن  
محمد<sup>٥</sup>

فتاویٰ صغریٰ کے تمہ میں ہے کہ فقہ ابو جعفر نے امام محمد  
سے ایک عنریب روایت کے حوالے سے ذکر  
کیا ہے۔ (ت)

پھر فرمایا :

وقال الفقيه ابو جعفر اذا قرأ حرف السجدة  
ومعها غيرها قبلها او بعدها امر  
بالسجود وسجد وان كان دون ذلك  
لا يسجد<sup>٥</sup>

فقہ ابو جعفر نے فرمایا اگر کسی نے حرفِ سجدہ کو پڑھا  
اور غیر یعنی ماقبل اور مابعد کو بھی پڑھا تو اسے سجدہ  
کا حکم دیا جائے گا اور وہ سجدہ کرے اور اس کے  
بغیر پڑھا تو سجدہ تلاوت لازم نہ ہوگا (ت)

اس سے ظاہر کہ یہ مذہب صرف فقہ ابو جعفر ہندوانی کا ہے ائمہ سے نوادر میں بھی منقول نہیں۔ اقول رہیں  
تصحیحیں وہ تعدد کتب سے متکثر نہیں ہوتیں کہ جسے منصب اجتهاد فتویٰ نہیں اس کا ہوا الصحیح (یہی صحیح  
ہے۔ ت) کہنا نفل محض و تقلید مجرد ہے، پھر خادم فقہ جانتا ہے کہ اجماع متون کی شان عظیم ہے خصوصاً جبکہ

لہ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب سجود التلاوة مطبوعہ نور محمد کا رخا نہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۱

۴ ردالمحتار

مصطفیٰ البابی مصر ۵۶۵/۱

۴ و ۴ حلیۃ المحلی شرح نیت المصلی

جمہیر شراح و کبریٰ اہل فتاویٰ بھی ان کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ بعض صریح تصحیحوں کو اسی وجہ سے نہ مانا گیا کہ مخالف متون میں کہا بیاناہ فی کتاب النکاح من العطا یا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ علی الخصوص (جیسا کہ ہم نے اس کا تفصیلی بیان ”العطا یا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ“ کے کتاب النکاح میں خصوصی طور پر کیا ہے۔ ت) جبکہ وہ مذہب ائمہ مذہب سے منقول بھی نہیں صرف بعض مشائخ کا مسلک ہے اور حکم اُس قبیل سے نہیں جو اختلاف زمانہ سے بدل جاتے، ایسی حالت میں اس تصحیح پر تعویل و اعتماد ضروری ہونا بغایت حیرت منگ و انکار میں ہے، لا جرم محقق ابن عابدین شامی نے عبارت مذکورہ سراج کے بعد حم السجده میں تابدون ۵ و کالیسامون ۵ کا اختلاف اور اُس میں ہمارے علماء کا استدلال مذکور عن الامداد عن البحر عن البدائع نقل کر کے فرمایا:

الظاہر ان هذا الاختلاف مبني على ان السبب تلاوة آية تامة كما هو ظاهر اطلاق المتون وان المراد بالآية ما يشمل الآية والآيتين اذا كانت الثانية متعلقة بالآية التي ذكر فيها حرف السجدة وهذا ينافي ما مر عن السراج من تصحيح وجوب السجود بقراءة حرف السجدة مع كلمة قبله او بعده ، لا يقال ما في السراج بيان لموضع اصل الوجوب وما مر عن الامداد بيان لموضع وجوب الاداء او بيان لموضع السنة فيه لانا نقول ان الاداء لا يجب فور القراءة كما سيأتي ، وما مرفى ترجيح مذہبنا من قولہم لانہا تكون قبل وجود سبب الوجوب، وقد ذکر مثله ايضا في الفتح وغيره يدل على ان الخلاف بيننا و بين الشافعي في موضع اصل الوجوب

ظاہر ہی ہے کہ اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ سجدہ کا سبب پوری آیت کی تلاوت ہے جیسا کہ متون کے اطلاق سے ظاہر ہے اور آیت سے مراد وہ حصہ ہے جو ایک آیت یا دو آیات پر مشتمل ہو جبکہ دوسری آیت اس پہلی سے متعلق ہو جس میں حرف سجدہ ہے لیکن یہ بات سراج کی اس سابقہ تصریح کے منافی ہے کہ حرف سجدہ کو پہلے یا بعد کے کلمہ کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے سجدہ لازم ہو جاتا ہے (جو اباً) یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سراج میں اصل وجوب کے مقام کا بیان ہے اور امداد کے حوالے سے جو گزرا اس سے مراد وجوب ادا کے مقام یا اس میں سنت طریقے کا بیان متصور ہے اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ ادا، قرارت پر فی الفور لازم نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب آرہا ہے، ہمارے مذہب کی ترجیح میں فقہاء کا جو قول گزرا کہ اختتام آیت سے قبل سجدہ سبب وجوب پہلے ہونا لازم آئے گا اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں جو مذکور ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ ہمارے اور شوافع کے درمیان اصل وجوب کے مقام میں اختلاف ہے،

اور سورہ عم السجدہ میں وہ سجدہ احتیاط کے پیش نظر دوسری آیت کے اختتام پر لازم کرتے ہیں جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کیونکہ وجوب اپنے سبب کے بعد ہوتا ہے ، اگر کسی نے پہلی آیت کے بعد سجدہ کر لیا تو کافی نہیں ہوگا کیونکہ یہ اس کے سبب سے پہلے ہوگا اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ سراج میں جو کچھ ہے وہ اس مذہب کے خلاف ہے جس پر متون اور شروعات ہیں انتہی اقول ہم نے اس پر غور کیا تو اسے حق پایا ، باقی رہا معاملہ تمہارے اس قول کا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ اختلاف التورہ محل ظاہر ہی نہیں بلکہ قطعی طور پر متعین ہے جیسا کہ واضح ہے ، پھر علامہ شرنبلالی پر تعجب ہے کہ انہوں نے متن میں اس جرم کیا ہے جسے سراج نے صحیح قرار دیا اور شرح میں کلام بدائع پر اعتماد کیا حالانکہ ان دونوں کے درمیان صراحت منافات ہے جبہ ضعیف (اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے) نے اس سوال کے بعد اس مسئلہ کی تحقیق پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مقصد کو واضح کیا ہے۔ (ت)

وانه لا يجب السجود في سورة حم السجدة الا عند انتهاء الآية الثانية احتياطا كما صرح به في الهداية وغيرها ، لان الوجوب لا يكون الا بعد وجود سببه فلو سجدها بعد الآية الاولى لا يكفي لانه يكون قبل سببه وبه ظهران ما في السراج خلافاً للمذهب الذي مشى عليه الشراح والمتون تامل انتهي اقول تاملنا ه فوجدنا ه حقاً و اما قولك الظاهر ان هذا الاختلاف الخ فليس هذا محل الظاهر بل هو المتعين قطعا كما لا يخفى ثم العجب من علامة الشربلاوي حيث جزم في متنه بما صححه السراج وعول في شرحه على كلام البدائنة مع تنافها صريحا وللعبد الضعيف غفر الله تعالى له في تحقيق هذا المرام رسالة مستقلة الفتها بعد ورود هذا السؤال و اوضحت فيها المرام بتوفيق الملك المتعال .

بالجملہ اصل مذہب معلوم ہے تاہم محل وہ ہے کہ سجود میں ضرر نہیں اور برقعہ رد وجوب ترک معیوب اور مسیوح تصحیح باذنب قلوب ، لہذا نسب یہی ہے کہ اسی مذہب صحیح پر کاربند ہو کر شعر مذکور کی سماعت و قرأت پر سجدہ کر لیں اسی طرف بہ نظم و نثر میں جہاں آیت سجدہ سے صرف سجدہ مع کلمہ معار نہ پڑھا جائے سجدہ بحسب لائیں ، واللہ الموفق واعلم ان فی المسألة ثلثة مذاهب اخر اجلها ما فی الرقیات وهو الوجوب باکثر الآیة مع حرف السجدة



سجدہ اکثر آیت کے ساتھ پڑھ لیا تو اس پر سجدہ واجب ہو جائے گا اور اسی کو بعض مآئین نے اختیار کیا مثلاً صاحب تبیین، خلاصہ اور درمختار وغیرہ، لیکن اس کی تصحیح نہیں کی اور بقیہ دو درجہ کے لحاظ سے اتنے نیچے ہیں کہ وہ متون اور اکثر شروحات کے مقابل نہیں آسکتے، ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس پر اپنے مذکورہ رسالے میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشى عليه ماشون كالتبیین والخلصة و الدر المختار وغيرها ولكن لم يذل بالتصحيح والباقي انزل درجة فلا يعرج على شئ منها في مخالفة المتون وعامة الشروح وقد ذكرنا الكلام على كل ذلك في رسالتنا المذكورة بتوفيق الله سبحانه وتعالى والله تعالى اعلم۔

سئلہ ۱۲۵ از ما رہرہ منورہ باغ پختہ مر۔ لہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ۱۵ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سجدات کلام اللہ شریف وقت تلاوت معاً ادا کرے یا جس وقت چاہے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

سجدہ صلوٰتیہ جس کا ادا کرنا نماز میں واجب ہوا۔ کا وجوب علی الفور ہے، یہاں تک کہ دو تین آیت سے زیادہ تاخیر گناہ ہے اور غیر صلوٰتیہ میں بھی افضل و اسلم یہی ہے کہ فوراً ادا کرے جبکہ کوئی عذر نہ ہو کہ اٹھا رکھنے میں بھول پڑتی ہے و فی التأخیر افات، (دیر کرنے میں آفات ہیں۔ ت) ولہذا علماء نے اس کی تاخیر کو مکروہ تنزیہی فرمایا مگر ناجائز نہیں،

درمختار میں ہے مختار یہی ہے کہ سجدہ تلاوت فی الفور لازم نہیں ہوتا اور اس کا موخر کرنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ وہ نماز میں لازم نہ ہوا ہو، اور اگر نماز میں لازم ہو تو فی الفور لازم ہوگا کیونکہ اب وہ نماز کا حصہ بن جائیگا اب اس کی تاخیر سے گناہ ہوگا اور ملخصاً (ت)

فی الدر المختار ہی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرھا تنزیہا، ان لم تکن صلوٰتیۃ فعلی الفور لصیرورتھا جزء منها فی اثم بتاخیرھا ملخصاً

ردالمحتار میں ہے،

فی الفور کی تفسیر یہ ہے کہ تلاوت اور سجدہ کے درمیان

تفسیر الفور عدم طول المدة بین

دو یا تین آیات کی قرأت کی مقدار کا فاصلہ نہ ہو جائے  
جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے علیہ انتہی، واللہ  
تعالیٰ اعلم (ت)

التلاوة والسجدة بقراءة اکثر من ایتین  
او ثلاث علی ما سیأتی علیہ انتہی، واللہ  
تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بریلی محلہ ملوکپور مسئلہ مولوی حکیم حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول عربیہ اکبریہ  
۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اقرأ پڑھے فرضوں میں، اور ضم دو سورتوں کا آیا نہیں،  
اور سجدہ سورت کے آخر میں ہے، اور امام ہے اگر رکوع میں نیت کرے تو مقتدی کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا، آیا  
یوں جائز ہوگا کہ سورت ختم کر کے سجدہ کرے؟ پھر کھڑا ہو کر رکوع کرے یا تین سجدے کرے؟ مطلع فرمائیے۔  
بینوا توجروا۔

## الجواب

فی الواقع اگر صورت مستفسرہ میں امام نے فوراً رکوع کیا اور رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کر لی تو اس کا سجدہ تو  
ادا ہو گیا مگر جن مقتدیوں نے نیت نہ کی ان کا سجدہ ایک مذہب علماء پر ادا نہ ہوگا۔

اعنی عند من لا یتجزئ للمامومہ بنیة  
الامام وھما قولان حکاھما القہستانی۔  
میری مراد وہ علماء ہیں جو امام کی نیت کو مقتدی کے لئے  
کافی نہیں سمجھتے، اور یہ دو قول ہیں جنہیں قہستانی نے  
نقل کیا ہے (ت)

نہ وہ آپ جہاں نہ سجدہ کر سکیں گے للزوم خلاف الامام (کیونکہ اس میں امام کی مخالفت لازم آرہی ہے۔ ت) نہ  
سجدہ نماز انہیں سجدہ تلاوت سے کافی ہوگا اگرچہ وہ اس میں سجدہ تلاوت کی نیت بھی کر لیں لانه لما تواھا الامام  
فی رکوعہ تعین لها افادہ<sup>لہ</sup> قالہ ش (کیونکہ جب امام نے اس کی ادائیگی کی رکوع میں نیت کی تو وہی اس کے لئے  
متعین ہو گیا اسے 'ح' نے بیان کیا اور 'ش' نے نقل کیا۔ ت) بلکہ اس کی سبیل ہوگی کہ بعد سلام امام سجدہ تلاوت  
کریں پھر یہ سجدہ رافع قعدہ ہوگا کما تقرہ فی مقرہ (جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت شدہ ہے۔ ت) تو فرض ہوگا کہ قعدہ  
کا اعادہ کریں نہ کریں گے تو نماز جاتی رہے گی۔

فی الدر المختار عن القنیة لو تواھا فی  
رکوعہ ولم ینوھا المؤتم لم تجزہ و  
در مختار میں قنیہ سے ہے اگر امام نے سجدہ تلاوت کی  
نیت رکوع میں کر لی اور مقتدی نے نیت نہیں کی تو

مقتدی کے لئے کافی نہ ہوگا، لہذا جب امام سلام کہے تو مقتدی سجدہ کرے اور قعدہ کو لوٹائے، اور اگر مقتدی نے سجدہ کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

یسجد اذا سلم الامام و یعید القعدة ولو ترکها فسدت صلواته۔

جب یہ وقتیں ہیں تو ایسی حالت خصوصاً اس زمانہ جہالت میں رکوع نماز سے سجدہ تلاوت ادا کر لینا مقتدیوں کو فتنے میں ڈالنا ہے لہذا امام کو اس سے بچنا چاہئے۔

ردالمحتار میں ہے کہ امام کا رکوع میں سجدہ (تلاوت) کی نیت کرنا مناسب نہیں۔ (ت)

فی رد المحتار ینبغی للامام ان لا ینویہا فی الركوع۔

اور اگر یہ کرتا ہے کہ سورت ختم کر کے فوراً سجدہ تلاوت کرے اور اس کے بعد کھڑا ہو کر معاً رکوع میں چلا جائے تو سجدہ تو سب کا ادا ہو جائے گا مگر یہ فعل مکروہ ہوگا کہ سجدہ تلاوت و رکوع میں فصل نہ کیا۔

فی مراقی الفلاح لورکع بمجرد قیامہ منها کرا۔ مراقی الفلاح میں ہے کہ اگر سجدہ تلاوت کے بعد محض قیام کر کے رکوع کر لیا تو مکروہ ہوگا۔ (ت)

بس اگر تلاوت کے لئے سجدہ مستقلہ ہی کرنا چاہے تو اس کا یہ طریقہ اسلم کہ سجدہ سے اٹھ کر دوسری سورت مثلاً سورت مستفسر میں سورہ قدر یا تلاوت والنجم میں سورہ قمر کے اول سے دو تین آیتیں خواہ زیادہ پڑھ کر رکوع کرے اس میں اگرچہ ایک رکعت میں دو سورتوں سے پڑھنا ہوگا اور فرضوں میں اس کا ترک اولیٰ، مگر سورتوں میں فصل نہ ہو تو مکروہ نہیں، شرح صغیر فیہ میں ہے:

لوجمع بین السورتین فی رکعة واحدة الاولى ان لا یفعل فی الفرض ولو فعل لا یکرہ الا ان یترک بینہما سورة او اکثر۔

اگر دو سورتیں ایک رکعت میں جمع کر لیں اور بہتر یہ ہے کہ فرض میں ایسا نہ کیا جائے اور اگر ایسا کر بھی لیا تو کراہت نہیں مگر اس صورت میں جب ان کے درمیان ایک سورہ یا اکثر سورہ ہوں۔ (ت)

۱۰۵ / ۱	مطبوعہ مطبع مجتباتی دہلی	باب سجود التلاوة	۱۰۵ / ۱
۵۷۱ / ۱	مصطفیٰ البانی مصر	"	۵۷۱ / ۱
۲۶۴	مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب سجود التلاوة	۲۶۴
۲۵۶	مطبوعہ مطبع مجتباتی دہلی	تمات فیما یکرہ فعلہ	۲۵۶

بمخلاف بعد سجود تلاوت بلا فصل رکوع میں جانے کے کہ یہ مکروہ ہے کما قد منا (جیسا کہ پیچھے ہم نے بیان کر دیا۔ ت) تو اس کے دفع کو اُسے گوارا کیا جائے گا، مراقی الفلاح میں ہے،

اذا كانت آخر تلاوته ينبغي ان يقرأ ولو آيتين  
من سورة اخرى بعد قيامه منها حتى  
لا يصير بانيا للركوع على السجود۔

جب یہ آخری تلاوت ہو تو سجدہ تلاوت سے قیام کے بعد قرأت مناسب ہے اگرچہ وہ کسی دوسری سورت کی آیات ہوں تاکہ رکوع کی سجدہ پر بنا رکھنے والا نہ ہو جائے۔ ایک طریقہ تو یہ تھا اور ان سب سے بہتر و خوشتر اور ہر خدشہ سے سالم و محفوظ تر یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں تلاوت کے لئے مستقل سجدہ اصلاً نہ کرے بلکہ آیت سجدہ پڑھتے ہی معاً نماز کا رکوع بجلائے اور اس میں نیت سجدہ نہ کرے پھر قومہ کے بعد فوراً نماز کے سجدہ اولیٰ میں جائے اور اس میں نیت سجدہ کرے اب نہ کوئی قباحت یا کراہت یا تفویت فضیلت لازم ہوئی نہ مقتدیوں پر کچھ دقت آئی اگرچہ انہوں نے کہیں نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی ہو سجدہ نماز جب فی الفور کیا جائے تو اس سے سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ ہو۔

رد المحتار میں ہے اگر امام نے نماز کا رکوع اور سجدہ فوراً کر لیا تو مقتدی کا سجدہ تلاوت بلا نیت امام کی اتباع میں سجدہ کے ساتھ ادا ہو جائے گا جیسا کہ ابھی پیچھے گزرا کہ سجدہ تلاوت فوراً سجدہ نماز سے ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ کی ہو۔ (ت)

في رد المحتار لو ركع وسجد لها اتم  
للصلوة فوراً نأب اي سجود المقتدى عن  
سجود التلاوة بلانية تبعاً لسجود امامه  
لما مرانفا انها تؤدى بسجود الصلوة فوراً  
وان لم ينوئ۔

اور یہیں سے ظاہر کہ اس محمود و محفوظ صورت میں اگر خود امام بھی اصلاً نیت سجدہ تلاوت نہ کرے تاہم سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا اور امام و مقتدی ہر وقت سے امان میں رہیں گے بلکہ ہمارے علماء بحالت کثرت جماعت یا اختلاف قرأت اسی طریقہ کو مطلقاً افضل ٹھہراتے ہیں کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کے رکوع و سجود کر لے تاکہ تلاوت کے لئے بعد اسجدے کی حاجت نہ پڑے جس کے باعث جہال کو اکثر التباس ہو جاتا ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے،

ينبغي ذلك للامام مع كثرة القوم او حال  
المخالفة حتى لا يؤدي الى التخليط۔

لوگوں کی کثرت اور مخالفت حال میں امام کے لئے یہی مناسب ہے تاکہ اختلاف کا سبب نہ بنے۔ (ت)

- ۱۔ مراقی الفلاح مع حاشیة الطحاوی باب سجود التلاوة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۴  
۲۔ رد المحتار " " " " مصطفیٰ البابی مصر ۵۷۱/۱  
۳۔ مراقی الفلاح مع حاشیة الطحاوی " " " " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۴

علامہ طحاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :

ای ولا يجعل لها ركوعاً وسجوداً مستقلاً  
خوف الفساد من غيرة

یعنی امام سجدہ تلاوت کے لئے مستقل رکوع و سجدہ  
نہ کرے کیونکہ دوسروں کی نماز میں فساد آئے گا۔ (ت)

میں کہتا ہوں کثرتِ جماعت کی قید اس نظر سے ہے کہ جب ہجوم ہوگا تو عوام بھی ضرور ہوں گے، اب ہمارے  
زمانہ میں کہ عام لوگ عوام ہی عوام ہیں کثرت و قلت سب یکساں تو سجدہ مستقل سے مطلقاً یہی صورت النسب و  
اولیٰ، مگر یہ کہ امام جانتا ہو کہ اس وقت میرے پیچھے صرف وہی لوگ ہیں جو دینی مسائل کا علم رکھتے ہیں لیکن اس  
قدر ضرور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ صورت اسی حالت میں بن پڑے گی کہ آیت سجدہ کے بعد رکوع و سجدہ نماز میں دیر نہ کی  
فوراً بجالی اور نہ اگر آیت سجدہ پڑھ کر تین چار آیتیں اور پڑھ لیں تو اب سجدہ تلاوت ہرگز بے خاص مستقل سجدہ سے  
ہی کے ادا نہ ہوگا اور تاخیر کا گناہ ہوا وہ علاوہ، درمختار میں ہے :

ان لم تكن صلوية فعلى الفور لصيرورتها  
جزء منها فيأثم بتأخيرها  
نماز میں لازم آنے والا سجدہ اگر علیحدہ نہ کیا تو فی الفور  
رکوع و سجدہ کرے کیونکہ یہ سجدہ جزر نماز ہونے کی وجہ  
سے فی الفور واجب ہوتا ہے تاخیر کی وجہ سے آدمی گنہگار ہوتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

اگر فی الفور نہ ہوا تو الگ سجدہ تلاوت کرنا لازم ہوگا  
جب تک نمازی حرمت نماز میں ہے اور اس کی  
علت بدائع میں یہ بیان ہوتی ہے کہ سجدہ تلاوت  
قرض ہے اور قرض اس سے ادا ہوگا جو اس کا  
اپنا حق ہے نہ کہ اس سے جو اس پر خود لازم ہے اور  
رکوع و سجدہ تو نمازی پر لازم ہیں لہذا ان سے دین کیسے  
ادا ہو سکتا ہے (ت)

فلو انقطع الفور لا بد لها من سجود خاص  
بها مادام في حرمة الصلوة وعلله في  
البدائع بانها صارت دينا والدين يقضى  
بماله لا بما عليه والركوع والسجود عليه  
فلا يتأدى به الدين اھ۔

اُسی میں ہے :

ان فوات الفور لا يصح ان يركع لها ولو  
اگر فی الفور نہ ہو سکا تو اب حرمت نماز میں رہتے

۲۶۲ ص کراچی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۱۰۵/۱ مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی باب سجود التلاوة

۵۷۱/۱ مصطفیٰ البانی مصر باب سجود التلاوة

فی حرمة الصلوة بدائع ای فلا بد من سجود  
خاص بہا الخ - واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم  
و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

۱۲۵۲ مسئلہ مستولہ نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلی

عالمانِ شرع سے ہے اس طرح میرا سوال  
گر کسی نے ترجمہ سجدہ آیت کی پڑھا  
اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے جسے  
پس سبکدوشی کی اُس کے شکل کیا ہوگی جناب!

ہوئے بھی اس کے لئے رکوع نہیں کیا جاسکتا بدائع  
یعنی اب اس کے لئے الگ مستقل سجدہ کرنا ہوگا  
واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت  
(سوال منظوم)

دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوشخصال  
تب بھی سجدہ کرنا کیا اُس شخص پر واجب ہوا  
پھر ادا کرنے سے اُن سجدوں کے پہلے وہ مرے  
چاہتے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

### الجواب منظوم

فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اُس میں نہیں  
اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا  
نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے  
ورنہ اک موج ہوا تھی چھو گئی جو کان کو  
شامی از فیض و نہر واللہ اعلم بالرشاد  
صیر فیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی  
فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت  
جز ادا یا توبہ وقتِ عجز کچھ چارہ نہیں  
آخراک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے  
وہو بخت ظاہر و العلم حقا لیلہ

ترجمہ بھی اصل یہاں ہے وجہ سجدہ بالیقین  
آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا  
ترجمہ میں اُس زباں کا جانا بھی چاہئے  
تا کہ من وجہ تو صادق ہو سنا قرآن کو  
ہے یہی مذہب بہ یفتی علیہ الاعتقاد  
سجدہ کافدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی  
کتے ہیں واجب نہیں اُس پر وصیت وقت موت  
یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہر نہیں  
یہ نہیں معنی کہ جائز ہے یا بیکار ہے  
قُلْتُمْ أَخَذْنَا مِنَ التَّغْلِيلِ فِي أَمْرِ الصَّلَاةِ

۱۲۵۳ مسئلہ امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۴ رمضان شریف ۱۳۳۱ھ

(۱) اگر بے وضو تلاوت میں لفظ سجدہ آجائے تو بعد کو سجدہ کس طرح کرے؟ کیا بعد کو سجدہ کی نیت کرنا ہوگا

یا اور کسی طرح سے؟ بیوا تو جروا

(۲) اگر با وضو صلیٰ پر تلاوت کرتا ہو اور کلام مجید سامنے رکھا ہو اُس وقت لفظ سجدہ آئے تو کلام مجید علیحدہ رکھ کر سجدہ کرنا چاہئے یا اور کسی طرح سے، اور اگر علیحدہ رکھا جائے تو بند کر کے یا کھلا ہوا؟ بینوا توجروا!

## الجواب

(۱) بعد کو بھی سجدہ اُسی طرح کرنا ہوگا جیسا اُس وقت کیا جاتا، یہ نیت ہر وقت کرنی ہوتی ہے کہ تلاوت کے سبب جو سجدہ مجھ پر واجب ہوا اُسے ادا کرتا ہوں، یہ سمجھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑے سے سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے، اس کے سوا اور کوئی نیت زبان سے نہیں کہی جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس کے لئے کوئی خاص حکم نہیں جو آسان ہو اور قرآن عظیم کے ادب کا لحاظ ضرور ہے اور سجدہ میں اس کا سامنے ہونا کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۳۱ھ

۱۲۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر تراویح پڑھنے میں مقام سجدہ آگیا تو کیا امام سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

## الجواب

تراویح خواہ کسی نماز میں اگر آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ واجب ہے تین آیت سے زیادہ دیر لگانا گناہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

# باب صلوة المسافر

## (مسافر کی نماز کا بیان)

۱۲۵۶ھ خلیل پور تحصیل گنور اسٹیشن برالہ لشکر سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب  
۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

بندہ نے بتقریب ملازمت انگریزی دورہ شروع کیا ہے، دو ماہ دورہ ہوگا، اور اصلی مقام سے ۳۴ کوس کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اب تک ۳۰ کوس سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقام اصلی کی واپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا رہا، اب اصلی مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۳۰ کوس سے زیادہ پر پہنچنے کا ارادہ ہے اور دورہ کے طور پر کہیں دو روز کہیں چار روز ٹھہرنا ہوگا ایسی حالت میں باعتبار مسافت سفر نماز میں قصر کرنا چاہئے یا اہل خبا کی طرہ پوری نماز پڑھنا چاہئے، جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ اجمال یا اطلاق رہا ہو تو اس کو جواب میں رفع فرمادیں اور مفصل عام فہم جواب دو اپسی ڈاک ارشاد ہو منزل دس کوس کی شمار ہوتی ہے یا بارہ کوس کی، اب تک جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط؟ والسلام خیر ختام۔

### الجواب

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس کی نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت حالت سفر نہیں اگرچہ اس میں سو کوس کا فاصلہ ہو جائے، یونہی اگر اس موضع بعید سے واپسی بھی اسی طرہ دورہ ہو کہ یکے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محل اقامت کے نزدیک آکر پلٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصر نہیں، ہاں اگر جانے خواہ آنے کسی محل اقامت سے بالخصوص ایسی جگہ



کے عزم پر چلیں جو وہاں سے مدتِ سفر پر ہو تو سفر متحقق اور قصر واجب ہوگا اسی طرح اگر دورہ کسی ایسے مقام پر ختم ہوا جہاں سے محلِ اقامت تین منزل ہے اب بخطِ مستقیم وہاں کو پلٹے تو بھی وہاں سے یہاں تک حالتِ سفر ہے، فتح القدير میں ہے :

حاکم وقت اپنی مملکت میں دورہ کرنے کی نیت سے سفر کرے تو وہ مسافر نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ سیاحت کرنے والے کی طرح نماز میں قصر نہیں کر سکتا اہل طحطا ، اسے صاحب فتح القدير نے باب الجمعة مسئلہ "متی موسم حج میں شہر بن جاتا ہے" کے تحت ذکر کیا ہے (ت)

حاکم جب سفر کرے تو وہ قصر کرے گا مگر اس صورت میں جب وہ دورہ کر رہا ہو تو پھر قصر نہیں کر سکتا (ت)

امیر لشکر کے ساتھ دشمن کی طلب کے لئے نکلا تو قصر نہ کرے اگرچہ اس کا سفر کتنا ہی طویل ہو اور اس طرح اس صورت میں بھی قصر نہیں، جب وہ مدتِ سفر سے کم شہر کے ارادے سے نکلا پھر وہاں سے دوسرے ایسے شہر کی طرف چلا جو مدتِ سفر سے کم مسافت تھا کیونکہ اس میں نیتِ سفر نہ تھی۔ (ت)

اور رجوع کی صورت میں اگر مدتِ سفر ہے تو نماز میں قصر کر لیں (ت)

الخليفة ان كان انما قصد الطواف في ولايته فالظاهر انه حينئذ غير مسافر حتى لا يقصر الصلوة في طوافه كالسائح اهل ملخصا ذكره في باب الجمعة مسألة تمصر منى في الموسم-

اختيار شرح مختار وخزانة المفتين میں ہے :

الخليفة اذا سافر يقصر الصلوة الا اذا طاف في ولايته

فتاویٰ بزازیہ میں ہے :

خرج الامير مع الجيش لطلب العدو ولا يقصر وان طال سيرة وكذا اذا خرج لقصد مصر دون مدة سفر ثم منه الى آخر ذلك لعدم نية السفر

اُسی میں ہے :

وفي الرجوع لو من مدة سفر قصر وا-

# باب صلوة المسافر

## (مسافر کی نماز کا بیان)

مسئلہ ۱۲۵۶ خلیل پور تحصیل گنور اسٹیشن برابر الشکر سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب  
۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

بندہ نے بتقریب ملازمت انگریزی دورہ شروع کیا ہے، دو ماہ دورہ ہوگا، اور اصلی مقام سے ۳۴ کوس کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اب تک ۳۰ کوس سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقام اصلی کی واپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا رہا، اب اصلی مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۳۰ کوس سے زیادہ پر پہنچنے کا ارادہ ہے اور دورہ کے طور پر کہیں دو روز کہیں چار روز ٹھہرنا ہوگا ایسی حالت میں باعتبار مسافت سفر نماز میں قصر کرنا چاہئے یا اہل خبا کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہئے، جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ اجمال یا اطلاق رہا ہو تو اُس کو جواب میں رفع فرمادیں اور مفصل عام فہم جواب بواپسی ڈاک ارشاد ہو منزل دس کوس کی شمار ہوتی ہے یا بارہ کوس کی، اب تک جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط؟ والسلام خیر ختام۔

### الجواب

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس کی نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت حالت سفر نہیں اگرچہ اس میں سو کوس کا فاصلہ ہو جائے، یونہی اگر اُس موضع بعید سے واپسی بھی اسی طریق دورہ ہو کہ یکے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محل اقامت کے نزدیک آکر پلٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصر نہیں، ہاں اگر جانے خواہ آنے کسی محل اقامت سے بالخصوص ایسی جگہ

اندر حل میں ایک جگہ ہے) قصداً داخل ہوا تو وہاں مذہب کے مطابق مدتِ اقامت کی بھی نیت شرط نہیں، اب اس کے لئے بغیر احرام مکہ کا داخلہ جائز ہے اور اس کا میقات وہ بستان ہے، اور اس پر کوئی شئی لازم نہ ہوگی کیونکہ وہ وہاں کے اہل کے ساتھ ملا ہے اور یہ اس

غیر مکہ کے لئے جیلہ ہے جو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (ت)

اگر حل میں کسی جگہ مثلاً خلیص کا ارادہ کیا تو اب بغیر احرام داخلہ جائز ہے اور وہ جب وہاں پہنچ گیا تو وہاں اہل سے لاتی ہو گیا تو اب مکہ میں بغیر احرام داخلہ جائز ہوگا اور یہ جیلہ ہر اس شخص کے لئے جو مکہ کا ارادہ

لازم آئے گی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

”حل میں کسی مقام کا ارادہ کیا“ یعنی قصد اولیٰ مثلاً خرید یا فروخت کا ارادہ کیا جب اس عمل سے فارغ ہو گیا تو اب مکہ میں قصد ثانی سے داخل ہو سکتا ہے۔ (ت)

کیونکہ اس نے اولاً دخول مکہ کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا اس کا ارادہ تو بستان تھا، فقہاء نے کہا ہے یہ اس آفاق کے لئے جیلہ ہے جو مکہ میں بغیر احرام داخل

داخل المیقات لحاجة قصداً ونية مدة الإقامة ليست بشرط على المذهب له دخول مكة غير محرم ووقته البستان ولا شئ عليه لانه التحق باهله وهذه حيلة لافاقی يريد دخول مكة بلا احرام۔

نیز اسی میں قبیل فصل احرام ہے :

لو قصد موضعاً من الحل كخليص وحدة حل له مجاوزته بلا احرام فاذا حل به التحقق باهله فله دخول مكة بلا احرام وهو الحيلة لسريد ذلك الا لما مور بالحج للمخالفة۔

بغیر احرام کے کرے البتہ اگر حج فرض کا ارادہ ہو پھر جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں احکام شرع کی مخالفت

قصد موضعاً من الحل ای قصد اولیٰ كما اذا قصد لبیع او شراء وانه اذا فرغ منه یدخل مكة ثانياً۔

بحر الرائق میں ہے :

لانه لم يقصد اولاً دخول مكة وانما قصد البستان، قالوا وهذه حيلة الأفاق اذا اراد ان یدخل مكة بغیر احرام

۱۸۰/۱

مطبوعہ مجتہباتی دہلی

باب الجنایات

۱ در مختار

۱۶۲/۱

” ” ”

کتاب الحج

” ”

۱۶۴/۲

” مصطفیٰ البابی مصر

”

” ردالمختار

**اقول وبالله التوفيق** (میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) تحقیق مقام یہ ہے کہ تحقق سفر شرعی کے لئے نہ مجرد سیر بے قصد کافی نہ تھا قصد بے سیر بلکہ دونوں کا اجتماع ضرور کما تفيده الاسفار قاطبة وبينه في خزانه المفتين وغيرها (جیسا کہ اس پر عبارات کتب شاہد عادل ہیں اور اسے خزانه المفتين وغيره میں بیان کیا ہے۔ ت) اور قصد مراد قصد فی الحال مستتبع فعل مقارن سیر ہے جسے عدم کہتے ہیں

کما يدل عليه تعبيرهم جميعا بلفظة الحال  
فيحد المسافر بمن جاوز عمران موطنه قاصدا  
مسيرة ثلاثة ايام۔

جیسے کہ تمام فقہاء کا لفظ حال سے تعبیر کرنا اس پر دل ہے لہذا مسافر کی تعریف یوں کی گئی ہے ہر وہ شخص جو تین دن کے سفر کے ارادے سے اپنی آبادی سے نکل جائے۔

نہ قصد فی الاستقبال کہ بالاجماع کافی نہیں

کمن خرج قاصدا قرية قريية ومن نيته ان  
ينشئ بعدها سفر الى بلد بعيد فانه لا يكون  
في مسيره اليها مسافرا قطعاً۔

مثلاً وہ شخص جو کسی قریبی قریہ کے ارادے سے نکلا اور اس کی نیت یہ تھی کہ اس قریہ کے بعد وہ کسی بعید شہر کا سفر کرے گا تو اب وہ اس نکلنے میں قطعاً مسافر نہ ہوگا۔

اور نیت اپنی غایت مقصودہ بالذات پر پہنچ کر منتہی ہو جاتی ہے کہ غایت ماہی غایۃ لہ (غایت) جس کے لئے غایت بن رہی ہوتی ہے۔ ت) سے متاخر فی الوجود ہے اور حرکت کے لئے بعد وجود بقا نہیں، تو اس کے بعد اگر دوسرے مقصود کی طرف نہضت ہو تو وہ سیر آخر و قصد آخر ہے اور قبل وصول منتہی نہیں ہوتی اگرچہ سکون و نزول متخلل ہو، ولہذا اگر کسی منزل میں کوئی شخص ملے نازل کئے گا میں فلاں جگہ جاتا تھا کہ وہ بلایا جاتے ہیں اس سے ملاقات ہوئی یا جاتے ہوئے راہ میں مل گیا تو وہ نہایات مختلفہ کا قصد مقارن اول توجہ جزئی ہنعد و بمبد معین و غتھائے معین میں کہ اُن کا تعین اُس کے تشخص کو لازم ہے ہرگز نہ ہوگا بلکہ صرف غایت اولیٰ ہی کا قصد فی الحال اور ثانیہ کا ہو تو فی الحال و الاستقبال اگرچہ باعث علی الخروج لحاظ امرین ہو اس سیر خاص میں کسی طرف توجہ اور چیز اور دل میں کہیں جانے کا خیال اور چیز، ثانی قصد مستقبل کو بھی شامل جسے یوں تعبیر کریں گے کہ وہاں بھی جاؤں گا یا یہاں ہو کر وہاں جانا ہے اور اول خاص اسی کے لئے ہے جو اس سیر جزئی مخصوص کا منتہی ہے جس کے حصول پر یہ منتہی ہو جائے گی اس پر دلیل واضح مسئلہ آفاقی ہے جو بقصد حاضری مکہ معظمہ چلا بے احرام باندھے، میقات سے تجاوزا سے حرام ہے، اگر علت چاہے تو علماء فرماتے ہیں حیلہ یہ ہے کہ بین الحرم والمیقات کسی مقام مثلاً جدہ وغیرہ کا قصد کرے کہ وہاں پہنچ کر اُس کے اہل سے ملتے ہو جائے گا اور اب مکہ معظمہ کو جانا داخل میقات سے ہو گا نہ کہ گھر سے، تو اب اس کی میقات نسک کے لئے ہے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے،

دخل افاقی البستان ای مکانا من الحبل  
اگر غیر مکہ کسی حاجت کی وجہ سے بستان (میقات) کے

مسک متقسط میں ہے :

فقہانے بغیر احرام، حرم میں داخل ہونے کے لئے یہ جملہ بیان کیا ہے کہ وہ شخص بستان بنی عامر کا ارادہ کرے پھر وہاں سے مکہ میں داخل ہو جائے اور فی الجملہ وجہ یہ ہے کہ اس نے اولاً بستان کا ارادہ کیا تھا تو اس کے بعد حرم میں داخل ہونا ضمناً اور عارضی ہونے کی وجہ سے نقصان وہ نہیں ہو سکتا جیسے کہ ہندی شخص اولاً بیع و شرا کے لئے جدہ کی نیت کر کے آیا ہے اور ذہن میں تھا کہ فارغ ہو کر ثانیاً مکہ چلا جائے گا بخلاف اس شخص کے جو ہندوستان سے اولاً حج کے ارادے سے آیا ہے اور وہ جدہ میں دخول کا ارادہ تب عارضی رکھتا ہے اگرچہ وہ بیع و شرا کا ارادہ رکھتا ہو اور اختصار کے ساتھ نقول ختم ہو گئیں۔ (ت)

ذكر الفقهاء في حيلة دخول الحرم بغير احرام ان يقصد بستان بنی عامر ثم يدخل مكة فالوجه في الجملة ان يقصد البستان قصد اوليا ولا يضره قصد دخول الحرم بعده قصد اضمثيا او عارضيا كما اذا قصد هندی جدة لبيع وشراء ولا يكون في خاطره انه اذا فرغ منه ان يدخل مكة ثانيا بخلاف من جاء من الهند مثلا بقصد الحج اولا وانه يقصد دخول جدة تبعا ولو قصد بيعا وشراء اه تلك النقول باختصار.

ظاہر ہے کہ جب اس کی نیت حاضری مکہ معظمہ ہے تو جدہ کا ارادہ کر لینے سے دل کا وہ خیال ہرگز منتفی نہ ہو اور لہذا علماء اسے بلفظ جملہ تعبیر اور خود ارادہ دخول مکہ بغیر احرام سے تصویر فرماتے ہیں اگر قصد مکہ منتفی ہو جاتا تو ان عبارتوں کا اصلاً کوئی محل و محل نہ تھا، ہاں یہ ہوا کہ قصد مکہ باعتبار مال و استقبال رہا، قصد اول جدہ کے لئے قرار پایا جیسا کہ بحر الرائق و رد المحتار و شرح لباب سے گزرا، اسی بنا پر علمائے کرام نے مجاوزت میقات بلا احرام جائز فرمائی حالانکہ خیال مکہ یقیناً اول سے موجود ہے تو ثابت ہوا کہ جب دو نہایات مختلفہ مقصود بالذات ہوں تو قصد مقارن خاص حصہ اولیٰ ہے اور ثانیہ کے لئے وہی مال و استقبال کا خیال، جیسا کہ عبارت مولانا علی قاری ویکون فی خاطرہ انہ اذا فرغ منه ان يدخل مكة ثانياً (اس کے ذہن میں ہو کہ وہ فارغ ہو کر ثانیاً مکہ چلا جائے گا۔ ت) نے روشن کر دیا یہ قصد حقیقہ قصد بالفعل نہیں ولہذا اسی کو ذخیرہ و ہندیہ میں با آنکہ شروع تصویر مسئلہ بلفظ اراد دخول مكة من غير احرام (بغیر احرام دخول مکہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ ت) بلفظ ان لا يقصد دخول مكة

لہ المسک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری، فصل فی مجاوزة الميقات بغیر احرام، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۶۱

ہونے کا ارادہ رکھتا ہو پس وہ مثلاً خلیص میں داخل ہونے کی نیت کرے تو اس کے لئے بغیر احرام رابع سے گزرنا جائز ہے جو شامی اور مصری لوگوں کا میقات اور حنفیہ کے مقابل ہے الخ (ت)

فینوی ان یدخل خلیصاً مثلاً فله مجاوزة  
رابع الذی هو میقات الشامی والمصری  
المحاذی للحنفۃ الخ۔

اُسی میں قبیل باب الاحرام ہے :

آفاقی جب حل میں خلیص وغیرہ کا ارادہ کرے تو اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز ہے، اور یہ ہر شخص کے لئے حیلہ ہے جو میقات سے مکہ بغیر احرام جانا چاہتا ہو لیکن یہ حیلہ اس شخص کے لئے جائز نہیں جس پر حج فرض ہے کیونکہ اب کا سفر حج نہ رہے گا۔  
(ت)

الافاقی اذا قصد موضعاً من الحل کخلیص  
يجوز له ان يتجاوز الميقات غير محرم  
وهی الحيلة لمن اراد ان یدخل مكة  
بغیر احرام وینبغی ان لا تجوز هذه الحيلة  
للمأمور بالحج لانه حينئذ لم یکن  
سفرًا للحج۔

اشباہ میں ہے :

اگر کوئی غیر مکہ بغیر احرام دخول مکہ چاہتا ہے تو وہ میقات کے اندر کسی اور جگہ کا ارادہ کرے مثلاً بنی عامر کے بستان۔ (ت)

اذا اراد الافاقی دخول مكة بغیر احرام من  
المیقات قصد مکاناً اخر داخل المواقیت  
کبستان بنی عامر۔

ذخیرہ دہندیہ میں ہے :

اس آفاقی کے لئے جو دخول مکہ بغیر احرام کے چاہتا ہے حیلہ یہ ہے کہ وہ دخول مکہ کا ارادہ نہ کرے بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ کا ارادہ کرے جو خارج حرم ہو مثلاً بنو عامر کے بستان، تو جب وہاں پہنچ جائے تو اب مکہ میں بغیر احرام داخل ہو جائے۔ (ت)

الحيلة للافاقی اذا اراد دخول مكة من غیر  
احرام من المیقات ان لا یقصد دخول مكة  
وانما یقصد مکاناً اخر وراء المیقات خارج  
الحرم نحو بستان بنی عامر ثم اذا وصل ذلك  
الموضع یدخل مكة بغیر احرام۔ (ملخصاً)

لہ بحر الرائق باب مجاوزة المیقات بغیر احرام

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۹/۳

لہ کتاب الحج

۳۱۸/۲

لہ الاشباہ والنظائر الفہم الخامس من الاشباہ والنظائر مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲۹۳/۲

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الحیل الفصل الخامس فی الحج

نورانی کتب خانہ یشاور ۳۹۳/۶

کما افاده المولى على القارى بقوله بخلاف من جاء من الهند مثلاً بقصد الحج اولاً الخ  
جیسا کہ ملا علی قاری نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا  
بخلاف اس شخص کے جو ہندوستان سے قصد اولیٰ کے  
ساتھ حج کے لئے آیا الخ (ت)

مگر غالباً دورہ کی یہ حالت نہیں ہوتی اس میں بالخصوص مقصود اصلی وہ موضع بعید ہی نہیں ہوتا نہ خاص اُس کے قصد پر  
چلتا بلکہ سب مواضع میں گشت کا ارادہ اور ہر موضع مقصود بالذات ہوتا ہے تو اگرچہ باعث سیر لمخاطب جمیع ہے مگر  
ہر مقصود اپنی سیر خاص جزئی پر محدود موضع قریب کو جاتے ہوئے قصد مقارن اسی کے لئے ہے اور قصد بعید صرف  
بمعنی خیال و ارادہ مال، تو جب کسی موضع سے دوسرے تک مسیرت سفر نہیں اصلاً کوئی سیر بقصد مسیرت سفر متحقق نہ ہوتی  
ہاں وہ چند قصدوں سے چند سیریں ہیں جن کا مجموعہ مسیرت سفر سے زائد سہی آخر نہ دیکھا کہ علامہ بکر صاحب بکر رحمہ اللہ تعالیٰ  
نے مامور بالحدیج کے لئے دخول مکہ بغیر احرام میں اُس حیلہ کا جواز نہ مانا کہ جب وہ بایں قصد چلے گا کہ یہاں سے بستان بنی عامر  
جاتا ہوں پھر وہاں سے مکہ معظمہ چلوں گا تو اُس کا یہ سفر حج کے لئے نہ ہوا، معلوم ہوا کہ مقصود سیر وہی مقصود اولیٰ ہوتا  
ہے و لیس، ولہذا ذخیرہ و ہندیہ میں ان لا یقصد مکة (وہ مکہ کا ارادہ نہ کرے۔ ت) فرمایا تھا تو روشن ہوا کہ بالمال  
مسیرت سفر کی دوری پر جانے کا خیال سیر بقصد مسیرت سفر نہیں اور موجب سفر شرعی یہی تھی کہ متحقق نہ ہوتی۔

وبہ تبین ولله الحمد ان ما ذکر المنوف  
الفاضل ابراہیم الحلبي في الغنية بما نصه  
قد يفهم من التمثيل بالخليفة في اول مسألة  
التبع ان الخليفة والسلطان كغيره في انه اذا  
نوى السفر يصير مسافراً ويقصر، فقیل هذا  
اذ لم يكن في ولايته، اما اذا طاف في ولايته  
فلا يقصر والاصح انه لا فرق لما تقدم  
من فعل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
والخلفاء الراشدين انهم قصر وا  
حيث سافروا من المدينة الى  
مكة وغير ذلك، و مراد من قال

لله الحمد اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فاضل ابراہیم حلبي  
نے غنیہ میں یہ جو کہا کہ مسئلہ تبع کی ابتداء میں خلیفہ کو مثال  
بنانے سے سمجھ آ رہا ہے کہ اس معاملہ (کہ جب وہ سفر  
کی نیت کرے تو وہ مسافر ہو جاتا ہے اور قصر کر سکتا ہے)  
میں خلیفہ اور سلطان دوسرے لوگوں کی طرح ہی ہیں، کہا  
گیا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب وہ اپنی ولایت میں  
نہ ہو، اور اگر اپنی ولایت میں دورہ کر رہا ہو تو پھر قصر  
نہ کرے، اور اصح یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں کیونکہ پیچھے  
گزرنا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب مدینہ سے مکہ وغیرہ کا سفر فرماتے  
تو نماز میں قصر کرتے۔ اور جس نے کہا "جب خلیفہ اپنی

لہ المسک المتقسط فی المنسک المتوسط فصل فی مجاوزة المیتا بغیر احرام مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۶۰

(دخول مکہ کا ارادہ نہ کرے۔ ت) تعبیر فرمایا۔

وبهذا التحقيق الشريف الفاضل على قلب  
العبد الضعيف من فيض الفتاح العليم  
الخبير اللطيف والله الحمد طاح وزاح ما كان  
يورد على هذا الاحتيال من الاشكال الذي  
اضطربت فيه الاقوال وكثرفيه القيل و  
القال واختلف في حله افهام الرجال وكان  
اقرب من جنح الى ما جنحت اليه العلامة  
القارئ الجلي الافضال ولقد احسن اذا  
استشكل بتطافر العلماء على ذكر هذه الحيلة  
كلام اللباب الموهم لاختصاص المسألة  
بمن حث له قصد مكة بعد دخول البستان  
ولو يكن في خاطرة دخول الحرم من قبل اصلا  
وعكس العلامة الفاضل الشامح في  
رد المحتار ومنحة الخالق فاستشكل  
بتأهر اللباب ما تطافرت عليه كلمات الائمة  
اولى الالباب وبما وفقنا المولى سبحانه وتعالى  
ظهران لا صعوبة ولا اشكال وان لا مخالفة  
لنقى قصد الحرم مطلقا او قصد اوليا او  
حصرا لقصد في البستان مع الاحتيال لمن  
يريد الحرم بلا احرام والحمد لله على ابانة  
الصواب واصابة المرام۔

اس مبارک تحقیق (جو اس عبد ضعیف کے دل میں فتاح ،  
علیم ، خبیر اور لطیف ذات اقدس نے فیض کے طور پر  
فرمائی ) سے لہ الحمد اس حیلہ پر وارد ہونے والا وہ اعتراض  
رد ہو گیا جس میں اقوال مضطرب اور کثرت قیل وقال تھی  
اور اس کے جواب میں لوگوں کے ذہن مختلف تھے اور  
جس کی طرف میرا ذہن گیا اس کے قریب تر علامہ  
علی قاری ہیں اور انھوں نے باب میں نہایت ہی حسن بات کی  
جب کثرت کے ساتھ حیلہ بیان کرنے والے علماء کلام سے  
اشکال ظاہر کیا تو باب کے کلام یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ فقط اس شخص کیلئے  
ہے جسے دخول بستان کے بعد دخول مکہ کا شوق ہوا  
اور اس سے پہلے دخول حرم کا قطعاً اس کے ذہن  
میں نہ تھا ، علامہ شامی نے رد المحتار اور منحة الخالق میں  
اس کا عکس کیا تو باب کی ظاہر عبارت سے ائمہ کے مجموعی کلام  
پر اشکال پیدا ہو گیا ، اللہ تعالیٰ کی توفیق و مہربانی  
واضح ہو گیا کہ اس میں کوئی صعوبت اور اشکال نہیں  
اور کوئی مخالفت نہیں خواہ حرم کا قصد  
بالکل نہ ہو یا قصد اولیٰ نہ ہو یا قصد بستان کا  
ہی ہو ، اس کے لئے جو حیلہ کے ساتھ  
حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا چاہتا  
ہو صواب کے ظہور اور مقصد کے حصول پر  
اللہ تعالیٰ کی حمد ہے ۔ (ت)

جب بتوفیق اللہ تعالیٰ یہ مقدمات مہم ہونے حکم مسئلہ واضح و منکشف ہو گیا آدمی اگر کسی مقام اقامت سے  
خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر  
اور مواضع میں بھی دو ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے ،



فیه قصد مسیرة سفر فہذا ما لا یخالف  
فیه الحلبی ولا احد فلا غبار علی ما افادہ  
المحقق علی الاطلاق فی الفتح والامام  
البزازی فی فتاویہ والعلامة ابن الساعاتی  
فی الاختیار والامام ابن السمعانی فی  
الخرزانیة ولله الحمد علی حسن الابانة هكذا  
ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

کا ارادہ کرنا صادق نہیں آتا اور اس میں حلبی اور کوئی شخص  
بھی اختلاف نہیں کر سکتا، پس محقق علی الاطلاق نے فتح،  
امام بزازی نے فتاویٰ، علامہ ابن الساعاتی نے  
اختیار اور امام ابن سمعانی نے خزانہ میں  
جو کہا اس پر اب کوئی غبار نہیں رہی۔ اس  
حسن وضاحت پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، تحقیق اسی طرح  
ہونی چاہئے اور توفیق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ (ت)

یہ تحقیق انبی کہ فقیر نے توفیق رب قدیر ذکر کی مطلقاً ہر صورت کے شامل ہے اگرچہ مقصود اصلی قریب، مقصود اصلی بعید کی اہمیت  
واقع ہو اور اگر اس کی راہ سے بالکل جدا ہو اور دورہ رائج میں اکثر ایسا واقع ہوتا ہے مثلاً  
اس شکل میں ب محل اقامت ہے اور نقاط باقیہ مواضع مقصودہ، ان میں کوئی ایک دوسرے  
سے مسیرت سفر پر نہیں مگر ب سے دورہ کرنے والا جس وقت ب سے ج کی طرف چلا  
کوئی نہ کہے گا کہ اس وقت ب سے ج کی طرف متوجہ ہے، بے کو جاتا ہے بے کے قصد پر  
چلا ہے، بلکہ بالیقین اس سیر میں ج مقصود ہے اگرچہ خیال یہ بھی ہے کہ ان نقطوں  
پر ہوتا ہوا بے کو بھی جاتا ہے تو کسی سیر میں قصد مقارن مسیرت سفر کا نہ پایا گیا۔

بالجملہ یہ دورے سفر نہیں ہوتے اگرچہ کتنے ہی دور تک ہوں اب تک کہ  
نمازیں پوری پڑھیں بہت بجا کیا۔

تنبیہ یہاں سے سیاحین و واعظین کا حکم بھی واضح ہو گیا جنہیں کوئی مقام محل اقامت سے مدت سفر  
پر خاص مقصود بالذات نہیں بلکہ شہر لشہر قریب بہ قریب چند چند کوس کے فاصلوں پر گشت کرنا سیر دیکھنا یا ہر جگہ  
وعظ وغیرہ کے ذریعہ سے کمانا مقصود ہے توجیب تک کسی محل اقامت سے مسیرت سفر کا قصد اولیٰ نہ ہو مسافر  
نہ ہوں گے اگرچہ سارے ملک میں پھر آئیں جس طرح سیاح کی نسبت خود فتح القدر میں مصرحاً ارشاد ہوا  
یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل، منزل ہمارے بلاد میں تقریباً بارہ کوس کی ہے یہی قول  
مفتی بہ کے قریب تر ہے جسے ظہیر یہ و محیط بر بانی و نہایہ و کفایہ شروع ہدایہ و خزانة المفتیین وغیرہ میں  
علیہ الفتوی (فتویٰ اسی پر ہے۔ ت) کہا کہ منزل اٹھارہ میل ہے اٹھارہ میل کے سوا گیارہ کوس ہوتے  
ہیں، یہ قول اصل مذہب ظاہر الروایہ کے خلاف نہیں بلکہ ان بلاد کے مناسب اس کی تقدیر و شرح ہے کما  
نبہ علیہ العلامة اسمعیل مفق دمشق الشام کما نقلہ فی منحة الخالق (جیسا کہ مفتی دمشق شام

ولایت میں دورہ کرے تو قصر نہ کرے“ اس کی مراد وہی ہے جس کی تصریح حافظ الدین البزازی نے اپنے فتاویٰ میں کی کہ جب خلیفہ رعیت کے احوال کی خیر کے لئے نکلے اور حصول مقصود کے بعد واپس لوٹے لیکن اس نے سفر کی نیت نہ کی کہ \_\_\_\_\_ وہ رجوع میں قصر کر سکتا تھا بشرطیکہ مدت سفر ہو اور اس شخص کا اعتبار نہیں کیا جائیگا، جس نے علت بیان کرتے ہوئے کہا کہ تمام ولایت خلیفہ کے لئے اپنے شہر کی طرح ہے کیونکہ یہ علت نص کے مقابل ہے اور پھر ائمہ ثلاثہ میں سے کسی سے بھی یہ مروی نہیں ہے لہذا یہ بات قابل سماعت نہیں اور چونکہ مذکورہ عبارت ”خلیفہ نے حصول مقصود کے بعد رجوع کا ارادہ کیا“ کو بزازی نے اس مسئلہ کے علاوہ کے تحت ذکر کیا ہے جسے ہم نے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام، خلیفہ، امیر اور محتسب دورہ کریں تاکہ لوگوں کے احوال کا علم ہو اور حصول مقصود کے بعد رجوع کریں لیکن وہ سفر قصر کا ارادہ نہ کریں تو وہ پوری نماز ادا کریں گے۔ یہ تمام اس کے منافی نہیں جو ہم نے مراد لیا کیونکہ شیخ حلبی کا مقصود (جیسا کہ ان کے سیاق کلام سے واضح ہے) اس شخص کا رد ہے جس نے کہا کہ خلیفہ اپنی ولایت میں مسافر نہیں ہو سکتا خواہ وہ مسافت سفر کا ارادہ کر لے اور یہ امر واضح طور پر باطل ہے باقی ہم نے جو کچھ بیان کیا اس پر مسافت سفر

اذا طاف في ولايته لا يقصر هو ما صرح به حافظ الدين البزازی في فتاويه انه اذا خرج لتفحص احوال الرعية و قصد الرجوع متى حصل مقصوده و لم يقصد مسيرة سفر حتى انه في الرجوع يقصر لو كان من مدة سفر و لا اعتبار بمن علة بان جميع الولاية بمنزلة مصره لان هذا تليل في مقابلة النص مع عدم الرواية عن احد من الائمة الثلاثة فلا يسمع اه فمع ان ما ذكر من قصد الرجوع متى حصل مقصوده انما ذكره البزازی في مسألة اخرى غير التي نقلنا عنها وهي ما قال بعدها وكذا الامام والخليفة و الامير والكاشف ليفحص الرعية و قصد كل الرجوع متى حصل مقصوده و لم يقصد و امسيرة سفر قصر اتموا الخ لا يخالف ما نحن نريده في شئ فانما مقصود كما هو صريح سوق كلامه الرد على من زعم ان الخليفة لا يصير مسافرا في ولايته وان قصد مسيرة سفر وهو امر بين البطون اما ما نحن فيه فقد بينا انه لا يصدق

لہ غنیۃ المستملی شرح نیۃ الصلی فصل فی صلوة المسافر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱  
 لہ فتاویٰ بزازی علی ہاشم الفتاویٰ باب الثانی والعشرون فی السفر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۲

تین منزل کے فاصلہ پر نہیں اگرچہ دس بیس بلکہ چھپن میل تک ہو تو سفر نہ ہو گا اس مقام دیگر میں بھی نماز پوری پڑھنی ہوگی اور الہ آباد میں بھی ان سب صورتوں کو خوب غور سے سمجھ لو۔

فی الدر المختار لو دخل الحاج مكة  
ایام العشر لم تصح نيته لانه يخرج  
الى منى وعرفة فصار كنية  
الاقامة في غير موضعها و بعد  
عودة من منى تصح كما لوني  
مبيته باحد هاتين وفي  
رد المحتار قيل هذه المسألة  
كانت سبب لفقته عيسى بن ابيان و  
ذلك انه كان مشغولا لطلب  
الحديث قال فدخلت مكة في اول  
العشر من ذي الحجة مع صاحب لي  
وعزمت على الاقامة شهرا فجعلت  
اتم الصلوة فلقيني بعض اصحاب  
ابي حنيفة فقال لي اخطأت فانك  
تخرج الى منى وعرفات فلما رجعت  
من منى بد الصاحب ان يخرج و  
عزمت على ان اصاحبه و جعلت  
اقصر الصلوة فقال لي صاحب  
ابي حنيفة اخطأت فانك  
مقيم بمكة فما لم تخرج  
منها لا تصير مسافرا فقلت

در مختار میں ہے کہ اگر کوئی حاجی مکہ میں ذوالحجہ کے عشرہ  
میں داخل ہوا تو اس کی نیت (برائے اقامت)  
درست نہیں کیونکہ اس نے منیٰ اور عرفات کی طرف انہی  
دنوں میں جانا ہے اس نیت اقامت کی طرح ہی ہے  
جو مقام اقامت نہ ہو اور منیٰ سے لوٹ  
کر نیت کرنا درست ہے جیسا کہ ان دونوں میں سے ایک  
میں رات بسر کرنے کی نیت کرے الخ رد المحتار میں ہے  
کہ منقول یہ ہے کہ یہ مسئلہ امام عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ  
تعالیٰ کے فقہ سیکھنے کا سبب بنا تھا ان کا اپنا بیان  
ہے کہ میں طلب حدیث میں مشغول تھا ذوالحجہ کے عشرہ  
میں منیٰ مکہ گیا میرے ساتھ میرے دوست بھی تھے  
میں نے وہاں ایک ماہ اقامت کی نیت کی اور پوری  
نماز ادا کرنا شروع کر دی مجھے امام ابوحنیفہ کے ایک  
ساتھی ملے انھوں نے کہا کہ تو نے غلط کیا ہے کیونکہ  
تو تو منیٰ اور عرفات کی طرف چلا جائے گا، پس جب  
میں منیٰ سے لوٹا تو میرے ساتھی کو مکہ سے نکلنے کی  
حاجت پیش آگئی اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں ان  
کے ساتھ رہوں تو میں نے نماز قصر شروع کر دی تو  
مجھے امام ابوحنیفہ کے ساتھی نے کہا تو نے غلط کیا  
کیونکہ تو مکہ میں مقیم ہے تو جب تو اس سے نکلے گا نہیں  
تو مسافر نہیں ہو سکتا، تو میں نے سوچا کہ میں نے

علامہ اسماعیل نے اس پر تنبیہ کی ہے اور وہ منحنی الخالق میں منقول ہے۔ (ت) ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں کہ یہاں اقصر ایام یعنی تحویل جدی کے دن میں فجر سے زوال تک سات سات کے قریب ہوتا ہے اور ششک نہیں کہ پیادہ اپنی معتدل چال سے سات گھنٹہ میں بارہ کوس بے تکلف چل لیتا ہے جس پر بارہ کوس کا بجز بہ شاہد، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۵۷ از الہ آباد کوٹھی حشمت اللہ خاں جنٹ مجسٹریٹ مرسلہ علی محمد خاں ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ء  
میں آج کل الہ آباد میں ہوں تو الہ آباد میرے واسطے سفر خیال کیا جائے گا یا نہیں، لیکن جنٹ صاحب کی کوٹھی میں رہتا ہوں اور الہ آباد ایک ہفتہ سے زیادہ رہنا نہیں ہوتا لیکن پھر اسی روز واپس آنا پڑتا ہے، الہ آباد میں نماز سفر کی پڑھی جائے گی یا نہیں؛ اور الہ آباد سے کتنا ایک مقام ہے جو قریب دس میل کے ہے وہاں پر بھی سفر کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؛ وہ الہ آباد ہی کے ضلع میں ہے جو اب جلد مرحمت فرمائیے۔

### الجواب

الہ آباد تمہارا وطن اصلی نہیں، نہ جنٹ صاحب کی کوٹھی میں ٹھہرنا اسے کسی طرح کا وطن کر دے گا جبکہ جنٹ خود آج کل وہاں نہیں بلکہ پندرہ دن قیام کی نیت دیکھی جائے گی اگر اس سے کم مدت قیام کی نیت ہے یا مقدار قیام کچھ معلوم نہیں کسی کام کے لئے گئے ہو اس کے ہو جانے کا انتظار ہے آج ہو جائے تو آج چلے جاؤ، بیس دن بعد ہو تو بیس دن بعد، تو اس صورت میں الہ آباد کا رہنا تمہارے لئے سفر ہی سمجھا جائے گا نماز سفر کی پڑھو اگرچہ انتظار انتظار میں مہینے گزر جائیں، یونہی اطراف میں جہاں چاہو چار رکعت کی دو ہی پڑھو جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت الہ آباد میں کر لی ہے تو اب الہ آباد وطن اقامت ہوگی نماز پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ اگرچہ ہر ہفتہ پر بلکہ ہر روز الہ آباد سے کہیں تھوڑی تھوڑی دور یعنی چھتیس کوس سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو جبکہ نیت کرتے وقت اُس پندرہ دن میں کسی رات دوسری جگہ شب باشی کا ارادہ نہ ہو ورنہ وہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہوگی مثلاً الہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہوگا تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوتی اور سفر ہی رہا اگرچہ دوسری جگہ الہ آباد کے ضلع میں بلکہ اس سے تین چار ہی کوس کے فاصلہ پر ہو اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری نہیں ٹھہرنے کی تھی اگرچہ دن میں کہیں اور جاتے اور واپس آنے کا خیال تھا تو اقامت صحیح ہوگئی نماز پوری پڑھی جائے گی جبکہ وہ دوسری جگہ الہ آباد سے چھتیس کوس یعنی ستاون اٹھاون میل کے فاصلے پر نہ ہو غرض قیام کی نیت کرتے وقت ان خیالوں کا اعتبار ہے بعد کو جو پیش آئے اُس کا لحاظ نہیں مثلاً پندرہ رات پورے کا قیام ٹھہرا لیا اور اس کے بعد اتفاقاً چند راتوں کے لئے اور جگہ جانا ہوا جو الہ آباد سے

الاقامة نصف شهر في مكان واحد والله تعالى اعلم  
 قوله كما لو نوى بيته باحد هافان  
 دخل اولا الموضع الذي نوى المقام  
 فيه نهاس الا يصير مقبلا وان دخل اول ما  
 نوى البيت فيه يصير مقبلا ثم بالخروج الى  
 الموضع الاخر لا يصير مسافرا لان موضع  
 اقامة الرجل حيث يبدي به حلية اه  
 وبه ظهر كل ما ذكرناه ، والله تعالى  
 اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵۸ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ از تلمر مستولہ خلیل الدین صاحب

زید کے وطن سے ایک مقام تینس کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور زید نے ایسی راہ سے سفر کیا کہ اُس مقام  
 تک چالیس کوس مسافت طے کرنی ہوتی تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں ؟

### الجواب

ہے جبکہ قصد دو جگہ پر منقسم نہ ہو مثلاً اُس راہ میں تینس کوس پر ایک شہر ہے، ارادہ یوں کیا کہ پہلے وہاں  
 جاؤں گا وہاں سے فارغ ہو کر دوسرے مقام پر کہ وہاں سے تینس کوس ہے جاؤں گا یوں چالیس کوس ہو جائیں گے  
 تو قصر نہیں، مکان سے تینس ہی کوس کے مقصد کو چلا ہے اگرچہ وہاں سے دوسرا قصد دوسری جگہ کا ہونے والا ہے  
 واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵۹ از بریلی مستولہ شیخ عبدالعزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے جواب میں ؛

(۱) منزل کتنے فرسنگ کی ہوتی ہے ؟

(۲) کے منزل پر قصر ہوگا ؟

(۳) طے منزل میں راہ راست کا اعتبار ہے یا جس راستے پر چلے ؟

ایک مسئلہ میں دو جگہ خطا کی ہے تو میں امام محمد کی خدمت میں گیا اور فقہ سیکھنا شروع کی۔ بدائع میں ہے کہ یہ حکایت ہم نے اس لئے وارد کی ہے کہ علم کی قدر معلوم ہو سکے اور طلباء کے لئے طلب علم کا باعث بن سکے، اھ بحسب۔ اس حکایت سے واضح ہو گیا کہ ان کی نیت اقامت رجوع کے بعد مؤثر ہوئی کیونکہ اب ایسے پندرہ دنوں کا قیام ہو گا جن کے درمیان نیت خروج نہیں بخلاف عرفات کی طرف نکلنے سے پہلے کے، کیونکہ جب نصف ماہ کے اتمام سے پہلے نکلنے کا ارادہ ہے تو اب مقیم نہیں ہو سکتا اور ممکن ہے کہ انھوں نے رجوع کے بعد تجدید نیت کی ہے اس سے وہ اعتراض ساقط ہو جاتا ہے جو علامہ قاری نے شرح اللباب میں اٹھایا کہ امام صاحب کے ساتھی کے کلام میں تعارض ہے کیونکہ پہلے انھوں نے مسافر ہونے کا حکم لکھ دیا اور دوبارہ مقیم کیا حالانکہ معاملہ اپنی جگہ پر تھا متون سے مفہوم یہ ہونا ہے کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک میں نصف ماہ کی نیت کی تو درست ہے تو اب عرفات کی طرف نکلنا مضر نہیں کیونکہ نصف ماہ کا مسلسل اس طرح ہونا شرط نہیں کہ اس میں خروج نہ ہو انتہی وجہ سقوط یہ ہے کہ تسلسل اس وقت شرط نہیں جب آدمی کا عزم دوسری جگہ جانے کا نہ ہو کیونکہ اس وقت وہ دو مقامات کی نیت کئے ہوئے ہے، ہاں منی سے رجوع کے بعد سنت صحیح ہوگی کیونکہ اب ایک جگہ میں

اخطات فی مسألة فی موضعین فرحلت الی مجلس محمد واشتغلت بالفقه قال فی البدائع وإنما وردنا هذه الحکایة لیعلم مبلغ العلم فیصیر مبعثة للطلبۃ علی طلبہ اھ بحر ویظهر من هذه الحکایة ان نیتہ الاقامة لم تعمل عملها الا بعد رجوعه لوجود خمسة عشر یوما بلا نية خروج فی اثنائها بخلاف ما قبل خروجه الی عرفات لانه لما كانت عانر ما علی الخروج قبل تمام نصف شهر لم یسر مقیما و یحتمل ان یكون جدد نية الاقامة بعد رجوعه و بهذا سقط ما اوردہ العلامة القاری فی شرح اللباب من ان کان فی کلام صاحب الامام تعارضاً حیث حکم اولاً بانہ مسافر و ثانياً بانہ مقیم مع ان المسألة بحالها والمفهوم من المتون انه لو نوى فی احد هما نصف شهر صحیح فی لا یضرة خروج الی عرفات اذا لا یشرط کونه نصف شهر متوالیا بحیث لا یخرج فیہ اھ ملخصاً ووجه السقوط ان التوالی لا یشرط اذا لم یکن من عزمه الخروج الی موضع آخر لانه یكون ناویا الاقامة فی موضعین نعم بعد رجوعه من منی صحت نیتہ لعزمه علی

کی نیت سفر ہے اور اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ جہاں تک مل سکے کسی مقیم کی اقتدار وقت میں کرے۔ درمختار میں ہے :

ایک غلام مقیم اور مسافر کے درمیان مشترک ہے ، اور دونوں کی خدمت نوبت بہ نوبت قرار دی گئی ہے تو مسافر کی نوبت میں قصر کرے ورنہ (اگر باری نہ ٹھہرائی ہو) توقدہ اولیٰ اس پر فرض ہوگا اور وہ نماز کا اتمام احتیاطاً کرے (کیونکہ جب اس کے مالک دو ہیں تو وہ ایک لحاظ سے مقیم اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر ہے) اور وہ کسی مقیم کے ساتھ اقتدار بالکل نہ کرے۔ یہ

عبد مشترك بين مقیم و مسافر ان تها یا قصر فی نوبۃ المسافر والا یفرض علیہ القعود الاول ویتم احتیاطا ولا یأتم بمقیم اصلا و هو مما ینغزله

وہ ایک لحاظ سے مقیم اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر ہے) اور وہ کسی مقیم کے ساتھ اقتدار بالکل نہ کرے۔ یہ غلام کے مسائل میں سے پیچیدہ مسئلہ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ "اور نہ اقتدار کرے الخ" شرح المنیہ میں ہے اور اس بنا پر لازم آتا ہے کہ اس کے لئے مقیم کی اقتدار کسی حال میں جائز نہ ہو، پس اسے اچھی طرح جان لینا چاہئے اور یعنی نہ وقت میں اور نہ وقت کے بعد، نہ شفع اول میں نہ ثانی میں، شاید اس کی وجہ وہ ہی ہو جو ہمارے شیخ نے فرمائی کہ قعدہ اولیٰ الحاق مسافر کی وجہ سے اس پر فرض تھا، پس جب اس نے مقیم کی اقتدار کی تو اب قعدہ اولیٰ کے لحاظ سے لازم آئے گا کہ ایک فرض ادا کرنے والا نفل ادا کرنے والے کی اقتدار کر رہا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) شارح المنیہ کے قول "اور اس بنا پر الخ" سے ظاہر ہوتا ہے کہ بطور

قولہ ولا یأتم الخ فی شرح المنیہ و علی هذا فلا یجوز لہ الاقتداء بالمقیم مطلقا فلیعلم هذا ای لا فی الوقت ولا بعدہ ولا فی الشفع الاول ولا فی الثانی ولعل وجهہ كما افادہ شیخنا ان القعدۃ الاولیٰ فرض علیہ ایضا لحاقالہ بالمسافر فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض بالمتنفل فی حتی القعدۃ الاولیٰ الخ

اقول لکن قول شارح المنیہ و علی هذا الخ یظہر منه انه تفریع من

(۴) یہاں سے بیسلپور ۸ کوس براہ سواری گاڑی اور براہ ریل گاڑی چھتیس کوس ہو جاتا ہے وہاں جانے میں قصر کب ہوگا؟

(۵) ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں پس یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

### الجواب

(۱) عرف میں منزل بارہ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس  $\frac{۵}{۸}$  میل یعنی ایک میل اور میل کے تین خمس اور تین میل کا ایک فرسنگ، تو ایک منزل چھ فرسنگ اور دو خمس فرسنگ کی ہوتی۔

(۲) تین منزل پر قصر ہے۔

(۳) جس راستے سے جائے اُس کا اعتبار ہے۔

(۴) ریل میں جائے تو قصر کرے ورنہ نہیں۔

(۵) جب دریاں سپرد مسجد کر دیں ملک مسجد ہو گئیں، جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶۴ از درو ضلع نننی تال ڈاک خانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دو آدمیوں کا غلام تھا ہر دو مع غلام کے سفر کو گئے راستے میں دونوں نے قیام کیا، ایک نے نیت اقامت کی دوسرے نے نہ کی، اب وہ عبد مشترک نماز قصری ادا کرے یا ہضریٰ بینواتوجروا۔

### الجواب

اگر وہ ان دونوں سے صرف ایک کے قبضہ میں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اُسی کی نیت کا اعتبار ہے لانہ ج لیس تابعا لالہ و سیأتیک ما یفیدہ۔ کیونکہ وہ جس کا ہے اُسی کا تابع ہوگا اور عنقریب اس پر مفیدہ گفتگو آ رہی ہے۔ (ت)

اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو اگر ان میں اس کی خدمت نوبت بہ نوبت قرار پاتی ہے مثلاً ایک دن اس کی خدمت کرے اور دوسرے دن اُس کی، تو ہر ایک کی نوبت میں اُس کی نیت پر عمل کرے یعنی جس دن خدمت کی باری ہو غلام بھی اپنے آپ کو مقیم سمجھے اور جس دن خدمت مسافر کی باری ہو اپنے آپ کو مسافر جانے، اور اگر باہم نوبت نہ قرار دی بلکہ یوں ہی دونوں کی خدمت میں ہے وہ من وجہ مقیم اور من وجہ مسافر ہے قصر اصلاً نہ کرے اس لحاظ سے کہ اس کے ایک مولیٰ نے نیت اقامت کی اور قعدہ اولیٰ بھی اپنے اوپر فرض جانے اس نظر سے کہ دوسرے مولیٰ



بالسبب اعنى الوقت بخلاف ما اذا اقتدى  
بعد انقضائه فاذا كان هذا فى حقه فكيف  
بمن ليس مسافرا من كل وجه ولا القعدة  
فريضة عليه وجها واحدا فهذا ينبغى ان  
يؤمر باقتداء المقيم فى الوقت مهما وجد  
كى يخرج عن احتمال الاتمام فى السفر  
ما حررتہ، ولشدة وضوح وثبوت الرواية  
بل نقل الاتفاق على جواز اقتدائه بالمقيم  
جزمت به فان كان صوابا فمن ربى الله و  
ارجوان لا يكون الا اياه - والله تعالى اعلم

وہ ایسے کہ یہاں سبب (وقت) متصل ہے بخلاف  
اس صورت کے کہ جب اقتدار وقت گزرنے کے بعد  
ہو، جب یہ معاملہ ہر لحاظ سے مسافر کا ہے تو اس کا  
حال کیا ہوگا جو ہر لحاظ سے مسافر نہیں اور اس پر  
قعدہ کے فرض ہونے کی ایک جہ متعین نہیں لہذا اسے  
حکم دیا جائے کہ وہ مقیم کا ساتھ جب بھی پائے اس کی  
اقتدار کرے تاکہ سفر میں احتمال اتمام سے خارج  
ہو جائے (جو میں نے وہاں لکھا ختم ہوا) شدت  
وضوح ثبوت روایت بلکہ مقیم کی اقتدار کے جواز پر  
اتفاق منقول ہونے کی وجہ سے میں نے اسی پر جزم

اختیار کیا ہے، پس اگر صواب ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ صواب ہی ہوگا۔ (ت)  
مسئلہ بریلی محلہ صندل خاں کی بزرگہ ۱۲۶۵ھ

۲۹ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے وطن سے ستر یا اسی کوس کے فاصلے پر کسی  
شہر میں ملازم ہے وہاں سے سال دو سال کے بعد آٹھ دس روز کے واسطے اپنے مکان پر آیا اور پھر چلا گیا  
اس آمدورفت میں اس کو نماز قصر پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

### الجواب

جب وہاں سے بقصد وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اس وقت سے جب تک اپنے  
شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو قصر کرے گا جب اپنے وطن کی آبادی میں آگیا قصر جاتا رہا، جب تک یہاں رہے گا  
اگرچہ ایک ہی ساعت، قصر نہ کر سکے گا کہ وطن میں کچھ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ضرور نہیں، پھر جب وطن سے اس  
شہر کے قصد پر چلا اور وطن کی آبادی سے باہر نکل گیا اس وقت سے قصر واجب ہو گیا راستے بھر تو قصر کرے گا ہی اور  
اگر اس شہر میں پہنچ کر اس بار پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ نہیں بلکہ پندرہ دن سے کم میں واپس آنے یا وہاں سے  
اور کہیں جانے کا قصد ہے تو وہاں جب تک ٹھہرے گا اس قیام میں بھی قصر ہی کرے گا اور اگر وہاں اقامت کا ارادہ  
ہے تو صرف راستے بھر قصر کرے جب اس شہر کی آبادی میں داخل ہوگا قصر جاتا رہے گا۔ والله تعالى اعلم

مسئلہ از پبلی بھیت مرسلہ حبیب احمد صاحب رضوی برکاتی ۳۰ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۲۶ھ

ایک شخص جنگل یا اسٹیشن پر جو جنگل میں واقع ہو ملازم ہے اور اس کو آقا جب بھیجتے ہیں تو کم از کم ایک ماہ

عنده على وجه البحث والافالذى  
 رأيت في التارخانية عن الحجة انه ان  
 لم يكن بالمهاياة وهو في ايديهما فكل  
 صلوة يصليها وحدة يصلي اربعا و  
 يقعد على سراس الركعتين ويقرا في  
 الاخرية وكذا اذا اقتدى بمسافر  
 يصلي معه ركعتين وفي قرأته في  
 الركعتين اختلاف واما اذا اقتدى بمقيم  
 فانه يصلي اربعا بالاتفاق <sup>له</sup> <sup>ما</sup> في  
 رد المحتار.

فقير كتمان:

غفر الله تعالى له رأيتني كتبت على هامش  
 قوله فاذا اقتدى بمقيم يلزم اقتداء  
 المفترض انما نصه اقول هذا مما  
 لست احصله فان المسافر من كل  
 وجه القعدة الاولى فريضة عليه  
 من كل وجه ومع ذلك يجوز له  
 الاقتداء بالمقيم اجماعا ولا يعد  
 بذلك مفترضا خلف متنفل اذا  
 اقتدى في الوقت بل يقال ان فرضه  
 تحول بالقعدة ارباعا فلم يتبق  
 القعدة الاولى فريضة عليه لمصادفة  
 المغير محله القابل له حيث اتصل

بحث یہ ان کی اپنی طرف سے تفریح ہے ورنہ میں نے جو  
 آثار خانہ میں حجہ کے حوالے سے دیکھا ہے اگر وہ باری باری  
 پابند نہیں اور وہ دونوں کے قبضہ میں ہے تو وہ  
 ہر نماز تنہا چار رکعات ادا کرے اور ہر دو کے بعد بیٹھے  
 اور آخری دو رکعتوں میں قرأت کرے اور اسی طرح  
 جب کسی مسافر کی اقتداء کرے تو اس کے ساتھ دو  
 رکعات ادا کرے اور اس کے بعد دو رکعتوں میں قرأت  
 کرنے میں اختلاف ہے لیکن جب وہ کسی مقيم کی اقتداء  
 کرے تو وہ بالاتفاق چار رکعتیں ادا کرے گا (رد المحتار  
 کی عبارت ختم ہوئی)

اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے، مجھے یاد پڑتا ہے  
 کہ میں نے ان کی اس عبارت "جب اس نے کسی  
 مقيم کی اقتداء کی تو فرض والے کی اقتداء لازم آئیگی" <sup>انہ</sup>  
 پر عاشریہ تحریر کیا اقول یہ ایسی چیز ہے جس سے  
 مجھے کچھ اتفاق نہیں ہو رہا، کیونکہ جو شخص ہر لحاظ سے  
 مسافر ہے اس پر بھی قعدة اولیٰ ہر لحاظ سے فرض ہے  
 حالانکہ وہ بالاتفاق مقيم کی اقتداء کر سکتا ہے جب  
 وقت میں ادا کرے تو اسے فرض والے کا نفل والے  
 کی اقتداء کرنا شمار نہیں کیا جاتا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اقتداء  
 کی وجہ سے اس پر فرض دو کے بجائے چار ہو گئے  
 ہیں تو اب قعدة اولیٰ اس پر فرض نہیں رہا کیونکہ یہاں  
 تبدیلی کے قابل محل میں تبدیلی پیدا کرنے والا پایا گیا ہے

یومالم یصیروا مقیمین لانہا حمولۃ ولیست  
بمساکن کذا فی المحیط۔  
کیونکہ وہ سامان اٹھانے والے ہیں وہاں ان کے  
گھر نہیں المحیط۔ (ت)

دوم نزلے جنگل میں کہ نیت اقامت صحیح نہیں، مدت سفر چل لینے کے بعد ہے کہ تین منزل قطع کر چکا ہو،  
اب کسی جنگل میں ۵ دن یا زائد قیام کی نیت کرے تو مسافر ہی رہے گا لیکن مدت سفر پوری ہونے سے پہلے جنگل میں  
بھی نیت اقامت صحیح ہے، مثلاً تین منزل کے ارادے پر چلا تھا ایک یا دو منزل چل کر نیت سفر قطع کی اور وہاں  
اقامت کی نیت کر لی مسافر نہ رہا نماز پوری پڑھے گا اگرچہ بن میں ہو۔ درمختار میں ہے،

صلی الفرض الرباعی رکعتین حتی یدخل  
موضع مقامہ ان ساس مدة السفر والا  
فیتم بمجرد نية العود لعدم استحکام  
السفر۔  
(مسافر) اپنے مقام پر واپسی تک چار فرض کے  
دو فرض ادا کرے اور چھتے سفر ہو ورنہ محض رجوع کی  
نیت سے پوری نماز ادا کرے کیونکہ سفر کا اثبات  
نہ ہوا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے،

یتوی بموضع صالح لها ان ساس ثلثة ایام  
والا فیتم ولو فی المفارۃ والحاصل  
ان نية الاقامة قبل تمام المدة تكون  
نقضا للسفر کنية العود الی بلده و السفر  
قبل استحکامه یقبل النقص اھ ملتقطا  
اگر ایسی جگہ نیت اقامت کی جو اقامت کی صالح تھی  
بشرطیکہ تین دن کا سفر طے کیا ہو ورنہ پوری نماز  
پڑھے۔ اگرچہ جنگل میں ہو، حاصل یہ ہے کہ تمام مدت  
سے پہلے اقامت کی نیت سفر کو ختم کر دیتی ہے جس  
طرح اپنے شہر کی طرف لوٹنے کی نیت سے سفر ختم  
ہو جاتا ہے جبکہ سفر اپنی مدت مکمل ہونے سے قبل کا عدم ہو سکتا ہے اھ ملتقطا (ت)

معراج الدرایہ پھر علمگیریہ میں ہے،

اذالم یسر ثلثة ایام فعزم علی الرجوع  
اونوی الاقامة یصیر مقیما وان کانت  
المفارۃ۔  
جب تین دن کا سفر طے نہ کیا اور رجوع کا عزم کر لیا  
یا اقامت کی نیت کر لی تو مقیم ہو جائے گا اگرچہ  
جنگل میں ہو۔ (ت)

۱۳۹/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب الخامس عشر فی صلوة المسافر	۱۳۹/۱
۱۰۴/۱	مطبع مجتہائی دہلی	باب صلوة المسافر	۱۰۴/۱
۵۸۱/۱	مصطفیٰ البابی مصر	باب صلوة المسافر	۵۸۱/۱
۱۳۹/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	باب الخامس عشر فی صلوة المسافر	۱۳۹/۱

کے ارادے سے بھیجتے ہیں تو اس ملازم پر نماز قصر ہے یا پوری؟ اور مندرجہ ذیل دلیلوں میں زید حق پر ہے یا عمرو؟ زید کا قول ہے کہ ملازم کو ہر حالت میں نماز کرنا چاہئے اگرچہ آقا ایک ماہ کے ارادے سے بھیجے کیونکہ اگر آقا چاہے تو آٹھ روز میں دوسری جگہ منتقل کر دے، دوسرے جنگل ہونے کی وجہ سے ہر حالت میں قصر واجب ہے کیونکہ وہاں آبادی نہیں ہے جو اقامت کی جگہ ہے۔ عمرو کی دلیل ہے کہ کل کام ارادے کے لحاظ پر ہوتے ہیں یعنی جس وقت آقا بھیجتا ہے تو ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتا ہے پر وہ چاہے ایک روز میں بلا لے اس حالت میں ارادے کی وجہ سے نماز قصر نہیں ہوتی، دوسرے جس جنگل میں اقامت نہیں ہوتی وہ دوسرے جنگل میں اور ایسے جنگل یا اسٹیشن جو جنگل میں ہوں جہاں بیس بچس انسان ہر وقت رہتے ہوں و نیز ریلوے کے ملازم بھی اسٹیشن پر کام کرتے ہوں (اگر آبادی گاؤں وہاں سے دو چار کوس پر ہوں) اقامت کو باطل نہیں کرتی ایسی جگہ ان میں قول کس کا درست ہے؟

## الجواب

یہاں چند امور پر اطلاع لازم جن سے بعونہ تعالیٰ انکشاف حکم ہو،

اول اسٹیشن اگرچہ آبادی سے کچھ فاصلے پر ہو وہاں عمارت ہوتی ہے سامان اقامت مہیا ہوتا ہے، ہاں اگر آبادی سے کوسوں دوری ہے جنگل میں متعین ہوں جیسے بن کی لکڑی لینے والے، تو وہ محل اقامت نہیں اگرچہ خیمے ڈیرے ساتھ ہوں مگر ان کے لئے جن کی طرز معیشت ہی یہ ہو، جیسے سانسے۔ درمختار میں ہے،

اوینوی اقامة نصف شهر بموضع صالح لها  
او قرية او صحراء دارنا وهو من اهل  
الاجبية۔

یا وہ نصف ماہ اقامت کی نیت کسی ایسی جگہ کرے جو اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو یا قریہ ہو یا ہمارے ملک کا صحراء ہو اور نیت کرنے والا خانہ بدوش ہو (ت)

علمگیری میں ہے،

شمس الائمة حلوانی نے فرمایا کہ مسلمانوں کا لشکر اگر کسی جگہ جائے اور ان کے خیمے کا سامان ان کے ساتھ ہو، انھوں نے راہ میں جنگل میں پڑاؤ ڈالا اور وہاں خیمے وغیرہ نصب کئے اور پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو وہ مقیم نہیں ہوں گے

قال شمس الائمة الحلوانی عسکر المسلمین  
اذا قصدوا موضعا ومعهم اخبیتهم و  
خيامهم وفساطیطهم فنزلوا مفاخرة فب  
الطریق ونصبوا الاجبية والفساطیط و  
عزموا فیها علی اقامة خمسة عشر

واپس آیا اور یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہے تو جاتے اور آتے اور ٹھہرتے قصر کرے گا کہ یہ سچی نیت ہوئی اگرچہ وہاں جانے سے کوئی کام نہ تھا، درمختار میں ہے،

اگر حاجی مکہ میں ذوالحج کے عشرہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت اقامت درست نہ ہوگی کیونکہ اس نے منیٰ اور عرفہ کی طرف نکلنا ہے۔ (د ت)

لودخل الحاج مكة ايام العشر لاصح نيته لانه يخرج الى منى وعرفة به

معراج الدراية پھر علمگیر یہ میں ہے،

ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تاجر جو کسی شہر میں کسی ضرورت کے لئے گیا اس نے حصول حاجت کے لئے پندرہ دن اقامت کی نیت کر لی تو وہ مقیم نہ ہوگا کیونکہ وہ موقوفہ ہے اس بارے میں کہ اگر ابھی کام ہو جاتا ہے تو لوٹ جائے اور اگر نہیں ہوتا تو اقامت کرے، تو اس کی نیت نیت نہ ہوئی، یہ صورت اس شخص کے خلاف حجت ہے جو کہتا ہے کہ جو کوئی کسی جگہ کی طرف نکلنا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے تو وہ کسی دور جگہ کی نیت کر کے نکل پڑتا ہے تاکہ رخصت

قال اصحابنا رحمهم الله تعالى في تاجر دخل مدينة للحاجة نوى ان يقيم خمسة عشر يوما لقضاء تلك الحاجة لا يصير مقيما لانه مسترد بين ان يقضى حاجته فيرجع وبين ان لا يقضى فيقيم فلا تكون نيته مستقرة وهذا الفصل حجة على من يقول من اراد الخروج الى مكان ويريد ان يترخص برخص السفر ينوي مكانا بعد منه، وهذا غلط.

کہ اسے سفر کی سہولت میسر ہو (حالانکہ وہ جگہ اتنی دور نہیں) تو وہ کسی دور جگہ کی نیت کر کے نکل پڑتا ہے تاکہ رخصت حاصل ہو جائے، تو یہ غلط ہے۔ (ت)

**ششم** وطن اقامت یعنی جہاں پندرہ دن یا زیادہ قیام کی نیت صحیحہ کر لی ہو آدمی کو مقیم کر دیتا ہے اور اقامت و سفر میں واسطہ نہیں تو وہاں سے بے ارادہ مدت سفر اگر ہزار کوس دورہ کرے مثلاً دس کوس کے ارادے پر وہاں سے چلے پھر وہاں سے پندرہ کوس کا ارادہ کرے وہاں سے بیس کوس کا قصد ہو مسافر نہ ہوگا اور قصر نہ کر سکے گا جیسے وطن اصلی سے یوں دورہ کرنے میں حکم ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً وطن اقامت سے بیس کوس گیا اور وہاں سے چھتیس کوس کا ارادہ کر کے چلا اور بیچ میں یہ وطن اقامت آکر پڑے گا تو سفر جاتا رہے گا، ہاں اگر تین منزل چلنے کے بعد یہ وطن بیچ میں نہ آئے گا تو قصر کرے گا اور یہ وطن وطن اقامت نہ رہے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

سوم نوکر کی اپنی نیت معتبر نہ ہونا بلکہ نیت آقا کا تابع ہونا اس حالت میں ہے کہ آقا کے ساتھ ہو ورنہ خود اس کی نیت معتبر ہے، تنویر الابصار و درمختار و رد المحتار میں ہے،

المعتبر نية المتبوع لا التابع كما مرأة وفاها  
مهرها المعجل وعبد وجندی اذا كان  
يرتق من الامير او ميت المال و اجير،  
مشاهرة او مسانهة، تاتارخانيه، واسير و  
غريم وتلميذ مع ترويج و مولی و امير و  
مستاجر و اسرودائن و استاذ فقيد المعية  
ملاحظ في تحقيق التبعية اه ملتقطاً .

سربراہ کی نیت کا اعتبار ہے تابع کا نہیں جیسا کہ وہ  
خاتون جس کا مہر معجل ادا کر دیا گیا اور غلام، سپاہی  
اس وقت جب امیر سے یا بیت المال سے روزی  
لیتا ہو یا ماہانہ یا سالانہ مزدوری پر سوتا یا رخنہ  
قیدی، مقروض اور شاگرد جب لوگ اپنے متبوع خاوند، مولیٰ  
مستاجر، قید کرنے والا، قرض خواہ اور استاذ کے  
ساتھ ہوں اور تابع ہونے کے اثبات کے لئے  
معتیت کی قید ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا (ت)

چہارم مجرد احتمال کہ شاید آج چلا جانا ہونا فی اقامت نہیں اور اپنے وطن کے سوا آدمی کبھی کہیں مقیم  
نہ ہو اگرچہ سال بھر اقامت کی نیت کرے کہ کیا معلوم شاید آج ہی کوئی ضرورت سفر کی پیش آئے بلکہ اس کے لئے  
غالب گمان درکار ہے یقین کی حاجت نہیں کہ بے اعلام نبی غیب پر یقین کی کوئی صورت نہیں۔ تبیین الحقائق  
امام زینلعلی پھر ہندیہ میں ہے،

لا بد للمسافر من قصد مسافة ثلثة  
ایام و یکفی غلبة الظن یعنی اذا غلب  
على ظنه انه يسافر قصر ولا يشترط فيه  
التيقن

مسافر کے لئے تین دن کی مسافت کا ارادہ ضروری ہے  
اور غلبہ ظن کافی ہوگا یعنی جب اس کا ظن غالب یہ ہو  
کہ وہ سفر کرے گا تو قصر کرے کیونکہ یقین شرط  
نہیں۔ (ت)

پہنچم نیت سچے عزم قلب کا نام ہے، پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے، اور جانتا ہے کہ اس سے  
پہلے چلے جانا ہے تو یہ نیت نہ ہوتی محض تخیل ہوا، یوں ہی دل میں عزم دو ہی منزل کا ہے اور گھر سے تین منزل  
کا ارادہ کر لیا کہ آبادی سے نکل کر راہ میں قصر کی اجازت مل جائے ہرگز اجازت نہ ہوگی کہ یہ نیت نہیں وہی خیال بندی  
ہے، البتہ اگر دو ہی منزل جاتا ہے اور سچا ارادہ تین منزل کا کر لیا اور تین منزل جا کر ایک منزل اپنے محل مقصود کو

۱/ ۵۸۴ لہ رد المحتار شرح الدر المختار باب صلوة المسافر مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر  
۱/ ۱۳۹ لہ فتاویٰ ہندیہ باب الخامس عشر فی صلوة المسافر ۱۱ نورانی کتب خانہ پشاور

ہاں اگر مدت سفر سے یہاں نوکر ہو کر آیا اور معلوم ہے کہ پندرہ دن ٹھہرنا ہوگا تو اہلۃ مقیم نہ ہوگا، جب اُس دوسری جگہ سے فارغ ہو کر آئے گا اور یہاں ملازمانہ قیام کرے گا اُس وقت سے مقیم ہوگا،

جیسا کہ رد المحتار میں شیخ عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ کے واقعہ میں ہے کہ نیت اقامت مؤثر نہیں مگر رجوع کے بعد کیونکہ پندرہ دنوں کی نیت ہے اور اس میں نکلنے کی نیت بھی نہیں بخلاف عرفات کی طرف نکلنے سے پہلے کے کیونکہ جب نصف ماہ کے اتمام سے پہلے نکلنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا۔

(ت)

كما قال في رد المحتار في واقعة عيسى بن ابان رحمه الله تعالى ان نية الإقامة لم تعمل عملها الا بعد رجوعه لوجود خمسة عشر يوما بلا نية خروج في اثنا عشر يوما ما قبل خروجه الى عرفات لانه لما كان عازما على الخروج قبل تمام نصف شهر لم يصير مقيما۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نفقہ ساقط ہو جائے گا، اگر سفر سے لوٹا ہے تو نفقہ لوٹ آئے گا، اور اگر مکہ کو اپنا وطن بناتا ہے خواہ تھوڑے دن یا زیادہ تو نفقہ نہیں لوٹے گا، اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پندرہ دن کی نیت کے بغیر بھی اگر وہ رہا تو وہ متوطن ہوگا، ظاہراً اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ اگر مکہ کو اپنا وطن بناتا ہے تو اس میں دنوں وغیرہ کی کوئی حد نہیں لہذا اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا اب اس کے بعد رجوع اپنی ذات کے لئے نیا سفر ہوگا اگرچہ وہ سفر دو دن کے بعد ہی کیوں نہ ہو لہذا وہ میت کی طرف سے نفقہ کا مستحق نہ ہوگا واللہ سبحانہ اعلم اہ فافہم ۱۲ منہ (ت)

سقطت فان عاد عادت وان توطنها سواء قل او كثيرا تعود وهذا يفيد ان التوطن غير مجرد نية الإقامة خمسة عشر يوما والظواهرات معناه ان يتخذها وطنا ولا يحد في ذلك حدا فتسقط النفقة ثم العود انشاء سفر لحاجة نفسه ولو بعد يومين فلا يستحق به النفقة على الميت والله سبحانه اعلم اہ فافهم ۱۲ منہ (م)

۵۸۲/۱

مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصطفیٰ البابی مصر

باب صلوٰۃ المسافر

رد المحتار

۶۹/۳

مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر

باب الحج عن الغیر

فتح القدير

والمحصل ان انشاء السفر يبطل وطن الاقامة  
اذا كان منه اموال وانشاء من غيره فان لم  
يكن فيه مرور على وطن الاقامة او كان ولكن  
بعد سير ثلاثة ايام فكذاك ولو قبله لم يبطل  
الوطن بل يبطل السفر لان قيام الوطن مانع  
من صحته له

حاصل یہ ہے کہ سفر شروع کرنے سے وطن اقامت باطل  
ہو جاتا ہے جبکہ سفر وہاں سے ہو اور اگر سفر کسی اور جگہ  
سے ہو تو اب وطن اقامت سے گزر نہیں ہوا یا ہوا ہو لیکن  
تین دن بعد، تو حکم یہی ہے، اور اگر اس سے پہلے ہوا  
تو وطن بالکل باطل نہ ہوگا بلکہ سفر باطل ہو جائے گا،  
کیونکہ قیام وطن صحت سفر سے مانع ہوتا ہے (ت)  
ہفتہم نوکری ملازمت ہے اس میں قصد استقامت ہوتا ہے تو جو جہاں نوکری ہو کر رہنا اختیار کرے مقیم ہو جائیگا  
اگرچہ بالخصوص پندرہ دن کی نیت نہ ہو لکن نیت الاستدامة فوق ذلك (کیونکہ دوام کی نیت اقامت کی نیت فاتی ہے۔)

عنه فتح القدير باب الحج عن الغير من ہے :

لو توطن مكة بعد الفراغ خمسة عشر يوما  
بطلت نفقته في مال الميت لانه توطن حج  
لحاجة نفسه بخلاف ما اذا قام اقل فانه مسافر  
على حاله فان بداله بعد ذلك ان يرجع رجعت  
نفقته في مال الميت وقد روى  
عن ابى يوسف انه لا تعود  
لانه في الرجوع عامل لنفسه  
لا للميت لكنها قلنا ان  
اصل سفره كان للميت فما بقى  
ذلك السفر بقية النفقة كذا في المبسوط،  
وذكر غير واحد من غير  
ذكر خلاف انه ان نوى  
الاقامة خمسة عشر يوما

اگر (حج بدل کرنے والے نے) فراغت کے بعد مکہ معظمہ  
میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب مال میت سے  
خرچ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اب اپنے ذاتی کام کے لئے  
ٹھہرا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جس میں پندرہ دن سے  
کم ہو کیونکہ اب وہ حالت سفر میں ہی ہے پس اگر پندرہ  
کے بعد وہ رجوع کا ارادہ کرتا ہے تو خرچہ مال میت کی طرف  
لوٹ آئے گا، امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مال میت  
کی طرف نہیں لوٹے گا کیونکہ رجوع اپنی ذات کے لئے ہے  
نہ کہ میت کے لئے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ سفر میت  
کے لئے ہے، تو جب تک سفر میں رہے گا اس کا نفقہ  
میت کی طرف سے ہی گا، مبسوط میں اسی طرح ہے،  
اور متعدد فقہاء نے اسے بغیر اختلاف کے بیان کرتے  
ہوئے کہا ہے کہ اگر اس نے پندرہ دن کی نیت کر لی تو  
(باقی اگلے صفحہ پر)



پڑھے گا اور یہاں پہنچ کر بھی کہ قبل سیر سے روزہ جنگل میں نیتِ اقامت صحیح ہے اور بوجہ عدم انشاء سفر اُس کی وہ اقامت باطل نہ ہوتی نہ وہ وطن اقامت باطل ہوا، اس صورتِ ششم میں اُس کا حکم شقوق صورتِ ثانیہ آئندہ کی طرف عود کر جائے گا۔

**صورتِ ثانیہ :** مقیم ہے اور یہ جگہ محلِ اقامت نہیں، اس میں :

- (۱) جب تک بعد تعین بلا فصل یہاں رہے گا پوری پڑھے گا کہ مقیم کا بن میں ٹھہرنا سفر نہیں۔
- (۲) اگر یہاں سے کہیں مدتِ سفر سے کم کی نیت سے جائے گا جاتے اور آتے اور وہاں ٹھہرتے ہر حال میں اتمام کرے گا اگرچہ وہاں ایک ہی دن ٹھہرے کہ ہنوز سفر متحقق نہ ہوا۔
- (۳) اگر مدتِ سفر کی نیت سے جائے گا راہ میں قصر کرے گا اور وہاں بھی اگر پندرہ دن کی نیت نہ کرے ورنہ وہاں پوری پڑھے گا۔

- (۴) یہی واپسی میں جب وہاں سے اُس مقام کو بقصدِ واحد واپس آئے گا راہ میں قصر کرے گا۔
- (۵) جب یہاں پہنچے گا از انجا کہ مدتِ سفر سے آیا ہے اور یہ محلِ اقامت نہیں، اب اس کا حکم شقوق صورتِ اولیٰ گزشتہ کی طرف عائد ہوگا کہ ابتدائے واپسی سے بلا فصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اس آخرہ کہ اب یہاں مسافر یعنی مذکور ہو کر آیا، بالجملہ جب یہاں بعد سفر آئے گا صورتِ اولیٰ ہوگی اور مقیم ہو کر صورتِ ثانیہ یہی دورہ رہے گا۔

**صورتِ ثالثہ :** مسافر یعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محلِ اقامت جیسے اسٹیشن، اس میں :

- (۱) اگر ابتدائے تعین میں معلوم تھا کہ پندرہ دن کے اندر یہاں سے جانا ہے تو مقیم نہ ہوگا قصر ہی پڑھے گا۔
- (۲) یہاں سے کہیں قبل اقامت جائے راہ میں قصر ہی کرے اور واپسی میں بھی۔
- (۳) جب وہاں سے واپس آئے اور اب بھی پندرہ دن کے اندر کہیں جانے کا ارادہ ہے تو یہی شقوق و احکام ہیں۔

- (۴) اب وہ ارادہ نہیں یا ابتدائے تعین ہی میں ۱۵ روز کے اندر کہیں جانے کی نیت نہ تھی تو جہی سے یا اب یہاں آکر مقیم ہو جائے گا پوری پڑھے، اس صورتِ چہارم میں اُس کا حکم شقوق اربعہ آئندہ کی طرف رجوع کرے گا۔

**صورتِ رابعہ :** مقیم ہے اور یہ جگہ محلِ اقامت، اس میں :

- (۱) جب تک یہاں رہے گا اتمام کرے گا اگرچہ ایک ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو۔
- (۲) یہاں سے کہیں جائے اور جاتے اور آتے اور ٹھہرتے اور واپس آکر ہمیشہ پوری پڑھے گا جبکہ وہ جگہ

اور جبکہ ایک جگہ نوکر ہو کر رہے اور پندرہ دن کے اندر وہاں سے دوسری جگہ جانا معلوم نہ ہو تو صرف احتمال قاطع اقامت نہ ہو گا ورنہ کوئی وطن اقامت نہ ہو سکے اور اپنے وطن سے مدتِ سفر پر جو لاکھوں آدمی نوکر ہوتے اور برسوں وہاں رہتے ہیں کبھی مقیم نہ ہوں کہ بدلی یا کسی کام پر بھیجے جانے کا احتمال ہر وقت ہے ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم (یہ تو میرے نزدیک ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتے والا ہے۔ ت) جب یہ امور سب سے معلوم ہوں گے اب مسئلہ مسئلہ کی طرف چلئے۔

**فاقول وباللہ التوفیق** (پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اوپر معلوم ہوا کہ یہاں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ جہاں متعین ہوا وہ زراعت جگہ ہے جائے اقامت نہیں۔ دوسرے یہ کہ محل اقامت ہے جیسے اسٹیشن۔ اور ہر تقدیر پر دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ یہ شخص متعین ہوتے وقت مسافر ہے یعنی تین منزل چل کر آیا اور ہنوز کہیں مقیم نہ ہوا۔ دوسرے یہ کہ مقیم ہے مثلاً اسی شہر یا اور قریب جگہ کا ساکن ہے اور یہاں شہر سے دو چار کوس کے فاصلے پر متعین ہوا یا آیا تو تین منزل طے کر کے مگر شہر میں پندرہ دن نیت کے ساتھ ٹھہرا کہ مقیم ہو گیا۔ اور اب یہاں متعین ہو تو چار صورتیں آئیں:

**صورتِ اولیٰ:** مسافر بمعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں، اس میں:

(۱) ابتدائے تعیین سے بلا فصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ دس برس یہیں رہنے کی نسبت اس کے آقائے کہہ دیا اور اس نے بھی ارادہ کر لیا کہ جب وہ مدتِ سفر سے آیا اور کہیں مقیم نہ ہو اور یہ محل اقامت نہیں تو جب تک بھی یہاں رہے گا مسافر ہی رہے گا۔

(۲) اگر یہاں سے حکماً خواہ صرف بارادہ خود کسی دوسری جگہ جائے گا راہ میں قصر ہی کرے گا اگرچہ وہ جگہ یہاں سے مدتِ سفر پر نہ ہو۔

(۳) اس دوسری جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو وہاں بھی قصر ہی پڑھے اور وہاں سے واپسی میں بھی اور اس مقام پر واپس آ کر بھی، اگرچہ یہاں کتنا ہی ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ ہنوز اس کا سفر بوجہ عدم اقامت ختم نہ ہوا۔

(۴) اگر وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت حکماً خواہ فقط اپنے ارادے سے کی تو وہاں پوری پڑھے گا۔

(۵) جب وہاں سے واپس ہو گا اگر اُس جگہ اور مقام تعیین میں تین منزل کا فاصلہ ہے تو واپسی میں بھی قصر کرے گا اور یہاں پہنچ کر بھی، اگرچہ یہاں کتنے ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ مدتِ سفر سے یہاں پہنچ کر اُس کی پھر حالت اولیٰ عود کر آئی اور انشائے سفر کے سبب اُس اقامت جائے دیگر کا کوئی اثر نہ رہا۔

(۶) اگر بعد اقامت پانزدہ روزہ وہاں سے واپس ہوا اور بیچ میں مدتِ سفر نہیں تو اب راہ میں بھی پوری

## الجواب

بیشک گنہگار و مستحق عذاب ہوگا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا ۱ یہ قصر صدقہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے اس صدقہ سے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶۹ از اولدن ضلع جھانسی مرسلہ محمد تقی خاں سب انسپکٹر پولیس اسٹیشن ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں ضلع جھانسی میں ملازم ہوں جو کہ ضلع بدایوں سے قریب ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور مقام جھانسی میں تھانہ اولدن میں تعیناتی ہے پندرہ روز تک کبھی تھانہ میں ٹھہرنا نہیں ہوتا علاقے کے دیہات میں برابر بسلسلہ کارگورنمنٹ تفتیش وغیرہ کے گشت رہتا ہے لہذا التماس ہے کہ ایسی صورت میں نماز قصر پڑھنا چاہئے یا پوری نماز پڑھنا۔

## الجواب

جو مقیم ہو اور وہ دس دس پانچ پانچ بیس بیس تیس تیس کوس کے ارادے پر جائے کبھی مسافر نہ ہوگا ہمیشہ پوری پڑھے گا اگرچہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کر آئے جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس کوس یعنی ساڑھے ستاون میل انگریزی کے ارادے سے نہ چلے یعنی نہ سچ میں کہیں ٹھہرنے کی نیت ہو اور اگر دو سو میل کے ارادے پر چلا کر ٹکڑے کر کے یعنی بیس میل جا کر یہ کام کروں گا وہاں سے تیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل، و علیٰ ہذا القیاس مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہوگا کہ ایک لخت ارادہ ۵۰ میل کا نہ ہو، ہاں جو مسافر ہے مقیم نہیں وہ جہاں ہے وہاں بھی قصر پڑھے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو وہاں بھی قصر ہی کرے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو وہاں بھی قصر ہی کرے گا جب پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کسی محل اقامت میں نہ کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۰ از سلی بھیت محلہ شیر محمد خاں مسئلہ حبیب احمد بریلوی ۲۵ ذی الحجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علاقہ نیپال کے جنگل میں منجانب تاجران لٹھ ملازم ہے اور ایسی جگہ رہنا ہوتا ہے جہاں سے ایک یا دو میل یا کم زیادہ کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت ہوتی ہے تا انگریزی عملداری کے جنگلات میں ملازم ہے جو بصورت مذکورہ بالا ہے یا اسٹیشن ریلوے جنگل میں ہے وہاں سے بھی دو یا تین میل کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت ہے، اور آقا جب بھیجتا ہے تو کچھ مدت مقرر نہیں کرتا تو ان صورتوں میں ملازم کو نماز قصر ادا کرنا واجب ہے یا پوری؟ اور اگر خود مختار ہے تو اس کو قصر پڑھنا چاہئے یا پوری؟ زید کا قول کہ نماز قصر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اول عملداری ہندو کی ہے یعنی نیپال دوسرے جگہ اقامت پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے یعنی کچھ قاصد

لے سنن ابی داؤد باب صلوة المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱۷۰/۱

مدت سفر پر نہ ہو۔

(۳) اگر مدت سفر پر جائے راہ میں قصر کرے اور وہاں پوری پڑھے: اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو، ورنہ وہاں بھی قصر کرے۔

(۴) جب وہاں سے واپس آئے راہ میں قصر کرے یہاں پہنچ کر یہی شقوق و احکام ہیں جبکہ پندرہ دن کے اندر جانے کا ارادہ نہ ہو۔

(۵) اگر بعد واپسی یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو یہاں آکر بھی مقیم نہ ہوگا کہ یہ وطن اقامت بوجہ سفر باطل ہو گیا اور اب قصد اقامت نہیں، اس صورت پنجم میں اس کا حکم شقوق صورت ثالثہ کی طرف راجع ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶۷ از اسٹیشن دو دھواگھاٹ ضلع کھیری لکھیم پور کا رخانہ عبد اللطیف خاں صاحب ٹھیکہ دار  
مرسلہ فرخ شاہ خاں ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسٹیشن دو دھواگھاٹ ایک جھنگل کا مقام ہے اور یہاں پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے اور میں ایک ٹھیکہ دار کا ملازم ہوں اور بظاہر مجھ کو امید ہے کہ اس جگہ میرا قیام جب تک کہ ملازمت قائم ہے برابر رہے گا اسی خیال سے میں پوری نماز ادا کرتا تھا، اب ایک شخص سکھنے سہلی بھیت نے یہ کہا کہ تم کو یہاں پر قصر پڑھنا چاہئے خواہ تم ایک سال رہو یا زائد رہو، لہذا آپ کی خدمت میں یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کا جو حکم ہو اس سے مطلع فرمائیے تاکہ شک رفع ہو اور اس کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

### الجواب

جبکہ وہاں نہ آبادی ہے نہ جائے قیام ہے تو اگر یہ وہاں مسافر ہو کر پہنچا یعنی تین منزل سے ارادہ کر کے بیچ میں بغیر سفر توڑے وہاں پہنچا تو جب تک وہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ کتنی ہی مدت گزرے اور اگر وہاں مقیم ہو کر پہنچا یعنی تین دن کی راہ سے کم فاصلہ وہاں تک تھا یا زیادہ تھا مگر بیچ میں دوسری جگہ ٹھہرتا ہوا آیا کہ پچھلے قصد سے یہاں تک مدت سفر نہ تھی تو جب تک رہے گا پوری پڑھے گا اگرچہ ایک ہی دن رہے قیام کا اصلاً قصد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶۸ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ غلام جان صاحب طالب علم ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو وہ سفر میں اگر دیدہ و دانستہ بنیت زیادہ ثواب، پوری نماز پڑھے گا تو گنہ گار ہو گا یا نہیں؟

مسئلہ ۱۲۷۱ از اناؤہ محلہ ثابت گنج مرسلہ محمد ابراہیم خاں صابری مارہروی ۲ شوال ۱۳۳۹ھ  
 زید کی کسراں اُس کے مکان مسکونہ سے بسفریل ۱۱۴ میل کے فاصلے پر ہے اور بیوی بچے اُس کے کسراں  
 میں رہتے ہیں مگر زید اپنے کاروبار کی وجہ سے زیادہ تر اپنے مسکن پر رہتا ہے اور بال بچے جو اس کے کسراں میں رہتے  
 ہیں بلکہ ضرورۃً عرصہ ۸ ماہ سے اُن کو وہاں چھوڑ رکھا ہے ایسی صورت میں جب زید اپنے مسکن سے اپنے بال بچوں  
 میں ہونے کے واسطے بائیں ارادہ گیا کہ میں چوتھے روز یا پندرہ دن کے بعد یا مہینہ بھر کے بعد واپس آؤں گا تو اُس پر  
 قصر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی موقع سے اُس نے قصر نماز ادا نہ کی ہو جس کو کہ وہ اپنے علم کے موافق قصر نہیں  
 جانتا مگر شرعی اصول کے موافق اُس پر قصر واجب ہو تو اُس کے ذمہ کچھ مواخذہ ہے یا نہیں؟

### الجواب

جبکہ مسکن زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچوں کا یہاں رکھنا عارضی ہے تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ دن  
 سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا قصر کرے گا اور پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے مقیم ہو جائے گا پوری پڑھے گا جس  
 پر شرعاً قصر ہے اور اُس نے جہلاً پڑھی اُس پر مواخذہ ہے اور اُس نماز کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۲ از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مرسلہ غنشی محمد علی ارم ۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل میں ایک کثیر عملہ ریلوینگ رہتا ہے جس کا یہی کام کہ ہفتہ عشرہ  
 ایک دن دو دن زیادہ کم کسی ملازم ریلوے کے بیمار ہو جانے تخفیف میں آجانے رخصت جانے پر اس کی جگہ جاتے رہتے  
 ہیں جس سے کہیں بیس دن مہینہ اور زیادہ دو دو چار چار دن ہی رہنا پڑتا ہے ان کے لئے نماز میں قصر کا حکم ہے یا نہیں؟

### الجواب

اگر اپنے مقام اقامت سے  $\frac{1}{4}$ ، ۵ میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا  
 مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے، ہاں یہ جو بھیجا گیا اگر اس  
 وقت حالت سفر میں ہے مقیم نہیں تو کم بیش جتنی دُور بھی بھیجا جائے گا مسافر ہی رہے گا جب تک پندرہ دن کامل ٹھہرنے  
 کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۳ از شہر محلہ بہاری پور مسئلہ نواب وزیر احمد خاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج قصد تلہر اس وقت دس بجے کی گاڑی  
 سے ہے تلہر تک قصر نہیں تلہر سے قصد رامپور کا ہے تلہر سے رامپور تک قصر ہے لیکن درمیان میں بریلی پڑے گی اترنا نہیں  
 ہوگا اس صورت میں قصر کا کیا حکم ہے، تلہر میں بھی قصر پڑھا جائے یا نہیں اور اگر تلہر میں قصد رامپور کا فرسخ ہو جائے تو  
 قصر کو قصر کیا جائے یا نہیں؟ بدینواتوجروا

پر ہے، تیسرے یہ صورتِ اول میں خود مختار نہیں، آقا جب چاہے منتقل یا علیحدہ کر سکتا ہے اور عملداری انگریزی میں بھی اگرچہ اسٹیشن ہے مگر زراعت نہیں ہوتی ہے نوکری پر بوجہ مذکورہ و خود مختار پر بوجہ نہ ہونے زراعت کے قصر واجب ہے، اقامت کی شرائط میں زراعت بھی ہے، عمر کی دلیل یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا جن مقام اقامت سے ایک میل یا کم یا زیادہ پر زراعت ہوتی ہے مگر ذرا ہی غلہ وغیرہ میں کوئی دقت پیش نہیں آتی ہے، دوسرے مقام اقامت کو جنگل میں ہے مگر دس بیس پچاس آدمی ہمراہ ہوتے ہیں جو عرصہ تک ایک جگہ مقیم رہتے ہیں، جانور درندہ وغیرہ کا بالکل خوف نہیں ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ کوئی آقا ملازم کو جب بھیجتا ہے تو کام ختم کر کے آنے تک کے لئے درمیان میں اگر ضرورت ہوتی تو وہاں سے منتقل یا علیحدہ کر دیا یہ معتبر نہیں، اس صورت میں ارادہ ملازم کا معتبر ہے، اگر پندرہ یوم کا ارادہ ہے تو پوری ادا کرے تو دونوں کی اقتدار درست ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

## الجواب

جو مسافر نہ تھا اور اس جنگل تک جانے میں بھی اُسے سفر کرنا نہ پڑا کہ فاصلہ تین منزل سے کم تھا، وہ تو ظاہر ہے کہ مقیم تھا اور مقیم رہا اُسے قصر حرام ہے اور پوری پڑھنی فرض ہے اگرچہ وہ جگہ زابن ہو۔ بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے:

هذا ان سارثلثة ايام والا فتصح ولو في  
المفاسرة۔  
یہ اُس وقت ہے جب تین دن کا سفر طے کر لیا ہو ورنہ وہ مقیم ہوگا اگرچہ وہ جنگل میں ہو۔ (ت)

اور جو مسافر تھا یا وہاں تک جانے سے مسافر ہوا کہ فاصلہ تین منزل یا زائد کا تھا وہ ضرور مسافر ہے، اگر عادت معلوم ہے کہ جس کام کے لئے بھیجا گیا وہ پندرہ دن یا زائد میں ہوگا اور جگہ ایسی ہو جہاں اقامت ممکن ہے اگرچہ آبادی وہاں سے دو تین میل فاصلہ پر ہو اور زراعت نہ ہو وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائے گا اور پوری پڑھنی لازم ہوگی خاص وہاں زراعت ہونا کچھ ضرور نہیں، نہ ہندو کی عملداری ہونا کچھ مانع کہ یہ آمد و رفت امان کے ساتھ ہے اس سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ درمختار میں ہے: من دخلها بامان فانه يتم (جو امان کی بنا پر داخل ہوا وہ نماز پوری پڑھے۔ ت)، اور یہ احتمال کہ شاید کوئی ضرورت پیش آئے اور جس کا نوکر ہے وہ دوسری جگہ بھیجے معتبر نہیں، ایسا احتمال ہر شخص کو ہر حال میں ہے اور جب نوکر کا یہ حکم ہے تو خود مختار تو بدرجہ اولیٰ جبکہ پندرہ دن یا زائد کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ولادته او تاهله او توطنه۔

یا وہاں اس نے شادی کی ہو یا اس نے وہاں سے  
اپنا وطن بنایا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله او تاهله ای تزوجه قال فی شرح المنیة  
ولو تزوج المسافر ببلد ولم یسوالاقامة به فقیل  
لا یصیر مقیما و قیل یصیر مقیما وهو الا و جده۔  
قوله او توطنه ای عزم علی القرار فیہ و  
عدم الامر تحال وان لم یتأهل فلو کانت  
له ابوان ببلد غیر مولده وهو بالغ ولم  
یتأهل به فلیس ذلك وطننا الا اذا عزم علی  
القرار فیہ وتترك الوطن الذی کانہ له قبلہ۔  
شرح المنیة۔

قوله "تاهله" یعنی اس نے وہاں شادی کی، شرح  
المنیة میں ہے کہ اگر مسافر نے کسی شہر میں شادی کر لی اور  
وہاں اقامت نہ کی تو قول یہ ہے کہ وہ مقیم نہیں ہوگا  
اور ایک قول میں مقیم ہو جائے گا،  
یہی مختار ہے۔ اس کا قول "او توطنه" یعنی اگر چہ  
وہاں شادی نہیں کی مگر ٹھہرنے اور کوچ نہ کرنے کا عزم  
کر لیا، اگر آدمی کے ایک شہر میں والدین ہیں لیکن وہ جگہ  
اس کی جائے ولادت نہیں اور نہ ہی اس نے وہاں  
شادی کی ہے تو وہ شہر اس کا وطن نہ ہوگا البتہ اس صورت

میں کہ وہاں ٹھہرنے کا ارادہ کرے اور سابقہ وطن ترک کرے۔ شرح المنیة۔ (ت)

تتویر میں ہے :

ویبطل وطن الاقامة یمثله والاصلی والسفر۔  
والله تعالیٰ اعلم

وطن اقامت و وطن اقامت، وطن اصلی اور سفر سے  
باطل ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۰۸/۱	مطبوعہ مطبع مجتباتی دہلی	باب صلوة المسافر	۱۷ در مختار
۵۸۶/۱	مصطفیٰ البابی مصر	"	۱۷ ردالمختار
۱۰۸/۱	مطبوعہ مجتباتی دہلی	"	۱۷ در مختار

## الجواب

یہاں سے تلہر تک اور تلہر کے قیام تک قصر نہ کریں جب تلہر سے بخط مستقیم رامپور کا ارادہ ہو تو راہ میں بھی اور رامپور میں بھی اور بریلی تک واپس آنے میں بھی قصر کریں، رامپور جانے میں اگرچہ بریلی کے اسٹیشن پر گزر ہو گا مگر وہ بریلی میں گزرنے سے کہ قصر کا قصر کریں اس لئے کہ یہاں اسٹیشن خارج شہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از سنبھل مراد آباد محلہ دیپا سرائے مسئلہ مولوی محمد ایوب صاحب ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ  
مسافر اگر نماز پوری چار رکعت پڑھا دے تو مقیمین کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

## الجواب

مسافر اگر بے نیت اقامت چار رکعت پوری پڑھے گا گنہ گار ہوگا اور مقیمین کی نماز اس کے پیچھے باطل ہو جائیگی اگر دو رکعت اولیٰ کے بعد اس کی اقتدار باقی رکھیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ از پسی بھیت محلہ پنجابیاں مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کوئی شخص اپنے وطن اصلی سے سفر کر کے دوسری جگہ میں جو سفر شرعی تین منزل سے زائد ہے بضرورت تعلقات تجارت یا نوکری وغیرہ کے جا رہا ہو مگر اہل و عیال اس کے وطن اصلی میں ہوں اور اکثر قیام اس کا وطن ثانی میں رہنا ہوگا ہی، سال بھر میں مہینہ دو مہینہ کے واسطے اہل و عیال میں بھی رہ جاتا ہو یا بعض اہل کو ہمراہ لے جائے اور بعض کو وطن میں چھوڑ جائے یا کل متعلقین ہمراہ لے جائے صرف مکانات وغیرہ کا تعلق وطن اصلی میں باقی ہو اور ان سب صورتوں میں ان کا زیادہ تر اور اکثر قیام وطن ثانی میں رہتا ہے اور کم اتفاق رہنے کا وطن اصلی میں ہوتا ہے اور بظاہر وجہ قیام ثانی کے وہی تعلقات جدید ہیں اور در صورت قطع تعلقات جدیدہ کے وطن اصلی میں واپس آجانے کا بھی قصد رکھتا ہے ایسی صورت میں یہ شخص کہیں سے سفر کرتا ہو اور وطن ثانی میں آئے اور ۵ روز قیام کا قصد نہ رکھتا ہو تو صلاۃ رباعیہ کو پورا پڑھے مثل وطن اصلی کے یا قصر کرے مثل مسافروں کے، بینوا توجروا

## الجواب

جگہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اسے اپنا وطن بنا لیا یعنی یہ عزم نہ کر لیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی رہنا ہے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوتی اگرچہ وہاں بضرورت معلوم قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا تا حاجت اقامت بعض یا کل اہل و عیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر، توجہ وہاں سفر سے آئے گا جب تک ۵ دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔  
فی الدار المختار الوطن الاصلی وهو موطن در مختار میں ہے وطن اصلی، آدمی کی جائے ولادت ہے



فرادی حاضریٰ فی المسجد فی وقت واحد  
فقد ترکوا الجماعة و اتوا بهذه الشیعة زیادة  
علیه فیودی الی ثلاث مخطورات بل اربع بل  
خمس لان ما یصلونه لما لم یکن مفترضاً  
علیہم کان نفلًا و اداء النفل بالجماعة و الداعی  
مکروه ثم یرفعونہا فریضة علیہم و  
لیس كذلك فهذه خامسة و هذان مشترکان  
بین الجمعة و العیدین -

لوگ تنہا نماز ادا کرتے ہیں تو انہوں نے جماعت ترک کر دی اور  
انہوں نے ایسا عمل کیا جو اس خرابی پر اضافہ ہے پس  
اب تین بلکہ چار، نہیں بلکہ پانچ ممنوعات لازم آجاتے  
ہیں کیونکہ جو نماز انہوں نے ادا کی وہ ان پر فرض نہ تھی بلکہ  
وہ ان پر نفل تھی اور نفل کو جماعت اور تداعی کے ساتھ ادا  
کرنا مکروہ ہے پھر ان کا اسے اپنے فرض ماننا حالانکہ  
وہ فرض نہیں یہ پانچویں خرابی ہے اور یہ دونوں چیزیں جمعاً اور  
عیدین کے درمیان مشترک ہیں۔

صحت جمعہ کے لئے شہر شرط ہے، اور شہر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں اس کے سکان جن پر جمعہ فرض  
ہے یعنی مرد و عاقل بالغ تندرست نہ سما سکیں، ہمارے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ظاہر الروایہ کے خلاف ہے اور  
جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے مرجوع عنہ اور متروک ہے کما فی البحر الرائق و الخیریة و رد المحتار وغیرہا  
(جیسا کہ بحر الرائق، خیر یہ اور رد مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اور فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایہ پر عمل واجب ہے  
کما فی البحر و الدر وغیرہما (جیسا کہ بحر اور در وغیرہ میں ہے۔ ت)  
اقول محققین تصریح فرماتے ہیں کہ قول امام پر فتویٰ واجب ہے اس سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ صاحبین  
خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ مذہب قول صاحبین پر افتا کریں۔

اے اللہ! مگر یہ کہ دلیل کمزور ہو یا عمل اس کے خلاف ہو  
اس پر علامہ زین بن نجیم نے بحر میں، علامہ خیر الدین رملی نے  
اپنے فتاویٰ میں، شیخ الاسلام صاحب المسدایہ نے  
تجنیس میں، محقق نے فتح میں، شریف طحاوی اور سید  
شامی نے حواشی در میں اور دیگر علماء اجلہ نے اس پر  
تصریح کی ہے جیسا کہ ہم نے اسے العطا یا النبویہ فی  
الفتاویٰ الرضویہ کے کتاب النکاح میں بیان  
کیا ہے۔ (ت)

اللهم الا لضعف دلیل او تعامل بخلافه نص  
علی ذلك العلامة نرین بن نجیم فی البحر و  
العلامة خیر الدین الرملی فی فتاواه و شیعہ  
الاسلام صاحب الهدایة فی التجنیس المحقق  
حیث اطلق فی الفتح و السید احمد الطحاوی  
و السید الشامی فی حواشی الدر وغیرہم من  
اجلة العلماء الکرام الغرکما بیانا فی کتاب  
النکاح من عطا یا النبویة فی الفتاوی الرضویة۔

تو جہاں قول صاحبین بھی امام ہی کے ساتھ ہے ایک روایت نوادر صرف بوجہ اختلاف فتاویٰ متاخرین کیونکہ معمول و  
مقبول اور ائمہ ثلاثہ کا ظاہر الروایہ میں جو ارشاد ہے متروک و لائق عدول ہو، لاجرم شرح نقایہ و مجمع الانہر میں

# باب الجمعة

## (نماز جمعہ کا بیان)

سئلہ ۱۲۶۶ مدرسہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ اکبریہ ۷ محرم ۱۳۰۶ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے کہ نہیں؟ اور وہ آبادی جس کی مسجد میں اُس  
کے ساکن نہ سما سکیں شہر ہے یا گاؤں؟ بیٹو اتوجروا۔

### الجواب

دیہات میں جمعہ ناجائز ہے اگر پڑھیں گے گناہگار ہوں گے اور ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

في الدر المختار في القنية صلوة العيد في  
القرى تكراه تحريماى لانه اشتغال بما  
لا يصح لان المصير شرط الصحة انتهى اقول  
فالجمعة اولى لان فيها مع ذلك اما ترك  
الظهور وهو فرض او ترك جماعته وهي  
واجبة ثم الصلوة فرادى مع الاجتماع،  
وعدم المانع شنيعة اخرى غير ترك  
الجماعة فان من صلى في بيته منعزلا عن  
الجماعة فقد ترك الجماعة وان صلوا

در مختار میں ہے کہ قنیه میں ہے عید کی نماز دیہاتوں میں  
مکروہ تحریمی ہے یعنی یہ ایسی شئی میں مصروف ہونا ہے جو  
صحیح نہیں کیونکہ شہر کا ہونا صحت عید کے لئے شرط ہے انتہی  
اقول جمعہ بطریق اولیٰ مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ اس جمعہ کی  
سورت میں ترک ظہر ہوگا جو فرض ہے یا ترک جماعت ہوگا  
حالانکہ وہ واجب ہے، باوجود اجتماع اور عدم مانع  
کے تنہا نماز ادا کرنا ترک جماعت سے الگ خرابی ہے  
کیونکہ جو جماعت سے الگ گھر میں نماز ادا کرے گا اس  
نے جماعت ترک کر دی اور ایک وقت میں مسجد میں حاضر

اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم کے استاذ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد خاص حضرت امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے،

کما فی مصنف عبدالرزاق حدیثنا ابن جریر  
عن عطاء بن ابی رباح قال اذا كنت فی قریة  
جامعة فتودی بالصلوة من یوم الجمعة فحق  
علیک ان تشهد ما سمعت النداء او لم  
تسمع<sup>۱</sup> قال قلت لعطاء ما القریة الجامعة  
قال ذات الجماعة والامیر والقاضی و  
الدور والمجتمعة غیر المفترقة الاخذ  
بعضها ببعض مثل جدة<sup>۲</sup>

جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ہمیں ابن جریر نے  
حضرت عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا کہ جب تم کسی  
جامع قریہ میں ہوں تو وہاں جمعہ کے لئے اذان ہو تو  
تم پر جمعہ کے لئے جانا فرض ہے خواہ اذان سنی ہو یا  
نہ، کہتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھا کہ جامعہ قریہ کون سا  
ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا جس میں جماعت، امیر،  
قاضی اور متعدد کوسچے اس میں ملے جلے ہوں جس طرح  
جدة ہے۔ (ت)

اور یہی قول امام ابوالقاسم صفار تلمیذ التلمیذ امام محمد کا مختار ہے کما فی الغنیة (جیسا کہ غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو  
امام کرخی نے اختیار فرمایا کما فی الہدایة (جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ ت) اسی پر امام قدوری نے اعتماد کیا کما فی  
مجمع الانہر (جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے۔ ت) اسی کو امام شمس الامم سرخسی نے ظاہر المذہب عندنا  
(ہمارے نزدیک ظاہر مذہب یہی ہے۔ ت) فرمایا کما فی الخلاصة (جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ ت) اسی پر  
امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور ان کے تلمیذ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع شرح تحفہ میں فتویٰ  
دیا کما فی الحلیة (جیسا کہ حلّیہ میں ہے۔ ت) اسی پر امام فقیہ النفس قاضی خاں نے جزم و اقتصار کیا کما  
فی فتاواہ (جیسا کہ ابن کے فتاویٰ میں ہے۔ ت) اور اسی کو شرح جامع صغیر میں قول معتمد فرمایا کما فی الحلیة  
والغنیة (جیسا کہ حلّیہ اور غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو امام شیخ الاسلام برہان الدین علی فرغانی نے مرزج رکھا  
کما فی شرح المنیة (جیسا کہ شرح منیہ میں ہے۔ ت) اسی کو مضمرات میں اصح ٹھہرایا کما فی جامع الرمونا  
(جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) ایسا ہی جو اہر الاخطا طلی میں لکھ کر ہذا اقرب الاقارب الی الصواب  
(اقوال میں سے یہ قول صواب کے زیادہ قریب ہے۔ ت) کہا کما سرایتہ فیہا (جیسا کہ اس میں  
مروی دیکھا ہے۔ ت) ایسا ہی غیاثیہ میں لکھا کما فی الغنیة (جیسا کہ غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو تاتارخانیہ میں

تصریح فرمائی کہ شہر کی یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں کہا ستمصہ نصہ (جیسا کہ عنقریب اس پر آپ نص سنیں گے۔ ت)

**اقول** معہذا ہمارے ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جو اقامتِ جمعہ کے لئے مصر کی شرط لگائی اُس کا ماخذ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی حدیث صحیح ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ و عبد الرزاق نے اپنی مصنفات میں روایت کیا: لاجمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحیٰ جمعہ، تکبیرات تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ خارج شہر الا فی مصر جامع او مدینة عظيمة۔ یا بڑے شہر میں ہو سکتے ہیں۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اس روایت غریبہ کی تعریف بہت سے چھوٹے چھوٹے مزرعوں پر صادق سمجھیں کوئی مصر جامع یا مدینہ نہ کہے گا کما اشار الیہ العلامة الطحطاوی فی حاشیة العلاء (جیسا کہ علامہ طحطاوی نے حاشیة العلاء میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ت) تو اس قول کا اختیار اصل مذہب سے عدول اور اس کے ماخذ کا صریح خلاف ہے اور گویا مخالفوں کے اس اعتراض کا پورا کر لینا ہے کہ حنفیہ نے یہ شرط بے توقیف شارع اپنی رائے سے لگائی اس کے سوا عند التحقیق اس پر بہت اشکال وارد ہیں جن کی تفصیل کو دفتر درکار۔ طرفیہ ہے کہ وہ پاک مبارک دو شہر جس کی مصرت پر اتفاق ہے اور ان میں زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمعہ قائم یعنی مدینہ و مکہ زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریماً اس تعریف کی بنا پر وہی شہر ہونے سے خارج ہوئے جاتے ہیں ماصرح بہ العلامة ابراہیم الحلبي فی الغنیة والعلامة السيد احمد الطحطاوی فی حاشیة مراقی الفلاح شرح نور الایضاح (جس طرح کہ علامہ ابراہیم حلبي نے غنیہ میں اور علامہ السید احمد طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تصریح کی ہے۔ ت) تو اس کی بے اعتباری میں کیا شبہہ ہے۔ صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد گڑھے ہوں، دوامی بازار ہوں، نہ وہ جسے پیٹھ کتے ہیں، اور وہ پرگنہ ہے کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اُس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی حسمت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی ظاہر الروایہ ہے،

کما فی الهدایة والخانیة والظہیریة والخلصة  
والعیایة والدر المختار والہندیة وغیرہا۔  
جیسا کہ ہدایہ، خانیہ، ظہیریہ، خلاصہ، عیایہ، حلیہ، غنیہ،  
در مختار اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے (ت)

لے مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوة من قال لاجمعة الخ مطبوعہ ادارة القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰/۲  
مصنف عبد الرزاق باب القری الصغار ۱۶۷/۳  
المکتب الاسلامی بیروت

ملتقى الابحار مجمع الانهر میں ہے :

هو ظاهر لمدن هب على مانص عيب السرخنى  
وهو اختيار الكرخى والقديوى ، وقيل قائله  
صاحب الوقاية وصدر الشريعة وغيرهما مالو  
اجتمع اهله فى أكبر مساجد لا يسعهم و  
هو اختيار الشلجى وانما اورد بصيغة التمرين  
لانهم قالوا ان هذا الحد غير صحيح عند  
المحققين مع ان الاول يكون ملائما بشرط  
وجود السلطان و نائبه و مناسبا لما قاله  
الامام رحمه الله تعالى ، و فى الغاية هو  
الصحيح اه ملخصا هذا جملة الكلام و للتفصيل  
محل آخر ، والله سبحانه و تعالى اعلم

امام سرخسى کے بقول یہی ظاہر مذہب ہے، امام کرخی و  
قدوری کا بھی یہی مختار ہے، بعض کے نزدیک یہ  
صاحب وقایہ اور صدر الشریعہ وغیرہ کا قول ہے (اور  
شہر کی یہ تعریف) کہ اگر اس کی بڑی مسجد میں اہل شہر  
جمع ہوں تو وہ ان کی گنجائش نہ رکھے، یہ امام شلجی کا مختار  
ہے صیغہ ترضی کے ساتھ وارد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء  
نے فرمایا کہ یہ تعریف محققین کے ہاں صحیح نہیں باوجودیکہ  
پہلی تعریف وجود سلطان اور نائب سلطان کے موافق  
اور امام نے جو کچھ فرمایا اس کے مناسب ہے، اور  
غایہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اخصاً یہ فی الجملہ گفتگو  
ہے تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے۔ واللہ سبحانہ و  
تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۷۷ از کلا نور ضلع گورداسپور مسئلہ شیخ مراد علی صاحب ۲۱ صفر ۱۳۰۹ھ

بشرف خدمت با عظمت حضرت من مولانا فیاض دارین حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب مقیم بریلی زاوالہ  
فیضانہ بعد السلام علیکم و تمنائے زیارت خدمت شریف میں عرض یہ ہے کہ نماز جمعہ کی فرضیت میں اختلاف  
چلا آتا ہے اس سے اطمینان حاصل نہیں بعض عالم فاضل قابل فتویٰ کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کی عین فرض ہے کوئی  
کوئی امرحالات موجودہ سلطنت سے اس کی فرضیت کا مانع نہیں خالصاً بلاشک و شبہہ عین فرض یقیناً نماز جمعہ  
پر آتنا و صدقنا سے یقین رکھنا چاہئے اور جو بعد نماز جمعہ کے احتیاطی فرض نماز پیشیں کے پڑھے جاتے ہیں یہ نہیں  
پڑھنے چاہئیں، اور بعض بعض عالم فاضل لائق فتویٰ کے بنظر حالات سلطنت وقت کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ  
واقعی عین فرض تھی مگر اس وقت بوجہ نہ ہونے سلطنت اسلام کے وہ فرضیت جو دراصل تھی اب وہ نہیں رہی نماز  
جمعہ کی بجائے فرضیت کے بمنزلہ مستحب کے فرماتے ہیں اور فتویٰ دیتے ہیں کہ نماز جمعہ کی ایک بڑا بھاری رکن اسلام  
کا ہے اس کا ترک اور ان کا مطلقاً چھوڑنا اچھا نہیں بہر حال پڑھنا نماز جمعہ ثواب اور اچھا ہے، اور ساتھ اس کے

لے مجمع الانهر شرح ملتقى الابحار باب الجمع مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶۶/۱۶۷

عليه الاعتماد (اسی پر اعتماد ہے۔ ت) فرمایا کما فی الہندیۃ (جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔ ت) اسی کو غایہ<sup>۱۴</sup>  
 شرح ہدایہ وغنیۃ شرح نیبہ<sup>۱۵</sup> وفتح الانہر شرح طغی الابجر<sup>۱۶</sup> و جواہر و شرح لغایہ قہستانی میں صحیح کہا اخیر میں ہے یہی قول  
 معمول علیہ ہے اسی کو طغی الابجر میں مقدم و ماخوذ بہ ٹھہرایا اسی پر کنز الدقائق و کافی شرح وافی و نور الایضاح و علیگریۃ<sup>۱۷</sup>  
 میں جزم و اقتصار کیا قول دیگر کا نام بھی نہ لیا اسی کو عنایہ شرح ہدایہ میں علیہ اکثر الفقہاء (اکثر فقہاء، اسی پر ہیں۔ ت)  
 فرمایا کما فی حاشیۃ المراقی للعلامة الطحطاوی (جیسا کہ علامہ طحطاوی کی مراقی الفلاح کے حاشیہ میں ہے۔ ت)  
 اسی کو علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نور الایضاح میں اصح و علیہ الاعتماد (اسی پر اعتماد ہے۔ ت) فرمایا، اسی  
 پر علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ شرنبلالیہ میں اعتماد اور قول آخر کا رد بلیغ کیا، اسی پر امام ابن الہمام محمد و علامہ اسمعیل  
 نابلسی و علامہ نوح آفندی و علامہ سید احمد جموی وغیر جم کبرائے اعلام نے بنائے کلام فرمائی شرح کل ذلك يطول  
 (ہر ایک کی شرح طویل ہے۔ ت) علامہ ابراہیم حلبی شرح نیبہ میں فرماتے ہیں :

الحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية  
 انه الذي له امير وقاض ينفذ الاحكام و  
 يقيم الحدود و تزيف صدر الشريعة له  
 عند اعتذاره عن صاحب الوقاية حيث  
 اختار الحد المتقدم ذكره بظهور التواني  
 احكام الشرع سيما في اقامة الحدود في  
 الامصار مزيف بان المراد القداسة على  
 اقامة الحدود على ما صرح به في التحفة الفقهاء  
 عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه انه بلدة  
 كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق  
 وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من  
 الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع  
 الناس اليه فيما تقع من الحوادث وهذا  
 هو الاصح اه

شہر کی وہ صحیح تعریف جسے صاحب ہدایہ نے پسند کیا ہے  
 یہ ہے کہ وہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ اور  
 حدود قائم کر سکیں، اور صاحب وقایہ کے پہلی تعریف  
 کو اختیار کرنے پر ان کی طرف سے صدر الشریعہ کا یہ  
 عذر کرنا کہ احکام شرع خصوصاً حدود کے نفاذ میں سستی  
 کا ظہور ہو رہا ہے کمزور ہے کیونکہ مراد اقامت حدود پر  
 قادر ہونا ہے جیسے کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تصریح ہے کہ وہ شہر کبیر ہو  
 اس میں شاہراہیں، بازار اور وہاں سرائے ہوں اور  
 اس میں کوئی نہ کوئی ایسا والی ہو جو ظالم سے مظلوم کو  
 انصاف دلانے پر قادر ہو خواہ اپنے دبدبہ اور علم کی بنا  
 پر یا غیبر کے علم کی وجہ سے تاکہ حوادث میں  
 اس کی طرف رجوع کر سکیں اور یہی اصح ہے اھ  
 (ت)

میں ہے ہوالصحيح وهو الاصح وعليه الفتوى (یہی صحیح اور یہی اصح اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) آفتدی شامی فرماتے ہیں فهو قول معتمد في المذهب لا قول ضعيف (پس یہی یہاں معتد قول اور مذہب ہے ضعیف قول نہیں) ان وجہ کی نظر سے ائمہ مرو و اکثر مشائخ بخارا و اصحاب امام ابو عبد اللہ حاکم شہید و اصحاب امام شیخ ابی عمرو و اساتذہ صاحب مختار الفتاویٰ وغیر ہم جمہور ائمہ دین و علمائے معتدین نے ایسی جگہ ان چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا اور اسی کی محیط برہانی و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ حجبہ و واقعات و مطلب و مختار الفتاویٰ و نہایہ و کافی و جامع المضمات و خزائنہ المفتین و فتح القدر و شرح المجمع و فتاویٰ سراجیہ و تاتارخانیہ و علیہ و غنیہ و صفیری و مجمع الانہر و تیسیر المقاصد و نہر الفائق و عالمگیریہ و فتاویٰ صوفیہ و خزائنہ الروایات و قنیہ و حاوی و غرائب و فتاویٰ رحمانیہ و طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح و غیر ہا میں تصریح کی اسی کو امام الحسن و امام ترمذی و قاضی بدیع الدین و محقق ابن جریب باش و علامہ ابن الشحنة و شیخ الاسلام جد ابن الشحنة و علامہ باقانی و علامہ مقدسی و علامہ ابوالسعود و محقق شامی و جماعت کثیرہ شراح ہدایا و غیر ہا و غیر ہم ائمہ و علمائے اختیار فرمایا علامہ ابراہیم حلبی نے اسی کو اولیٰ او امام محمود عینی نے احسن و احوط اور علامہ باقانی نے ہوالصحيح (یہی صحیح ہے۔ ت) اور سراجیہ میں ہو حسن (یہ حسن ہے۔ ت) اور حجبہ و مضمات و غیر ہا میں الصحيح المختار (صحیح مختار۔ ت) رکھا ان سب کتب و علماء کے نصوص فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کئے یہاں بقدر حاجت صرف دو تین عبارت پر اقتصار ہوتا ہے امام محقق علامہ محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی علیہ شرح نئیہ میں فرماتے ہیں :

قد يقع الشك في صحة الجمعة بسبب فقد بعض شروطها ومن ذلك ما اذا تعددت في المصروهي واقعة اهل مرو فيفعل ما فعلوه قال المحسن لما ابتلى اهل مرو باقامة الجمعة في موضعين مع اختلاف العلماء في جوانها امرائهم بادل الاسرع بعد الجمعة حتما احتياطاً.

بعض شرائط جمعہ کے فقدان کی وجہ سے بعض اوقات صحت جمعہ میں شک واقع ہو جاتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو اور یہ واقعہ اہل مرو کا ہے لہذا وہی کیا جائے جو اہل مرو نے کیا تھا محسن کہتے ہیں کہ جب جواز جمعہ میں علما کے اختلاف کے باوجود جب اہل مرو نے دو جگہ جمعہ شروع کیا تو انھیں ائمہ نے حکم دیا کہ وہ جمعہ کے بعد ضروری طور پر چار رکعت فرض ظہر احتیاطاً ادا کریں۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح نئیہ میں فرماتے ہیں :

فصل في صلاة الجمعة

سنة ليلة المحلى شرح نية المصل  
٤ غنية المستنلى

یہ بھی فتویٰ فرماتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ کے احتیاطاً نماز سب پیش کی معہ فرضوں کے پڑھ لینا ضرور چاہئے، اس واسطے جناب میں التماس پیش کیا جاتا ہے کہ جناب اس میں کس طرح فرماتے ہیں آیا مطابق فرقہ علمائے اول کے جو عین فرضیت کا فتویٰ فرماتے ہیں یا برخلاف اُس کے اور مطابق فرقہ علمائے گروہ ثانی کے جو مستحب فرماتے اور کچھ نماز جمعہ کے جملہ نماز پیشین معہ فرضوں کے احتیاطاً پڑھ لینا فرماتے ہیں جناب بالتشریح اسے درخواست کے محاذ پر مفصل حال جو جناب کے فتویٰ سے بہتر اور اولیٰ ہو تحریر فرمادیں تاکہ ان دونوں فریق کی بحث مختلف سے یک سوا طینان حاصل ہو

فقط ۲۲ ماہ ستمبر ۱۸۹۱ء

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستی کی رہنمائی فرما۔ ت) اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف مجمع علیہا یا نص قطعی سے ثابت بلکہ اعلیٰ واجل ضروریات دین سے ہے مگر جمعہ باجماع اُمت مشروط بشرط ہے، ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو شرائط اس کے لئے معین فرمائے شک نہیں کہ ان بلاد میں اُن کا پورا پورا اجتماع قدرے محل اشتباہ و نزاع معہذا یہاں عامہ بلاد میں جماعات جمعہ متعدد ہوتی ہیں اور اگرچہ مذہب مفتی بہ میں تعدد جمعہ مثل عیدین مطلقاً جائز، اسی پر کتزو و آفی و کافی و ملتقی و تنویر و ہندیہ و طحاوی و شامی و غیرہا میں اعتماد فرمایا امام اجل مفتی الجن والنس نجم الدین نسفی پھر علامہ ابن ہبان نے اپنے منظومہ اور علامہ یوسف حلپی نے ذخیرۃ العقبیٰ اور علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں اسی کو قول صحیح امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بتایا، شرح وقایہ میں ہے بہ یفتی (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) شرح المجمع للسلامہ البدر العینی میں ہے، علیہ الفتویٰ (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) فتح القدر میں ہے، علی المفتی بہ (مفتی بہ قول پر۔ ت) محیط شمس الائمہ سرخسی میں ہے، الصبیح و بہ ناخذ (صحیح ہے اور ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ ت) تبیین الحقائق و بروج و شرح و ہبانیہ و منح الغفار و عقود الدریرہ و غیرہا میں ہے، الاصح (زیادہ صحیح۔ ت) بحر الرائق و در مختار میں ہے، علی المذہب (مذہب پر۔ ت) حتی کہ علامہ حسن شرنبلالی و علامہ محمد بن علی علانی و غیرہا نے قول آخر کے ضعیف ہونے کی تصریح فرمائی مگر عند تحقیق رواست عدم جواز تعدد بھی ساقط نہیں بلکہ مذہب کا باقوت قول ہے امام طحاوی و ترمذی و صاحب مختار نے اسی کو اختیار فرمایا، امام فقیہ النفس قاضی خاں نے خانہ میں اسی کو مقدم رکھا، خزائن المفتین میں اسی پر اقتصار کیا، عتابی و اخلاطی نے اسی کو اظہر اور جوامع الفقہ میں اظہر الروایتیں اور امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے ظاہر الروایہ کہا، تکرار رازی میں ہے، بہ ناخذ (ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ ت) حاوی القدسی میں ہے علیہ الفتویٰ (فتویٰ اسی پر ہے۔ ت) بدائع امام ملک العلماء میں ہے علیہ الاعتماد (اعتماد اسی پر ہے۔ ت) جواہر الاخلاطی



اس تحقیق سے ظاہر کہ ان بلاد میں مطلقاً صحتِ جمعہ کو قطعی یقینی بلا اشتباہ ماننا افراط اور اقاویل مذہبِ خلافیاتِ مشائخ سے غفلت و ذہول ہے اور جمعہ کو صرف درجہ مستحب میں جاننا محض باطل و تفریط و قواعد شرع و مقاصدِ ائمہ سے عدول، اگر اول حق ہوتا تو احتیاط کی کیا حاجت تھی کہ خروج عن العہدہ بالیقین ہو لیا، اور ثانی صحیح ہوتا تو صرف احتیاط ماننے کے کیا معنی تھے بلکہ یقیناً ظہر فرض قطعی ہوتا اور ایک مستحب کے سبب جماعتِ ظہر کو کہ علی المعتقد واجب ہے ترک کرنا مکروہ تحریمی معہذا جمعہ مستحبہ نہ شرع سے معہود نہ کلماتِ علماء اُس کے مساعد، پس قولِ وسط و انصاف یہ ہے ان شہروں میں جمعہ ضرور لازم ہے اور اُس کا ترک معاذ اللہ ایک شعارِ عظیمِ اسلام سے اعراض، اور ان چار رکعت احتیاطی کا خواص کو حکم اور نا فہم عابیوں کے حق میں اغماض۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷۸۔ مرسلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو فتاویٰ ابوالبرکات میں لکھا ہے لا تجوز الجمعة حتی یعلم الخطیب معناه (جب خطیب، خطبہ کے معانی سے آگاہ نہ ہو جمعہ جائز نہیں۔ ت) یہ صحیح ہے یا کیا؟ بینوا تو جدوا۔

## الجواب

خطیب کا معنی عبارتِ خطبہ سمجھنا شرط کیا، معنی ہرگز واجب بھی نہیں کہ آثم کہہ سکیں جمعہ ناجائز ہونا تو درکنار اگر یہ قول صحیح ہوتا واجب تھا کہ کتب مشہورہ متداولہ اُس کی تصریحوں سے مالا مال ہوتیں ایسا نہایت ضروری مسئلہ جس پر نماز فرض کے صحت و بطلان کا مدار ہو اور متون و شروح و فتاویٰ کہیں اس کا پتہ نہ دیں ہرگز عقل سلیم اسے قبول نہیں کر سکتی و لہذا مجتہبی میں جو بہت سی شرائط نیت نماز فرض و نفل میں ذکر کیں جن کا تصانیف معتمدہ میں وجود نہ تھا علماء نے اسی وجہ سے ان کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا، اشتباہ میں ہے،

من الغریب ما فی المجتبیٰ لا بد من نية العبادة والطاعة والقربة وانه يفعلها مصلحة له فی دینه وان یكون اقرب الی ما وجب عنده عقلاً من الفعل واداء الامانة وابعده

عجیب ہے وہ چیز جس کا تذکرہ مجتہبی میں ہے کہ نیتِ عبادت، طاعت اور ثواب کا ہونا ضروری ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اسے اپنے دین کی مصلحت کی اور عقلاً واجب شدہ عمل اور ادائیگیِ امانت سے قرب حرام شدہ ظلم اور

میں کہتا ہوں زاہدی نے یہاں اپنے معترضہ ہونے کا اظہار کیا ہے کیونکہ اہل حق کے نزدیک فعل شرعی ہوتا ہے عقلی نہیں ہوتا ۱۲ منہ (ت)

عہ قلت افصح الزاہدی ہمہنا عن اعتزالہ فان الوجوب عند اهل الحق شرعی لا عقلی ۱۲ منہ (م)

اس اختلاف اور تعریفِ شہر میں اختلاف کی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ جس جگہ جوازِ جمعہ میں شک ہو وہاں ظہر کی نیت سے چار رکعات ادا کرنی چاہئیں، تو احتیاط ہی بہتر ہے کیونکہ یہاں بڑا سخت اختلاف ہے اور جمعہ کا ضرورت کے پیش نظر متعدد جگہ پر جواز کے فتویٰ کا صحیح ہونا شرعاً تقویٰ کے طور پر احتیاط کے منافی نہیں۔ (ملخصاً) (ت)

عن هذا وعن الاختلاف في المصرق قالوا في كل موضع وقع الشك في جواز الجمعة ينبغي ان يصل الى اربع ركعات ينوي بها الظهر فالاولى هو الاحتياط لان الخلاف قوي وكون الصحيح جواز التعدد للضرورة للفتوى لا يمنع شرعية الاحتياط للتقوى (ملخصاً)

امام اجل ظهير الملة والدين مرغيناني اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں :

مشائخ بخارا کی اکثریت کی یہی رائے ہے تاکہ ذمہ داری سے عمدہ برا ہو جائے۔ (ت)

اکثر مشائخ بخارا علیہ لیخرج عن العهدة بيقين

فتاویٰ سراجیہ میں ہے :

اکثر شہروں میں ائمہ یہ احتیاط کرتے ہیں کہ جمعہ کی ادائیگی کے بعد ظہر پڑھتے ہیں یا بسین کے پیچھے جمعہ کی ادائیگی کے بعد اور یہ اچھا ہے۔ (ت)

احتاطت الائمة في اكثر البلاد فانهم يصلون الظهر بعد ما يؤدون الجمعة خلف نواب هؤلاء وهو حسن

ہاں وہ بڑے جاہل عامی لوگ کہ تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں یا ان رکعات کے باعث راساً جمعہ کو غیر فرض یا جمعہ کے دن دو نمازیں فرض سمجھنے لگیں انھیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے بلکہ ان کی ادا پر مطلع نہ کیا جائے کہ مفسدہ اشد و اعظم کا دفع اکد و اہم ہے ان کے لئے اسی قدر بس ہے کہ بعض روایات و اقوال ائمہ مذہب پر ان کی نماز صحیح ہو جائے لہذا سیدی نور الدین مقدسی نور الشمعہ میں فرماتے ہیں :

ہم اس طرح کے معاملات کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ ہم خواص کو اس پر آگاہ کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کی نسبت سے ہو۔

نحن لا نأمر بذلك امثال هذه العوام بل ندال عليه الخواص ولو بالنسبة اليهم

۱۰ غنیۃ المستملی شرح نیت المصلی فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲

۱۱ فتاویٰ امام اجل ظهير الدين المرغيناني

۱۲ فتاویٰ سراجیہ باب الجمعة مطبوعہ نوکشتور کھنؤ س ۱۷

۱۳ نور الشمعہ

حضور القلب هو العلم بالعمل بالفعل والقول الصادق  
من المصلي وهو غير التفهم فان العلم بنفس  
اللفظ غير العلم بمعنى اللفظ (مخلصاً)

حضور قلب صادر ہونے والے فعل و قول کا علم ہے اور  
تفہم کا غیر ہے کیونکہ نفس لفظ کا علم اور اس علم کا غیر  
ہوتا ہے جو لفظ کے معنی کا علم ہو۔ (ت)

اور خطبہ جمعہ کا ذکر تذکیر کے لئے مشروع ہونا کہا قال تعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللہ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس  
اللہ کے ذکر کی طرف جلدی چلو۔ ت) ہرگز اس دعویٰ کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ جب الفاظ الفاظ ذکر ہیں اور اس نے  
بالنقص انہیں ادا کیا قطعاً ذکر متحقق ہوا، تدبر معنی پر توقف نہیں ورنہ واجب کہ نماز میں بھی فہم معنی قال تعالیٰ اقم  
الصلوة لندکری (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) علاوہ بریں تذکیر سے تذکر زیادہ  
محتاج فہم و تدبر ہے

مرد باید کہ گیرد اندر گوشش

ور نوشت ست پذیر دیوار

(انسان کو چاہئے کہ وہ محفوظ کرے اگرچہ نصیحت لکھی ہو دیوار پر)

حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مقتدی اگر بہرے یا سونے یا اس قدر دور ہوں کہ آواز نہ جائے مگر وقت خطبہ حاضر ہوں  
کافی ہے شرط ادا ہوگئی فہم معنی جدا، نفس سماع کی بھی ضرورت نہیں۔ ردالمحتار میں ہے :

لا يشترط لصحتها كونها مسموعة لهم بل  
يكفي حضورهم حتى لو بعد واعنه او نامسوا  
اجزأت<sup>۱</sup>

صحت خطبہ کے لئے تمام لوگوں کا سُننا ضروری نہیں  
بلکہ لوگوں کا حاضر ہو جانا کافی ہوگا حتیٰ کہ اگر وہ خطیب سے  
دُور ہے اور سونگے تب بھی خطبہ ادا ہو جائیگا (ت)

تذکر میں ہے، ولو صمّاً (اگرچہ نہ سُننے والا ہو۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ ہر چیز احکام شرعیہ عموماً حکم و مصالح سے ناشی ہوتے ہیں اور  
مشروعیت خطبہ کی حکمت یہی تذکیر و تذکر ہے مگر حکمت مدار حکم نہیں ہوتی کہ اُس کے فقدان سے فساد و بطلان لازم

۳۰۴/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب شروط الصلوة	۱ ردالمحتار
		۹/۶۲	۲ القرآن
		۱۴/۲۰	۳ القرآن
۵۹۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الجمعة	۴ ردالمحتار
۱۱۱/۱	مطبع مجتہبان دہلی	"	۵ درمختار

کفرانِ نعت سے بُعس کی خاطر کر رہا ہے۔۔۔۔۔ پھر یہ نیت اول نماز سے لے کر آخر تک خصوصاً جب ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقال ہو، اور ہر رکن میں عبادت کی نیت ضرور ہے اور اس معاملہ میں نفل بھی فرض کی طرح ہے مگر ایک صورت میں اور وہ یہ ہے نوافل میں یہ ارادہ کرے کہ یہ فرائض میں لطف اور ان میں آسانی کے لئے ہیں (مخصوصاً رات)

عما حرم علیہ من الظلم وکفران النعمۃ ثم هذه النیات من اول الصلوة الی آخرها خصوصاً عند الانتقال من رکن الی رکن ولا بد من نية العبادۃ فی کل رکن والنقل کالفرض فیہا الا فی وجه واحد وهو ان ینوی فی النوافل انہا لطف فی الفرائض و تسہیل لہا اللہ ملخصاً

غز العیون میں ہے:

الغداۃ فی کون هذه الاشیاء لا بد من نیتها فان الفقہاء لم ینذکروا ذلك فی کتبہم متوناً وشروحاً وفتاویٰ اللہ۔

ان اشیا کی غزابت یہ ہے کہ اس کی نیت کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے حالانکہ فقہار نے یہ بات اپنی کتب کے متون و شروح اور فتاویٰ میں کہیں نہیں لکھی (ت) اور محبتی اگرچہ مثل سائر تصانیف زاہدی کتب معتدہ سے نہیں تاہم مشہور مصنف کی مشہور تصنیف ہے جس سے علماء مابعد نے صد ہا مسائل نفل فرمائے مگر ایسے ہی نو اور وغزائب کے باعث پایہ اعتماد سے ساقط ہوئی پھر بالفرض اگر فتاویٰ ابوالبرکات کا یہ مطلب ہو بھی تو اس قسم کے فتاویٰ ایک بات اور وہ بھی اتنی بے ثبات جس پر شرع سے اصلاً دلیل نہیں، کیونکہ ادنی التفات کے قابل ہو سکتی ہے، اس میں شک نہیں کہ تدبر معنی جمال محمود و کمال مقصود ہے مگر فقہائے کرام نے عموماً عبادات کے کسی ذکر میں نفس نیت کے سوا قلب کا کوئی حصہ ایسا نہیں رکھا جس پر فساد و صحت کی بنا ہو یہاں تک کہ اصل حضور قلب جس کے معنی یہ ہیں کہ صدور فعل و قول پر متنبہ ہو اگرچہ معنی کلام نہ سمجھے، یہ بھی صحت نماز کے لئے ضروری نہیں، مطلق و خزانہ وسراجیہ و شرح قیدانی للفتہانی و غز العیون و ردالمحتار وغیر با میں ہے،

اور محبتی اگرچہ مثل سائر تصانیف زاہدی کتب معتدہ سے نہیں تاہم مشہور مصنف کی مشہور تصنیف ہے جس سے علماء مابعد نے صد ہا مسائل نفل فرمائے مگر ایسے ہی نو اور وغزائب کے باعث پایہ اعتماد سے ساقط ہوئی پھر بالفرض اگر فتاویٰ ابوالبرکات کا یہ مطلب ہو بھی تو اس قسم کے فتاویٰ ایک بات اور وہ بھی اتنی بے ثبات جس پر شرع سے اصلاً دلیل نہیں، کیونکہ ادنی التفات کے قابل ہو سکتی ہے، اس میں شک نہیں کہ تدبر معنی جمال محمود و کمال مقصود ہے مگر فقہائے کرام نے عموماً عبادات کے کسی ذکر میں نفس نیت کے سوا قلب کا کوئی حصہ ایسا نہیں رکھا جس پر فساد و صحت کی بنا ہو یہاں تک کہ اصل حضور قلب جس کے معنی یہ ہیں کہ صدور فعل و قول پر متنبہ ہو اگرچہ معنی کلام نہ سمجھے، یہ بھی صحت نماز کے لئے ضروری نہیں، مطلق و خزانہ وسراجیہ و شرح قیدانی للفتہانی و غز العیون و ردالمحتار وغیر با میں ہے،

اس کا قول معتبر نہیں جس نے کہا کہ اس شخص کی نماز کی کوئی قیمت نہیں جس کے ساتھ اس کا دل نہ تھا (ت)

لا یتبرقول من قال لا قیمتہ لصلوة من لم یکن قلبہ فیہا معہ۔

علامہ شامی نے فرمایا:

۶۹-۱ / مطبوعہ ادارۃ القرآن علوم اسلامیہ کراچی  
۷۰-۱ / " " " "  
۳۰۷-۱ / مصطفیٰ البابی مصر

الفن الاول قاعدہ ثانیہ  
" " " " شرح الاشباہ والنظائر  
باب شروط الصلوة  
ردالمحتار

نام خطبہ جانا بھی اور یہ نہ جانا کہ خطبہ کسے کہتے ہیں بلکہ لوگوں کے دیکھا دیکھی بے سمجھے ایک فعل کر دیا تو بیشک نماز جمعہ ادا نہ ہوگی کہ یہ وہی نام خطبہ کا خیال ہوا نہ نیت خطبہ۔

وقدمنا عن الشامي العلم بنفس اللفظ غير العلم بمعنى اللفظ والشروط انما هونية ما يعنى من الخطبة لانية لفظ الخطبة وهذا ظاهر جدا۔

ہم نے پہلے شامی سے بیان کیا ہے کہ لفظ کا اس کے معنی کے علم سے الگ ہے تو شرط اس کی نیت ہے جو خطبہ سے مراد ہے نہ کہ الفاظ خطبہ نیت، اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

اور جب نیت نہ ہوتی کہ شرط صحت خطبہ تھی خطبہ نہ ہوا، اور جب خطبہ نہ ہوا کہ شرط صحت جمعہ تھا جمعہ نہ ہوا جس شرط کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خود بھی ان کے سے افعال کرے اور معنی نماز سے جاہل ہو یعنی نہ جانے کہ نماز کا ایک فرض ہے کہ بغرض امتثال امر ادا کیا جاتا ہے ہرگز نماز نہ ہوگی، اشباہ میں ہے،

لا يعلم ان لله تعالى على عباده صلوة مفروضة ولكن كان يصليها لا وقاتها لم يجز له۔

اگر کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے بندوں نماز فرض ہے ————— لیکن وہ اوقات نماز نماز ادا کرتا ہے تو یہ کافی نہیں۔ (ت)

یہ معنی ہیں معنی خطبہ نہ جاننے کے، نہ یہ کہ جو عبارت پڑھے اس کا ترجمہ سمجھنا ضروری ہے، یہ کسی کا بھی مذہب نہیں ہکا

ينبغي التوجيهه (عبارت کی توجیہ اسی طرح ہونی چاہئے۔ ت) والله سبحانه وتعالى اعلم

۱۲۷۹ھ از افضل گدھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید جمعہ کے دن جب خطبہ پڑھتا ہے تو اس کے بعد ترجمہ بھی پڑھتا ہے اور خطبہ ثانیہ میں توقف ہوتا ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد ترجمہ پڑھنے سے نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ خطبہ مع ترجمہ بزبان غیر عربی جمعہ یا عیدین کا جائز ہے یا نہیں؟ اور توقف ما بین ہر دو خطبہ شرعاً جائز ہے؟ اور خطبہ ثانیہ کے بعد تاخیر نماز جمعہ میں ہوگی وہ بھی شرعاً جائز ہے؟ بینوا توجروا

### الجواب

ترجمہ کے سبب خطبہ ثانیہ یا نماز جمعہ میں تاخیر فصل اجنبی تو نہیں ہے کہ ترجمہ خطبہ بھی خطبہ ہے اذ فیہ ما فیہا من الذکر والتذکر (کیونکہ اس میں ذکر و نصیحت ہے۔ ت) ہاں خطبہ کی تطویل ہوگی اور

لہ رد المحتار باب شروط الصلوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر  
لہ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانية مطبوعہ ادارة القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱



حجت کی اور مار پیٹ ہوئی، کرنیل نے اُن تنہا مسلمان کو ان کی جماعت میں شریک ہونے سے ممانعت کر دی اور اُن سب سے کہہ دیا اگر یہ شخص تمہاری نماز کی جگہ آئے تو اس کو قید کر لو اور ہمارے پاس پہنچا دو، ایسی حالت میں نماز جمعہ قلعہ کے اندر ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(۲) جمعہ کے دو رکعت فرضوں کے سوا کے رکعت نماز سنت پڑھنا چاہئے؟ فرضوں سے پہلے کے رکعت اور

بعد فرضوں کے رکعت؟ اور احتیاطی ظہر پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت دے۔ ت) اذن عام کہ صحت جمعہ کے لئے شرط ہے، اُس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اُس شہر کے تمام اہل جمعہ کے لئے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو تو وقت جمعہ کے سوا باقی تمام اوقات نماز میں بھی بندش ہو تو کچھ مضر نہیں نہ کہ صرف رات کے ساڑھے نو بجے سے صبح کے پانچ بجے تک، کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بادشاہ اپنے قلعہ یا مکان میں حاضری جمعہ کا اذن عام دے کر جمعہ پڑھے تو صحیح ہے حالانکہ قصر و قلعہ شاہی عام اوقات میں گزر گاہ عام نہیں ہو سکتے۔ کافی شرح وافی میں ہے،

السلطان اذا امر اذنان يصلی بحشمہ فی دارہ فان فتح بابہا و اذن للناس اذنا عاما جا نرت صلوٰتہ شہد تھا العامة اولاً۔

بادشاہ اپنے دبدر کی وجہ سے اپنے دار میں نماز ادا کرنا چاہتا ہو اگر اس دار کا دروازہ کھول دیا اور لوگوں کو وہاں داخل ہونے کا اذن عام ہو گیا تو اس کی نماز درست ہو جائے گی خواہ عوام شریک ہوں یا نہ ہوں (ت)

اور بے پاس کسی چیز کی باہر لانے کی ممانعت تو یہاں سے کچھ علاقہ ہی نہیں رکھتی کہ وہ فروج سے منع ہے نہ دخول سے۔ یونہی مزدوروں یا سیر والوں یا خریداروں کو اجازت عام ہونا کچھ مفید نہیں کہ وقت نماز بہر نماز اہل نماز کو اجازت چاہئے اوروں کو ہونے نہ ہونے سے کیا کام، اور اذن اگرچہ انھیں لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں، ردالمحتار میں ہے،

المراد الاذن من مقیمہا (جمعہ کو قائم کرنے کی اجازت مراد ہے۔ ت)

مگر پرنسپل کا تحقق معنی اذن کے لئے اُس مکان کا صاحب اذن عام ہونا بھی ضرور، ورنہ اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا کسی امیر کے گھر میں جمع ہو کر باذان و اعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازت عام دے دیں

خلاف سنت ہے خصوصاً اگر مقتدیوں پر قبیل ہو کہ اب سخت مانعت ہے۔

لحدیث قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتان انت یا معاذ قالہ فی الصلوٰۃ فکیف فی الخطبۃ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اسے معاذ! تو فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے، یہ آپ نے نماز کے بارے میں فرمایا تھا تو خطبہ میں کیا حال ہوگا (ت)

اور نہ بھی ہو تو خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط خود مکروہ اور سنت متواترہ کے خلاف ہے کما بیناہ فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے خوب بیان کیا ہے۔ ت) ہاں عیدین میں خطبہ ثانیہ اگر لوگ راضی و متوجہ ہوں بہ نیت و عظمت بہ نیت خطبہ عید پند و نصیحت کر سکتا ہے اگرچہ وہی جو خطبہ میں بزبان عربی مذکور ہوتی،

فقد اتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد خطبۃ العید الی النساء فوعظھن و ذکرھن

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ عید کے بعد خواتین کے اجتماع میں تشریف لے جا کر انھیں وعظ و نصیحت فرماتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۸۱ھ از کلکتہ و صہرم تلہ لا مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں،

(۱) قلعہ کلکتہ میں دروازوں پر پہرا چوکی رہتا ہے اور دس پانچ کیا سو پچاس آدمی بغرض سیر جائیں یا دوسری غرض سے مثلاً کسی کے ملاقات کو، تو کوئی مانع و مزاحم نہیں ہوتا، تین چار ہزار مزدور اندر کام کرتے ہیں جو صبح کو بے روک ٹوک اندر جاتے اور باہر آتے ہیں، ہاں شب کے ساڑھے نو بجے سے عام لوگ پانچ بجے تک اندر نہیں جاسکتے، اندر بازار بھی ہے جو چاہے باہر سے اشیاء خریدنے کو جائے کچھ مانعت نہیں، انگریزی جو قلعہ میں عمدہ بنا ہے اکثر لوگ اس کے خریدنے کو جاتے اور خرید کر لاتے ہیں، ہاں یہ قاعدہ ہے کہ باہر سے جو چاہے جو چیز چاہے اندر لے جائے مگر اندر سے بغیر پاس کے کوئی چیز باہر نہیں لاسکتا، مسجد اندر نہیں ہے، جماعت اذان کے ساتھ ہوتی ہے، پیشتر کی پلٹن میں مسلمان بکثرت تھے، نماز باجماعت ہوتی تھی، اب جو پلٹن ہے اس میں ہندو بہت ہیں، مسلمان قریب ستر کے ہوں گے، انھوں نے کرنیل سے درخواست کی کہ ہم اپنا مولوی نماز پڑھانے کی غرض سے رکھنا چاہتے ہیں اس نے اجازت دی اور انھوں نے رکھ لیا، ایک وقت میں ایک مسلمان صاحب نے جو پلٹن کے سپاہیوں میں نہیں بلکہ ایک جنرل کے ملازم ہیں بعض مسائل میں دوسرے مسلمان سے



ثانیاً اگر ثابت ہو جائے کہ یہ قلعہ اذن عام کا مکان ہے تو جب تک کسی شخص خاص کو حاضری نماز سے مانعت نہ تھی جمعہ بیشک صحیح ہو جاتا تھا اب کہ اُس ملازم جرنیل کو منع کیا گیا تو محل نظر ہے کہ یہ مانعت ان مقیمان جمعہ کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ اُسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں اگرچہ کرنیل نے اُسے جمعہ سے بھی جبراً روکا ہو یا وہ خود بخوف کرنیل نہ آتا ہو تو ان صورتوں میں بھی صحت جمعہ میں شک نہیں کہ جب مقیمان جمعہ کی طرف سے اذن عام اور وہ مکان بھی اذن عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے روکنا یا جمعہ میں اُس کا خود نہ آنا یا کسی کا جبراً اُسے بازر کھنا قاطع اذن عام نہیں ہو سکتا جیسے زندانی لوگ کہ ہمیشہ حضورِ مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص بعض نمازیوں کو خاص وقت نماز اس لئے مقید کر لے کہ مسجد میں نہ جانے پائیں تو نہ یہ قاذح اذن عام نہ مقیمان جمعہ پر اس کا الزام، بلکہ ظاہراً مانعت کرنیل بھی کوئی اپنی طرف سے حکم بھری نہیں انھیں پلٹن والوں کی خاطر سے ہے اور انھیں کی مرضی پر رکھا ہے جب یہ مزاحمت نہیں کرتے تو کرنیل کو پرغاش سے کیا مطلب، اور اگر یہ خود اُسے حاضری جمعہ سے بازر رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہئے کہ وہ شخص فی الواقع شریر و مفسد و مودی ہے کہ اُس کے آنے سے اندیشہ فتنہ ہے جب تو ایسی مانعت بھی مانع صحت جمعہ نہ ہوگی کہ قاذح اذن عام سے روکنا ہے

کما فی الطحاوی عن المحلی لا بد من حملہ  
علی ما اذا منع الناس من الصلوة ۱

جیسا کہ طحاوی میں حلی سے ہے کہ اسے اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جب وہ لوگوں کو نماز سے منع کرے۔ (ت)

شرح عیون المذاہب پھر مجمع الانہر پھر درمختار پھر فتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری میں ہے ۱  
واللفظ له الجمعة بالقلعة صحيحة وان غلق بابها لان الاذن العام مقرر لاهلها وغلقة لمنع عدو او عادية قديمة لا للمصلحة ۲

اس کے الفاظ یہ ہیں کہ قلعہ کے اندر جمعہ درست ہے اگرچہ اس کا دروازہ بند ہو کیونکہ اذن عام اہل قلعہ کے لئے ثابت ہے اور اس کا بند ہونا دشمنوں کے عدم دخول کے لئے ہے یا عادت قدیمہ ہے نمازی کو روکنے کے لئے نہیں۔ (ت)

اور یہ روکنا درحقیقت نماز سے روکنا نہیں بلکہ فتنہ سے بندش ہے،

۱ طحاوی علی الدر المختار باب الجمعة  
۲ فتح المعین باب صلوة الجمعة مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت  
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۲۲/۱  
۳۱۶/۱

مگر بادشاہ امیر کی طرف سے دروازوں پر پرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی مزاحمت ہو تو مقیمین کا وہ اذن عام محض لفظ بے معنی ہوگا وہ زبان سے اذن عام کہتے اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہو سکتا۔ پس مانحن فیہ میں دو باتیں محل نظر ہیں :

اولاً اُس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی مانعت نہ کہے ، طحاوی میں ہے :

لو اس ادوا الصلوة داخلها ودخلوها جميعا  
لو يمنعوا۔  
اگر لوگوں نے قلعہ کے اندر نماز کا ارادہ کر لیا اور تمام اس کے اندر داخل ہو گئے تو انہیں منع نہ کیا جائے۔ (ت)

اگر ایسا ہے تو بیشک وہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چوکی پہرہ ہونا کچھ مضر نہ ہوگا کہ پہرہ ہی مانع ہے جو مانع دخول ہو، لہذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف اجلس البوابین (پہرے دار بیٹھا دینے۔ ت) نہ فرمایا بلکہ لیمنعوا عن الدخول (تاکہ وہ دخول سے منع کریں۔ ت) بڑھایا، یعنی رجحانیہ میں محیط سے منقول :

ان اجلس البوابین علیہا لیمنعوا عن الدخول  
لو تجزہم الجمعة۔  
اس نے پہرے داروں کو دروازوں پر داخلے سے منع کرنے کے لئے بیٹھا دیا تو اب جمعہ جائز نہ ہوگا۔ (ت)

تو صرف شوکت شاہی یا اُس قانون کی رعایت کو کہ بے پاس کوئی اندر سے باہر نہ جائے، پہرہ ہونا مکان کو صلاحیت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت سوچا پس یا ہزار دو ہزار کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے مستفاد، اگر تمام جماعت شہر جانا چاہیں نہ جانے دیں گے تو وہ مکان بندش کا ہے اس میں جمعہ نہیں ہو سکتا۔ بدائع میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا :

یسى جمعة لاجتماع الجماعات فیہا فاقضى  
ان تكون الجماعات کلہا ما ذونین بالحضور  
اذنا عما تحقیقا لمعنی الاسم۔  
جمعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کو آنے کی اجازت ہو تاکہ نام کے معنی کا ثبوت ہو۔ (ت)

۳۴۴/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	باب الجمعة	۱ طحاوی علی الدر المختار
۶۰۱/۱	مصطفیٰ البابی مصر	"	۲ رد المختار بحوالہ الکافی
۲۶۹/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	فصل شرائط الجمعة	۳ رجحانیہ عن محیط
			۴ بدائع الصنائع

الدخول فيه اهذ اكله مما اخذته تفقهها  
من كلما تهم وار جوان يكون ضوا بان شاء  
الله تعالى.

کھول دیا جائے اور یہ تمام فقہاء کی عبارات سے  
میں نے سمجھا ہے اور ان شاء اللہ امید ہے کہ یہ  
صواب ہے (ت)

(۲) دس سنتیں ہیں، چار پہلے چار بعد ہی منصوص علیہن فی المتون قاطبة وقد صح بہن الحدیث فی  
صحیح مسلم (ان کے چار ہونے پر متون میں قطعاً تصریح ہے اور صحیح مسلم میں ان کے بارے میں صحیح حدیث  
بھی وارد ہے۔ ت) اور دو بعد کو اور، کہ بعد جمعہ چھ سنتیں ہونا ہی حدیثاً و فقہاً اثبت واحوط (مختار و  
مخاط حدیث و فقہ کے اعتبار سے۔ ت) مختار ہے اگرچہ چار کہ ہمارے ائمہ میں متفق علیہ ہیں ان دو سے مؤکد تر ہیں،

لحدیث ابوداؤد بسند صحیح والحاکم  
وصحیحہ علی شرط الشیخین عن ابن عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ کان اذا کان بمکة  
فصلی الجمعة تقدم فصلی رکعتین ثم  
تقدم فصلی اربعاً (وفیه) فقال کان رسول  
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل ذلك هذا  
مختصر وتمام الکلام علیہ فی الفتح والامام  
الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن ابی عبدالرحمن  
السلمی قال قدم علینا عبد اللہ (یعنی ابن مسعود  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فكان یصلی بعد الجمعة  
اربعاً فقدم بعده علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
فکان اذا صلی الجمعة صلی بعدھا رکعتین  
واربعاً فاعجبنا فعل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
فاخترناہ۔ فی فتح ابوالسعود الاثر ہدی  
تحت قول مسکین قال ابویوسف رحمہ اللہ

ابوداؤد میں سند صحیح کے ساتھ حدیث ہے، حاکم نے  
تخریج کر کے کہا کہ بخاری و مسلم کے شرائط پر ہے  
\_\_\_\_\_ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما کے بارے میں ہے کہ جب مکہ میں تھے جمعہ  
ادا فرمایا تو آگے بڑھے دو رکعات ادا کیں پھر آگے بڑھے  
تو چار رکعات ادا کیں (اور اسی میں ہے) فرمایا رسالاً  
صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔ یہ مختصر ہے  
اور اس پر تمام گفتگو فتح میں ہے۔ امام طحاوی شرح  
معانی الآثار میں ابوعبدالرحمان السلمی کے حوالے سے بیان  
کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ نے جمعہ کے بعد  
چار رکعات ادا کیں اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور آپ کا طریقہ تھا کہ جمعہ کے  
بعد پہلے دو رکعات پھر چار رکعات ادا کرتے، ہمیں  
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل نہایت ہی پسند آیا

۲۶۵/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	فصل صلوٰۃ الجمعة	لے جامع الرموز
۱۶۰/۱	نور محمد اصح المطابع کراچی	باب الصلوٰۃ بعد الجمعة	لے سنن ابوداؤد
۲۳۳/۱	ایچ ایم سعید کینی کراچی	باب التطوع بعد الجمعة	لے شرح معانی الآثار

كما في الشامي عن الطحطاوي لا يضر منع نحو النساء لخوف الفتنة انتهى.

اقول وتعليه بعدم التكليف معلول بما في الشامي عن العلامة اسمعيل مفتي دمشق الشام تلميذ المحقق العلافي صاحب الدر المختار عن العلامة عبد العلي البرجندی شرح النقاية ان الاذن العام ان لا يمنع احدا ممن تصرح منه الجمعة كما لا يخفى فافهم -

علماء خود فرماتے ہیں کہ مؤذیوں کو مساجد سے روکا جائے،

كما في عمدة القاري للامام البدر محمود العيني وفي الرسائل الزينية للعلامة نريت بن نجيم المصري وفي الدر المختار يمنع منه (اي من المسجد) كل مؤذ ولو بلسانه.

جیسا کہ امام بدر محمد عینی کی عمدة القاری، علامہ زین بن نجیم المصری کے رسائل زینیہ اور در مختار میں ہے کہ (مسجد سے) ہر اذیت دینے والے کو منع کیا جائے اگرچہ وہ زبان سے اذیت دینے والا ہو۔ (ت)

تو یہ روکنا کہ مطابق شرع ہے منافی اذن نہیں، اور اگر ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ محض ظلماً بلا وجہ یا براہ تعصب روکتے ہیں تو بلا شبہ ان کا جمعہ باطل کہ ایک شخص کی ممانعت بھی اذن عام کی مبطل،

فقد مر عن الشامي عن اسمعيل عن البرجندی ان لا يمنع احدا.

پہلے شامی نے شیخ اسمعیل سے برجندی کے حوالے سے لکھا کہ کسی کو منع نہ کیا جائے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے :

الاذن العام بالصلوة بان يفتح باب الجامع او دار السلطان بلا مانع لاحد من

نماز کے لئے اذن عام یہ ہے کہ داخلہ کے لئے بلار کاوٹ جامع مسجد یا دار السلطان کا دروازہ

۶۰۱/۱	مطبوعه دار الكتب العربيه مصطفی البابی مصر	باب الجمعة	۱۰ ردالمحتار
۶۰۰/۱	"	"	"
۹۴/۱	مطبوعه مطبع مجتباتی دہلی	باب ما يفسد الصلوة الخ	۱۰ در مختار

ہندوستان کے عام بلاد ایسے ہی ہیں ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے حکم دیا ہے کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ کھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی یہ چار رکعتیں چاروں سنت بعد یہ جمعہ کے بعد پڑھے اور جس پر ظہر کی قضا کے عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بہ نیت سنت وقت ادا کرے جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح و ثابت رکھے جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے اگر بہ نیت فرض ادا نہ کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہو گا اور اب یہ چار رکعتیں نری احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی اور جب یوں نیت صحیح سے ادا کر چکا تو ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں بلکہ وہی گول نیت رکھے کہ جو کھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن کی ہو اس سے زیادہ خیالات پریشان نہ کرے، یوں پڑھنے میں یہ نفع پائے گا کہ اگر شاید علم الہی میں بوجہ فوت بعض شرائط جمعہ صحیح نہ ہوا ہو گا تو یہ رکعتیں آج ہی کی ظہر ہو جائیں گی کہ اس صورت میں یہ ظہر وہ کھلی ہے جس کا وقت اُسے ملا اور ابھی ذمہ سے ساقط نہ ہوئی اور اگر جمعہ صحیح واقع ہوا تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے ذمہ رہی ہوگی (خواہ یوں کہ سرے سے پڑھی ہی نہ تھی یا کسی وجہ سے فاسد ہو گئی) وہ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی ظہر نہ رہی ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی اسی لحاظ سے جس پر قضا کے عمری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری پڑھیں کہ اگر نفل ہوئیں اور سورت نہ ملانی تو واجب چھوٹ کر نماز مکروہ تحریمی ہوگی، ہاں جس پر قضا کے عمری ہے اُسے کھلی دو میں سورت ملانے کی حاجت نہیں کہ اُس کے ہر طرح فرض ہی ادا ہوں گے، جمعہ نہ ہوا تو آج کے اور ہوا تو آج سے پہلے کے یہ سب تفصیل واقع کے اعتبار سے ہے نمازی کو نیت میں اس شک و تردد کا حکم نہیں کہ نیت و تردد باہم منافی ہیں اگر یونہی نہ بند نیت کی تو وہ مقصود و احتیاط ہرگز حاصل نہ ہو گا لہذا اسی طرح گول نیت سے بے خیال تردد بجالائے اور واقع کا معاملہ علم الہی پر چھوڑ دے، پھر ایسی صحیح نیت نہ لے جاہلوں کو ذرا دشوار ہے اور اُن سے یہ بھی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ جانتے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں یا سمجھنے لگیں کہ جمعہ کے دن دو ہرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار الگ، اسی لئے علماء نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر ان کی نماز ٹھیک ہو جائے انھیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں، ہاں خواص یعنی جو لوگ اس طرح کی نیت کر سکتے ہوں اور اُن سے وہ اندیشے نہ ہوں وہ یہ احتیاط بجالائیں تاکہ یقیناً فرض خدا ادا ہو جائے اور شبہ احتمال کی گنجائش نہ رہے، فقیر اپنے فتاویٰ میں یہ مسئلہ مفصل و مدلل لکھ چکا ہے یہاں صرف دو تین عبارات پر اقتصار ہوتا ہے، فتاویٰ علیگیری میں ہے :

فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعة  
لوقوع الشك فی المصرا وغیره و اقامہ اہلہ  
ہر وہ مقام جہاں جمعہ ہونے یا نہ ہونے میں شک کی  
وجہ سے جواز جمعہ میں شک ہو جائے وہاں جمعہ کے بعد

تعالیٰ السنۃ بعد صلوة الجمعة ست رکعات ۱۱  
 وبہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ نہر  
 عن عیون المذاہب والتجنیس ۱۱ فی الجواہر  
 الاخلاطی ہوما خوذ عن القاضی واخذ بہ اکثر  
 المشائخ وهو المختار ۱۱ فی مجمع الانہر  
 بہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ منا وبہ  
 یعمل ایوم ۱۱ فی البحر الرائق فی الذخیرۃ  
 والتجنیس وکثیر من مشائخنا علی قول ابی  
 یوسف وفی منیۃ المصلی والا فضل عندنا  
 ان یصلی اربعاً ثم رکعتین ۱۱ فی الغنیۃ  
 الا فضل ان یصلی اربعاً ثم رکعتین للخروج  
 عن الخلاف ۱۱

تو ہم نے اسی کو اختیار کر لیا، فتح البوسعد از ہری میں مسکین  
 کے قول کے تحت ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے  
 فرمایا: جمعہ کے بعد چھ رکعات ہیں ۱۱ اسے طحاوی  
 اور اکثر مشائخ نے مختار کہا ہے۔ نہر نے عیون المذاہب  
 اور تجنیس کے حوالے سے بیان کیا ہے جو اہر اخلاطی  
 میں ہے کہ یہ قاضی سے ماخوذ ہے ۱۱ اکثر مشائخ نے  
 اسی پر عمل کیا اور یہی مختار ہے ۱۱ مجمع الانہر میں ہے کہ  
 طحاوی اور اکثر مشائخ نے اسی پر عمل کیا اور آج اسی  
 پر عمل کیا جاتا ہے ۱۱ بحر الرائق میں ہے کہ ذخیرہ اور  
 تجنیس میں ہے کہ مشائخ کی اکثریت امام ابو یوسف  
 کے قول پر ہے ۱۱ فنیۃ المصلیٰ میں ہے کہ ہمارے نزدیک  
 افضل یہی ہے کہ پہلے چار اور پھر دو رکعات ادا کی جائیں ۱۱

غنیۃ میں ہے کہ اختلاف سے بچنے کے لئے افضل یہی ہے کہ پہلے چار اور پھر دو رکعات ادا کی جائیں ۱۱ (ت)

اور عام لوگوں کو احتیاطی ظہر کی کچھ ضرورت نہیں کما فضلنا فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے

تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۸۲ از بٹھورہ کلاں پرگز و ضلع سلی بھیت مرسلہ شیخ سالار بخش ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ چار رکعت فرض ظہر مثل نفل یعنی چاروں رکعتوں میں  
 سورت ملا کر پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

### الجواب

وہ شہر و قصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور آج کل

۱/ ۲۵۳	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الوتر والنوافل	۱۱ فتح المعین
ص ۴۲	غیر مطبوعہ قلمی نسخہ	فصل فی الجماعت	۱۱ جواہر الاخلاطی
۱/ ۱۳۰	مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الوتر والنوافل	۱۱ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر
۲/ ۴۹	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	" " "	۱۱ بحر الرائق
ص ۳۸۹	سہیل اکیڈمی لاہور	فصل فی النوافل	۱۱ غنیۃ المستملی

کی سنن اپنے طریقے پر ہوئیں، اور اگر جمعہ نہ ہو تو اس نے ظہر سنن کے ساتھ ادا کر لی، ابو السعود۔ (ت)

کان قدادی سنتها علی وجہہا والا فقد اصل  
الظہر مع سنتہ ابو السعود۔  
مراقی الفلاح میں ہے :

ان چار رکعات کی ادائیگی جاہل لوگوں کے اعتقاد میں فساد برپا کرے گی کہ جمعہ فرض ہے یا نہیں، یا ایک ہی وقت میں متعدد فرائض ہو سکتے ہیں، لہذا چار رکعات ظہر کا فتویٰ صرف خواص کے لئے ہے اور ان کا فعل (رکعات کی ادائیگی) بھی اپنے گھروں میں ہوگی اہ اسی کی مثل اس کا حکم دینے والے محققین مثلاً امام مقدسی وغیرہ نے کہا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

بفعل الاربعة مفسدة اعتقاد الجہلۃ عدم فرض الجمعة او تعدد المفروض فی وقتها ولا یفتی بالاربعة الا الخواص یكون فعلہم ایاہا فی مناسر لہم اہ وبمثله صرح المحققون الامرون کالمقدسی وغیرہ ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲۸۳ھ از فیروز پور ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ شیخ فضل حسین صاحب ۲۱ رجب ۱۳۱۱ھ  
۱۲۸۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) حنفی اگر بعض اقوال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار کر لیں جو دربارہ ترقی عبادت ہوں جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر دیہات میں جمعہ پڑھنا بقول امام شافعی جائز ہووے اور بدیں حکم حنفی پڑھیں تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور ناجائز ہونے کی صورت میں لائق مواخذہ کے ہوں گے یا صرف فرض ظہر ان کے ذمہ باقی رہے گا؟

(۲) اگر بنظر شبہ ناجواز بعد پڑھنے جمعہ کے چار رکعات دیگر بدیں نیت کہ اگر جمعہ ناجائز ہو یا یہ رکعتیں فرض ظہر میں شمار ہو جائیں ورنہ نفل رہیں بدیں خیال کہ روز قیامت فرائض میں جو کمی ہوگی سنا ہے کہ وہ سنن و نوافل سے پوری کی جائے گی، پڑھنا کفایت کرے گا یا نہیں؟ اور یہ بات اکثر جگہ رواج میں ہے یہ رواج جائز ہے یا نہیں؟

(۳) یہ بات مشہور ہے کہ نہ پڑھنے سے پڑھنا اولیٰ ہے کہ ضعف اسلام کا وقت ہے جمعہ پڑھنے کے واسطے

لہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار باب الجمعة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴۱/۱  
لہ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی ۲۰۵-۶۶ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۵-۶۶

چار رکعات بہ نیت ظہر ادا کی جائیں تاکہ اگر جمعہ نہ ہوا تو وقتی فرض کی ادائیگی بالیقین ہو سکے، الکافی۔ اور محیط میں بھی اسی طرح ہے۔ پھر ان رکعات کی نیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ ارادہ کرے کہ وہ اپنے ذمے آخری ظہر ادا کر رہا ہے اور یہی احسن ہے، اور احوط یہ ہے کہ یوں ارادہ کرے میں آخری ظہر پڑھ رہا ہوں جس کا وقت میں نے پایا اور اسے ابھی تک ادا نہیں کیا، جیسا کہ قنیه میں ہے۔ اور فتاویٰ آہو میں ہے کہ ہمارے علاقے میں جمعہ کے بعد چار

رکعات پڑھی جاتی ہیں ان میں فاتحہ اور سورت پڑھنی چاہئے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت) علیہ میں ہے؛

بعض شرائط جمعہ کے فقدان کی وجہ سے بعض اوقات صحت جمعہ میں شک ہو جاتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو اور یہ اہل مرد کا واقعہ ہے، پس وہاں وہی کچھ کیا جائے گا جو انھوں نے کہا، محسن نے کہا کہ انھیں امہ نے احتیاطاً حتمی طور پر جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کرنے کا حکم دیا۔ (ت)

حلبی کہتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد اس کی سنن ادا کرے پھر اس نیت سے چار رکعات پھر وقتی سنتیں دو رکعات ادا کرے، پس اگر اب جمعہ صحیح ہوا تو اس

الجمعة ينبغي ان يصلوا بعد الجمعة اربع ركعات وينووا بها الظهر حتى لو لم تقع الجمعة موقعها يخرج عن عهداة فرض الوقت بيقين كذا في الكافي وهكذا في المحيط ثم اختلفوا في نيتها قيل ينوي اخر ظهر عليه وهو الاحسن والاحوط ان يقول نويت اخر ظهر ادركت وقته ولم اصله بعد كذا في القنية وفي فتاوى آهو ينبغي ان يقرأ الفاتحة والسورة في الاربعة التي تصلى بعد الجمعة في ديارنا كذا في التاتارخانية۔

قد يقع الشك في صحة الجمعة بسبب فقد بعض شروطها ومن ذلك ما اذا تعددت في المصروهي واقعة اهل مردو في فعل ما فعلوه وقال المحسن امرائهم باداء الاربعة بعد الجمعة حتما احتياطاً۔

مخطاوی میں ہے؛

قال الحلبي الاولى ان يصلى بعد الجمعة سنتها ثم الاربعة بهذه النية ثم ركعتين سنة الوقت فان صحت الجمعة



پھر اس کے سبب جماعتِ ظہر ترک ہونا دوسرا گناہ، اور ہر گناہ قابلِ مواخذہ، اور اگر ظہر نہ پڑھی جب تو خود نماز فرض معاذ اللہ عمداً ترک کی فرضِ ظہر کا ذمہ پر رہ جانا کیا کوئی ہلکی بات ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت میں پناہ لیتا ہوں۔ ت)

(۲) یہ نیت کہ اگر جمعہ نہ ہو تو فرضِ ورنہ نفل ہرگز کفایت نہ کرے گی کہ جمعہ نہ ہو تو فرضِ ظہر ذمہ پر باقی ہے اور فرض کی نیت میں تعین شرط ہے شک و تردد کافی نہیں،

فی التویر لا بد من التعین عند النیة تنویر میں ہے کہ نیت کے وقت فرض و واجب کی تعیین ضروری ہے خواہ وہ قضا ہو۔ (ت)

بلکہ اشتباہ کی جگہ یہ کرے کہ جمعہ پڑھتے وقت عزم و جزم کے ساتھ جمعہ کی نیت کرے پھر چار سنت بعیدہ بنیت سنت وقت پڑھے پھر چار رکعت احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہ کی، پھر دو سنتیں بنیت سنت وقت پڑھے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جمعہ صحیح ہو گیا تو چار فرض جو اس نے پڑھے پہلے کسی ظہر کی قضا دانستہ یا نادانستہ جو اس کے ذمہ رہ گئی تھی اس میں محسوب ہو جائیں گی اور کوئی قضا نہ تھی تو نفل ہوں گی، اور اگر جمعہ نہ ہو تو یہ فرض خود آج ہی کی ظہر کے مع سنت قبلہ و بعیدہ بترتیب ادا ہو جائیں گے، یہ اس طریقہ کی منفعت ہے نہ یہ کہ نیت میں یوں شک و تردد کرے، یوں ہرگز فرض ادا نہیں ہو سکتے تو وہ مقصود احتیاط کہاں حاصل ہوا، ان رکعتوں کا رواج جواز کیا بلکہ ایسے مواقع میں علماء نے حکم دیا ہے مگر ان جاہلوں کو نہیں جو نیت صحیح نہ کر سکیں یا ان کے باعث جمعہ کے دن دوسرے فرض سمجھنے لگیں، ولہذا علماء فرماتے ہیں عوام جاہلوں کو ان کا حکم نہ دیا جائے، علیگیری میں ہے:

ینوی آخر ظہر علیہ وهو الاحسن (جو اس پر آخری ظہر ہے اس کی نیت کرے اور یہی احسن ہے۔ ت)

مراقی الفلاح میں ہے: لا یفتی بالاسربع الا الخواص (چار رکعت ظہر کا فتویٰ صرف اور صرف خواص کے لئے ہے۔ ت)

۶۷/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	باب شروط الصلوٰۃ	لے در مختار
۱۴۵/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعة	لے فتاویٰ ہندیہ
۲۷۶	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب الجمعة	لے مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی

لائق کہنے کے ہے یا نہیں؟

(۴) حاکم یا قاضی یا بادشاہ یا نائب کا موجود ہونا جو مشروط ہے اور وہ شرط ہندوستان میں کہیں میسر نہیں پھر آخر جمعہ پڑھا جاتا ہے اور ایک شرط پر لحاظ نہیں کیا جاتا، ایسا ہی اگر بعض شرائط حوالی شہر یا آبادی مساوی متی نہ لحاظ کیا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

(۵) جن دیہات میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اور وہاں کی آبادی کم ہے کہ شہریت اس کو حاصل نہیں وہاں کے لوگوں کو اگر جمعہ پڑھنے سے باز رکھا جائے اور کہا جائے کہ فرض ظہر تمہارے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا جائز ہوگا یا ناجائز، درحالیکہ وہ جمعہ پڑھنے دوسری جائز جگہ پر جانے والے نہ ہوں۔

(۶) یہ جو علماء لکھتے ہیں کہ جس بستی کے مسلمان مکلف وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سماویں وہاں جمعہ جائز ہے یہ مردم شماری دیہہ سے مراد ہے یا تعداد نمازیوں سے اندرون مسجد سے یا مع صحن مسجد؟

(۷) جماعت میں بقول بعض ائمہ علاوہ دو آدمی اور بقول بعض چالیس آدمی لکھے ہیں مالا بدمنہ میں۔ اگر موجب اس کے چالیس آدمی سے کم میں جمعہ پڑھا جائے تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

(۱) حتی الامکان چاروں مذہب بلکہ جمیع مذاہب ائمہ مجتہدین کی رعایت ہمارے علماء بلکہ سب علماء مستحب لکھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ یہ اسی وقت تک ہے کہ اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو ورنہ ایسی رعایت کی اجازت نہیں۔

رد المحتار میں ہے کہ غیر کے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب جائز نہیں جیسا کہ اس پر کتاب کی ابتداء میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ (د ت)

جب مکروہ کے سبب یہ علم تو امر حرام و ناجائز کے لئے کیونکر اجازت ہو سکتی ہے، دیہات میں جمعہ پڑھنا خود ناجائز ہے درمختار میں ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ شہر کا ہونا شرط صحت ہے۔ (د ت)

فی رد المحتار لیس لہ ان یرتکب مکروہ مذہبہ لیبراعی مذہب غیرہ کما مر تقریرہ اول الکتاب۔

فی الدر المختار تکرہ تحریمی ای لانہ اشغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ۔

۱۰۹/۱

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

لہ رد المحتار مطلب فی مذہب مراعاة الخلاف الخ

۱۱۲/۱

مطبوعہ مجتہدانی دہلی

باب العیدین

لہ درمختار

رد المحتار میں یہ عبارت بالمعنی مذکور ہے بالفاظہ مذکور نہیں۔

پوری مسجد مع سخن مراد ہے نہ کہ فقط اندر کا درجہ ،

فی التنویر هو ما لا یسع اکبر مساجدہ  
اہلہ مکلفین بها فی الشامی عن  
الطحطاوی عن القہستانی احتراض بہ  
عن اصحاب الاعذار مثل النساء و  
الصبيان والمسافرین۔

تنویر میں ہے شہر وہ ہے جس کی سب سے بڑی مسجد  
شہر کے مکلفین کے لئے ناکافی ہو، شامی میں طحطاوی  
سے اور وہاں قہستانی سے ہے کہ لفظ مکلفین سے  
معذورین کو خارج کیا ہے مثلاً خواتین، بچے  
اور مسافر۔ (ت)

(۷) ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صحت نماز جمعہ کے لئے امام کے سوا تین مرد عاقل بالغ درکار ہیں  
اس سے کم میں جائز نہیں زیادہ کی ضرورت نہیں۔

فی التنویر والجماعة اقلها ثلثة  
رجال سوی الامام۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

تنویر میں ہے جماعت کے لئے امام کے علاوہ کم از کم  
تین مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)  
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۰ ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اس کا  
جواب دینا اور جب دو خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بیٹواتوجروا

### الجواب

ہرگز نہ چاہئے یہی احوط ہے، ردالمحتار میں ہے:  
اجابة الاذان ح مکروهة نهر الفائق یہ  
پھر درمختار میں ہے:

ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی  
الاذان بین یدی الخطیب۔

خطیب کے سامنے دی جانے والی اذان کا جواب  
بالاتفاق نہیں دینا چاہئے۔ (ت)

۱۰۹/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت	باب الجمعة	۱۰ درمختار
۵۹۰/۱	مصطفیٰ البابی مصر	”	۱۱ ردالمختار
۱۱۱/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی بھارت	”	۱۲ درمختار
۶۰۴/۱	مصطفیٰ البابی مصر	”	۱۳ ردالمختار
۶۵/۱	مجتہبی دہلی بھارت	باب الاذان	۱۴ درمختار

مگر یہ اس جگہ کے لئے ہے جو شہر یا فنار شہر ہو اور تعدد جمعہ وغیرہ وجوہ کے سبب صحت جمعہ میں اشتباہ ہو، گاؤں میں جمعہ اصلاً جائز نہیں تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ ایک ناجائز کام کریں اور ان چار رکعت احتیاطی سے اس کی تلافی چاہیں۔

(۳) اور ضعف اسلام کا عذر قابل سماعت نہیں، ضعف تو یوں ہی ہے کہ اکثر اہل اسلام کو جائز ناجائز کی چنداں پروا نہ رہی نہ کہ وہ ناجائز جسے عبادت سمجھ کر بجالائیں، رونق اسلام اتباع احکام میں ہے نہ بے قیدی میں۔

والذنب یجری الذنب والقلیل یدعو  
الی الکثیر و مالنا الا فتاء الابل بالذہب  
وقد قال العلماء فی عدة مسائل  
فی المذہب لا یفتی بہا کیلا یتوصل  
العوام الی ہدم المذہب فکیف بما  
لیس من المذہب فی شیء و با لہ  
العصمة۔

گناہ دوسرے گناہ کی طرف کھینچتا ہے۔ قلیل، کثرت  
کی دعوت دیتا ہے اور ہم جو مذہب اسی پر فتویٰ  
دیتے ہیں۔ متعدد ایسے مسائل جو مذہب  
پر ہیں لیکن علماء نے فرمایا کہ ان پر فتویٰ نہ دیا جائے  
تاکہ عوام مذہب کو ختم کرنے پر نہ تل جائیں تو اس  
مسئلہ کا کیا معاملہ ہے جو مذہب سے تعلق نہ رکھتا ہو اور  
عصمت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے (ت)

(۴، ۵) اور سلطان یا اس کے مامور و ماذون کا اقامت جمعہ کرنا اگرچہ ایسی شرط ہے کہ ہنگام ضرورت ساقط ہو جاتی ہے مگر شرط مصر کا اس پر قیاس نہیں کہ غیر مصر میں اقامت جمعہ خود شرع مطہر نے ضرور نہ ٹھہرائی بلکہ وہاں عدم اقامت ہی ضرور ہے تو اس شرط کے اسقاط میں ضرورت کے کیا معنی، عنہرض دیہات میں جمعہ کی ہرگز اجازت نہیں ہو سکتی فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا،

فی الشامی عن القہستانی عن الجواہر  
لوصلوا فی القرى لزمہم اداء الظہر  
شامی نے قہستانی سے انہوں نے جو اہر سے نقل کیا  
کہ اگر لوگوں نے دیہاتوں میں جمعہ ادا کیا تو وہاں ظہر  
کی ادائیگی لازم ہوگی۔ (ت)

(۶) بعض علماء نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اس میں بستی کی مردم شماری مقصود نہیں بلکہ خاص وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ آزاد مقیم کہ اندھے لنگھے ٹولے یا ایسے ضعیف یا مریض نہ ہوں کہ جمعہ کی حاضری سے معذور ہوں ایسے معذوروں یا بچوں عورتوں غلاموں مسافروں کی گنتی نہیں، اور

## الجواب

نہ باوازنہ باخفا، بلکہ تنہا عوذ آہستہ پڑھ کر حمدِ الہی سے شروع کرے،

فی الداء المختار سیداً بالتعوذ سرّاً  
 فی رد المختار قوله یبدأ ای قبل الخطبة  
 الاولی بالتعوذ سرّاً ثم بحمد اللہ تعالیٰ  
 والثناء علیہ علیہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۲ از کلکتہ دھرم تلمذ مرسلہ جناب غلام قادر بیگ صاحب ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں جو اردو قصائد متضمن وعظ و نصیحت پڑھے جاتے ہیں  
 یہ شرعاً کیسا ہے اور عوام کا یہ عذر کہ عربی ہماری سمجھ میں نہیں آتی لہذا اردو کی ضرورت ہے قابل قبول ہے یا نہیں؟  
 بینوا تو جروا۔

## الجواب

یہ امر خلاف سنت متوارثہ مسلمین ہے اور سنت متوارثہ کا خلاف مکروہ، قرناً فقرناً اہل اسلام میں ہمیشہ  
 خالص عربی میں خطبہ معمول و متوارث رہا ہے اور متوارث کا اتباع ضرور ہے۔ در مختار میں ہے: لان المسلمین توارثوا  
 فوجب اتباعہم (یہ مسلمانوں کا توارث ہے جس کی اتباع لازم ہے۔ ت) زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم میں بچھ اللہ ہزار ہا بلادِ عجم فتح ہوئے، ہزاروں عجمی حاضر ہوئے مگر کبھی منقول نہیں کہ انھوں نے ان کی  
 غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھا یا اس میں دوسری زبان خلط کیا ہو،  
 وکل ما وجد مقتضیہ عینا مع عدم المانع  
 ثم ترکواہ دل علی انہم کفوا عنہ فکان  
 ادناہ الکراہۃ۔  
 ہر وہ شئی جس کا مقتضی پایا جائے اور  
 کوئی مانع بھی نہیں پھر اس کو ترک کر دینا اس پر دال ہے  
 کہ اسے چھوڑا گیا ہے تو کم از کم یہ عمل مکروہ ضرور  
 ہوگا۔ (ت)

عوام کا یہ عذر جب صحابہ کرام کے نزدیک لائق لحاظ نہ تھا اب کیوں مسموع ہونے لگا، بات یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ

۱۱۱/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب الحجۃ	۱۱ در مختار
۵۹۸/۱	مصطفیٰ البابی مصر	"	۱۲ رد المختار
۱۱۴/۱	مطبوعہ مجتہائی دہلی	باب العیدین	۱۳ در مختار



الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا والامام الشافعی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرسلًا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الشعر بمنزلة الكلام فحسنه کحسن الكلام وقبیحہ کقبیح الكلام قال المذاوی اسنادہ حسن۔

روایت کی سند حسن ہے۔ (ت)

خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے منبر بچھاتے وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد و ثنا و مفاخرت کا خطبہ بلیغہ اشعار میں پڑھتے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے یہ جب تک اس کام میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ جبرئیل سے اس کی مدد فرماتا ہے۔

اخرج الامام البخاری فی الجامع الصحیح عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضع لِحسان بن ثابت منبرًا فی المسجد یقوم علیہ قائمًا ینفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ینافح ویقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافع او فاجر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

امام بخاری نے الجامع الصحیح میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابی حسان بن ثابت کے لئے مسجد میں منبر بچھواتے اور وہ منبر پر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح کرتے اور کفار کی طرف سے کئے ہوئے حملوں کا جواب دیتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے کہ جب تک حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف اور دفاع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی روح القدس کے ذریعے مدد و تائید فرماتا ہے۔ (ت)

- ۱۔ الادب المفرد باب الشعر حسن الخ ۳۸۲ حدیث ۸۶۵ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۲۲۳  
 ۲۔ الجامع الصغیر مع فتح القدر بحوالہ معجم اوسط و ادب مفرد عن ابن عمرو و ابو العلی عن عائشہ ۱۷۵/۴  
 ۳۔ فیض القدر شرح الجامع الصغیر بحوالہ الہیثمی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۷۵/۴  
 ۴۔ مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ البخاری باب البیان والشعر مطبع مجتہبائی دہلی ص ۴۱۰  
 سنن ابوداؤد کتاب الادب نور محمد اصح المطابع کراچی ۶۸۴/۲

نے علم سیکنا سب پر واجب کیا ہے، عوام کہ نہیں سمجھتے، سبب یہ ہے کہ نہیں سیکھتے تو قصور ان کا ہے نہ کہ خطیب کا،  
 آخر عوام قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے کیا ان کے لئے قرآن اُردو میں پڑھا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 مسئلہ ۱۲۹۳ از شہر پور بندن ملک کاٹھیاواڑ محلہ ڈیڈ روڈ مسئلہ کھتری عمر ابو بکر صاحب  
 ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں، خطیب کو وقت خواندگی خطبہ عصا ہاتھ میں لینا سنت  
 ہے یا نہیں؟ فقط

### الجواب

خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا اور بعض نے مکروہ، اور ظاہر ہے کہ اگر سنت  
 بھی ہو تو کوئی سنت مکروہ نہیں، تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو،  
 وذلك لان الفعل اذا تردد بين السنية  
 والكرهية كان تركه اولي - واللہ تعالیٰ  
 اعلم۔  
 وہ اس لئے کہ جب فعل کے سنت اور مکروہ ہونے  
 میں شک ہو تو اس کا ترک بہتر ہوتا ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹۴ مرسلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ و عیدین میں پورا خطبہ اشعار عربی و فارسی و  
 ہندی میں پڑھنا اور اشعار کا داخل کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

شعر کی نسبت حدیث میں فرمایا وہ ایک کلام ہے جس کا حسن حسن اور قبیح قبیح یعنی مضمون پر مدار ہے  
 اگر اچھا ذکر ہے شعر بھی محمود اور بُرا تذکرہ ہے تو شعر بھی مذموم، بکجور، عروض پر موزوں ہو جانا خواہی نخواستہ ہی قبیح  
 کلام کا باعث نہیں اگرچہ اس میں انہماک واستغراق تام متکلم کے حق میں شرع کو ناپسند۔

اخرج البخاری فی الادب المفرد، والطبرانی  
 فی المعجم الاوسط وابو یعلیٰ عن عبد اللہ  
 بن عمر وبن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما و  
 هذا والدارقطنی عن ام المؤمنین  
 امام بخاری نے ادب المفرد میں، طبرانی نے معجم اوسط  
 میں اور ابو یعلیٰ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابو یعلیٰ اور دارقطنی  
 نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما اور



اپنی کتاب القول الصواب فی فضل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کے سترہویں باب میں الاكتفاء فی فضل الاربعة الخلفاء سے نقل کیا ہے۔ (ت)

فی فضل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب من کتابه الاكتفاء فی فضل الاربعة الخلفاء۔

مگر ان خطبوں کا تمام و کمال نظم ہی میں پڑھنا نہ چاہئے کہ بلاوجہ کلمات مسنونہ سے اعراض بلکہ طریقہ متواترہ کی تغیر ہے اور نظم خالص خطبہ میں ترک سنت تلاوت کو مستلزم جس کی کراہت کلمات علماء میں مصرح۔ امداد الفتح شرح نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے :

محیط میں ہے کہ خطبہ میں قرآنی سورت یا اس کی آیت پڑھی جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ قرآنی سورت یا کسی آیت قرآنی سے خالی نہ ہوتا۔ (ت)

فی المحيط یقرأ فی الخطبة سورة من القرآن او آية فالأخبار قد تواترت ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ القرآن فی خطبته لا تخلو عن سورة او آية۔

علامہ طحاوی نے حاشیہ شرح تنویر میں خطبہ ثانیہ کی نسبت فرمایا :

پہلے خطبہ میں وعظ کے بدلے دوسرے میں مومنین اور مومنات کے لئے دعا کا اضافہ کیا جائے اس میں وعظ نہ ہو اور اس میں قرأت آیت سنت ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔ (ت)

یزید فیہا الدعاء للمومنین والمومنات بدل الوعظ فی الاولى ولا یعظ فیہا ویسن قراءة آية فیہا کذا فی البحر۔

در مختار میں ہے :

دو خطبے درمیان میں جلسہ کے ساتھ سنت ہیں، اس

یسن خطبتان بجلستہ بینہما وتارکہا

میں کہتا ہوں بحر میں تجنیس والمزید کے قول کو ظاہر قرار دیتے ہوئے ذکر کیا کہ دوسرا خطبہ پہلے کی طرح ہے، پس غور کرنا چاہئے ۱۲ منہ (ت)

عہ اقول ذکرة فی البحر استظہاراً من قول التجنیس والمزید الثانية کالاولی الخ فلیتنبہ ۱۲ منہ (م)

۵۹۸/۱ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر

لے ردالمختار بحوالہ امداد الفتح باب الجمعة

۳۴۲/۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

لے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب الجمعة

سیدی عارف باللہ امام الطریقین شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں،  
 ماکان منه یعنی من الشعر فی الزہد و  
 المواعظ والحکم و ذم الدنیا والتذکیر  
 بالاء اللہ و نعت الصالحین و صفة المتقین  
 ونحو ذلك مما یحمل علی الطاعة و یبعد  
 عن المعصیة محمود الخ

تو اگر خطبہ جمعہ یا عیدین میں اچاناً دو چار عربی اشعار حمد و نعت، وعظ و تذکیر و ذم دنیا و مدح عقبی کے پڑھے جائیں  
 کوئی مانع نہیں بلکہ خود اس شہداء الامتہ فی امر اللہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی  
 فقد اخرج العسکری فی المواعظ عن ابی خالد  
 الغسانی قال حدثنی مشیخہ من اهل الشام  
 ادركوا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ  
 عنه قالوا لما استخلف صعد المنبر فلما  
 رأى الناس اسفل منه حمد الله ثم  
 كان اول كلامه تكلم به بعد الثناء على  
 الله وعلى رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم  
 هون عليك فان الامور بكمف الاله مقاديرها  
 فليس باتيك منهيهما ولا قاصر عنك ما مورها  
 ذكره العلامة ابراهيم بن عبد الله  
 اليمنى المدينى فى الباب السابع  
 عشر من كتاب القول الصواب

۱۰۹ ص مطبوعہ مطبعة المشهد القاہرہ  
 الباب السابع عشر

ف: اعلیٰ حضرت نے شیخ کے حوالہ سے عبارت نقل کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا، مجھے اصل عبارت نہیں مل سکی، البتہ  
 سعی بسیار کے بعد اس عبارت کی مؤید عبارت عوارف المعارف سے ان الفاظ کے ساتھ مل ہے، فان كان من  
 القصائد فى ذكر الجنة والنار والتشويق الى دار القرار و وصف نعم الملك الجبار و ذكر العبادات و

یوں ہی زبانِ عجمی کا داخل خطبہ کرنا مناسب نہیں کہ زماۃ صحابہ و تابعین و ائمہ دین سے خطبہ خاص زبانِ عربی میں ہونا متواتر ہے کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی شرح الموطا (جیسا کہ شاہ ولی اللہ الدہلوی نے شرح موطا میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ت) عہدِ سلف میں بجز اللہ ہزاروں بلا و عجم فتح ہوئے، ہزار ہا منبر نصب کئے گئے، عامۃ حاضرین اہلِ عجم ہوتے مگر کبھی منقول نہیں کہ سلف صالح نے ان کی تقسیم کے لئے خطبہ جمعہ یا عیدین غیر عربی میں پڑھا یا اس میں دوسری زبان کا خلط کیا، اور سنتِ متواترہ کی مخالفت بیشک مکروہ ہے۔ درمختار میں فرمایا،

ان المسلمین ما توارثوه فوجب اتباعہم لہ  
ای ثبت و تأکید اقول و تحقیق ان  
التذکیر بالعجمیۃ لما کان المقصود لہ  
بعینہ موجودا و المانع مفقودا ثم لم یفعلوا  
کان ذلك کفامنہم لا ترکا و الکف فعل و الفعل  
یجری فیہ التوارث بخلاف التروک اذ لا معنی  
لتوارثہ ولا مساع لتأسی فیہ لانہ غیر مفعول  
بل ولا مقدور کما نص علیہ الاکابر الصدور  
قال فی الاشباہ والنظائر التروک لا یتقرب

جو مسلمانوں میں متواتر و منقول ہو اس کی اتباع لازم ہوتی ہے اور یعنی وہ ثابت اور ترک ہوتا ہے اقول اس کی تحقیق یہ ہے کہ عجمی زبان میں وعظ و نصیحت کا تعاضل بنفسہ موجود تھا اور مانع مفقود، پھر بھی انہوں نے ایسا نہیں کیا تو یہ ان کی طرف سے چھوڑنا ہے ترک نہیں، چھوڑنا فعل ہے اور فعل میں توارث جاری ہوتا ہے بخلاف ترک کے کہ اس میں توارث کا مفہوم ہی نہیں ہو سکتا اور اس میں اقتدا کا کوئی جواز ہی نہیں کیونکہ اس پر عمل ہی نہیں ہوا بلکہ وہ قدرت میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شامل کیا جو تین آیات کے برابر ہوں اور ایک آیت کہنے والے کی بھی یہی مراد ہے، اس کی دلیل یہ ہے جو ہندیہ نے جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ خطبہ میں جو قرآن پڑھا جائے اس کی مقدار تین چھوٹی آیات یا ایک طویل آیت ہے اور پس علماء کے کلمات موافق ہو گئے اور حق واضح ہو گیا  
الحمد لله ۱۲ منہ ۱ ت

بقد رثلث و هو مراد من قال آید بدلیل  
ما فی الہندیۃ عن الجوہرۃ مقدار ما  
یقرأ فیہا من القرآن ثلاث آیات قصدا و آیۃ  
طویلۃ اھ فالتمام الکلمات و حصص الحق و  
الحمد لله ۱۲ منہ

جلسہ کو ترک کرنا اصح قول کے مطابق گناہ ہے جیسے کہ تین آیات کی مقدار قرارت کا ترک کرنا گناہ ہے اہل مخلصاً قلت ان کے قول "قدر الخ" سے طویل آیت بھی شامل ہو جاتی ہے جو تین آیات کے برابر ہو لہذا رد المحتار میں جو اعتراض ہوا اس کا ازالہ بھی ہو جائے گا۔ آپ پر اس حاشیہ کا مطالعہ نہایت مفید ہے جو ہم نے اس (رد المحتار) پر لکھا ہے۔ (ت)

مسئ علی الاصح کترکہ قراءۃ قدر ثلاث آیات اہل مخلصاً قلت وبقوله قدر الخ دخل آية طويلة تكون قدر ثلاث فاندفع ماورد في رد المحتار وعلیک بما علقناہ علیہ۔

علامہ شامی نے کہا یعنی خطبہ میں صرف ایک تسبیح اور تہلیل کے برابر جو تین آیات یا تشہد واجب کے برابر نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ تین آیات کا ترک مکروہ ہے کیونکہ ملتقی اور مواہب اور نور الایضاح وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ ایک آیت کا پڑھنا سنت ہے میں نے اس پر حاشیہ لکھا جس کی عبارت یہ ہے اقول بلکہ یہ تو صریح لفظ کا مفاد ہے اور اگر آپ کا تاویل شدہ مقصد ہوتا تو یوں کہتے (تین آیات کے ترک کی طرح مکروہ ہے) تاویل کے ذریعہ تبدیلی کی جائے یہ صریح مفاد بہتر ہے حالانکہ شارح کا مقصد خاص تین آیات مراد نہیں تاکہ آپ کا ذکر کردہ اعتراض وارد ہو بلکہ انھوں نے تو قدرہا کا لفظ کہا ہے اور ایک اور دو ایسی آیات کو بھی (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ قال العلامة الشامی ای یکرہ الاقتصار فی الخطبة علی نحو تسبیحة و تہلیلۃ مما لایکون ذکر اطویلا قدر ثلاث آیات او قدر التشہد الواجب و لیس المراد ان ترک قراءۃ ثلاث آیات مکروہ لان المصرح بہ فی الملتقی والمواہب و نور الایضاح وغیرہا ان من السنن قراءۃ آية ۱۰ وکتبت علیہ مانصہ اقول بل هو مفاد صریح اللفظ ولو کانت المراد ما اولتم بہ لقال کترکہ قراءۃ ثلاث آیات و هذا الشبہ بالتبديل منہ بالتاویل ولا یرید الشارح ثلاث آیات عینا حتی یرد علیہ ما ذکرتم وانما قال قدرہا فادخل آية او آیتین

کذا فی الزاہدی۔

زاہدی میں اسی طرح ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر وفتاویٰ خلاصہ و تنویر الابصار میں جواز کا حکم دیا۔

الاشباہ میں ہے کہ اگر (نابالغ نے) بادشاہ کی اجازت سے خطبہ دیا اور بالغ نے نماز پڑھا دی تو جائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ اگر ایسا ہوا یعنی بچے نے بادشاہ کی اجازت سے خطبہ دیا لیکن نماز بالغ نے پڑھائی تو جائز ہے۔ خلاصہ میں ہے کسی نابالغ بچے نے سلطان کے حکم سے خطبہ دیا اور بالغ نے نماز پڑھائی تو جائز ہے۔ (ت)

حیث قال فی الاشباہ لو خطب باذن السلطان و صلی بالغ جائز و فی تنویر الابصار فان فعل بات خطب صبی باذن السلطان و صلی بالغ جائز و فی الخلاصۃ صبی خطب یا مر السلطان و صلی الجمعة مصل بالغ یجوز۔

در مختار میں اسی کو مختار قرار دیا۔

حیث قال بعد قوله جاز هو المختار

جہاں انہوں نے ما تین کے قول "جاز" کے بعد کہا یہی مختار ہے (ت)

بہر حال صونا عن الخلاف ( اختلاف سے بچنے کی خاطر۔ ت ) نابالغ کا خطبہ پڑھنا مناسب نہیں، و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۶ از شکر گو ایار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غزہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

نماز جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی پڑھے جائیں یا نہیں یعنی اگر جمعہ کے شرائط پورے ادا ہوتے ہیں تو پھر یہ رکعتیں غیر ضرور ہیں اور اگر جمعہ بموجب مذہب حنفی ادا نہیں ہوتا تو جمعہ کیوں پڑھا جاتا ہے نماز ظہر پڑھی جائے اگر احتیاطاً دونوں پڑھی جاتی ہیں تو پھر ہم مقلد اور حنفی کیا ہوئے آئین بالجہر کرنے والے اور فاتحہ خلف الامام پڑھنے والے بھی یہی عذر کر سکتے ہیں مفصل طور پر ارشاد فرمائیے کہ سائل کو تسکین ہو، زیادہ نیاز۔

۱۴۶/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس فی صلوة الجمعة	۱
۵۴۴/۱۴۳/۲	ادارة القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی	احکام الصبیان	۲
۱۱۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتباتی دہلی بھارت	باب الجمعة	۳
۲۰۵/۱	مطبوعہ مکتبہ صیدیہ کوئٹہ	الفصل الثالث والعشرون فی صلوة الجمعة	۴
۱۱۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتباتی دہلی بھارت	باب الجمعة	۵

نہیں جیسا کہ اس پر اسلاف اکابر نے تصریح کی۔ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ ترک سے تقرب حاصل نہیں کیا جاسکتا البتہ اس صورت میں جب ترک چھوڑنے کی صورت میں ہو تو وہ فعل ہوگا اور نہی میں یہی مکلف بہ ہے نہ کہ ترک بمعنی عدم، کیونکہ اس معنی میں وہ عبد کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہوتا جیسا کہ تحریر میں ہے۔ تحریر سے مراد امام مطلق محقق کی کتاب تحریر الاصول ہے اسے مضبوطی سے حاصل کرو کیونکہ یہ نہایت ہی نہوری مقام ہے (ت)

بایںہمہ اگر خطبہ عربیہ کے ساتھ کچھ اشعار پند و نصائح اُردو میں پڑھے جائیں جیسا کہ آج کل ہندوستان میں اکثر جگہ معمول ہے تو غایت اس کی بس اس قدر کہ خلافِ اولیٰ و مکروہ تنزیہی ہے اس سے زیادہ اسے مکروہ تحریمی گناہ و ممنوع و بدعت سیئہ قرار دینا محض بے دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۹۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کا خطبہ جمعہ پڑھنا اور نماز غیر خطیب کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیوا توجروا

## الجواب

غیر خطیب کا نماز پڑھنا اولیٰ نہیں،

تنویر الابصار میں ہے کہ غیر خطیب کا قوم کو نماز پڑھانا مناسب نہیں، اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول ہے۔ (ت)

فی تنویر الابصار ولا ینبغی ان یصلی بالقوم غیر الخطیب وھکذا فی الفتاویٰ عالمگیریۃ ناقلان عن الکافی۔

اور اگر نابالغ خطبہ پڑھے اور نابالغ نماز پڑھائے تو اس میں اختلاف ہے عالمگیری میں ناقلان عن الزاہدی (زاہدی سے منقول ہے۔ ت) خطیب کا صالح امامت جمعہ ہونا شرط ٹھہرایا اور نابالغ صالح امامت نہیں تو اس کا خطبہ پڑھنا ناجائز اور فرض اس سے ساقط نہ ہوگا

اس کی عبارت یہ ہے خطبہ دینے والے کے لئے یہ شرط ہے کہ جمعہ کی امامت کا اہل ہو،

عبارتھا ہذہ واما الخطیب فی شرط فیہ ان یتاہل للامامۃ فی الجمعیۃ

مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۴۷

القاعدۃ الثانیۃ

۱/۱۱۳

مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت

باب الجمعہ

در مختار

مسئلہ ۱۲۹۷ از نو دیا ضلع بریلی غزہ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جامع مسجد ہے کہ ہمیشہ اُس میں جمعہ ہوتا ہے اب ایک مسجد بنا ہوئی اُس کو جامع مسجد بنانا اور قدیم کی جامع مسجد کو ترک کر دینا یا دونوں کو جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قصبہ و شہر جہاں جمعہ جائز ہے وہاں نماز جمعہ متعدد جگہ ہونا بھی جائز ہے اگرچہ فضل حتی الوسع ایک جگہ ہونا ہے اور اگلی مسجد جامع کو ترک کر دینے کے اگر یہ معنی کہ اُس میں نماز ہی چھوڑ دی جائے، تو قطعاً ناجائز کہ مسجد کا ویران کرنا ہے اور اگر یہ مراد کہ نماز تو وہاں ہوا کرے مگر جمعہ وہاں کے بدلے اب اس مسجد جدید میں ہو، اس میں اگر وہاں کے اہل اسلام کوئی مصلحت شرعیہ قابل قبول رکھتے ہوں تو کیا مضائقہ، ورنہ مسجد جامع وہی مسجد قدیم ہے اور اُس میں نماز جمعہ کا ثواب زائد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۸ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب

۲۰ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ کے چار رکعت ظہر احتیاطی کا پڑھنا ملک پنجاب یا ہندوستان کے شہروں میں جن میں جامع مساجد شاہوں کے حکم سے بنی ہوئی ہیں واجب ہے یا مستحب، اور ان شہروں میں نماز جمعہ میں کچھ وہم یا شبہہ ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب مع عبارت لکھا جائے۔

الجواب

بعض شرائط صحت کی تحقیق میں یہاں ضرور اختلاف و اشتباہ ہے، ایسی جگہ علمائے کرام نے چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا مگر خواص کے لئے، نہ کہ ایسے عوام کو جو تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں، اُن کے لئے ایک مذہب پر صحت بس ہے، یہ رکعتیں بجال تو ہم عدم صحت تو صرف مندوب ہیں اور بجال شک و اشتباہ ظاہر و جوب، ردالمحتار میں ہے:

مقدس نے محیط سے نقل کیا کہ ہر وہ جگہ جس کے شہر ہونے میں شک ہو وہاں پر ان لوگوں کو جمعہ کے بعد احتیاطاً چار رکعتیں بنیت ظہر ادا کرنی چاہئیں، اسی کی مثل کافی اور قنیہ میں ہے کہ ائمہ نے جمعہ کے بعد لوگوں کو حتمی طور پر احتیاطاً چار رکعات کا حکم دیا ہے، المقدسی نے کہا کہ ابن شحنہ نے اپنے دادا سے اس کے

نقل مقدسی عن المحيط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصراینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعة امر بعبانیة الظہر احتیاطاً، و مثله فی کافی والقنیة امر ائمتہم بالاربع بعدہا حتما احتیاطاً، قال المقدسی ذکر ابن الشحنة عن جدہ

## الجواب

عبادات بشدت محل احتیاط ہیں اور خلافت علماء سے خروج بالاجماع مستحب، جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے کمانص علیہ فی رد المحتار وغیرہ (جیسے کہ رد المحتار وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) قرارت مقتدی و رفع یدین و جہر بہ آئین ہمارے مذہب میں بالتفاق ائمہ ممنوع و مکروہ و خلاف سنت ہیں تو ہمیں یہاں رعایت خلاف اپنے مذہب سے خروج اور مکروہ فی الذہب کا ارتکاب صاف ہے بخلاف فرض احتیاطی کہ بسبب تعدد جمعہ رکھے گئے یہ دونوں حرج سے پاک ہیں کہ جواز تعدد مطلقاً اگرچہ علی الاصح ظاہر الروایۃ اور وہی معمول و مفتی بہ مگر منع تعدد بھی مذہب میں ایک قول قوی و مصحح ہے،

فی رد المحتار جواز التعدد وان کان ارجح و اقوی دلیلاً لکن فیہ شبهة قوية لان خلافہ مروی عن ابی حنیفة ایضا و اختارہ الطحاوی و التمر تاشی و صاحب المختار و جعلہ العتابی الاظہر و قد علمت قول البدائع انہ ظاہر الروایۃ و فی شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظہر الروایتین عن الامام قال فی النہر و فی الحاوی القدسی و علیہ الفتوی و فی التکملة للزاہدی و بہ ناخذہ فهو حیثئذ قول معتمد فی المذہب لا قول ضعیف لہ ملخصاً

رد المحتار میں ہے کہ جمعہ کے متعدد مقامات پر ہونے کا جواز اگرچہ راجح اور قوی ہے مگر اس میں اشتباہ بھی قوی ہے کیونکہ اس کے خلاف امام ابو حنیفہ سے بھی روایت ہے اور اسے طحاوی، تمر تاشی اور صاحب مختار نے اختیار کیا اور عتابی نے اسے اظہر قرار دیا ہے اور صاحب بدائع کا یہ قول آپ پڑھ چکے کہ یہ ظاہر الروایۃ ہے، شرح المنیۃ میں جوامع الفقہ سے ہے کہ امام صاحب سے مروی دونوں روایات میں سے یہ اظہر ہے، نہر میں کہا کہ حاوی القدسی میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، اور زاہدی کے تکلمہ میں ہے کہ ہمارا عمل اسی پر ہے اھ تو اس وقت مذہب میں یہ معتمد قول ہوا ضعیف قول نہ رہا اھ ملخصاً (ت)

پھر اس کی رعایت میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی کہ یہ فرض احتیاطی بجماعت نہیں ہوتے منفرداً بہ نیت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں وہ بھی صرف خواص کے لئے عوام کو نہ بتائے جائیں نہ انھیں حاجت، تو فرق ظاہر ہو گیا اور اعتراض ساقط و تفصیل القول فی تلك الركعات قد سبقت فی فتاواننا (ان رکعات کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہمارے فتاویٰ میں گزر چکی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم



بن عوف فصلاھا بمسجد ہم، فسعی مسجد  
الجمعة وھی اول جمعة صلاھا صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم ذکرہ ابن اسحاق اللہ واللہ  
سبحنہ وتعالیٰ اعلم

موقعہ پر جمعہ کے دن قبا سے مدینہ طیبہ کی طرف چلے تو  
دن خوب بلند ہو چکا تھا محلہ بنو سالم بن عوف میں  
جمعہ کا وقت ہو گیا تو آپ نے ان کی مسجد میں جمعہ ادا  
فرمایا، اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد الجمعة قرار

پا گیا، یہ پہلا جمعہ تھا جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا۔ ابن اسحاق نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور  
واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از درو ضلع نینی تال ڈاک خانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا جمعہ میں آدمیوں کی کثرت سے سجدہ سہو امام  
کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

ہاں علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جبکہ سجدہ سہو کے باعث مقتدیوں کے خبط و افتنان کا  
اندیشہ ہو اس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اسی کو اولیٰ قرار دیا،

در مختار میں ہے کہ نماز عید، جمعہ اور فرض و نفل نماز میں سہو  
برابر ہے، متاخرین کے ہاں عید و جمعہ میں دفع فتنہ  
کی وجہ سے سجدہ سہو کا نہ ہونا مختار ہے جیسا کہ بحر کے باب  
جمعہ میں ہے۔ مصنف نے اسے ثابت رکھا اور در میں  
اسی کے ساتھ جزم کیا۔ (ت)

فی الدر المختار السہو فی صلوة العید والجمعة  
والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند  
المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنہ کما  
فی جمعة البحر وقرہ المصنف وبہ جزم فی  
الدر۔

رو المختار میں ہے،

ظاہر یہ ہے کہ ان (نماز عید و جمعہ) کے علاوہ میں جہاں  
بھی کثیر اجتماع ہو اس کا حکم بھی یہی ہے جیسا کہ بعض نے  
بیان کیا ہے ط، اور اسی طرح رحمٰتی نے بحث کرتے ہوئے  
کہا اور کہا کہ خصوصاً ہمارے دور میں (سجدہ سہو نہ کرنا

الظاہر ان الجمع الکثیر فیما سواہما  
کذاک کما بحثہ بعضہم ط و  
کذا بحث الرحمتی وقال خصوصاً فی  
زماننا وفي جمعة حاشیة

لے شرح الزرقانی علی الموطا باب ما جاز فی الامام ینزل بقریۃ الخ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱/۲۲۰  
باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی ۱/۱۰۳

التصريح بالندب وبحث فيه بانه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم اما عند قيام الشك والاشتباه فالظاهر الوجوب و نقل عن شيخه ابن الهمام ما يفيد و قال المقدسي نحن لا نأمر بذلك امثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص ولو بالنسبة اليهم اذ ملخصا

مندوب ہونے کی تصریح کی اور اس پر اعتراض کیا کہ ایسی بات اس وقت ہے جب وہم ہو اور اگر شک و اشتباہ ہو تو پھر واجب ہے اور اپنے شیخ ابن ہمام سے وہ نقل کیا جو یہاں مفید تھا، مقدسی نے کہا کہ ہم ایسی باتوں کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ خواص کو مطلع کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کی نسبت سے ہوں اھ  
ملخصاً (ت)

تحقیق مسئلہ ہمارے فتاویٰ اور رسالہ نوامع البہا فی المصر للجمعة والاربع عقبہا میں

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۹ از رامپور متصل مراد آباد محلہ ملاظریف گھر فرنگن محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب

۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دین مسئلہ کہ جمعہ بکدام سال مفروض شد۔  
اس مسئلہ کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ جمعہ کس سال فرض ہوا؟

### الجواب

ہم بسال اول از ہجرت علی الصبح المشہور عند الجمهور فی شرح المواہب للزرقانی آلیۃ مدنیۃ فتدل علی انها فرضت بالمدينة و علیہ الاکثر وقال الشيخ ابو حامد فرضت بمكة قال الحافظ وهو غریب و فی شرح الموطا له أنه صلى الله تعالى عليه وسلم فی سفر الهجرة لما خرج من قبا يوم الجمعة حين ارتفع النهار ادرکتہ الجمعة فی بنی سالم

جمہور کے نزدیک صحیح مشہور یہی ہے کہ ہجرت کے پہلے سال فرض ہوا، شرح المواہب للزرقانی میں ہے کہ آیت (جمعہ) مدنی ہے جو دال ہے کہ جمعہ کی فرضیت مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ میں ہوئی، اور اکثر علماء کی یہی رائے ہے۔ شیخ ابو حامد کہتے ہیں کہ جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض ہوا تھا۔ حافظ کہتے ہیں کہ یہ قول غریب ہے۔ زرقانی کی شرح موطا میں ہے کہ رسالتنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر ہجرت کے

۱/ ۵۹۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر باب الجمعة

۴/ ۴۳۳ مطبوعہ مطبوعہ عامرہ مصر الباب الثاني فی ذکر صلوٰۃ الجمعة مطبوعہ مطبوعہ عامرہ مصر

المعذورین بقوله لما فيه من الاخلال  
بالجملة اذ هي جامعة الجماعات اه قال  
في الفتح وتبعه في البحر هذا الوجه مبني على  
عدم جواز تعدد الجمعة في المصر الواحد  
نراد في البحر وهو خلاف المنصوص عليه  
رواية ودرایة اه اقول عله في الهداية  
بتعليقین الاول ما ذكر والثاني ما عولتم  
عليه حيث قال بعده والمعذور قد  
يقتدى به غيره اه ولا غر وتعليل المسألة  
على كل من القولین علی ان قول التوحيد  
ايضا قول قوي في المذهب كما يظهر مما  
علقنا على رد المحتار وقد اوردناه في  
فتاوانا والاعتراض بمثل هذا على مثل  
هذا الامام من مثل هذا الفاضل العلام  
مما يفضي الى العجب وقد تبع فيه الفتح  
ولكن الفتح انما اقتصر على ما قدمت ثم  
قال وعلى الرواية المختارة عند السرخسي  
وغیره من جواز تعددها فوجهه انه ربما  
يتطرق غير المعذور الى الاقتداء بهم الخ  
ولم يذكر ما ذكر هذا البحر فهو ليس  
بجرح بل شرح بتوضيح الدليلین علی  
القولین والله الموفق۔

بیان کرنا بھی اسی پر مبنی ہے کہ اس صورت میں جمعہ  
میں خلل آتا ہے حالانکہ وہ تمام جماعتوں کا جامع ہے  
فتح میں کہا اور اسی کی اتباع بحر میں ہے کہ یہ وجہ  
ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کے عدم جواز پر مبنی ہے الخ  
بحر میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ روایت و درایت کے  
لحاظ سے یہ نص کے خلاف ہے اه۔۔۔

اقول ہدایہ میں اس کی دو علتیں بیان ہوئی ہیں  
ایک یہ جو مذکور ہے اور دوسری وہ جس پر تم نے اعتقاد  
کیا وہاں اس کے بعد انہوں نے کہا کہ کبھی معذور کی  
غیر اقتداء کر لیتا ہے اه اور کوئی حرج نہیں کیونکہ مسئلہ  
کی علت دونوں قولوں پر ہے۔۔۔

علاوہ ازیں قول توحید بھی مذہب میں قوی قول ہے جیسا  
کہ ہمارے حاشیہ رد المحتار کی تحریر سے ظاہر ہو جاتا  
ہے اور ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے ،  
اس طرح کا اعتراض ایسے امام پر اس طرح کے فاضل  
علام سے تعجب وارو، اور انہوں نے اس میں فتح کی اتباع کی ہے  
لیکن فتح نے اسی پر اکتفا کیا ہے جو پیچھے گزر چکا ہے  
پھر کہا سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار روایت پر تعدد  
جمعہ کا جواز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات  
معذور کو غیر معذور کی اقتداء لاتی ہو جاتی ہے اه  
اور انہوں نے ذکر نہیں کیا جو بحسبہ نے کیا ہے پس وہ  
جرح نہیں بلکہ دو اقوال کی دلیلوں کی تقسیم طور شرح ہے  
اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

۱۵۰/۱	۱۵۰/۱	۱۵۰/۱	۱۵۰/۱
۱۵۰/۱	۱۵۰/۱	۱۵۰/۱	۱۵۰/۱
۱۵۰/۱	۱۵۰/۱	۱۵۰/۱	۱۵۰/۱
۱۵۰/۱	۱۵۰/۱	۱۵۰/۱	۱۵۰/۱

چاہئے) حاشیہ ابوالسعود کے جمعہ میں عزیمت سے ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ سجدہ سہو جائز نہیں بلکہ اس کا ترک اولیٰ ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں، اھ قولہ اس پر درمیں جرم ہے لیکن اس کے محشی الوانی نے اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب وہاں کثیر لوگ جمع ہوں ورنہ نہیں کیونکہ اس وقت ترک سجدہ کا داعی نہیں ہوگا، ط۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

ابی السعود عن العزمیة انه ليس المراد عدم جواز بل الاولى تركه لئلا يقع الناس في فتنة اھ قوله وبه جزم في الدرر لکنه قیده محشیہا الوانی بما اذا حضر جمع کثیر واکا فلا داعی الی الترتک ط۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۰ از ریاست رامپور محلہ ملا ظریف گھیر منشی عبدالرحمن خاں مرحوم مرسلہ مولوی عبدالرؤف صاحب

۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں آج جمعہ کے دن امام صاحب جمعہ مع خطبہ پڑھا کر فارغ ہوئے اب اُس وقت پندرہ سولہ آدمی اسی مسجد میں بعد نماز جمعہ آگئے اب یہ آئندگان اسی مسجد میں پھر جمعہ پڑھیں یا ظہر، بر تقدیر ثانی جماعت سے پڑھیں یا منفرذ، عبدالرحی صاحب مرحوم نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جمعہ پڑھیں گے دوسری مسجد میں افضل لکھا ہے اگر اسی مسجد میں پڑھیں کچھ حرج نہیں کر کے تحریر کیا ہے، مگر عالمگیری کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا جمعہ جائز نہیں بلکہ وہ لوگ فرادی فرادی نماز پڑھیں اس کی تحقیق کیا ہے؟ بیٹوا تو تجروا۔

## الجواب

عالمگیری میں یہ مسئلہ غانیہ سے ماثر ہے اور اسی کی مثل فتاویٰ ظہیریہ و بحر الرائق و درمختار وغیرہا میں مذکور،

بحر میں ہے کہ ظہیریہ میں فرمایا کہ اگر کسی شہر میں قوم سے جماعت فوت ہوگئی تو بغیر اذان، تکبیر اور جماعت کے ظہر ادا کریں۔ (ت)

قال فی البحر قال فی الظہیریة جماعة فاتهم الجمعة فی المصر فانهم یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامة ولا جماعة۔

تصویر مسئلہ فوت جمعہ سے ہے اور وہ قول تو حد پر تو ظاہر، وعلیہ یتنی تعلیل الہدایة لمسألة

اور ہدایہ میں مسئلہ معذورین کی ان الفاظ میں علت

۵۵۶/۱

۱۵۴/۲

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر  
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

ردالمحتار باب سجود السهو  
بحر الرائق شرح کنز الدقائق

سراجیہ میں ہے :

والی مصروف ہو گیا تو جمعہ وارث میت پڑھائے یا محاسب یا قاضی، تو جائز ہے، اور اگر ان میں سے وہاں کوئی موجود نہیں اور لوگوں نے کسی شخص کو امام بنا لیا تو تب بھی جائز ہے۔ (ت)

والی مصروفات فصلی بہم خلیفۃ المیت او صاحب الشرطۃ او القاضی جا تر فات لم یکن ثم واحد منهم واجتمع الناس علی رجل فصلی بہم لجاز۔

خانیہ میں ہے :

اگر وہاں قاضی اور خلیفۃ میت نہ ہو اور لوگ کسی ایک شخص کو امام بنا لیں تو یہ ضرورت کے موقع پر جائز ہوگا۔ (ت)

ان لم یکن ثم قاض ولا خلیفۃ المیت فاجتمع العامة علی تقدیم رجل جائز لمكان الضرورة۔

تہذیب و ہندیہ میں ہے :

اگر امام سے اجازت متعذر ہو اور لوگ کسی ایک آدمی کو امام بنا لیں تو جائز ہے۔ (ت)

لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعة لجاز۔

اور پرنٹا ہر کہ کلام اسی صورت میں ہے جبکہ پہلا جمعہ صحیح ادا ہو لیا ورنہ مسجد واحد میں تعدد جمعہ کہاں، اور دوسری مسجد میں اولویت کا کیا منشا، تو ضرور ہے کہ پہلی نماز اسی نے پڑھائی جو اس مسجد میں اقامت جمعہ کا مالک تھا اب یہ دوبارہ وہیں جمعہ پڑھانے والا دو حال سے خالی نہیں یا اس مالک اقامت کے اذن سے پڑھائے گا یا بے اذن اول کی طرف راہ ممنوع کہ یہاں اذن مالک نہیں، مگر انابت اور بعد اس کے کہ آج کا جمعہ خود اصل پڑھا چکا اقامت شعار ہو چکی، جمعہ امروز میں انابت کے کوئی معنی نہیں کہ انابت تحصیل نا حاصل کے لئے ہوتی ہے نہ تحصیل حاصل کے واسطے نہ نائب و غیب ایک امر میں جمع ہو سکیں اور جمعہ آئندہ کے لئے اذن جمعہ امروزہ کا اذن نہیں تو شکی ثانی ہی متعین ہوتی اور جمعہ میں غیر امام جمعہ کی امامت بے اذن امام جمعہ باطل ہے۔ سراجیہ میں بعد عبارت

عہ بقی ان لو وجدوا اماما معینا ما ذونا ح (م) (یہ احتمال باقی رہ گیا کہ عام لوگ کسی مقررہ اذن والے شخص کو پائیت

۱۴/۱	مطبوعہ منشی نو کشور کھنؤ بھارت	باب الجمعة	۱۴/۱
۸۴/۱	" " " " " "	باب صلوة الجمعة	۸۴/۱
۱۴۶/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة	۱۴۶/۱

اور قول معتد تعدد پر بھی اُس میں صورتِ متعددہ متصور، از انجملہ یہ کہ سب جگہ نماز ہو چکی اور باقی صرف تین آدمی ہیں اور جمعہ کے لئے کم سے کم چار درکار، بہر حال یہ مسئلہ عدم جواز تعدد جمعہ مسجد واحد میں نص نہیں، اب سوال پر نظر کیجئے فتاویٰ لکھنؤ بعض اجاب سے منگا کر دیکھا گیا اُسی میں اُس حکم پر نہ کوئی سند پیش کی ہے نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا صرف صحت تعدد و فرضیت جمعہ پر بنائے کارِ کر کے لکھ دیا کہ اس وجہ سے لازم ہے اُن لوگوں کو کہ جماعت سے خطبہ اور جمعہ ادا کریں مگر دوسری مسجد میں ہو تو اولیٰ ہے اور اگر اُسی مسجد میں ہو تو بھی کچھ حرج نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) صحت جمعہ کے لئے صرف جواز تعدد

ہی کافی نہیں ہے

ہزار نکتہ باریک تریز مو اینجا ست

(یہاں ہزار نکتہ ہے جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے)

ہر شخص اقامت و امامت جمعہ کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ سلطان اسلام یا اس کا مامور یا علی الخلف مامور کا نائب بنایا ہو اب ضرورت یا بلا ضرورت اور جہاں استیذان سلطان متعذر ہو تو جسے عامہ مومنین خطیب و امام جمعہ مقرر کر لیں تنویر الابصار و درمختار میں ہے،

صحت جمعہ کے لئے سلطان یا اس کی طرف سے اقامت جمعہ پر مامور شخص کا ہونا ضروری ہے، اس میں اختلاف ہے کہ امام اعظم یا اس کے نائب کی طرف سے مقرر کردہ خطیب، خطبہ میں نائب بنا سکتا ہے یا نہیں، بعض نے کہا بہر حال میں جائز نہیں، بعض نے کہا کہ حاجت کے وقت جائز، ورنہ جائز نہیں، اور بعض کے نزدیک بہر حال میں نائب بنا سکتا ہے، فقہاء کی عبارت سے یہی ظاہر ہے، بدائع میں ہے کہ ہر وہ شخص جسے جمعہ کا مالک بنا دیا گیا وہ اپنے علاوہ کسی کو اقامت جمعہ

یشترط لصحتها السلطان او مأموره باقامتها واختلف في الخطيب المقرر من جهة الامام الاعظم او نائبه هل يملك الاستنابة في الخطبة فقیل لا مطلقا و قیل ان لضرورة جازوالالا و قیل يجوز مطلقا وهو الظاهر من عباراتهم ففي البدائع كل من ملك الجمعة ملك اقامة غيره و نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر اما مع عدمهم فيجوز للضرورة اه ملقطا۔

کے لئے تقرر کا بھی مالک ہوگا اور عام لوگوں کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں جبکہ مذکور لوگ موجود ہوں، ہاں اگر مذکورہ بالا لوگ نہ ہوں تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا اھ ملقطا (ت)

ردالمحتار میں ہے ،

قوله لمعذ وروكنا غيره بالاولى اه فانت  
تعلم انهم انما اوجههم الى اداء الظهر  
انهم لا يقدر ان على اقامة الجمعة فارشدا  
الى صلواتها فرادى كما لا يخفى على من  
رزق العقل السليم والفهم المستقيم  
والله تعالى اعلم۔

قولہ معذور، غیر معذور کا بطریق اولیٰ یہی حکم ہے اور  
اور آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ اداءِ ظہر کے زیادہ محتاج  
ہیں کیونکہ وہ اقامتِ جمعہ پر قادر ہی نہیں لہذا علماء  
نے تنہا نمازِ ظہر ادا کرنے کی تلقین کی، جیسا کہ ہر شخص پر  
مخفی نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم اور فہم مستقیم  
عطا فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں دو امام درمیان میں پردہ ڈال کر جمعہ  
پڑھانا جائز ہو گا یا نہیں ؟

(۲) ایک مسجد میں دو دفعہ جمعہ پڑھنا جائز ہو گا یا نہیں ؟ بینوا توجروا

### الجواب

عدم جواز بمعنی گناہ تو جمیع فرائض میں ہے صورت سوال سے ظاہر کہ دیدہ و دانستہ دو جماعتیں بالقصد اس  
طرح کیں اور کسی فرض کی دو جماعتیں ایک مسجد ایک وقت میں بالقصد قائم کرنا ہرگز جائز نہیں، دونوں فریق یا لا اقل  
دونوں میں سے ایک ضرور گنہ گار ہو گا کہ جماعت فرائض کی ایسی تفریق صراحتاً بدعتِ سینہ شنیعہ ہے، اگر دونوں  
امام میں صرف ایک صالح امامت بلا کراہت ہے، مثلاً دوسرا فاسق معین یا بد مذہب ہے جب تو کراہت  
صرف اس دوسرے پر ہے، اور اگر دونوں صالح تو جس کی نیت پہلے بندھ گئی اس پر الزام نہیں دوسرے پر ہے، اور  
معاً باندھیں تو دونوں پر۔ خلاصہ وہندیہ میں ہے :

کچھ لوگ مسجد داخل میں اور کچھ لوگ مسجد خارج میں بیٹھے  
تھے مؤذن نے تکبیر کہی، اہل خارج میں سے امام نے  
اور اہل داخل میں سے بھی امام نے جماعت کرائی، ان  
میں سے جس نے پہلے شروع کی وہ امام اور اسی کے لوگ  
مقتدی ہوں گے اور ان کے حق میں کوئی کراہت نہیں (ت)

قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی  
المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من  
اهل الخارج وأمهم وقام امام من اهل الداخل  
فأمهم من يسبق بالشروع فهو والمقتدون  
به لا كراهة في حقهم۔

مذکورہ ہے :

اگر بغیر اذن خطیب نماز پڑھائی تو جائز نہیں ، البتہ اس صورت میں جائز ہوگی جب اس کی اقتداء کسی ایسے شخص نے کی جو ولایت جمعہ رکھتا تھا۔ (ت)

لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا يجوز الا اذا اقتدى به من له ولاية الجمعة۔

در مختار میں ہے :

واقره شیخ الاسلام (اسے شیخ الاسلام نے ثابت رکھا۔ ت)

خانیہ و ہندیہ ورد المختار میں ہے :

کسی شخص نے اذن امام کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اس کا حکم دیا ہو۔ (ت)

ساجل خطب یوم الجمعة بغیر اذن الامام والامام حاضر لا يجوز ذلك الا ان يكون الامام امره بذلك۔

نہ اس مسجد میں آج کے جمعہ کو امام کی ضرورت ، نہ معدودے چند عامہ ناما س میں ورنہ جمعہ سے بڑھ کر عیدین کبھی کسی شخص کو فوت نہ ہوں جبکہ اپنے ساتھ ایک ہی پاسکے کہ انھیں نماز مل جانی ضرورت قرار پائے اور ان میں ایک کا دوسرے کو امام عید مقرر کر لینا قائم مقام امامت سلطان اسلام ٹھہرے اور تمام مسائل کہ فوت جمعہ و عیدین پر مبتنی ہیں باطل ہو جائیں و هذا لا يقول به عاقل فضلا عن فاضل (یہ بات تو کوئی معمولی عقل والا بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ کوئی فاضل کہے۔ ت) تو حتی یہ ہے کہ اس مسجد میں درکنار کسی دوسری مسجد میں بھی جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو خواہ مکان یا میدان میں کسی جگہ یہ لوگ جمعہ نہیں پڑھ سکتے بلکہ اپنی ظہر تنہا تنہا پڑھیں۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے :

جمعہ سے پہلے اور اس کے بعد شہر میں معذور ، قیدی اور مسافر کا جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں قلت جماعت اور صورت تعارض لازم آتی ہے۔ (ت)

کرة تحريم المعذور و مسجون و مسافر اداء ظہر بجماعة في مصر قبل الجمعة و بعد هاتقليل الجماعة و صورة المعارضة۔

۱۷ ص	مطبوعہ منشی نوکشور لکھنؤ بھارت	باب الحجہ	۱۷ فتاویٰ سراجیہ
۱۱۰/۱	مطبع مجتہائی دہلی بھارت	”	۱۷ در مختار
۱۳۵/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب السادس عشر في صلوة الجمعة	۱۷ فتاویٰ ہندیہ
۱۱۲/۱	مطبع مجتہائی دہلی بھارت	”	۱۷ در مختار



نہ ہوا، یہیں سے صورتِ اخیرہ کا جواب بھی ظاہر، اور اگر بفرض باطل صورتِ صحت تسلیم بھی ہو جو ہرگز لائق تسلیم نہیں تو اس کے سخت مخالف مقصود شرع و بدعتِ شنیعہ سیئہ ہونے میں کلام نہیں، جمعہ میں ایک مذہب قوی یہ ہے کہ شہر بھر میں ایک ہی جگہ ہو سکتا ہے اور بعض نے دو جگہ اجازت دی اور بعض نے بیچ میں نہر فاصل ہونے کی شرط کی، مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار امامت جمعہ ہو کہ جیسے دو ویسی ہی نتو، یہ بلاشبہ ابتداء فی الدین ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۰۳ از کانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ  
ما قولکم ایہا العلماء الکرام (اے علماء کرام! تمہارا قول کیا ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ خطبہ یا عیدین کو عربی میں پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا یا صرف اردو میں بطور وعظ کے خطبہ ادا کرنا یا بعض حصہ عربی و بعض اردو میں پڑھنا یا چند اشعار ترغیباً و تہیباً عربی یا غیر عربی میں پڑھنا مع النشر اولا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جدوا  
الجواب

یہ سوال چند امور پر مشتمل:

اول جمعہ یا عیدین کا خطبہ پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا۔ اقول وباللہ التوفیق ( میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) قضیہ نظر فقہی یہ ہے کہ یہ امر عیدین میں بہ نیت خطبہ ہو تو ناپسند اور اس کا ترک احسن اور بعد ختم خطبہ نہ بنیت خطبہ بلکہ قصد پسند و نصیحت جداگانہ ہو تو جائز و حسن اور جمعہ میں مطلقاً مکروہ و ناسخ، دلیل حکم و وجہ فرق یہ کہ زمان بکثرت نشان رسالت سے عہد صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ تخلص زبان عربی میں مذکور و ماثور اور با آنکہ زمانہ صحابہ میں بجد اللہ تعالیٰ اسلام صد ہا بلا و عجم میں شائع ہوا، جو امع بنیں، منابر نصب ہوئے، با وصف تحقیق حاجت کبھی کسی عجمی زبان میں خطبہ فرمانا یا دونوں زبانیں ملا نامروی نہ ہوا تو خطبے میں دوسری زبان کا خلط سنت متوارثہ کا مخالف و مغیر ہے اور وہ مکروہ،

کما بیناہ فی فتاوانا و ذکرنا ثم الفرق بین الکف و الترتک فتبت و لا تتخبط۔  
جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا اور وہاں ہم نے کف اور ترک کے درمیان فرق واضح کر دیا ہے اس پر

ثابت رہا اور انشمار کا شمار نہ ہوں۔ (ت)

مگر عیدین میں خطبہ بعد نماز ہے تو وہ مستوعد وقت نہیں ہو سکتا نیت قطع اپنا عمل کرے گی اور بعد فرائض خطبہ کہ تمام امور متعلقہ نماز عید منتہی ہو گئے، مسلمانوں کو تذکیر و تفہیم و وعظ و تعلیم ممنوع نہیں بلکہ مندوب، اور خود سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ بخاری و مسلم و دارمی و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

ردالمحتار باب ادراک الفریضہ میں ہے :

لو كان مقتداً بمن يكره الاقتداء به ثم شرع  
من لا كراهة فيه هل يقطع ويقعدى به  
استظهر ط ان الاول لو فاسق لا يقطع ولو  
مخالفاً وشك في مراعاته يقطع اقول و  
الظاهر العكس لان الثاني كراهة تنزيهية  
كلاعمى والاعرابي بخلاف الفاسق الخ

اگر کسی نے ایسے شخص کی اقتدا کی جس کی اقتدا مکروہ تھی پھر  
ایسے امام نے جماعت شروع کی جس میں کراہت نہ تھی  
تو کیا وہ مقتدی قطع کر کے دوسرے کی اقتدا کرے ط  
نے اس کو ظاہر کہا کہ اول اگر فاسق ہے تو قطع نہ کرے  
اور اگر مخالف مسلک رکھتا ہے اور اس سے دوسرے  
مسلک کی رعایت مشکوک ہے تو پھر قطع کرے اقول  
اس کا عکس اظہر ہے کیونکہ دوسرے میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ نابینا یا اعرابی میں ہے بخلاف فاسق کے الخ

اور جمعہ میں تو جواز بمعنی صحت ہی نہیں کم سے کم ایک فریق کا جمعہ سرے سے ادا ہی نہ ہوگا، صحت جمعہ  
کی شرائط سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ اسلام یا اس کا مامور اقامت کرے یعنی سلطان خود یا اس کا  
ماذون خطبہ پڑھے، امامت کرے اور جہاں یہ صورت متعذر ہو جیسے ان بلاد ہندوستان میں کہ ہنوز دارالاسلام  
ہے وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت یعنی عام مسلمین جسے امام مقرر کر لیں۔

فی التنبیہ والدریشتراط لصحتها السلطان  
او مامورہ باقامتها وقالوا یقیمہا امیرالبلد  
ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاة قاضی  
القضاة ونصب العامة غیر معتبر مع وجود من ذکر  
امام مع عدمہم فیجوز للضرورة اھ ملتقطاً  
تنبیہ اور در میں ہے کہ صحت جمعہ کے لئے سلطان یا  
اس کی اقامت کے لئے سلطان کا مامور ہونا ضروری  
ہے، فقہانے فرمایا ہے کہ جمعہ شہر کا امیر، پھر محاسب  
پھر قاضی پھر وہ شخص قائم کر سکتا ہے جس کو قاضی القضاة  
نے مقرر کیا ہو ان لوگوں کی موجودگی میں عوام کا تقرر

معتبر نہیں البتہ جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا اھ ملتقطاً (ت)

پر ظاہر کہ کسی مسجد کے لئے دو امام جمعہ علی وجہ الاجتماع کہ دونوں امامت جمعہ واحدہ کریں مقرر نہیں ہوتے  
خصوصاً ہمارے بلاد میں امر اور بھی اظہر کہ نصب عامہ صرف بضرورت اقامت شعار معتبر اور یہ ضرورت امام واحد  
سے مرتفع، تو ایک جمعہ میں ایک مسجد میں دو امام کا جمع باطل و متدفع، پس صورت مستفسرہ میں ان دونوں میں  
جو اس مسجد کا امام معین جمعہ نہ تھا اس کا اور اس کے مقتدیوں کا جمعہ ادا نہ ہوا، اور اگر دونوں نہ تھے تو کسی کا

او جامع و اغتسل استقبال خلاصۃ ای لزو ما  
لبطلان الخطبة سراج اہمزیدامن الشامی  
لوما توتے سرے سے خطبہ دے خلاصہ، یعنی اب خطبہ دوبارہ دینا لازمی ہے کیونکہ پہلا ختم ہو چکا ہے سراج اہمزیدامن  
شامی سے ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ خطبہ خواندہ کا ترجمہ یا اور مواعظ و نصائح جو اس وقت میں واقع ہوں گے انہیں مقاصد و مضامین خطبہ پر مشتمل  
ہوں گے۔ تو وقت خطبہ میں ایقاع تذکیر بہ نیت تذکیر قطعاً اسے داخل خطبہ  
کے گا اور نیت قطع بے معنی رہے گی کہ عمل و واقعہ صراحتاً اس کا کذب ہوگا

کمن نوی ان لایاکل و هو اکل اولای شرب و هو  
شارب بالجملة فنية التذکیر فی هذا الوقت  
عین نية الخطبة لیست الخطبة الا هذا  
ولذا صرحوا ان الخطیب كلما تکلم بکلام  
یا صریح بمعرف و ف اوینہی عن منکر فانه یعد  
من الخطبة وان خاطب بدس جلا معینا لاجابة  
مخصوصة کما سیأتی۔

جیسے کہ کسی شخص نے نیت کی کہ وہ نہیں کھائے گا یا نہیں  
پئے گا درانحالیکہ وہ کھا رہا ہے یا پی رہا ہے، الغرض اس  
موقعہ پر تذکیر کی نیت بعینہ نیت خطبہ ہے کیونکہ خطبہ  
تذکیر ہی ہوتا ہے، اسی لئے فقہاء نے تصریح کی ہے  
کہ خطبہ دینے والا کوئی ایسا کلام کرے جس میں نیکی کا حکم  
اور بُرائی سے ممانعت ہو تو اسے خطبہ ہی کہا جائے گا اگرچہ  
وہ کسی مخصوص حاجت کی وجہ سے کسی سے مخاطب ہو رہا ہو  
جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔ (ت)

اور اگر بالفرض قطع ہی مانے تو خطبہ و نماز میں فصل لازم آئے گا اگرچہ غیر اجنبی سے تو سنت مستمرہ وصل کے خلاف ہوگا بہر حال  
خالی از کراہت نہیں ہذا ما ظہری وباللہ التوفیق۔

دوم صرف اردو خطبہ اس کی کراہت بیان بالا سے اظہر و ازہر خصوصاً جبکہ یہ صرف اپنی صرافہ محضہ پر ہو کہ اب تو  
اس کا مکروہ و شنیع ہونا صراحتاً مخصوص کہ خطبہ میں تلاوت قرآن عظیم کا ترک بُرا ہے۔

فی الہندیۃ فی ذکر سنن الخطبة الحادی عشر  
قراءة القرآن و تارکها مستیٰ کذا فی البحر الرائق  
ومقدار ما یقرأ فیها من القرآن  
ثلث آیات قصار و آیت طویلة کذا

فتاویٰ ہندیہ میں سنن خطبہ کے بیان میں ہے کہ گیارھویں  
سنت خطبہ میں قرآن پڑھنا ہے اور اس کا ترک گناہ  
ہے، اسی طرح بحر الرائق میں ہے اور اس کی تعداد  
تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت ہے

سے راوی:

قال خرجت مع النبي صلى الله تعالى عليه و  
سليم يوم فطر او اضحى فصلى ثم خطب ثم اتي  
النساء فوعظهن وذكرهن وامرهن  
بالصدقة

میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عید الفطر  
یا عید الاضحیٰ کے دن نکلا آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ  
ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ خواتین کے اجتماع میں  
تشریف لے گئے انھیں وعظ و نصیحت فرمائی اور صدقہ  
کرنے کا حکم دیا۔ (ت)

صحیحین میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم نزل فاتي النساء فذكرهن  
لائے، اس کے بعد خواتین کے اجتماع میں تشریف لاکر انھیں نصیحت و تلقین فرمائی۔ (ت)

امام نووی منہاج میں فرماتے ہیں: انما نزل اليهن بعد فراغ خطبة العيد (آپ خواتین کے اجتماع  
میں خطبہ عید سے فراغت کے بعد تشریف لے گئے۔ ت) بخلاف جمعہ کہ اس میں خطبہ قبل نماز ہے اور شروع تذکیر سے  
آغاز تکبیر تک اسی کا وقت ہے ولہذا فصل بہ اجنبی ناجائز، یہاں تک کہ اگر فصل طویل حاصل ہو خطبہ زائل اور اعادہ  
لازم، ورنہ نماز باطل ہو، اور غیر اجنبی سے بھی فصل پسندیدہ نہیں اور اعادہ خطبہ اولیٰ۔

در مختار میں ہے اگر کسی نے جنبی حالت میں خطبہ دیا پھر  
غسل کیا اور نماز پڑھائی تو جائز ہے (یعنی غسل کو خطبہ  
اور نماز کے درمیان) اجنبی شمار کیا جائے گا کیونکہ وہ  
بھی نماز کے اعمال میں سے ہے لیکن اعادہ خطبہ بہتر ہے  
جیسا کہ اگر خطبہ کے بعد نوافل ادا کئے، جیسا کہ بحر  
فی الدر المختار لو خطب جنبا ثم اغتسل  
وصلى جاز (ای ولا يعد الغسل فاصلا لانه  
من اعمال الصلوة ولكن الاولى اعادتها  
كما لو قطع بعد ما في البحر) ولو فصل  
باجنبى فان طال بان سرجع لبیت فتغدى

۱۳۱۳/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب خروج الصبيان الى الصلوة	۱	۱۳۱۳/۱
۱۳۱/۱	"	باب المشى والركوب الخ	"	۱۳۱/۱
۲۸۹/۱	"	باب صلوٰۃ العیدین	"	۲۸۹/۱
۱۱۱/۱	مطبع مجتہبائی دہلی بھارت	باب الجمعہ	"	۱۱۱/۱
۶۰۰/۱	مصطفیٰ البابی مصر	"	"	۶۰۰/۱

مسئلہ ۱۳۰۴ از کانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مسئلہ شیخ محمد سہول ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ  
ما قولکم ایہا العلماء الکرام (اے علماء کرام تمہارا کیا قول ہے) اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز میں جو اخیر  
میں دو رکعت ظہر کی سنت پڑھتے ہیں اس کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

جمعہ کے بعد ظہر کی سنت کا کوئی محل ہی نہیں، نہ ضرورت بمعنی وجوب سنن میں محتمل۔ ہاں جمعہ کی سنت بعد یہ میں  
اختلاف ہے، اصل مذہب میں چار ہیں وعلیہ المتون (متون میں اس بات کا تذکرہ ہے۔ ت) اور احوط و  
افضل چھ ہیں۔

وہو قول الامام ابی یوسف وبہ اخذ اکثر  
المشاخ کما فی فتح اللہ المعین عن النہر عن  
العیون والتجنیس وهو المختار کما فی جواہر  
الاخلاطی وهو الثابت بالحديث کما بیناہ فی  
فتاوانا۔

امام ابو یوسف کا یہی قول ہے اور اسی پر اکثر مشائخ  
کا عمل ہے جیسا کہ فتح اللہ المعین میں نہر سے اور  
وہاں عیون اور تجنیس سے ہے اور یہی مختار ہے جیسا  
کہ جواہر الاخلاطی میں ہے اور یہ حدیث سے ثابت  
ہے جیسا کہ ہمارے فتاویٰ میں اس کی تفصیل ہے۔ (ت)

مگر جب صحت جمعہ میں نزاع و اشتباہ کے باعث خواص چار رکعت احتیاطی بہ نیت آخر ظہر پڑھیں تو انہیں  
چاہئے بعد جمعہ چار سنتیں پھر وہ چار رکعتیں پڑھ کر ان کے بعد یہ دو سنتیں بہ نیت سنت وقت پڑھیں، جمعہ یا ظہر  
کی تعیین نہ کریں کہ نیت ہر احتمال کو اشتمال رکھے اور ہر طرح یہ سنتیں اپنے موقع پر بالاتفاق واقع ہوں۔

فی رد المحتار عن شرح المنیة الصغیر والاولی  
ان یصلی بعد الجمعة سنتها ثم الاربع بیہذہ  
النیت ای نیت آخر ظہر اور کنتہ ولم اصلہ ثم  
سکعتین سنۃ الوقت فان صحت الجمعة  
یکون قد ادى سنتها علی وجہہا والا فقد صلی  
الظہر مع سنتہ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

رد المحتار میں شرح منیة الصغیر کے حوالے سے ہے کہ بہتر  
یہ ہے کہ جمعہ کے بعد اس کی سنن ادا کی جائیں پھر چار  
رکعات اس نیت سے یعنی آخری ظہر کی نیت سے کہ  
جسے میں نے پایا مگر ادا نہ کیا پھر وقتی دو سنتیں ادا کرے  
اب اگر جمعہ صحیح ہو گیا تھا تو اس کی سنن اپنے وقت پر  
ادا ہوئیں اور اگر جمعہ صحیح نہیں تو ظہر سنتوں کے ساتھ ادا  
ہوگی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

فی الجوهرة المنيرة -

جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ (ت)

سوم کچھ عربی کچھ اردو اس کا حال بھی بیان سابق سے واضح ہو چکا مگر جب امام بحالت خطبہ کوئی امر منکر دیکھے تو اُس سے نہی کیا ہی چاہئے اور جب وہ عربی نہیں سمجھتا یا امام خود عربی میں کلام کرنا نہیں جانتا تو ناچار زبان مقدور و مفہوم کی طرف رجوع ہوگی یہ کلام جو خطبہ میں ہوگا خطبہ ہی سے ہوگا کہ امر بالمعروف بھی اُس کے مقاصد حسنہ سے ہے  
فی الدر المختار ص ۱۶۰ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف  
لانہ منہا۔  
در مختار میں ہے خطبہ میں گفتگو مکروہ ہے البتہ نیکی کا حکم جائز ہے کیونکہ یہ خطبہ کا حصہ ہے۔ (ت)

یوں ایک حصہ خطبہ اردو میں ہونا البتہ مکروہ نہیں بلکہ واجب تک ہو سکتا ہے جبکہ ازالہ منکر اسی میں منحصر ہو۔

چہارم محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ و اسارت و خلاف سنت و موجب ترک تلاوت، اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کر کے لائیں تو اول تو غالباً یہ بلا تغیر نظم قرآن نامتیسرہ اور بعد تغیر نظم تلاوت نہ رہے گی اگرچہ اقباس ہو، اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنت تلاوت کے لئے قرآن مجید کو منظوم کر کے پڑھنا ترک قراءت سے اشد و اشنع ہے، قرآن عظیم شعر سے پاک و منزہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی و ارفع ہے۔

وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ (اور ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ ت) تو اس طور پر قصیدہ تلاوت صریح اسارت ادب ہے،

وبہ فارق الاقباس الذی لا یراد فیہ تلاوة القرآن فانہ شائع سائغ علی الاصح۔  
اس سے وہ اقباس الگ ہو گیا جس سے مقصد تلاوت قرآن نہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق یہ مشہور اور مروج ہے۔

اور یوں بھی نظم پر اقتصار میں بلاوجہ کلمات ماثورہ و طریقہ متوارثہ سے اعراض ہے تو اُس سے اعراض ہی چاہئے۔  
چہچم بعض اشعار محمودہ ملائمہ داخل کرنا یہ اگر بزبان عجم ہوں تو وہی امر سوم ہے ورنہ کچھ صریح نہیں خصوصاً جبکہ  
ایماناً ہو کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی،

کما رواہ العسکری فی کتاب المواعظ وقد ذکرنا  
حدیثہ فی فتاوانا۔ واللہ سبغہ و تعالیٰ اعلم  
جیسا کہ عسکری نے کتاب المواعظ میں ذکر کیا ہے اور ہم نے  
اس کے بارے میں اپنے فتاویٰ میں بھی گفتگو کی ہے  
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۴۷/۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور  
۱۱۱/۱ مطبع مجتہبی دہلی  
الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة باب الجمعة  
۶۹/۳۶

لاباس به اما دراسة الفقه و کتابتہ عند البعض مکروهه و قال البعض لا باس به (مخلصاً) فقد ما و تاخرأ) انتھی۔

اشارہ کیا تو صحیح یہی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن فقہ کی تدریس و کتابت بعض کے ہاں مکروه ہے اور بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں انتھی (ت)

پس ان سب روایتوں کے استدلال سے جو کوئی خطبہ اولیٰ بقدر سنت سن کے باقی کو سنتا رہے اور حاضرین کو جو گرمی میں ہوا کی حاجت و ضرورت ہوتی ہے سب کو ہوا کرنے لگے تاکہ اطمینان سے خطبہ سنیں لا باس بہ (اس میں کوئی حرج نہیں۔ ت) بیشک یہ شخص ثوابِ جمعہ سے محروم نہ رہے گا۔

اذا المقصود من الانصات ملاحظة معنی الخطبة و اشتغال قلوب السامعين بالحر يفوت ذلك كذا يستفاد من فتاویٰ حموی۔

کیونکہ خطبہ کی طرف کان لگانے سے مقصود یہی ہے کہ معافی خطبہ سے آگاہی ہو، لیکن سامعین کے دلوں کا گرمی کی وجہ سے پریشان ہونا اسے فوت کرنے کا ذریعہ ہے۔ فتاویٰ حموی سے یہی مستفاد ہے (ت)

دیکھو جنت میں بروز جمعہ سب مومنوں کو ایک مکان میں جمع کر کے باری تعالیٰ بھی ہوا شمالی چلائے گا تاکہ باطمینان دیدار حق سبحانہ تعالیٰ سے مشرف ہوا کریں گے، اس ہوا کا نام میشرہ ہے کہ کستوری کی خوشبوئی کا اثر رکھتی ہوگی کما فی مسلم (جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ ت)

ثانیاً اس ہوا کنندہ قوم کو بخطبہ جمعہ گرمی کے مارے خود ہوا کی سخت حاجت و ضرورت ہوتی ہے تو اس نے اپنی اس راحت پر راحت قوم کو مقدم کیا ویوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة (وہ اپنی ذاتوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود بھوکے ہوتے ہیں۔ ت) کے گروہ میں داخل ہونے کے درجہ مفلحون کا پایا، یہ آیت سورہ حشر کی بخاری و اشباہ و فتاویٰ حموی میں موجود ہے اور کتاب و سنت کا حکم عام ہے

لان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد کما قرہ فی الاصول۔

کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے مخصوص واقعہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا جیسا کہ اصول میں مسلمہ ہے۔ (ت)

خطبہ جمعہ بقدر ایک تسبیح کے فرض اور تین آیات قصیرہ یا ایک آیت طویلہ پڑھنا و شہادتین و درود پڑھنا اور پند و نصیحت قوم کو کرنا خطیب پر سنت اور خطبہ ثانیہ نیز سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک خطبہ اولیٰ بقدر تمام التحیات کے فرض ہے فتدبر۔ راقم دعا گو خیر خواہ فقیر غلام النبی عقی عتہ باسمہ سبحانہ و تعالیٰ شانہ۔

مسئلہ ۳۰۵ از چھاؤنی فیروزپور صدر پنجاب محلہ لال ڈگی مرسلہ مولوی فضل الرحمان صاحب  
۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

بخدمت حضرت مخدوم و معظم مقبول السبحان حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب ادا م اللہ فیضہ القوی۔  
السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم مصدع خدمت خدام والاہوں کہ ایک مسئلہ کی دو صورتیں ارسال خدمت شریفینا کر کے  
گزارش کہ تفضلات کریمانہ جواب باصواب سے معزز و ممتاز فرمائیں جزا کہ اللہ خیر الجزاء (اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر  
جزا عطا فرمائے۔ ت) نیاز مند قدیمی فقیر محمد فضل الرحمن۔

بسملا و حامدا و مصلیا و مسلما اما بعد پس واضح رہے کہ  
بحديث آدہ بخطبہ جمعہ ہر کہ دیگرے راجی گوید کہ خاموش  
باش یا سنگریزہ رامس کرد اور اثواب جمعہ نباشد کہ  
او عبث و لغو کرد۔  
جمہر کا ثواب حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس نے ایک عبث و لغو  
کام کیا ہے۔ (ت)

نیز خطبہ جمعہ میں حاضرین نے آپ سے کہا کہ بارش کی دعا کیجئے، آپ نے ہاتھ اٹھا کے دعا کی تھی اور تمام حاضرین نے  
بھی ہاتھ اٹھائے تھے تو آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا کہ بند ہونے بارش کی دعا کیجئے، آپ کے دعا کرنے سے فوراً  
مینہ بند ہو گیا تھا بخاری و مسلم، تو دونوں مقاموں سے معلوم و ثابت ہوا کہ عبث کام کے لئے بولنا، ہاتھ کا ہلانا  
جمعہ کے خطبہ میں مکروہ ہے اور نیک کار کے لئے مکروہ ہرگز نہیں اس استدلال کی اگر سمجھ نہ آئے تو بغناوی علمگیریہ  
نقلاً عن المحیط وغیرہ موجود ہے کہ بخطبہ جمعہ:

اذا لم يتكلم بلسانه لکنه اشار بیداه او برأسه  
او بعینه نحو ان سأل من انما من انما بیداه  
او اخبر بخبر فاشار برأسه السحیح انه  
اگر اس نے زبان سے کلام نہیں کیا لیکن ہاتھ یا سر  
آنکھ سے اشارہ کیا مثلاً کوئی بُرا کام دیکھا اور اسے  
ہاتھ سے روکایا اسے کسی نے خبر دی تو اس نے سر سے

علہ باب خطبہ جمعہ و باب استسقاء کے دیکھنے سے یہی حاصل ہے۔ (م)

علہ مثلاً اگر دیکھے کسی کو کہ دوسرے کو کہتا ہے چپ کر یا سنگریزہ کو مس کرتا ہے تو دیکھنے والا اس کو ہاتھ یا سر یا آنکھ  
کے اشارے سے منع کرے کہ یوں نہ کر تو منع کنندہ لا باس بہ میں داخل ہے اور جس کو اس نے منع کیا وہ لغو و  
عبث کنندگان سے شمار کیا جائے گا۔ فقہر (م)



شرح وقایہ میں ہے:

و اذا خرج الامام محرماً للصلوة والكلام حتى يتم خطبته<sup>۱</sup>

جب امام (خطبہ کے لئے نکل آئے تو نماز و کلام حرام ہو جاتی ہے یہاں تک کہ خطبہ مکمل ہو جائے (ت)

شرح نووی میں ہے:

قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ومن مس الحصى فقد لغا فيه النهي عن مس الحصى وغيره من انواع العبد في حال الخطبة وفيه اشارة الى اقبال القلب والجوارح على الخطبة<sup>۲</sup>

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اور جس نے سنگریزے کو مس کیا اس نے لغو کام کیا۔ اس فرمان میں سنگریزے وغیرہ کو مس کرنا جیسے کاموں سے حالتِ خطبہ میں آپ نے منع فرمایا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دل اور اعضا کو خطبہ کی طرف لگایا جائے۔ (ت)

لُب اور خلاصہ عبارات متذکرہ بالا کا یہ ہے کہ اثنائے خطبہ میں بادکشی وغیرہ لغو افعال جو مانع استماع خطبہ و توجہ قلب اور اعضائے انسانی کے ہیں ناجائز ہیں اور فاعل اس کا بجائے اس کے کہ مستحق ثواب کا ہو مرتکب گناہ کا ہوگا۔ المجیب محمد فضل الرحمان ساکن صدر بازار کیمپ فیروز پور پنجاب۔

### الجواب

تحریر ثانی صحیح ہے اور رائے نجیح فی الواقع فعل مذکور گناہ و حرام، اور اس کا فاعل مرتکب آثام، اور اس میں ثواب طمع خام، اور تحریر اول کے اقوال سراسر ادہام۔ خلاصہ و بزازیہ و خزائنہ المفتین و مجتبیٰ و جلابی و علیہ و جامع الرموز و بحر الرائق و نہر الفائق و مراقی الفلاح و تنویر الابصار و در مختار و طحاوی علی المراقی و منحة و ہندیہ و منحة الخالق وغیرہا عامہ کتب مذہب میں صاف تصریح ہے کہ جو فعل نماز میں حرام ہے خطبہ ہونے کی حالت میں بھی حرام ہے، خلاصہ و علمگیریہ و متن و شرح تنویر کی عبارات کلام مجیب میں گزریں اور عبارت خزائنہ المفتین بعینہا عبارت خلاصہ ہے اور اسی سے بحر و حاشیۃ البحر للعلامة الشامی میں بہ نقل نہر ماثور۔ وجیز امام کردری میں ہے:

ما یحرم فی الصلوة یحرم فی الخطبة کالاکل والشرب حال الخطبة<sup>۳</sup>

جو کچھ نماز میں حرام ہے خطبہ میں بھی حرام ہے مثلاً خطبہ کے دوران کھانا اور پینا۔ (ت)

- ۱ شرح وقایہ باب الجمع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی بھارت ۲۲۴/۱
- ۲ شرح مسلم مع مسلم کتاب الجمع نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۸۳/۱
- ۳ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ الثالث والعشرون فی الجمعہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴۴/۲

## الجواب

هو الموفق بالحق والصواب (وہ حق اور درست کے ساتھ توفیق دینے والا ہے۔ ت) رضما ترا باب صدق و صفا واصحاب فطنت و ذکا مخفی و محجب نہ رہے کہ جو افعال اثنائے نماز میں حرام ہیں وہی خطبہ میں بحالت استماع خطبہ گفتگو کرنا یا بادکشی کرنا جو مضر اور مخالف استماع خطبہ ہے ممنوع اور غیر مشروع ہے ہرگز درست نہیں، مرکب اس کا غلطی و سخت گنہگار ہے۔ علیگیر میں ہے:

ويحرم في الخطبة ما يحرم في الصلوة حتى لا ينبغى ان ياكل او يشرب والامام في الخطبة هكذا في الخلاصة ص ۵۳۔

در مختار میں ہے:

(وكل ما حرم في الصلوة حرم فيها) اي في الخطبة خلاصة وغيرها في حرم اكل وشرب وكلام ولو تسبىها او رد سلام او امر بغيره بل يجب عليه ان يستمع وليسكت۔

شامی میں ہے:

قوله بل يجب عليه ان يستمع ظاهره انه يكره الاشتغال بما يفوت السماع وان لم يكن كلاما وبه صرح القهستاني حيث قال في الاستماع فرض كما في المحيط او واجب كما في صلوة المسعودية اوستة الخ۔

(جو کچھ نماز میں حرام ہے، اس (خطبہ) کے دوران بھی حرام ہے) خلاصہ وغیرہ۔ پس کھانا پینا، کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا، سلام کا جواب دینا یا نیکی کا حکم ہو اس دوران ناجائز ہے بلکہ واجب ہے کہ خطبہ سنا جاے اور خاموشی اختیار کی جائے (ت)

قوله "بلکہ خطبہ کا سننا واجب ہے" کا ظاہر واضح کر رہا ہے ہر وہ شئی پڑھنا جس سے سماع خطبہ فوت ہو وہ مکروہ ہے اگرچہ وہ کلام نہ ہو، اسی کی تصریح کرتے ہوئے قہستانی نے کہا کیونکہ خطبہ کا سننا فرض ہے جیسا کہ محیط میں یا واجب ہے جیسے کہ صلوة المسعودیہ میں یا سنت ہے الخ (ت)

۱۳۶ / ۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس عشر في صلوة الجمعة	۱۱۳ / ۱	مطبوعہ مجتہدانی دہلی بھارت	باب الجمعة	۱۱۳ / ۱	مطبوعہ البابی مصر
۱۱۳ / ۱			۶۰۶ / ۱				

کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ بادکشی مذکور نمازی کو بحالت نماز حلال ہے عاशा قطعاً حرام ہے تو حسب تصریحات متوافرة ائمہ دین و علمائے معتدین بحالت خطبہ بھی حرام و موجب آثام ہے یہیں سے اُس روایت اشارہ بچشم و سر و دست کا بھی جواب ظاہر ہو گیا کہاں کسی منکر یا اور کسی حاجت کے لئے ایک اشارہ کر دینا اور کہاں حالت خطبہ میں حاضرین کو پنکھا جھلٹے پھرنے یا یہ قیاس فاسد اگر صحیح ہو تو یہ حرکت نماز میں بھی جائز ٹھہرے کہ ایسا اشارہ تو عین نماز میں بھی حرام نہیں، مثلاً کوئی شخص نمازی کو سلام کرے نمازی سر یا ہاتھ کے اشارے سے جواب دے دے یا کوئی کچھ مانگے یہ ہاں یا نہ کا اشارہ کر دے یا کوئی پوچھے کے رکعتیں ہوں، یہ انگلیوں کے اشارے سے بتا دے یا کوئی روپیہ دکھا کر کھوٹا کھرا پوچھے یہ ایما سے جواب دے دے، تو یہ سب صورتیں اگرچہ مکروہ ہیں مگر حرام و مفسد نماز نہیں، درمختار باب مفسدات الصلوة میں ہے،

(سلام کا جواب دینا) اگرچہ مجہول کر ہو (زبان کے ساتھ) نہ کہ ہاتھ کے ساتھ، بلکہ یہ معتد قول کے مطابق مکروہ ہے۔

(ورد السلام) و لو سهوا (بلسانه) لا بیدة بل یکره علی المعتد  
ردالمحتار میں ہے،

یعنی ہاتھ کے ساتھ سلام کا جواب دینا نماز کے لئے فاسد نہیں بخلاف اس کے جس نے امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ فاسد نماز ہے کیونکہ اس کا یہ کسی اہل مذہب سے منقول ہونا معروف نہیں، علماء نے بغیر اختلاف ذکر کئے عدم فساد بیان کیا ہے بلکہ کلام طحاوی میں تصریح ہے کہ یہ تینوں ائمہ کا قول ہے جیسا کہ علیہ میں ہے، اور بحر الرائق میں ہے کہ فساد مذہب میں ثابت نہیں اور اس کے عدم فساد پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل دلالت کرتا ہے جیسا کہ ابو داؤد میں ہے، ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی اور تینوں میں اس کے مکروہ (تزیہی) ہونے کی تصریح ہے اھ مختصرات

ای لا یفسد ہا رد السلام بیدة خلا فالمن عزا الی ابی حنیفة انه مفسد فانه لم یعرف نقله من احد من اهل المذهب وانما ینذکرون عدم الفساد بلا حکایة خلافت بل صریح کلام الطحاوی انه قول الثنا الثلاثة کذا فی الحلیة و فی البحر الرائق ان الفساد لیس بآبیت فی المذهب و یدل لعدم الفساد انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعلہ کما رواہ ابو داؤد و صحیحہ الترمذی و صرح فی المنیة بانه مکروہ ای تزیہا اھ اھ مختصراً۔

شرح فیہ امام محمد محمد بن امیر الحاج حلبی میں ہے:

كما يكره الكلام بانواعه يكره ما يجرى مجراه  
من كتابة و نحوها مما يشغل عن سماعها  
حتى ان في شرح الزاهدي ويكره لمستمع  
الخطبة ما يكره في الصلوة كالاكل والشرب  
والعبث والالتفات<sup>١</sup>

جیسے ہر طرح کی گفتگو منع ہے ویسے ہی اس کے قائم مقام  
مثلاً کتابت وغیرہ جو خطبہ کے سماع میں خلل ڈالے حتیٰ کہ  
شرح الزاہدی میں ہے کہ خطبہ کے سامع کے لئے ہر وہ  
شیء مکروہ ہے جو نماز میں مکروہ ہے مثلاً کھانا پینا ،  
عبث فعل اور کسی طرف متوجہ ہونا وغیرہ (ت)

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ شرح نور الايضاح میں بحوالہ شرح الكنز للعلامة عمر بن نجيم و شرح القدوري  
لمختار بن محمود سے نقل کیا، شرح نقایہ علامہ محمد قستانی میں ہے:

كما منع الكلام منع الاكل والشرب والعبث  
والالتفات والتخطي وغيرها مما منع في  
الصلوة كما في جلابي<sup>٢</sup>

جس طرح گفتگو منع ہے اسی طرح کھانا پینا عبث کام  
کسی اور طرف متوجہ ہونا اور خط وغیرہ کھینچنا جو کہ نماز میں  
ممنوع ہیں منع ہیں جیسا کہ جلابی میں ہے۔ (ت)

تمن و شرح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے:

كره لمحاضر الخطبة الاكل والشرب وقال  
الكمال يحرم (والعبث والالتفات) فيجتنب  
ما يجتنبه في الصلوة<sup>٣</sup> اه باختصار .

(خطبہ میں حاضر شخص کے لئے کھانا پینا مکروہ ہے) کمال  
نے کہا حرام ہے (بے فائدہ کام اور کسی اور طرف متوجہ  
ہونا) پس ہر شے سے اجتناب کرنا چاہئے جس سے  
نماز میں اجتناب کیا جاتا ہے اہ اختصاراً (ت)

غنیہ شرح فیہ للعلامة ابراهيم الحلبي میں ہے:

الاستماع والانصات واجب عندنا وعند الجمهور  
حتى انه يكره قراءة القرآن ونحوها ورد السلام  
وتشميت الغاطس وكذا الاكل والشرب و  
كل عمل<sup>٤</sup>

خطبہ سُننا اور اُس کی طرف متوجہ ہونا ہمارے اور بھور کے  
نزدیک واجب ہے حتیٰ کہ اس کے دوران قرأت  
قرآن وغیرہ، سلام کا جواب، چھینک کا جواب مکروہ ہے  
اور اسی طرح کھانا پینا اور ہر عمل کا یہی حکم ہے (ت)

۱۔ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح بحوالہ النهر عن البدیع مفہوماً باب الجمعة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۲

۲۶۸/۱

مطبوعہ گنبدقا موسس ایران

۳۔ جامع الرموز فصل صلوة جمعہ

ص ۲۸۳

نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی

ص ۵۶۰

غنیة المستملی شرح نية المصلی فصل فی صلوة الجمعة سہیل اکیڈمی لاہور

یتقدم ویدونوا من المحراب اذا لم یکن الامام فی  
الخطبة لیتسع المكان علی من یجئ بعده، و  
ینال فضل القرب من الامام، فاذا لم  
یفعل الاول فقد ضیع ذلك المكان من غیر  
عذر، فكان للذی جاء بعده ان یتخذ  
ذلك المكان، واما من جاء و الامام یخطب،  
فعلیه ان یتقصر فی موضعه من المسجد  
لان مشیه و تقدما عمل فی حالة  
الخطبة۔

امام نے خطبہ شروع کر دیا تو اب کراہت ہے کیونکہ جب  
امام خطبہ نہیں دے رہا تو مسلمان کو چاہئے کہ وہ  
محراب کے قریب ہو جائے تاکہ بعد میں آنے والے  
لوگوں کے لئے جگہ بن جائے اور اس کے ذریعے  
امام کی قربت کی فضیلت بھی حاصل ہونگی جب اس نے  
پہل نہ کی تو اس نے بغیر عذر وہ جگہ ضائع کر دی، اب  
بعد میں آنے والا شخص وہ جگہ حاصل کر سکتا ہے لیکن  
جو شخص اس وقت آیا جب امام خطبہ دے رہا تھا تو  
وہ مسجد میں اپنی جگہ پر ہی بیٹھ جائے کیونکہ اب اس کا چلنا  
اور آگے بڑھنا حالت خطبہ میں عمل ہوگا۔ (ت)

چلنا تو بڑی چیز ہے انہیں عبارات علماء میں تصریح گزری کہ خطبہ ہوتے ہیں ایک گھونٹ پانی پینا حرام، کسی طرف گردن  
پھیر کر دیکھنا حرام، تو وہ حرکت مذکورہ اس درجہ سخت حرام ہوگی، انہیں وجہ ظاہرہ سے اس کے نیک کام اور یوٹروں  
علیٰ النفسہم میں داخل ہونے کا جواب روشن ہو گیا، نیکی و ایثار تو جب دیکھیں کہ فعل وہاں جائز بھی ہو جب سر سے  
سے نفس فعل حرام، تو اس کے فضائل گننے کا کیا محل، مسلمانوں کو پنکھا جھلانا تو جہاں جائز ہو وہاں غایت درجہ مستحب  
ہوگا، جواب سلام دینا، امر بالمعروف کرنا تو واجب تھے اور بحالت خطبہ حاضرین پر حرام ہوئے، اب کیا یہاں ان  
کے فضائل و وجوب سے استدلال کی گنجائش ہے۔ غنیہ میں ہے :

لا یقال مرد السلام فرض فلا یمنع منه لانا  
نقول ذلك اذا كان السلام ما ذونا فيه شرعا  
ولیس كذلك فی حالة الخطبة بل یرتكب  
فاعله اثماً۔

یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ سلام کا جواب دینا  
فرض ہے لہذا اس سے منع نہ کیا جائے کیونکہ ہم  
جو اب یہ کہیں گے فرض وہاں ہے یہاں شرعاً سلام  
کرنے کی اجازت ہو حالانکہ حالت خطبہ میں اس کی  
اجازت نہیں بلکہ ایسا عمل کرنے والا گنہگار ہوگا  
اور اس کے اطمینان کو آپ صریح بے اطمینانی یوٹرون علیٰ النفسہم<sup>۱</sup> دوہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح

۱۔ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة  
۲۔ غنیۃ المستملی شرح ینتہ المصلی  
۳۔ القرآن ۵۹/۹  
مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸-۱۴۷  
" سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰-۵۶

اسی (در مختار) کے مکروہات میں ہے :

نمازی اگر سر کے اشارے کے ساتھ کلام یا جواب دے تو اس میں کوئی عرج نہیں، مثلاً اس سے کوئی شے طلب کی گئی یا اس سے دراہم کے بارے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ کھرا ہے، تو اس نے اشارے

لاباس بتکلیم المصلي واجابته براسه كما لو طلب منه شئ او اري درهما وقيل اجيدا فاما بنعم او لا او قيل كم صليتم فاشاربيده انهم صلوا ركعتين ليه

سے ہاں یا نہ کہا، یا یہ پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعات پڑھی ہیں، تو وہ ہاتھ کے اشارے سے بتلاتا ہے کہ اس نے دو رکعات ادا کی ہیں۔ (ت) ردالمحتار میں ہے :

قوله واجابته براسه قال في الامداد وبه ورد الاثر عن عائشة رضي الله تعالى عنها وكذا في تكليم الرجل المصلي قال تعالى فنادت الملكة وهو قائم يصلي في المحراب ليه

ماتن کا قول ”نمازی کا سر کے اشارے سے جواب دینا“ اس بارے میں الامداد میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اس پر فرمان بھی منقول ہے، اسی طرح کسی کا نمازی سے کلام کرنا، تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ملائکہ نے انھیں آواز دی حالانکہ وہ محراب میں نماز ادا کر رہے تھے۔ (ت)

انھیں عبارات ائمہ میں تصریح گزری کہ بحالتِ خطبہ چلنا حرام ہے یہاں تک کہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ایسے وقت آیا کہ خطبہ شروع ہو گیا، مسجد میں جہاں تک پہنچا وہیں رُک جائے آگے نہ بڑھے کہ یہ عمل ہو گا اور حالِ خطبہ میں کوئی عمل روا نہیں حالانکہ امام سے قرب شرعاً مطلوب اور حدیث و فقہ میں اس کا فضل مکتوب اور وہیں بلیغ جانے میں آئندہ آنے والوں کے لئے بھی جگہ کی تنگی ہے ان امور پر لحاظ نہ کریں گے اور آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیں گے مگر پنکھا جھلے پھرنا ضرور جائز بنا ہی لیا جائے گا۔ خانیہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے :

فقہ ابو جعفر کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فرمان ہے کہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا اس وقت تک چلنے میں کوئی عرج نہیں، جب

ذكر الفقيه ابو جعفر قال اصحابنا رضي الله تعالى عنهم انه لا باس بالتخطي مالم ياخذ الامام في الخطبة ويكفر اذا اخذ لان للمسلم ان

گفتگو فتح وغیرہ میں ہے۔ ت) باقی رہا یہ کہ حاضرین نے کہا بارش کی دعا کیجئے اور یہ کہ تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھائے اور یہ کہ آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا یہ سب غلط دعوے ہیں اور صحیحین میں ان کا کہیں پتا نہیں۔ رہی فرع کتابت مذکورہ علیگیر یہ۔

اولاً جو بعض اُسے جائز رکھتے ہیں وہ بھی اُس کے لئے جو امام سے اس قدر دور ہو کہ خطبے کی آواز اُس تک نہ جاتی ہو تو قریب کے لئے جواز بادکشی پر اُس سے استدلال کہ سُنتا رہے اور حاضرین کو ہوا کرے استدلال بالمخالفت ہے، غنیہ و بزازیہ و شرنبلالیہ میں ہے؛

علی کی عبارت یہ ہے امام سے دور شخص کے بارے میں متاخرین کا اختلاف ہے محمد بن سلمہ کے ہاں اس کے حق میں بھی سکوت ہے، نصیر بن یحییٰ قرادت وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں، امام ابو یوسف سے سکوت کا مختار ہونا منقول ہے اور آپ ہی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس حالت میں اپنی کتاب پڑھ رہے تھے اور قلم سے اس کی اصلاح فرما رہے تھے۔ (ت)

واللفظ للعلی اختلف المتأخرون فی البعید عن الامام فمحمّد بن سلمة اختار المسکوت فی حقه ایضاً ونصیر بن یحیی اجازاً القراة و نحوها وعن ابی یوسف اختیار المسکوت و حکى عنه انه كان ينظر فی کتابه و یصلحه بالقلوب۔

خانیہ و خزائن المفتین میں ہے؛

فقہ کی تدریس، کتب فقہ کا مطالعہ اور کتابت ہمارے بعض علما کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس تک امام کی آواز نہ پہنچ رہی ہو (خانیہ میں یہ اضافہ ہے) اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح مروی ہے (ت)

اماد راسخ الفقه والنظر فی کتب الفقه و کتابت من اصحابنا رحمهم الله من کره ذلك ومنهم من قال لا بأس به اذا كان لا یسمع صوت الخطیب (مراد فی الخانیة) وهکذا روی عن ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ۔

مراقی الفلاح میں ہے؛

ینابیح میں ہے کہ امام کا خطبہ سنتے وقت تسبیح اور قرأت قرآن مکروہ ہے، نصیر بن یحییٰ سے مروی ہے کہ اگر

فی الینابیح یکره التسبیح وقراة القرآن اذا كان یسمع الخطبة و روی عن نصیر بن یحیی انکان

دیتے ہیں۔ ت) میں شمول نہیں آتا مردون الناس بالبر وتنسون انفسکم (تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ ت) میں دخول ہے یعنی دیگر ان را نصیحت و خود را فضیحت (اوروں کو تو اچھے کام کی نصیحت کرنا اور خود بُرے کام کرنا۔ ت) علمائے کرام تو ایسا ر قربت میں کلام رکھتے ہیں نہ کہ اوروں کی قربت کے لئے خود حرام کا ارتکاب یہ ایسا نہیں صراحتاً اپنے دین کو اضرار ہے کہا لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) یہیں سے واضح کہ ممانعت کو صرف فعل عبث و بے فائدہ سے خاص کرنا محض غلط ہے بلکہ اس قسم کا ہر عمل اگرچہ کیسا ہی مفید ہو وقت خطبہ شرعاً لغویں داخل اور اُس کے فائدے پر نظر باطل بلکہ نفع درکنار اُس سے ضرر حاصل، آخر دیکھا کہ شرع مطہر نے اس وقت امر بالمعروف کو کہ اعلیٰ درجہ کی مفید و مہم چیز ہے حرام ٹھہرایا اور دو حرف (چُپ) کہنے کو لغویں داخل فرمایا صحاح ستہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذ اقلت لصاحبك يوم الجمعة انصت و الامام  
 یخطب فقد لغوت۔  
 جب روز جمعہ خطبہ امام کے وقت تو دوسرے سے کہے  
 چُپ تو تو نے خود لغو کیا۔

مسند احمد و سنن ابی داؤد میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال لصاحبه يوم الجمعة صه فقد لغا  
 ومن لغا فليس له في جمعة تلك شئ۔  
 جو جمعے کے دن اپنے ساتھی سے چُپ کہے اُس نے لغو کیا  
 اور جس نے لغو کیا اُس کے لئے اس جمعہ میں کچھ اجر نہیں۔

امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من يتكلم يوم الجمعة والامام يخطب فهو  
 كمثل الحمار يحمل اسفارا والذى يقول له  
 انصت ليس له جمعة۔  
 جمعہ کے دن جب امام خطبہ میں ہو بولنے والا ایسا ہے  
 جیسے گدھا جس پر کتابیں لدی ہوں اور جو اُس سے چُپ  
 کہے اُس کا جمعہ نہیں۔

یہیں سے منجلی ہو کہ حدیث استسقاءے مذکور صحیحین سے استدلال صحیح نہیں اُس سے اگر ثابت ہوگا تو وقت خطبہ امام جواز کلام اور اس کی حرمت پر ائمہ مذہب کا اجماع اور احادیث صریحہ صحیحین کی بعض مذکور ہوئیں مثبت تحریم قاطع نزاع فان المحاضر مقدم و تمام الکلام فی الفتح وغیرہ (کیونکہ منع کرنے والی دلیل مقدم ہے اور اس پر تفصیلی

لہ القرآن ۲/۲۴

- ۱/۱۲۸ صحیح البخاری باب الانصات یوم الجمعة الخ  
 ۱/۱۵۱ سنن ابوداؤد باب فضل الجمعة  
 ۱/۲۳۰ مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ // دار الفکر بیروت  
 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی  
 آفتاب عالم پریس لاہور



جواہر الاخلاطی میں ہے :

النائی عن الامام فی استماع الخطبة كالقريب  
والانصات فی حقه هو المختار

امام سے دُور شخص خطبہ سُنانے میں قریبی کی طرح ہی ہوتا  
ہے اور اس کے حق میں بھی خاموشی ہے ، یہی  
مختار ہے۔ (ت)

ہندیہ میں تبیین الحقائق امام زلیعی سے ہے ، هو الاحوط (یہی احوط ہے۔ ت) محیط امام  
شمس الائمہ سرخسی سے ہے ، هو الاصح (یہی اصح ہے۔ ت) شرح نقایہ بربندی میں خزانہ سے ہے ،  
هو الاولیٰ (یہی اولیٰ ہے۔ ت) ہدایہ وایضاح الاصلاح میں ہے :

اختلفوا فی النائی عن المنبر والاحوط السکوت  
(تراد فی الهدایة) اقامة لفرض الانصات  
منبر سے دُور والے کے بارے میں اختلاف ہے ،  
سکوت احوط ہے (ہدایہ میں اضافہ ہے کہ) خاموشی  
کے فریضہ کو قائم کرتے ہوئے۔ (ت)

کافی شرح وافی میں ہے :

الاحوط السکوت لانه ما مور بالاستماع و  
الانصات اذا قرب من الامام و عند البعد  
ان لم يقدر على الاستماع فقد قدر على  
الانصات فيجب عليه

سکوت احوط ہے کیونکہ خطبہ سننے اور اس کی طرف متوجہ  
ہونے کا حکم ہے جبکہ امام کے قریب ہو اور اگر دور ہو  
تو وہ اگرچہ سُنانے پر قادر نہیں مگر متوجہ ہونے پر قادر ہے  
لہذا اس پر یہ واجب ہوگا۔ (ت)

فتح القدير فصل القراءة میں ہے ،

هذا اذا كان بحيث يستمع فاما النائی فلا  
سرواية فيه عن المتقدمين واختلفن

یہ اس وقت ہے جب خطبہ سن رہا ہو، دور والے کے  
بارے میں متقدمین سے کوئی روایت نہیں، متاخرین

۴۹ ص	غیر مطبوعہ نسخہ	فصل فی صلوة الجمعة	۱ جواہر الاخلاطی
۱۴۶/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة	۲ فتاویٰ ہندیہ
"	"	"	۳ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط السرخسی
۱۱۵/۱	نو لکسٹور لکھنؤ	فصل بحبر الامام فی الجمعة الخ	۴ شرح نقایہ للبرجندی
۱۰۱/۱	مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی	باب صفة الصلوة	۵ الهدایة
			۶ کافی شرح وافی

بعيد امن الامام يقرأ القرآن فمن فعل مثله  
ولا يشغل غيره بسماع تلاوته لا باس به كالنظر  
في الكتابة وفيه خلاف وعن ابى يوسف لا باس  
به والحكم بن شهيرون يجلس مع ابى يوسف و  
ينظر في كتابه ويصحح بالقله وقت الخطبة  
وقال الكمال يحرم الاكل والشرب والكتابة  
انتهى يعني اذا كان يسمع لما قدمناه ان كتابة  
من لا يسمع الخطبة غير ممتنع<sup>له</sup> انتهى ملتقطا

وہ آدمی امام سے دور ہو تو قرآن پڑھ سکتا ہے، جس نے  
ایسے کیا اور اپنی تلاوت کے سماع میں دوسرے کو  
مشغول نہ کیا تو کوئی حرج نہیں، حکم بن زہیر بوقت خطبہ  
امام ابو یوسف کے ساتھ بیٹھ جاتے، کتاب دیکھتے  
اور قلم سے اصلاح کرتے، کمال نے فرمایا کھانا پینا اور  
کتابت اس موقع پر حرام ہے انتہی یعنی جب خطبہ سن رہا  
ہو، جیسا کہ پیچھے گزر چکا کیونکہ نہ سننے والے کے لئے کتابت  
منع نہیں انتہی ملتقطا (ت)

ثانیاً یہ قول بعض بھی ضعیف و نامعتمد ہے، صحیح یہی ہے کہ دور و نزدیک سب پر سکوت واجب، اور کتابت  
و قرارت جمیع اعمال ناجائز، طحاویہ میں زیر قول مذکور مرقی ہے :

قوله غير ممتنع، المعتمد المنع<sup>له</sup> اقول  
وحمله كلام الكمال على القريب بعيد كل  
البعديات الكمال صرح بخلافه كما  
سنسمعك نصه -

رد المحتار میں فیض علامہ کی سے ہے :

لو كان بعيدا لا يسمع الخطبة ففي حرمة الكلام  
خلاف وكذا في قراءة القرآن والنظر في  
الكتب وعن ابى يوسف انه كان ينظر في  
كتابه ويصحح بالقله والاحوط السكوت  
وبه يفتى<sup>له</sup>

ان کا قول "منع نہیں" منع معتمد ہے اھ اقول  
کلام کمال کو قریبی شخص پر محمول کرنا نہایت ہی بعید ہے  
کیونکہ کمال نے اس کے خلاف تصریح کی ہے جیسے کہ  
عنقریب ہم ان کی عبارت پیش کر دیں گے (ت)

اگر وہ امام سے دور ہے خطبہ نہیں سن رہا تو وہاں کلام  
کے حرام ہونے میں اختلاف ہے اسی طرح قرارت  
قرآن اور مطالعہ کتاب کے بارے میں بھی اختلاف ہے  
امام ابو یوسف کے بارے میں ہے کہ کتاب کا مطالعہ  
کرتے ہوئے قلم سے اصلاح کر رہے تھے، احوط  
سکوت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

۲۸۳ ص	مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی	باب الجمعہ	لہ مرقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی
"	"	"	لہ حاشیۃ الطحاوی علی مرقی الفلاح
۶۰۶/۱	مصطفیٰ البابی مصر	"	لہ رد المحتار

عبارات سابقہ سے تو واضح تھا ہی کہ سُننا جو فرض ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ کان میں آواز پہنچے اگرچہ آپ دوسرے کام میں مشغول ہو ورنہ کھانا پینا چلنا، گردن پھیر کر دیکھنا کیوں حرام ہوتا کہ ان میں کون سا کام کان میں آواز جانے کے منافی ہے بلکہ اس کے یہ معنی کہ ہم تن اُسی طرف متوجہ ہو اور دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہو، مگر ان عبارات لاحقہ نے اور بھی واضح کر دیا کہ سر اپنا تمام اعضاء سے اُسی طرف متوجہ رہنا خود واجب ہے کہ بعید کے لئے تو کان میں آواز آنا بھی نہیں مگر قول صحیح و معتد و مختار و مفتی بہ یہی ہے کہ اُسے بھی اور اعمال میں مشغولی حرام، تو یہ زعم کہ خطبہ بقدر سنت سُن کر باقی کو سُننا ہے اور ہوا کرے۔

اولاً صاف قول بالتناہین ہے اور استماع وانصات کے معنی نہ سمجھنے سے ناشی۔

ثانیاً یہ فعل محل استماع ہے یا نہیں، اگر ہے تو مطلقاً حرام ہونا واجب، نہ یہ کہ قدر سنت کے بعد اجازت ہو، اور اگر نہیں تو مطلقاً جائز ہونا چاہئے قدر سنت کا استثناء کس لئے۔

مثلاً شاذوں خطبے مسنون ہیں، نہ کہ ہر خطبے یا صرف اولیٰ سے اُس کا ایک جزوہ تو قدر سنت سُن چکنا بعد تمامی خطبتین صادق ہوگا اب کیا نماز پڑھتے ہیں پنکھا جھلتا پھرے گا شاید ادعا کیا جائے کہ اگر کوئی امام خطبہ کبیرہ طویلہ بطول فاحش مخالف سنت پڑھے تو قدر سنت کے بعد مقدار زیادت میں یہ حرکت جائز، اول تو اس کا ارادہ کلام قائل سے بعید وہ مطلق ہے نہ کہ اس صورت نادرہ مکروہہ سے خاص، اور ہو بھی تو یہ بھی غلط و باطل ہے، مقدار میں بڑھا دینا درکنار خطبے میں ذکر و مدح ظالمین بھی ہو جو قطعاً خلاف سنت کیا حرام شدید، اور یقیناً مقاصد خطبہ سے جدا و بعید ہے، جب بھی صحیح یہی ہے کہ استماع وانصات واجب۔ مجتبیٰ شرح قدوری پھر نہ الفائق پھر فتح اللہ المعین علامہ سید ابوالسعود ازہری میں ہے:

استماع الخطبة من اولها الى آخرها واجب و ان كان فيها ذكر الولاة وهو الاصح

محیط برہانی پھر علمگیریہ میں ہے:

واللفظ لها الذي عليه عامة مشائخنا ان على القوم ان يسمعو الخطبة من اولها الى آخرها والدنو من الامام افضل من التباعد عنه و هو الصحيح من الجواب مشائخنا رحمهم الله تعالى۔

خطبہ کا اول تا آخر سُننا لازم ہے اگرچہ اس میں امرار کا ذکر ہو، یہی اصح ہے (ت)

وہ الفاظ جن پر اکثر مشائخ ہیں وہ یہ ہیں کہ قوم پر اول تا آخر خطبے کا سُننا لازم ہے، امام کا قرب دُوری سے افضل ہے اور مشائخ کے جواب میں سے یہی صحیح ہے۔ (ت)

۳۲۱/۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی باب صلوٰۃ الجمعة  
۱۴۶/۱ نورانی کتب خانہ لیشاور الباب السادس عشر في صلوٰۃ الجمعة « نوراوی ہندیۃ

کا اختلاف ہے سکوت احوط ہے یعنی عدم قراءت اور عدم کتابت وغیرہ، نہ کہ کلام مباح کیونکہ یہ تو مسجد میں حالتِ خطبہ کے علاوہ بھی مکروہ ہے تو حالتِ خطبہ کے دوران یہ کیسے جائز ہوگی (ت)

المتأخرون والأحوط السكوت يعني عدم القراءة والكتابة ونحوها لا الكلام المباح فانه مكروه في المسجد في غير حال الخطبة فكيف في حالها

ملتقى الأبحر ومجمع الأنهر میں ہے :

(النائي) أي البعيد الذي لا يسمع الخطبة (والداني) أي القريب (سواء) في وجوب الاستماع والانصات امثالاً للاصغر

غزوہ درر میں ہے :

(البعيد) عن الخطيب (القريب) في وجوب الاستماع والانصات

تنویر و درر میں ہے :

(البعيد) عن الخطيب (والقريب بيان) في افتراض الانصات

انہیں میں ہے :

يجب عليه ان يستمع وليسكت (بلا فرق بين قريب وبعيد في الاصح)

کنز الدقائق و بحر الرائق میں ہے :

(النائي كالقريب) هو الاحوط

(النائي) یعنی دور والا شخص جو خطبہ نہیں سن سکتا (والداني) یعنی قریبی شخص حکم کی بجا آوری کی بنا پر سننے اور متوجہ ہونے کے وجوب میں (دونوں برابر ہیں) (ت)

بعید خطیب سے خطبہ سننے اور متوجہ ہونے میں قریبی کی طرح ہی ہوتا ہے۔ (ت)

متوجہ ہو کر سننے میں خطیب کا قریبی اور دور والا برابر ہوتے ہیں (ت)

اصح قول کے مطابق خطبہ کا سننا اور خاموش رہنا لازم ہے بلا تفریق کہ وہ قریب ہے یا دور۔ (ت)

(دور والا قریب کی طرح ہے) یہی احتیاط ہے (ت)

۲۹۸/۱	مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	فصل فی القراة	۱۰۴/۱	دار احیاء التراث العربی - بیروت	فصل فی احکام القراة	۸۲/۱	مکتبہ احمد کامل کاسنہ، دار سعاد مصر	فصل فیما یجہر الامام	۸۱/۱	مطبع مجتہبی دہلی بھارت	فصل ویجہر الامام الخ	۱۱۳/۱	ایچ ایم سعید پبلی کراچی	باب صلوۃ الجمعہ
۱۰۴/۱			۸۲/۱			۸۱/۱			۱۱۳/۱			۱۵۵/۲		

(۱) بعض خطبہ میں جو لکھا ہے کہ فرود آید بالارود بدست راست خواند بدست چپ خواند (نیچے آئے، اوپر جانے دائیں طرف اور بائیں طرف متوجہ ہو کر ٹپھے) اس کا اصل کیا اور یعنی کہاں سے ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بعض خطبہ کے درمیان جو اردو شعر اشعار لکھا ہے خطبہ مع اُس کے پڑھنا یا صرف فارسی یا اردو یا اور کوئی زبان میں سوائے عربی کے پڑھنا اول سے اخیر تک چاہے عید ہو یا جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) متبرکتی سیرھی کا ہونا چاہئے اور کس پر کھڑے ہو کر خطبہ چاہئے اور منبر کس زمانہ سے شروع ہوا ہے؟

### الجواب

(۱) دہنے بائیں منہ پھیرنا بے اصل ہے اس پر عمل نہ کیا جائے اور ذکر سلطان کے وقت ایک پایہ

نیچے اترنے کو بھی بعض شافعیہ نے قبیح بتایا اور واقعی اگر مصلحت شرعیہ سے خالی ہو تو عبث ہے اور عبث

کا درجہ مکروہ،

ردالمحتار میں ہے کہ ابن حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ جو معمول بن گیا ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت نیچے درجہ پر آنا پھر اوپر والے درجہ کی طرف لوٹنا بدترین بدعت ہے۔ (ت)

فی ردالمحتار قال ابن حجر فی التحفة وبحث بعضهم ان ما اعتيد الان من النزول فی الخطبة الثانية الى درجة سفلى ثم العود بدعة قبيحة شنيعة له

ہندیہ میں سنن خطبہ میں ہے، استقبال القوم بوجہہ (قوم کی طرف منہ کرنا۔ ت) ردالمحتار

میں ہے:

بعض خطبہ دوسرے خطبہ کے دوران نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہوئے دائیں یا بائیں چہرہ پھیرتے ہیں، اس کا ذکر میرے مطالعہ میں نہیں آیا، اور ظاہر ہی ہے کہ اسے ترک کر دینا چاہئے تاکہ کوئی اسے سنت نہ بنالے، پھر میں نے منہاج النووی میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ کسی شئی میں دائیں بائیں

ما يفعله بعض الخطباء من تحويل الوجه جهة اليمين و جهة اليسار عند الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الخطبة الثانية لمار من ذكره و اظاھرانہ بدعة ينبغي تركه لئلا يتوهم انه سنة ثم رأيت في منہاج النووی قال ولا يلتفت يميناً و شمالاً في

تئویر الابصار و در مختار میں ہے :

(لا صلوة ولا کلام الی تمامہا) وان کان فیہا ذکر الظلمة فی الاصلح۔  
(خطبہ مکمل ہونے تک کوئی نماز اور کوئی کلام نہیں) اگرچہ اس میں ظالم حکمرانوں کا ذکر ہو، یہی اصح ہے (ت)

علامہ جموی کا کوئی فتاویٰ مسموع نہیں، نہ ان کی کسی کتاب سے حرکت مذکورہ کا جواز مستفاد ملاحظہ معنی جس طرح خطبے میں مقصود یوں ہی نماز میں، کیا نماز میں بھی اسی نیک نیت سے پنکھا جھلٹے پھرنے کی اجازت ہوگی، جنت میں اُس ہوا کی یہ غایت تاکہ باطمینان دیدار سے مشرف ہوں، سخت البعد و واجب الرد ہے، جنت میں معاذ اللہ گرمی جس کا کون سا وقت ہوگا جس کے ازالے کو ہوا کی حاجت ہو، اہل جنت کے لئے معاذ اللہ بے اطمینانی کا سامان کس وقت ہوگا کہ تحصیل اطمینان کی ضرورت ہو، وہاں کے جتنے امور ہیں سب محض لذت و زیادت نعمت ہیں، و لہذا محققین فرماتے ہیں دنیا میں حقیقہً کوئی لذت نہیں جسے لذت گمان کیا جاتا ہے، واقع میں دفع الم ہے، پانی یا شربت کیسا ہی سرد و شیریں و خوشبو و خوشگوار ہو پیاس نہیں تو کچھ لذت نہیں دیتا، کھانا کیسا ہی لذیذ و عمدہ و خوشبو و خوش مزہ ہو بھوک نہیں تو کچھ لطف نہیں آتا، تو حقیقہً بھوک پیاس کا الم دفع ہوتا ہے نہ لذت خالصہ و علیٰ ہذا القیاس باقی تمام ملاذ بخلاف بہشت کہ وہاں الم اصلاً نہیں، نہ بھوک، نہ پیاس، نہ گرمی، نہ احتباس، تو وہاں جو کچھ ہے خالص و حقیقی لذت ہے۔

مازقنا اللہ تعالیٰ بسنہ و کرمہ و فضل مرحمتہ  
بصالحی عبادہ امین بجاہ محمد نبی الرحمة  
شفیع الامۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و  
علیہم اجمعین امین۔  
عطا فرمائے۔ آمین! (ت)

اور بفرض باطل ایسا ہو بھی تو وہاں کون سا خطبہ ہے اور باری عزوجل پر کس چیز کا استماع واجب، اور کس وقت اپنے کسی فعل سے باز رہنا لازم، اور اُسے کون سا فعل دوسرے سے مشغول کر سکتا ہے، پھر افعال الہیہ سے استناد عجیب تماشا ہے، معبود و عابد کی کیا ریس، ہمیں اتباع احکام سے کام ہے و بس۔

وفقنا اللہ تعالیٰ لہ امین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم  
ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے) اس مسئلہ میں کہ:

فاروق کے برابر ہوں، لہذا وہاں پڑھا جہاں یہ احتمال متصور ہی نہیں اصل سنت اول درجہ پر قیام ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی بنا پر ایسا کیا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادب کی خاطر۔ (ت)

وما فعله الصدیق فكان تأدباً منه مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وما فعل الفاروق فكان تأدباً مع الصدیق مرضى الله تعالى عنهما۔

بلندی منبر سے اصل مقصود یہ ہے کہ سب حاضرین خطیب کو دیکھیں اور اُس کی آواز سنیں جہاں یہ حاجت بسبب کثرت حضار و دوری صفوف تین زینوں میں پوری نہ ہو تو زینے زیادہ کرنے کا خود ہی اختیار ہے اور بہتر عدد طاق کی مراعات فان الله وترىجب الوتر (اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۰۹ از موضع کٹرہ ڈاک خانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غزہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں چار رکعت احتیاطی ظہر کا ادا کرنا مستحب ہے یا واجب یا فرض قطعی؟ بصورت اولیٰ و ثانیہ یہ نماز احتیاطی قائم مقام فرض کے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور صورت ثانیہ میں صلوة ظہر و جمعہ کا لزوم بطریق اجتماع لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں تارک احتیاطی تارک فرض ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

جہاں جمعہ بحسب مذہب بلا شبہ ناجائز و باطل ہے جیسے وہ کوردہ جو کسی روایت مذہب پر مصر نہیں ہو سکتے وہاں ظہر آپ ہی عیناً فرض ہے اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی اصلاً گنجائش نہیں فان الشرح لا یأمر باس تکاب الاثم والاشتغال بما لا یصح اصلاً (شریعت کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتی جس پر گناہ ہو اور نہ ہی ایسی شئی میں مشغول ہونے کی اجازت دیتی ہے جو بالکل صحیح نہ ہو۔ ت) ان کا محل وہاں ہے کہ صحت جمعہ میں اشتباہ و تردد قوی ہو مثلاً وہ مواضع جن کی مصریٰ میں شک ہے یا باوصف اطمینان صحت جانب خلاف کچھ وقعت رکھتی ہو مثلاً جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا اور سبقت نامعلوم ہو کہ اگرچہ دربارہ تعدد قول جواز ہی معتد و ماخوذ و مضی بہ ہے مگر عدم جواز بھی ساقط و ناقابل التفات نہیں کما بینہ فی رد المحتار (جیسا کہ اسے رد المحتار میں بیان کیا گیا ہے) صورت اولیٰ میں ان چار رکعت کا حکم ایجاباً و تاکیداً ہو گا لوقوع الشبهة فی براءة لعہدہ (ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں شبہ ہو گیا ہے۔ ت) اور ثانیہ میں استیجاباً و ترغیباً لان الخروج عن الخلاف مستحب اجتماعاً مالہ یلزم محذور (بالاتفاق اختلاف سے نکلنا مستحب ہے بشرطیکہ وہاں کسی ممنوع کا ارتکاب نہ ہو۔ ت)

التفات نہ کرے، ابن حجر نے شرح میں فرمایا اس لئے کہ یہ بدعت ہے انتہی اور ہمارے نزدیک بدائع کے اس قول سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام لوگوں کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اعدوا اللہ تعالیٰ اعلم (ت)

شئ منها قال ابن حجر فی شرحہ لا ت ذلك بدعة انتہی ویؤخذ ذلك عندنا من قول البدائع ومن السنة ان یستقبل الناس بوجہہ ویستدبر القبلة لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یخطب هكذا واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) خطبہ میں کوئی شعر اردو فارسی نہ پڑھنا چاہئے نہ خطبہ عربی کے سوا کسی زبان میں پڑھا جائے کہ یہ سنت متواترہ کے خلاف ہے کما حققناہ فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم (۳) متبرخورد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنوایا اور اس پر خطبہ فرمایا کما ثبت فی الصحیحین وغیرہما حدیث سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ت) منبر اقدس کے تین زینے تھے علاوہ اوپر کے تختے کے جس پر بیٹھے ہیں

ان کا ذکر متعدد احادیث میں ہے جیسے وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ جس شخص کے پاس حضور علیہ السلام کا نام مبارک لیا اور اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا تو اس کے لئے وعید ہے (ت)

وقد وقع ذکرہن فی غیر ما حدیث کحدیث وعید من ذکر عندہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یصل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ردالمحتار میں ہے :

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس منبر کے تین زینے اس تخت کے علاوہ تھے جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ (ت)

منبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان ثلاث درج غیر المسماة بالمستراح۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درجہ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے، صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے پر پڑھا، فاروق رضی اللہ عنہ نے تیسرے پر، جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا سبب پوچھا گیا، فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر تو وہم ہوتا کہ

۱/ ۵۹۸	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الجمعہ	۱ ردالمحتار
۱/ ۱۲۵	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الخطبۃ علی المنبر	۲ صحیح بخاری
۸-۵۰۷/۲	مطبوعہ البابی مصر	کتاب الصوم ص ۹۳	۳ الترغیب والترہیب
۱/ ۶۰۸	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الجمعہ	۴ ردالمحتار



رہا یہ اشتباہ کہ مستحب یا واجب قائم مقام فرض کیونکہ ہوں گے ان رکعات کی نیت پر نظر کی جائے تو بنگاہ اولیں انذفاع پائے، ابھی فتح القدر وغیرہ سے گزرا کہ یہ رکعات بہ نیت آخری فرض ہی پڑھی جاتی ہیں نہ کہ بہ نیت مستحب یا واجب مصطلح تو فرض بہ نیت فرض ادا ہو جانے میں کیا تردد ہے یعنی عند اللہ اگر صحت نہ تھی تو نفس الامر میں ظہر فرض تھا، جب اس نے اس پچھلے فرض ظہر کی نیت کی جس کا وقت پایا اور ابھی ادا نہ کی تو یہی ظہر ادا ہو جائیگا ورنہ اگر پہلے کوئی ظہر ذمہ پر تھا وہ ادا ہوگا ورنہ یہ رکعات نفل ہو جائیں گی اور نفل بہ نیت فرض ادا ہونا خود واضح ہے واللہ بسبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱ از مخدوم پور ڈاک خانہ نہایت ضلع گیا مرسلہ مولوی سید رضی الدین صاحب  
غزہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

جناب مستطاب مخدومنا مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب زاد مجد ہم بعد ہدیۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و  
برکاتہ کے مکلف خدمت ہوں کہ اس موضع مخدوم پور قاضی چک میں اور نیز قریب و جوار میں اس کے نماز جمعہ و  
عیدین ہم لوگ مقلدین حنفی پڑھا کرتے ہیں اور جماعت جمعہ کی خاص اس موضع میں پندرہ بیس آدمی اور کبھی کم بھی ہوا  
کرتی ہے اب بعض معترض ہیں کہ جمعہ دیہات میں نزد امام ابو حنیفہ صاحب جائز نہیں ہے پڑھنا بھی نہ چاہئے،  
مخدومنا پڑھا کروں یا ترک کر دوں، حضور کے نزدیک جو جائز ہو مطلع فرمائیں تا مطابق اس کے کار بند ہوں اور نماز  
عیدین بھی دیہات میں ہو یا نہ ہو، شہر صاحب گنج یہاں سے ۲۰ کوس پر ہے۔ زیادہ حد نیاز۔ اسقر رضی الدین حسین عفی عنہ

### الجواب

جناب مکرم ذی المجد والکرم اکرم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فی الواقع دیہات میں جمعہ و عیدین  
باتفاق ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ممنوع و ناجائز ہے کہ جو نماز شرعاً صحیح نہیں اس سے اشتغال روا نہیں،  
فی الدر المنخار و فی القنیۃ صلوة العید فی  
المقری تکرہ تحریمای لانہ اشتغال بما لا یصلح  
فی رد المحتار و مثلہ الجمعیۃ ح۔  
در مختار میں ہے کہ قنیہ میں ہے دیہاتوں میں عید کی نماز  
مکروہ تحریمی ہے یعنی یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو  
درست نہیں اور المختار میں ہے اور اسی کی مثل جمعہ

ہے، ح۔ (ت)

جمعہ میں اس کے سوا اور بھی عدم جواز کی وجہ ہے کما بینا فی فتاوانا (جیسے کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں بیان

## ردالمحتار میں ہے :

نقل عن المقدسی عن المحيط كل موضع وقع الشك في كونه مصرا ينبغي لهم ان يصلوا بعد الجمعة امر بعابنية الظهر احتياطاً ومثله في الكافي وفي القنية امرائمتهم بالاربع بعد حتما احتياطاً اهـ ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها وتداولوه وفي الظهيرية واكثر مشايخ بخارا عليه ليخرج عن العهد بيقين ثم نقل المقدسی عن الفتح انه ينبغي ان يصلوا امر بعابنوي بها آخر فرض ادركت وقته ولم أؤده ان تردد في كونه مصرا او تعددت الجمعة وذكر مثله عن المحقق ابن جرباش قال ثم قال وفائدة الخرج عن الخلاف المتوهم او المحقق وذكر في التمهيد انه لا ينبغي التردد في ندبها على القول بجواز التعدد خروجا عن الخلاف اهـ وفي شرح الباقي هو الصحيح بقی الكلام في تحقيق انه واجب او مندوب قال المقدسی ذكر ابن شحنة عن جده التصريح بالندب وبحث فيه بانه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم اما عند قيام الشك والاشتباه في صحة الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شيخه ابن الهمام ما يفيد ويؤيد التفصيل تعبير التمر تاشي بلايد وكلام القنية المذكور اهـ مختصراً.

مقدسی نے محیط سے نقل کیا کہ ہر وہ مقام جس کے شہر ہونے میں اختلاف ہو وہاں جمعہ کے بعد احتیاطاً نیتِ ظہر سے چار رکعات ادا کی جائیں، کافی میں بھی اسی طرح ہے۔ قنیہ میں ہے کہ ائمہ نے جمعہ کے بعد لوگوں کو حتماً چار رکعات احتیاطاً بجالانے کا حکم دیا ہے اہ سے اکثر شارحین ہدایہ وغیرہ نے نقل کیا ہے اور اسی کو متداول کیا۔ ظہیر یہ میں ہے کہ مشائخ بخارا کی اکثریت کا عمل اسی پر ہے تاکہ بالیقین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکیں، پھر فتح سے منقول ہے کہ جب شہر ہونے میں شک ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہو رہا ہو تو چاہئے کہ چار رکعات اس نیت سے ادا کی جائیں کہ میں آخری فرض ادا کر رہا ہوں جن کا وقت میں نے پایا مگر انھیں ادا نہیں کیا، اسی طرح محقق ابن جرباش سے نقل کر کے کہا اس کا فائدہ ثابت یا متوہم اختلاف سے نکلنا ہے۔ نہر میں مذکور ہے کہ اختلاف سے نکلنے کے لئے جواز تعدد جمعہ کے قول پر بھی احتیاطاً ظہر کے مستحب ہونے میں تردد نہیں کرنا چاہئے اہ شرح الباقانی میں ہے کہ یہی صحیح ہے اس تحقیق میں گفتگو کہ یہ واجب ہے یا مستحب، ابھی باقی ہے۔ مقدسی کہتے ہیں کہ ابن شحنة نے اپنے دادا سے ندب پر تصریح نقل کی اور اس پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ یہ اس وقت ہے جب محض توہم ہو، مگر اس صورت میں جب صحت جمعہ میں شک و اشتباہ ہو تو پھر اس کا واجب ہونا ظاہر ہے اور اپنے شیخ ابن ہمام کی عبارت کو اپنی تائید میں نقل کیا اور اس تفصیل کی تائید قرطاشی کے الفاظ "لابد" اور قنیہ کے مذکورہ کلام سے بھی ہوتی ہے اہ مختصراً۔

(۴) تعریف شہر اور قصبہ اور دیہات کی کیا ہے؟

(۵) دیہات سے نیچے بھی کوئی حدبستی کی ہے کیونکہ دیہات دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک محض کوردہ، دوسرا وہ جس میں اشارہ شد ضروری جیسے معمولی کپڑے ملتے ہوں اور درزی اور لوہار اور بڑھی اور بنیا اور بقال وغیرہم ہوں اور ساکنان اُس کے ہندو مع مسلمان قریب بازہ سومر و مع عورت کے ہوں اور غالب درجہ مسلمان زمیندار ہوں اور مسلمانوں کی تعداد قریب پانچ سو عورتوں کے ہو اور مسجد قدیم سے ہو اور جب سے مسجد بنی ہمیشہ سے برابر جمعہ ہوتا رہا ہو تو ان دونوں قسموں میں دیہات کے جمعہ جائز ہو گا یا صرف قسم اخیر میں یا کسی میں نہیں اور ہم قسم اخیر کے دیہات کے رہنے والے ہیں، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں، تو آیا ہم لوگ پڑھیں یا نہیں؟ بہت صاف جواب بالتفصیل تحریر ہو۔

## الجواب

ہندوستان صلح اللہ حالہا بحمد اللہ تعالیٰ ہنوز دارالاسلام ہے۔

کما حققناه فی رسالتنا اعلام الاعلام بات  
ہندوستان دارالاسلام۔

جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "اعلام الاعلام بان ہندوستان  
دارالاسلام" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

اُس میں اقامت جمعہ و عیدین مسلمانوں کو ضرور جائز۔ جامع الفصولین میں ہے:

قال ح (ای الامام الاعظم ابو حنیفہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ) لا تصیر دار الحرب الا باجراء  
احکام الشرك فیها واتصالها بدار الحرب  
بان لا یكون بینها و بین دار الحرب مصر  
للمسلمین وان لا یبقی فیها مسلم او ذمی  
امننا علی نفسہ بالامان الاول ای لا یبقی امننا  
الا بالامان المشرکین ان الحکم اذا ثبت بعلة  
فما بقی شیء من العلة یبقی الحکم ببقائه  
فلما صارت البلدة دار الاسلام باجراء  
احکامہ فما بقی شیء من احکامہ و اثارہ تبقی  
دار الاسلام وکل مصرفیہ وال مسلم من  
جهة الکفار تجوز فیہ اقامة الجمعة والاعیاد

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دار الحرب  
کے لئے ضروری ہے کہ وہاں احکام شرک کا اجراء ہو اور  
اس ملک کا اتصال دار الحرب سے اس طرح ہو کہ اس  
ملک اور دار الحرب کے درمیان کوئی مسلمانوں کا علاقہ  
نہ ہو، اور اس میں کوئی مسلمان یا ذمی امان اول کی وجہ  
سے امان میں نہ ہو یعنی اب مشرکین کی امان کے بغیر  
امن الا نہ ہو کیونکہ جب حکم کسی علت سے ثابت ہے  
تو جب تک وہ علت باقی ہے حکم بھی باقی ہوگا، جب  
کوئی علاقہ اجراء احکام اسلامی کی وجہ سے دارالاسلام  
بنا ہے تو جب تک وہاں کچھ احکام و آثار باقی ہوں گے  
وہ دارالاسلام ہی ہوگا، اور ہر وہ شہر جس کا کفار کی طرف  
سے کوئی مسلمان والی ہو وہاں جمعہ و عیدین کی اقامت

کیا ہے۔ ت) ہاں ایک روایتِ ناورہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد و عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں یہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحتِ جمعہ کے لئے شہر سمجھی جائے گی۔ امام اکمل الدین بابر قی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں :

(وعنه) ای عن ابی یوسف (انہم اذا اجتمعوا) ای اجتمع من تجب علیہم الجمعة لاکل من یسکن فی ذلک الموضع من الصبیان و النساء والعبیدان من تجب علیہم مجتمعون فیہ عادة قال ابن شجاع احسن ما قیل فیہ اذا کان اهلہا ، بحیث لو اجتمعوا ( فی اکبر مساجدہم لو یسعہم ) ذلک حتی احتاجوا الی بناء مسجد آخر للجمعة الخ

(اور ان سے) یعنی امام ابو یوسف سے ہے (جب وہ جمع ہوں) یعنی وہ لوگ جن پر جمعہ لازم ہے نہ کہ تمام وہ لوگ جو وہاں سکونت پذیر ہیں مثلاً بچے ، خواتین اور غلام۔ ابن شجاع نے کہا کہ اس بارے میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ جب جمعہ کے اہل وہاں جمع ہوں (سب سے بڑی مسجد میں ، اور اس میں ان کی گنجائش نہ ہو) حتیٰ کہ وہ جمعہ کے لئے ایک اور مسجد بنانے پر مجبور ہوں الخ (ت)

جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں اس روایتِ ناورہ کی بنا پر جمعہ و عیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعتِ متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جمعہ خواہ عمید مذہبِ حنفی میں جائز نہیں ہو سکتا بلکہ گناہ ہے ،

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ حق ہے اور وہی راستہ کی ہدایت دیتا ہے اور اللہ کی ذاتِ پاک ، بلند اور خوب جاننے

واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

والی ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۱۱ از کثرہ ڈاکخانہ او برہ ضلع گیا مرسلہ سید عبدالمجید صاحب قادری ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

- (۱) ہندوستان میں جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟
- (۲) جائز ہے تو کیوں ؟ اور اس کے دلائل کیا ہیں ؟
- (۳) جمعہ شہر ہی میں جائز ہے یا دیہات میں بھی ؟

خانہ بدوش مثلاً ترکمان قوم اگر جنگل میں اقامت کی نیت کر لیں تو یہ اصح قول کے مطابق صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے بشرطیکہ وہاں ان کے لئے اتنی مدت کیلئے پانی اور چارہ ہو اور ان کے علاوہ کسی نے ان کے ساتھ نیت کر لی تو یہ اصح قول کے مطابق درست نہیں مختصراً

اهل الاخية كتركمان نووہا فی المفانمة فانہا تصح فی الاصح وبہ یفتی اذا كان عندہم من الماء والكلاء ما یکفیہم مدتها ولونوی غیرہم الاقامة معہم لو یصح فی الاصح اھ مختصراً۔

قصبہ عرفاً مصر وہ میں متوسط ہے چھوٹے شہر کو کہتے ہیں جس میں آبادی کم مرافق قلیل ہوں بازار و پختہ عمارات ہوں نہ مثل امصار وہ پرگنہ ہوتا ہے ضلع نہیں، اُس میں چھوٹے چھوٹے حکام ہوتے ہیں جن کی سماعت ایک حد تک محدود، بڑے حکام کہ ہر گونہ مقدمات دیوانی و جرائم فیصل کر سکیں نہیں ہوتے، اس عرف حادثہ پر قسمیں تین ہوتی ہیں مگر زبان عرب میں وہ دو ہی چیزیں ہیں: مصر یا قریہ قصبہ، ان سے باہر کوئی شے ثالث نہیں۔ قاموس و مصباح المنیر وغیرہ میں قصبۃ البلاد مدینتھا و قصبۃ القریۃ و سطھا (شہری قصبہ، شہر ہوتا ہے اور دیہاتی قصبہ دیہات اور شہر کا درمیان ہوتا ہے۔ ت) یونہی شرع مطہر نے قصبات کو کسی حکم خاص سے مخصوص نہ فرمایا، مصر و قریہ کی تقسیم حاصر ہے آبادی پر، حد مصر صادق ہو تو مصر ہے ورنہ قریہ لا ثالث لہما (ان دونوں کے لئے تمیز نہیں۔ ت) اب تعریف مصر میں ہمارے علماء سے اقوال کثیرہ آئے جن میں معصوم و مختار و معتدائمہ کبار و وہ ہیں:

اول ظاہر الروایہ و اصل مذہب و ارشاد امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ شہر وہ آبادی عمارت والی ہے جس میں متعدد گورے ہوں، دوامی بازار ہوں، وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات ہوں، اُس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو، جس کے یہاں قضا یا پیش ہوتے ہوں اور اس کی شوکت و حشمت معلوم کا انصاف ظالم سے لینے کے قابل ہو اگرچہ کبھی نہ لیا جائے۔ یہ تعریف کتب کثیرہ میں بالفاظ عدیدہ و معانی متقارباہ ادا کی گئی۔

مسئلہ ۱۳۱۶ از عظیم آباد پٹنہ شاہ کی اہلی متصل مسجد تراہہ مطب حکیم صاحب مرسلہ مولوی نور الہدی صاحب

۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حد مصر صادق نہیں اگر وہاں کے حنفی المذہب بخیاں شوکت اسلامی نماز جمعہ مع ظہر احتیاطی و صلوة العیدین پڑھتے ہوں تو وہ گنہ گار ہوں گے یا نہیں؟ اور اگر گنہ گار ہوں گے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

### الجواب

ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ ہے، نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ:

خراج لینا، قضاہ اسلامی کی پابندی اور بیوگان کا نکاح  
کروانا جائز ہے کیونکہ وہاں مسلمان غالب ہیں لیکن  
وہ علاقے جہاں کافر والی ہیں وہاں مسلمانوں کے لئے  
جمعہ اور عیدین کا قیام جائز ہے اور اختصاراً (ت)

واخذ الخراج وتقلید القضاء وتزویج الایامی  
لاستیلاء المسلم علیہم واما فی بلاد علیہا  
ولایة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمعة  
والاعیاد أھ مختصراً.

ردالمحتار میں ہے :

معراج الدراریہ میں مبسوط سے ہے وہ علاقہ جات جو کفار  
کے قبضہ میں ہیں وہ بلاد اسلام ہی ہیں بلا حرب نہیں اور  
ہر وہ شہر جس میں کفار کی طرف سے والی ہو تو وہ جمعہ اور عیدین  
کا قیام کر سکتا ہے اور اگر والی کافر ہوں تو بھی مسلمانوں کے  
جمعہ کا قیام جائز ہے اور تلخیصاً (ت)

فی معراج الدراریة عن المبسوط البلاد التي فی  
ایدی الكفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب وکل  
مصرف وال من جهتهم یجوز له اقامة الجمعة  
والاعیاد فلو الولاية کفار یجوز للمسلمین اقامة  
الجمعة أھ ملخصاً

جمعہ و عیدین کے نہ فقط نامور بہ بلکہ خود جائز و صحیح ہونے کے لئے بھی باجماع ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصر  
شرط ہے کتب المذہب عن آخرها طافحة بذلك (تمام کتب مذہب اس سے پڑھیں۔ ت) گاؤں میں جمعہ و  
عیدین نہ صحیح نہ جائز بلکہ گناہ ہیں

جیسا کہ اس پر درمختار میں قنیہ اور جامع الرموز میں  
جامع المضمرات کے حوالے سے تصریح ہے اور اسے  
ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ (ت)

كما نص علیہ فی الدر المختار عن القنیة وفی  
جامع الرموز عن جامع المضمرات و قد  
بیناه فی فتاوانا۔

دیہات سے بھی کم درجہ بستی جنگلوں، میدانوں، پہاڑوں میں اہل خیمہ کے مقام ہیں جن میں مکانات کچے پکے  
اصلاً نہیں ہوتے، انھوں نے جہاں آب و مرغزار دیکھے ڈیرے ڈال دئے، خیمے تان دئے، وہیں اقامت  
کر لی، یہ بستیاں نظر شرع میں بھی دیہات سے ادنیٰ ہیں، امصار و عمرانات کے سکان اگر گاؤں میں پندرہ دن  
مٹھرنے کی نیت کریں مقیم ہو جائیں گے قصر نہ کریں گے اور ان خیمہ گاہوں میں انھیں اہل خیمہ کی نیت اقامت صحیح ہے جس  
کی طرز تعیش ہی یہ ہے عمرانات والے بعد تحقق سفر و طے مراحل اگرچہ وہاں پندرہ دن قیام کا قصد کریں مقیم نہ ہوں گے  
ہو الاصح فی الفصلین (دونوں فصلوں میں یہی اصح ہے۔ ت) درمختار میں ہے :

**رابعاً قول جمعہ میں اُس کے سبب جو ظہر نہ پڑھیں اُن پر تو فرض ہی رہ گیا، ترک فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو خود کبیرہ ہے اور جو بزمِ عم خود احتیاطی رکعات پڑھیں وہ بھی تارکِ جماعت تو ضرور ہوئے اور جماعت مذہب معتد میں واجب ہے جس کا ایک بار ترک بھی گناہ اور متعدد بار ہو کر وہ بھی کبیرہ۔ کما نصوا علیہ والامر اوضح من ان یوضح (جیسا کہ فقہانے اس پر تصریح کی ہے اور یہ امر اتنا واضح ہے کہ وضاحت کی ضرورت ہی نہیں۔ ت)**

**خامساً قول وہ احتیاطی رکعات والے کہ حقیقتہً مذہب حنفی میں آج ہی کی نظر پڑ رہے ہیں**  
 فانها اذا التصحح الجمعة بقیت فی یضمة الظهر  
 فی اعناقهم فاذا انوا الاخر ظہر ادر کوها ولم  
 یؤدوها وجب انصرافها الی ظہر الیوم۔

اس لئے کہ جب جمعہ صحیح نہیں تو ان کے ذمے ظہر کا فریضہ باقی ہے، تو جب یہ ارادہ کرتے ہوئے کہ آخری ظہر کا وقت پایا مگر اسے ادا نہ کیا تو اس کا آج کی ظہر پر محمول کرنا واجب ہے۔ (ت)

بآئنگے مسجد میں جمع ہیں جماعت پر قادر ہیں تنہا پڑھتے ہیں یہ دوسری شاعت ہے کہ مجتمع ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے خوفِ حبسی حالتِ ضرورت شدیدہ میں بھی روانہ رکھا بلکہ ابطال درکنار موجودین میں بلا وجہ شرعی تفریقِ جماعت کو ناجائز رکھ کر ایک ہی جماعت کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا کما نطق بہ القرآن العظیم و باللہ الہدایۃ الی صراط مستقیم (جیسا کہ اس پر قرآن عظیم ناطق ہے، اللہ ہی صراط مستقیم کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۷ ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس حالت میں امام خطبہ پڑھتا ہو اس وقت کوئی وظیفہ یا سُنن یا نوافل یا فرض قضاے فجر پڑھنا چاہئے یا نہیں اور ٹھیک ہوں گے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

### الجواب

اُس وقت وظیفہ مطلقاً ناجائز ہے، اور نوافل بھی اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اگرچہ نماز ہو جائے گی، رہی قضا اگر صاحبِ ترتیب نہیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ ضرور پہلے قضا ادا کرے، اور جہاں تک دُوری ممکن ہو اختیار کرے کہ صورتِ مخالفت سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۱۸ از بنگالہ ضلع پیرا موضع مرادنگر مرسلہ قاضی اشرف الدین صاحب ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص برائے ادائے جمعہ مسجد سے رفتہ و دیدند کہ جمعہ ادا شدہ است انہوں ایساں درآں مسجد مذکور صلوة جمعہ دیکھا جمعہ ادا ہو گیا ہے اب وہ لوگ اس مسجد میں جمعہ

اولاً جب نماز جمعہ و عیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ امر غیر صحیح میں مشغول ہوتی اور وہ ناجائز ہے ،  
 فی الدر المختار مکرہ تحریمای لانه اشتغال  
 بما لا یصح لان المصر شرط الصحة۔  
 در مختار میں ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ یہ غیر صحیح  
 کام میں مشغول ہونا ہے کیونکہ شہر جمعہ کی صحت کے لئے  
 شرط ہے۔ (ت)

ثانیاً اقول فقط مشغولی نہیں بلکہ اس امر ناجائز کو موجب شوکت اسلام جانا بلکہ بہ قصد و نیت فرض و  
 واجب ادا کیا یہ مفسدہ عقیدہ ہے جس سے علماء نے تحذیر شدید فرمائی۔

اوصوابترك التزام مستحب اذا خيف ان  
 يظنه العوام واجبا وفي اخف منه قال  
 سيدنا عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 لا يجعل احدكم للشيطان شیء من صلواته  
 یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن  
 یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ رواہ الشیخان  
 فاذا کان هذا فیما هو مشروع باصلہ فما ظنک  
 بما لم یجز من رأسہ۔  
 جب یہ خطر ہو کہ عوام اسے ضروری سمجھ لیں گے تو علماء  
 مستحب پر پابندی ترک کرائیں اور اس سے کم درجہ  
 عمل کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ  
 کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز سے شیطان  
 کا حقہ اس طرح نہ بنائے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی  
 پھرنے لپے اور لازم کر لے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم کو بہت دفعہ بائیں طرف پھرتے ہوئے  
 دیکھا، اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ جب اس عمل کا  
 معاملہ ہے جو اصلاً مشروع ہے تو اس میں تمہارا کیا  
 خیال ہے جو اصلاً جائز ہی نہ ہو۔ (ت)

ثالثاً جبکہ واقع میں نماز جمعہ و عید نہ تھی تو ایک نماز نفل ہوتی کہ باجماعت و اعلان و تداعی ادا کی گئی یہ  
 ناجائز ہوا،

فی رد المحتار عن العلامة الحلبی محشی الدر  
 کہو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ۔  
 یہ یتیموں و یتیموں جمعہ و عیدین سب کو شامل ہیں۔  
 رد المحتار میں محشی در علامہ حلبی سے ہے یہ نوافل مکروہ ہیں  
 کیونکہ جماعت کے ساتھ ادا ہوئے۔ (ت)

۱۱۴/۱	مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی	باب العیدین	۱۱۴/۱
۱۱۵/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الانفال والانصراف	۱۱۵/۱
۹۱۱/۱	مصطفیٰ البابا مصر	باب العیدین	۹۱۱/۱



**مسئلہ ۱۳۱۹** از شاہی علاقہ رامپور مرسلہ نادر شاہ خاں و انعام اللہ خاں ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس قصبہ شاہی میں صرف ایک مسجد وہی جامع مسجد ہے قدیم الایام  
سے اُس میں نماز جمعہ ہوتی ہے اور ایک عید گاہ قریب آبادی کے ہے اس میں نماز عید پڑھی جاتی ہے فی الحال بوجہ  
کثرت نمازیوں گنجائش سب نمازیوں کی نہیں اس لئے عید گاہ میں جمعہ پڑھتے ہیں اُس روز جامع مسجد نماز جمعہ سے  
بالکل خالی رہتی ہے ایسی حالت میں کوئی باز پرس تو اہل قصبہ سے خداوند کریم بوجہ خالی رہنے مسجد کے بروز حساب  
نہ فرمائے گا اور پڑھنے نماز جمعہ سے عید گاہ میں کچھ نقصان عند اللہ وعند الرسول ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

جائز ہے، کچھ نقصان نہیں، نہ کوئی مواخذہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۳۲۰** از بنگالہ ضلع مین سنگھ موضع مرزا پور مرسلہ منشی آدم غزہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ  
تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبلیغ  
کرنے والے اہل فہم کی اس بارے میں کیا رائے ہے  
کہ جمعہ کے ساتھ ساتھ نمازیوں پر نماز ظہر ادا کرنا لازم  
ہے یا نہ؟ اگر وہ ادا کرتے ہیں تو کس نیت سے فرض  
یا نقل؟ دلیل کے ساتھ واضح فرمائیں، اللہ تعالیٰ  
آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (ت)

### الجواب

ان وقع الشك في صحة الجمعة لوقوع الشبهة  
في شرط كالمصريّة او كون الدار دار الاسلام  
فالظاهر الوجوب وان كان هناك توهم  
لاجل خلاف ضعيف فالندب ويفتق به الخواص  
لا العوام وعلى كل ينوي الفريضة اى  
اخر فرض ظهرا دركته ولم او دلان النقل  
يتأدى بنية الفرض ولا عكس فلا يحصل  
الاحتياط الا بنية الفريضة  
كما لا يخفى قال في سرد المحتار في

اگر شرائط جمعہ میں اشتباہ کی وجہ سے صحت جمعہ میں شک  
ہو جائے تو ظاہر ہی ہے کہ وہاں ظہر کا ادا کرنا لازم  
ہے اور اگر وہاں صحت جمعہ میں وہم ہے تو ضعیف احتیاط  
کی وجہ سے ظہر کی ادائیگی مستحب ہوگی البتہ اس کے  
ساتھ خواص کے لئے فتویٰ ہے عوام کے لئے نہیں۔  
ہر صورت میں فرض کی نیت ہوگی یعنی وہ آخری ظہر جسے  
میں نے پایا مگر ادا نہ کی کیونکہ نوافل فرض کی نیت سے  
ادا ہو جاتے ہیں مگر فرض نفل کی نیت سے ادا نہیں  
ہوتے، تو احتیاط نیت فرض میں ہی ہے جیسا کہ مخفی

ادا تو انہ کو دیا ادا سے ظہر واجب ست بر تقدیر ثانی  
با جماعت یا فرادی شخصے میگوید کہ جماعتے را کہ نماز جمعہ  
فوت شدہ شود اوشاں در خارج مسجد بہ بعد مقدار  
یک صد گز یا یک صد و بست و پنج گز مروجہ انگریزی  
رفتہ نماز جمعہ ادا تو انہ کو دو در انجا مسجدے نیست  
وقول او صحیح ست یا نہ و اگر چنیں ادا کر د حبانہ  
خواہ شد یا نہ ؛ بینوا تو جروا۔

ادا کریں گے یا ظہر کی ادائیگی ان پر لازم ہوگی ، اگر  
ظہر لازم ہے تو وہ جماعت کے ساتھ ادا کریں یا تنہا ؟  
ایک شخص کا کہنا ہے کہ اگر کسی گروہ کی جماعت جمعہ فوت  
ہوگئی تو مسجد سے دور انگریزی سو گز یا ایک سو پچیس گز  
کے فاصلے پر چلے جائیں اور وہاں جمعہ ادا کریں اگر چہ  
وہاں مسجد نہیں ، اس کا قول صحیح ہے یا نہ ؟ اگر  
اس طرح انہوں نے ادا کر لیا ہے تو جائز ہے یا نہ ؟  
بینوا تو جروا۔

## الجواب

امامت جمعہ وعیدین ہر کس نتواں کر د بلکہ واجب ست  
کہ سلطان اسلام یا ما ذون او باشد و بضرورت آنکہ  
مسلمانان اور امام جمعہ مقرر کردہ باشند و شک  
نیست کہ یک مسجد را دو امام جمعہ کہ اقامت جمعہ واحدہ  
کنند نباشند پس در مسجد واحد دو بار جمعہ نتواں شد  
چوں بعض مردماں این جا جمعہ نیابتہ مسجدے دیگر اگر  
یا بند روند کہ تعدد جمعہ در شہر مذہب مفتی بہ رواست  
ہچنماں اگر امامے معین برائے امامت جمعہ یا بند و  
در غیر مسجد در شہر یا قنائے شہر ادا کنند نیز روا باشد  
زیرا کہ مسجد شرط جمعہ نیست و اگر نیابتہ فرض ست کہ  
ظہر ادا کنند و روا نیست کہ جماعت نمایند بلکہ فرادی  
خوانند کل ذلك مصرح بہ فی کتب المذہب و  
قد بیناہ فی فتاوانا و آنکہ شخص مذکور تحدید فصل  
ذرعان کرد اصلے ندارد۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ  
اعلم۔

جمعہ وعیدین کی امامت ہر کوئی نہیں کروا سکتا بلکہ  
واجب ہے کہ وہ سلطان اسلام یا اس کی طرف سے  
مامور ہو ، البتہ ضرورت کے پیش نظر مسلمان امام جمعہ  
مقرر کر سکتے ہیں ، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک  
مسجد میں ایک جمعہ کی اقامت کے لئے دو امام نہیں  
ہو سکتے لہذا ایک مسجد میں دو بار جمعہ نہیں ہو سکتا جب  
کچھ لوگ اس مسجد میں جمعہ نہ پاسکیں تو وہ دوسری مسجد  
میں چلے جائیں کیونکہ مفتی بہ مذہب کے مطابق شہر  
میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے ، اسی طرح اگر  
مقرر امام جمعہ کو شہر یا قنائے شہر میں مسجد کے علاوہ  
پالیتے ہیں تو وہاں بھی جمعہ جائز ہوگا کیونکہ جمعہ کے لئے  
مسجد شرط نہیں اور اگر ایسی کوئی صورت نہیں تو ظہر  
کی ادائیگی فرض ہوگی لیکن جماعت جائز نہ ہوگی بلکہ  
الگ الگ ادا کریں یہ تمام کتب مذہب میں صراحتہ موجود

ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے اور  
مذکورہ شخص نے جو گزوں کی مقدار کا تعین کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

## الجواب

امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف تو مطلقاً سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام رُو بقبلہ بیٹھا رہنا امام کے لئے بالاجماع مکروہ ہے، جمعہ وغیرہ سب نمازیں اس حکم میں برابر ہیں اور بعد سلام دُعا و مناجات بھی بالاجماع جائز ہے مگر جس نماز کے بعد سنت ہے یعنی ظہر و جمعہ و مغرب و عشاء، اس کے بعد تاخیر طویل کسی کو بہتر نہیں اور اگر کرے تو منع بھی نہیں مگر اس قدر نہ ہو کہ مقتدیوں پر گراں گزرے، عادت مسلمان یوں جاری ہے کہ امام بعد سلام جب تک دُعا سے فارغ نہ ہو مقتدی شریک دُعا رہتے ہیں اور اس سے قبل اُسے چھوڑ کر نہیں اُٹھتے اور یہ اگرچہ شرعاً واجب نہیں مگر حُسن ادب سے ہے۔

اقول اس پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے استدلال ممکن ہے "اور جب وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ کسی معاملہ میں جمع ہوتے ہیں تو آپ کی اجازت کے بغیر جاتے نہیں" کیونکہ دُعا سے فراغت اذن ہی تصور ہوتا ہے اور اس پر عرف جاری ہے (ت)

تو ایسی حالت میں اتنی دُعا طویل کہ بعض مقتدیوں پر ثقیل ہو مطلقاً نہ کرنی چاہئے اگرچہ اس کے بعد سنت نہ ہو جیسے فجر و عصر۔

غور و فکر میں مجھ پر واضح ہوا اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ ان شاء اللہ درست ہو گا اور جب امام کو نماز میں تخفیف کا حکم ہے یعنی قدر مسنون پر اضافہ نہ کرے تو اس پر اجماع ہے کہ امام اپنی جگہ پر قبلہ رُخ ہو کر نہ ٹھہرے، تمام نمازیں اس حکم میں برابر ہیں۔ (ت)

متعدد علماء نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ (ت)

سنتوں میں تاخیر اللہم انت السلام الخ کی مقدار سے

اقول ویمكن الاستیناس له بقوله عز وجل "واذا كانوا معہ علی امر جامع لم یذہبوا حتی یستأذنوا فان فراغ من الدعاء یعد اذنامہ دلالة بذلك العرف جار۔

هذا ما ظهر لي تفقها وار جوان يكون صوابا ان شاء الله تعالى واذا امر الامام بالتخفيف في الصلوة اى عدم الزيادة على القدار المسنون اجمعوا على انه لا يمكث في مكانه مستقبل القبلة سائر الصلوات في ذلك على السواء عليه میں ہے،

وقد صرح غیر واحد بانہ یکرہ له ذلك لیه در مختار میں ہے؛

یکرہ تاخیر السنة الا بقدر اللهم انت السلام الخ

لے حلیۃ المحلی شرح نیتہ المصلی

الفتية لما ابتلى اهل مرو باقامة الجمعتين  
فيها مع اختلاف العلماء في جوازهما  
امراؤهم بالامر بعد ما احتياطا  
اه ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها  
وقد اوله، ثم نقل المقدسي عن الفتح  
انه ينبغي ان يصلى اربعينوي بها آخر  
فرض ادركت وقت ولم اؤد ان تردد في  
كونه مصرا او تعددت الجمعة، قال و  
فانته الخروج عن الخلاف المتوهم  
او المحقق وذكر في النهران لا ينبغي التردد  
في ندبها على القول بجواز التعدد خروجاً  
عن الخلاف اه قال المقدسي ذكر ابن الشحنة  
عن جده التصريح بالندب و بحث فيه  
بانه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم  
اما عند قيام الشك والاشتباه في صحة  
الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شيخه  
ابن الهمام ما يفيد اه مختصراً  
والله تعالى اعلم۔

نہیں، ردالمحتار میں فرمایا کہ قنیه میں ہے کہ جب  
اہل مرو کو دو جمعوں کا قیام پیش آیا تو علماء نے متعدد  
جمعہ میں اختلاف کیا تو ائمہ نے لوگوں پر جمعہ کے بعد  
احتیاطاً چار رکعات ظہر ادا کرنا لازمی قرار دے دیا  
اکثر شارحین ہدایہ وغیرہ نے اسے نقل کیا اور اسے  
ہی متداول قرار دیا، پھر مقدسی نے فتح سے نقل کیا  
کہ اگر شہر ہونے میں تردد ہو یا جمعہ کے متعدد ہونے  
کی وجہ سے تردد ہو تو جمعہ کے بعد چار رکعات اس  
نیت سے ادا کی جائیں کہ میں نے آخری ظہر کا وقت  
پایا اسے ادا نہ کیا تھا اور فرمایا فائدہ اس کا یہ ہے  
کہ خلاف متوہم یا متحقق سے خروج ہو جائے گا۔  
نہر میں مذکور ہے کہ اختلاف سے بچنے کی خاطر  
جواز تعدد جمعہ کے قول پر بھی ظہر کی ادائیگی کے  
مستحب ہونے میں تردد نہیں کرنا چاہئے اه مقدسی  
کہتے ہیں کہ ابن شحنہ نے اپنے دادا سے ندب پر یہ  
تصریح نقل کر کے اس میں بحث کرتے ہوئے کہا کہ  
یہ اس وقت ہے جہاں محض وہم ہو لیکن جب صحت  
جمعہ میں شک و اشتباہ ہو تو پھر ظہر کا وجوب ظاہر ہے

اور اس پر اپنے شیخ ابن ہمام کی وہ عبارت نقل کی جو اسے مفید ہے اه اختصاراً (ت) واللہ تعالیٰ اعلم  
۱۳۲۱ھ از ضلع کمرہ موضع پانیسیر مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب غزہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ انحراف قبلہ یعنی جانب امین والیسر کو پھر کر  
مناجات کرنا جائز ہے یا نہیں باوجودیکہ فقہ کی کتابوں میں بھی یہ ہے کہ جس نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہو نہ پھرے  
بالدلائل تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

المقدار المذكور من حيث التقريب  
دون التحديد، قد يسع كل  
احد من نحو هذه الاذكار لعدم  
التفات الكثيرينها الى مختصرا۔

ہے، اعلیٰ تعریف اسی کی ہے، اللہ کے سوا کوئی  
معبود نہیں، ہماری تابعداری اسی کے لئے خالص ہے  
اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں۔ کیونکہ مقدار مذکور تقریباً ہے  
تحدیداً نہیں وہ وقت ان تمام اذکار کی گنجائش رکھتا ہے  
کیونکہ ان میں بہت زیادہ تفاوت نہیں ہے اور مختصراً (ت)

بلکہ شیخ محقق مولانا عبدالحق قدس سرہ اشعۃ اللغات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں :  
تجیل قیام بہ سنت مغرب منافی نیست مرخواندن آیۃ الکرسی  
وامثال آنرا چنانکہ در حدیث صحیح وارد شدہ است  
کہ بخواند بعد از نماز فجر و مغرب وہ بار لا الہ الا اللہ  
وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد  
وہو علی کل شیء قَدِیر۔

مغرب کی سنتوں کے لئے جلدی قیام آیۃ الکرسی وغیرہ  
پڑھنے کے منافی نہیں کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے  
کہ نماز فجر و مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ پڑھا جائے :  
لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و  
لہ الحمد و ہو علی کل شیء قَدِیر۔ (ت)

فقہ کی کسی کتاب معتمد میں یہ نہیں کہ جس نماز کے بعد سنت ہے اُس کے امام کو قبلہ سے پھرنا ہی منع، ہاں  
فصل طویل کو ناپسند فرماتے ہیں اور اُس کے معنی ان کلماتِ علماء سے کہ فقیر نے نقل کئے ظاہر ہو گئے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲۲ از کھاتہ ضلع رام پور مرسلہ قاضی ضیاء الدین احمد صاحب ۳ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں عرصہ کثیر گزر ازمانہ پادشاہت اسلام میں  
قاضی شرع نے جو قاضی با اختیار تھے جامع مسجد قائم کی اور وہ مقام شرائط جمعہ کے موافق مناسب سمجھ کر  
نماز جمعہ و نماز عیدین اسی مسجد میں ہوتی رہی اور مسلسل اسی وقت سے حسب اجازت و ہدایت اصل قاضی یا حاکم  
وقت مذکور کے اسی خاندان میں امامت رہی اب ایک شخص نے بوجہ مخالفت چند امور دنیاوی کے امام سے رنج  
کر کے ایک دوسری مسجد میں جو تھوڑے زمانے سے تیار ہوئی ہے نماز عید ادا کی اور باشندگان دیہ کو جامع مسجد  
قدیم کو آنے سے روک کر ہکا کر بہت سے اشخاص کو اُس نماز میں شریک کیا اور نماز پڑھائی اور جامع مسجد قدیم  
میں بھی مثل قدیم نماز پڑھی گئی اور جماعت ہوئی تو اب دریافت طلب ہے کہ اُس مسجد جدید میں امام قدیم سے  
مخالفت کر کے نماز عید ہوئی یا نہیں؟ اور ایسے نماز پڑھوانے والے کے واسطے جو تفریق جماعت کا مرتکب ہوا

لہ غنیۃ المستملی شرح ینتہ لمصلی  
بیان صفت الصلوٰۃ  
باب الذکر بعد الصلوٰۃ  
مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور  
مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ  
ص ۳۲۲  
۴۱۸/۱

قال الحلواني لا باس بالفصل بالاوراد واختاره  
الكمال، قال الحلبي انت اريد بالكراهة  
التنزيهية ارتفاع الخلاف قلت وفي حفظي جملة  
على القليلة اهـ

عليه میں ہے :

تحمل الكراهة على التنزيهية بعدم دليل  
التحريمية

غنیہ میں ہے :

قول عائشة رضي الله تعالى عنها مقدار ما يقول  
اللهم انت السلام الخ يفيد ان ليس المراد  
انه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد زمانا  
يسم ذلك المقدار ونحوه من القول تقريبا  
فلا ينافي ما روى مسلم وغيره عن عبد الله  
بن الزبير رضي الله تعالى عنهما كان رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سلم من  
صلوته قال بصوته الا على لا اله الا الله  
وحده لا شريك له له الملك وله الحمد  
وهو على كل شيء قدير ولا حول ولا قوة الا  
بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله  
الفضل وله الثناء الحسن ، لا اله الا الله  
مخلصين له الدين ولو كره الكفرون ، لان

زیادہ مکروہ ہے۔ علوانی نے فرمایا اذکار کے ساتھ  
فرائض و سنن میں فاصلے میں کوئی حرج نہیں۔ کمال نے اسی  
کو اختیار کیا ہے۔ حلّبی کہتے ہیں کہ اگر کراہت کراہت تنزیہیہ  
تو اختلاف ختم ہو جاتا ہے قلت اور مجھے یہاں تک یا ہے  
کہ یہ (تنزیہیہ) قلیل فصل پر محمول ہے (ت)

جب تحریمی پر دلیل نہ ہو تو مکروہ کو تنزیہیہ پر محمول  
کیا جاتا ہے (ت)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمان کہ آپ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم اللھم انت السلام الخ کی مقدار پڑھتے،  
فائدہ دے رہا ہے کہ ان کی مراد بعینہ ہی الفاظ نہیں  
بلکہ اتنی دیر بیٹھنا جس میں یہ یا اس کی مقدار تقریباً  
پڑھا جائے۔ لہذا یہ روایت مسلم وغیرہ کی اس روایت  
کے منافی نہیں جو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے  
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں،  
ملک اسی کا ہے، اسی کی حمد ہے، اور وہ ہر شے پر  
قادر ہے، برائی سے پھرنے اور نیکی کی طرف آنے کی  
طاقت و توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے ہم اسی کی  
عبادت کرتے ہیں، نعمت اسی کی ہے اور اسی کا فضل

در مختار میں ہے :

في السراجية لو صلى احد بغير اذن الخطيب  
لا يجوز له الخ

ردالمحتار میں ہے :

حاصله انه لا تصح اقامتها الا لمن اذن له  
السلطان بواسطة ابدونها اما بدون  
ذلك فلا.

تنویر و در میں ہے :

(ونصب العامة) الخطيب (غير معتبر مع  
وجود من ذكر) امام مع عدم اهم في جواز  
للضرورة.

انہیں کے باب العیدین میں ہے :

(تجب صلوتہما علی من تجب علیہ الجمعة  
بشرائطها) فانها سنة بعدھا وفي القنیة  
صلوة العید فی القرى تکرہ تحریمای لانہ  
اشتغال بما لا یصح لان البصر شرط الصحة  
ملخصاً - والله تعالیٰ اعلم -

سراجیہ میں ہے اگر اجازت خطیب کے بغیر کسی نے  
جمعہ پڑھایا تو جائز نہیں۔ (ت)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اقامت جمعہ درست نہیں مگر  
اس شخص کے لئے جسے سلطان نے اجازت دی خواہ  
یہ اجازت بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ، اگر بغیر اجازت  
کسی نے جمعہ قائم کیا تو درست نہیں۔ (ت)

خطیب کو (عوام کا مقرر کرنا) (معتبر نہیں بشرطیکہ  
جب مذکورہ لوگ ہوں) لیکن اس صورت میں جب یہ  
لوگ نہ ہوں تو ضرورت کے لئے امام کا تقرر  
درست ہوگا (ت)

(عیدین کی نماز شرائط جمعہ کے ساتھ ہر اس شخص پر  
واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے) کیونکہ نماز عید  
ان شرائط کے بعد سنت ہے۔ قنیہ میں ہے کہ دیہاتوں  
میں عید مکروہ تحریمی ہے یعنی یہ ایسے کام میں مشغول  
ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ شہر ہونا صحت کے لئے شرط  
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

رد مختار	باب الحجۃ	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	رد مختار
۱	"	"	۱
۲	"	مصطفیٰ البابی مصر	۲
۳	"	مطبع مجتہبی دہلی	۳
۴	باب العیدین	"	۴

کیا حکم ہے اور آئندہ اس طریقہ سے نماز ہوگی یا نہیں؟

### الجواب

جمعہ وعیدین و کسوف میں ہر شخص امامت نہیں کر سکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطان اسلام کا مقرر کردہ یا اُس کا ماذون ہو، یاں جہاں یہ نہ مل سکے تو بضرورت عام اہل اسلام کسی کو امام مقرر کر لیں، صورت سوال میں جبکہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالیٰ عہدھا (اللہ تعالیٰ اس کی مدت کو دراز فرمائے۔ ت) سے بحکم حاکم شرع و یاں جمعہ قائم اور امامت خاندان ایام قدیم میں مستمر و دائم ہے، تو امام خود ماذون من جانب السلطان ہے، اس کے ہوتے بلا مجبوری شرعی عام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں۔

لان الخيرة لهم انما يكون عند الضرورة  
لفقد الماذون فاذا وجد فلا ضرورة فلا خيرة  
انھیں اختیار ضرورت کے وقت ہے جب مامور  
نہ ہو اور جب مامور ہے تو اب ضرورت نہیں لہذا  
اختیار بھی نہ ہوگا۔ (ت)

یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اس میں مذہب وغیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہو جائے اور اُس خاندان ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو، جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا اس دوسرے شخص کی امامت صحیح نہ ہوئی اُس کے پیچھے نماز عید و جمعہ محض باطل ہوں گی وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہوگا اور اُسے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کر دے گا وہ دوسری مسجد کا جمعہ حرام ہوگا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا اور عیدین میں نماز عید باطل ہوگی، اُس کا پڑھنا گناہ ہوگا واجب عید سر پر رہ جائیگا، تفریق جماعت تو وہاں کئی جائے کہ نماز جمعہ یا عیدین اس کے پیچھے بھی صحیح ہو جائیں، جب یہاں سرے سے ہوئی ہی نہیں تو تفریق کیسی، بلکہ ابطال نماز ہے کہ سب سے سخت تر ہے، اللہ تعالیٰ توفیق تو بہ بخشے، یہ مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے، آج کل جہاں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمعہ یا نماز عید نہ ملی کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہرا کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی اور اُس کے پڑھنے کا گناہ انگ ہوتا ہے عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی پنجگانہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کر لی حالانکہ شرعاً یہاں امام خاص اس طریق معین کا درکار ہے اُس کے بغیر یہ نمازیں ہو نہیں سکتیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

یشترط لصحتها السلطان او مأموره باقامتها۔ سلطان یا اس کے مامور کا جمعہ کو قائم کرنا صحت جمعہ کے لئے شرط ہے۔ (ت)



یعنی مسلمان متفق ہو کر جسے امام جمعہ مقرر کر لیں وہ مثل امام ماذون من السلطان ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے :  
 نصب العامة الخطیب غیر معتبر من وجود  
 من ذکر امام مع عدمہم فیجوز للضرورة۔  
 مذکورہ اشخاص کے ہوتے ہوئے عوام کا خطیب مقرر  
 کرنا معتبر نہیں، البتہ اگر مذکورہ افراد نہ ہوں تو ضرورت  
 کی وجہ سے جائز ہوگا۔ (د)

اور شک نہیں کہ جو امر ضرورہ جائز رکھا گیا وہ حد ضرورت سے تجاوز نہیں کر سکتا  
 لما عرف من القاعدة المطردة الفقهية  
 بل والعقيلة ان ما كان بضرورة فقد  
 بقدرها۔  
 کیونکہ فقہ بلکہ عقلاً قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو کچھ ضرورت  
 کی وجہ سے ہوتا ہے وہ ضرورت کی مقدار کے برابر  
 ہی ہوتا ہے۔ (د)

اور مسجد واحد کے لئے وقت واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں، توجیب پہلا امام معین جمعہ ہے دوسرا فرد  
 اس کی لیاقت سے دور و مہجور تو اس کے پیچھے نماز جمعہ باطل و محذور، البتہ اگر امام معین نے براہ شرارت  
 خواہ اپنی کسی خاص حاجت کے سبب جلدی کی اور وقت معہود سے پہلے معدودے چند کے ساتھ نماز پڑھ لی  
 عامہ جماعت مسلمین وقت معین پر حاضر ہوئی تو اب ظاہراً مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ انھیں جائز ہو کہ دوسرے  
 شخص کو با اتفاق عام مسلمین امام مقرر کریں اور نماز جمعہ پڑھیں

لحصول الضرورة بالضرورة ولم تندفع  
 بما فعل الامام بل لم يحصل من فعله  
 ما كان نصبه له فما نصب الا للعامة لا لعدة  
 نفر كما لا يخفى وليحرر۔ والله تعالى اعلم۔  
 واضح ضرورت پائے جانے کی وجہ سے اور یہ ضرورت  
 امام کے فعل سے پوری نہیں ہوتی بلکہ جس مقصد کے لئے  
 اس کا تقرر ہوا وہ حاصل نہ ہوا وہ تو عام لوگوں کے لئے  
 مقرر تھا نہ کہ چند لوگوں کے لئے، جیسا کہ مخفی نہیں، اسے  
 واضح کر لینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۱۳۲۲ مرسلہ ظہور احمد از بلیتھو ڈاک خانہ چاکند ضلع گیا

جس موضع میں تین مسجدیں ہوں اور بڑی مسجد میں اس جگہ کی سب لوگ گنجائش نہ کر سکیں اور اس جگہ سے  
 تین میل شہر متصل ہو اس موضع میں جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ اور اس جگہ کے لوگوں کو جمعہ پڑھنا اس  
 شہر میں واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ یہ جو عبارت وقایہ کی ہے کہ: ما لا یسع اکبر مساجدہ  
 اہلہ مصرۃ ایسی جگہ کہ بڑی مسجد میں اس جگہ کی سب مسلمان گنجائش نہ کر سکیں جمعہ واجب ہے یا نہیں

۱۱۰/۱ مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی باب الجمعۃ لہ درمختار  
 ۲۴۰/۱ مکتبہ رشیدیہ دہلی " شرح الوقایہ

مسئلہ ۱۳۲۳ از ملک بنگالہ ضلع مہین سنگھ قصبہ بنیازان ڈاک خانہ لکھی گنج مرسلہ منشی طالب حسین خاں

۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں ایک مسجد ہے جہاں لوگ بہت دنوں سے جمعہ پڑھا کرتے ہیں اگر امام مع چند لوگوں کے نماز جمعہ پڑھ لے تو بعد دوسرے لوگوں کو تکرار نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر پڑھ لیا تو نماز ان کی ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں

وقد اخطأ بعض العصریین من لکنؤ فی تجویز ذلك مغترا بجواز التعدد كما بيناه في فتاؤنا۔

بعض معاصرین لکھنؤ نے اسے جائز کہہ کر غلطی کی ہے انھیں تعدد جمعہ کے جواز سے دھوکا ہوا ہے جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کر دیا۔ (ت)

جمعہ وعیدین کی امامت مثل نماز پنجگانہ نہیں کہ جسے چاہئے امام کر دیکھے بلکہ اُس کے لئے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جہتہ سلطان الاسلام ہو بلا واسطہ یا بالواسطہ کہ ماذون کا ماذون ہو یا ماذون الماذون کا ماذون ہو۔

وهلم جرای ضرورة اوبدونها ايضا على اختلاف القیلین مع شرط المعلوم المبين في كلمات العلماء الكرام۔

اور اسی طرح آگے ضرورت کی وجہ سے یا اس کے بغیر بھی اختلاف قولین کی بنا پر باوجودیکہ علماء کرام کی عبارات میں شرط معلوم اور واضح ہے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر بغیر اُس کی اجازت کے دوسرا شخص امامت جمعہ کرے نماز نہ ہوگی۔ سراجیہ میں ہے،

لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی به من له ولاية الجمعة اه

اگر خطیب کی اجازت کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں البتہ اس صورت میں جب اس کی اقتداء کسی ایسے شخص نے کی جو جمعہ قائم کر سکتا تھا اھ اقول یہاں استثناء کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اجازت اس

اجازت کو بھی شامل ہے جو دلالت ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے، واقراہ شیخ الاسلام (اسے شیخ الاسلام نے ثابت رکھا۔ ت) ہاں جہاں ماذون سلطان نہ باقی ہو وہاں بضرورت اقامت شعرا اجتماع مسلمان کو قائم مقام اذن سلطان قرار دیا ہے

شہر سے خارج ہوئے جاتے ہیں اور ان میں جموعہ باطل ٹھہرتا ہے کہ ان کی مساجد کرمہ اپنے اہل کی ہمیشہ سے وسعت رکھتی ہیں۔ غنیہ شرح فیہ علامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

اختلفوا فی تفسیر المصر اختلافا کثیرا و الفصل فی ذلك ان مکة والمدینہ مصران تقام بہما الجمع من نر منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الیوم فکل موضع کان مثل احد ہما فهو مصر وکل تفسیر لا یصدق علی احد ہما فهو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختارہ جماعة من المتأخرین کصاحب المختار والوقایة وغیرہما و هو مالوا اجتماع اہلہ فی اکبر مساجدہ لایسعہم فانه منقوض بہما اذ مسجد کل منہما یسع اہلہ و نریادۃ فلا یعتبر ہذا التعریف وبالاولی ان لا یعتبر تعریفہ بما یعیش فیہ کل محترف بحرفتہ او یوجد فیہ کل محترف فان مصر وقسطنطنیۃ من اعظم امصار الاسلام فی زماننا ومع ہذا فی کل منہما حرف لا توجد فی الاخری فضلا عن مکة والمدینۃ<sup>لہ</sup> انتھی باختصار

تعریف شہر میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور فیصلہ اس میں یہ ہے کہ مکہ المکرمہ اور مدینہ المنورہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک جمعہ ادا کیا جاتا ہے، تو ہر وہ مقام جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرح ہوگا وہ شہر کہلائے گا اور جو تفسیر شہر ان دونوں میں سے کسی ایک پر صادق نہ آئے گی وہ غیر معتبر ہوگی حتیٰ کہ وہ تعریف جیسے متاخرین کی ایک جماعت مثلاً صاحب مختار اور صاحب وقایہ وغیرہ نے اختیار کی کہ (وہ مقام شہر ہوگا) اگر وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے لوگ جمع ہو جائیں اور مسجد میں ان کی گنجائش نہ رہے۔ ان دونوں (مکہ و مدینہ) کی وجہ سے قابل اعتراض ہے کیونکہ ان دونوں کی مساجد وہاں کے مقیم بلکہ اس سے زائد لوگوں کی گنجائش رکھتی تھیں لہذا یہ تعریف معتبر نہیں، اور بطریق اولیٰ شہر کی تعریف غیر معتبر ہے کہ ہر وہ مقام جس میں ہر کاریگر اپنی صنعت کے ساتھ ہو یا وہاں ہر قسم کا کاریگر موجود ہو کیونکہ ہمارے

دور میں مصر اور قسطنطنیہ مسلمانوں کے سب سے بڑے شہروں میں سے ہیں، باوجود اس کے دونوں میں سے ہر ایک میں مخصوص صنعت ہے جو دوسرے میں نہیں چہ جائیکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہو۔ غنیہ کی عبارت اختصاراً ختم ہوئی۔ (ت)

ملتی الابکر میں ہے:

ایک قول یہ ہے کہ اگر وہاں کے لوگ سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو ان کے لئے کافی نہ ہو۔ (ت)

وقیل مالوا اجتماع اہلہ فی اکبر مساجدہ لایسعہم<sup>لہ</sup>

ص ۵۵۰

مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

فصل فی صلوة الجمعة

لہ غنیۃ المستملی شرح نیتہ لمصلی

۱۴۳/۱

مؤسسۃ الرسالہ بیروت

باب الجمعة

لہ ملتی الابکر

یعنی مسلمان عاقل بالغ جس پر نماز جمعہ واجب ہے۔

## الجواب

جو جگہ خود شہر نہ ہو اُس میں صحت جمعہ کے لئے فنائے مصر ہونا ضروری ہے۔ فنائے مصر حوالی شہر کے اُن مقامات کو کہتے ہیں جو مصالح شہر کے لئے رکھے گئے ہوں مثلاً وہاں شہر کی عید گاہ یا شہر کے مقابر ہوں یا حفاظت شہر کے لئے جو فوج رکھی جاتی ہے اُس کی چھاؤنی یا شہر کی گھوڑ دوڑ یا چاند ماری کا میدان یا کچھریاں، اگرچہ یہ مواضع شہر سے کتنے ہی میل ہوں اگرچہ بیچ میں کچھ کھیت حاصل ہوں، اور جو نہ شہر ہے نہ فنائے شہر اس میں جمعہ پڑھنا حرام ہے اور نہ صرف حرام بلکہ باطل کہ فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

تتویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ صحت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کا ہونا ضروری ہے، اور فنائے مراد وہ جگہ ہے جو شہر کے پاس شہریوں کی ضرورت کے لئے ہو، خواہ متصل ہو یا نہ ہو، جیسا کہ ابن الکمال وغیرہ نے تحریر کیا ہے مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان اھ ملخصاً، ردالمحتار میں ہے کہ ائمہ نے اس بات پر تصریح کی ہے کہ فنائے مراد وہ میدان ہے جو دفن موتی اور شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً گھوڑ دوڑ اور چوپایوں کے لئے، لشکر کے اجتماع کے لئے یا نشانہ بازی وغیرہ کے لئے ہو اھ، درمختار میں قنبد سے ہے کہ دیہاتوں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے

فی تتویر الابصار الدر المختار یشترط لصحتها المصر، او فناءه وهو ما حوله اتصل به اولاً كما حذرہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی و رکض الخیل اھ ملخصاً، فی ردالمختار قد نص الائمة علی ان الفناء ما عدل دفن الموتی و حواجج المصر کرکض الخیل والدواب و جمع العساکر والخروج للرمی وغیر ذلک اھ و فی در المختار عن القنیة صلوة العید فی القری تکرہ تحریماً ای لانه اشتغال بما لا یصح لانت المصر شرط الصحة۔

یعنی ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ صحت عید کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے (ت)

مصر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں وہاں کے اہل جمعہ نہ سمائیں اپنے ظاہر معنی پر ہمارے ائمہ کے مذہب متوازن کے خلاف ہے ولہذا محققین نے اسے رد فرمایا اور تصریح کی کہ اس تصریح پر خود مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ

۱۰۹ / ۱

مطبوعہ مطبع مجتباتی دہلی

باب الجمعہ

۱۔ درمختار

۵۹۱ / ۱

مصطفیٰ البابی مصر

"

۲۔ ردالمختار

۱۱۴ / ۱

مطبوعہ مجتباتی دہلی

باب العیدین

۳۔ درمختار

میں فرق ہے یا نہیں، اگر فرق ہے تو کس میں جمعہ جائز اور کس میں ناجائز؟

## الجواب

مذہب حنفی میں فرضیتِ جمعہ وصحتِ جمعہ وجوازِ جمعہ سب کے لئے مصر شرط ہے، دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اس کی ادا جائز و صحیح، اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ہوگی کہ برخلاف شرع جماعت سے پڑھی ظہر کا فرض سر سے نہ اترے گا پڑھنے والے متعدد گناہوں کے مرتکب ہوں گے،

یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے، اور تداعی کے ساتھ نوافل کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور جماعتِ ظہر کا ترک لازم آتا ہے اور اگر وہ ظہر ترک کر دیتے ہیں تو یہ نہایت ہی بُرا و قبیح عمل ہے۔ (ت)

للاشتغال بما لا یصلح کما فی الدر المختار  
وللتفعل بجماعة بالتداعی ولترک جماعة  
الظہر وان ترکوا الظہر فاشنع واخنع۔

قریہ زبانِ عرب میں شہر کو بھی کہتے ہیں،

قال تعالیٰ وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی  
الیہم من اهل القری، ای الامصار لعلمہم  
وحلمہم دون البوادی لغلظہم وجفائہم  
وقال تعالیٰ علیٰ سرجل من القریتین عظیم،  
ای مکة والطائف وقال تعالیٰ من قریتک  
التي اخرجتک۔

مکہ و طائف۔ (تیسرے مقام پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”تیرے اس قریہ سے جس سے کچھ نکالا“۔ (ت)

اور جب اُسے مصر کے مقابل بولیں تو اس میں اور وہ میں کچھ فرق نہیں **ثعرا قول** و بہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) حق ناصح یہ ہے کہ مصر و قریہ کوئی منقولات شرعیہ مثل صلوة و زکوٰۃ نہیں

## مجمع الانہر میں ہے ،

اور بصیغۃ التمریض لانہم قالوا ان ہذا الحد غیر صحیح عند المحققین <sup>۱</sup> واللہ تعالیٰ اعلم۔

صیغۃ تمریض لایا گیا ہے کیونکہ فقہاء نے فرمایا یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۲۵ھ از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور  
۱۳۲۶ھ  
۱۴ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ،

- (۱) بعد نماز جمعہ احتیاطاً ظہر پڑھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟
- (۲) خطبہ جمعہ میں جب نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آوے اُس وقت سامعین کو درود شریف پڑھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

## الجواب

- (۱) احتیاطی ظہر کی عام لوگوں کو حاجت نہیں۔
- (۲) خطبے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں، زبان سے سکوت فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۲۶ھ از بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بلا بو قصبہ نیلوکھیا مرسلہ محمد نیاز حسین ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

اگر قری میں جہاں مسلمان کثرت سے ہوں اور مکانات آپس میں متصل بلا فاصلہ ہیں اگر ہے تو پندرہ یا بیس گز اور نماز پنجگانہ کے لئے مقرر ہے اذان و جماعت ہوتی ہے وہاں کے لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو امام جمعہ مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کر لیں تو علیہ ما وجب لہ (جو ان پر لازم ہے۔ ت) سے بری ہوں گے یا نہیں، اور موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح ہو گا یا نہیں، اور بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا کیسا ہے اور وہ لوگ بسبب اس جمعہ پڑھنے کے مستحق ثواب یا اثم، اور اگر اثم ہے تو کیسا؟ بینوا بالتفصیل مع الدلیل توجروا یوم الاخر والحساب امین یا رب العالمین (تفصیلاً دلائل کے ساتھ بیان فرمادیجئے اللہ تعالیٰ آفرت میں آپ کو اجر عطا فرمائے۔ لے رب العالمین ادا قبول فرما۔ ت) صحت جمعہ کے لئے مصر شرط ہے پس مصر کی تعریف صحیح موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا ہے اور تعریف قری جس میں جمعہ واجب نہیں اور نہ وہاں جمعہ پڑھنا جائز کیا ہے، قری اور دیہات

من الحوادث وهذا هو الاصح۔

اس کی طرف رجوع کریں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جمعہ اسلامی حکم ہے اُس کے لئے اسلامی شہر ہونا ضرور ہے ولہذا دار الحرب میں اصلاً جمعہ نہیں اگرچہ کتنے ہی بڑے امصار عظام کبار ہوں جس میں دس دس لاکھ آدمیوں کی آبادی ہو، نہ اس وجہ سے کہ وہ شرعاً شہر نہیں، اصطلاح شرع میں وہ گاؤں ہیں، عا شایہ محض غلط ہے قیامت تک کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ شرع مطہر نے کفار کے امصار کبار کو مصر و مدینہ سے خارج اور وہ اور گاؤں بتایا ہو اس بنا پر کہ وہاں اقامت محدود و تنفیذ احکام شرع نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی مکہ معظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کفر و کفرین کا تسلط و غلبہ تھا ظاہر و عیاں ہے اور اکثر مسلمان کرام اصحاب شرا لئح جدیدہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوتے اور وہیں کے ساکن ہو کر انہیں پر مبعوث ہوتے اب کیا معاذ اللہ یہ کہا جائے گا کہ شرعاً یہ مسلمان صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین دیہاتی تھے حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم من اهل القرى ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد اور شہری ہی تھے، اُن میں کوئی عورت نہ تھی نہ کوئی گنوار تھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس وقت غلبہ کفار کے سبب مکہ معظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اُس وقت بھی قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہری فرمایا وکاین من قریۃ ہی اشد قوۃ من قریتک الیٰ اخرجتک اهلکنہم فلا ناصر لہم بہتیرے شہر کو تمہارے اس شہر سے جس نے تم کو نکالا زیادہ قوت والے تھے ہم نے ہلاک کر دئے تو ان کا کوئی مددگار نہیں، بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ دار الحرب کے شہر کفر کے شہر ہیں اور اقامت جمعہ کو اسلامی شہر درکار، اسی طرف نظر کرم فرما کر کلام قدما میں جبکہ اسلام کا دور دورہ تھا اور اسلامی شہر اسلامی احکام کے پابند تھے لہ امیر وقاضی ینفذ الاحکام ویقیم الحدود (وہاں کوئی امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود جاری کر سکے۔ ت) واقع ہوا اس سے مقصود وہی تھا کہ اسلامی شہر کہ اُس وقت اسلامی شہر ایسے ہی ہوتے تھے، یہ معنی نہ تھے کہ تنفیذ احکام و اقامت حدود نسخ حقیقت شہر میں داخل ہے، یہ نہ ہو تو شہر شرعاً شہری نہ رہے گا گاؤں ہو جائے گا حالانکہ فتنہ بلوایان مصر میں خاص نمانہ خلافت راشدہ میں چند روز تنفیذ احکام نہ ہوئی کیا اُس وقت مدینہ طیبہ گاؤں ہو گیا تھا اور اس میں جمعہ پڑھنا حرام و باطل ہوا تھا؛ عا شایہ ہرگز ایسا نہیں، خود یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایام فتنہ میں اقامت جمعہ ہوگی اور شہر شہریت سے خارج نہ ہوگا، ولہذا رد المحتار میں فرمایا:

لہ غنیۃ المستمل شرح نیت المصلیٰ فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

لہ القرآن ۱۰۹/۱۲

لہ القرآن ۱۳/۲۷

جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جدا فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لئے مقرر کیا ہو ورنہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہو سکتی اور شک نہیں کہ یہاں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اصلاً کوئی نقل ثابت و منقول نہیں تو ضرور عرف شرع میں وہ انہیں معانی معروفہ متعارفہ پر باقی ہیں اور ان سے پھیر کر کسی دوسرے معنی کے لئے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناط و مدار احکام و مقصود و مراد شرع نہیں ہو سکتی۔ محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدر میں فرماتے ہیں :

واعلم ان من الشارحين من يعبر عن هذا بتفسيرة شرعا و يجب ان يراد عرف اهل الشرع وهو معني الاصطلاح الذي عبرنا به لانا الشارع صلي الله تعالى عليه وسلم نقله فانه لم يثبت وانما تكلم به الشارع على وفق اللغة

واضح رہے کہ بعض شارحین نے اس تفسیر کو شرعی کہا ہے اور اس سے اہل شرع کا عرف مراد لینا واجب ہے اور اس اصطلاح کا یہی معنی ہے جس کے ساتھ ہم نے اسے تعبیر کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ اسے شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقل کیا ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں، شارع نے اس میں لغت کے مطابق حکم فرمایا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں شہر و مصر و مدینہ اسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد کوچے، محلے متعدد و دائمی بازار ہوتے ہیں، وہ پرگنہ ہوتا ہے، اُس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہیں، عادتاً اس میں کوئی حاکم مقرر ہوتا، کہ فیصلہ مقدمات کرے، اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے، اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریب و وہ و موضع و گاؤں کہلاتی ہیں، شرعاً بھی یہی معنی متعارفہ مراد و مدار احکام جمعہ وغیر ہا ہیں، ولہذا ہمارے امام اعظم و ہمام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح مفیدہ میں فرماتے ہیں :

في تحفة الفقهاء عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما تقع

تحفہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے شہر وہ ہوگا جو بڑا ہو اس میں سڑکیں، بازار، سرائے ہوں وہاں کوئی ایسا والی ہو جو اپنے دبدبہ، اپنے علم یا غیر کے علم کی وجہ سے ظالم سے مظلوم کو انصاف دلا سکیں، حوادث میں لوگ



قیام جائز ہے۔ (ت)

تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ صرف اسلامی شہر ہونا درکار ہے تنفیذ احکام یا اقامتِ حدود یا اسلام والی کچھ شرط نہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اپنے فتاویٰ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام ہندوستان سرحد کابل سے منہائے بشکالہ تک سب دارالاسلام ہے تو یہاں جتنے شہر و قصبات میں (جن کو شہر و قصبہ کہتے ہیں اور وہ ضرور ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں متعدد محلے، متعدد دائمی بازار ہیں، وہ پرگنہ ہیں، ان کے متعلق دیہات ہیں، ان میں ضرور کوئی حاکم فصلی مقدمات کے لئے مقرر ہوتا ہے جسے ڈگری ڈسٹریکشن کا اختیار ہے نہ فقط تختانہ دار کہ وہ کوئی حاکم نہیں صرف حفاظت اور تحقیقات یا چالان کا مختار ہے) وہ ضرور سب اسلامی شہر ہیں اور ان میں جمعہ فرض ہے اور انہیں میں جمعہ صحیح ہے ان کے علاوہ جتنی آبادیاں ہیں گاؤں ہیں اگرچہ مکانات پختہ اور مسلمان و مساجد بکثرت ہوں ان میں نہ جمعہ فرض نہ جائز نہ صحیح، یہ حق تحقیق و تحقیق حق ہے جس سے سرموتی متجاوز نہیں، یہ تعریف کہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں اس کے سُکّان اہل جمعہ نہ سمائیں اگر بطور تعریف مانی جائے تو صریح باطل ہے جس پر وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہیں جن کا جواب اصلاً ممکن نہیں اور اگر کچھ اور نہ ہو تو یہی کیا کم ہے کہ اس تعریف پر خود مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ گاؤں ٹھہرے جاتے ہیں اور ان میں جمعہ معاذ اللہ حرام و باطل قرار پاتا ہے اکبر مساجد (وہاں کی سب سے بڑی مسجد - ت) کو اپنے ظاہر پر رکھیں اور ان میں متعدد مساجد صغیر و کبیر اور ان سب میں اکبر ہونا شرط کس جب تک مکہ معظمہ کا شہر نہ ہونا صراحتاً واضح کہ مکہ معظمہ میں سوا مسجد الحرام کے کوئی مسجد صد یا سال تک نہ تھی اور عجب نہیں کہ اب بھی نہ ہو۔ نور العین و رد المحتار کتاب الوقف میں ہے :

لا مسجد فی مکة سوی المسجد الحرام (مکہ میں مسجد حرام کے علاوہ کوئی مسجد نہیں۔ ت)

اور اگر ایک ہی مسجد پر قناعت کریں اور مجازاً ٹھہرائیں کہ جب یہی ایک مسجد ہے تو یہی اکبر مساجد ہے تو اول تو یہ کس قدر مقاصد شرع مطہر سے دور و مجبور ہے، ایک عظیم اسلامی شہر جس میں لاکھ مسلمان مرد مقاتل رہتے ہیں اس میں ایک مسجد فرض کیجئے جس میں لاکھ سے زائد یا صرف لاکھ آدمی آسکیں اور ایک گننام پہاڑ کی تلی میں بن کے کنارے دو جھونپڑیاں وحشی جنگلیوں کی ہوں جن میں آٹھ دس مرد رہتے ہیں اور انہوں نے ایک چبوترہ چند گز کا بنا لیا ہے جس میں سات آدمیوں کی گنجائش ہے آگے امام اور پیچھے تین تین آدمیوں کی دو صفیں، تو لازم ہے کہ وہ شہر عظیم الشان گاؤں ہو اور اس میں جمعہ حرام، اور یہ کو ردہ مصر جامع و مدینہ عظیمہ ہو اور اس میں جمعہ فرض، کیا ارشاد حدیث

لومات الوالی اولم یحضر لفتنة ولم یوجد  
احد من له حق اقامة الجمعة نصب  
العامه لهم خطيبا للضرورة كما سیأتی مع  
انه لا امیر ولا قاضی ثم اصلا، وبهذا  
ظهر جهل من یقول لا تصح الجمعة فی  
ایام الفتنه مع انها تصح فی البلاد السنی  
استولی علیها الکفار كما سنذکره فتأمل.

اگر والی فوت ہو گیا یا فتنہ کی وجہ سے آ نہیں سکتا اور  
وہاں کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو جمعہ کی امامت کا حقدار  
ہے تو پھر ضرورت کی وجہ سے خطیب مقرر کر سکتے ہیں  
جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے، اس کے ساتھ ساتھ  
کہ وہاں کبھی قاضی یا امیر نہ ہو، اس سے اس شخص  
کی جہالت بھی واضح ہو گئی جو کہتا ہے کہ فتنہ کے دنوں  
میں جمعہ صحیح نہیں حالانکہ جمعہ ان شہروں میں درست  
ہے جن پر کفار کی ولایت ہو جیسا کہ ہم عنقریب بیان  
کریں گے، پس غور کیجئے۔ (ت)

اس تعریف میں الفاظ ینفذ ویقیم (نافذ کرے اور قائم کرے۔ ت) موہم فعلیت تھے جس سے بعض  
کبار کو دھوکا ہوا جسے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد یقدر علی الانصاف (وہ انصاف پر قادر ہو۔ ت)  
نے زائل کر دیا کما بینہ فی الغنیۃ ورد المحتار وغیرہما من الاسفار (جیسے کہ یہ بات غنیۃ اور رد المحتار  
وغیرہ جیسی کتب میں ہے۔ ت) اور حقیقۃ غور کیجئے تو ارشاد امام میں علمہ او علم غیریۃ (اپنے علم یا غیر کے  
علم کی بنا پر۔ ت) کہ مفید تفسیر اسلام والی ہے یہ بھی اسی زمانے کی حالت کے مطابق تھا اُس وقت میں اور  
اُس کے بعد صد ہا سال تک اس کی نظیر قائم نہ ہوئی تھی کہ شہر دار الاسلام ہو اور حاکم کافر، ولہذا نظر بحالت  
موجودہ اسلامیت شہر و اسلام شہر یار میں تلامذہ تھا اُن بندگانِ خدا کے خواب میں بھی یہ خیال نہ گزرتا ہو گا جو  
آج آنکھوں کے سامنے ہے کہ شہر دار الاسلام اور اس پر کفار حکام ورنہ حقیقۃً صرف اسی قدر درکار ہے کہ  
اسلامی شہر ہو اگرچہ والی کافر ہی ہو، ولہذا جامع الرموز میں زیر قول ماتن شرط لادئھا المصر والسلطان  
(ادائے جمعہ کے لئے شہر اور سلطان کا ہونا شرط ہے۔ ت) فرمایا:

الاطلاق مشعر بان الاسلام لیس بشرط۔ اطلاق بتاتا ہے کہ اسلام شرط نہیں۔ (ت)

بسوط و معراج الدرایہ و جامع الفصولین و ہندیہ ورد المحتار وغیرہا میں ہے:

فلو الولاة کفاس ایجوز للمسلمین اقامة اگرچہ والی شہر کافر ہو مسلمانوں کے لئے جمعہ کا

مسجد شریف بڑھادی یہاں تک کہ اُس میں ہم سب نمازیوں کی وسعت ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ سب نمازیوں کی وسعت ہو جانا صرف اہل جمعہ کی وسعت سے کہیں زیادہ ہوگی، تو معاذ اللہ اس تعریف پر حاصل حدیث یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عثمان کا بھلا کرے اس نے ہماری مسجد بڑھا کر مدینہ کو گاؤں کر دیا اور اُس میں جمعہ حرام ہو گیا، لاجول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ طحاوی علیٰ مرقی الفلاح باب الاستسقاء میں ہے،

من هو مقيم بالمدينة لا يبلغ قدر الحاجة وعند اجتماع جملتهم يشاهد اتساع المسجد الشريف في اطرافه، وانما شدة الزحام في الروضة الشريفة وما قاربها للريفة في زيادة الفضل والقرب من المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم كذا في الشرح

جو مدینہ منورہ میں مقیم ہیں ان کی تعداد جمعہ کے لئے مذکورہ ضرورت کو پورا نہیں کرتی تمام اہل مدینہ کے اجتماع کے باوجود مسجد نبوی شریف کی اطراف کو خالی دیکھا جاتا ہے، ریاض الجنۃ اور اس کے آس پاس کی جگہ پر لوگوں کا ازدحام اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب اور مزید فضل نصیب ہوتا ہے۔ اسی طرح شرح میں ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے،

فیصلہ اس میں یہ ہے کہ مکہ المکرمہ اور مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک جمعہ ادا کیا جاتا ہے تو ہر وہ مقام جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرح ہوگا وہ شہر کہلائے گا اور جو تعریف شہران دونوں میں سے کسی ایک پر صادق نہ آئے گی وہ غیر معتبر ہوگی حتیٰ کہ وہ تعریف جیسے متاخرین کی ایک جماعت \_\_\_\_\_ مثلاً صاحب مختار اور صاحب وقایہ وغیرہ نے اختیار کیا کہ (ہر مقام شہر ہوگا) اگر وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے لوگ جمع ہو جائیں اور مسجد میں ان

الفصل في ذلك ان مكة والمدينة مهران تقام بهما الجمع من تر منه صلى الله تعالى عليه وسلم الى اليوم فكل موضع كان مثل احدهما فهو مصر وكل تفسير لا يعمدق على احدهما فهو غير معتبر حتى التعريف الذي اختاره جماعة من المتأخرين كصاحب المختار والوقاية وغيرهما وهو ما لو اجتمع اهله في أكبر مساجد لا يسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد كل منهما يسع اهله وزيادته

لہ ماشیۃ الطحاوی علیٰ مرقی الفلاح باب الاستسقاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۱  
لہ غنیۃ المستملی شرح نیتہ اصلی فصل فی صلوة الجمع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

لاجمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی  
 الا فی مصر جامع او مدینة عظيمة  
 مصر جامع اور بڑے شہر کے علاوہ کسی جگہ نہ جمعہ ہو سکتا  
 ہے نہ تکبیرات تشریق، نہ نماز عید الفطر اور  
 نہ نماز عید الاضحی۔ (د ت)

کایہی مشا ہے، حاشا وکلام معہذا ایسا ہو تو دن میں چھ چھ بار مصریّت و قرویت پلٹا کھاتے، ایک بستی میں سوا اہل جمعہ  
 رہتے ہیں اور اس کی اکبر مساجد میں اتنے آدمیوں کی وسعت ہے تو گاؤں ہے، پھر دن چڑھے ان میں ایک لڑکا  
 بالغ ہوا تو وہ شہر ہو گیا کہ اب اس مسجد میں وہاں کے اہل جمعہ کی وسعت نہ رہی، دوپہر کو ایک شخص وہاں سے سکونت  
 چھوڑ کر چلا گیا تو پھر گاؤں ہو گیا کہ اب پھر وسعت ہو گئی پھر دن رہے ایک غلام آزاد ہوا تو پھر شہر ہو گیا کہ وسعت نہ رہی  
 شام کو ایک شخص مر گیا تو پھر گاؤں ہو گیا، عشاء کو ایک مجنون ہوش میں آ گیا تو پھر شہر ہو گیا، آدھی رات ایک شخص کی  
 آنکھیں جاتی رہیں تو پھر گاؤں کا گاؤں رہا و علیٰ ہذا القیاس، بلکہ فرض کیجئے کہ ابھی وہ شہر تھا اور جمعہ فرض تھا مسلمان  
 جمعہ کے لئے جمع ہوئے امام خطبہ پڑھ رہا ہے کہ خبر آئی فلاں مر گیا اب جمعہ حرام ہو گیا خطبہ بے کار گیا کہ شہر گاؤں ہو گیا  
 امام نے خطبہ چھوڑا اور اعلان ہوا کہ بھائیوں ظہر کی نیت باندھو، تکبیر ہوتی ہی تھی کہ ایک لڑکے نے کہا میری آنکھ لگ  
 گئی تھی احتلام ہو گیا، وہ نہانے کو گیا یہاں امام پھر خطبہ کو جاتے کہ اب یہ پھر شہر ہے اور پہلا خطبہ کہ بوجہ زوال محلیت  
 بیکار ہو گیا تھا پھر اعادہ کرے ابھی دوسرے خطبہ تک نہ پہنچا تھا کہ خبر آئی فلاں کی آنکھیں جاتی رہیں اب امام پھر اترے  
 اور ظہر کا اعلان دے، تکبیر ہو رہی ہے کہ صف میں سے ایک مسافر نے اٹھ کر کہا صاحبو! کیوں جمعہ کھوتے ہو میں  
 یہاں چند روز کے لئے آیا تھا مگر اب یہیں کا ساکن ہو گیا امام سے کہتے پھر سہ بارہ خطبے کو جائے۔ اس الٹ پھیر میں  
 معلوم نہیں کہ عصر کا وقت آنے تک جماعت کو جمعہ نصیب ہو یا نہ، یہ سب خوبیاں اس تعریف کی ہیں اور ان سب سے  
 قطع نظر کیجئے تو دونوں بلد کریم مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی مساجد طیبہ قطعاً وہاں کے اہل جمعہ بلکہ ان سے بدرجہا زائد  
 کی وسعت رکھتی ہیں جیسا کہ بحمد اللہ تعالیٰ آنکھوں سے مشاہدہ ہے تو وہ دونوں شہر کریم معاذ اللہ گاؤں ہوئے اور  
 ان میں جمعہ حرام ٹھہرا، اس سے زیادہ شناعیت اور کیا ہوگی، اور یہ وسعت آج کی نہیں زمانہ اقدس حضور سید عالم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی تھی، تو معاذ اللہ زمانہ اقدس سے وہ گاؤں ہی تھے اور ان میں جمعہ حرام تھا مگر  
 ہوتا تھا، اب یہ منہائے شناعیت کبریٰ ہے جس سے مافوق متصور نہیں۔ جامع ترمذی شریف میں امیر المؤمنین  
 مولیٰ علیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، رحمہم اللہ  
 عثمان نراد فی مسجدنا حتی وسعنا ہذا مختصر اللہ تعالیٰ عثمان پر رحمت فرمائے اس نے ہماری

تو ظاہر الروایہ صحیح معتمد معول علیہ مختار جمہور مؤید و منصور کے خلاف ایک روایت نادرہ پر عمل و فتویٰ کیونکر روا۔ در مختار میں ہے :

جو قول مرجوح ہو اس پر حکم و فتویٰ جاری کرنا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

الحکم والفتیاء بالقول المرجوح جهل و خرق للاجماع

ردالمحتار میں ہے :

جیسا کہ امام یوسف کے قول کی موجودگی میں امام محمد کے اس قول پر فتویٰ جائز نہیں جس کی تصحیح نہ ہوئی ہو یا اس قول کی وجہ قوی نہ ہو اور اس کی نسبت ظاہر روایت کے خلاف فتویٰ دینا اور بھی باطل ہے جبکہ اس خلاف کی تصحیح نہ ہو اور یوں ہی اس قول پر جس سے رجوع کر لیا گیا ہو فتویٰ ناجائز ہے انتہی، ح۔ (ت)

كقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصح اولیٰ قو و جهه و اولی من هذا بالبطلان الا فتاء بخلاف ظاهرا لروایة اذا لم یصح و الافتاء بالقول المرجوح عنه انتہی ح۔

یہ تحقیق مسئلہ ہے اور بجز اللہ اہل انصاف و علم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں، ہم تم اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ نہار نہ نہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں مگر دربارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے، ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے، وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ارایت الذی ینہی عن عبد اذا صلی

کیا تم نے اُسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔ (ت)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

شیء خیر من لا شیء (کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے)

۱۵/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	مقدمۃ الكتاب	۱ در مختار
۵۵/۱	مصطفیٰ البابی مصر	مطلب فی حکم التقلید	۲ ردالمختار
			۳ القرآن ۱۰/۹۶
۲۰۲/۸	مکتبۃ التراث، بیروت	ذیل ادب الصلوٰۃ حدیث ۲۲۵۵	۴ کنز العمال

کے لئے گنجائش نہ رہے“ ان دونوں مکہ و مدینہ کی وجہ سے محل اعتراض ہیں کیونکہ ان کی مساجد وہاں کے مقیم بلکہ اس سے زائد لوگوں کی گنجائش رکھتی ہیں۔ (ت)

لاہور علماء نے تصریح فرمائی کہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں۔ ملتی الابحر میں ہے :

وقیل مالوا اجتماع اہلہ فی اکبر مساجدہ  
لا یسعہم۔  
بعض نے شہر کی یہ تعریف کی ہے کہ وہاں کے تمام  
لوگ اگر جمع ہوں تو وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان  
کے لئے کافی نہیں۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے :

انماورد بصیغۃ التمریض لانہم قالوا ان  
ہذا الحد غیر صحیح عند المحققین  
اسی طرح شرح نقایہ وغیرہ میں ہے معہذا معلوم ہے اور خود اس تعریف کے اختیار کرنے والوں کو اقرار ہے کہ  
وہ روایت تادہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے وہ  
ہمارے ائمہ کا قول نہیں وہ سب مرجوع عنہ اور متروک ہے۔ بحر الرائق میں ہے :

ماخرج عن ظاہر الروایۃ فہو مرجوع عنہ  
والمرجوع عنہ لم یبق قولاً لہ۔ ملخصاً  
فتاویٰ خیریہ میں ہے :

صرحوا بہ ان ماخرج عن ظاہر الروایۃ  
لیس مذہباً لابی حنیفۃ ولا قولاً لہ  
روالمختار میں ہے :

ماخالف ظاہر الروایۃ لیس مذہباً  
لاصحابنا۔  
جو ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب  
(احناف) کا مذہب نہیں ہوتا۔ (ت)

۱۲۳/۱	مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت	باب الحجۃ	ملتی الابحر
"	"	"	مجمع الانہر شرح ملتی الابحر
۲۷۰/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	فصل بجز تقلید من شمار الخ	بحر الرائق
۵۲/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الطلاق	فتاویٰ خیریہ
۲۷۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب ایثار الموات	ردالمختار

در مختار میں ہے :

طلوع آفتاب کے وقت کوئی نماز جائز نہیں مگر عوام کو نماز پڑھنے سے فقہانے نہیں روکا ورنہ وہ بالکل ترک کر دیں گے، ہر وہ عمل جس کی ادا بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے بہتر ہوتا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

لا يجوز صلوة مطلقاً مع شروق الا العوام  
فلا يمنعون من فعلها لانهم يتركونها  
والاداء الجائز عند البعض اولاً من  
الترك كما في القنية وغيرها. (ملخصاً)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ ”عوام کو منع نہ کیا جائے“ بتلارہا ہے کہ استثناء نہ روکنے کا ہے نہ یہ کہ ہمارے نزدیک عدم صحت کا حکم نہیں ہے۔ قولہ ”جیسا کہ قنیہ میں ہے“ صاحب مصنفی نے اس کی نسبت امام حمید الدین کی طرف کی ہے اور انہوں نے اپنے شیخ امام محبوبی سے بیان کیا ہے اور اس کی نسبت شمس الامم حلوانی کی طرف کی ہے اور قنیہ میں اس کی نسبت حلوانی اور نسفی دونوں کی طرف کی ہے۔ (ت)

قوله فلا يمنعون افاذان المستثنى المنع  
لا الحكم بعدم الصحة عندنا بقوله كما  
في القنية وعزاه صاحب المصنفى الى الامام  
حميد الدين عن شيخه الامام المحبوبي  
والى شمس الائمة الحلوانى وعزاه فى  
القنية الى الحلوانى والنسفى. (ملخصاً)

ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے ولله الحمد یہ عوام کا لانعام کے لئے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالنے کی تصحیحات جاہیر ائمہ ترجیح و فتویٰ کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مروجہ مروجہ عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان جہاں کو ردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں نسأل الله العفو والعافية (ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲۸ از مدرسہ اسلامیہ امر وہہ مرسلہ مولوی عبدالشکور صاحب ارکانی ۱۳ محرم ۱۳۲۳ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں قریب تین چار سو مسلمان مرد مکلف اور اس کے

۱/۶۱ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی کتاب الصلوٰۃ لہ در مختار  
۲۷۳/۱ مصطفیٰ البابی مصر ۲ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی کتاب الصلوٰۃ لہ در المختار

حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ سے امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نہ نماز کا

رکوع صحیح ادا کر رہا تھا نہ سجد، تو آپ نے فرمایا، کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔ (ت)  
امیر المؤمنین مولیٰ علیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نقل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید نقل مکروہ ہیں، کسی نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! آپ منع نہیں کرتے۔ فرمایا:

میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا تونے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ اسے در مختار میں ذکر کیا گیا۔

سواہ عنہ عبد الرزاق فی مصنفہ انہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبر رجل لا یتم رکوعا  
ولا سجودا فقال شی خیر من لا شی یلہ

اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ  
تعالیٰ ارأیت الذی ینہی ع عبداً اذا  
صلیٰ ذکرة فی الدر المختار۔

اُسی سے بحر الرائق میں ہے:

یہ خواص کا معاملہ ہے، باقی عوام کو تکبیرات کہنے اور نوافل پڑھنے سے بالکل منع نہیں کیا کرتے، کیونکہ انھیں نیکیوں کا بہت کم شوق ہوتا ہے۔ (ت)

(هذا للخواص) اما العوام فلا یمنعون من  
تکبیر ولا تنفل اصلا لقلة ما غبتهم فی  
الخیرات۔

کتاب التجنیس والمزید پھر بحر الرائق پھر در المختار میں ہے:

شمس الائمہ حلوانی سے سوال ہوا کہ عوام سُستی کرتے ہوئے طلوع شمس کے وقت نماز فجر ادا کرتے ہیں کیا ہم انھیں زجر و توبیح کریں؟ فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ اگر تم اس سے ان کو روکو گے تو نماز بالکل ترک کر دیں گے نماز کا ادا کر لینا چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور محدثین اسے جائز بھی سمجھتے ہیں۔ (ت)

سئل شمس الائمۃ الحلوانی ان کسالی العوام  
یصلون الفجر عند طلوع الشمس افتزجرهم  
عن ذلك قال لا لانہم اذا منعوا عن ذلك  
ترکوها اصلا واداءها مع تجویز اهل الحدیث  
لها اولیٰ من ترکها اصلا۔

۲۰۲/۸	مطبوعہ مکتبۃ التراث	۲۲۵۵۰	ذیل الصلوٰۃ حدیث	۲۲۵۵۰	کوزالعمال بحوالہ عبد الرزاق ذیل الصلوٰۃ حدیث
۱۱۵/۱	مطبع مجتہبائی دہلی		باب العیدین		۱۱۵ در مختار
۱۶۰/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی		"		۱۶۰ بحر الرائق
"	"	"	"	"	"



فتاویٰ غیاثیہ پھر غنیہ شرح غنیہ میں ہے،

لوصولی الجمعة فی قریة بغیر مسجد جامع و  
القریة کبیرة لها قری و فیها وال و حاکم  
جانرة الجمعة بنوا المسجد اولم یبنوا و  
هو قول ابی القاسم الصفار و هذا القرب الاقویل  
الی الصواب

غنیہ میں اسے نقل کر کے فرمایا:

و هو لیس بعید مما قبله و المسجد الجامع  
لیس بشرط انتہی و ادا بما قبله ما قدم عن  
تحفة الفقہاء للامام علاء الدین السمرقندی  
عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ،  
انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها  
رساتیق و فیها وال قال فی التحفة هذا هو  
الاصح اه و انما لم یکن بعیداً منہ لما قدمنا  
ان السکک و الاسواق تلزم عادة للامرین  
المذکورین كما قال فی الغنیة ایضاً بعد نقل  
ما فی التحفة، الا ان صاحب الهدایة ترک  
ذکر السکک و الرساتیق بناء علی الغالب ان  
الامیر و القاضی شانہ القدرة علی تنفیذ  
الاحکام و اقامة الحدود و لا یكون الا فی بلد

اگر جمعہ بغیر جامع مسجد کے قریب میں پڑھ لیا حالانکہ وہ  
قریب بڑا تھا اور اس کے ارد گرد متعدد دیہات تھے  
اور وہاں والی و حاکم بھی تھا تو جمعہ جائز ہے خواہ وہ  
مسجد بنائیں یا نہ بنائیں، شیخ ابوالقاسم الصفار کا  
یہی قول ہے اور یہ تمام اقوال میں سے صواب کے زیادہ  
قریب ہے۔ (ت)

یہ قول اپنے ماقبل قول سے دُور نہیں، اور مسجد جامع ہونا  
جمعہ کے لئے شرط نہیں انتہی اور ماقبل قول سے وہی  
مراد ہے جو امام علاء الدین سمرقندی نے تحفة الفقہاء میں  
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھا کہ وہ  
مقام شہر سے جو نہایت بڑا ہو، اس میں گُوچے بازار  
ہوں اور اس سے متعلقہ دیہات ہوں اور اس میں کوئی والی  
ہو، تحفہ میں کہا یہی اصح ہے اہ اس قول کی ماقبل قول  
سے بعید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عادتاً گُوچے اور  
بازار مذکورہ دونوں امور کو لازم ہوتے ہیں جیسا کہ  
غنیہ میں بھی غنیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا البتہ  
صاحب ہدایہ نے گُوچے اور دیہات کے ذکر کو  
ترک کر دیا اس بنا پر کہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ وہ امیر اور  
قاضی جو احکام کے نفاذ اور اقامتِ حدود کی شان

ص ۵۵۱

مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

فصل فی صلوة الجمعة

۱۰ غنیۃ المستملی

"

" " "

" " "

کے "

ص ۵۵۰

" " "

" " "

کے "

قریب قریب بھی اتنے مرد مقیم ہیں اُس بستی میں منصفی تھانہ ڈاک خانہ شفاخانہ بازار بھی ہیں اب یہ مصر ہے یا قریہ؟ اس بستی والے پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں تو یہاں جمعہ ادا کرنے سے صلوة ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں؟ ہمارے ملک برہا کی آبادی میں کہیں کہیں تو مسلمان مرد مکلف ہزار دو ہزار تک مقیم ہیں مگر ایسی بستی کم ہے اور اتنی درجے میں بعض بستیوں میں دس بس مسلمان مکلف مقیم ہیں البتہ جن بستیوں میں سو دو سو چار پانچ سو مرد مکلف ہیں بہت ساری ہیں بعض بستیوں میں سات آٹھ سو مکلف مقیم ہیں، اب ان آبادیوں میں سے کوئی شہر کہلا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر سب کو گاؤں مانیں گے تو کوئی بڑے گاؤں میں بھی جمعہ اور عیدین فرض واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب نہیں تو ان بستیوں میں سے کسی میں جمعہ ادا کرے تو صلوة ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں؟ اگر آپ بڑے گاؤں میں جمعہ درست بتائیں تو ان بستیوں میں کون سی بستی بڑی کہلائے گی؟ اس کی تشریح فرمادیں، جن آبادیوں میں کئی ایک حصے ہیں فقط زراعت وغیرہ کی میل آدھ میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے بسا ہے ہر ایک کا نام بھی آپس میں جدا گانہ ہے مگر اطراف میں ایک ہی نام مشہور ہے اب کیا سب کو ملا کر ایک بڑی بستی ماننا پڑے گی یا ہر ایک کا حکم جدا گانہ ہے حتی الامکان جو اب مفصل اور مدلل سے ہم نابیناؤں کو ہدایت فرمائیں۔

### الجواب

فرضیت و صحت و جواز جمعہ سب کے لئے اسلامی شہر ہونا شرط ہے، جو جگہ بستی نہیں جیسے بن سمندر پہاڑ، یا بستی ہے مگر شہر نہیں جیسے دیہات، یا شہر ہے مگر اسلامی نہیں جیسے روس و فرانس کے بلاد، ان میں نہ جمعہ فرض ہے نہ صحیح نہ جائز بلکہ ممنوع و باطل و گناہ ہے اس کے پڑھنے سے فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا، شہر ہونے کے لئے یہ چاہئے کہ اس میں متعدد کوچے متعدد دائمی بازار ہوں، وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں کہ موضع فلاں و فلاں و فلاں پرگنہ شہر فلاں اور اُس میں کوئی حاکم ہو کہ فیصلہ مقدمات کا اختیار من جانب سلطنت رکھتا ہو دونوں باتیں عادتاً متلازم ہیں سلطنت جسے پرگنہ قرار دیتی ہے ضرور اس میں کوئی حاکم لا اقل منصف یا تحصیلدار رکھتی ہے اور جہاں سلطنت کوئی کچھری قائم کرتی ہے اسے ضرور ضلع یا کم از کم پرگنہ بتاتی ہے اور عادتاً پہنی دو باتیں بھی ان دو کو لازم ہیں، جو پرگنہ ہوتا ہے جہاں کچھری مقرر ہوتی ہے وہاں ضرور متعدد بازار متعدد کوچے ہوتے ہیں۔

ولا عکس فقد تعدد ولا حاکم ولا مساتیق  
فذكر الاولین لا یعنی عن الاخیرین بخلاف  
الاخیرین فیہما الکفایة ولذا النما  
بنی الامر علیہما فی اقرب الاقارب الی الصواب۔  
اس کا عکس نہیں (یعنی جہاں بازار ہوں وہاں کچھری  
کا ہونا ضروری نہیں) اور کبھی کوچے و بازار متعدد  
ہوتے ہیں مگر حاکم اور متعلقہ دیہات نہیں ہوتے تو  
پہلے دو کا ذکر آخری دو کے ذکر سے کفایت نہیں کرتا  
بخلاف آخری دونوں کا ذکر کہ وہ کفایت کرتا ہے اسی لئے صحت کے قریب قول میں معاملہ کی بنا ان دونوں پر کی گئی ہے۔

بها البراع لو استرسلنا في الكلام على دليلها و  
تفاصيلها لخرجنا عن القصد مع ان اكثرها  
جلية عند من له اجالة نظر في الكتب الفرعية  
واجادة فكر في الاصول الشرعية فلنقتصر  
على نقل بعض نصوص فقهية .

عزت کی نظر سے دیکھے گا اور اگر ہم ان کے دلائل اور  
تفصیل میں جائیں تو مقصود سے دور چلے جائیں گے  
علاوہ ازیں ان لوگوں پر آشکار ہیں جو کتب نفیہ میں نہ  
اور اصول شرعیہ میں عمدہ فکر رکھتے ہیں ہم یہاں چند نصوص  
فقہیہ کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ (ت)

جامع الفصولین و بسوط و معراج الدراریہ و ہندیہ و رد المحتار وغیرہا معتدات اسفار میں ہے :

جب کوئی حکم کسی علت کی بنا پر ہو تو جب تک علت  
رہتی ہے حکم بھی باقی رہے گا تو جب کوئی شہر احکام  
کے اجراء سے دارالاسلام بن گیا تو جب تک احکام  
آثار میں سے کچھ نہ کچھ باقی ہوگا وہ شہر دارالاسلام  
ہی رہے گا اور ہر وہ شہر جس میں کفار کی طرف سے  
مسلمان والی ہو وہاں جمعہ اور عیدین کا قیام، خراج  
لینا، قضا کے نفاذ اور بیوگان کا نکاح جائز ہوگا کیونکہ  
وہاں مسلمان غالب ہیں لیکن کفار کی طاعت غلط اور  
دھوکا ہے، وہ شہر جہاں کفار والی ہیں وہاں جمعہ اور  
عیدوں کا قیام مسلمانوں کے لئے جائز ہے الخ (ت)

الحکم اذا ثبت بعلة فما بقى شئ من العلة يبقى  
الحکم ببقائه فلما صارت بلدة دارالاسلام  
باجراء احکامه فما بقى شئ من احکامه و  
اثاره تبقى دارالاسلام وکل مصرفیه وال  
مسلم من جهة الکفار تجوز فيه اقامة  
الجمع والاعیاد و اخذ الخراج و تقلید  
القضاء و تزویج الایامی لاستیلاء المسلم  
عليهم و اما طاعة الکفرة فهی مودعة  
ومخادعة و اما فی بلاد علیها ولاة کفار  
فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد الخ  
شرح نقایہ میں کافی سے ہے :

دارالاسلام ما یجری فیہ حکم امام المسلمین۔

دارالاسلام وہ ہوتا ہے جس میں امام المسلمین کا حکم

جاری ہو۔ (ت)

فصول عمادی میں ہے .

جب احکام اسلامی کچھ نہ کچھ باقی ہوں دارالاسلام  
دارالحرب نہیں بن سکتا اگرچہ اہل اسلام کو وہاں

ان دارالاسلام لا یصیر دارالحرب اذا بقى  
شئ من احکام الاسلام و انت من ال

۱۳/۱ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی ۸ فصل فی القضا لہ جامع الفصولین  
۵۶/۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، ایران کتاب الجہاد لے شرح نقایہ المعروف جامع الرموز

رکھتے ہیں وہ اسی طرح کے شہر میں ہی ہوتے ہیں پھر  
 کہا صحیح تعریف وہی ہے جو تحفہ میں ہے کیونکہ وہ  
 مکہ المکرمہ اور مدینہ طیبہ میں سے ہر ایک پر صادق  
 آرہی ہے اور وہ دونوں شہر کے حوالے سے اصل کا  
 درجہ رکھتے ہیں (ت)

كذلك قال فالحاصل ان اصح الحدود ما ذكر  
 في التحفة لصدق على مكة والمدينة و  
 هما الاصل في اعتبار المصرية

اور شہر کے اسلامی ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ یا تو فی الحال اُس میں سلطنت اسلام ہو خود مختار جیسے بھگوانہ تعالیٰ  
 سلطنت علیہ عالیہ عثمانیہ و دولت خدا داد افغانستان حفظہا اللہ تعالیٰ عن شرور الزمان یا کسی سلطنت کفر کی تابع  
 جیسے اب چند روز سے سلطنتِ بخارا، و حسبنا اللہ و نعم الوکیل (ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب  
 سے بہتر کار ساز ہے۔ ت) اور اگر فی الحال نہ ہو تو دو باتیں ضرور ہیں: ایک یہ کہ پہلے اُس میں سلطنت اسلامی  
 رہی ہو، دوسرے یہ کہ جب سے قبضہ کافر میں آئی شعائر اسلام مثل جمعہ و جماعت و اذان و اقامت وغیرہا  
 کلاً یا بعضاً برابر اُس میں اب تک جاری رہے ہوں جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی نہ اب ہے وہ اسلامی شہر  
 نہیں ہو سکتے نہ وہاں جمعہ و عیدین جائز ہوں اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شعائر اسلامیہ کو نہ روکتے ہوں اگرچہ  
 وہاں مساجد بکثرت ہوں اذان و اقامت جماعت علی الاعلان ہوتی ہو اگرچہ عوام اپنے جہل کے باعث جمعہ و  
 عیدین بلا مزاحمت ادا کرتے ہوں، جیسے کہ روس و فرانس و جرمن و پرتگال وغیرہ اکثر بلکہ شاید کل سلطنت نئے  
 یورپ کا یہی حال ہے، یونہی اگر پہلے سلطنت اسلامی تھی پھر کافر نے غلبہ کیا اور شعائر کفر جاری کر کے تمام شعائر  
 اسلام بکیر اٹھا دئے تو اب وہ شہر بھی اسلامی نہ رہے اور جب تک پھر از سر نو ان میں سلطنت اسلامی نہ ہو وہاں  
 جمعہ و عیدین جائز نہیں ہو سکتے اگرچہ کفار غلبہ یافتہ ممانعت کے بعد پھر بطور خود شعائر اسلام کی اجازت دے دیں خواہ  
 ان کافروں سے دوسرے کافر چھین کر اجرائے شعائر اسلام کر دیں کہ کوئی غیر اسلامی شہر مجر و تبریان شعائر اسلام  
 سے اسلامی نہیں ہو جاتا، ہاں اگر اسلامی سلطنت کے کسی کافر صوبہ نے بغاوت کر کے کسی اسلامی شہر پر تسلط کیا  
 اور شعائر اسلام بالکل اٹھا دئے مگر وہ صوبہ چار طرف سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہے تو وہ شہر شہر اسلامی  
 ہی رہے گا کہ اگرچہ کافر نے شعائر اسلام بکیر اٹھا دئے مگر چار سمت سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہونے کے  
 اُس کی یہ تاریک حالت محض عارضی ہے۔

بھگوانہ تعالیٰ یہ نہایت ہی قیمتی فوائد ہیں جیسے ہر صاحب فہم

وہذا بحمدہ تعالیٰ فوائد نفیستہ سمح

اس تحقیق سے تمام صورتیں مستفسرہ کا حکم واضح ہو گیا جو آبادیاں پر گنہ ہیں اور ان میں کوئی کچھری ہے (نہ فقط تھانہ یا ڈاک خانہ یا شفا خانہ کہ فصلی مقدمات کے لئے نہیں ہوتے) اور وہاں سلطنت اسلام ہے یا پہلے تھی اور جب سے غیر مسلم کا قبضہ ہوا بعض شعائر اسلام بلا مزاحمت اب تک جاری ہیں جیسے تمام بلاد ہندوستان و بنگالہ ایسے ہی ہیں وہ سب اسلامی شہر ہیں ان میں جمعہ فرض ہے اور جو آبادی پر گنہ نہیں اس میں کوئی کچھری نہیں یا کچھریاں ہیں، پر گنہ ہے مگر اس میں اسلامی سلطنت کبھی نہ ہوئی یا تھی مگر اس کے بعد کفار نے شعائر اسلام بیکسر بند کر دئے گو بعد کو پھر اجازت بھی دے دی ہو، وہ سب یا گاؤں ہیں غیر اسلامی شہر، ان میں جمعہ و عیدین جائز نہیں، پڑھنے سے گناہ ہوگا اور جمعہ سے ظہر کا فرض ساقط نہ ہوگا، اب فقط یہ سوال رہا کہ ایک آدمی کے چند حصے ہیں اور ان میں باہم بوجہ زراعت فاصلہ ہے آیا وہ ایک ہی آبادی متصور ہوگی یا متعدد؟ ظاہر اس سوال سے سائل کا مقصود مردم شماری کا لحاظ ہے کہ ان سب کے ساکنین ملا کر اس بستی کی مردم شماری سمجھی جائے گی یا جدا جدا؟ جیسا کہ تمام سوال میں اس نے تعداد ساکنان کا ذکر کیا ہے، مگر تحقیق جواب سے واضح ہو گیا کہ مردم شماری و تعداد ساکنان پر اصلاً نظر نہیں، جو بستی پر گنہ نہیں اس میں فیصلہ مقدمات کا کوئی حاکم نہیں مطلقاً گاؤں ہے اس کی مردم شماری کسی قدر ہو، اور جو پر گنہ ہے اس میں کچھری مقرر ہے وہ شہر ہے اگرچہ مردم شماری میں کم ہو، ہاں جو آبادی شرعاً شہر قرار پائے اور اس میں جمعہ فرض صحیح ٹھہرے اور اس کے گرد اور آبادیاں میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر واقع ہوں بیچ میں زراعت ہوتی ہو وہاں ایک یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ ان ساکنان حوالی پر بھی جمعہ فرض، اور ان مواضع میں اس کی ادا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا جواب قول محقق پر یہ ہے کہ شہر کے گرد اگر وہاں تک کوئی موضع مصالح شہر کے لئے معین کیا گیا ہو مثلاً کیمپ یا عید گاہ یا شہر کا قبرستان وہاں ہو وہ سب فنائے مصر ہے اس میں جمعہ صحیح اور اس کے اہل پر جمعہ فرض اگرچہ بیچ میں زراعت کا فاصلہ ہو اور اگر مصالح شہر سے اسے تعلق نہیں اور بیچ میں فصل ہے تو وہ توابع شہر سے نہیں نہ اس میں جمعہ صحیح نہ اس کے ساکنوں پر فرض۔ رد المحتار میں ہے:

انہ نے تصریح کی ہے کہ فنا سے مراد وہ جگہ ہے جو اموات کی تدفین اور شہری ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً گھوڑے اور چارپایوں کے دوڑانے کی جگہ، لشکر گاہ اور نشانہ بازی سیکھنے کے لئے جگہ وغیرہ۔ اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مقام مرجہ دمشق میں سلطان سلیم کے تکیہ میں جمعہ صحیح ہے اسی طرح مقام صالحیہ دمشق پر ان کی مسجد میں بھی کیونکہ وہ فنائے دمشق ہے اگرچہ

قد نص الائمة على ان الفناء ما عدل دفن الموتي و حوائج المصر كرض الخيل و الدواب و جمع العساكر و الخروج للرمي و غير ذلك و به ظہر صحتها في تكيه السلطان سليم بمرجة دمشق و كذا في مسجده بصالحية دمشق فانها من فناء دمشق وان انفصلت عن

غلبۃ اهل الاسلام علی

اسی طرح کتب کثیرہ سے مستفاد ہے۔

غلبہ حاصل نہ رہے۔ (ت)

الغرض دارالاسلام ابتداءً بننے کے لئے یہ شرط ہے یعنی دارالحرب کو دارالاسلام بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہاں سلطان اسلام کا حکم جاری ہو اور دارالاسلام کو باقی رہنے کے لئے شعائر اسلامی کا باقی رہنا ضروری ہے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں اگرچہ وہاں حکم اور سلطان باقی نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ (ت)

وبالجملة يشترط لدار الاسلام ابتداء اعنى صيرورة دار الحرب دار الاسلام جريات حكم سلطان الاسلام فيها وبقاء مجرد ظهورها شعائر الاسلام ولو لبعضها وان لم يبق الحكم ولا السلطان والله المستعان وعليه التكلان۔

درر وغرر میں ہے :

دارالاسلام اس وقت دارالحرب بن جاتا ہے جب وہاں احکام شرک جاری ہو جائیں اور اس کا اتصال کسی دارالحرب سے ایسا ہو کہ ان کے درمیان مسلمانوں کا کوئی شہر نہ ہو۔ (ت)

تصیر دارالاسلام دارالحرب باجرا احکام الشرك واتصاله بدار الحرب بحيث لا يكون بينهما مصل للمسلمين الخ

در فتنی میں ہے : البحر المالح ملحق بدار الحرب (نمکین سمندر دارالحرب کا حکم رکھتا ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے :

نمکین سمندر دارالحرب کے ساتھ ملحق ہے ، اور ہر جنگل بھی جس سے آگے مسلمانوں کا شہر نہ ہو، یہ بات بعض نے جمہوری کے حوالے سے نقل کی ہے اور حاشیہ ابی السعود میں شرح النظم الہامی کے حوالے سے ہے کہ سطح سمندر کا حکم دارالحرب کا ہے۔ (ت)

يلحق بها البحر المالح ونحوه كمفانرة ليس وراءها بلاد اسلام نقله بعضهم عن الحموي وفي حاشية ابى السعود عن شرح النظم الهمالي سطح البحر له حكم دار الحرب الخ

۱۰ فصول عمادی

۲۹۵ / ۱ مطبوعہ مطبعہ کامل الکاملیہ فی دار سعادت مصر  
۶۵۹ / ۱ دار احیاء التراث العربی بیروت

مسئلہ ۱۳۲۹ از گوالیار ضلع مندسور قصبہ جادو و مرسلہ عبد الملک خاں ، ربيع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا حکم ہے شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ جادو ایک قصبہ ہے جہاں تین مسجدیں آباد ایک ہی محلہ میں قریب قریب واقع ہیں جمعہ کے روز ہر مسجد والے اپنی اپنی مسجد میں مانند صلوٰۃ خمسہ کے جمعہ پڑھا کرتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ جمعہ کی شرائط سے حضور سلطان ہے یا نائب یا ماذون باقائمہ جمعہ تو یہ شرط یہاں پر مفقود ہے اور ایسے مقام پر مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک شخص کو اپنا قاضی و سردار بنا کر اُس کے پیچھے جمعہ پڑھا کریں ، دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اقامت کے واسطے سلطان یا اس کے نائب مامور کا ہونا شرط نہیں ، اگر اُن سے ایک بھی نہ ہو تو بھی جمعہ صحیح ہے اور مسلمانوں کو قاضی بنانا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں اسی طرح اپنی اپنی مسجدوں میں بھی جمعہ پڑھنا کچھ حرج نہیں بلکہ ایک جگہ جمع ہونے میں حرج ہے امیدوار قول فیصل ہوں ۔ بینوا توجروا ۔

### الجواب

فی الواقع ادائے جمعہ کے لئے سلطان یا اس کے نائب یا ماذون یا ماذون الماذون وھلوجرا (اسی طرح آگے چلے چلو۔ ت) کا اقامت کرنا باتفاق ائمہ حنفیہ شرط ہے کتب المذہب طافحہ بذلک (کتب مذہب اس سے معمور ہیں۔ ت) مگر یہ اُن شرائط سے ہے کہ محل ضرورت میں بخلیت بدل ساقط ہو جاتی ہیں جیسے صحت نماز کے لئے وھو شرط ہے اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم اس کا خلیفہ و بدل ہے اور اس سے واضح تر استقبال قبلہ ہے کہ قطعاً شرط ہے اور بجال تعذر جہت تحریر اُس کی نائب ، یوں ہی اقامت سلطان بمعنی مذکور ضرور شرط جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تعذر تعیین مسلمان قائم مقام تعیین سلطان ہے تو اسے شرط نہ کہنا بھی غلط اور اُس کے نہ ہونے کے سبب یہاں جمعہ صحیح نہ ماننا اُس سے زیادہ باطل و غلط اور مذہب صحیح و معتد و مفتی بہ میں تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے ۔ کما نص فی غیر ما کتاب واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

مسئلہ ۱۳۳۰ از پٹی بھیت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت پنجگانہ و امامت جمعہ و عیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا ؟ فقط

### الجواب

جمعہ و عیدین و کسوف امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے ، پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القرارة صحیح الطہارۃ مرد عاقل بالغ غیر معذور امامت کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی

دمشق بمنز اسرع اہم مختصراً

دمشق سے کاشتی زمینوں کی وجہ سے الگ ہے اہم مختصراً (ت)

نیز دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ بستی شہر ہو یا نہ ہو جب اُس کا ساکن تین منزل کے ارادے سے سفر کو چلا تو آیا جب اپنی خاص آبادی سے نکل جائے گا اسی وقت سے مسافر ٹھہرائے گا اور قصر کرے گا اگرچہ وہ دوسری آبادیاں ہنوز راہ میں آنے والی ہوں یا جب اُن سب آبادیوں سے نکل جائے گا اُس وقت سے مسافر ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب بیچ میں فاصلہ ہے زراعتیں ہوتی ہیں تو اُن سے گزر جانے کا لحاظ نہ ہوگا اگرچہ وہ مصالح شہر ہی کے لئے مقرر کی گئی ہوں، جب اپنی آبادی سے نکل جائے گا مسافر ہو جائے گا، ہاں جہاں تک آبادی متصل چلی گئی ہو وہ موضع واحد ہے اس سے تجاوز ضرور ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے :

اما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البدن كركض الدواب ودفن الموتى والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة فلا كما ياتي بخلاف الجمعة فتصح اقامتها في الفناء ولو منفصلاً بمزارع

فناء وہ جگہ ہے جو شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً چوپالیوں کے دوڑنے، اموات کی تدفین اور مٹی وغیرہ پھینکنے کے لئے ہو اگر شہر کے ساتھ متصل ہو، تو پھر مسافر کا اسی سے گزر جانا معتبر ہے اور اگر بمقدار غلوة (تیر مارنے کا انتہائی فاصلہ) یا مزرعہ (کھیت) جدا ہے تو اس کا گزر نا ضروری نہیں جیسا کہ آرہا ہے

بخلاف جمعہ کے اس کا قیام فناء میں جائز ہوتا ہے خواہ وہ مزارع کی مقدار جدا ہو۔ (ت)

نیز تیسرا سوال یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں آبادی میں نہ رہوں گا پھر اپنی خاص آبادی جس میں رہتا تھا چھوڑ کر گروا اگر وہ کسی آبادی میں سکونت اختیار کی تو آیا قسم سچی ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اُن آبادیوں کے خاص خاص نام جدا ہیں اور سب ملا کر ایک جدا نام سے تعبیر کی جاتی ہیں تو اگر اس نے وہ نام لے کر قسم کھائی جو خاص اس کی آبادی کا تھا اور اُسے چھوڑ کر دوسری آبادی میں جا رہا جس پر وہ نام اطلاق نہیں کیا جاتا اور اس کا ساکن عرف میں اُس آبادی کا ساکن نہیں ٹھہرتا تو قسم پوری ہوئی اور اگر وہ نام لیا تھا جس میں یہ سب داخل ہیں جس آبادی میں اب آیا وہ اسی پہلی آبادی کا حصہ سمجھی جاتی ہے اور اس کے ساکن کو اسی کا ساکن تصور کیا جاتا ہے تو قسم پوری نہ ہوئی کفارہ دے۔

وذلك لان مبنى الايمان على المعنى المتفاهم في العرف فعليه يدار الحكم - والله سبحانه و تعالی اعلم -

یہ اس لئے ہے کہ اقسام کا مدار اسی معنی پر ہوتا ہے جو عرفی ہو لہذا حکم کا مدار اسی پر ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

۵۹۱/۱

۵۷۸/۱

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

باب الجمعة

باب صلوة المسافر

ردالمحتار

ردالمحتار



جمع ہونا مشکل ہو جائے تو ہر علاقہ کے لوگ اپنی طرف کے علماء کی اتباع کر لیں، اور اگر اس علاقہ میں علماء زیادہ ہوں تو ان میں زیادہ علم والے کی اتباع کریں اور اگر وہ برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے (ت)

باتباع علمائہ فان كثروا فالمتبع  
اعلمهم فان استووا اقـ  
بينهم۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اللہ کی اطاعت کرو، رسول اللہ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں۔ (ت)

اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر  
منكم۔

ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولى الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامة الزرقانی فی شرح المواہب وغیرہ (علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) درمختار میں ہے :

مذکور لوگ (سلطان وغیرہ) ہوں تو لوگوں کا خطیب کو مقرر کرنا درست نہ ہوگا اور ان کی عدم موجودگی میں ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا۔ (ت)

نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود  
من ذكر امام مع عدمهم فيجوز للضرورة۔

فتاویٰ قاضی خاں و ردالمحتار وغیرہا میں ہے :

اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اجازت دی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم يجز  
الا ان يكون الامام امره بذلك۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳۱ از ریاست جادرہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار تاریخ ۱۸/۱۳۱۵ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ گاؤں میں درست ہے یا نہیں؟

۱/۳۵۱  
لہ الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثة الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

لہ القرآن ۴/۵۹

۱/۱۱۰

مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی

باب الجمعة

۳ درمختار

۱/۵۹۴

مصطفیٰ البابی مصر

”

۴ ردالمختار

اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلوٰۃ خلف کل برو فاجر (بہر نیک و بد کے پیچھے نماز جائز ہے۔ ت) کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے :

اولاً وہ سلطان اسلام ہو۔

ثانیاً جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں یہ امامت عامہ اس شہر کے اعلیٰ علمائے دین کو ہے۔

ثالثاً جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں مجبوری عام مسلمان جسے مقرر کر لیں، بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ اُس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں، اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی، جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا، ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، اعلیٰ علمائے بلد کہ اُس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور بحکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اُس کے ارشاد پر عمل فرض ہے، جمعہ و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے، اُس کے خلاف پر عوام بطور خود اگر کسی کو امام بنا لیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر مجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو اُس کے ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔ تنویر الابصار و در مختار باب الجمعہ میں ہے :

يشترط لصحتها سبعة اشیاء الاول المصرو  
وفناءه والثاني السلطان او ماموره  
باقامتہا۔  
صحت جمعہ کے لئے سات چیزیں شرط ہیں : ایک یہ  
شہر اور فناء شہر، دوسری سلطان یا اقامت جمعہ  
پر اس کی طرف سے کوئی مامور ہوتا ہے

فتاویٰ امام عتباتی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴ میں ہے :

اذا خلا الزمان من سلطان ذي كفاية  
فلا مور موكله الى العلماء ويلزم الامه  
الرجوع اليهم ويصيرون ولاة فاذا  
عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر  
جب کامل سلطان سے زمانہ خالی ہو تو معاملات  
علمائے سپرد ہوں گے اور امت پر لازم ہے کہ  
وہ علماء کی طرف رجوع کرے اور اس وقت علماء  
ہی والی ہو جائیں گے اور جب ان کا کسی معاملہ پر

بار خدا اگر کلیم بر سر کشم، گوئی یا یہاں المزمحل قم  
اللیل الا قلیلا نصفہ واگر بیوں آرم گوئی وا جھرم  
ھجر اجمیلا ۵ مراحہ باید کرد فرمان آمد اے محمد تو راحت  
می طلبی وما از تو سرگردانی می خواہم و تو می خواہی کہ با من حساب  
حسات بسربری و بگوشہ نشینی و ما می خواہم کہ مرابطا تو ترا  
با من صد ہزار گونہ حساب بود تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی  
علم بر انبیا ہائے اولین کردیم پریشانی، اگر شادت  
بیم گویم ان الله لا یحب الفرحین ۵ واگر دل تنگت  
بیم گویم ولقد نعلم انک یضیق صدرک بسما  
یقولون زہے سرگردانی کہ مشیت خاک راست کیست  
کہ ویریں ماتم و مصیبت وقوف دار و فریاد از محمد برخاست  
یا لیت سرب محمد لم یخلق محمدا و فریاد  
عاشقان برین نوع است اے کاش نژادے پسرے  
مادر عالم بہ خوردنہ بدی نام و نشاں پدر من بہ عاقبت این  
دنیاے مکارہ و غدارہ را پایستہ نداری کہ سلطان مرسلان  
این معاملہ بودہ است۔

بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے اللہ! اگر میں مکی  
سر پر لیتا ہوں تو آپ فرماتے ہیں اے چادر اوٹھنے والے  
رات کو تھوڑا قیام کر نصف رات۔ اگر میں باہر آتا ہوں  
تو آپ فرماتے ہیں ان کو احسن طریقے سے چھوڑ دے  
مجھے کیا کرنا چاہئے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا  
کہ اے محمد! آپ راحت کے طلبگار ہیں اور ہم آپ سے  
محنت و پریشانی چاہتے ہیں، آپ چاہتے ہیں کہ میری  
نیکوں کا حساب ہو اور گوشہ نشین رہوں، اور ہم چاہتے  
ہیں کہ ہم تیرے ساتھ اور آپ میرے ساتھ سو ہزار قسم کا  
حساب رکھیں، آپ کون ہیں جو دل کا اطمینان چاہتے ہیں  
ہم نے تو سابقہ انبیاء کو پریشانی کا حکم دیا اگر میں تجھے  
خوش دیکھوں گا تو کہوں گا "یقیناً اللہ تعالیٰ خوش ہونے  
والوں کو پسند نہیں کرتا اور اگر تیرے دل کو تنگ پاؤں  
تو کہوں گا" ہم جانتے ہیں اس بات کو کہ آپ کا سینہ  
ان کی باتوں سے تنگ ہے۔ وہ پریشانی کتنی اچھی ہے  
جو مشیت خاک کو حاصل ہوئی ہے، کون ہے جو اس

معاملہ میں ماتم و مصیبت کا اظہار کرے محمد کی طرف سے فریاد ہوئی اے رب محمد! کاش محمد کو پیدا ہی نہ کرتا ،  
عشاق کی فریاد اسی طرح کی ہوتی ہے، کاش اس کائنات میں کوئی ماں بیٹا ہی نہ جلتی، یا خود میرے باپ کا نام نشان  
تک نہ ہوتا، اس مکار و غدار دنیا کے پاؤں تو نہیں باندھ سکتا جبکہ رسولوں کے سربراہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا  
یہ معاملہ تھا۔ (ت)

اس عبارت پر ایک صاحب کو جو بنظر حالت زمانہ حال ذی علم خیال کئے جاتے ہیں یہ اعتراض ہے کہ اس  
عبارت میں اہانت و بے حرمتی حضرت نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہے جو باعث تکفیر قاری و سامعین خطبہ ہے  
کیونکہ اس مضمون کا استنباط نہ کسی آیت قرآنی سے ہے نہ کسی حدیث سے، یہ اعتراض معترض کا صحیح ہے یا  
غلط؟ اور اگر غلط ہے تو معترض کے اعتراض کا کیا جواب ہے؟ بینوا توجروا

## الجواب

جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہیں اور ان کا پڑھنا گناہ ، مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت کما فی البحر الرائق والدر المختار والمہدیۃ الندیۃ وغیرہا (جیسا کہ بحر الرائق، درمختار اور صدیقہ ندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۲۲ھ از خیر آباد ضلع سیتا پور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب  
۱۳۳۳  
۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

خطبہ جمعہ واعیاد کا سوائے زبان عربی خواہ فارسی ہو یا دیگر زبان میں ہو پڑھنے کی نسبت جناب مفتی سعد اللہ صاحب مرحوم اپنے فتاویٰ سعیدیہ میں فرماتے ہیں :  
نزد امام ابو حنیفہ جائز و مکروہ بکراہت تنزیہی است۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

اور اسی جواب میں اختتام عبارت میں ہے :  
اگر کسی خطبہ بقدر واجب کہ نزد صاحبین بقدر تشہد است بعربی ادا کردہ باشد خواندن ماورائش در فارسی وغیر آن نزد ایشان مضائقہ ندارد کما فی منہ الغفار شرح تنویر الابصار۔  
اگر کوئی شخص خطبہ بمقدار واجب جو صاحبین کے نزدیک تشہد کی مقدار ہے عربی میں پڑھ لے اور اس کے علاوہ خطبہ کسی اور زبان میں پڑھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ منہ الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے۔ (ت)

جناب مولوی عبدالحی صاحب اپنے مجموعہ فتاویٰ کے جلد دوم میں بہت شد و مد کے ساتھ خطبہ کو زبان عربی میں سنت مکروہ اور غیر زبان میں پڑھنے کو مکروہ تحریمی و بدعت ضالہ تحریر فرماتے ہیں ، مگر اسی فتاویٰ کے جلد سوم میں مکروہ تنزیہی تحریر فرماتے ہیں ، لہذا جو خطبہ کلاً غیر زبان میں ہو یا بعضاً مخلوط بزبان عربی و زبان دیگر میں ہو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بدعت ضالہ یا مکروہ تنزیہی یا جائز بلا کراہت ، جو حکم ہو اس سے ہدایت فرمائی جائے ، بینوا توجروا۔

(۲) خطبہ جمعہ مصنفہ حضرت مخدوم سعد الدین عرف مخدوم شیخ سعد قدس سرہ خیر آبادی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہ اللہ العزیز جو منسلک ہذا ہے منجملہ عبارت خطبہ مذکور کے :  
چوں گفت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

یوں کہ مرضی الہی کے خلاف، اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس فریاد کا انتساب کہ یا لیت رب محمد لم یخلق محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اے رب محمد! کاش محمد کو پیدا ہی نہ کرتا - ست) جمال کی نگاہ سے معاذ اللہ سقوطِ عظمت کا باعث ہوگا اور عیاذاً باللہ یہ عقیدہ ہو تو ایمان ہی گیا کہ ایمان تو صرف ان کی تعظیم و محبت کا نام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتقرؤوا  
وتتقوا اللہ  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر، اور ان کی خوب تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

غرض کسی طرح گمان نہیں کیا جاتا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ الکریم نے یہ خطبہ تصنیف فرمایا ہو اور اگر بالفرض حضرت مخدوم سے اس کا ثبوت صحیح بروجہ معتد ہو کہ حضرت نے یہ مخاطبہ کہیں ذکر فرمایا تو اب نظر اس میں ہوگی کہ آیا برسبیل نقل و حکایت ہے یا بر بنائے کشف و الہام۔ بر تقدیر اول جبکہ مدار روایت پر رہا تو مسئلہ علوم ظاہرہ کے دائرہ میں آگیا صحت سند و کار ہوگی اور کسی ولی معتد کا کوئی نام معتد حکایت کسی سے نقل فرمانا اس کی روایت کو صحیح واجب الاعتماد نہ کر دے گا،

یہ وہ چیز ہے جس کے ساتھ اہل علم نے امام محمد غزالی کی طرف سے اس بات پر غدر کے طور پر پیش کیا جو انہوں نے باوجود علوم ظاہری و باطنی میں عظیم ماہر ہونے کے اپنی کتاب "اصیاء علوم الدین" میں احادیث موضوعہ ذکر کی ہیں۔ (ت)

وہذا ما اعتذروا بہ عن الامام محمد  
الغزالی قدس سرہ العالی فی ایرادہ الاحادیث  
الواہیۃ فی الاحیاء مع جلالۃ قدرہ فی  
العلوم الظاہرۃ والباطنۃ۔

مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فواح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں،  
(کہا گیا ہے کہ غیر ائمہ میں جو اکثر عادل پائے جاتے تو ان کے معمول سے معلوم ہے کہ وہ کسی عادل ہی سے روایت کرتے ہیں) لہذا ان کا ارسال بھی اس کا مقتضی ہے کہ جن سے انہوں نے روایت کی ہے وہ عادل ہیں لہذا ان کی روایت مرسلہ ائمہ کے ارسال کی طرح ہی حجت ہوگی اور ان میں کوئی فرق نہ ہوگا (اقول) ہم غیر ائمہ میں صفت مذکورہ کے ساتھ عدلی کو تسلیم نہیں کر سکتے بلکہ غیر ائمہ میں جو عادل ہیں اس بات کی پروا نہیں

مولى بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فواح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں،  
(کہا گیا ہے کہ غیر ائمہ میں جو اکثر عادل پائے جاتے تو ان کے معمول سے معلوم ہے کہ وہ کسی عادل ہی سے روایت کرتے ہیں) لہذا ان کا ارسال بھی اس کا مقتضی ہے کہ جن سے انہوں نے روایت کی ہے وہ عادل ہیں لہذا ان کی روایت مرسلہ ائمہ کے ارسال کی طرح ہی حجت ہوگی اور ان میں کوئی فرق نہ ہوگا (اقول) ہم غیر ائمہ میں صفت مذکورہ کے ساتھ عدلی کو تسلیم نہیں کر سکتے بلکہ غیر ائمہ میں جو عادل ہیں اس بات کی پروا نہیں

## الجواب

خطبہ میں غیر زبان عربی کا غلط کرنا ضرور مکروہ تشریحی و خلاف سنت متواتر ہے اور بالکل خطبہ غیر زبان میں ہونا اور زیادہ مکروہ کما حقناہ فی فتاویٰ منا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر اسے مکروہ تحریمی و بدعت ضلالت کہنا محض غلط و باطل ہے دلیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ خطبہ پڑھنا حرام اور محض بدخواہی عوام اسلام ہے، یہ مخاطبہ ہائیکہ کہ اس میں مذکور ہوا اصلا کسی آیت یا حدیث یا اثر یا کسی کتاب معتد معتبر میں اس کا پتا نہیں، نہ حضرت سیدنا محمد و شیخ سعد بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروجہ صحیح اُس کا ثابت ہونا معلوم اگر ایسی ہی حکایت بے سرو پا ہے جب تو اس کا واجب الرد ہونا خود ظاہر اور اگر خطائے نساخ نہ ہو تو اس کی بے ربطی عبارت خود اس کے بطلان نسبت پر دلیل زاہر مثلاً صدر خطبہ میں اَمِنَ شَرَحَ اللهُ صَدْرَهُ لَلْاِسْلَامِ وَمَنْ تَابَ تَوْبَةً نَّصُوحًا مِنَ التَّابِعِينَ (کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور وہ شخص جس نے خالص توبہ کر لی وہ تابعی ہے۔ ت) خطبہ ثانیہ میں نشہدان محمد اعبدہ و رسوله خصوصا علی افضل الصحابة و افضلہم بالتحقیق (ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں خصوصا صحابہ سے افضل اور بالیقین ان سے صاحب فضیلت پر۔ ت) پھر اصل مقصود خطبہ کہ لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے یعنی اعمال صالحہ کی ترغیب دینا، معاصی سے روکنا، یہ خطبہ اُس سے اصلاً بحث نہیں رکھتا بلکہ صراحتاً اس کے خلاف ہے، جب ہر جمہور جاہل لوگ سنیں گے کہ اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ ہر کہ گواہی دہم را بوجدانیت و مرترا برسالت در آید بہ بہشت برہر کاریکہ او باشد (جو میری وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دے وہ جنت میں داخل ہوا سکے عمل جیسے بھی ہو) اس کا کیسا بڑا اثر اُن پر پڑے گا وہ سمجھ لیں گے کہ بس کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اعمال فضول و مہمل ہیں پھر عوام کے سامنے یہ تین مصطلحات خاصہ صوفیہ کرام مثل قمار بازی و قلندری و چاک دامنی و عیاری کا تذکرہ کس قدر خلاف مقاصد خطبہ ہے اور ان سب سے بدتر اور کوروں درجہ بدتر وہ تذکرہ کہ مصطفیٰ سید المرسلین اکرم الاولین و الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہوا تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی حکم برانبیائے اولین کریم بر پریشانی (آپ کون ہیں جو دل کا اطمینان چاہتے ہیں ہم نے تو سابقہ انبیاء کو پریشانی کا حکم دیا۔ ت) اس سے صاف صاف انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معاذ اللہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضلیت ٹپکتی ہے، ایسے محاورات میں اعلیٰ ہی سے استشہاد کیا کرتے ہیں، مثلاً کسی امیر سے کہیں تیری کیا حقیقت ہے سلاطین تو اس سے محفوظ نہ رہے اور اگر تنزل بھی کیجئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل نہ ہونا تو اس کا صاف کہنا ہے یہ کیا گراہی نہیں، پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راحت طلبی کی نسبت، اور وہ بھی

نہیں پاتے الی آخرہ جیسا کہ انہوں نے خوب بیان کیا اور ان پر مالک و جواد اللہ کی رحمت ہو۔ (ت)

هذا الوعاء من العلم الابالمدد المحمدی و تأییدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا بالذات من غیر وسیلۃ اصلًا الی آخر ما افادوا جاد علیہ رحمة الملك الجواد۔

اب یہ مخاطبہ ان مقامات راز و نیاز سے ہوگا جو مولیٰ و عبد و محبوب میں ہوتے ہیں جن میں دوسرے کو دخل دینا حرام، انہیں نقل مجلس بنانا حرام بلکہ بحالِ فساد نیت، کفر صریح بلا کلام، بھلائیہ تو ایک مخاطبہ کشفیہ ہوگا، امیر المؤمنین ایک شخص کو کہ سورہ عبس شریف کی تلاوت بکثرت کرتا زجر شدید فرمایا۔ امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں :

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر وہ شخص جو تلاوتِ قرآن و حدیثِ رسول پڑھنے کے علاوہ کچھ کہ فلاں نبی نے نافرمانی کی یا شریعت کی مخالفت کی وہ کافر ہو جائے گا، ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، امام ابو عبد اللہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں سورہ طہ میں ”وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے“ کے تحت لکھا کہ قاضی ابوبکر ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم میں سے کسی کو اجازت نہیں آج وہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ایسی بات کی اطلاع دے البتہ اس صورت میں جب وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ رہا ہو یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مبارک، ہم اپنی طرف سے ایسے واقعات کو بیان کرنا شروع کر دیں تو یہ ہم اپنے قریب اپنی مثل پہلے آباء کے بارے میں نہیں کہہ سکتے

قد قال علماؤنا رحمة الله تعالى عليهم ان من قال عن نبی من الا نبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام فی غیر التلاوة والحديث انه عصى او خالف فقد كفر نعوذ بالله من ذلك، وقد قال الامام ابو عبد الله القرطبي رحمه الله تعالى في كتاب التفسير له حين تكلم على قوله وطفقا يخرصان عليهما من ورق الجنة الآية في سورة طه، قال القاضى ابوبكر ابن العربى رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا يجوز لاحد منا اليوم ان يخبر بذلك عن آدم عليه الصلوة والسلام الا اذا ذكرناه في اثناء قوله تعالى عنه او قول نبیه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاما ان نبتدئ ذلك من نفسنا فليس بجائز لنا في ابائنا

کے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفي بل کان يجوز له علیه السلام الاجتهاد في مطبوعه مطبعة امير قم ايران ۲/۲۴  
کے المدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبى مطبوعه دار الكتاب العربى بيروت ۲/۱۵

کرتے کہ وہ کس سے روایت لے رہے ہیں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ نے رتن ہندی پر کیسے اعتماد کر لیا، حالانکہ ان کی مثل عدالت میں کون ہے؟ (اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ ان کے

زعم کے مطابق ہے حالانکہ عام طور پر وہ خطا کرتے ہیں) پس وہ غیر عادل کو عادل گمان کر لیتے ہیں (مخلصاً) (ت) اور اگر فرض غلطیہ بھی تحقیق ہو جائے کہ حضرت مخدوم قدس سرہ المکتوم نے برہانے کشف والہام یہ مخاطبہ ذکر فرمایا تو بحمد اللہ ہم غلامانِ بارگاہِ اولیاء ان میں نہیں کہ کشف والہام کو باطل یا نامعتبر ٹھہرائیں احتمال خطا کشف بتدین و اوساط میں ہوتا ہے اکابر و اصیلین تفعننا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم فی الدنیا و الآخرة والدین کا کشف متین و الہام مبین حق و صحیح ہوتا ہے، مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فواجح میں فرماتے ہیں:

اگر آپ اولیاء کے مقامات، وجدان اور اذواق میں غور فکر کریں مثلاً مقامات شیخ محی الدین، قطب وقت السید محی الملتہ والدین السید عبدالقادر جیلانی جن کا مبارک قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، شیخ سہل بن عبداللہ قسری، شیخ ابو مدین المغربی، شیخ ابو یزید بسطامی، سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ ابو بکر شبلی، شیخ عبداللہ انصاری اور شیخ احمد النامتی الجامی وغیرہ میں تو آپ بالیقین جان لیں گے کہ جو کچھ انھیں الہام کیا جاتا ہے اس میں کسی قسم کا احتمال و شبہ راہ نہیں پاسکتا بلکہ وہ حق حق اور نفس الامر کے مطابق ہوتا ہے اور اس میں انھیں اس باسٹ کا بھی علم یقینی ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور وہ یہ علمی معتمات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد و تائید سے پاتے ہیں بغیر واسطہ اور وسیلہ کے

کیف اعتمد علی الرتن الہندی و آی رجل یكون مثله فی العداۃ (و لو سلو فذلک بزعمہم و کثیرا ما یخطون) فیظنون غیر العدل عدلاً (مخلصاً)۔

ان تاملت فی مقامات الاولیاء و مواجیدہم و اذواقہم کمقامات الشیخ محی الدین و قطب الوقت السید محی الملتہ و الدین السید عبدالقادر الجیلانی الذی قدمہ علی سراج کل ولی و الشیخ سہل بن عبداللہ القسری و الشیخ ابن مدین المغربی و الشیخ ابی یزید البسطامی و سید الطائفہ جنید بغدادی و الشیخ ابی بکر الشبلی و الشیخ عبداللہ الانصاری و الشیخ احمد التامقی الجامی وغیرہم قدس اسرارہم علمت ان ما ینہمون بہ لا یتطرق الیہ احتمال و شبہ بل هو حق حق مطابق لما فی نفس الامر و یكون مع خلق علم ضروری انہ من اللہ تعالیٰ لکن لا ینالون



ما وراء هذا الجدار وما ادرى ما يفعل بي  
ولا يكف وما نندآن مارا نبايد دران دخل كنيم او اشتراك  
جو نيم و انبساط نمايم بلكه بر حد ادب و سكوت و تحاشي  
توقف نمايم خواجہ رامی رسد کہ با بسندہ خود  
ہر چہ خواہد بگويد و بکند و استعلاء و استيلاء  
نمايد و بندہ نیز با خواجہ بندگی و فروتنی کند دیگرے  
را چہ مجال يارائے آنکہ دریں مقام در آيد و دخل  
کند و حد ادب بیرون رود ایں مقام بالغز بسیارے  
از ضعف و جهلا و سبب تضر ایشاں است و من  
اللہ العصمة و العون - واللہ تعالی اعلم۔

عبدیت، انکساری، محتاجی و عاجزی اور مسکینتی کا  
ذکر آئے مثلاً میں تمہاری طرح بشر ہوں، مجھے اسی طرح  
غصہ آتا ہے جیسے عبد کو آتا ہے، اور میں نہیں جانتا اس  
دیوار کے ادھر کیا ہے، میں نہیں جانتا میرے ساتھ  
اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور اس کی مثل دیگر  
مقامات بہم اقیوں اور غلاموں کو جائز نہیں کہ ان  
معاملات میں مداخلت کریں، ان میں اشتراک کریں اور  
اسے کھیل بنائیں، بلکہ ہمیں پاس ادب کرتے ہوئے  
غاموشی و سکوت اور توقف کرنا لازم ہے، مالک کا  
حق ہے کہ وہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے،

اس پر اپنی بلندی و غلبہ کا اظہار کرے۔ بندے کا بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے مالک کے سامنے بندگی اور عاجزی  
کا اظہار کرے، دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے اور حد ادب سے باہر نکلنے کی کوشش کرے،  
اس مقام پر بہت سے کمزور اور جاہل لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں جس سے وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں،  
اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۳۲ از افریقہ جو ہانس برگ مرسلہ محمد ابراہیم صاحب شافعی ۱۳ شعبان ۱۳۲۴ھ

امام حنفی ہے اور مقتدی شوافع بھی ہیں اگر خطبہ اولیٰ جمعہ میں امام اوصیکو بتقوی اللہ نہ پڑھے اور  
درود شریف نہ پڑھے تو شوافع کی نماز تام ہوگی یا نہیں؟

### الجواب

مذہب شافعی پر شافعی کی نماز نہ ہوگی کہ وصیت و درود ان کے نزدیک ارکانِ خطبہ سے ہیں اور خطبہ بالاتفاق  
نشرط صحت نماز جمعہ، جب رکن فوت ہوئے خطبہ نہ ہوا، جب خطبہ نہ ہوا نماز نہ ہوئی۔ کتاب الانوار میں ہے:  
لصحۃ الجمعة و راء الشروط العامة شروط  
الی ان قال السابع خطبتان قبل الصلوة  
وارکانہما خمسة حمد اللہ تعالی الشافی  
صحبت جمعہ کے لئے شرط عامہ کے علاوہ شرط ہیں،  
ساتویں شرط یہ ہے کہ نماز سے پہلے دو خطبے ہوں اور  
اس کے ارکان پانچ ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی حمد، دوسرا

لہ مدارج النبوة وصل درازالہ شبہات از بعض آیات مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھ ۸۳/۱

تو اس ہستی کے بارے میں یہ کیسے جائز ہوگا جو ہمارے باب  
سب سے اقدم، اعظم، اکبر اور مقدم نبی ہیں صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین انتہی (ت)

الادنین اینا المماثلین لنا فکیف بابینا الا قدم  
الاعظم الا کبر النسب المقدم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین انتہی

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفاے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں :

امت کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے  
دعا (برائے مغفرت) جائز نہیں کیونکہ اس میں آپ سے  
کو تا ہی کا وہم ہوتا ہے جیسے کہ آپ کے لئے رحمت کی دعا  
کرنا بھی مناسب نہیں، رہا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اس  
ارشاد گرامی کا کہ "اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادے آپ  
کے معاملات سابقہ اور آنے والے" اور آپ کا اپنے  
لئے مغفرت کی دعا کرنا تو اس پر دیگر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

الدعا بها (ای بالمغفرة) له صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم من امتہ لا ینبغی لا یهامہ  
القصور من المدعولہ کالدعاء له بالرحمة  
واما قول اللہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم  
من ذنبک وما تاخرو ودعاؤہ لنفسه بالمغفرة  
فلا یقاس علیہ

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج النبوة شریف میں فرماتے ہیں :

واضح رہے کہ یہاں ادب اور قاعدہ ہے جسے بعض اصفیا  
اور اہل تحقیق نے بیان کیا ہے اور اس کا جان لینا  
اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکلات سے نکلنے کا حل اور  
سلامت رہنے کا سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر  
کسی مقام پر اللہ رب العزت جل و علا کی طرف سے  
کوئی خطاب، عتاب، رعب و دبدبہ کا اظہار یا  
بے نیازی کا وقوع ہو مثلاً آپ ہدایت نہیں دے سکتے،  
آپ کے اعمال ختم ہو جائیں گے، آپ کے لئے کوئی  
شی نہیں، آپ حیات دنیوی کی زینت چاہتے ہیں،  
اور اس کی مثل دیگر مقامات یا کسی جگہ نبی کی طرف سے

بدانکہ اینجا ادبے وقاعدہ ایست کہ بعضے از اصفیا و  
از اہل تحقیق ذکر کردہ اند و شناخت آن و رعایت آن  
موجب حل اشکال و سبب سلامت حال است و  
آن اینست کہ اگر از جناب ربوبیت جل و تعالیٰ خطاب  
عتابے و سطوتے و سلطنتے و استغنائے واقع شود  
مثل انک لا تہدی و لیحبطن عملک و لیس  
لک من الامر شیء و ترید زینة الحیوة الدنیا  
وامثال آن یا از جانب نبوت عبودیتے یا انکسائے  
و افتقارے و عجزے و مسکنے بوجود آید مثل انما انا  
بشر مثکم اغضب کما یغضب العبد و لا اعلم

تفریح ہے۔ ت) نہ کہ وہ امور جو اپنے مذہب میں مستنون و مستحب اور دوسرے مذہب ائمہ حق میں فرض ہوں کہ اب تو اس کا ترک سخت جہالت، نہ کہ امام کہ دوسرے مذہب کے اہل سنت بھی اس کے مقتدی ہوں اُسے تو حتی الوسع اُس مذہب کی رعایت کمال مہم و موکد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۵ از بریلی محلہ بہاری پور مسئلہ جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ہم صفر المنظر ۳۰ ۱۳۳۵ھ جمعہ کے دن چند آدمیوں نے مل کر مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی بعد اوردس بارہ آدمی آگے اُنھوں نے بھی اذان اقامت خطبہ کے ساتھ اسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی پھر دس بارہ آدمی آگے اُنھوں نے بھی ایسا ہی کیا، تو دوسری تیسری جماعت والوں کا جمعہ ادا ہو لیا یا نہیں، فقط، بیٹواتوجروا

### الجواب

نماز جمعہ و عیدین مثل عام نمازوں کے نہیں کہ جسے امام کر دیا نماز ہو گئی، اُن کے لئے ضرور ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا مقرر کردہ، اور یہ نہ ہوں تو بضرورت وہاں کے عام مسلمانوں نے جسے امامت جمعہ کے لئے معین و مقرر ہو، تو ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام امام معین و مقرر کردہ جمعہ تھا اس کی اور اُس کے مقتدیوں کی نماز ہو گئی باقیوں کی نہیں، اور اگر کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی کی نہ ہوئی، مثلاً سربراہ مسجد ہے دس بارہ راہگیر گزرے ایک نے آگے ہو کر نماز جمعہ پڑھائی پھر کچھ اور آئے اُنھوں نے بھی ایسا ہی کیا یوں ہی دس بیس جماعتیں ہوئیں جمعہ ایک کا بھی نہ ہوا اور فرض ظہر سب کے ذکر رہا۔ درمختار میں ہے:

الجمعة يشترط لصحتها السلطان او مأموره  
بقامتها و نصب العامة غير معتبر مع وجود  
من ذكر امامه عدمه فيجوز للضرورة اطلاقه مطلقا  
والله تعالى اعلم۔

صحت جمعہ کے لئے سلطان یا اس کا مقرر کردہ برائے  
اقامت جمعہ کا ہونا ضروری ہے، مذکورہ افراد کے ہوتے ہوئے  
عوام کا مقرر کرنا معتبر نہیں اور اگر مذکورہ اشخاص نہیں تو  
ضرورت کے لئے عوام کا تقرر جائز ہوگا اھ مختصراً۔ واللہ

تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۳۶ از گنور تحصیل سوئی تپ ضلع ریتنگ مرسلہ حافظ احمد حسین صاحب امام مسجد ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز امام اول کا خطبہ پڑھ کے جلسہ  
کرنا ہے اُس جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ناجائز ہے تو کس درجہ کا  
مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی؟ زید درمیان خطبتین کے ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا بدعت اور حرام بتاتا ہے، یہ عقیدہ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درود و سلام، قیصر اطاعت و تقویٰ کی نصیحت اہم ملقطاً (ت)

الصلوة علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الثالث الوصیة بالطاعة والتقویٰ اہم ملقطاً۔

اسی میں ہے :

صحت اقتداء کے لئے شروط ہیں اول یہ کہ امام مسلمان ظاہر ہو، دوسرا یہ کہ اس کی نماز مقتدی کے اعتقاد کے مطابق درست ہو، اگر شافعی نے کسی حنفی کی اقتداء کی تو امام نے شرمگاہ کو چھو لیا یا اس نے بسم اللہ ترک کر دی یا حنفی نے ایسے شافعی کی اقتداء کی جس نے رگ کٹوالی یا پچھنے لگوائے اور وضو نہ کیا تو اقتداء کرنے والے کی نماز باطل ہو جائے گی اہم اختصاراً (ت)

لصحة الاقتداء شروط الاول ان يكون الامام متطهر مسلماً الثاني ان تصح صلوته باعتقاد المأموم فلو اقتدى الشافعي بالحنفي وقد مس فرجه او ترك البسمة او الحنفی بالشافعي الذي اقتصد او احتجم ولم يتوضأ بطلت صلوته اہم مختصراً۔

فتاویٰ امام ابن حجر مکی شافعی میں ہے :

اگر یہ جان لیا گیا ہو کہ انھوں نے بعض ارکان یا شرائط کو ترک کر دیا ہے تو ان کا جمعہ صحیح نہ ہوگا لہذا ان کے ساتھ جمعہ کی ادائیگی درست نہ ہوگی اہم (ملخصاً)

ان علم انہم ینزکون بعض الاسرکات او الشروط لم تصح منہم جمعة فلا يجوز لاحد ان یصلی معہم (ملخصاً)

ترک درود تو سخت تر ہے، درود خطبہ میں اگر نام اقدس نہ لیا ضمیر پر الکفار کی مثلاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تو امام مذکور نے بطلان خطبہ و نماز ثابت کیا، اسی طرح ان کے شیخ حضرت شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ نے شرح بہجہ و شرح روض و شرح منہج میں فرمایا کما هو مذکور کله فی فتاواہ الکبری (جیسا کہ یہ تمام ان کے فتاویٰ الکبریٰ میں مذکور ہے۔ ت) آدمی کہ تنہا نماز پڑھے اُسے بالاجماع مستحب ہے کہ جملہ ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذاہب کی حتی الامکان رعایت رکھے، اور حتی الامکان کے یہ معنی کہ جہاں تک اُس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے کما نص علیہ فی غیر ما موضع فی رد المحتار و فی المسلك المتقسط للملا

علی القاری وغیرہما (جیسے کہ اس پر رد المحتار اور المسلك المتقسط للملا علی قاری وغیرہ میں متعدد مقامات پر

لہ الانوار لا اعمال الابرار  
لہ " " "  
لہ فتاویٰ کبریٰ فقہیہ ابن حجر مکی

فصل لصحة الجمعة الخ مطبعة جمالیة مصر ۱۰۰/۱  
فصل الوالی فی محل ولايته مطبعة دار الکتب العلمیة بیروت ۸۵/۱  
باب صلوة الجمعة مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۳۶/۱



زید کا موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں؟

## الجواب

زید کا قول باطل ہے، دونوں خطبوں کے بیچ میں امام کو دعاً مانگنا تو بالاتفاق جائز ہے بلکہ خود عین خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مینہ کے لئے دونوں دستِ انور بلند فرما کر دعاً مانگنا کتب صحاح میں موجود ہے، مقتدیوں کے بارہ میں مذہبِ حنفی میں اختلاف ہے، امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بلاشبہ ان کے لئے بھی جائز فرماتے ہیں، اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو روایتیں آئیں، ایک مطابق قولِ صاحبین کہ امام کے نزدیک بھی مقتدیوں کو بین الخطبتین دعاً مانگنا جائز ہے، امام سفینا فی نے نہایت و امام اکمل الدین یابرتی نے عنایہ شروح ہدایہ میں فرمایا: هو الصحيح ہی صحیح ہے۔

سنتها خمسة عشرة، العتھا التعود فی نفسہ  
قبل الخطبة سادستھا البدایة بحمد اللہ  
تعالیٰ الخ ملخصاً۔  
اس کی پندرہ سنتیں ہیں، چوتھی یہ کہ خطبہ سے پہلے  
میں تَعُوذِ کا پڑھنا، چھٹی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے  
ابتداء کرنا الخ ملخصاً (ت)

پھر یہ کوئی ایسا امر نہیں جس پر تشدد و ضروری ہو، بہ نرمی سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو گروہ بندی و آثارتِ فتنہ کی حاجت نہیں و الفتنۃ اکبر من القتل (فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم  
۱۳۳۷ھ از جیل کان پور مرسلہ کلن خاں جمعدار ۱۲ اشوال ۱۳۳۱ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بصد تعظیم گزارش ہے کہ جیل میں جہاں پانچ چھ سو آدمی قیدی و حوالاتی اور ملازمین رہتے ہیں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جہاں پر صوم و صلوة کی جماعت کو عام اجازت ہے اس میں روک ٹوک نہیں مگر باہر کے لوگ بغیر اجازت اندر نہیں آسکتے نہ اندر کے باہر جاسکتے ہیں، پس جو مسلمان اندر جیل کے ہیں اور جن کی تعداد سو سے زائد ہے جمعہ کے روز جماعت سے نماز جمعہ ادا کریں یا نماز ظہر کی امید کہ بواپسی ڈاک جواب سے ہر فرازی بخشی جائے۔ زیادہ حدِ آداب!

## الجواب

جمعہ کی ایک شرط اذنِ عام ہے، جیل میں کوئی نہیں جاسکتا تو اس میں نماز جمعہ ناممکن و باطل ہے اور ظہر کی جماعت بھی ان کو جمعہ کے دن جائز نہیں جبکہ جیل حدودِ شہر میں ہو، بلکہ ہر شخص تنہا ظہر پڑھے ملازم ہو یا ماخوذ ہاں جیل بیرون شہر ہو تو ظہر بجماعت پڑھیں، تنویر الابصار میں ہے:

في الدر المختار ان المسلمين توارثوه فوجب  
اتباعهم اھ ای ثبت و تاکد۔

در مختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں میں توارث کے ساتھ  
ثابت ہے لہذا ان کی اتباع واجب ہے ۱۵۔  
یعنی ثابت اور موکد ہے۔ (ت)

نہ کہ ایسی سنت جہاں باوصف تحقق حاجت بجانب خلاف رخ نہ فرمایا ہو کہ اب تو اس کا خلاف ضرور مکروہ و اسادت  
ہوگا۔

اقول و تحقیقہ ان التذکیر بالعجمیۃ کان  
المقتضیٰ لہ بعینہ موجودا و المانع مفقودا  
ثم لم یفعلوہ فکان ذلک کفامنہم لا ترکا  
والکف فعل و الفعل یجری فیہ التوارث  
بخلاف الترتک اذ لا معنی لتوارثہ و لا مساع  
للتأسی فیہ لانہ غیر مفعول و لا مقدور  
کما نص علیہ الاکابر الصدور قال فی الاشباہ  
و النظائر الترتک لا یتقرب بہا الا اذا صار  
الترتک کفا و هو فعل و هو المکلف بہ فی النہی  
لا الترتک بمعنی العدم لانہ لیس داخلا  
تحت القدرۃ للعبد کما فی التحریر اھ  
ای تحریر الاصول للامام المحقق حیث  
اطلق رحمہ اللہ تعالیٰ اتقن هذا فانہ  
من اجل المهمات۔

اقول اس کی تفصیل یہ ہے کہ عجمی زبان میں وعظ و  
نصیحت کا تقاضا بعینہ موجود تھا اور مانع بھی کوئی نہیں  
تھا پھر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو یہ ان کا رکنا ہے  
ترک نہیں اور رکنا فعل ہے اور فعل میں توارث جاری  
ہوتا ہے بخلاف ترک کے، کیونکہ اس کے نقل ہونے  
کا معنی نہیں اور نہ ہی اس میں اقتدار جائز ہے کیونکہ  
وہ معمول سے نہیں اور نہ ہی قدرت میں جیسے کہ اس  
پر ہمارے اسلاف اکابر نے تصریح کی ہے، الاشباہ  
و النظائر میں ہے کہ ترک کے ساتھ تقرب نہیں  
ہو سکتا مگر اس صورت میں جب ترک کف کی صورت  
میں ہو اور وہ فعل ہوگا اور نہ ہی یہی مکلف بہ  
ہے نہ کہ ترک بمعنی عدم کیونکہ معدوم قدرت عباد کے  
تحت نہیں ہوتا جیسا کہ تحریر میں ہے ۱۵۔ اس سے  
مراد تحریر الاصول للامام المحقق المطلق نے

ذکر کیا ہے اسے اچھی طرح یاد کر لو کیونکہ یہ نہایت اہم معاملات میں سے ہے۔ (ت)

اذان ضرور بلانے اور ان لوگوں کو اطلاع وقت دینے کے لئے ہے مگر غیر عربی میں ہو تو ہرگز اذان ہی  
نہ ہوگی اگرچہ مقصود اعلام حاصل ہو جائے کہ اذان صرف سنت تھی جب فی نفسہ برخلاف سنت ہوتی راسا

۱۱۴/۱ باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہباتی دہلی  
۱۱۴/۱ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانية مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

عمل پر منع کرتا ہے تو گنہگار ہے و تفصیل المسألة فی فتاوانا و باللہ التوفیق (مسئلہ کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے اور یہ اللہ کی توفیق سے ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳۹ نیٹھور ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جفت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

جس جامع مسجد میں ایسا امام نماز پڑھاتا ہو جو صاحب جائداد ہے اور دوسری جائداد سووی روپیہ لے کر خریدی اور اس کے بدلنے کو چند اشخاص اہل شہر جن کا زور زیادہ ہے پسند نہیں کرتے بلکہ اگر کوئی اس بابت ذکر بھی کرے تو خوف فتنہ کا ہے ایسی صورت میں شہر میں سے کسی محلہ کے آدمیوں کو متفق ہو کر کسی دوسری مسجد میں جمعہ کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

اگر اس امام کے بدلنے پر قدرت نہ ہو تو شہر میں دوسری جگہ جہاں کوئی امام صالح امامت جمعہ پڑھاتا ہو وہاں جانا واجب ہے اور اگر شہر میں دوسری جگہ جمعہ ہوتا ہی نہ ہو یا اور امام بھی ایسی ناقابل امامت ہوں تو نیا امام سنی صحیح العقیدہ، صحیح خواں، صحیح الطہارۃ، مسائل و ان کہ فاسق معین نہ ہو مقرر کریں اور اس کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴۰ از حیدرآباد دکن محلہ سلطان پورہ مکان نمبر ۶/۲۹۵۴ مرسلہ مولوی محمد عبد الجلیل صاحب نعمانی مہتمم امور مذہبی ۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ و عیدین عربی عوام نہیں سمجھ سکتے ہیں کیا ان کے لحاظ سے اردو زبان ہی میں پڑھا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا ان اجرک علی اللہ تعالیٰ (بیان کر کے اجر پاؤ کہ تمہارا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ت)

### الجواب

زمان بרכת نشان حضور پر نور سید الانس و الجن علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے عہد صحابہؓ و تابعین عظام و ائمہ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و ماثور اور بانگہ صحابہ و من بعدہم من ائمہ الکرام کے زمانوں میں ہزار ہا بلاد عجم فتح ہوئے ہزار ہا جوامع بنیں، ہزار ہا منبر نصب ہوئے، عامر حاضرین اہل عجم ہوئے، اور ان حضرات میں بہت وہ تھے کہ مفتوحین کی زبان جانتے اس میں ان سے کلام فرماتے با اینہم کبھی مروی نہ ہو کہ خطبہ غیر عربی میں فرمایا یا دونوں زبانوں کا ملایا ہو کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی شرح الموطا (جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے شرح موطا میں ذکر کیا ہے۔ ت) سنت متوارثہ کا خلاف ناپسند ہے۔



باب مسجد پر اذان کا ذکر ہے اُس وقت تک اذان اول شروع تھی یا نہیں؟ اگر اُس وقت میں صرف ایک اذان تھی تو جب سے دوسری اذان شروع ہوئی اُس وقت بھی بقیہ خلفائے راشدین کے وقت میں اذان ثانی باب مسجد پر ہوتی تھی یا امام کے متصل منبر کے پاس؟ بدینوا توجروا

### الجواب

(۱) علمائے کرام نے کراہت لکھی اور اسے مطلق رکھا اور مطلق کراہت غالباً کراہت تحریم پر محمول ہوتی ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اذان دروازہ مسجد پر ہوا کی اور کبھی نہ حضور سے منقول نہ خلفائے راشدین سے کہ مسجد کے اندر اذان کہلوائی ہو، اور عادت کراہت تھی کہ مکہ وہ تیزی کو بیان جواز کے لئے کبھی اختیار فرماتے پھر اس میں ترک ادب بارگاہ الہی ہے واللعلم بالحق عند اللہ۔

(۲) حوض قدیم کی فصیل فنائے مسجد ہے نہ عین مسجد، ورنہ اس پر وضو ناجائز ہوتا اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) صدر خلافت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک وہی ایک اذان خطبہ تھی انھوں نے اذان اول زائد فرمائی مگر اذان خطبہ میں کوئی تبدیلی نہ کی، نہ کسی خلیفہ راشد سے اُس میں کوئی تفسیر منقول، ہاں امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں ہشام بن عبد الملک بادشاہ مروانی کی نسبت لکھا کہ اس نے سنت کو بدلا اس کا زمانہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی برس بعد ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۲ مستولہ مولوی فضل الرحمان صاحب از چھاؤنی صدر بازار فیروز پور پنجاب ۱۹ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ مرقومۃ الذیل میں کہ ایک قلعہ میں جہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں اور نہ ملازمان کو باہر بجز وقت معینہ کے منجملہ پانچ صد مردمان مسلمان ملازمان کے ایک جماعت وہاں نماز جمعہ باجائز مشہرہ گورنمنٹ قائم کرتی ہے وہاں بنائے مسجد نہیں ہے نیز متصل قلعہ مذکور کے شہر اور چھاؤنی صدر بازار میں چند جگہ دیگر مساجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے کیا اس جماعت کا جمعہ ادا ہو جاتا ہے؟ بعض علمائے دین نے بحوالہ فتاویٰ عالمگیری و درمختار بباعث عدم اذن عام اور جماعت مذکور کو مجوسین وغیرہ کا مقیس علیہ قرار دے کر عدم جواز اور نادرست ہونے نماز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے بحوالہ عبارت شامی کہ

قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لاتقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افادہ التعلیل تامل۔

میں کہتا ہوں کہ مناسب یہ ہے کہ محل نزاع وہ صورت ہے جب ایک ہی مقام پر جمعہ کا قیام ہو اور اگر متعدد جگہ ہو تو پھر محل نزاع نہیں کیونکہ پھر تفویت متحقق نہیں جیسا کہ علت کے بیان نے فائدہ دیا ہے، غور کرو۔ (ت)

وقت ہوگئی تنویر میں ہے ،

اذان، الفاظ مخصوص میں بطریق مخصوص اطلاع دینا ہے۔ (ت)

الاذان اعلام مخصوص علی وجه مخصوص بالفاظ كذلك

ردالمحتار میں ہے :

اس میں اشارہ ہے کہ یہ فارسی میں جائز نہیں اگر یہ معروف ہو کہ یہ اذان ہے اور یہی اظہر واضح ہے جیسا کہ سراج میں ہے۔ (ت)

اشار الی انه لا یصح بالفارسیۃ وان علم انه اذان وهو الاظہر والاصح کما فی السراج۔

خطبہ ضرور وعظ و تذکیر کے لئے ہے جیسے نماز کہ ذکر کے لئے ہے قال اللہ تعالیٰ اقم الصلوٰۃ لذكوری (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) اور خود قرآن عظیم کہ اس کا تو نام ہی ذکر حکیم ہے اور اس کے نہ سمجھنے پر سخت انکار فرماتا ہے افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا (کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔ ت) پھر جس کی سمجھ میں عربی نہ آئے نہ اُس کے لئے نماز و قرآن اردو یا بنگلہ یا انگریزی کر دئے جائیں گے نہ خطبہ و اذان، یہ اس کا اپنا قصور ہے اس کا دین عربی، نبی عربی، کتاب عربی، پھر عربی اتنی بھی نہ سیکھی کہ اپنا دین سمجھ سکتا۔ انگریزی کی حالت دیکھئے اس پر کیسے اندھے باڈے ہو کر گرتے ہیں کہ دو پیسے کمانے کی امید ہے اور عربی جس میں دین ہے ایمان ہے اُس سے کچھ غرض نہیں اللہ تعالیٰ توفیق و ہدایت بخٹے، امین واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۴۱ھ ازسلی بحیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب، صفر ۱۳۲۲ھ  
۱۳۴۳  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

- (۱) اذان ثانی جمعہ کے دن امام کے قریب اندر مسجد کے جو مروج ہے اس میں کراہت یعنی کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟
- (۲) فصیل حوض خارج مسجد ہے یا داخل مسجد؟
- (۳) ابوداؤد کی حدیث میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وقت میں

۶۲ / ۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب الاذان	۱۳ / ۲۰
۲۸۲ / ۱	مطبوعہ مصطفیٰ ابابائی مصر	باب الاذان	۲۴ / ۲۴

**مسئلہ ۳۲۵** مستولہ محمود حسن صاحب از بھتی پوسٹ باقی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ میں اتنی اشخاص حقیقہ اور بیس اشخاص  
 شافعیہ ہر دو مذہب کے درمیان شافعی امام جمعہ میں خطبہ کے دو رکعت فرض پڑھا کے حنفیوں نے نماز سے فارغ  
 ہوئے بعد مذکور امام نے اپنے مذہب والوں کو لے کر پھر دوبارہ چار رکعت فرض نماز پڑھواتا ہے لیکن ہر دو  
 مذہب والوں کے ساتھ دو رکعت فرض پڑھنے سے شافعیہ مذہب کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟

### الجواب

اگر وہ امام شافعی المذہب نیت جمعہ میں شک و تردد کو راہ نہیں دیتا خالص صحیح نیت فرض جمعہ کی کرتا ہے تو  
 اُس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جبکہ فرض مذہب حنفی کا پابند ہو مثلاً قصد لے کر یا زخم خواہ پھوڑیا سے پیپ یا پانی  
 بہہ کر ضرور وضو کر لیتا ہو وہ درودہ سے کم پانی میں اگر نجاست پڑ جائے اس سے طہارت نہ کرتا ہو وضو میں چہارم سر  
 سے کم کے مسح پر قناعت نہ کرتا ہو وضو کئے ہوئے پانی سے دوبارہ وضو نہ کرتا ہو و علیٰ ہذا القیاس اگر ان باتوں  
 کی رعایت کرتا ہے تو اُس کے پیچھے نماز جائز ہے اگرچہ اولیٰ حنفی کے پیچھے ہے اگر رعایت نہ کرتا ہو تو اس  
 کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو تو مکروہ ہے کما حقہ کل ذلک فی البحر والدر و غیرہما  
 (جیسا کہ اس تمام کی بحر اور دروغیہ میں تحقیق ہے۔ ت) اور جمعہ کی نیت کے ساتھ شک کرتا ہو تو اس کے  
 پیچھے نماز باطل ہے کہ لا نیتہ الا بالعزم ولا عزم مع الشک (عزم کے بغیر نیت نہیں اور شک کی صورت  
 میں عزم نہیں ہوتا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۳۲۶** از پبلی بھیت محلہ محمد شیر خاں مستولہ عبداللطیف خاں صاحب ۲۲ صفر المنظر ۱۳۳۲ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جامع مسجد کے امام معین کے بغیر  
 اذن دوسرے شخص نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ بھی امام معین کے بے اذن پڑھائی اور امام مذکور اس میں شریک  
 نہ ہوا اس صورت میں وہ نماز ہوئی یا نہیں، اگر نہ ہوئی تو ظہر کی قضا فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ بے اجازت خطیب معین دوسرا شخص خطبہ نہیں پڑھ سکتا، اگر پڑھے گا  
 خطبہ جائز نہ ہوگا، اور خطبہ شرط نماز جمعہ ہے، جب خطبہ نہ ہو نماز بھی نہ ہوئی، غلطی میں ہے؛  
 مراحل خطبہ یوم الجمعة بغیر اذن الامام کسی شخص نے اذن امام کے بغیر خطبہ جمعہ دیا حالانکہ  
 والامام حاضر لا يجوز ذلك الا امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں البتہ اس صورت  
 ان یکون الامام امره بذلك کذا میں جب امام نے اسے حکم دیا ہو، جیسا کہ

درست ہونے نماز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے ، بیٹو ابالدلیل توجروا بالاجر جزیل (دلیل سے بیان کر کے  
اجر عظیم پائیں۔ ت)

## الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جبکہ قلعہ کی بندش ہے ، باہر کا کوئی شخص نماز کے لئے اس میں نہیں جا سکتا تو  
اذنِ عام نہ ہوا ، اور اذنِ عام فی نفسہ شرطِ جمعہ ہے ، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قول کسی سے نقل نہ فرمایا  
بلکہ یہ اُن کا اپنا خیال ہے جسے وہ قُلْتُ سے شروع فرماتے ہیں اور خود اُن کو بھی اس پر وثوق نہیں کہ آخریں قائل  
کا حکم فرماتے ہیں ، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل بحث نہیں ان کی بحث کا اگر مسئلہ منصوصہ کے خلاف ہونا معلوم  
نہ بھی ہوتا ہم وہ ایک بحث ہے جو حجت نہیں ہو سکتی نہ کہ جب اُن کی بحث مخالف منقول و منصوص واقع ہے  
کہ ایسی بحث تو امام ابن الہمام کے بھی مقبول نہیں ہوتی جس کی خود علامہ شامی نے جا بجا تصریح فرمائی کما بینا  
فی کتابنا فصل القضاء فی رسم الافشاء (جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "فصل القضاء فی رسم الافشاء" میں  
بیان کیا ہے۔ ت) براہِ بشریت یہ بحث اسی طرح واقع ہوئی ، فقیر نے رد المحتار پر اپنی تعلیقات میں اس مسئلہ  
کی بحث تمام کر دی ہے اس میں سے یہاں صرف یہ چند کلمات کافی ہیں کہ امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کا شاہ فی کتاب  
مستطاب بدائع اور اُن کے سوا اور ائمہ اپنی تصانیف میں اور اُن سب سے امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نقل فرماتے ہیں ،  
السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم مع امراء  
السلطان فی المسجد الجامع قال ان فتح باب  
دارہ جاز ، وتكون الصلوة فی موضعین ، ولو  
لوی اذن للعامة و صلی مع جیشہ لا تجوز  
صلوة السلطان وتجاوز صلوة العامة۔  
جب سلطان نے اپنی دار میں اور قوم نے اس کے حکم سے  
جامع مسجد میں جمعہ ادا کیا تو انہوں نے فرمایا اگر درکار دروازہ  
کھولا تھا تو جائز ، اور نماز دونوں جگہ ہو جائے گی ، اور اگر  
عوام کو اذنِ عام نہ تھا اور بادشاہ نے اپنے لشکر کے  
ساتھ جمعہ ادا کیا تو سلطان کی نماز جائز نہیں البتہ عوام  
کی نماز جائز ہوگی۔ (ت)

دیکھو یہ نص صریح ہے اجلہ ائمہ کی نقل اور محرر مذہب امام محمد سے بلا خلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا  
اور قلعہ میں بھی سلطان نے پڑھا اگر قلعہ میں آنے کا اذنِ عام دیا تھا تو دونوں جمعے صحیح ہو گئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا  
اور قلعہ کا باطل صاف ثابت ہوا کہ اذنِ عام فی نفسہ شرطِ صحتِ جمعہ ہے اگرچہ جمعہ متعدد جگہ پایا جائے اور تقویت  
لازم نہ آئے و لیس بعد النص الا الرجوع الیہ (نص پائے جانے کے بعد اس کی طرف رجوع کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ت)

مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی تصریح ہے اور ہر مکروہ منہی عنہ ہے، ردالمحتار میں قبیل احکام مسجد ہے؛ لایلزم منہ ان یکون مکروہا لاینہی خاص لان الکراہۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل

اس سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا مگر یہ کہ نہی خاص وار ہو کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے، لہذا اس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

اور اجتناب ممنوع، ایسا ن مطلوب سے اہم و اعظم ہے، اشباہ میں ہے،

شریعت کے ممنوعات کا اہتمام اس کے مامورات سے زیادہ ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شئی کا حکم دوں تو اس کو استغناء کے مطابق بجالاؤ اور اگر میں تمہیں کسی شئی سے منع کروں تو اس سے بچو۔ الکشف میں یہ حدیث منقول ہے ایک ذرہ کے برابر اس کام سے رک جانا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا جن وانس کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رفع مشقت کے لئے واجب کا ترک جائز ہوتا ہے لیکن ممنوعات پر عمل کی اجازت نہیں۔ (ت)

اعتناء الشریع بالمنہیات اشد من اعتنائہ بالماہورات؛ ولذا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا امرکم بشئی فاتوا منه ما استطعتم وان نہیتکم عن شیء فاجتنبوه وروى فی الکشف حدیثاً لترك ذرۃ مما نہی اللہ تعالیٰ عنہ افضل من عبادة الثقلین ومن ثم جاز ترک الواجب دفعا للمشقة ولو یسامح فی الاقدام علی المنہیات

**ثانیاً** محاذاتِ خطیب ایک مصلحت ہے، اور مسجد کے اندر اذان کہنا مفسدات اور جلبِ مصلحت سے سلبِ مفسدات اہم ہے۔ اشباہ میں ہے،

درء المفسد اولیٰ من جلب المصلح

مفسد کا دفع کرنا مصلح کے حصول سے بہتر ہے (ت) وجہ مفسدات ظاہر ہے کہ دربار ملک الملوک جل جلالہ کی بے ادبی ہے شاہد اس کا شاہد ہے دربار شاہی میں اگر چوب دار عین مکانِ اجلاس میں کھڑا ہوا چلائے کہ درباریو چلو سلام کو حاضر ہو ضرور گستاخ بے ادب ٹھہرے گا، جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ انہیں کچریوں کو دیکھ لے کہ مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری

فی فتاویٰ قاضی خان۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے (ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ امام معین کے بغیر اذن اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھائے تو نماز نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ امام اُس نماز میں شریک ہو جائے۔ فتاویٰ سراجیہ و درمختار میں ہے :

لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز  
الا اذا اقتدی به من له ولاية الجمعة۔  
اگر کسی نے اذن خطیب کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں  
البتہ اس صورت میں جب مقتدی ایسا شخص ہو

جو جمعہ کا والی تھا (ت)

یہاں کہ خطبہ بھی بے اجازت امام پڑھا گیا اور نماز بھی بے اُس کی اجازت کے پڑھائی گئی اور امام اس میں شریک نہ ہوا تو دو وجہ سے وہ نماز ناجائز ہوئی اُن پر ظہر کی قضا لازم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ  
اتموا حکم۔

۱۳۴۷ھ مولوی نعیم الدین صاحب از مراد آباد ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

حضور عالی سلام نیاز۔ میں جمعہ کی نماز قلعہ کی مسجد میں پڑھاتا ہوں اُس مسجد کا وسیع صحن ہے مسجد سے باہر راستہ ہے جو ایک بانس کے قریب مسجد کے فرش سے نیچا ہے کوئی جگہ ہی نہیں جہاں مؤذن کھڑا ہو سکے سخت حیرانی ہے یا بعض ایسی مسجدیں ہیں کہ ان میں بعد صحن کے کسی دوسرے شخص ہندو وغیرہ کی دیواریں ہیں کہ اُن دیواروں پر میز نہ نہیں بنایا جاسکتا ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ بیٹو! توجروا

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما۔ ت) یہاں دو سنتیں ہیں، ایک محاذاتِ خطیب، دوسرے اذان کا مسجد سے باہر ہونا۔ جب ان میں تعارض ہو اور جمع ناممکن ہو تو ارجح کو اختیار کیا جائے گا کما هو الضابطۃ المستمرة الغیر المنخرمة (جیسا کہ دائمی اور نہ ٹوٹنے والا ضابطہ ہے۔ ت) یہاں ارجح واقوی سنت ثانیہ بوجہ اولاً مسجد میں اذان سے نہی ہے، قاضی خان و خلاصہ و خزائنہ المفضین و فتح القدر و بحر الرائق و برجندی و علمگیری میں ہے، لا یؤذن فی المسجد (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) نیز فتح القدر و نظم و ططاوی علی المراق و غیرہ میں

- |       |                              |                               |       |
|-------|------------------------------|-------------------------------|-------|
| ۱۴۵/۱ | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | باب السادس عشر فی صلوة الجمعة | ۱۴۵/۱ |
| ۱۱۰/۱ | مطبوعہ مجتہدانی دہلی         | باب الجمعة                    | ۱۱۰/۱ |
| ۵۵/۱  | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | فصل فی کلمات الاذان والاقامة  | ۵۵/۱  |

عن النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (ت)

تو اس ادب کی طرف خود حدیث میں اشارہ موجود ہے اور علماء نے اس مانعت کو ذکر کے لئے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی، درمختار میں ہے،

یحرم فیہ (ای فی المسجد) السؤال ویسکرہ الاعطاء و رفع صوت بذاکر الا للمتفقہۃ بلہ (مسجد میں) سوال کرنا حرام ہے اور دینا مکروہ ہے اور ذکر کے لئے آواز کو بلند کرنا بھی، البتہ دین پڑھانے اور سمجھانے والا آواز بلند کر سکتا ہے۔ (ت)

تو اصل منع ہے جب تک ثبوت خاص نہ ہو جیسے اقامت و قرأت نماز، لیکن یہاں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اندرون مسجد اذان کا ہرگز ثبوت نہیں، تو اگر کچھ اور دلیل نہ ہوتی اسی قدر اس کے بے ادبی و ممنوع ہونے کو بس تھا بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے جس کے لئے مساجد کی بنا نہ ہو، صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا س دھا اللہ علیک فان المساجد لہ تبین لہذا۔

جو گئی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اُس سے کہو اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔ (ت)

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا، درمختار وغیرہ میں ہے: کسرة الفناد ضالۃ (گمشدہ شئی کا (مسجد میں) اعلان کرنا مکروہ ہے۔ (ت) تو اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لئے مسجد میں پوچھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجدیں اس لئے نہ بنیں، اگر اذان دینے کے لئے اس کی بنا ہوئی تو ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلاتے یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے، مسجد جس کے لئے بنی زمانہ اقدس میں اسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول، تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا، ہمارے بھائی اگر گردنیں عظمت الہی کے حضور جھکا کر آنکھیں بند کر کے براہ انصاف نظر فرمائیں تو جو بات ایک منصف یا جسٹ کی پکھری میں نہیں کر سکتے

مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی ۹۳/۱  
نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۱۰/۱

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا  
باب نہی من اکل ثوما الخ

لے درمختار  
۲ صحیح مسلم

کرہ سے باہر پکاری جاتی ہے چہرہ اسی خود کمرہ کچھری میں کھڑا ہو کر چلائے اور حاضر یاں پکارے تو ضرور مستحق سزا ہو اور ایسے امور ادب میں شرعاً عرف معہود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں :

یحال علی المعہود من وضعها حال قصد  
التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ  
تحت السرۃ۔

عالت قیام میں بقصد تعظیم جو معروف ہو اس کے  
مطابق ہاتھ باندھے جائیں گے اور جس معروف کا  
مشاہدہ ہے وہ یہی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ  
باندھنا ہے۔ (ت)

اسی بناء پر علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں جوتا پہننے جانا بے ادبی ہے حالانکہ صدر اول میں یہ حکم  
نہ تھا۔ فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ عالمگیری میں ہے : دخول المسجد متنعلًا مکروہاً (مسجد میں جوتا پہن کر  
داخل ہونا مکروہ ہے۔ ت) عمدۃ المفتین و ردالمحتار میں ہے : دخول المسجد متنعلًا من سوء  
الادب (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے۔ ت) مسئلہ اولی یعنی ناف کے نیچے ہاتھ  
باندھنے میں کوئی حدیث موافق نہ تھی اور ثانیہ میں حدیث بخلاف تھی یا اینہما امور ادب میں عرف مشاہد کا  
اعتبار فرمایا تو جہاں خود حدیث بھی موافق ہی موجود ہے ادب معروف کا لحاظ نہ کرنا کس درجہ گستاخی و بیباکی  
ہے معہذا حدیث نے مسجد میں چلانے سے بھی منع فرمایا ہے، بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے :

اخرج المنذری مرفوعاً جنبوا مساجدکم  
صبیانکم و مجانینکم و بعیکم و شراءکم  
ورقع اصواتکم قلے رواہ ابن ماجہ  
عن واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ  
عنه و عبد الرزاق فی مصنفہ بسند اسلم  
عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام منذری نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) اپنی مسجدوں کو  
اپنے بچوں اور دیوانوں اور خرید و فروخت اور  
آواز بلند کرنے سے بچاؤ۔ میں کہتا ہوں اسے  
ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ اور  
امام عبد الرزاق نے مصنف میں محفوظ سند سے

۲۴۹/۱	مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر	باب صفۃ الصلوۃ	۱ فتح القدر
ص ۷۱	نو لکھنؤ	باب المسجد از کتاب الکرامیۃ	۲ فتاویٰ سراجیہ
۴۸۶/۱	مصطفیٰ البابی مصر	مطلب فی احکام المساجد	۳ ردالمحتار
			۴ ایضاً



ہی باقی رکھا اور اس وقت خطیب منبر پر ہوتا، پھر جب ہشام والی بنے تو جو اذان منار پر ہوتی تھی اسے منبر پر چڑھنے کے وقت منبر کے سامنے کر دیا۔ (ت)

عليه وسلم على المنار والخطيب على المنبر  
اذ ذاك ثم لما تولى هشام نقل الاذان  
الذي كان على المنار حين صعود الامام على المنبر  
بين يديه له (مختصاً)  
یہاں تک کہ فرمایا،

یعنی روشن ہوا کہ اس اذان کا مسجد میں خطیب کے سامنے کہنا بدعت ہے جسے ابتداءً بعض لوگوں نے اختیار کیا پھر اس کا ایسا رواج پڑ گیا گویا وہ سنت ہے حالانکہ شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں وہ تو یہی ایک عادت ہے کہ لوگوں کے جی اس میں لگ گئے تو جو اس پر انکار کرے ان کے زعم میں گویا وہی بدعت نکالتا ہے تو انا لله وانا اليه راجعون حتی لوگوں میں کیسا اٹھا ہو گیا کہ حق کو باطل، باطل کو حق سمجھنے لگے اھ مختصراً

فقد بان ان فعل ذلك في المسجد بين  
يدي الخطيب بدعة فيتمسك بعض الناس  
بها تين البدعتين ثم صار كانه سنة معمول بها وليس  
له اصل في الشرع وانما هي عوائد وقع  
الاستئناس بها قصار المتكررها كانه ياتي  
بدعة على نرا عمهم فانا لله وانا اليه  
راجعون على قلب الحقائق اھ مختصراً

علامہ یوسف بن سعید سقظلی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح عثمانیہ میں فرماتے ہیں:

دوسری اذان زمانہ قدیم میں منار پر ہوتی تھی اہل مغرب کا اب تک اسی پر عمل ہے، امام کے سامنے اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ اس پر برزلی نے تصریح کی اور امام مالک نے اس سے منع فرمایا، اذان کا اس وقت منار پر دینا جب امام منبر پر ہو یہی مشروع ہے اھ سکندری اھ اختصاراً (ت)

الاذان الثاني كان على المنار في الزمن القديم  
وعليه اهل المغرب الى الان وفعله بين  
يدي الامام مكروه كما نص عليه البرزلي  
وقد نهى عنه مالك وفعله على المنار  
والامام جالس هو المشروع اھ سکندری اھ  
باختصار۔

۱۰ المدخل لابن الحاج  
۱۱ فصل في ذكر البدع التي احدث في المساجد مطبوعه دار الكتاب العربيه بيروت ۲/۲۱۲

۱۲ حاشیہ جواہر زکیہ شرح المقدمۃ العشماویۃ

اعلم الحاکمین عزوجلالة کے دربار کو اس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں نہ کہ حدیث کا وہ ارشاد، پھر کتب معتدہ فقہ کی یہ صریح تصریحات کہ مسجد میں اذان منع ہے سب کچھ دیکھیں اور ایک رواج پر اڑے رہے ہیں، ذی انصاف بھائیو! یہ آپ کی شان نہیں۔

**ثالثاً** محاذاتِ خطیب ایک اختلافی سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہاں نقل مختلف ہے بکثرت ائمہ مالکیہ اذان ثانی جمعہ کے رُوئے بروئے خطیب ہونے ہی کو بدعت بتاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں یہ اذان بھی منارہ ہی پر ہوتی تھی جیسے پنجگانہ کی اذان، علامہ خلیل ابن اسحق مالکی توضیح فرماتے ہیں:

اختلف النقل هل كان يؤذن بين يدي  
صلى الله تعالى عليه وسلم او على المنار الذي  
نقله اصحابنا انه كان على المنار نقله ابن  
القاسم عن مالك في المجموعه ونقل ابن عبد البر  
في كافيته عن مالك ان الاذان بين يدي  
الامام ليس من الامر القديم.

نقل میں اختلاف ہے کہ کیا اذان نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دی جاتی تھی یا اس منار پر جس کے بارے میں ہمارے اصحاب نے نقل کیا کہ اذان منار پر ہوتی تھی، اسے ابن القاسم نے مجموعہ میں امام مالک سے نقل کیا اور شیخ ابن عبدالبر نے کافی میں امام مالک سے نقل کیا کہ امام کے سامنے اذان دینا امر قدیم نہیں ہے۔ (ت)

امام ابن الحاج کی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں،

ان السنة في اذان الجمعة اذا صعد الامام  
على المنبر ان يكون المؤذن على المنار كذلك  
كان على عهد النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم و ابي بكر وعمر و صدر من خلافة  
عثمن رضى الله تعالى عنهم، ثم زاد عثمان  
رضى الله تعالى عنه اذانا آخر بالزوراء  
وهو موضع بالسوق و ابقى الاذان الذي  
كان على عهد رسول الله صلى الله تعالى

جمعہ کی اذان میں سنت یہ ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن منار پر اذان دے۔ یہی طریقہ جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ابتدائی دور میں تھا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا جو بازار میں مقام زوراء پر دی جاتی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی اذان کو منار پر

لہ المختصر فی فروع المالکیة

لہ کافی فروع المالکیة

بخلاف اذان مسجد کہ مالکیہ بھی اسے ممنوع جانتے ہیں۔ مدخل میں ہے :

فصل فی النهی عن الاذان فی المسجد فیمنع  
من الاذان فی جوف المسجد لوجوه احدھا  
انہ لم یکن من فعل من مضی الخ  
مسجد میں اذان ممنوع ہونے کے بیان میں فصل مسجد  
میں اذان کئی وجہ سے منع ہے ان میں سے ایک وجہ  
یہ ہے کہ اسلاف کا طریقہ نہیں رہا الخ (ت)

تو ثابت ہوا کہ اذان بیرون مسجد ہونا ہی محاذاتِ خطیب سے اہم و اعظم و اکو الزم ہے تو جہاں دونوں نہ پڑیں  
محاذاتِ خطیب سے درگزیں اور منارہ یا فصیل وغیرہ پر یہ اذان بھی مسجد سے باہر ہی دیں ہذا کلمہ ما ظہر  
لی والعلہ بالحق عند ربی (یہ تمام مجھ پر واضح ہوا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ  
سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتہ و احکم۔

مسئلہ ۱۳۳۸ مسئلہ اقبال حسین از قصبہ سرولی ضلع بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت، یا دونوں  
فرض ہیں۔ بینوا تو جروا۔

## الجواب

خطبہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف بقدر الحمد فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک  
ذکر طویل جیسے عرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ خطبہ اولیٰ بلکہ اُس کے بعض سے ادا ہو جاتا ہے مگر جب  
کوئی مطلقاً ماوربہ ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اس کے ایک حصے کو جو ادنیٰ درجہ اطلاق مطلق کا ہو ماوربہ ٹھہرائیں  
باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اسی مطلق کا فرد ہے تو سب اسی صفت سے متصف ہوگا جیسے فرض  
قرارت نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اب یہ نہ کہیں گے کہ الحمد شریف کی پہلی آیت فرض تھی باقی اُس کا  
غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرے سب زیر فرض داخل ہوں گے کہ فاقراوا  
ما تیسرو من القرآن (پس قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ ت) کا فرد ہے ولہذا اگر سورۃ  
فاتحہ پڑھ کر سورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کر کے سورت پڑھے  
اور رکوع میں جائے حالانکہ واجب کے لئے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ولہذا اگر پہلی التحیات بھول کر پورا کھڑا ہو گیا  
اب عود کی اجازت نہیں مگر سورت کے لئے خود شرع نے عود کا حکم فرمایا کہ جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض  
ہی میں واقع ہوگا تو یہ واجب کی طرف عود نہیں بلکہ فرض کی طرف، ولہذا اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا نماز نہ ہوگی کہ

لے المدخل لابن الحاج فصل فی النهی عن الاذان مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۲۵۱/۲

شنیعہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔  
 پلا جانا بدترین بدعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 محمد عیسیٰ عفی عنہ۔ المجیب مصیب عند اللہ عبدالرحمن ولد مولوی محمد عیسیٰ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ اللهم ارنا الحق  
 وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا  
 اجتنابه۔  
 اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت ہی مہربان  
 اور رحم والا ہے، اے اللہ! ہمیں حق دکھا اور  
 اس پر چلنے کی توفیق دے اور ہمیں باطل دکھا اور  
 اس سے بچنے کی توفیق دے۔ (د ت)

مجیب لمیب نے زینہ اترنے کا ناجائز ہونا بلکہ بدعت شنیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے  
 جو ان کی کتاب کحفہ میں ہے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز ناجائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت  
 شنیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے، طریقہ محمدیہ کی شرح میں لکھا ہے،

ان المسئلة الواقعة متى امکن تخريجها  
 على قول من الاقوال في مذهبنا ومذهب  
 غيرنا فليست بمنكر يجب انكاره والنهي  
 عنه وانما المتكر ما وقع الاجماع على  
 حرمة والنهي عنه خصوصا انتهى مختصرا۔  
 یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج  
 ہمارے حنفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو  
 شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق  
 اُس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا  
 انکار کرنا اور اُس سے منع کرنا واجب ہو بلکہ ایسا اس منکر کیلئے

جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو انتہی مختصراً (د ت)

اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ اس زینہ اترنے کی وجہ کیا ہے، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی  
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ نو لکسٹور میں تحریر فرماتے ہیں،

میدانید کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین کہ در زینہ پایہ سہ فرد آدمی خوانند و چشم چلیست اس  
 تواضعیست کہ سلاطین عظام نسبت باں سرور و بخلفائے راشدین علیہ و علیہم الصلوٰت و التسلیمات  
 نموده اند و جائز نداشتہ اند کہ اسامی ایشان با اسامی اکابر دین در یک درجہ مذکور شود شکر اللہ سعیم  
 انتہی۔

علامہ حسین کا شفی مولف تفسیر حسینی اپنی کتاب ”ترغیب الصلوٰۃ“ میں فرماتے ہیں،

۶۰۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الحجۃ	رد المحتار
۳۰۹/۲	مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	النوع الثالث الثلاثون	طریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ
۱۶۲/۲	مطبوعہ نو لکسٹور لکھنؤ	مکتوب نود و دوم	مکتوبات امام ربانی

مرقاۃ الجمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان  
(تعریف حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق)

مسئلہ ۱۳۲۹ از احمد آباد گجرات محلہ چکلہ کالوپور متصل پل گلیارہ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب  
۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جوابوں میں کون سا جواب اسحق بالقبول ہے؟  
سوال: علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں خطیب کو خطبہ ثانی  
میں منبر سے ایک سیڑھی اترنا اور پھر چڑھ جانا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟ بدینو البسند الکتاب و  
توجروا فی یوم الحساب۔

الجواب هو الصواب: صورت مسئلہ میں خطیب کو سیڑھی اترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے  
جیسا کہ شامی جلد اول صفحہ ۸۶۰ میں مذکور ہے:

ابن حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے یہ بحث کی ہے  
کہ یہ جو عادت بنالی گئی ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت  
منبر کی نچلی سیڑھی اور پھر دوبارہ اوپر والی سیڑھی پر

قال ابن حجر فی التحفة وبحث بعضهم  
ان ما اعتيد الان من النزول في الخطبة  
الثانية الى درجة سفلى ثم العود ببدعة قبيحة

یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو ایسی چیز نکالی جائے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اجماع امت کے مخالف ہو وہ بدعت ضلالت و بدعت قبیحہ شنیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جائے کہ وہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے انتہی بلکہ وہ بدعت حسنہ ہے بالجملہ فعل بدعت غیر مذمومہ میں جن کے اقسام ثلاثہ مشہورہ اعنی واجبہ، مندوبہ و مباحہ ہیں ان میں سے ایک میں داخل ہے۔

قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ما احدث مما یخالف کتاب او السنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئاً من ذلك فلیس بمذموم انتہی۔

اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ زینہ اترنا کون سی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریف کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے۔ جب ان ادلہ مذکورہ کے خلاف نہ ہو تو مطابق فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت نہ ہو اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول ”وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئاً من ذلك فلیس بمذموم“ (جو ایسی نیکی ایجاد کی جائے جو مذکورہ اشیاء، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اقوال صحابہ اور اجماع امت) کے خلاف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہوتی۔ ت) میں داخل ہوا اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھو کہ اس زینہ اترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ کہنا مردود و مطرود ہو گیا، عاقل منصف کے لئے اشارہ کافی ہے،

یہ میرے نزدیک ہے اور اللہ سب سے خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم اتم اور کامل ہے۔ (ت)

هذا ما عندی واللہ اعلم وعلما جبل مجدہ اتم واحکم۔

سب تعریف اللہ کے لئے جس نے قرآن مبین اس ذات اقدس پر نازل فرمایا جو لامکان کی بلندیوں پر فائز ہوئی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین، اور اسی کی طرف مبارک کلمات بلند ہوئے ہیں، الحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

حرره الفقیر الی ربہ القدیم عبد الرحیم عفی عنہ  
الحمد للہ المنزل القرآن المبین ۛ علی  
عارج معارج التقرب المکین صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین ۛ الیہ یصعد  
الکلم الطیب والحمد للہ رب العلمین ۛ

ازان پایہ منبر کہ حمد و ثنا و درود گفتہ و ذکر خلفائے کرام کردہ نشیب آید و ذکر دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالا رفتہ خطبہ باقیہ تمام کند انتہی۔

مطلب عبارت مکتوبات کا یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی جان لیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو نیچے کے زینے منبر پر اتر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، آنجناب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تواضع و فروتنی ہے کہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں نے بہ نسبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے راشدین آل سرور کائنات علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کی ہے اور ان بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے کہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسامی اکابر دین کے ایک درجہ میں مذکور ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری ان نیکبخت بادشاہوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں کی کوشش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور مطلب عبارت "ترغیب الصلوٰۃ" کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینہ معلومہ پر حمد و ثنا و درود پڑھ کر اور ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کر کے نیچے کے زینہ پر خطیب آئے اور ذکر و دعائے سلطان کر کے جب دعائے سلطان تمام ہو جائے پھر اوپر کے زینہ پر پڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے۔

اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے حنفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اترنے کے لئے ملا حسین کاشفی حنفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ بوجہ مذکور الصدر کے یہ زینہ اترنا جاری ہوا ہے اب جو علماء اس کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بدعتِ قبیحہ و منکر مطابق عبارت شرح طریقہ مجددیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور ماخوذ فیہ میں خود ہمارے حنفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اترنا بدعت کیسے ہوا، ہاں جو علماء اس کو بدعت قرار دیتے ہیں حنفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعتِ قبیحہ ہونا ثابت کریں یا کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینہ اترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحتاً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو تو اس سے منع کرنا واجب ہوگا ورنہ خسر القتاد (جبکہ اس کے آگے مضبوط کاوٹ ہے۔ ت) اور جو علماء اس زینہ اترنے کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں ان پر یہ بات ضرور ہے کہ اس کا بدعتِ قبیحہ شنیعہ ہونا ثابت کریں، مرقاة شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۷۹ میں ہے :

لے ترغیب الصلوٰۃ لعلامہ حسین کاشفی

تحت میں داخل ہو کہ ایسے کلیات سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں؟ جواب ہوگا کہ حرام، یہ صورت خاصہ اگرچہ اصلاً کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز بحث فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کلیہ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جو ارتضاع ہو موجب تحریم ہے تو ثابت ہو کہ علامہ شامی یا امام ابن حجرؒ سے کسی کلیہ مذہب کے نیچے بھی صراحتاً داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجر و بحث بعضہم (ابن حجر نے کہا اور اس میں بعض نے بحث کی ہے۔ ت) پر اکتفا نہ کرتے، پھر بعضہم (کم از کم۔ ت) کے لفظ نے اور بھی اشعار کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علماء اس کے مخالف ہیں یا لا اقل ان کی موافقت ثابت نہیں، خود علامہ شامی نے اسی ردالمحتار میں اس اشارہ و اشعار کی جا بجا تصریح کی، درمختار میں نظم الفرائد سے نقل کیا: ص  
واعتاقہ بعض الاثمۃ ینکرہ  
(بعض ائمہ کا اسے آزاد قرار دینا ناپسند ہے۔ ت)

اس پر علامہ شامی نے اعتراض نقل فرمایا:

مفہوم قولہ بعض الاثمۃ ینکرہ نہ یجوزہ  
 اکثرہم ولم ینقل ذلك الخ  
 بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اس قول کی بے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے، درمختار کتاب الغصب میں تھا:  
 اختار بعضہم الفتویٰ علی قول الکرخی فی  
 زماننا۔  
 ہمارے زمانے میں بعض نے امام کرخی کے قول پر  
 فتویٰ دیا ہے۔ (ت)

شامی نے کہا:

هذا من کلام الزیلعی اتی بہ لا شعار هذا  
 التعبیر بعدم اعتمادہ (ملخصاً)  
 یہ امام زیلعی کا کلام ہے ان کی یہ تعبیر واضح کر رہی ہے  
 کہ یہ معتد نہیں (ملخصاً)۔ (ت)

۲۶۲/۲	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الصیہ	۱۰ درمختار
۳۳۹/۵	مصطفیٰ البابی مصر	"	۱۰ ردالمختار
۲۰۶/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الغصب	۱۰ درمختار
۱۳۳/۵	مصطفیٰ البابی مصر	"	۱۰ ردالمختار



## الجواب

اقول وباللہ التوفیق کسی فعلِ مسلمین کو بدعتِ شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسولِ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکمِ مسلمانوں پر۔ اللہ و رسولِ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے انھوں نے اس سے منع فرما دیا ہے، اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و مستحقِ عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ و رسولِ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عزت و عظمت اور کلمہ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی سچی خیر خواہی و محبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرات روا نہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی و وافی نہ مل جائے۔

قال اللہ تعالیٰ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا تم ایسی بات

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (ت)

کیا اللہ عز و جل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو، دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصولِ اربعہ ہیں اور ہمارے لئے قولِ مجتہد، صرف ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اُس مسئلے کو تو نہی نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحتاً بتاتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اسی کے ذمہ رہے وَلِ حَاذِرِهَا مَنْ تَوَلَّى قَاتِلًا (معاہدہ کے گرم حال کو بھی اس کے سپرد کر دو جو سرد حال کا مالک ہے یعنی اچھا پہلو جس کے سپرد کیا ہے بُرا پہلو بھی اسی کے سپرد کر دو یا جو نفع اٹھاتا رہا وہی بوجھ اور نقصان بھی اٹھائے۔ اہل عرب کے نزدیک گرم چیز بُری اور ٹھنڈی چیز اچھی سمجھی جاتی ہے، حَاذِرِ الْعَمَلِ سَخْتٍ اور کٹھن کام، اور قَاتِلِ الْعَمَلِ آسان کام۔ ت) اگر ایسا نا کوئی اُسے بطور جزم لکھ جاتا ہے تو اُس پر گرفت ہوتی ہے کہ سابقہ مساق المنقول فی المذہب یہ اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا گویا مذہب میں منقول ہے خود اسی ردالمحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق برتا، یہ نہ فرمایا کہ نزول و صعود ممنوع یا بدعتِ شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرما دیا کہ ماخذ مسئلہ متمیز رہے منقول فی المذہب ہونا درکنار اپنے کسی عالم مذہب کا مذکور نہ سمجھا جائے وہی تحفظ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ملحوظ رکھا، مسئلے کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو بلکہ فرمایا بعثت بعضہم بعض نے یوں بحث کی ہے، بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحتاً کسی کلیتہً نا مخصوصہ مذہب کے

ہوتی ہے جیسے کہ گمراہ فرقوں کی گمراہی کا رد کرنے کے لئے دلائل قائم کرنا اور علمِ نحو کا سیکھنا جو کتاب و سنت کی تفہیم کے لئے ضروری ہے اور کبھی مستحب ہوگی جیسے کہ سرائے اور مدرسہ اور ہر وہ تکی کا کام جو پہلے دور میں نہ تھا، اور کبھی مکروہ ہوگی جیسے مساجد کو مزین کرنا، اور مباح ہوگی جیسے کھانے پینے اور لباس میں وسعت اختیار کرنا جیسا کہ امام مناوی نے شرح جامع صغیر میں تہذیبِ نووی سے بیان کیا، اور برکوی کی طریقہ محمدیہ میں بھی اسی طرح ہے۔ (ت)

واجبة كتصنيف الادلة للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومنذوبة كاحداث نحوس باط و مدرسة و كل احسان لم يكن في الصدر الاول ومكروهة كزخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذيق المأكول والمشارب والثياب كما في شرح الجامع الصغير للمناوي عن تہذیب النوی و مثله في الطريقة المحمدية للبرکوی۔

امام ابن حجر فتح المبين میں فرماتے ہیں :

الحاصل ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك۔

حاصل یہ ہے کہ بدعتِ حسنہ کے مندوب ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے، میلاد شریف کرنا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع بھی بدعتِ حسنہ ہی ہے۔ (ت)

خود اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شنیعہ سے مقید کرنا مشعر ہے کہ نفس بدعتِ مستلزم قبح و شناعة نہیں محض زیوں تو وہ محل جس پر یہ نزول و صعود ہوتا ہے یعنی ذکرِ سلاطین خود ہی بدعت تھا تو اس نزول و صعود کے ساتھ تخصیص کلام کی وجہ نہ تھی، اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز :

پھر بادشاہ وقت کے لئے یہ دُعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے عدل و احسان کی توفیق دے لیکن بادشاہ کی مدح سرائی سے اجتناب کرے کیونکہ علماء نے کہا ہے کہ ایسا کرنا کفر اور خسار ہے جیسا کہ ترغیب وغیرہ میں ہے (ت)

ثم يدعوا لسلطان الزمان بالعدل والاحسان متجنبيا في مدحه عما قالوا انه كفر و خسران كما في الترغيب وغيره۔

فرمایا :

شارح نے ”یہ جائز ہے“ کہہ کر اس طرف اشارہ

اشارہ شارح بقوله جوزالی حمل قوله

۴۱۴/۱

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

باب الامامة مطلب البدعة خمسة اقسام

۱ ردالمحتار

۵۹۹/۱

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

باب الجمعة

۲ ردالمحتار

در مختار فصل صفة الصلوة میں تھا :

اگر ایک حرف یا کلمہ رہ گیا تھا جو نماز میں جھکنے کی حالت میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک اس میں کوئی عرج نہیں، نیتہ لمصلی۔ (ت)

لو بقی حرف او کلمة فاتمه حال الانحناء  
لا باس به عند البعض منية المصلی

شامی نے لکھا :

قولہ ”بعض کے نزدیک کوئی عرج نہیں“ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ قول معتمد کے خلاف ہے الخ (ت)

قولہ لا باس به عند البعض اشاس بهذا  
الی ان هذا القول خلاف المعتد الخ

اس تقریر منیر سے بجز اللہ تعالیٰ روشن ہو گیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اس دعوے سے جزم بحکم عدم جواز کے اصلاً مساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے اب رہی بعض کی بحث،  
اقول اولاً وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول الماخذ کیا قابل استناد بھی نہیں۔ اسی رد المحتار کتاب النکاح باب الوالی میں ہے :

قول المعراج سیأیت فی موضع الخ لا یکفی  
فی النقل لجهالتہ۔  
صاحب معراج کا قول کہ میں نے کسی جگہ پڑھا ہے الخ  
ان کے عدم علم کی وجہ سے نقل کے لئے کافی نہیں (ت)

ثانیاً محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور مقلدین صرف کہ کسی طبقہ اجتہاد میں ہو  
نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں نہ دوسرے پر ان کی بحث حجت ہو سکتی ہے والا لکان تقلید مقلد و هو  
باطل اجماعاً (ورنہ یہ مقلد کی تقلید ہو جائے گی اور وہ بالاتفاق باطل ہے۔ ت)

ثالثاً اس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں،

اگر کیے حادث ہے اقول مجرد حدوث اصلاً نہ شرعاً دلیل منع، نہ اس کی حجیت علامہ شامی نہ امام  
ابن حجر نہ ان بعض کسی کو تسلیم۔ رد المحتار میں ہے :  
صاحب بدعتہ ای محرمة والا فقد تكون  
صاحب بدعت محرمة ہو گا ورنہ کبھی بدعت و اجہ

۷۵/۱

مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی

واذا اراد الشروع فی الصلوة

۱۰ در مختار

۳۶۴/۱

مصطفیٰ البابی مصر

” ” ”

۱۱ رد المحتار

۳۳۹/۲

” ” ”

کتاب النکاح، باب الوالی

۱۲ ”

اسی ردالمحتار میں بدائع امام ملک العلماء سے ہے :

صحیح یہ ہے کہ یہ اعتقاد پر محمول ہے نفس فعل پر نہیں  
حتیٰ کہ اگر کسی نے اضافہ کر لیا یا کمی کی مگر عقیدہ یہ تھا  
کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو اسے وعید لاحق  
نہ ہوگی۔ (ت)

الصحیح انه محمول على الاعتقاد دون  
نفس الفعل حتى لو زاد او نقص واعتقد ان  
الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد

خود علامہ شامی فرماتے ہیں :

اقول قد تقدم ان المتهى عنه في حديث  
قد تعدى محمول على الاعتقاد عندنا كما  
صرح به في الهداية وغيره وقال في البدائع  
انه الصحيح حتى لو زاد او نقص واعتقد ان  
الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد (الى ان قال)  
ان من اسرف في الوضوء بماء النهر مثلاً  
مع عدم اعتقاد سنة ذلك نظير من ملاء  
رأى من النهر ثم أفرغ فيه وليس في ذلك  
محدور سوى انه عبث لا فائدة فيه وهو  
في الوضوء شرأند على المأمور به فلذا سمى  
في الحديث اسرافاً قال في القاموس الاسراف  
التبذير او ما انفق في غير طاعة ولا يلزم  
من كونه شرأند على المأمور به وغير طاعة  
ان يكون حراماً نعم اذا اعتقد سنينته يكون  
قد تعدى وظلم لا عقادة ما ليس بقربة  
قربة فاذا حمل علماً ونا النهى على ذلك

میں کہتا ہوں کہ پہلے گزرا کہ ہمارے نزدیک فرمان نبوی  
” اس نے زیادتی کی “ میں ممنوع اعتقاد ہے جیسا  
کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے ، اور بدائع میں ہے کہ  
صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے اضافہ کیا یا کمی کی اور اعتقاد  
یہ رکھا کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو وہ گنہگار نہ ہوگا  
( آگے چل کر کہا کہ ) وہ شخص جو نہر کے پانی میں وضو کرتے  
ہوئے اسراف کرتا ہے لیکن اس کے سنت ہونے کا  
اعتقاد نہیں رکھتا یہ اس شخص کی طرح ہی ہے جس نے  
نہر سے برتن بھرا پھر اس میں واپس ڈال دیا ، تو اس  
میں کوئی قباحت نہیں سوائے اس کے یہ عمل عبث  
ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ مأمور بہ وضو میں زائد  
شیء ہے پس اسی لئے حدیث میں ایسے کو اسراف کا  
نام دیا گیا ہے۔ قاموس میں ہے اسراف ، فضول خرچی  
یا ایسی جگہ خرچ کرنا ہے جو مقام طاعت کے علاوہ  
ہو ، مأمور بہ سے زائد یا مقام طاعت کے علاوہ  
خرچ کرنے سے اس کا حرام ہونا لازم نہیں آتا البتہ

کیا ہے کہ ”پھر دعا کوے“ کے الفاظ جواز پر محمول ہیں ندب پر نہیں کیونکہ ندب حکم شرعی ہے اس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے، اور جگر میں ہے کہ یہ مستحب نہیں کیونکہ حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا یہ نئی ایجاد ہے اور خطبہ تو محض نصیحت کے لئے ہوتا ہے اور خطبہ میں سلطان کے لئے دعا کے مستحب ہونے میں کوئی امر مانع نہیں جیسے کہ تمام مسلمانوں کے لئے اس میں دعا کی جاتی ہے کیونکہ سلطان کی اصلاح تمام بہان کی اصلاح ہوتی ہے اور جو جگر میں ہے کہ یہ نئی چیز ہے وہ اس کے منافی نہیں کیونکہ اس دور میں بادشاہ اور اس کے رفقاء اس دعا کے زیادہ محتاج ہیں کہ ان کی اصلاح ہو اور وہ دشمن پر غالب آئے اور بعض اوقات بدعت واجب یا مندوب ہوتی ہے اور مختصراً (د)

اگر کہئے زیادت علی السنۃ ہے اقول یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عمین کریمین و بتول زہرا و ریحانستین مصطفیٰ و سنتہ باقیہ من العشرۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالیٰ علی الجبیب و علیہم جمیعاً و بارک و سلم سب زیادت علی سنتہ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹھہری گے، زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتبار اعتقاد سنت ہو ورنہ باعتبار ابحاث یا ندب زیادت نہیں۔ در مختار بیان سنن الوضوء میں ہے:

اگر کسی نے (تین سے) زائد باراً اعضاء کو دھویا اور مقصد اطمینان قلب یا وضو پر وضو تھا تو اس میں کوئی عرج نہیں، باقی فرمان نبوی ”ایسا کرنے والے نے نیادت کی“ اعتقاد (کہ اس کے بغیر وضو نہیں ہوتا) پر محمول ہے۔ (د)

ثم یدعو علی الجواز لا یندب لانه حکم شرعی لا یدلہ من دلیل وقد قال فی البحر انه لا یستحب لما روی عن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین سئل عن ذلك فقال انه محدث وانما كانت الخطبة تذکیراً و لا مانع من استحبابہ فیہا کما یدعی لعموم المسلمین فان فی صلاحہ صلاح العالم و ما فی البحر من انه محدث لا ینافیہ فان سلطان هذا الزمان احوج الی الدعاء لہ و لا امرانہ بالصلاح و النصر علی الاعداء و قد تكون البدعة واجبة او مندوبة او مختصراً۔

لوزاد لطمائنة القلب و لقصده الوضوء علی الوضوء لا باس بہ و حدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد۔

من الفتنة غالباً لم يعد كما قيل به في  
قيام الناس بعضهم لبعض

کہ سلطان کے لئے دُعا کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے  
ترک پر غالباً فتنہ اُٹھنے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ  
بعض لوگوں کے بعض کے لئے قیام کے بارے میں  
کہا گیا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ صد ہا سال سے اکثر سلاطینِ زمانِ فساق ہیں اس کا فسق اور کچھ نہ ہو تو حدودِ شرعیہ یک لخت  
اٹھا دینا اور خلافتِ شریعتِ مطہرہ طرح طرح کے ٹیکس اور جرمانے لگانا کیا تھوڑا ہے، اسی ردالمحتار احسن  
کتاب الاشرار میں سیّدی عارف باللہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے:

قد قالوا من قال لسلطان منّا منّا  
عادل کفریہ

علمائے فتنہ مایا جو ہمارے دور کے سلطان  
کو عادل کہے گا وہ کافر ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبہ میں اپنا نام نہ لانے پر ناراض ہوں گے یوں ہی اگر نام بے کلمات مدح  
و تعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجبِ افروختگی ہوگا اور فسق کی مدح شرعاً حرام ہے، حدیث میں رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب و اهتز له  
العرش<sup>۳</sup> رواه ابن ابی الدنیاء في ذم  
الغیبة و ابو یعلیٰ في مسنده و  
البیہقی في شعب الایمان عن انس بن  
مالک و ابی عدی في الكامل عن ابی ہریرة  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جب فسق مدح کیا جاتا ہے رب عزوجل غضب  
فرماتا ہے اور اس کے سبب عرشِ الہی ہل جاتا ہے۔  
اسے امام ابن ابی الدنیاء نے ذم الغیبة، ابو یعلیٰ نے  
مسند اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس بن  
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عدی نے الكامل  
میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
کیا ہے۔

خطبہ رجب کہ مجبوراً نہ اس میں مبتلا ہوئے ان بندگانِ خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علیحدہ بھی کر دیں  
کہ نفسِ عبادت اسی امر پر مشتمل ہے اور بالکل خطبے سے جدائی بخٹی معلوم ہو کہ آتشِ فتنہ مشتعل نہ رہے اس

اگر کہئے اس میں اندیشہ ہے کہ عوام سنت سمجھ لیں گے اقول اولاً وہی نقوض ہیں کہ یہ نفس اذکار بھی سنت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعت قبیحہ شنیعہ کر دیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب، بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہئے کہ علماء کبھی کبھی اُسے بھی ترک کر دیں تاکہ عوام سنت نہ سمجھ لیں، اسے ناجائز و بدعت قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ! فقیر غفر المولی القدر نے اپنی کتاب سراقة الكلام حاشية اذاعة الاثام میں اس کی بکثرت تصریحات امہ دین و علمائے معتزین حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیں، اسی ردالمحتار میں فتح القدر سے ہے:

مقتضى الدليل عدم المداومة لا المداومة  
على الترتك فان لزوم الايهاام ينتفى بالتترك  
احيانا اھ باختصار  
دلیل کا تقاضا عدم مداومت ہے نہ کہ ترک پر مداومت  
کیونکہ کبھی کبھار ترک سے لازم و واجب ہونے  
کی نفی ہو جاتی ہے اھ باختصار (ت)

اب نہ رہا مگر اوعائے عبث کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عبث ہر جگہ مکروہ ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل مجیب دوم سلمہ نے بروجہ کافی نقل کر دیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہو گئی اور توہم عبث زائل ہو گیا۔

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) جن اعصار و امصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ و دقیقہ جلیلہ اصول شرعی سے ناشی ہو سکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید و مهم قرار پاتا اور بحث باحث کا اصلاً پتا نہیں رہتا ہے خطبے میں ذکر سلاطین اگرچہ محدث ہے مگر شعار سلطنت قرار پا چکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سکہ و خطبہ جاری ہے، سلطنت اسلامی میں اگر خطیب ذکر سلطان ترک کرے مورِد عتاب ہوگا، مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بقدر اندیشہ فتنہ موکد بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے، اسی ردالمحتار میں اسی مسئلہ ذکر سلطان میں ہے،

وايضاً فان الدعاء للسلطان على المنابر  
قد صار الآن من شعار السلطنة فمن تركه  
يخشى عليه ولذا قال بعض العلماء لوقيل  
ان الدعاء له واجب لما في تركه  
سلطان کے لئے منبر پر دُعا کرنا بھی اب سلطنت کے  
شعار میں سے ہو گیا ہے، جو اسے ترک کرے گا  
اس پر نقصان کا خدشہ ہے، اس لئے بعض علماء  
نے فرمایا کہ اس میں کوئی بُعْد نہیں اگر یہ کہہ دیا جائے

حقیقۃ بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمیؑ اور ان افعال جواز انتقال پر مشتمل ہیں کی وجہ سے حکماً مختلف ہو جائے گی بخلاف کھانے کے، کیونکہ اس میں اختلاف حکماً ہوگا۔ (ت)

اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہوا اس محظور کے دفعہ کو، اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لئے خطبہ قطع فرما کر نیچے اترنا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضہم کی بحث اصلاً متجزئہ تھی۔ غرض نقل مذکور میں مدعی عدم جواز کے لئے کوئی محل احتجاج نہیں، جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول و صعود سے یہی نیت کریں اور جب ذکر و مدح سلطان ترک نہ کر سکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں، اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ و مخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے، خصوصاً کذب و شنائع کو عبادت میں ملانا، تو اس کے لئے یہ نزول عذر نہیں ہو سکتا، اور جب مخالفات شرع سے پاک تو بہ نیت اظہار مراتب، جس طرح شیخ مجتہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں ہے: نزول و صعود ایک وجہ موجب رکھتا ہے اس صورت میں اس پر تکمیل لازم نہیں، ہاں عوام سے اندیشہ اعتقاد سنیت کے سبب علماء کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول و صعود بلکہ خود ذکر سلطان اعزاز اللہ نصرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب و مندوب ہے اور اس نیت کے لئے نزول و صعود میں بھی حرج نہیں، اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ و ارتکاب بدعت شنیعہ باطل مبین، پس احق بالقبول حکم مجیب ثانی ہے ہذا ما ظہری (یہ مجھ پر واضح ہوا ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵ از ڈاک خانہ مہر گنج چرنکی ضلع ریال مکان منشی عبدالکریم مرسلہ محمد حسین صاحب

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک نسریق جو فورید فوری میں رہائش پذیر ہیں ان کو دود میاں کہا جاتا ہے ان کے نزدیک بنگالہ بلکہ تمام ہندوستان میں جمعہ حرام ہے کیونکہ یہاں جو شہر ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کہ (وہاں حاکم احکام نافذ کرے اور حدود جاری کرے) کی تعریف پر پورے نہیں اترتے، حالانکہ

یک فریق اسمہ دود میاں متوطن فورید فوری اند صلوٰۃ جمعہ را بملک بنگالہ بلکہ ہند را حرام گویند چہ اینجا شہریت بمصداق قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وینفذ الاحکام ولقیم الحدود این تعریف نیست مگر اجرت تسبیح و تہلیل وغیر ذلک اخذ می کند و یک جماعت صلوٰۃ جمعہ را می خوانند و این دیار را



کے لئے اگر یوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکرِ سلاطین کر کے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسب تصریح کا فہمہ جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گو یا سب الفاظ دفعۃً واحدة معاً صادر ہوئے۔

وعن هذا يتم ارتباط الایجاب بالقبول  
اذ الحق في المجلس والافی الایجاب انما  
كان لفظاً صدر فعدم و القبول لم يوجد بعد  
واذا وجد لم يكن الایجاب موجوداً والموجود  
لا يرتبط بالمعدوم كما افادة في الهداية  
وغیرها۔

اور اس سے ایجاب کا قبول سے ربط تام ہوگا بشرطیکہ وہ مجلس کے اندر ہی ہو ورنہ جب ایجاب لفظاً صادر ہوا اور ابھی تک قبول معرض وجود میں نہیں آیا اور جب وہ معرض وجود میں آیا تو ایجاب نہ تھا اور موجود کسی معدوم سے مرتبط نہیں ہو سکتا، ہدایہ وغیرہ میں ایسے ہی تحریر ہے (ت)

لہذا یہ تدبیر نکالی کہ اس ذکر کے لئے زینہ زیریں تک اتر آئیں اور بقدر امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے نیچے اترنا شرعاً اُس کے قطع ہی کے لئے معہود ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بہ نیت قطع، تبدیل مجلس و الفضائل ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے کو علماء نے تبدیل مجلس گنا ہے۔ اسی ردالمحتار میں ہے :

لعل وجه ان الانتقال من غصن الى  
غصن والتسدية ونحو ذلك اعمال اجنبية  
كثيرة يختلف بها المجلس حکما کالکلام  
والا کل اکثر لما مر من ان المجلس  
او البيت يختلف حکما بما شرة عمل  
يعد في العرف قطعاً لما قبله ولا شك ان  
هذه الافعال كذلك وان كانت في  
المسجد او البيت بل يختلف بها حقيقة  
لان المسجد مكان واحد حکما وبهذه  
الافعال المشتملة على الانتقال يختلف

شاید وجہ یہ ہے کہ ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف منتقل ہونا اور کپڑا بنانے کے لئے تانا لگانا اعمال اجنبی اور کثیر ہیں جن کی وجہ سے مجلس حکماً مختلف ہو جاتی ہے جیسے کثیر کلام اور طعام سے مجلس بدل جاتی ہے جیسا کہ پیچھے گزرا کہ مجلس اور گھر، ہر ایسے کام سے حکماً تبدیل ہو جاتے ہیں جنہیں عرف میں ما قبل کام کو ختم کرنے والا کہا جاتا ہو اور ان افعال کے ایسا ہونے میں کوئی شک ہی نہیں اگرچہ یہ مسجد یا گھر میں سرزد ہوں بلکہ ان میں حقیقتاً تبدیلی آجائے گی کیونکہ مسجد حکماً ایک جگہ کی طرح ہوتی ہے

حرام زیرا کہ حدود از صد ہا سال مفقود و مسدود شدہ است و بر تسبیح و تہلیل اجرت خواندن گرفتن و انیت اجارہ در امور مباحہ باشد نہ در طاعت و معصیت کما حقیقۃ المولیٰ بن عابدین الشامی فی رد المحتار والعقود الدریۃ وشفاء العلیل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدود قائم کر سکے" کا یہی معنی ہے ورنہ ہند اور بنگلہ کی کیا بات ہوتی خود جو میں شریفین بھی شہر کی تعریف سے خارج ہو جائیں گے اور وہاں جمعہ حرام ہو گا کیونکہ حدود کا قیام صدیوں سے ختم اور بند ہو گیا ہے اور تسبیح و تہلیل پر اجرت لینا جائز نہیں کیونکہ کرایہ و اجرت امور مباحہ میں ہوتی ہے نہ کہ امور طاعت و معصیت میں،

جیسا کہ ابن عابدین شامی رد المحتار، عقود الدریۃ اور شفاء العلیل میں اس کی تحقیق کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت) **مسئلہ ۱۳۵** از کلکتہ دھرم تہ اسٹریٹ **مسئلہ مولوی عبدالمطلب صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ** حامدا و مصلیا۔ ما قولکم ایہا العلماء الکرام من الاحناف العظام فی ہذا المسئلۃ ان صلوة الجمعة واجبة علی اهل القرى امر لا بینوا بجواب شاف توجروا بشواب واف۔

## الجواب

جمعہ اہل دیہات پر لازم نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جمعہ، تکبیرات تشریحی، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز صرف جامع شہر یا بہت بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہیں۔ فتح القدیر میں ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان "پس تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بھاگو" ائمہ کے ہاں بالاتفاق مطلق نہیں کیونکہ جمعہ کا قیام جنگلوں میں بالاتفاق جائز نہیں اور امام شافعی کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہو سکتا تو یہاں

الجمعة علی اهل القرى لیست بواجبة لقوله علیہ الصلوٰۃ والسلام لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینة عظيمة وفي فتح القدیر ان قوله تعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللہ لیس علی اطلاق اتفاق بین الامم اذ لا یجوز اقامتها فی البراری اجماعا ولا فی کل قرية عنده فکان خصوص المكان مرادا

لہ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰۱/۲  
ف: مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً منقول ہے۔ نذیر احمد

وہ تسبیح و تہلیل پر اجرت لیتے ہیں ، ایک جماعت

جمعہ ادا کرتی ہے اور اس علاقہ کو صاحبین کے قول کے مطابق شہر قرار دیتی ہے ، اور بعض کا قول ہے کہ شہر کی اس تعریف ”شہر وہ جگہ جس کی سب سے بڑی مسجدیں وہاں کے تمام لوگ جمع ہوں تو وہ ان کی گنجائش نہ رکھتی ہو“ کے مطابق ملک بنگالہ اور تمام ہندوستان کو شہر کہتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں تسبیح

تہلیل پر اجرت حرام کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کے قول کے مطابق حرام اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے مگر میں متقدمین کے قول کی اتباع کروں گا نہ کہ متاخرین کی ، علیٰ ہذا القیاس یہ دونوں جماعتیں آپس میں تنازع کر رہی ہیں۔ (ت)

## الجواب

یہ جو شہر کی تعریف کر رہے ہیں کہ وہ مقام جس کی سب سے بڑی مسجد وہاں کے لوگوں کے لئے گنجائش و وسعت نہ رکھتی ہو یہ مذہب امام ہے نہ صاحبین کا قول بلکہ روایت نادرہ مرجوحہ ہے اور اس کی حاجت بھی نہیں ہندوستان اور بنگال بلاشبہ شہر دارالاسلام ہیں ان میں جمعہ فرض ہے ، اس کا ترک سخت گناہ اور اس کا انکار شدید گمراہی ہے ، امام اعظم اور باقی سبائے کے ہاں شہر وہ ہوتا ہے جس کے کوچے ہوں اور دائمی بازار ہوں اور اس کے لئے دیہات ہوں جنہیں موجودہ اصطلاح میں ضلع یا پرگنہ کہا جاتا ہے اور وہاں کوئی نہ کوئی ایسا حاکم ہو جو اتنے اختیارات رکھتا ہو کہ مظلوم کو ظالم سے انصاف دلا سکے اگرچہ وہ عملاً ایسا نہ کر رہا ہو ”وہ احکام کو نافذ کر سکے اور

شہر گویند بمطابق قول صاحبین وہو قول البعض و ہو موضع اذا اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ لم یسعہم فہو مصر بمصدق ای کہ ملک بنگالہ و ہند را شہر گویند و نماز مذکورہ و ادا می کنند مگر اجرت تسبیح تہلیل را حرام گویند و ایں گویند بمطابق قول امام اعظم حرام است و نزد صاحبین جائز است مگر قول متقدمین را اتباع می کنم و متاخرین در پاسے نشدم علیٰ ہذا القیاس ای ہر دو جماعت تنازع می کنند۔

آنکہ گویند المصر ما لا یسعہ اکبر مساجدہ اہلہ نہ مذہب امام است نہ قول صاحبین بلکہ روایت نادرہ مرجوحہ است و حاجت باو نیست امصار دیار ہند و بنگالہ بلاشبہ شہر ہائے دارالاسلام است و جمعہ در انہا فرض و ترک او معصیت شدیدہ و انکار او ضلالت بعیدہ در مذہب امام و سائر ائمہ مامصر آنست کہ کوچہا و بازار ہائے دائمہ داشتہ باشد و مر اورا روستا باشد چنانکہ اورا در اصطلاح حال ضلع یا پرگنہ خوانند و در و حاکمے باشد کہ بہ شہمت و سطوت خود او دستم زدہ از ستمگراں تو اں گرفت اگرچہ نہ گیرد بہین ست معنی ینفذ الاحکام و یقیہ الحدود الا از ہند و بنگالہ چہ کوئی خود حرمین محترمین نیز از مصریہ خارج شوند و اقامت جمعہ آنخب

الغباس فیصیدبہم الغبار والعرق ویخرج منہم العرق الحدیث و فی القدری ولا تصح الجمعة الا فی مصر جامعہ او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری قال مولانا بحر العلوم فی ارکانہ تحت قوله تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اذ انودی للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع لای یحرم البیع ویجب السعی الی الجمعة بعد سماع النداء ثم ان البیع قد یطول الکلام فیہ فیفوت الخطبة او الجمعة لان التجار لا یترون صفقاتہم فی هذا الزمان ولذا منع من النداء الاول فالبیع والشراء فی المصر ظاہر وقال ایضاً فیہ ویکره للمریض وغیرہ من المعذورین ان یصلوا الظهر یوم الجمعة بجماعة، ولا یاس بالجماعة للظہر للقروی لان الجمعة جامعة للجماعات فی المصر فعلم ان شرط المصر لوجوب الجمعة مشروع لانه جرى التوارث من لدن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی هذا الان ان لا یصلی الجمعة

اور پسینہ آتا۔ اور قدوری میں ہے کہ جمعہ کے لئے شہر کی جامع مسجد یا شہر کی عید گاہ کا ہونا ضروری ہے دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں، مولانا بحر العلوم "ارکان الاسلام" میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "اسے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے نذادی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ آؤ اور بیع ترک کر دو" کے تحت لکھتے ہیں یعنی اذان کے بعد بیع حرام ہے اور جمعہ کی طرف سعی لازم ہے پھر بیع میں گفتگو طویل ہو جانے کی وجہ سے جمعہ اور خطبہ فوت ہو جاتا ہے کیونکہ ایسے وقت تا حیرت سودا ختم نہیں کرتے اور اسی لئے نذاول کے وقت ہی سے اس سے منع کر دیا گیا، پس بیع و شراہ کا شہر میں ہونا ظاہر ہے، اور وہاں یہ بھی فرمایا کہ مریض اور دیگر معذور لوگوں کے لئے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ ہے البتہ دیہاتی لوگوں کے لئے ظہر کی جماعت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شہر میں جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہوتا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وجوب جمعہ کے لئے شہر کا شرط ہونا مشروع ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک یہی متواتر ہے کہ اہل دیہات جمعہ نہیں پڑھتے، تو

۱۲۳/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب من این توتی الجمعة الخ	صحیح البخاری
ص ۳۹	مطبوعہ مطبع مجیدی کراچی	باب صلوٰۃ الجمعة	المختصر للقدوری
ص ۱۱۸	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ	فصل فی الجمعة	رسائل الارکان
			کے ایضاً

فيها اجماعا فقد ر الشافعي القرية الخاصة  
وقدرنا المصرو هو اولى لحدیث علی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولو عورض بفعل  
غیرہ کان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقدا ما علیہ  
فکیف ولم یتحقق معارضۃ ما ذکرنا ایامہ  
ولهذا لم ینقل عن الصحابة انہم حين  
فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر و  
الجمع الا في الامصار دون القرى ولو كان  
لنقل ولو احاداً وایضاً ان الجمعة فرضت  
على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
وهو بمكة قبل الهجرة كما اخرج  
الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ  
عنه فلم یکن اقامتها من اجل الكفار  
فلما هاجر النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم ومن هاجر معه من اصحابه الى  
المدينة لبث رسول الله صلى الله تعالى  
عليه وسلم في بني عمرو بن عوف اربعة  
عشر ايام ولم یصل الجمعة فهذا دليل  
على عدم الجمعة في القرى والا لصلی  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
الجمعة ومع ان البخاری روی فی صحیحہ  
کان الناس یتنابون وفي رواية یتناولون  
الجمعة من منازلهم والعوالی فیأتون فی

بالاتفاق جبکہ کی تخصیص کرنا ہوگی۔ امام شافعی نے دیہات  
کی تحقیق کی اور ہم نے شہر کی، اور شہر حدیث علی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کی وجہ سے اولیٰ ہے اور اس کا معارضہ اگر  
دوسرے کے عمل سے ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ  
عنه کو اس پر تصدیم ہوگی اور یہ تصدیم کیوں نہ ہو کہ ہمارے  
مذکور معنی کے خلاف معارضہ ثابت ہی نہیں اسی لئے  
صحابہ سے یہی منقول ہے کہ جب انھوں نے علاقے  
فتح کئے تو فقط شہروں میں جامع مسجد اور منبر بنائے  
نہ کہ دیہاتوں میں، اور اگر وہ دیہاتوں میں بناتے  
تو ان کا یہ عمل منقول ہوتا خواہ کوئی ایک ہی روایت  
ہوتی، اور یہ بھی مسلم ہے کہ جمعہ حضور علیہ السلام پر  
مکہ میں قبل از ہجرت فرض ہوا جیسا کہ امام طبرانی نے  
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے  
لیکن وہاں کفار کی وجہ سے آپ نے جمعہ قائم نہ فرمایا  
جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے  
مدینہ طیبہ ہجرت کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
چودہ دن تک قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے رہے  
مگر آپ نے وہاں جمعہ قائم نہ فرمایا، یہ دلیل ہے اس  
پر کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم وہاں جمعہ قائم فرماتے اور باوجودیکہ امام بخاری  
نے صحیح روایت کیا کہ لوگ جمعہ پاتے تھے، اور ایک  
روایت میں ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھر اور عوالی سے جمعہ  
کیلئے آتے پس وہ غبار میں آتے تو انھیں غبار پہنچتی

من الحوادث<sup>۱</sup>، وروایۃ عن الامام ابی یوسف  
المصر موضع يبلغ المقيمون  
فيه عدد الایسع اکبر مساجد  
ایاهم فی الهدایة وهو اختار البلخی<sup>۲</sup> وبه  
افتی اکثر المشائخ لمارأوا فساد  
اهل الزمان والولایة وعنه ایضا کل  
موضع فيه یسکن عشرة الاف رجل، و  
عنه ایضا ان کل موضع له امیر وقاض  
ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وهو اختیار  
الکرخی کذا فی الهدایة وقال بعضهم هو  
ان یعیش کل محترف بحرفته من  
سنة الی سنة من غیر ان یحتاج الی حرفة  
اخری وقال بعضهم هو ان یكون بحال  
لو قصد هم عدو یمکنهم دفعه وقال  
بعضهم ان یولد فيه کل یوم  
ویموت فيه انسان، وقال بعضهم هو  
ان لا یعرف عدد اهله الا بکلفة و  
مشقة فمختار اکثر الفقهاء مراعاة  
لضرورة زماننا والمفتی به عند  
جمهور المتأخرین فی تعریف  
المصر الروایة المختارة للبلخی ای

فریادرسی کر سکے اور ایسا عالم ہو جس کی طرف لوگ  
مختلف پیش آنے والے واقعات میں رجوع کر سکیں،  
امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شہر وہ جگہ ہے  
جہاں کے رہائشی اتنے ہوں کہ وہاں کی سب سے بڑی  
مسجد ان کے لئے ناکافی ہو، ہدایہ میں ہے یہ امام  
بلخی کا مختار ہے اور فساد زمانہ اور امرار کا فتنہ دیکھتے  
ہوئے اکثر مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا، اور امام ابو یوسف  
سے یہ روایت بھی ہے کہ ہر وہ جگہ شہر ہے جہاں س ہزار  
مرد مقیم ہوں، یہ بھی روایت ہے کہ ہر وہ مقام جہاں ایسا  
امیر یا قاضی ہو جو احکام کو نافذ اور اقامت حدود کا  
اختیار رکھتا ہو، امام کرخی نے اسی کو اختیار فرمایا ہدایہ،  
بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں ہر صاحب صنعت  
سالہا سال سے اس طرح رہتا ہو کہ اسے دوسری  
صنعت کی محتاجی نہ ہو، بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر  
وہاں دشمن حملہ آور ہو تو ان سے دفاع ممکن ہو، بعض  
نے کہا کہ وہاں ہر روز کوئی نہ کوئی پیدا ہو اور کوئی نہ کوئی  
مرے، بعض نے کہا کہ وہاں کے رہائشی لوگوں کی  
تعداد کا علم بغیر مشقت کے نہ ہو سکے۔ ہمارے زمانے  
کی ضرورت کے پیش نظر تعریف شہر میں اکثر فقہاء کا  
مختار اور متأخرین کا مفتی بہ قول وہی روایت ہے جو  
امام بلخی کی مختار ہے کہ وہ مقام شہر ہے جس کی سب سے

۲۴/۲

مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

باب الجمعة

۱۰ فتح القدیر

۱۴۸/۱

مطبوعہ مکتبہ عربیہ کراچی

باب الجمعة

۱۰ الهدایة

۱۰ ایضاً

اهل البدو والقرى فالعمل على قول صاحب  
 القدوري لانهم على المقلدين لانه قوله مطابق  
 لمذهب الحنفى واتبوعه ورجحوه جمهور فقهاء  
 المحققين ولم ينكره احد من علماء الحنفيين  
 كما في الدر المختار فعليتنا اتباع ما رجحوه  
 وما صححوه كما لو افتونا في حيوتهم الحق  
 احق بالاتباع والمقلد الذي يخالفه فحكم  
 غير جائز كما في الدر المختار واما  
 المقلد فلا ينفذ قضاءه بخلاف  
 مذهبه اصلا فشرط المصلحة للجمعة  
 محقق عند جمهور الحنفية بلا انكار  
 احد لكن الاختلاف بينهم في تعريف  
 المصرا بته فقال الامام الشافعي موضع  
 فيه بنیان غير منتقلة ويكون المقيمون  
 اربعون رجلا من اصحاب المكلفين فاذا  
 كان كذلك لزمت الجمعة و اختلفت  
 الروايات في مذهبنا ففي ظاهر الروايات  
 بلدة لها امام او قاض يصلح لاقامة  
 الحدود وفي فتح القدير قال الامام  
 ابو حنيفة المصركل بلدة فيها  
 سلك واسواق وبيهار سائق ووال ينصف  
 المظلوم من الظالم و عالم يرجع اليه

صاحب قدوری کے قول پر مقلدین کے لئے عمل لازم  
 ہے کیونکہ ان کا قول مذہب حنفی کے مطابق ہے اور  
 جمہور فقہاء محققین نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے  
 اسے ہی راجح قرار دیا ہے اور علماء احناف میں سے  
 کسی نے اس کا انکار نہیں کیا جیسا کہ در مختار میں ہے  
 تو ہم پر اس کی اتباع لازم ہے جسے انھوں نے راجح  
 کہا اور اس کی تصحیح کی جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں اس  
 پر یہیں فتویٰ دیتے تو اسی کی اتباع کی جاتی اور حق ہی  
 اتباع کے لائق ہے اور وہ مقلد جو اس کی مخالفت کرے  
 اس کا حکم جائز نہیں جیسا کہ در مختار میں ہے بہر حال اپنے  
 مذہب کے خلاف مقلد کی قضا اصلا نافذ نہ ہوگی،  
 صحت جمعہ کے لئے شہر کا شرط ہونا جمہور احناف کے  
 ہاں ثابت ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں، ہاں  
 تعریف شہر میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے  
 امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جہاں نہ منتقل ہونے  
 والی آبادی ہو اور وہاں چالیس مکلف آدمی مقیم ہوں  
 تو وہاں جمعہ لازم ہو جاتا ہے، ہمارے مذہب میں  
 اس بارے میں روایات مختلف ہیں، ظاہر روایت  
 میں ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں کوئی ایسا امام یا قاضی  
 ہو جو اقامت حدود کی طاقت رکھتا ہو۔ فتح القدر میں  
 ہے کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں شہر وہ ہوگا جس میں  
 محلے اور بازار ہوں اور ایسا والی ہو جو مظلوم کی

علو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاجمعة ولا تشریق  
 ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او  
 مدینة عظيمة ثم قال فلا تجب  
 علی غیر اهل المصر کذا فی الطحطاوی  
 فبینهما عموم وخصوص فثبت بالدلائل  
 المذكورة فرضیة الجمعة مخصصة بالاجماع  
 فان صلی الجمعة اهل قرية لا یقل لها  
 مصر شرعا لا یسقط الظهر عن ذمته و ان  
 صلی الظهر فرادی یعصو بکبيرة لترك  
 الواجب ای الجماعة الظهر باء الجماعة  
 النقل وهذا من قبحة عظيمة اعلم  
 ان الجمعة جامعة للجماعات و فی  
 اداء الظهر بالجماعة تفریق الجماعة  
 عن الجمعة و تقلیلها فیها بخلاف اهل  
 القرى اذ لاجمعة علیهم ولا یقضى اداء  
 الظهر بالجماعة الی تفریق الجمعة و  
 تقلیلها فیکون ذلك فی حقهم کسائر الايام  
 فی جواز اداء الظهر بالجماعة من غیر کراهة  
 مجالس الابرار فقول من یقول ما الفرق  
 بین الجمعة والظهر غیر الخطبتین  
 وصحت الجمعة بلا کراهة فی کل موضع  
 مثل الظهر سوا کان ذلك الموضع مصرا  
 او قریة او غیرة و تارکها بلا عذر فاسق و  
 عاص مردود و قائله ضال مضل

له بحر الرائق

باب صلوة الجمعة

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۴۰/۲

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جمعہ  
 تکبیرات تشریحی، نماز عید الفطر اور اضحیٰ مصر جامع یا  
 بڑے شہر کے سوا نہیں ہو سکتیں، پھر کہا اہل شہر کے  
 علاوہ یہ کسی پر لازم نہیں طحاوی میں اسی طرح ہے، تو  
 ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے تو  
 دلائل مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ بالاتفاق فرضیت جمعہ  
 مخصوص ہے تو اگر ایسے اہل دیہات جمعہ قائم کریں جسے  
 شرعاً شہر نہیں کہا جاسکتا تو ان کے ذمے سے ظہر  
 ساقط نہ ہوگی اور اگر وہ ظہر تنہا ادا کریں گے تو انہوں  
 نے کبیرہ کا ارتکاب کیا کیونکہ واجب کا ترک ہوا، یہی  
 نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے ظہر کی  
 جماعت ترک کر دی اور یہ عظیم قباحت ہے، واضح  
 رہے کہ جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہے، ظہر کو جماعت  
 کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کی جماعت کو متفرق اور کم کرنا ہے  
 بخلاف اہل دیہات کے کہ وہاں جمعہ لازم نہیں تو وہاں  
 ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کے لئے تفریق و  
 تقلیل کا سبب نہیں ان کے لئے تو یہ دن جماعت کے  
 ساتھ بلا کر بہت ظہر ادا کرنے کے لحاظ سے دیگر دنوں  
 کی طرح ہی ہے مجالس الابرار، تو وہ شخص جو کہتا ہے  
 کہ جمعہ اور ظہر کے درمیان خطبوں کے علاوہ کوئی فرق  
 نہیں، جمعہ ہر جگہ ظہر کی طرح ادا ہو جاتا ہے خواہ شہر  
 ہو یا دیہات یا اور کوئی مقام ہو، اس کا تارک  
 فاسق اور مردود ہے تو ایسے قول کا قائل گمراہ ہے  
 اور گمراہ کرنے والا ہے اور اس کا تعلق مقلدین سے



مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفون بہا  
وقال ابو شجاع هذا حسن ما قبل فیہ وفي  
الولوالجیة وهو صحیح بحر وعلیہ مشی فی الوقایة  
ومتن المختار وشرحہ وقدما فی متن الدرر  
على قول الآخر وظاہرہ ترجیحہ وایدہ  
صدر الشریعة بقوله لظهور التوافق فی  
احکام الشرع لاسیما فی اقامة الحد ودفی  
الامصار وکل موضع یصدق علیہ التعریف  
المذکور فهو مصر تجب الجمعة علی اہلہ  
والا فلا تجب سواء ذلک الموضع یتعارف  
بلفظ القرية اودونہا غیر المصر کالأت هو  
لاحق فی حکم المصر شرعا لاعرفا لتطبيق  
تعریف المتأخرین وهذا احسن وما لا یصدق  
علیہ التعریف المذکور فهو لیس بمصر شرعا  
وعرفا ففی لفظ القرية اعتبار ان شرعا  
بحیث ترسم بہ و بحیث لا ترسم بہ  
ففی الاول تصح الجمعة وہی مدینة عظيمة  
او قرية کبيرة وفي الثاني لا تصح الجمعة  
وهی قرية صغیرة ومفانرة ومثلها کما  
یدل علیہ عبارة القهستانی وتقع فرضا  
فی القصبات والقری الكبيرة فیہا اسواق  
وفي البحر وتصح فی قرية ولا مفانرة لقول

بڑی مسجد وہاں کے مکلف لوگوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو۔  
شیخ ابو شجاع کہتے ہیں کہ ان تعریفات میں یہی حسن ہے  
ولوالجیة میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ بحر، وقایہ متن مختار  
اور اس کی شرح میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے اور متن درر  
میں اسے ہی دوسرے قول پر مقدم کیا اور ظاہراً ترجیح  
اسی کو ہے، صدر الشریعہ نے اپنے اس قول سے تائید  
کی ہے کہ کیونکہ احکام شرع خصوصاً اقامت حدود میں سستی  
واقع ہو چکی ہے، ہر وہ جگہ جس پر تعریف صادق آرہی ہو  
وہ شہر ہے اور وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہوگا  
اور اگر تعریف صادق نہ آئے تو وہاں جمعہ نہیں ہوگا خواہ  
وہ قریہ کے نام سے متعارف ہو یا کسی اور نام سے،  
تو اب وہ مقام متأخرین کی تعریف کے مطابق حکم مصر  
میں شرعاً ہوگا نہ کہ عرفاً اور یہی احسن ہے، اور جس پر  
تعریف مذکور صادق نہ ہو وہ نہ شرعاً شہر ہے نہ عرفاً،  
لفظ قریہ میں شرعاً دو اعتبار ہیں ایک وہ جس کی یہ  
تعریف کی گئی، دوسرا وہ جس کی یہ تعریف  
نہ ہو سکے، پس پہلے میں جمعہ صحیح ہے اور بڑا  
شہر یا قصبہ ہے اور دوسرے میں جمعہ صحیح نہیں اور  
یہ دیہات ہے اور جنگل کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ اس  
پر قہستانی کی عبارت دال ہے کہ قصبات اور بڑے  
دیہاتوں جن میں بازار ہوں جمعہ فرض ہوتا ہے، اور  
بحر میں سے کہ قریہ اور جنگل میں جمعہ نہیں ہو سکتا

۱۴۰/۲

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

باب صلوة الجمعة

سے بحوالہ الرائق

۲۴۰/۱

مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی

باب الجمعة

سے شرح الوقایة

۲۶۱/۱

مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران

فصل صلوة الجمعة

سے جامع الرموز

## مسئلہ ۱۳۵۲ اذہنگال

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذانِ ثانی میں مقتدیوں کو بھی مناجات کرنا اور جمعہ وعیدین کے خطبہ کو بسم اللہ شریف سے شروع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جواز کہتے ہیں عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔

### الجواب

اذانِ ثانی کا جواب امام دے مقتدیوں کو ہمارے امام کے نزدیک جائز نہیں صاحبین اجازت دیتے ہیں تبیین الحقائق میں اول کو احوط کہا اور نہایہ اور عنایہ میں ثانی کو واضح، تو عمل اول ہی پر ہے کہ وہی قولِ امام ہے، اور اگر کوئی ثانی پر عمل کرے تو اس سے بھی نزاع نہ چاہئے کہ تصحیح اُس طرف بھی ہے ابتدائے خطبہ میں بسم اللہ کہنے کے جواز میں تو شک نہیں کہ منع شرعی نہیں مگر آہستہ کے، کتابوں میں جس قدر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اعوذ آہستہ پڑھ کر خطبہ شروع کرے کما فی الہندیۃ وغیرہا (جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ ۱۲۵۳ از نصیر آباد محلہ تیلیان

مرسلہ محمد عمر صاحب ۲۶ شوال ۱۳۳۶ھ

داؤد ولد محمد علی عرف پیر جی پیش امام مسجد دودھیان نصیر آباد مورخہ ۵ جولائی ۱۹۱۸ء بروز جمعہ خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور جب خطبہ اول ختم کر کے دعا کے لئے بیٹھے اُس وقت دو شخصوں نے کھڑے ہو کر سکت پڑھنا شروع کیا تب مسمی داؤد مذکور بالانے کچھ خطبہ ثانی پڑھ کر فرمایا کہ سنتوں کا خطبہ اول و ثانی میں پڑھنا ناجائز ہے اور جب خطبہ میں نام محمد مقتدی سنیں تو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا ناجائز ہے۔ آیا یہ مسئلہ جو مسمی داؤد نے بیان کیا قرآن شریف و حدیث شریف کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی نسبت جو خطبے میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا جائز نہ جانتا ہو اُس کے حق میں از روئے شرع شریف کیا حکم ہے آیا خارج اسلام ہے یا نہیں؟ اور مسلمانوں کو ایسے عقیدہ والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے جائز ہے یا نہیں؟ شیخ محمد عمر نصیر آباد۔ رسول بخش اور سیرہ محمد اکبر خاں۔ قمر الدین کلرک۔ نور محمد مستری، لعل محمد۔

### الجواب

اطراف و اقطار سے ہمارے معزز اہلسنت بھائی حفظم اللہ تعالیٰ بعض سوالات بعض مسائل فقہیہ کی نسبت بھیجتے ہیں ان سوالوں میں جو قول کسی کا نقل کرتے ہیں اُسے وہاں بیت وغیرہ ضلالتوں سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شخص چین و چناں ہے جواب استفتا میں یہاں خط ملحوظ نہیں ہوتا خصوصاً بارہا وہ بات جو اُس شخص کی طرف نسبت کی فی نفسہ صحیح ہوتی ہے اب اس کی تصحیح کیوں نہ کیجئے کہ بات صحیح ہے اور تصحیح کیجئے تو عوام ذہن میں وہابی وغیرہ ضالین کی باتوں کا صحیح ہونا آتا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ وہ اس کی اور باتوں

نہیں، اس کے اقوال و افعال، اس کی محبت و مخالفت سے مقلدین کو احتراز کرنا لازم ہے، اللہ تعالیٰ کا علم کامل و اکمل ہے۔ کتبہ احقر لوری ابو الفیض محمد حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ۔ (ت)

ليس من المقلدين وعلى المقلدين اجتناب عن اقواله وافعاله واحتراز عن مصاحبته ومخالفته والله اعلم وعلمه احقر لوري ابو الفیض محمد حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ۔

## الجواب

جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جمعہ ہر مقام پر ہو جاتا ہے اس کے لئے کسی شہر اور دیہات کی تخصیص نہیں، وہ بالاتفاق اجماع کے مخالف اور گمراہ ہے ہمارے ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے دیہاتوں میں جمعہ کا قیام مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ نادرست کام میں مشغول ہونا ہے جیسا کہ دروغیرہ میں ہے، اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ لوا مع البہا اور اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ کی ہے۔ شہر کی صحیح تعریف جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ظاہر الروایت میں منقول ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی وہ تفصیل دی جس پر اضافہ و شوار ہے، رہی یہ تعریف کہ ”جس جگہ کی سب سے بڑی مسجد اس کے باشندوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو“ محققین علماء کے ہاں درست نہیں، جیسا کہ اس پر غنیہ میں تصریح ہے اور اس تعریف کے بطلان پر ہی دلیل کافی ہے کہ اس صورت میں مکہ المکرمہ اور مدینہ طیبہ دونوں ہی شہر نہ ہوں اور ان میں جمعہ کی نماز منع ہو کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ وہ تو مشرق تا مغرب آنے والے زائرین سے نہیں پڑھتیں، چہ جائیکہ وہاں کے لوگوں کے لئے کافی نہ ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

الذی یدعی عموم الجمعة کل محل ولا یخصہ بمصر ولا قرية فقد خالف الاجماع وهو ضلال بلا نزاع وقد اجتمع ائمتنا علی اشتراط المصر لہا وان الاشتغال بہ فی القرى تکرہ تحریمًا لکونہ اشتغالًا بما لا یصح کما فی الدر وغیرہ وقد حققنا المسئلة فی رسالتنا لوا مع البہا وغیر ما موضع من فتاونا واما المصر فالصحيح فی تعريفه ما هو ظاهر الرواية عن امامنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما بینا فی فتاونا بما لا مزید علیہ واما ما لا یصح اکبر صاحبہ اہلہ فغیر صحیح عند المحققین کما نص علیہ فی الغنیة و کفی قاضیا علیہ بالبطلان ان مکة والمدینة تخرجان علیہ من المصر وتمنع الجمعة فیہما لان اتساع مسجدیہما لا یوف مؤفة من یرد الیہما من الافاق مشاہد صرف فضلًا عن اہلہما خاصة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵۴ از اودیپور میواڑ راجپوتانہ مہارانا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس  
۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ پڑھتا ہے تو کتاب میں دیکھ کر پڑھتا ہے اور ایک شخص یہاں بے دیکھے کتاب پڑھتا ہے لہذا فرمائیں دونوں میں کس کا عمل موافق سنت ہے؟

### الجواب

دیکھ کر اور زبانی دونوں نفس ادا سے حکم میں یکساں ہیں مگر زبانی اذوق بالسنۃ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵۵ از بنی اسٹیشن باندرہ محلہ نواپارہ مسجد مرسلہ محمد جہانگیر صاحب امام مسجد مذکور  
المحرم الحرام ۱۳۳۷ھ

جناب مولانا صاحب حجۃ قاہرہ مجدد ماتہ حاضرہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گزارش یہ ہے کہ یہ رسالہ آپ کی خدمت میں روانہ کر کے عرض کیا جاتا ہے کہ اس میں آپ کی مہر ہے اور آج کل یہاں دعائیں بین الخطبتین میں تنازع ہے تو ہم لوگ اس رسالہ پر آپ کی مہر دیکھ کر عمل کر لیا ہے کیونکہ آپ کے دستخط تحریر ہیں اور چند علمائے ہند نامی کی بھی دستخطیں تحریر ہیں، اس وجہ سے لوگوں نے بے دغدغہ عمل کر لیا ہے تو اسی واسطے آپ کی خدمت میں ارسال کر کے عرض ہے کہ دستخط آپ کے موجود ہیں اور دیگر علمائے ہند نامی گرامی کی تحریر ہے تو عمل کریں یا نہ کریں اور اس رسالہ میں جو دلیلیں تحریر ہیں صحیح ہیں یا نہیں، جیسا آپ تحریر فرمائیں آمتا کیا جائے۔

### الجواب

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دُعائیں الخطبتین ہرگز ایسی چیز نہیں ہے جس سے مخالفت پر کچھ بھی زور دیا جائے ایسے مسائل میں تفرقہ اندازی، فتنہ پردازی، جدال پسندی، فریق بندی وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اُس کے ذریعہ شہرت چاہتے ہیں۔ فقیر کی عبارت کہ اس رسالہ میں منقول ہوتی ہے اس میں بہت قطع و برید و کمی کی گئی ہے میرا مسلک اس میں ہمیشہ یہ رہا ہے کہ خود میرے سامنے مقتدین دعا کرتے ہیں اور میں کبھی منع نہیں کرتا اور یہی مسلک میرے آبائے کرام اور محققین اعلام کا رہا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، خود بنی میں بھی میں نے جمعہ پڑھایا اور حاضرین نے بین الخطبتین دُعائیں مانگیں اور میں نے نہ اس وقت منع کیا نہ بعد کو، اس رسالہ میں بہت اغلاط فاحشہ ہیں اور بہت اکاذیب باطلہ ہیں، یہاں تک کہ صحیح سوالوں کو جھٹلایا ہے اور خود محض جھوٹا حوالہ کتاب پر گھڑ کر دیا ہے ان امور کی تفصیل اور مسئلہ کی تحقیق جمیل ایک رسالہ ہو سکتی ہے مسلمانوں کو سمجھ لینے کو اتنا کافی ہے کہ یہ شخص اور اس کے استاد دیوبندی ہیں گنگوہی کے شاگرد اور گنگوہی و تھانوی کے مداح، اور یہ وہ ہیں کہ علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور فرمادیا کہ من شک فی کفرہ وعدا بہ فقد کفر

کو بھی صحیح یا مشکوک ہی سمجھنے لگیں اور یہ ان کے دین کا نقصان ہے، وہ بانی ہو یا کوئی کافر، یہودی، مجوسی، بت پرست وغیرہم کسی کی سب باتیں جھوٹی نہیں ہوتیں کوئی نہ کوئی بات ہر شخص سچ کہتا ہے۔ فقہ حنفی میں تو متعدد اشخاص مثل زحشری و زاہدی و مطرزی معتزلہ گزرے ہیں ان کے اقوال فروع فقہ میں نقل و مسلم ہوتے ہیں اور عقائد میں وہ لوگ گمراہ بدین ہیں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے، بلاشبہ صحیح مذہب ہی ہے کہ دونوں خطبوں کا سننا فرض ہے اور کسی خطبے کے وقت نہ سنتیں پڑھنے کی اجازت نہ اللہ عزوجل کا نام پاک سن کر عزت شانہ وغیرہ نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ زبان سے کہنے کی اجازت کہ بحالتِ خطبہ سلام و کلام مطلقاً حرام ہے، ہاں دل میں جل جلالہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں، درمختار میں ہے :

اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام الى تمامها  
خلا قضاء فائتة لم يسقط الترتيب بينها و  
بين الوقتية فانها لا تكرر سراج وغيره  
لضرورة صحة الجمعة والا لا في حرم كلام  
ولو تسبيحا او امر بمعروف بل يجب عليه  
ان يسمع ويسكت له (مذخراً)

جب امام آجائے تو اب تمام تک نہ کلام نہ نماز جو  
فوت شدہ نماز کی قضا کے علاوہ ہو جبکہ اس میں اور  
وقتی نماز میں ترتیب ساقط نہ ہوئی ہو، لہذا قضا  
میں کہ بہت نہیں تاکہ جمعہ صحیح ہو، سراج وغیرہ، اور اگر  
ایسی صورت نہیں تو کلام حرام ہے خواہ ایک تسبیح  
ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح امر بالمعروف بھی، بلکہ اس  
پر لازم ہے کہ خطبہ سنے اور خاموش رہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

ينصت ان قرأ الامام آية ترغيب او ترهيب  
كذا الخطبة فلا يأتي بما يفوت الاستماع  
ولو كتابة او رد سلام وان صلى الخطيب على  
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
الا اذا قرأ آية صلوا عليه فيصلى عليه  
المستمع سرا بنفسه وينصت بلسانه عملا  
بامرى صلوا وانصتوا<sup>لله</sup> ملخصاً والله تعالى اعلم۔  
خاموش رہے تاکہ دونوں حکموں درود شریف پڑھو اور خاموش رہو پر عمل ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لا الحکم بعد ما لصحة عندنا قوله عند البعض  
الی بعض المجتهدین کالامام الشافعی هنا۔  
والله تعالیٰ اعلم

منع کا ہے نہ کہ عدم صحت کے حکم کا ہمارے نزدیک ،  
قوله عند البعض یعنی بعض مجتہدین مثلاً امام شافعی  
کے نزدیک اس مقام پر جواز کا قول ہے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵۷ عبدالستار ابن اسمعیل از رنگون

۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں جمعہ کی نماز پڑھانے والا دیوبندی یا بدعتیہ اور دوسری  
کسی مسجد میں بھی جمعہ نہ ہوتا ہو یا تمام مساجد جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے ان کے امام بد مذہب ہوں تو ایسی صورت میں  
اہل سنت جمعہ کو ترک کرے یا کوئی اور حکم ہے؟ نیز ایسا ہی عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟

### الجواب

جب صورت ایسی ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کسی مسلمان صالح امامت کو اپنا امام مقرر کریں اُس کے پیچھے  
جمعہ و عیدین پڑھیں جمعہ قائم کرنے کے لئے اگر کوئی مسجد بنائیں تو اذن عام مسلمین و اشتہار کے ساتھ کسی میدان  
خواہ مکان میں پڑھیں اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو اور سب مساجد کے امام دیوبندی یا وہابی یا غیر مقلد یا  
نیچری یا مرزائی وغیر ہم مرتدین ہیں تو فرض ہے کہ ظہر تنہا تنہا پڑھیں ان لوگوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے جیسے  
کسی بُت پرست یا آریہ کے پیچھے یہ ترک جمعہ نہ ہو کہ وہ جو پڑھ رہے ہیں لغو و باطل حرکت ہے نماز ہی نہیں، اور  
اُن کی اقتدار بوجہ حرام قطعی ہے بلکہ اُن کے عقائد پر مطلع ہو کر پھر بھی انہیں قابل امامت جانے تو کافر ہو جائے من  
شک فی کفرًا و عذابہ فقد کفر (جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ ت) ہاں اگر  
کہیں ایسا بد مذہب ہو جس پر حکم کفر نہیں جیسے تفضیلیہ اور سنی کی امامت نہ مل سکے تو اس کے پیچھے جمعہ و عیدین  
پڑھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵۸ از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دوسری بستی میں جمعہ ہوتا ہے لوگ وہاں جا کر جمعہ پڑھتے  
ہیں اب وہاں یعنی ہیضہ وغیرہ آگیا ہو تو ایسی حالت میں اس ہیضہ والی بستی میں جا کر جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

اگر یہ جگہ حوالی شہر ہے تو دوسری جگہ نہیں اسی کا حصہ ہے ورنہ اگر خود شہر ہے تو بغیر وہاں بھی ہیں جمعہ

جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، نہ کہ وہ جو انھیں عالم دین جانے اور چنان و چنیں مانے۔ والعیاذ باللہ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۵۶ ہادی حسن خاں از کانپور نئی سڑک ۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچ سو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پرنہ ہوگی اور اس کے قریب دو دو کوس پر کئی قبے ہیں تو اس گاؤں میں از روئے مذہب حنفی نماز جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

## الجواب

باجماع جملہ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ و عیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ۔ تمام متون و شروح و فتاویٰ میں ہے: شرط صحتها المصرا (جمعہ کی صحت کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے۔ ت) درمختار میں ہے: صلوة العید فی القری تکرہ تحریماً لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصرا شرط الصلوة۔ دیہاتوں میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل میں مشغول ہوتا ہے جو درست نہیں کیونکہ اس کی صحت کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے (ت) خود نہ پڑھیں گے حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں گے جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے باایں ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے۔ درمختار؛

کرة تحریماً صلوة مطلقاً و نفل مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانہم یتروکونها والاداء الجائز عند البعض اولی من التروک (ملخصاً) طلوع آفتاب کے وقت ہر نماز مکروہ تحریمی سے خواہ نفل ہو لیکن عوام کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں جائے گا کیونکہ وہ بالکل ترک کر دیں گے، اور جو بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے اولی ہوتا ہے (ت) ردالمحتار میں ہے؛

قوله فلا یمنعون افاد ان المستثنی المنع قوله "فلا یمنعون" واضح کر رہا ہے کہ استثناء،

۱۰۹ / ۱	مطبوعہ مطبع مجتہدی دہلی	باب الجمعة	نہ درمختار
۱۱۴ / ۱	" " "	باب العیدین	۲
۶۱ / ۱	" " "	کتاب الصلوة	۳

سوائے آدمی ہوں مگر جمعہ وعیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا وہی ہو گا جو سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون اور ان میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کر لیں، جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے مگر جبکہ دوسری جگہ کا امام اعلم و افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶۲ از جرودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید الطاف حسین صاحب زمیندار و گورنمنٹ پنشنر

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں تین مسجدیں ہیں اور تینوں میں پنجوقتہ باجماعت نماز ہوتی ہے آٹھ سات حافظ قرآن ہیں دو تین حاجی الحرمین الشریفین ہیں، دس پندرہ اچھی فارسی اور دو تین کچھ عربی فارسی پڑھے ہوئے ہیں، ایک صاحب مدرسہ طیبہ دہلی کے سند یافتہ اور تین چار عطائی طیب ہیں، ایک شخص آنکھیں بناتا ہے، ایک قرآنی مکتب ہے جس میں دس بارہ طالب علم قرآن شریف حفظ کرتے ہیں، اس کے علاوہ ایک گورنمنٹی مدرسہ ہے، ڈاک خانہ بھی موجود ہے، پانچ چھ آدمی انگریزی داں ہیں جن میں بی اے اور ایف اے بھی ہیں، پندرہ سولہ آدمی گورنمنٹی ملازم ہیں جو دس روپیہ سے تین سو روپیہ تک تنخواہ پاتے ہیں، ایک شخص گورنمنٹ سے تیس روپیہ پنشن پاتا ہے، تین چار دکانیں ہیں جن میں ضرورت کی تمامی اشیاء ہمہ وقت دستیاب ہوتی ہیں، تین چار بزاز ہیں، دو پنواڑی کی ایک عطار کی دکان ہے، تین چار گھر تصابوں کے ہیں، پانچ چھ پختہ مکانات ہیں، سات پختہ کنویں بستی میں آب نوشی کے ہیں، سوائے گڑیوں اور چاروں کے ہندو کوئی آباد نہیں، قربانی وغیرہ آزادی سے ہوتی ہے، زمینداری مسلمانوں کی ہے۔ بھنگی، سقہ، بڑھتی، لوہار، حجام وغیرہ پیشہ ور سب آباد ہیں، قریباً بارہ سو کی مردم شماری ہے، ہمیشہ سے جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے جس میں کبھی کبھی تین تین سو آدمیوں کا مجمع ہو جاتا ہے، اب بعض بعض حضرات معترض ہیں کہ اس بستی میں جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں اور چند اشخاص نے جمعہ کی نماز ترک بھی کر دی ہے، حالات موجودہ مذکورہ کی موجودگی میں نماز جمعہ وعیدین ترک کی جائے یا بدستور پڑھی جائیں۔

## الجواب

اگر وہ پرگنہ ہے اُس کے متعلق دیہات ہیں اور ایسی حالت میں ضرور جانب سلطنت سے کوئی حاکم وہاں فصل خصومات و فیصلہ مقدمات کے لئے ہوتا ہے مثلاً تحصیلدار وغیرہ، جب تو وہ خود شہر ہے اور اُس میں ادائے جمعہ وعیدین ضرور اور لازم، اور ان کا تارک گنہگار و آثم۔

فقد صدق علیہا حد المصر الصحیح  
 امر وی فی ظاہر الروایۃ عن الامام الاعظم  
 اس پر شہر کی وہ صحیح تعریف صادق آرہی ہے جو  
 ظاہر الروایۃ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے



قائم کیا جائے نہ کہ دوسری جگہ پڑھنے جائیں ، اور اگر گاؤں ہے تو ان پر جمعہ نہیں بحالتِ وبار وہاں نہ جائیں ،  
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵۹ از مبنی نجر ضلع منڈلا مسؤلہ عبدالستار صاحب پبلی بھیتی ۲ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر سننا جائز ہے ؟

### الجواب

خطبہ سننے کی حالت میں حرکت منع ہے اور خطبہ بلا ضرورت کھڑے ہو کر سننا خلاف سنت ہے۔ عوام میں یہ معمول ہے کہ خطیب آخر خطبہ میں ان لفظوں پر پہنچتا ہے ولذا کو اللہ تعالیٰ اعلى تو اس کے سنتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ حرام ہے کہ ہنوز ختم نہ ہو اچند الفاظ باقی ہیں اور خطبہ کی حالت میں کوئی عمل حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶۰ از ریاست فریدکوٹ ضلع فیروزپور پنجاب مطبع سرکاری مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ با امامت خود پڑھایا دوسری مسجد میں ایک ضرورت کی وجہ آجانے سے خود مقتدی ہو کر بھی جمعہ پڑھا ، اس کا کیا حکم ہے ؟

### الجواب

کوئی حرج نہیں جبکہ امامت پہلے کر چکا ہو فان التفضل بالجمعة غیر ممنوع (جمعہ کو نفل بنانا منع نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶۱ از شہر مسؤلہ شوکت علی صاحب ۱۰ اشہان ۱۳۳۴ھ

کیا قول ہے علمائے اہلسنت وجماعت کا اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ ممانعت تو نہیں ہے اور جمعہ میں کم از کم کے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے ؟

### الجواب

جامع مسجد وہی ایک ہے شہر میں متعدد جگہ جمع ہونے کی ممانعت نہیں۔ جمعہ کے لئے کم سے کم امام کے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اللہ تعالیٰ جناب کی دعا کی برکت سے ہم فقیروں کے لئے جامع اہلسنت پیدا کر دے کہ حد کے مسلمانان اہلسنت فریضہ جمعہ ادا کر سکیں، صدر میں دو مسجدیں ہیں، اس وقت دونوں پر تصرف ایسی طاقتوں کا ہے کہ جن کے نزدیک دینداری اور مذہب معاذ اللہ جنون ہے یا اہل سنت کی موجودہ مشہور و متعارف صورت کہ جس پر ہم اور ہمارے شیوخ کرام ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ شرک و بدعت ہے لہذا ہم مع اجاب و متعلقین تراویح و سنن النض ایک کرایہ کے مکان میں جو وسیع اور قابل انعقاد محافل ہے ادا کر لیا کرتے ہیں جمعہ جا کر ایک اور مسجد جو صدر سے قریباً میل بھر کے فاصل پر ہوگی یا کم و بیش پہنچ کر ادا کر لیتے ہیں لیکن بعض کو یہ مسجد قریب پڑ جاتی ہے اور بعض کو دقت ہوتی ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے مکان میں جو کرایہ کا مکان ہو جمع ہو کر جمعہ وعیدین ادا کر سکتے ہیں جناب مجددیہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ قوم کو اور میری تسلی ہو جائے گی۔

### الجواب

جناب محترم ذی المجد والکرم اکرم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کے سوانہ مسجد شرط ہے نہ بنا۔ مکان میں بھی ہو سکتا ہے میدان میں بھی ہو سکتا ہے اذن عام درکار ہے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے :

السلطان اذا صلی فی دارہ ان فتح باب دارہ  
جانزو ان لم یاذن للعامة لا تجوز (مخلصاً)  
سلطان نے اگر اپنی دار میں نماز جمعہ پڑھی اگر دروازہ  
کھلا تھا تو جائز اور اگر عوام کو شرکت کی اجازت نہ تھی  
تو جائز نہیں۔ (ت)

در مختار میں ہے :

یشترط لصحتها المصرا وفناءه وهو ما حوله  
لاجل مصالحه كدفن الموتى وركض الخيل  
(مخلصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔  
صحت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کا ہونا ضروری ہے  
فنا سے مراد شہر کے ارد گرد وہ جگہ ہے جو شہر کی  
ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو، مثلاً قبرستان اور  
گھڑ دوڑ کے لئے جگہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶۴ از حبیب والا ضلع بجنور تحصیل دھا پور مسئلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی ہے جس کی کل آبادی قریب ۹۰۰ کے ہے اور اس میں

رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلداً فیہا سکک  
واسواق ورساتیق و فیہا وال الخ  
مروی ہے کہ وہ بڑا شہر جس میں گوجے اور بازار  
ہوں اور کوئی نہ کوئی والی ہو الخ (ت)

اور اگر وہ پرگنہ نہیں یا وہاں کوئی حاکم فصلی مقدمات پر مقرر نہیں مگر زمانہ سلطنت اسلام میں  
وہ ایسا تھا اور جب سے اس میں جمعہ ہوتا تھا تو اب بھی پڑھا جائے گا۔ صلوة مسعودی باب ۳۳  
میں ہے :

جائے راکہ حکم شہر دادند بعد از آن خرابی پذیرد آن  
حکم شہرے باقی ماند تا اگر ایشان نائب سلطان یا جمع در آنجا  
نماز آدینہ گزارند روا بود  
وہ جگہ جسے شہر قرار دیا گیا خرابی کے بعد بھی وہ حکم شہر رکھتا ہے  
اگر نائب سلطان نماز جمعہ باجماعت ادا کرے تو اب  
بھی ادا ہوگا۔ (ت)

اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو مذہب حنفی میں وہاں جمعہ وعیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اسے  
اکھاڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب،

قال اللہ تعالیٰ اراءیت الذی ینہی ععبدا  
اذا صلی فیہ عن امیر المؤمنین علی  
کوہ اللہ وجہہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے  
کو جب وہ نماز پڑھے۔ اور اسی آیت کے تحت حضرت  
امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک روایت ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۶۳ ملکہ از کراچی صدر بازار دفتر انجمن جمعیتہ الاحباب مرسلہ ابوالرجاء غلام رسول صاحب  
۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

جناب تقدس مآب، مجمع مکارم اخلاق، منبع محاسن اشفاق، سراپا اخلاق نبوی، مظہر اسرار مصطفوی،  
سلطان العلماء اہلسنت، بریان الفضلاء الملتہ، قدوة شیوخ الزمان، مولانا المحدث دوم، بحر العلوم، اعلم حضرت  
امام الشریعت والطریقیت، مجددانہ حاضرة، متع اللہ المسلمین، بطول بقائہم ودامت علی رؤس المسترشدین  
فیوضا تکم و برکاتکم۔ بعد سلام مسنون و اشتیاق روز افزوں آنکہ بحکم مشاورہ (مشورہ طلب کرو۔ ت) حضرت  
سے التماس ہے ایک عرصہ ہو انگریز اہلسنت کراچی کی صدائے محزون نے تاحال کوئی اثر پیدا نہیں کیا، جمعہ و  
جماعت کی جیسی کچھ تکلیف ہے ناقابل بیان ہے لہذا دعا فرمائیے۔ اس وقت حضور پر نور وارث سجادہ رسالت مآب

۱ فتح القدیر  
۲ صلوة مسعودی  
۳ القرآن  
باب الجمعہ  
باب ۳۳ در بیان نماز آدینہ  
مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ  
مطبع احمدی ممبئی، انڈیا  
۲۴/۲  
۱۴۲/۲  
۹-۱۰/۹۶

اور حدیث صحیح ،

کفی بالسرء کذب ان یحدث بکل ما سمع  
سواء مسلم وغیره۔

کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ  
سُنی سنائی بیان کر دیتا ہو۔ اسے مسلم وغیرہ نے  
روایت کیا۔ (ت)

آیت کا ارشاد یہ ہے کہ غیر ثقہ کی خبر خوب تحقیق کر لو کہیں کسی کو بہالت سے آزار دے بیٹھو پھر اپنے کتے پر  
پکھتاتے رہو، اور حدیث اول کا کہ اپنے اموات کو خیر ہی سے یاد کرو اور دوم کا یہ کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کو  
یہ بہت ہے کہ جو کچھ سُننے اُس پر اعتبار کر کے لوگوں سے بیان کر دے اور اگر اپنی طرف سے کہا تو آفت سخت تر  
ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :  
من ذکر امرأ بما لیس فیہ لیعیب بہ  
حبسہ اللہ فی نار جہنم حتی یاتی بنفاذ  
ما قال فیہ۔

جو کسی کے عیب لگانے کو وہ بات بیان کرے جو اس  
میں نہیں اللہ اسے نار جہنم میں قید کرے گا یہاں تک  
کہ اپنے کتے کی سند لائے۔

دوسری روایت میں ہے ،

کان حقاً علی اللہ ان ینذیبہ یوم القیمة  
فی النار حتی یاتی بانفاذ ما قال۔ رواہ الطبرانی  
بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ  
عنه۔

اللہ پر حق ہے کہ جب تک اپنی اُس بات کا ثبوت  
پیش نہ کرے اُسے آتش دوزخ میں پگھلائے۔  
اسے طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ ابی الدرداء رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور بفرض غلط اگر معاذ اللہ کوئی بد مذہب ہی خطبہ تصنیف کرے اور وہ صحیح ہو اس میں کوئی بد مذہب ہی  
نہ ہو تو اس کے پڑھنے سے نماز کیوں ناجائز ہونے لگی، یہ دل سے مسئلہ گھڑنا اور شریعت مطہرہ پر افتراء  
کرنا ہے، ہاں اردو زبان خطبہ میں ملانا نہ چاہئے کہ خلاف سنت متواترہ ہے یہ دوسری بات ہے اسے عدم جواز  
نماز سے کیا علاقہ، شخص مذکور اگر اپنی ان حرکات پر مصر رہے اور تائب نہ ہو تو اُس کے پیچھے نماز نہ چاہئے  
نہ اس کے ہاتھ پر بیعت، ویتوب اللہ علی من تاب ( اللہ تعالیٰ ہر توبہ کرنے والے پر کرم فرماتا ہے۔ ت )  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۸/۱	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	النہی عن الحدیث بکل ما سمع	۱ صحیح مسلم
۴۳۲/۹	مکتبۃ المعارف الریاض	حدیث ۸۹۳۱	۲ معجم اوسط
۲۰۱/۴	دار الکتاب بیروت	بجوالہ الطبرانی الجبیر باب فی الشہود	۳

ہر چیز بھی وقت پر نہیں مل سکتی، لہذا ایسی بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ وجوبِ صلوٰۃ کے لئے کیا شرائط ہیں؟ مدلل بیان ہوں۔

## الجواب

جمعہ صرف شہر و فنائے شہر میں جائز ہے ورنہ نہیں، شہر وہ بستی ہے جس میں متعدد گوجے دائم بازار ہوں، اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں فیصلہ مقدمات پر کوئی حاکم مقرر ہو۔ وجوبِ جمعہ کی سات شرطیں ہیں:

(۲) ذکورت

(۱) حریت

(۴) بلوغ

(۳) عقل

(۶) اتنی صحت کہ حاضر جماعت ہو کر پڑھ سکے۔

(۵) شہر میں اقامت

(۷) عدم مانع مثل جنس و خوفِ دشمن و بارانِ شدید وغیرہ۔

ان کی تفصیل اور بعض استثناء در مختار وغیرہ میں ہیں وقد ادخلنا البصر وقدرة المشی فی الصحۃ (ہم نے صحت میں بیانی اور چلنے کی قدرت کو شامل کیا ہے) اور اس کے صحیح ہونے کی سات شرطیں ہیں:

(۱) شہر یا فنائے شہر

(۲) سلطانِ اسلام یا اس کا نائب یا ماذون یا بضرورت جسے عام مسلمین نے امام جمعہ بنایا ہو۔

(۳) وقتِ ظہر ختم تک باقی رہنا۔

(۴) خطبہ وقتِ ظہر میں۔

(۵) قبل نماز کم از کم تین مسلمان مردوں عاقلوں کے سامنے خطبہ ہونا۔

(۶) جماعت سے ہونا جس میں کم از کم تین ایسے مرد ہوں۔

(۷) جمعہ کے لئے اذنِ عام ہونا بلا وجہ شرعی کسی کی روک نہ ہو۔

بیان دلائل سے کتب لبریز ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶۵ از مولیٰ پور برہما مرسلہ محمد واحد خطیب مسجد قبرستان نئی بستی ۲۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالیٰ کہ ائمہ مساجد احناف کو نواب صدیق حسن خاں کی تصنیف کا

خطبہ ہر جمعہ و عیدین میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کون خطبہ معتبر ہے؟

## الجواب

صدیق حسن خاں غیر مقلد لاندھب تھا اس کی تصنیف کا خطبہ اہلسنت کو پڑھنا نہ چاہئے لان فیہ تنویہا بذکرہ

لا یغنی عن الحق شیئاً ( بلاشبہ ظن، حق سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ ) تو ان پر عمل خصوصاً علوم قرآن مجید کے خلاف کیونکہ اس نے حلال کر لیا، اور یہ بھی اُس وقت ہے کہ ان احادیثِ آحاد کی صحت ثابت کر لے، ائمہ مجتہدین کا اجتہاد نہ ماننا اور بخاری و مسلم کی تصحیح یا نسانی و دارقطنی کی تعدیل و تخریج پر اعتقاد کرنا ظلم شدید و جہلِ بعید ہے، کون سی آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ بخاری جس حدیث کو صحیح کہہ دیں اُسے مانو اور جسے ضعیف کہہ دیں اُسے نہ مانو یا یحییٰ و شعبہ جسے ثقہ کہہ دیں اُسے معتد جانو اور ضعیف کہہ دیں تو ضعیف جانو، قرآن و حدیث متواترہ اجماعِ امت کو حجت بتاتے ہیں، اور اجماعِ امت ہے کہ جمعہ کا حکم مطلق و عام نہیں مقید بقیود و مشروط بشرائط ہے اور جو اجماع کا خلاف کرنا ہے قرآن عظیم فرماتا ہے: نصلہ جہنم و ساءت مصیراً ۵ ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے وہ بہت ہی بُری پھرنے کی جگہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** ۱۳۷۸ مرسلہ جناب جد الحسین از فرید پور مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں معہ چند اشخاص اپنے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلہ کی مسجد میں جا کر نماز جمعہ کو ادا کرنا باوجود اس کے کوئی طریقہٴ فضیلت نہیں رکھتی ہے نہ مسجد بڑی نہ جماعت کثیرہ امامِ ائمہ، ہاں اتنا ہے کہ دوسرے محلہ کی مسجد ربع میل اور اپنے محلہ کی مسجد ثلث میل فاصلہ پر ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کے جانے کی وجہ سے اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت کم ہوتی ہے انہوں ان لوگوں کو منع کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر منع نہ کرنے کے ان لوگوں کے ساتھ اور لوگوں کے بھی جانے کا احتمال ہے اور بصورت جائز ہونے کے کون سی مسجد میں افضل ہے؟ بینوا توجروا۔

### الجواب

جمعہ مسجد جامع میں افضل ہے، مسجد محلہ کا حتیٰ نماز پنجگانہ میں ہے جب وہ جامع نہیں اور دوسری جگہ جانے میں اُن کو آسانی ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** ۱۳۷۹ از شہر روہیلی ٹولہ مستولہ طالب علم بنگالی ۲۳ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس گاؤں میں تعریف شہر کی صادق آئے مثلاً بڑی سے بڑی مسجد میں اس کے اہل نہ جمع ہو سکیں اور گلیاں اور بازار ہوں اور اس میں چند مولوی ہوں مسئلہ دین کا جاری کرتے ہوں اور قاضی ہو کر انصافِ مظلوم کا کرتے ہوں اُس گاؤں کے متصل اور گاؤں بھی ہے ایسے

۱۳۶۹ھ از سرکون تحصیل کھنیا ڈاک خانہ ٹنک پور مرسلہ تھے خاں صاحب ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ  
 جمعہ کی نماز ہر شخص پر فرض ہے سوا ان کے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمایا مشکوٰۃ  
 شریف صفحہ ۱۱۳ باب وجوب الجمعہ میں طارق ابن شہاب سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علم و سلم نے کہ جمعہ حق ہے اور واجب ہے مگر چار پر غلام اور عورت اور نابالغ اور بیمار۔ یعنی ان چار کے سوا  
 سب پر واجب ہے، خود کسی کا نوکر ہو یا سوداگر یا کھیتی والا یا مزدور ہو، بعض روایت میں مسافر کا بھی  
 ذکر ہے۔ اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے فرمایا  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ باز آئیں لوگ جمعہ کا ناغہ کرنے سے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر  
 مہر لگا دے گا پھر وہ منافقوں میں سے ہو جائیں گے یعنی ان کا نام منافقوں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ ہاں  
 اتنی قید اور شرط تو حدیث شریف میں آئی ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھو، سو جماعت کا مسئلہ یہ ہے کہ  
 جب ایک سے زیادہ ہوئے خواہ دو ہوں یا زیادہ ہوں ان کو جماعت کہتے ہیں، چنانچہ مشکوٰۃ شریف  
 باب الجماعۃ وفضلها وک میں ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے اور مشکوٰۃ شریف کے باب الجمعہ  
 میں روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جو شخص تین جمعے بلا ضرورت  
 نہ پڑھے تو لکھا جاتا ہے منافق اُس کتاب میں جو نہ ملتی ہے نہ بدلتی ہے، لہذا نماز جمعہ ہر جگہ پڑھنا چاہئے  
 خواہ شہر ہو یا گاؤں ہو یا جنگل ہو یا بن ہو کیونکہ حدیث شریف میں کوئی خصوصیت نہیں آئی ہے۔ فقط  
 حررہ محمد اشرف خاں عفی عنہ۔

## الجواب

جمعہ بن میں حرام ہے اور گاؤں میں ناجائز ہے اور عموماً اپنے شروط سے مشروط ہوتے ہیں،  
 احادیث سے جو جاہلانہ استناد کسی جاہل نے کیا ہے وہ اگر دامنِ ائمہ چھوڑے تو یہی بتائے کہ یہ حدیثیں اُس  
 نے شروع میں کیونکہ حجت قرار دیں، اللہ تعالیٰ نے تو سورہ جمعہ میں یا ایہا الذین امنوا (اے ایمان والو)  
 مطلق ارشاد فرمایا ہے اس میں عورت یا بچے یا غلام یا مریض یا مسافر کسی کا استثنا نہیں تو کیوں نہیں  
 کہتا ہے کہ چار برس کے بچے پر بھی جمعہ فرض ہے وہ احادیث سب خبر آحاد ہیں اور خبر آحاد موجب ظن،  
 تو ان سے استدلال کرنا اس کو حرام اور قرآن مجید کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان یتبعون الا  
 الظن (وہ نہیں اتباع کرتے مگر ظن کی - بت) اور فرماتا ہے: ان الظن

اکثر محمد مصطفیٰ محبوب و مطلوب خدا  
خدا کے محبوب و مطلوب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
گفتے دریں حسرتا ای ماہ رمضان الوداع  
حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے اسے ماہ رمضان!  
(الوداع - دت)

یہ فتویٰ مفتی سعد اللہ نامی کسی بزرگ کا ہے جو ۱۲۹۶ھ میں مطبع نولکھنور کانپور میں چھپا ہے جناب اس  
فتوے کے متعلق کیا فرماتے ہیں آیا صحیح قابل عمل ہے یا واجب الرد؟ جو کچھ ہو صاف صاف تحریر فرمائیے،  
بینوا توجروا۔

## الجواب

- ۱۔ الوداع جس طرح رائج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔
- ۲۔ نہ صحابہ کرام و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نہ اس کا موجد معلوم۔
- ۳۔ وہ اپنی حد ذات میں مباح ہے ہر مباح نیت حسن سے مستحب ہو جاتا ہے اور عروض و عوارض خلاف  
سے مکروہ سے حرام تک۔
- ۴۔ جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے خاص خطبہ الوداع کوئی چیز نہیں ان کے ترک سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑسکتا  
اُس کے ترک میں کچھ خلل نہیں، نہ تارک پر زجر و ملامت روا جبکہ ترک بر بنائے وہا بیت نہ ہو، ہاں اگر  
وہا بیت ہے تو وہابی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز محض باطل اور وہ زجر و ملامت سے بھی سخت تر کا  
مستحق ہے۔

۵۔ اس فتوے میں جو کچھ لکھا حرف بحرف صحیح ہے سوائے اس لفظ کے کہ "افضل ترک است" اس کی جگہ یوں  
چاہئے التزامش نہ شاید گا ہے ترک ہم کنند تا عوام گمان و وجوب و امان ؛ (اس کا التزام نہیں کرنا  
چاہئے کبھی اسے ترک کر دیں تاکہ عوام کو وجوب یا سنت ہونے کا وہم نہ ہو۔ ت) فقد صرح العلماء  
الکرام ان التوکل احیاناً یزیل الایہام (علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ بعض اوقات ترک  
کر دینا عوام کے وہم کو زائل کر دیتا ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۳۷۷ھ از ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ نہروی مدرسہ حافظ پور مخلص الرحمان

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔  
عرض یہ ہے کہ ہمارے ملک بنگالہ میں ایسی بستیاں ہوا کرتی ہیں کہ ہر ایک میں متعدد پارہ یعنی حصے ہوتے  
ہیں اور ہر ایک پارہ جدا جدا نام سے موسوم ہے، ایک پارہ سے دوسرے پارہ علیحدہ اور اس قدر فاصلہ سے  
بسا ہے کہ گویا قریہ صغیرہ مستقلہ ہے اور پاروں کے درمیان مواضع منفصلہ میں مزارع اور میدان اور کہیں کہیں



گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

گاؤں متصل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ دیہات اس کے متعلق ہوں یہ ضلع یا پرگنہ ہواپنے اپنے طور پر فیصلہ کرنے سے شہر نہیں ہو جاتا بلکہ والی ملک یا اُس کا مقرر کردہ حاکم ہو، اگر یہ دونوں باتیں ہیں تو اس میں جمعہ جائز و صحیح ہے ورنہ باطل و ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۴۲ھ مسؤلہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار بہرودی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

۱۔ جمعۃ الوداع رمضان المبارک کو نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع پڑھا

ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا ہے تو سب سے پہلے خطبہ الوداع کس نے پڑھا ہے اور اس کا موجد و مخترع کون ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ مجتہدین فقہاء و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۳۔ شریعت مقدسہ مطہرہ منورہ محمدیہ حقیقہ اہلسنت و جماعت میں خطبۃ الوداع کا کیا درجہ ہے فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، صاف صاف مدلل تحریر فرمائیں۔

۴۔ جس جمعۃ الوداع کو خطبہ الوداع نہ پڑھا جائے وہ جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور تارک خطبۃ الوداع کس درجہ کا خاطی و گنہگار ہے، قابل ملامت و زجر ہے یا نہیں؟ ملامت و زجر کرنے والے تو گنہگار نہ ہونگے؟ امامت اُس کی جائز ہے یا ناجائز؟

۵۔ کتاب شبیہ الانسان کے صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے،

اما خواندن کلمات حسرت و افسوس در خطبہ آخر رمضان مباح است فاما از سلف منقول نیست و افضل ترک است تا عوام را گمان و جوہ و سنتش نگرود درین شرط است کہ روایت دروغ و بہتان بر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در آن نباشد والا حرام ہچنانکہ این سنت ہے

رمضان کے آخری جمعہ میں حسرت و افسوس کے کلمات پڑھنا مباح ہے لیکن اسلاف سے منقول نہیں، ترک افضل ہے تاکہ عوام اسے واجب یا سنت نہ بنالیں، شرط یہ ہے کہ اس میں رسالتاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت جھوٹ شامل نہ ہو ورنہ حرام ہے اور وہ یہ ہے،

ہوں گے، بہر حال متعدد گناہ ان پر لازم ہیں باینہم جہاں لوگ پڑھتے ہوں انہیں نہ روکا جائے، کما افادۃ فی الدر المختار فی الصلوٰۃ عند الشروق (جیسا کہ رد المحتار میں طلوع آفتاب کے وقت نماز کے بارے میں بیان کیا ہے۔ ت) اور خود ہرگز نہ پڑھیں، نہ نئی جگہ قائم کریں کہ گناہ سے بچنا لازم ہے اور پاروں کے مجموعہ کو اگرچہ مجموعی طور پر قریہ کبیرہ کہہ سکیں مگر قریہ کبیرہ بمعنی بلدہ صغیرہ ہرگز نہیں جس میں جمعہ جائز ہو سکے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۴۸ھ از قصبہ جہاں آباد خاص ضلع سیلی بھیت مرسلہ عاشق حسین نجفی قصبہ مذکور  
تا ۱۳۸۱ھ مورخہ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مسائل ذیل میں:

- (۱) جمعہ کے خطبوں میں عربی عبارت پڑھ کر بعد کو ترجمہ اردو زبان میں محض بہ نیت آگاہی قوم امام جمعہ پڑھے تو کیا نقص یا فضل ہے؟
- (۲) خطبہ دراز یا قرارت طویل کا پڑھنا کوئی فضل رکھتا ہے یا نقصان؟
- (۳) قبل اور بعد جمعہ سنتوں میں سنت رسول اللہ کہنا کوئی نقصان ہے؟
- (۴) مکرر الوداع شریف کوئی عمل شرعی میں نقص رکھتا ہے اور یہ عمل درست ہے یا نادرست؟ بشریعت بینوا توجروا۔

## الجواب

- (۱) خطبہ میں عربی کے سوا دوسری زبان ملانا مکروہ و خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) قرارت بقدر سنت سے زائد نہ ہو اور اتنی زیادت کہ کسی مقتدی کو ثقیل ہو حرام ہے اور خطبہ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ آدمی کی فقاہت کی یہ نشانی ہے کہ اس کا خطبہ کوتاہ ہو اور نماز متوسط، زیادہ طویل خطبہ خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۳) سنتیں جمعہ کی ہوں یا اور وقت کی، ان کی سنتوں میں نام اقدس کی طرف اضافت کہ حضور کی سنت ہے اس میں کوئی عرج نہیں اس سے وہاں منع کرتے ہیں جو نام اقدس سے جلتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) الوداع کہ رائج ہے نہ کوئی شرعی حکم ہے نہ اس سے منع شرعی، ہاں علماء اس کا التزام نہ کریں، کبھی

بانس اور دیگر ادنیٰ جنگل ہوا کرتے ہیں موسم برسات میں ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لئے کشتی کی غرور کم ہی ہوا کرتی ہے مگر جوتی پن کو نہیں جاسکتے کہیں کہیں درمیانی فاصلہ میں زانو تک پانی ہوتا ہے اور اکثر جگہ میں اس سے کچھ کم ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لئے سوائے کھیتوں کی حد بندی اور چھوٹے چھوٹے راستوں کے اور کوئی بڑا راستہ نہیں ہے یعنی دو آدمی محاذی ہو کر ایسے راستہ سے چلنا دشوار ہے ہاں کہیں کہیں مواشی کے چلنے کے لئے "گوپاٹ" یعنی کچھ زمین افتادہ مثل بڑے راستے کے فراخ چھوٹی ہوتی ہے وہ بھی مثل سڑک کے اونچے نہیں، ہر ایک پارہ کے اہلیہ بھی متصل نہیں بالکل غیر منظم حالت پر ہیں، ان پاروں کا ایک بڑا نام ہوا کرتا ہے جس سے وہ خط و کتابت و تمسک و قبائل و گورنمنٹی کاغذات میں مشہور ہوتا ہے اکثر ان گاؤں میں نہ ڈاک خانہ ہے نہ تھانہ و سٹک و اسواق، روزانہ بالکل نہیں ہاں ہفتہ میں دو ایک مرتبہ بعض گاؤں کے کنارے میں بازار (ہاٹ) لگتا ہے جس میں لوگ اشیائے خوردنی بیچتے اور خریدتے ہیں مگر بازار کے معین وقت کے سوا وہاں شاذ و نادر ہی کچھ ملتا ہے مگر ایسے دکان دو ایک سے زیادہ نہیں ہوتا، ایسے گاؤں کے پاروں میں نماز جمعہ کے لئے مسجدیں بنی ہیں ان مسجدوں میں جو نہایت بڑی ہوتی ہے اس میں بمشکل چالیس آدمی سما سکتے ہیں، ہر ایک گاؤں یعنی (مجموعہ چند پاروں میں) دو ڈھائی ہزار لوگ ہندو مسلمان بستے ہیں اس تعداد میں بالغ نابالغ مرد و زن سب شامل ہیں، الحاصل سوائے کثرت مردم کے شہر و محکمے کی دوسری کوئی علامت ان پاروں میں نہیں ہے، نماز پنجگانہ کی جماعت نہیں ہوتی، اتفاقاً دو چار آدمی کہیں جمع ہوتے ہیں تو جماعت پڑھتے ہیں ورنہ کچھ جماعت راتہ نہیں، اب سوال یہ ہے کہ ایسے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنی مطابق مذہب حنفی کے درست یا نہیں، بر تقدیر ثانی پڑھنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں، ایسے گاؤں کو جو متعدد پارہ سے منقسم ہے اور جس میں دو ڈھائی ہزار لوگ بستے ہیں قریہ کبیرہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا عند اللہ اجرا حسنا۔ زیادہ والسلام

## الجواب

صورت مذکورہ میں وہ چھوٹے پارے اور ان کا مجموعہ سب گاؤں ہیں اور ان میں جمعہ ناجائز اور پڑھنا گناہ، درمختار میں ہے؛

صلوة العید فی القری تکرہ تحریمای لانہ  
 دیہاتوں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے  
 اشتغال بما لا یصح بہ  
 کام میں مشغول ہونا ہے جو درست ہی نہیں۔ (ت)  
 اور اگر اس کے سبب ظہر ترک کریں گے تو تارک فرض ہوں گے اور ظہر احتیاطاً تنہا پڑھی تو تارک واجب

مسئلہ ۱۳۸۸ از عیش آرا ضلع مہین سنگہ پوسٹ کالوہا، خندہ کار معظم علی صاحب۔ المحرم الحرام ۱۳۲۹ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی الدارین کہ اس دیار  
 میں چند علماء جاہلوں کو یہ دھوکا دے رہے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور پڑھنے والا گنہگار ہوگا کیونکہ  
 جمعہ جبکہ درست نہیں تو اس سے فرض ظہر کا ساقط نہیں ہوا بہت جگہ کے جمعہ کو ایسے ویران کر دیا اور عیدین  
 کی نماز بھی منع کرتا ہے اور خود بھی نہیں پڑھتا ہے، اور یہ بھی کہا کرتا ہے کہ جو شخص گاؤں میں نماز جمعہ و نماز عید ادا کرتا ہے وہ  
 گناہ کبیرہ کا اصرار کرتا ہے اور گناہ کبیرہ کا اصرار کرنے والا کافر ہے، آیا ایسے عالم جو نمازین مومنین کو کافر کہتا ہے  
 کے لئے کیا حکم ہے؟

## الجواب

دیہات میں نماز جمعہ و عیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اُسے بند کرنا جاہل کا کام ہے  
 قال اللہ تعالیٰ امرأیت الذی ینہی عن عبدی اللہ تعالیٰ کافرمان ہے: کیا آپ نے اس شخص کو  
 اذا صلیٰ ۵  
 اور جو انہیں کافر کہتا ہے گمراہ و بددین ہے، نہ وہ کبیرہ ہے لاختلاف الاثمة (ائمہ کے درمیان  
 اختلاف کی وجہ سے۔ ت) نہ کبیرہ پر اصرار اہلسنت کے نزدیک کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ ۱۳۸۴ جملہ اہل اسلام قصبہ بیرہٹ ریاست سوامی جے پور معرفت حامد محمد مدرس فارسی اسکول  
 ۱۳۸۵  
 بیرہٹ بذریعہ ڈاک خانہ تھانہ غازی ریاست الور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک قصبہ میں قاضی اور خطیب مسجد جامع، سندی پادشاہی رہتے ہیں اور وہ دونوں حسب نسب  
 میں برابر اور برابر ہیں اور علم فارسی و مسائل میں حسب لیاقت خود ہیں الا قاضی کہ بزعم قضایت و نفسانیت و  
 نقیض باہمی یہ کہتا ہے کہ نماز جمعہ پڑھانے کا میرا حق ہے اور خطیب مسجد جامع کہتا ہے کہ میں قاضی نہیں الا  
 خطیب سندی پادشاہی ہوں میں نماز جمعہ پڑھانے کا مستحق ہوں یا مجھ سے اجازت لے کر آپ قاضی صاحب  
 یا دیگر جو افضل ہوں وہ پڑھائیں لیکن قاضی صاحب بوجوہات مندرجہ بالا کے اجازت ناگوار سمجھتے ہیں اور اسی  
 چھوٹے قصبہ میں جامع مسجد شاہی کو چھوڑ کر دو تین آدمیوں میں سے دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اور  
 مسجد جامع درمیان قصبہ کہ جہاں گروہ نواح میں قوم ہنود آباد ہے ایسے مقام پر اہل اسلام کی جماعت

ترک بھی کریں کہ عوام واجب نہ سمجھنے لگیں، اور سچی الوداع قلب سے ہے کہ رمضان شریف کے آنے سے خوش ہو اور جانے سے غمگیں، اور اگر یہ حالت ہو کہ آنا بارگاہ اور جلنے کے لئے گمگمیاں گئیں تو جھوٹی

الوداع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۲ از جانب انجمن اہلسنت و جماعت سہسوانی ٹولہ بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک فرد یا ایک گروہ حنفی المذہب اہل سنت و الجماعت کا جو کہ حتی الامکان مشرکوں بدعتوں و ہابیوں اور خصوصاً رافضیوں سے مجتنب ہے اور ان سے عمل ترک ہوا کرتا ہے لیکن شرکت نماز جماعت اور خصوصاً نماز جماعت کثیر کا شائق ہے، اس جانکاہ و جگر خراش ہنگامہ محرم الحرام کے موقع پر یہ دیکھتے ہوئے کہ جمعہ کا روز عشرہ کا دن نماز جماعت اور عید گاہ کا موقع ہے جس کا انتظام بریلی کے حنفی المذہب اہل سنت و الجماعت انجمنوں کی مشترکہ کوششوں سے ہوا ہے مگر اس ہنگامہ میں تعزیہ دار بدعتی وغیرہم شامل ہیں نیز اس گروہ کثیر کا اجتماع محض تعزیہ داری و تخت بینی کی وجہ سے ہوا ہے کیا اس نماز جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اس کو نماز کا اس قدر ثواب جتنا کہ اتنی بڑی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے حاصل ہونا چاہئے حاصل ہوگا اور یہ بھی کہ آمد و شدہ میں اس کی نظر تخت و تعزیہ وغیرہ اور ان اشخاص پر پڑے کہ جو خوشی و میلہ سمجھ کر اس موقع پر جمع ہوئے ہیں تو اس کے مطلع نظر کو دیکھتے ہوئے اس کے ثواب نماز جماعت و جمعہ میں فرق آیا یا اس کا گناہ بگوار ہونا تو لازم نہ ہوگا۔

### الجواب

جبکہ جماعت کا انتظام سنی حنفی اصحاب نے کیا اور امام سنی حنفی جامع شرائط امامت ہوگا تو اس میں بلاشبہ جماعت کثیر کا ثواب ملنے کی امید واقع ہے، تعزیہ داری ایک بدعت عملی ہے وہ اس حد تک نہیں کہ اس کے مرتکب معاذ اللہ رافضی و ہابی وغیرہم خبیثوں کی مثل ہوں یا معاذ اللہ ان کی جماعت جماعت نہ ہو یا ان سے اجتناب ایسا ہی فرض ہو جیسا ان خبیثوں سے ضروریات دین بالائے سرزود عقائد ضروریہ اہلسنت کے بھی منکر نہیں نہ محبوبان خدا کی معاذ اللہ توہین کرتے ہیں، نہ کسی محبوب بارگاہ سے معاذ اللہ دشمنی رکھتے ہیں، پھر ان خبیثوں کو ان سے کیا نسبت، یہ عقیدہ ہم میں سے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں پیش خود محبت محبوبان خدا کی نیت سے کرتے ہیں، براہ جہالت و نادانی اس میں لہو و لعب و افعال ناجائز شامل کرتے ہیں لہذا ان کی جماعت پر حکم جماعت نہ ماننا محض ظلم ہے اور جب اس کی نیت تماشا دیکھنے کی نہیں نماز باجماعت کثیر کی نیت ہے تو راستے میں ان چیزوں پر نگاہ پڑنے کا اس پر الزام نہیں جیسا کہ زمانہ برس میں آج کل مزارات طیبہ کی حاضری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید اگر واقعی معذور ہے تو جمعہ وغیر جمعہ کسی نماز میں غیر معذورین کی امامت نہیں کر سکتا اور اگر معذور نہیں اور کپڑوں کی نجاست ثابت نہیں تو اور نمازوں کی امامت کر سکتا ہے اور جمعہ و عیدین کی بھی اگر جانب سلطان اسلام سے ماذون ہو یا عام مسلمانوں نے اسے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو اور بوجہ نابینائی اس پر جمعہ فرض نہ ہونا جمعہ میں اس کی صحت امامت کا مانع نہیں جیسے غلام و مسافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۶ از نو شہرہ تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان مسئلہ عبد الغفور صاحب ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ  
ایک اولیاء اللہ کا مجلس خانہ مقرر ہے وہاں عرس شریف کے دن مجلس ہوتی ہے اس مجلس خانہ میں عید نماز یا جمعہ نماز یا مطلق پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

### الجواب

مجلس خانہ میں نماز ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے، ہاں مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور بلا عذر ترک مسجد ہو تو گناہ ہوگا مگر نماز ہو جائے گی، یونہی جمعہ و عیدین بھی اگر عام شہرت و اذن ہو کہ یہاں جمعہ یا عید پڑھیں گے جو چاہے آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۷ از ایرایان محلہ سادات ضلع فتح پور مسئلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دھوپ کی شدت سے اگر خطبہ سنتے وقت چھاتا لگالے تو حرج تو نہیں؟

### الجواب

بہتر نہیں، حاضری دربار کے خلاف ہے، اور یہ ضعیف یا مریض ہے اور دھوپ ناقابل برداشت، تو لگالے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۸ از مقام درگڑھ مالک متوسطہ مرسلہ جناب ڈاکٹر حسین بیگ صاحب معرفت جناب عبد المجید صاحب مورخہ ۲ ربیع الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص فجر کی نماز پڑھ کر جمعہ کے روز بازار کرنے کو ایک مقام پر جو کہ سکونت سے ۹ میل کے فاصلہ پر چلا جاتا ہے اور جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتا جس کو عرصہ دراز ہو گیا ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ منافق ہو گیا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہیں دفن کرنا چاہئے اور اس سے میل و محبت وغیرہ سب ترک کر دئے جائیں وہ کہتا ہے کہ اپنے بچوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے جاتا ہوں اس پر شرعی فتویٰ کی ضرورت ہے۔ بینوا توجروا

کی نماز ہونا زینت و شوکتِ اسلام میں داخل ہے پھر جماعتِ اسلام میں خلل انداز ہو کر جامع مسجد کو چھوڑ کر دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اس حالت میں جمعہ کون پڑھانے کا مستحق ہے خطیبِ مسجد جامع یا قاضی صاحب یا دیگر اور اجازت بھی خطیب سے لینا واجب ہے یا نہیں، اور جمعہ کون سی مسجد میں ہونا واجب ہے، اور اس چھوٹے قصبہ میں دو جمعہ بوجوہات مندرجہ بالا جائز یا ناجائز؟ از روئے شرع شریف مع تشریح کے جواب سے مطلع فرمائیں۔

(۲) ایک قصبہ میں زید نامی شخص کہ جو نابینا اور مرض بھگنڈر یعنی ناسور دائمی میں مبتلا ہے کہ جس کی وجہ سے جسم و جامہ کی پاکی و ناپاکی مشتبہ رہتی ہے کہ جن کا پاک ہونا فرض نماز میں سے ہے اور زید بھی کہتا ہے کہ مجھ پر سے جمعہ ساقط ہو چکا پھر کیا وجہ ہے کہ عید و جمعہ کی امامت بخوارش نفسانی خود کرتا ہے اگر اس سے کہا جاتا ہے کہ بقول آپ کے جمعہ ساقط آپ پر ہو چکا اور آپ معذور ہیں پھر امامت آپ کی کس طرح جائز اور درست ہو سکتی ہے، زید نے کوئی ثبوت اس بارہ میں نہیں دیا آیا زید کی امامت جائز ہے یا ناجائز؟ اس لئے مکلف خدمت بابرکت میں ہیں کہ دونوں سوالات کے جواب بالتشریح حوالہ کتب ائمہ دین و آیات شریف و احادیث شریف تحریر فرمائیں۔

## الجواب

(۱) صورتِ مذکورہ میں وہ خطیب ہی قابلِ امامت جمعہ ہے قاضی کو کوئی حق نہیں یہ قاضی قاضی نکاح خوانی ہوتے ہیں نہ والی قاضی کہ دو تین آدمیوں کے ساتھ الگ جمعہ پڑھتا ہے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا جمعہ باطل محض ہے خطیب ہی بوقتِ ضرورت جبکہ خود بوجہ مرض یا سفر حاضری مسجد سے معذور ہو اپنی جگہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے نہ یہ کہ صرف اس کی اجازت سے دوسری جگہ جمعہ قائم ہو سکے اس کا اسے بھی اختیار نہیں،

فان نصب امام الجمعة لوالی الاسلام امام جمعہ کا مقرر کرنا والی اسلام کا کام ہے اور اگر والی فان لم یکن فللعامة لا للخطیب وحده۔ نہ ہو تو عوام۔ خطیب تنہا نہیں کر سکتا۔ (ت) جمعہ اسی مسجد میں ہوگا اور وہاں دوسری جگہ بلا ضرورت جمعہ قائم نہ ہوگا فان بقية العامة مقید بالضرورة (کیونکہ باقی عوام کا تقرر ضرورت کے ساتھ مقید ہے۔ ت) ہاں اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتمد اہل بلد ہو تو وہ حسبِ مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

بمسجد شرعاً۔ (مخلصاً)

وہ شرعی مسجد نہیں۔ (ت)

مگر جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں مکان میں بھی ہو سکتا ہے جبکہ شرط جمعہ پائے جائیں اور اذن عام دے دیا جائے لوگوں کو اطلاع عام ہو کہ یہاں جمعہ ہوگا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو۔ کافی امام لسنفی میں ہے :

السلطان اذا اراد ان يوصل بحشمه في داره فان فتح بابها واذن للناس اذنا عاما جازت۔  
اگر سلطان چاہتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز جمعہ ادا کرے تو اگر اس نے دروازہ کھلا رکھا اور لوگوں کو

اذن عام تھا تو جائز ہے۔ (ت)

تو اگر صورت یہ تھی وہ لوگ مصیب ہوئے، ہاں اگر وہاں مسجد جمعہ موجود تھی اس میں نماز نہ ہوئی اور گھر میں قائم کی تو کراہت ہوئی، درمختار میں ہے :

لو دخل الامير قصره واغلق بابہ ووصلی باصحابہ لم تنعقد ولو فتح واذن للناس بالدخول جاز وکرہ۔  
اگر امیر نے اپنے محل میں داخل ہو کر دروازہ بند کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کی تو جمعہ نہ ہوا اور اگر دروازہ کھلا رکھا اور لوگوں کے لئے اجازت عام تھی تو جائز ہوگی البتہ کراہت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

لانه لم يقض حق المسجد الجامع زيلعي و  
مکر وہ اس لئے ہے کہ اس نے جامع مسجد کا حق ادا نہ کیا۔ (ت)

اور اگر کوئی شرط جمعہ مفقود تھی مثلاً وہ جگہ مصر و فنائے مصر نہ تھی یا امام امام جمعہ نہ تھا یا بعض نمازیوں کو بلا وجہ شرعی وہاں نماز کے آنے سے ممانعت تھی یا نمازیوں میں وہاں اقامت جمعہ مشہور نہ تھی بطور خود ان لوگوں نے پڑھ لی اور عام اطلاع نہ ہوئی اگرچہ لوگوں نے اور مسجدوں میں پڑھی تو ان صورتوں میں ان کی نماز نہ ہوئی، خلاصہ میں شرح جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے :

من جملة ذلك الاذن العام يعني الاداء على ان میں سے ایک اذن عام بھی ہے یعنی اعلانیہ

۹۳ / ۱	مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی	باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها	۱۔ درمختار
۶۰۱ / ۱	مصطفیٰ البابی مصر	باب الجمعة	۲۔ ردالمختار بحوالہ الکافی
۱۱۲ / ۱	مطبوعہ مجتہبائی دہلی	”	۳۔ درمختار
۶۰۱ / ۱	مصطفیٰ البابی مصر	”	۴۔ ردالمختار



## الجواب

اگر وہ ٹھیک دوپہر ہونے سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جاتا ہے تو اس پر اصلاً کچھ الزام نہیں اور اگر اُسے شہر ہی میں وقتِ جمعہ ہو جاتا ہے اُس کے بعد بے پڑھے چلا جاتا ہے تو ضرور گنہگار ہے مگر یہ باطل ہے کہ اسے قبرستانِ مسلمین میں دفن نہ کر سکیں اسے نفاقِ عملی کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقی، ہاں اس جرم پر مسلمان اُس سے میل جول ترک کر سکتے ہیں اور پہلی تفسیر پر تو جتنے احکام اُس پر لگائے گئے سب غلط ہیں۔ فتاویٰ ظہیرہ وغیرہ شروع و درمختار وغیرہا میں ہے:

الصحيح انه يكره السفر بعد الزوال قبل ان يصلها ولا يكره قبل الزوال لله و الله تعالى اعلم۔  
 صحيح یہ ہے کہ زوال کے بعد جمعہ ادا کرنے سے پہلے سفر پر نکلنا مکروہ ہے البتہ قبل از زوال نکلنا مکروہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۸۹ از کشن گنج ضلع پورنیہ مسئلہ ماسٹر محمد طاہر علی صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ انجمن اسلامیہ  
 ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس جوار کا دستور ہے کہ اکثر لوگ احاطہ مکان میں ایک چار چھ ہاتھ کا مزع مکان دیوار یا ٹی کا بنام اللہ گھریا مسجد کے بلا لحاظ پابندی نماز بتاتے ہیں یہ مکان ضرورتاً ادھر ادھر ہٹا بھی دیا جاتا ہے اور کبھی کھود بھی ڈالتے ہیں غرض ایسی عرفی مسجدوں میں جو بڑی سے بڑی مسجد تھی اُس میں لوگوں نے جمعہ جماعت طیار کر لی اور چلتے پھرتے واعظ لوگ آتے انہوں نے ان لوگوں کی شامل جمعہ بھی پڑھا اور پڑھتے ہیں تو ایسی حالت میں تحقیق متقلدین احناف یہ خواندہ جمعہ مصیب ٹھہریں گے یا خاطی؟ جواب مدلل بادلہ حنفیہ ہو۔

## الجواب

یہ مکانات مساجد البیوت کہتے ہیں یہ حقیقتاً مسجد نہیں ہوتے، نہ ان کے لئے حکم مسجد ہے۔ درمختار میں ہے:

کرة غلق باب المسجد والوطء فوقه والبول والتغوط ولا یکر ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانه لیس  
 مسجد کا دروازہ بند رکھنا، مسجد کی چھت پر وٹی اور بول براز مکروہ ہے لیکن یہ اُس گھر کے اوپر مکروہ نہیں جس گھر میں مسجد ہو بلکہ اس کے اندر بھی مکروہ نہیں کیونکہ

الجمیل جل علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (تفصیل کے ساتھ بیان کر کے اللہ جل جلالہ مالک و جلیل اور اس کے حبیب جمیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجر پائے۔ ت)

## الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۲ھ از آگرہ ابو العلامی اسٹیم پریس مسئلہ وحید الدین صاحب ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ ادا ہوتا ہے یا نہیں اور جمعہ ادا کرنے کے بعد ظہر احتیاطی واجب ہے یا مستحب یا مکروہ؟

(۲) کیا ایک وقت میں دو نمازیں فرض ہیں اور کیا جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی۔

(۳) ہندوستان کے جن شہروں میں جامع مسجد کا امام باتفاق مقرر کیا گیا ہے کیا وہ اقامت و ادائیگی جمعہ کے لئے کافی ہے یا بادشاہ اسلام یا نائب بادشاہ کی ضرورت، مختصر اولہ و حوالہ کتب کے ساتھ جواب مرحمت ہو۔

## الجواب

(۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اور ظہر احتیاطی صرف خواص کو مناسب ہے۔ درمختار

میں ہے:

نصب العامة غیر معتبر مع وجود من ذکر اما  
مع عدمہم فیجوز للضرورة  
جب مذکور اشخاص موجود ہوں تو عوام کا مقرر کرنا  
معتبر نہیں اور مذکورہ افراد نہ ہوں تو ضرورت کے پیش نظر  
تقرر جائز ہوگا۔ (ت)

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاویٰ اور ہمارے رسالہ لوامع البہا میں ہے، واللہ

تعالیٰ اعلم۔

(۲) ایک وقت میں دو فرض ہرگز نہیں اور جمعہ جب ادا ہو جائے گا ظہر ضرور ساقط ہو جائے گی، ایسے

ہی خیالوں سے بچنے کو علماء نے عوام کو ظہر احتیاطی کا حکم نہ دیا، ردالمحتار میں ہے:

ولذا قال المقدسی نحن لانامد  
بذلك امثال هذه العوام بل ندل

ہم ایسی اشیاء کا حکم عوام کو نہیں دیتے  
بلکہ خواص کو بتاتے ہیں اگرچہ خواص عوام کی

بدائع وعلیہ وغیرہا میں ہے :

السلطان اذا صلى في داره والقوم مع امرأه  
السلطان في المسجد الجامع ان فتح باب داره  
واذن للعامة تجاز وتكون الصلوة في موضعين ولو  
لهما اذن للعامة و صلى مع جيش لا تجوز  
صلوة السلطان وتجاوز صلوة العامة <sup>عليه</sup> و  
تمامه فيما علقناه على رد المحتار - والله  
تعالى اعلم -

سلطان نے اپنی دار میں جمعہ پڑھا باقی لوگوں نے جمع امر سلطان  
جامع مسجد میں پڑھا تو اب اگر دار کا دروازہ کھلا تھا تو  
جائز ہے اور نماز دونوں مقام پر ہو جائے گی، اور  
اگر وہاں عام لوگوں کو اجازت نہ تھی بادشاہ نے صرف  
اپنے لشکر کے ساتھ نماز ادا کی تو اب سلطان کی  
نماز نہ ہوتی، ہاں عوام کی ہو جائے گی اور اس کی تفصیل  
ہمارے حاشیہ رد المحتار میں ملاحظہ کیجئے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم (ت)

۱۳۹۰ھ حافظ مولوی حسرت علی صاحب لکھنوی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی محلہ سوداگران  
۱۳۹۱ھ

۲۵ محرم ۱۳۲۹ھ

(۱) کیا ارشاد ہے حجة سنت سنہ بیضا، و محجة بدعت قلیحہ ظلمار کا اس مسئلہ میں کہ خطبہ میں رغمالانوف  
الوہابیہ والرافضیہ سرکار حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اقدس لے کر بہ تبعیت حضور اقدس  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درود شریف پڑھنا کیسا ہے ؟

(۲) اولی الامر منکم سے حقیقہً علمائے دین مراد ہیں یا نہیں ؟ اگر ہیں تو جو عالم اہلسنت دل و جان  
سے دین و سنت پر فدا ہو اور اُس کی ذات سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچتی ہو اُس زمانہ کے علمائے اہلسنت  
کے اتفاق سے وہ پیشوائے علماء سید الفقہاء ہو اُس نے اپنی زندگی محض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کے مقدس قدموں پر تصدق کر دینے کے لئے وقف کر دی ہو جہاں کوئی دین میں نیا فتنہ اٹھتے دیکھے، حتی الوسع اس  
کے مٹانے میں اپنے قلم و زبان و جان سے کوشش کرے اُس کی مبارک زندگی زیادہ ہو، غیب سے اس کی  
مدد و نصرت فرمائی جائے تمام اعداء اللہ و اعداء الرسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُس کے غالب رہنے  
کی خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند اطلاق الجلیل ثم لدی الحبيب

۱۔ خلاصۃ الفتاویٰ بحوالہ شرح الجامع الصغیر لصدیق شہید و منها الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوسٹہ ۲۱۰/۱  
۲۔ بدائع الصنائع بحوالہ النوادر فصل فی بیان شرائط الجماعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۲۶۹/۱

فی مصر واحد و کذا روی اصحاب الاملاء عن  
ابی یوسف انه لا يجوز فی مسجدین فی مصر الا  
ان یکون بینهما نهر کبیر حتی یکون کمصرین  
وکان یا مر یقطع الجسر بیغداد کذلک

کہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ نہیں ہوتا، اسی طرح  
اصحاب الاملاء نے امام ابو یوسف سے روایت کیا  
کہ شہر میں دو مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا، ہاں جب  
ان کے درمیان بڑی نہر ہو تو وہ اس وقت دو شہروں  
کی طرح ہو جائیں گے، اسی لئے انھوں نے بغداد میں  
پل ختم کرنے کا حکم جاری فرمایا تھا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ فنا تابع ہے نہ کہ قاطع، اور جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے مگر مصر یا فنا نے مصر میں، یہ سب اُس صورت  
میں ہے کہ خوف صحیح ہو اترنا متعذر ہو ورنہ نماز پنجگانہ و وتر و سنت فجر بھی اُن جہازوں میں نہیں ہو سکتے کہ اُن کا  
استقرار پانی پر ہے اور ان نمازوں کی شرط صحت استقرار علی الارض مگر بحال تعذر، فتح القدر میں ہے،

فی الايضاح ان کانت موقوفہ فی الشط وھی  
علی قرار الارض فصلی قائما جاز لانها اذا  
استقرت علی الارض فحکمها حکم الارض  
فان کانت مربوطة ویمکنہ الخروج لہ تجز  
الصلوة فیہا، لانہا اذا التستقر فیہی کالدابة  
انتہی بخلاف ما اذا استقرت فانہا حیث  
کالسریر

ایضاح میں ہے اگر وہ کشتی کنارے پر کھڑی ہے اور زمین  
پر برقرار ہے تو نماز کھڑے ہو کر ادا کرے تو نماز جائز ہے  
کیونکہ اب زمین پر قرار پکڑنے کی وجہ سے زمین کے حکم  
میں ہی ہے، اور اگر کشتی باندھی ہوئی تھی اور اس سے  
نکلنا ممکن تھا تو اب اس پر نماز نہ ہوگی کیونکہ جب وہ  
مستقر نہیں تو وہ چار پایہ کے حکم میں ہے بخلاف اس  
صورت کے جب وہ مستقر ہے تو اس وقت وہ چار پائی  
کی طرح ہوتی ہے۔ (ت)

اس صورت میں اگر جہر اترنے دیتے ہوں پنجگانہ پڑھیں اور اترنے کے بعد سب کا اعادہ کریں لان المانع من  
جہۃ العباد (کیونکہ رکاوٹ بندوں کی طرف سے ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۶ھ از کاٹھیاوار ضلع راجکوٹ شہر پور بندر پنچ ہسٹری مسئلہ سید غلام محمد صاحب قادری رضوی  
امام مسجد طبعی ۵ رمضان ۱۳۲۹ھ

امام العلماء المحققین مقدم الفضلاء المدققین حضرت سیدنا و محمد و منا و مولانا و مولوی حاجی قاری

۲۵ / ۲

مطبوعہ نوریہ رضویہ گھر

باب صلوة الجمعہ

لے فتح القدر

۴۶۲ / ۱

" " "

باب صلوة المرضی

لے " "

عليه الخواص ولو بالنسبة اليهم -

نسبت سے ہوں - (ت)

والله تعالى اعلم -

والله تعالى اعلم

(۳) وہ امام کافی ہے اگر صحیح العقیدہ، صحیح القرارہ، صحیح الطہارۃ، جامع شرائط صحت ہو۔ ابھی درمختار سے گزرا: یجوز للضرورة (ضرورت کے لئے جائز ہے - ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۳۹۵ھ از سبلی بھیت محلہ پنجابیاں مستولہ محمد یونس صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر دریا شہر میں واقع ہے اور ایک آگبوٹ یہاں مدام کھڑا رہتا ہے اور جہاز والے چند جہازوں کو اس آگبوٹ میں لاکر جوڑتے ہیں مال اور سواریاں جہازوں کی آگبوٹ اُتارتے ہیں اور آگبوٹ کے آگے ایک پل لوہے کا بنا ہوا ہے سواریاں شہر کو اسی پل سے پار ہو کر جاتی ہیں اور اس آگبوٹ اور جہازوں میں تین گز کا فاصلہ ہے اور جہاز پر کام کرنے والے لوگ ان جہازوں میں سے ایک جہاز پر نماز عید و نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیونکہ جہاز والے بوجہ خوف چوری کے شہر میں جا کر نماز ادا کرنے سے منع کرتے ہیں تو ان روئے شرع نماز ان کی جائز ہوتی ہے یا نہیں؟

## الجواب

دریا میں نماز جمعہ و عیدین نہیں ہو سکتی، اگر سمندر ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ حکم دار الحرب میں ہے اور دار الحرب میں جمعہ و عیدین باطل۔ ردالمحتار میں ہے:

فی حاشیة ابی السعود عن شرح النظم حاشیہ ابوسعود میں شرح النظم الہاملی کے حوالے سے ہے کہ سطح سمندر کا حکم دار الحرب کا ہے (ت)

اسی میں درمختی شرح الملتقی سے ہے: البحر الملح ملحق بدار الحرب (نمکین سمندر، دار الحرب سے ملحق ہے - ت) اور اگر دریا ہو تو دریا نہ مصر ہے نہ فنا ہے مصر، یہاں تک کہ شہر کے دو حصے کہ اس کے دو پہلوؤں پر آباد ہوں دو شہر کے مثل ہیں کہ دریا ایک جدا و مستقل چیز ہے۔ فتح القدیر میں ہے: اصلہ عند ابی حنیفہ لایجوز تعددہا فی اس کی اصل امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی ہے

۵۹۶-۹۷/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الجمعة	ردالمحتار
۲۶۶-۶۷/۲	" " "	باب استیلاء الکفار	" "
۲۶۶/۳	" " "	" "	" "

سنت متوارثہ قدیمہ دائمہ کو چھوڑنا اور مسلمانوں کی تنفییر کا باعث ہونا اور اپنے اوپر فتح باب غیبت کرنا اور ارشاد اقدس بشر و اولاد تنفروا (خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ۔ ت) کی مخالفت کرنا دیندار عاقل کا کام نہیں، نعت اقدس سے دُعا برائے مومنین تک جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں سب محمود و معمول و ماثور ہیں انھیں ضرور بجالانا چاہئے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹۹ از شاہجہاں پور محلہ خلیل مستولہ امیر خاں مختار عام ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہاں پور میں ایک مسجد ہے اُس میں یہ قرار پایا کہ اول ہر وقت یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی پڑھیں بعد کو اہلسنت مع خطبہ جمعہ کے، تو حضور فرمائیے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

نہ قادیانیوں کی نماز ہے نہ اُن کا خطبہ، خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اہلسنت اپنی اذان کہہ کر اُسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں اپنی جماعت کہیں یہی اذان و خطبہ و جماعت شرعاً معتبر ہوں گے۔ اور اس سے پہلے جو کچھ قادیانی کہنے باطل و مردود محض تھا۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰۱ از جگندل ضلع چوکیس پرگنہ نیا بازار نئی مسجد مستولہ عبدالستار ہاشمی ۶ شوال ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے خطبہ اولیٰ کے بجائے وعظ و پند عوام کو احکام شرعیہ بتانے اور سمجھانے کے لئے جائز ہے یا نہیں یا قطعی حرام ہے؟ اُردو کلام کرنا اندر خطبہ کے یا خطبوں کا ترجمہ یا آیات و احادیث جو خطبوں میں ہیں اُن کا ترجمہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

خطبہ خود وعظ و پند ہے مگر اُس میں غیر عربی زبان کا خلط مکروہ و خلاف سنت متوارثہ ہے اگرچہ نفس فرض خطبہ خالص دوسری زبان سے ادا ہو جائے گا صحابہ کرام نے عجم کے ہزاروں شہر فتح فرمائے اور ان میں منبر نصب کئے اور خطبے پڑھے اور اُن کی زبانیں جانتے تھے اُن سے گفتگو کرتے تھے مگر کبھی منقول نہیں کہ عربی کے سوا کسی اور زبان میں خطبہ فرمایا یا غیر زبان کو ملایا،

فہو کف و الکف متبع قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم من احدث فی امرنا هذا ما لیس  
منہ فہو ردیہ

یہ فعل سے رکنا ہے اور رکنے میں اتباع کی جائے گی،  
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے  
کسی معاملے میں اختراع کی حالانکہ وہ اس میں سے نہ تھی تو وہ  
مردود ہوگی۔ (ت)

صحیح البخاری باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فہو مردود مطبوعہ قدیم کتب خانہ کراچی ۳۷۱ /

احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی مدظلہ و دام فیضہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ یہاں ملک کا ٹھیاوار میں اکثر مقامات پر یہ رواج ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں سلطان المسلمین کے واسطے دُعا مانگی جاتی ہے تو خطیب بروقت دُعا مانگنے کے منبر پر سے ایک سیرھی نیچے اُترتا ہے اور بعد دُعا مانگ کر ایک سیرھی اوپر چڑھتا ہے اور بعض مقامات پر اس طرح نہیں کیا جاتا ہے یعنی خطیب ایک سیرھی نیچے اُترتا تو زید اس سے اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سلطان کے لئے دُعا مانگنے کے وقت ایک سیرھی اُترنا چاہئے، عرض یہ ہے کہ یہ فعل کیسا ہے؟

## الجواب

خطیب کا ایک سیرھی نیچے آنا اور پھر اوپر جانا بعض علمائے مجبوری ایک مصلحت شرعی کے لئے رکھا تھا جس کا ذکر مکتوبات شیخ مجدد اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے، یہاں وہ مجبوری نہیں، نہ سلاطین کے نام کے ساتھ مبالغہ آمیز غلط الفاظ ملانے کی حاجت، لہذا یہ فعل عبث محض ہے، ردالمحتار میں اس کا بدعت ہونا نقل کیا، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹۷ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئلہ حافظ ایس محبوب صاحب، رمضان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جمعہ کی نماز باجماعت کس وقت سے لے کر اور کب تک ادا کر سکتے ہیں؟

بینوا توجروا۔

## الجواب

جمعہ اور ظہر کا ایک وقت ہے زوال شمس کے بعد اذان اول ہو پھر سنتیں پھر اذان ثانی پھر خطبہ پھر نماز یہ اس کا اول وقت ہے اور ایسے وقت اذان و خطبہ و نماز ہوں کہ سایہ دو مثل ہونے سے پہلے اخیر سنتیں ہو جائیں یہ اس کا آخر وقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹۸ از جے پور بیرون اجیری دروازہ کوٹھی عبدالواجد علی خاں مسئلہ حامد حسن قادری، رمضان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خطبہ جمعہ میں بعد جلسہ استراحت درمیانی کس قدر خطبہ پڑھنا چاہئے اور اس میں کیا کیا مضامین ہوں، کیا صرف چند کلمات حمد اور ایک آیت قرآنی سے خطبہ ثانیہ پورا ہو جائے گا، اور کیا نعت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و درود شریف و ذکر خلفائے کبار و اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و دُعا برائے مومنین کے ترک سے کچھ نقصان نہ ہوگا؟ بینوا توجروا

## الجواب

خطبہ ثانیہ پورا ہونا بایں معنی کہ فرض ادا ہو جائے، یہ تو پہلے ہی خطبہ سے حاصل ہو گیا مگر بلا ضرورت

(۳) ایک شہر میں دو خطاب یافتہ مسلمان ہیں خلافت کمیٹی بھی قائم ہے اس کمیٹی نے ایک خطاب یافتہ کی جانبداری اختیار کر رکھی ہے اس کو خطاب وغیرہ چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتی اور اس کی تولیت میں جو مسجد ہے اور اس میں اسی خطاب یافتہ کی جانب سے امام مقرر ہے، اس کا خطبہ سننا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور دوسرے خطاب یافتہ کا خطبہ سننا اور اس کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار دیا ہے، کیا کمیٹی کا یہ فعل فتاویٰ علمائے کرام اور احکام خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور احکام شرعیہ میں کوئی تفرقہ ہے یا سب مسلمانوں کے لئے یکساں اور عام ہیں؟ بینوا توجروا

### الجواب

(۱) جو زمانہ شاہی سے منصب خطیبہ و امامت پر منصوب ہے بلا وجہ شرعی اس کے خطبہ سننے کو ناجائز بتانے والا شریعت مطہرہ پر افتراء کرتا ہے، خطاب واپس نہ کرنا کوئی ایسا جرم نہیں جس کے سبب اس کا خطبہ سننا منع ہو جائے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون (بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باتدھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ ت)

(۲) جائز ہے اگر اس میں کوئی مانع شرعی نہ ہو اگرچہ خطاب یافتہ ہو۔

(۳) یہ تفرقہ محض جہالت اور افتراء بر شریعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ایرایان شلیع فقہور سادات مسئلہ سید صفیر حسین صاحب نائب مدرس مڈل اسکول

۱۲ سوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کو آجائے اور اذان کی جائے تو کلمات اذان کا جواب دینا اور بعد اذان دعائے اذان پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر اذان میں انگوٹھا چومنا یا خطبہ میں آن حضرت کے نام پر انگوٹھا چومنا چاہئے یا نہیں؟

### الجواب

اذان خطبہ کے جواب اور اس کے بعد دعائیں امام و صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے بچنا اولیٰ اور کریں تو حرج نہیں، یوں ہی اذان خطبہ میں نام پاک پر انگوٹھے چومنا اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن خطبہ میں محض سکوت سکون کا حکم ہے، خطبہ میں نام پاک سن کر صرف دل میں درود شریف پڑھیں اور کچھ نہ کریں زبان کو جنبش بھی نہ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



در مختار میں ہے :

صحیح ہے اگر اس نے غار کی تکبیر غیر عربی میں شروع کی اور اصحابین کے نزدیک بشرطیکہ وہ عاجز ہو، یہی اختلاف خطبہ کے بارے میں ہے۔ (ت)

صحیح لو شرع بغير عربیة و شرطاً بجزءه و علم  
هذا الخلاف الخطبة

ردالمحتار میں غرار الافکار شرح دررالبحار سے ہے :

و عاجی زبان میں مکروہ ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عجمی لوگوں کی پیروی سے منع فرمایا۔ (ت)

كراه الدعاء بالعجمية لان عمر رضي الله تعالى  
عنه نهى عن اطاعة الاعاجم

اسی میں ولو الجمیہ سے ہے :

تکبیر اللہ کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ غیر عربی کو پسند نہیں کرتا۔ (ت)

التكبير عبادة الله تعالى والله تعالى لا يحب  
غير العربية

ہاں اگر اثنائے خطبہ میں مثلاً کسی ہندی کو کوئی فعل ناجائز کرتے دیکھا جیسے خطبہ ہونے کی حالت میں چلنا یا پنکھا چلانا، اور وہ عربی نہیں سمجھتا تو اردو میں اسے منع کرے کہ یہ حاجت یونہی رفع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
مستولہ مظہر حسین صاحب آزاد پرائیویٹ سیکریٹری

۱۴۰۲ھ  
از بھاجی بازار شہر

۸ شوال ۱۳۳۹ھ

بعالیخامت فیض ورجت ہر شریعت پناہ فضیلت دستگاہ عالیجناب مولانا احمد رضا خاں صاحب زاد مجدیم  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں :

- (۱) قاضی و خطیب شہر گورنمنٹ کا خطاب یافتہ ہے اور اُس کے متعلق اُس کو معاشن زمانہ شاہی سے ملی ہوئی ہے اس نے ذاتی رنجشوں عداوتوں کی وجہ سے خطاب وغیرہ ترک موالات کے سلسلہ میں واپس نہیں کئے ویسے خلافت کا ہمدرد اور قولاً وفعلاً امداد کی اور کرنے کو تیار ہے، بوجہ خطیب ہونے کے عیدین میں خطبہ پڑھتا ہے کیا شرعاً ایسے شخص کا خطبہ سُننا جائز ہے؟
- (۲) جامع مسجد اور عید گاہ میں ایک شخص حافظ قاری جو دو جج بھی کر چکا ہے اور خطاب یافتہ نہیں ہے منجانب قاضی و خطیب مذکور امامت کے لئے نوصدہ دراز سے مقرر ہے اُس کی امامت میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

۱/۴۴	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی	فصل واذا اراد الشروع في الصلوة	۱۵ در مختار
۱/۳۸۵	مصطفیٰ البانی مصر	مطلب في الدعاء بغير العربية	۱۷ ردالمحتار
"	"	"	۱۸ " " "

القاضي ثم من ولاية قاضي القضاة <sup>ل</sup>اه ملتقطا

کہ جمعہ امیر شہر قائم کرے اس کے بعد محاسب پھر  
قاضي پھر وہ شخص جسے قاضي القضاة نے مقرر کیا سواہ اختصاراً <sup>(ت)</sup>

پس اگر آباء و اجداد زید سلطنت اسلام سے اس عہدہ پر از جانب سلاطین اسلام مقرر تھے اور وہ خطباء،  
ائمہ کے بعد دیگرے اپنی اولاد میں ایک دوسرے کو نائب کرتے آئے یہاں تک کہ یہ نیابت زید تک پہنچی تو زید  
خود سلاطین اسلام کی طرف سے اس عہدہ پر مامور گنا جائے گا اور اس کے ہوتے ہوئے اگر تمام اہل شہر  
بے اس کے اذن کے دوسرے کو امام یا خطیب مقرر کرنا چاہیں گے ہرگز جائز نہ ہوگا نہ بغیر اس کی اجازت کے  
کسی کی خطبہ خوانی یا امامت صحیح ہوگی، ردالمحتار میں ہے :

الاذن من السلطان انما يشترط في اول مرة  
فاذا اذن باقامتها لشخص كان له  
ان يأذن لغيره وذلك الغير له ان  
يأذن لآخر وهلم جرا ولا تصح اقامتها  
الا لمن اذن له السلطان بواسطة او  
بدونها اما بدون ذلك فلا <sup>ل</sup>اه ملخصا

سلطان کا اذن پہلی دفعہ شرط ہے جب سلطان کسی  
شخص کو امامت جمعہ کا اذن جاری کر دے تو وہ  
شخص کسی دوسرے کو اجازت دے سکتا ہے اسی  
طرح وہ آگے ایسا کر سکتا ہے، اقامت جمعہ وہ  
قائم کر سکتا ہے جس کو اذن سلطان حاصل ہو  
خواہ بلا واسطہ اذن ہو یا بالواسطہ، لیکن اگر اذن  
نہیں تو جمعہ قائم نہیں کر سکتا <sup>ل</sup>اه تلخیصاً (ت)

اور اگر ایسا نہیں یعنی اس کے اجداد جانب سلاطین اسلام سے مامور نہ تھے یا اس کو انھوں نے نائب نہ کیا  
تاہم جبکہ یہ خود باتفاق مسلمین امامت و خطابت پر مامور ہے تو ہمارے اعصار و امصار میں بلا ریب امام  
و خطیب صحیح شرعی ہے کہ جہاں سلطان نہ ہو اس امر کا اختیار عامہ مسلمین کے ہاتھ ہوتا ہے وہ جسے  
مقرر کر دیں اسی کا تقرر ٹھیک ہے، ردالمحتار میں ہے :

نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود  
من ذكر امام مع عدمه فيجوز للضرورة.

عوام کا خطیب کو مقرر کرنا مذکورہ افراد کے ہوتے ہوئے  
معتبر نہیں اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو ضرورت  
کی وجہ سے جائز ہوگا۔ (ت)

تو اس صورت میں بھی دوسرا کوئی شخص بغیر اذن زید کے امامت و خطابت کا مجاز نہیں کہ آخر یہ خطیب شرعی ہے

۱۰۹-۱/۱	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	باب الجمعة	۱۰۹-۱/۱
۵۹۲/۱	مصطفیٰ البابی مصر	..	۵۹۲/۱
۱۱۰/۱	مطبوعہ مجتبائی دہلی	..	۱۱۰/۱

مسئلہ ۱۴۰۵ از قصبہ سری محلہ بوچر خانہ کلاں پر گنہ سنبل ضلع مراد آباد مسئلہ حافظ خدابخش و شیخ عبدالعزیز  
یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ فرقہ تجدید کے اشخاص جا بجا گشت کرتے ہیں اور مومنین و مومنات کو بہکاتے پھرتے ہیں ان کا بیان سننے کو کوئی نہیں ٹھہرتا تو انھوں نے اب یہ کید کیا ہے کہ بوقت خطبہ جمعہ اغوا شروع کرتے ہیں اور اُس کا نام خطبہ رکھتے ہیں، یہ فرقہ کیا حکم رکھتا ہے اور خطبہ جمعہ دراصل اردو میں جائز بھی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

وہابیہ کفار مرتدین ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کے فتوے ”حسام الحرمین“ سے ظاہر ہے، اُن کا خطبہ باطل، ان کی نماز باطل، اُن کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ اور اردو میں خطبہ پڑھنا سنت متوارثہ کا خلاف اور بہت بُرا ہے، اور وہابیہ کے طور پر تو اصل ایمان میں خلل انداز ہے کہ بدعت ہے اور اُن کے نزدیک ہر بدعت اصل ایمان میں خلل انداز اگرچہ اُن کے پاس سرے ہی سے نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰۶ از اوجین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک قصبہ میں نسلاً بعد نسل قضا پر بحکم حاکم و اتفاق جماعت مسلمانان مامور ہے اور امامت و خطابت اور نماز عیدین بلکہ تمام کاروبار متعلقہ عمدہ قضا کرتا ہے اور سوائے زید کے شوہر ہندہ نے تمام عمر امامت و خطیبی نہ کی باوجود ان وجوہات کے ہندہ نے بعد وفات شوہر اپنے کے بشرارت چند کس زید کو بلا وجہ خدمت مذکور سے علیہ کر کے عمر و داماد اپنے کو بحکم حاکم قائم مقام زید کیا چاہتی ہے، ہندہ چچی زید ہے تو باجائز و اعانت عورت بلا استرضا کے اقوام اہل اسلام عمر و امامت و خطابت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بسند کتب بیان فرمائیں۔

### الجواب

عورت کہ سلطنت نہ رکھتی ہو اور اسی طرح سلطان اسلام یا اُس کے نائب ما ذون کے سوا کسی حاکم کا کسی شخص کو خطیب یا امام جمعہ مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں، نہ ایسے شخص کے خطبہ پڑھنے یا نماز پڑھانے سے جمعہ ادا ہو سکے کہ اس میں اذن سلطان اسلام شرط ہے جسے اس نے مقرر کیا یا اس کے مقرر کئے ہوئے نے اذن دیا وہی خطیب و امام ہو سکتا ہے دوسرا نہیں، درمختار میں ہے:

الجمعة شرط لصحتها السلطان او ما موره باقامتها  
تعالوا يقيمها اميرالبدن ثم الشرطي ثم  
صحت جمعہ کے لئے سلطان یا اس کے مامور برائے  
اقامت جمعہ کا ہونا ضروری ہے، فقہاء نے فرمایا

اور اسی طرح سنتِ ظہر اور سنتِ جمعہ میں اگر تکبیر کہی جائے یا امام خطبہ شروع کر دے تو قولِ راجح کے مطابق وہ چار رکعت مکمل کرے کیونکہ یہ ایک ہی نماز کے حکم میں ہے یہاں انقطاعِ اکمال نہیں بلکہ ابطال ہوگا، یہ اس کے خلاف ہے جسے کمال نے ترجیح دی، اور عالمگیری میں ہے اگر کوئی شخص ظہر اور جمعہ کی پہلی سنتوں میں تھا تکبیر کہی گئی یا خطبہ شروع ہو گیا تو دو رکعات ادا کر کے ختم کر دے یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ تمام کرے اسی طرح ہدایہ میں ہے اور یہی اصح ہے، محیط سرخسی میں یہی ہے اور یہی صحیح ہے، اسی طرح سراج الوہاب میں ہے، صغیری شرح منیہ میں ہے جب امام منبر پر چڑھے تو لوگوں میں نماز کا ترک کر دینا لازم ہے الحاشیہ رد المحتار علی الدر المختار میں کمال کی ترجیح کے بارے میں ہے کہ بعض نے کہا دو رکعتوں پر اختتام کر دے یہی راجح ہے کیونکہ فرائض کے بعد ان کی قضا ممکن ہے اور دو رکعات پر سلام ان کا ابطال بھی نہیں، پس اب خطبہ کا سننا جو فرض ہے وہ بھی فوت نہ ہوگا اور کامل طریقہ پر سننے کی ادائیگی بھی ہو جائے گی اقول ہدایہ کا ظاہر یہی ہے کہ یہ ان کا مختار ہے، اس پر ملتی، نور الایضاح، المواہب، جمعۃ الدرر اور فیض میں ہے شربلالیہ میں

وسنة الجمعة اذا اقيمت اما خطب  
الامام يترتها اربعاً على القول الراجح  
لانها صلوة واحدة ليس القطع للاكمال  
بل للابطال خلافاً لما رجحه الكمال  
وفي العلمگیری ولو كانت في  
السنة قبل الظهر والجمعة فاقم  
او خطب يقطع على راس الركعتين  
يروى ذلك عن ابى يوسف  
رحمه الله تعالى وقد قيل يتمها  
كذا في الهداية، وهو الاصح كذا في  
محيط السرخسي، وهو الصحيح هكذا  
في السراج الوهابي، في الصغیری  
شرح منية اذا صعد الامام المنبر يجب على  
الناس ترك الصلوة الى اخره في حاشية  
رد المحتار على الدر المختار متعلق، لما رجحه  
الكمال حيث قال وقيل يقطع على راس الركعتين  
وهو الراجح لانه يتمكن في قضائها بعد الفرض  
ولا ابطال في التسليم على الركعتين فلا يفوت  
فرض الاستماع والاداء على الوجه الاكمل  
بلا سبب اذ اقول وظاهر الهداية اختياري و  
عليه مشي في الملتقى ونور الایضاح والمواهب

۹۹ / ۱

مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی

۱۲۰ / ۱

نورانی کتب خانہ پشاور

ص ۲۸۰

مطبع مجتہائی دہلی

باب ادراک الفریضۃ

باب العاشر فی ادراک الفریضۃ

صغیری شرح نية المصلی فصل فی صلوة الجمعة

اور خطیب شرعی کے بے اجازت دوسرا امامت یا خطابت نہیں کر سکتا۔ ردالمحتار میں ہے :

قوله لو صلى احد بغير اذن الخطيب لا يجوز  
ظاهرة ان الخطيب خطب بنفسه والاخر  
صلى بلا اذنه ومثله ما لو خطب بلا اذنه لما  
في الخانية وغيرها خطب بلا اذن الامام  
والامام حاضر لم يجز له

قوله "اگر کسی نے اذن خطیب کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں" اس کا ظاہر بتا رہا ہے کہ خطیب نے خود خطبہ دیا مگر نماز اس کی اجازت کے بغیر دوسرے نے پڑھا دی اور اسی کی مثل وہ صورت ہے جب بلا اجازت خطیب کسی نے خطبہ دے دیا، کیونکہ

خانیہ وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی نے بغیر اجازت امام خطبہ دیا اور امام حاضر تھا تو یہ جائز نہیں (ت) ہاں اس صورت میں اگر عامہ مسلمین جیسے آج تک تقریر زید پر متفق رہے اب بوجہ شرعی معزولی زید پر متفق ہو جائیں اور دوسرے شخص کو قائم کر دیں تو اس صورت زید معزول اور دوسرے کا تعین صحیح و مقبول ہوگا صرف عورت کی جاہلانہ حرکت یا حاکم سلطنت غیر اسلامی کی شرکت و اعانت محض بیکار و بے سود ہے کہ کسی منصب سے معزول کرنے کا اسی کو اختیار ہوتا ہے جسے مقرر کرنے کا اختیار تھا وہ اصلاً سلطان اسلام ہے اور ضرورت جماعت مسلمین نہ کہ عورت یا حاکم سلطنت غیر اسلام۔ کما لا يخفى على من له بالفقه ادنى العلم (جیسا کہ یہ ہر اس شخص پر واضح ہو جو فقہ میں ادنیٰ سادہ رکھتا ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بنارس محلہ کنڈی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مسئلہ مولوی عبدالغفور صاحب

جمادی الاول ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بروز جمعہ نیت چار رکعت سنت کی بانڈھی، بعد امام نے خطبہ شروع کیا اب وہ دو رکعت پڑھ کر سلام کرے یا چار رکعت پوری پڑھے اس میں جو کچھ اختلاف درمیان علمائے حنفیہ سے ہے وہ جناب پر ظاہر ہے لیکن بطور نمونہ قدرے درج ذیل ہے :

ردمختار کے باب الجمعة میں ہے کہ اگر امام آگیا اور نمازی سنن ادا کر رہا تھا یا نفل کی تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہوا تو اصح قول کے مطابق اسے مکمل کر لے اور قرارت میں تخفیف کہنے اس کے باب ادراک الفریضہ میں بھی یہی ہے

في الدر المختار في باب الجمعة ولو خرج و  
هو في السنة او بعد قيامه لثالثة النفل يتم  
في الاصح ويخفف القراءة وايضا فيه في  
باب ادراك الفريضة وكذا سنة الظهر

۱/ ۹۴-۵۹۳

۱/ ۱۱۳

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

مطبع مجتہدانی دہلی

باب الجمعة

”

ردالمختار

ردمختار

طرف سے ،

اور قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس پر کیا جائے جس پر اکثریت ہو جیسا کہ فقہانے کتب میں متعدد جگہ اس کی تصریح کی ہے اور ہم نے اس کی تفصیل اپنے رسالے ”بذل الجواز علی الدعا بعد صلوة الجنائز“ میں دی ہے۔ (ت)

والقاعدة ان العمل بما عليه الاكثر كما نصوا عليه في غير ما كتاب وبيناه في رسالتنا بادل الجواز على الدعاء بعد صلوة الجنائز۔

قول اول کی ترجیح صریح کتب معتدہ مزجین میں کہ اس وقت فقیر کے پاس ہیں خانہ وفتح کے سوا کسی میں نظر سے نہ گزری علیہ نے فتح کی اتباع کی ہے ، مراقی نے غنیہ ذوی الاحکام کے بیان کے مطابق برہان شرح مواہب الرحمن کی اتباع کی ہے طرابلسی نے کمال کی اقتدار کی جیسا کہ ان کا ہر جگہ ہی طریقہ ہے اور کہا کہ کلام کمال کی طرف ہی ہے باوجودیکہ شرنبلالی نے جمعہ غنیہ میں خود اپنی مخالفت کی ہے جیسا کہ آرہا ہے۔ (ت)

اما الحلية فقد تبعت الفتح واما المراقى فانما تبع البرهان شرح مواهب الرحمن بشهادة غنية ذوى الاحكام واما الطرابلسى فانما اقتفى اثر الكمال كما هو دأبه في كل مقال قال الكلام الى الكمال مع ان الشرنبلالى خالف نفسه في جمعة غنية كما يأتى۔

اور قول اخیر کو صاحب محیط و امام عبدالرشید و امام ابوحنیفہ و لواجی و امام عیسیٰ بن محمد قرہ شہری صاحب متبغی و امام ظہیر الدین مرغینانی صاحب ظہیریہ و علامہ شمسی و صاحب سراج و ہاج نے فرمایا : هو الصحیح (صحیح قول یہی ہے) امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا : هو الاصح (صحیح قول یہی ہے) : فی الالصح (صحیح قول یہی ہے) : متن تنویر میں ہے ، علی الملح (یہ راجع قول کے مطابق ہے۔ ت) بحر الرائق میں ہے : صحیح المشائخ (مشائخ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ت) مجمع الانہر میں ہے : صحیحہ اکثر المشائخ (اکثر مشائخ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ت) اسی طرح جامع الرموز و ہندیہ و نہرو غیر ہا میں اس کی تصحیح و ترجیح

۱۲۰/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب العاشر فی ادراک الفریضۃ	۱
"	"	باب الفریضۃ	۲
۱۱۳/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	باب الجمعة	۳
۹۹/۱	"	باب ادراک الفریضۃ	۴
۱۴۸/۲	ایچ ایم سعید پبلی کراچی	باب صلوة الجمعة	۵
۱۴۱/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب ادراک الفریضۃ	۶

اسے برہان کی طرف منسوب کیا گیا ہے، فتح میں ہے سعیدی سے منقول ہے کہ اس کی طرف رجوع اس لئے کیا کہ نوادر میں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح مروی ہے اور اسی کی طرف سرخسی اور بقالی نے میلان کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اس کی طرف قاضی نسفی نے رجوع کیا، کلام مقدسی سے ظاہراً اسی طرف میلان معلوم ہوتا ہے، حلیہ میں کمال کا کلام نقل کر کے کہا کہ وہ اسی طرح ہے جو یہ کہا گیا ہے الخ شرح وقایہ میں ہے جب امام آجائے تو نماز حرام ہو جاتی ہے، عمدۃ الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ جو ہمارے استاذ مولوی عبدالحی کا ہے میں لکھا ہے کہ اسحاق بن راہویہ نے مسند میں حضرت سائب سے روایت کیا کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں نماز پڑھتے تھے تو جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھے تو ہم نماز ختم کر دیتے تھے الخ (ت)

جمعة الدرر والفیض وعزارة فی الشربلایة الی البرهان و ذکر فی الفتح انه حکى عن السعدی انه رجع الیه لماراة فی النوادر عن ابی حنیفة و انه مال الیه السرخسی والبقالی و فی البزازیة انه رجع الیه القاضی النسفی و ظاہر کلام المقدسی الميل الیه و نقل فی الحلیة کلام شیخہ الکمال ثم قال وهو کما قال هذا الخ فی شرح الوقایة اذا خرج الامام محرماً الصلوة و فی عمدۃ الرعاۃ حاشیة شرح الوقایة لمولانا و استاذنا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم و مغفور و اخرج اسحق بن راہویة فی مسنده عن السائب کنا نصلی فی نهران عمر یوم الجمعة فاذا خرج عمر و جلس علی المنبر قطعنا الصلوة الخ

### الجواب

دونوں قول قوی و نصح ہیں اور دونوں طرف جزم و ترجیح اور مختار فقیر قول اخیر کہ اول روایت نوادر ہے اور ثانی مفاد ظاہر الروایہ والفتویٰ متی اختلفت فالمصیر الی ظاہر الروایة (جب روایات مختلف ہوں تو ظاہر الروایت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا و ناہیک بہ حجة و قدوة (اس میں وہی مقتدا کافی ہیں۔ ت) فتح القدر میں ہے: الیہ اشار فی الاصل (اسی کی طرف اصل میں اشارہ ہے۔ ت) معذاکرت تصحیح و افقائے صریح بھی اسی

۵۲۷/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب ادراک الفریضہ	۱۔ ردالمحتار
۲۴۳/۱	مکتبہ رشیدیہ دہلی	باب الجمعة	۲۔ شرح الوقایہ
"	"	باب الجمعة	۳۔ عمدۃ الرعاۃ حاشیہ شرح الوقایہ
۳۹۳/۱	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	باب ادراک الفریضہ	۴۔ فتح القدر

مذکور یہاں تک کہ امام اجل مجتہد الفتویٰ حسام الدین عمر صدقہ شہید قدس سرہ نے فتاویٰ صغریٰ میں فرمایا: علیہ الفتویٰ  
(فتویٰ اسی پر ہے۔ ت) شربلالیہ میں ہے:

اقول الصحيح خلافه وهو انه يتم سنة الجمعة  
اربعا وعليه الفتوى كما في الصغرى وهو الصحيح  
كما في البحر عن الولوالجية والمبتغى الخ۔

میں کہتا ہوں صحیح اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جمعہ  
کی چار سنتیں مکمل کرے، اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ  
صغریٰ میں ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ بحر میں ولوالجیہ  
اور مبتغی سے ہے۔ (ت)

لاجرم بحر میں قول اول کی نسبت فرمایا، ہو قول ضعیف وعزاه قاضی خاں الی النوادر (یہ ضعیف قول ہے اور  
قاضی خاں نے اس کی نسبت نوادر کی طرف کی ہے۔ ت) یہی روایات قطع و ترک و تحریم نماز بخروج امام للخطبہ انھیں اس  
مبحث سے علاقہ نہیں وہ فریقین کی منصوصہ و متفق علیہا ہیں ان کے معنی یہ ہیں کہ خروج امام کے بعد کوئی نماز (سوائے  
فائتہ واجب الترتیب کے) شروع نہ کرے پہلے سے جو انتظار امام میں نوافل وغیرہ پڑھ رہا ہے اس کا سلسلہ قطع کر دے  
متمادی نہ رہے نہ یہ کہ جو نماز پڑھ رہا ہے وہ حرام ہوگئی اسے قطع کر دے نیت توڑ دے یہ قطعاً باطل ہے ورنہ اگر ہنوز  
نیت ہی باندھی یا ایک ہی رکعت پڑھی کہ امام خطبہ کے لئے خارج ہوا تو فوراً نیت توڑ دینا واجب ہو یہ کسی کا قول نہیں  
نصوص عامہ کتب مذہب اس کے بطلان پر متظاہر و متواتر ہیں کمالاً یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) و اللہ  
سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔



مشکوٰۃ میں زیر حدیث یخطب ثم یجلس فلا یتکلم (امام خطبہ پڑھے پھر بلا گفتگو بیٹھ جائے۔ ت) فرماتے ہیں :

لا یتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر او الدعاء  
او القراءة سرا و الاولی القراءة لروایة  
ابن حبان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم یقرأ فی جلوسہ کتاب اللہ الخ  
نہ گفتگو کرے یعنی بیٹھنے کی حالت میں آہستہ ذکر یا  
قراءة کے علاوہ بات نہ کرے، قرأت اولیٰ ہے  
کیونکہ ابن حبان کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھنے کی حالت میں کتاب اللہ کی تلاوت  
فرماتے تھے الخ (ت)

حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف

میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں :

واستفید من ہذان حال الجلوس بین المخطبتین  
لا کلام فیہ لکن لیس فیہ نغی ان یذکر اللہ او  
یدعوہ سرا۔  
اس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بلا کلام  
بیٹھنا ہے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں کہ  
آہستہ آہستہ اللہ کا ذکر اور دعا بھی کی جائے (ت)

علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں :

ثم یجلس فلا یتکلم (جہرا فلا ینافی  
روایة ابن حبان انه کان یقرأ فیہ  
ای الجلوس وقال الحافظ مفادہ الخ)  
اخرا مر۔  
پھر خطیب گفتگو کے بغیر بیٹھ جائے (یعنی بلند آواز سے  
گفتگو نہ کرے یہ بات روایت ابن حبان کے منافی  
نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس (جلوس)  
میں قرأت فرماتے تھے اور حافظ نے کہا اس کا مفاد  
وہ جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (ت)

بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ ان اوقات  
میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے، صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارہ ساعت جمعہ فرمایا :

۱۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ باب الخطبہ والصلوة الخ مطبوعہ مکتبہ المدنیہ ملتان ۲۷۰/۳  
۲۔ فتح الباری شرح البخاری باب القعدة بین المخطبتین یوم الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۷/۳  
۳۔ شرح الزرقانی علی المواہب الباب الثانی فی ذکر صلوة صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعة مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۲۸۵/۴

# رِغَايَةُ الْمَذْهَبَيْنِ فِي الدَّعَائِ بِينِ الْخُطْبَتَيْنِ

( دو خطبوں کے درمیان دُعا کرنے کا بیان )

مسئلہ از کھٹور اسٹیشن سائن ضلع سورت مرسلہ مولوی عبدالحمی صاحب مدرس مدرسہ عربیہ  
۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ

اس جلسے پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا آہستہ مانگی جاتی ہے اور بعضے لوگ اس کو مکروہ شدید و حرام و بدعت سیدہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں، لہذا التماس یہ ہے کہ اس کے جواب باصواب سے جو دافع جدال ہو تحریر فرما کر رفع خصومت بین المسلمین فرمائیں۔

## الجواب

امام کے لئے تو اس دُعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لئے نہی شارع نہ ہونا ہی سند کافی۔ ممنوع وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بے اُن کی نہی کے ہرگز کوئی شے ممنوع نہیں ہو سکتی خصوصاً دُعا سی چیز جس کی طرف خود قرآن عظیم نے بکمال ترغیب و تاکید علی الاطلاق بے تحدید و تقيید بلایا و احادیث شریفیہ نے اسے عبادت و مغز عبادت فرمایا، پھر یہاں صحیح حدیث کا فحوی الخطاب اُس کی اجازت پر دلیل صواب کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو عینہ بستے اور دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دُعا مانگنا، صحیح بخاری و مسلم وغیرہا میں حدیث اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم، تو بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز ثابت، لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اُس کا جواز افادہ فرمایا، مولانا علی قاری مکی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ شرح



ہی مابین ان یجلس الامام الی ان  
تقضى الصلوة۔  
امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ساعت  
جمعہ ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں آیا حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا: شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے  
رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اسے ابن عبد البر نے حضرت عبداللہ ابن عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) انہی ابن عمر و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ خروج امام  
سے ختم نماز تک ہے۔ یونہی امام عام شعبی تابعی سے منقول رواہ ابن جریر الطبری (اسے ابن جریر طبری نے  
روایت کیا ہے۔ ت) انہی شعبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اس کا وقت بتایا  
رواہ المروزی (اسے امام مروزی نے روایت کیا۔ ت) اسی طرح امام حسن بصری سے مروی ہوا رواہ  
ابن المنذر (اسے ابن المنذر نے روایت کیا۔ ت) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز  
تک رکھا رواہ حمید بن زنجویہ (اسے حمید بن زنجویہ نے روایت کیا۔ ت) بہر حال یہ وقت بھی  
ان میں داخل، تو یہاں دعا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لئے  
دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت ہو تو اس کے لئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح  
مشکوٰۃ نے بالتعین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اسے بعض شراح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود  
ارشاد اقدس مابین ان یجلس الامام (امام کے بیٹھنے سے لے کر۔ ت) سے یہی جلسہ مراد رکھا،  
اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

می گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان  
ساعتہ الجمعہ کہ آن ساعت میان شستن امام ست  
بر منبر تا گزاردن نماز طیبی از جلوس شستن میان  
دو خطبہ مراد داشته الخ  
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کی ساعت کے  
بارے میں فرمایا کہ وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے  
سے لے کر نماز ادا کرنے تک ہوتی ہے۔ علامہ طیبی  
نے جلوس سے مراد دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا  
لیا ہے الخ (ت)

اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعا اجل المندوبات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس  
قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرض تقویت رجاء جمع احادیث و اقوال علما چاہئے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر

۱/۲۸۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی کتاب الجمعۃ صحیح مسلم شریف  
۲/۵۷۱ " مکتبہ نوریہ رضویہ کمرہ " " اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ

قول ارجح مما نعت سہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کے لئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد درجہ ہیں تجویز و اجازت کی ہیں :

اولاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اُس جہالت نجدیہ کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز بتاتے ہیں حالانکہ یہ لحاظ خصوص وقت و رود اُس کا بھی نہیں۔

ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف جہر ممنوع ہے آہستہ میں حرج نہیں، اور اس کی تائید اُس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالت خطبہ میں ذکر اقدس سُن کر آہستہ درود پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی ہے کہ دل سے پڑھے،

جیسا کہ رملی کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں، در مختار کے ان الفاظ سے بھی وہی مراد ہے کہ صواب یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی سُن کر دل میں درود شریف پڑھا جائے اھ اگرچہ قہستانی کا میلان اخفاء کی طرف ہے مگر جوہرہ اور دیگر کتب معتبرہ اس کے خلاف ہیں، شامی کہتے ہیں کہ اس کا اپنا نفس سُن لے یا حروف کی تصحیح ہو کیونکہ علماء نے اس کی تفسیر لویں ہی کی ہے، امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ دل میں پڑھے جیسا کہ کرمانی میں ہے، قہستانی نے جوہرہ میں آخری پر ہی اکتفا کیا ہے ان کے الفاظ ہیں اس کے ساتھ نطق نہ کرے کیونکہ اس حال کے علاوہ میں اسے پایا جاسکتا ہے مگر اس کے ساتھ سماع فوت ہو جائیگا اھ اختصاراً۔ رہا قہستانی کا قول کہ فقہاء نے اس کی تفسیر یہی کی ہے، اس سے ان کی مراد اس بعد کو دور کرنا ہے جو ان کی اختیار کردہ تاویل

كما قدمنا عن الرملي وهو معنى ما في الدر المختار من قوله والصواب انه يصل على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عند سماع اسمي في نفسه اھ وان مال القهستاني الى التاويل بالاخفاء خلا فالما في الجوهرة وغيرها من الكتب المعتبرة قال الشافعي ان يسمع نفسه او يصحح الحروف فانهم فسروه به وعن ابى يوسف قلبا كما في الكرماني قهستاني واقتصر في الجوهرة على الاخير حيث قال ولم ينطق به لانها تدرك في غير هذا لحال والسمع يفوت اھ مختصراً واما قول القهستاني انهم فسروه به فانما اراد به دفع الاستبعاد عما اختار من التاويل فان ظاهر اللفظ هو ارادة القلب ومع ذلك ربما اطلقوه وفسروه به اي بالاسرار

يتعلق بالأخوة إما غيرة فيكرة أجماعاً أو ملتقطاً۔  
گفتگو میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ اختلاف اس گفتگو کے بارے میں ہے جو آخرت سے متعلقہ ہو اس کے علاوہ گفتگو بالاتفاق مکروہ ہے۔ (د ت)

تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف لقول حد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام طویل ہو، اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دُعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالتِ خطبہ میں وقت ذکر شریف حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل سے حضور پر درود بھیجنا مطلوب، تو بین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعا بدرجہ اولیٰ روا۔ ردالمحتار میں ہے: اذ ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا يجوز ان يصلوا علیہ بالجہربل بالقلب وعلیہ الفتویٰ رملیؒ

جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک ذکر آئے تو بالچہر کی بجائے دل میں درود شریف پڑھ لیا جائے اسی پر فتویٰ ہے۔ رملی (د ت)

اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ، اور امام ابی یوسف کے نزدیک جائز، اور مختار قول امام ہے، تو بیشک مذہب منقح حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ کہ اُس بنائے فاسد پر جو بنائے جہالاتِ وہابیہ ہے کہ عدم درودِ خصوص و درودِ عدمِ خصوص ہے، وہ بھی خاص حق جواز میں منع کے لئے ممانعت خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و تکلم ہے بلکہ اس لئے کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام (جب امام نکل آئے تو نہ کوئی نماز ہے نہ کلام۔ ت) پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انھیں بتا دیا جائے، نہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتیٰ کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے، کیا ظلم ہے جب ان اشقیاء کے نزدیک اللہ عزوجل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ نجدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا تو حید ہوگا حاشا للہ (اللہ ہی کے لئے پاکیزگی ہے۔ ت) یہ ان بد عقلوں کی بد زبانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھلے گا، جب لا الہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے اُن بیباکان پر سرف سے جھگڑنے آئے گا،

وسيعلم الذين ظلموا انى منقلب ينقلبون ﴿٢٤٥﴾  
اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (د ت)

۱۱۳ / ۱	مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی	باب الجمعۃ	۱ در مختار
۶۰۶ / ۱	مصطفیٰ البابی مصر	”	۲ ردالمختار
			۳ القرآن ۲۶ / ۲۲۴

یہ کلام عرفی نہیں بلکہ از قبیل تسمیحات وغیرہ ہے لہذا اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں ہے، ہم نے اس کے حاشیہ میں تحریر کیا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ اشتباہ نہایہ اور عنایہ کی تصحیح سے عارض ہوا کیونکہ انہوں نے کلام انخروی پر محمول کیا ہے حالانکہ ان کا کلام خطبہ سے پہلے یا بعد پر محمول ہے نہ کہ درمیان میں، پھر وہ بھی محل نظر ہے جیسا کہ حاشیہ ردالمحتار کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوگا اصح اور احوط مطلقاً منع ہے جیسا کہ زیلعی نے فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ عامہ کتب معتدہ میں اس مسئلہ کو اختیار نہیں کیا گیا مثلاً بحر، نہر، در اور ردالمحتار (د ت)

فليس هذا من الكلام العرفي بل هو من قبيل التسميح و نحوه فلا يكره في الاصحاح و بينا على هامشها ان هذا من اشتباه عرض له رحمه الله تعالى من تصحيح النهاية و العناية لتجويزا لكلام الاخرى و انما كلامهما فيما قبل شروع الخطبة و بعدها لا حالها ثم هو ايضا لا يخلو عن نظر كما يظهر بمراجعة ما علقنا على هامش ردالمحتار و الاصح الاحوط اطلاق المنع كما افاده الزيلعى لذا الميمش عليه في عامة الكتب المعتمدة كالبحر و النهر و الدر و ردالمحتار

اور مذاہب دیگر پر نظر کیجئے تو حد درجہ کی توسیعیں ہیں حتیٰ کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ،

بعض علماء نے کہا کہ لوگوں پر سکوت رسالتاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیاست میں لازم تھا اب لازم نہیں رہا اھ اسے قہستانی نے نقل کیا ہے۔ (د ت)

من العلماء من قال السكوت على القوم كان لا نر ما في من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اما اليوم فغير لا نر ما اھ و نقله عنه القهستاني۔

علمائے محاطین تو ایسے مسائل اجتہاد یہ میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذاً

باللہ نوبت تا بہ تفصیل و اکفار۔ سیدی عارف باللہ محقق نابلسی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں، مسئلہ درپیش جیسا کہ اب ہمارے شہر کی جامع مساجد میں مؤذنین جمعہ کے دن (امام کی دعا پر آمین) کہتے ہیں اس کی تخریج و ثبوت ہمارے

ان المسئلة الواقعة كما هي الآن في جوامع بلادنا و غيره يوم الجمعة من المؤذنين متى امكن تخرجها على قول من الاقوال

۱۔ حدیقتہ النذیة نو ۳۳۶ الکلام فی حال الخطبة  
۲۔ جامع الرموز بحوالہ محیط فصل فی صلوة الجمعة  
۳۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد  
۴۔ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران

۳۰۹/۲

۲۶۷/۱

على القولين في تحديده -  
 میں تھا کیونکہ "فی نفسہ" ظاہراً الفاظ تو ارادہ  
 قلب پر دال ہیں حالانکہ اس کے باوجود اس کا اطلاق کر کے اس کی تفسیر مخفی ہونے کے ساتھ کرتے ہیں ، ان  
 دونوں اقوال پر جو اس کی تعریف کے بارے میں ہیں - (ت)

ثالثاً امام نصیر بن یحییٰ و امام محمد بن الفضل وغیرہما عین حالتِ خطبہ میں بعید کو کہ خطبہ کی آواز اُس  
 تک نہ پہنچے انصات واجب نہیں جانتے ، اور امام محمد بن سلمہ بھی صرف اولیٰ کہتے ہیں اگرچہ مفتی بہ اُس پر  
 بھی وجوب تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ اولیٰ واجب نہ کہیں گے ۔ حدیثہ ندیہ میں ہے :

قال في النهاية اذا كان بحيث لا يسعها لارواية  
 فيه عن اصحابنا في المبسوط وقد اختلف  
 المشايخ المتأخرون فيه فعن محمد بن  
 سلمة الانصات اولى وعن نصير بن يحيى  
 انه كان بعيدا وكان يحرك شفطيه بالقرآن  
 وفي العناية ان الانصات مختار الكرخي و  
 صاحب الهداية وقال بعضهم قراءة القرآن  
 اولى وهو اختيار الفضلاء

نہایہ میں ہے اس وقت جب ایسے مقام پر ہو کہ وہ  
 خطبہ نہیں سن رہا ، مبسوط میں ہمارے اصحاب  
 (احناف) سے کوئی ایک روایت ہے ، متأخرین  
 مشائخ کا اس میں اختلاف ہے ، محمد بن سلمہ کے  
 نزدیک خاموشی اولیٰ ہے ۔ نصیر بن یحییٰ کے بارے  
 میں ہے کہ جب وہ خطیب سے دُور ہوتے تو ان  
 کے ہونٹ تلاوتِ قرآن سے حرکت کر رہے ہوتے  
 تھے ۔ عنایہ میں ہے خاموشی ، کہ تھی اور صاحب ہدایہ

کا مختار ہے ۔ بعض نے فرمایا : تلاوتِ قرآن اولیٰ ہے ۔ فضلاء کے ہاں یہی مختار ہے ۔ (ت)  
 ردالمحتار میں فیض سے ہے ، الاحوط السکوت و بہ یفتی (سکوت ہی احوط ہے اور اسی پر  
 فتویٰ دیا جائے گا ۔ ت)

رابعاً بعض علماء کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلامِ دنیوی ممنوع ہے دعا و  
 ذکر مطلقاً جائز حتیٰ کہ عین حالتِ خطبہ میں بھی ، اگرچہ صواب اُس کے خلاف ہے کما تقدّم عن الدار (جیسا  
 کہ در کے حوالے سے گزرا ۔ ت) عبد الغنی نابلسی حدیثہ میں فرماتے ہیں :

اما تأمین المؤذنين على دعاء الخطيب الرضى  
 عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر  
 خطیب کی دعا پر مؤذنین کا آمین کہنا ، صحابہ کے  
 نام سن کر رضی اللہ عنہ کہنا ، بادشاہ کے لئے دعا

له المحذرة النذرية نوع ۳۳ - الكلام في حال الخطبة  
 له رد المحتار باب الجمعة  
 مطبوعه مكتبة نوريه رضويه فيصل آباد  
 مصطفیٰ البابی مصر  
 ۳۰۴/۲  
 ۶۰۶/۱



مذہب نہ دعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرحواً لا جابہ جان کر دعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت و انجائے ذکر الہی عزوجل سے ہے جس کی تکثیر پر بلا تفسید و تحدید نصوص قرآن عظیم احادیث متواترہ نبی رؤف رحم علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احادیث و تطافر ارشادات علمائے قدیم و حدیث سنن و آداب دعا سے ہے خطیب کے لئے اُس کی اجازت و مشروعیت تو باتفاق مذہبین حنفی و شافعی ہے یونہی سامعین کے لئے جبکہ دعا عدل سے ہو نہ زبان سے، اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج و معمولی ہے، مذہب شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں خطبہ ہوتے وقت بھی کلام سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات ائمتنا الحنفیۃ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محملہا بہا مطلقہ فیہا کراہۃ التحريم (بخلاف ہمارے ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات کے کیونکہ ان میں غالب یہی ہے کہ مطلقاً کراہت مکروہ تحریمی ہے۔ ت) علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ اذات الید مسئلۃ الشطر نج میں فرماتے ہیں :

شوافع کے نزدیک مطلقاً کراہت کا اطلاق مکروہ تنزیہی پر ہوتا ہے نہ کہ تحریمی پر بخلاف ہمارے مذہب کے (اس میں تحریمی پر ہے)۔ (ت)

اور سکوت خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے۔ امام ابو یوسف اردبیلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں :

لا یجب الاستماع وهو شغل السمع بالسمع  
استماع واجب نہیں، اور استماع سے مراد کانوں کو سماع میں مشغول کرنا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

لا یحرم الكلام حال الخطبة لاعلی الخطیب  
ولا علی المومنین السامعین وغیرہم  
خطبہ کے دوران کلام حرام نہیں نہ خطیب پر نہ مقتدیوں پر، ہاں بغیر غرض کے مکروہ ہے، مثلاً

فی مذہبنا و مذہب غیرنا فلیست بمنکر یجب  
 اتکارہ والنہی عنہ وانما المتکر ما وقع  
 الاجماع علی حرمتہ والنہی عنہ۔  
 مذہب یا دوسرے مسلک میں ممکن ہے، تو یہ ایسا ناجائز  
 نہیں کہ اس کا انکار اور اس سے منع لازم ہو، منکر  
 تو وہ ہوتا ہے جس کی حرمت اور ممانعت پر اجماع ہو۔

بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی  
 تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لئے تو اس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، ہاں خوف مفسدہ  
 اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے، فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص کبھی درود  
 پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول بدعا نہ ہوں، مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک  
 تشدد شرع کبھی روا نہیں فرماتی، مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشے آمین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

وا حکم۔

مسئلہ ۱۴۰۹ از ہیل کتور ضلع ادٹکنڈ مکان سومارہ سلیٹھ صاحب مرسلہ سید جیدر شاہ صاحب

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

جناب فیض مآب جامع علوم نقلیہ و حاوی فنون عقلیہ علامہ دہر فہامہ عصر مولانا مولوی احمد رضا خاں  
 صاحب ادا م اللہ فیوضہ ادا مے آداب کے بعد بندہ جیدر شاہ عرض رساں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے  
 چونکہ آپ مشاہیر علمائے انام سے ہیں اور آپ کے اخلاق و اوصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے  
 سنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں و نیز جواب سوالی جلد ترسیل فرماتے ہیں، لہذا التماس  
 خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں، مذہب حنفی و شافعی میں بین الخطابین  
 ہاتھ اٹھا کے دعائے مانگنی مشروع و مسنون ہے یا نہیں؟ مترجم اردو الدر المختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ  
 بریلی کے علماء سے اسی مسئلہ میں استفادہ طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علماء کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا  
 کے دعائے مانگنی بین الخطابین بدعت سیئہ و غیر مشروع ہے، پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط؟ چونکہ آپ متوطن  
 بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اس کی کما مینعی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجئے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض  
 دھوکا دہی عوام الناس ہے۔ بیتوا توجروا

الجواب

مسنونیت مصطلحہ کہ تارک ہستوجب عتاب الہی یا آثم و مستحق عذاب الہی ہو والعیاذ باللہ یہ نہ کسی کا

امام کا قول ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کتے ہیں خطبہ شروع ہونے سے پہلے کلام میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح جب امام منبر سے اترے اور تکبیر سے پہلے بھی گفتگو میں کوئی حرج نہیں، جب منبر پر خطیب خاموش بیٹھا ہو تو اس وقت ان میں اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک

الامام و قال ابو یوسف و محمد لا بأس بالكلام اذا خرج قبل ان يخطب و اذا نزل قبل ان يكبر و اختلفا في جلوسه اذا سكت فعند ابى يوسف يباح لان الكراهة للاخلال بفرض الاستماع ولا استماع هنا، و له اطلاق الامراء ببعض اختصار۔  
مباح ہے کیونکہ کراہت کی وجہ خطبہ سننے میں خلل کا واقع ہونا ہے اور یہاں استماع نہیں ہے ان کی دلیل امر کا اطلاق ہے (مختصر ادت)

صاحب مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ خروج امام سے فراغ نماز تک کلام سے ممانعت فرمائی، مشائخ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصحیح بھی مختلف آئی، بعض فرماتے ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام ہے، اوقاتِ ثلاثہ میں دینی کی اجازت عام ہے، نہایہ و عنایہ میں اسی کو اصح کہا، ایسا ہی فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا، مشائخ کرام نے مطلق مراد لیا، امام زینلی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا۔

میں کہتا ہوں کہ متون کے اطلاقات پر اور اکثر کتب اسی پر جاری ہیں اور عام تفریحات اس سے مستخرج ہیں جیسا کہ ہمارے حاشیہ رد المحتار سے ظاہر ہے اور میرے علم کے مطابق دونوں تصحیحوں میں یہ اصح ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ کلام دنیوی بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر امام نے اس سے ہی منع کیا ہے تو اب اختلاف مرتفع ہو جائے گا حالانکہ تمام کتب اس اختلاف کے ثبوت سے مالا مال ہیں۔ (ت)

قلت و اطلاقات المتون و اکثر الكتب عليه ماشية و عامة التفاسير عن ناشية كما يظهر بها اجعة ما علقنا على رد المحتار فهو اصح التصحيحين فيما علم كيف لا وقد صرح المحققون ان الدنيوى مكروه اجماعا فلو لم ينهى الامام الا عنه لارتفع الخلاف مع ان الكتب المعتمدة عن اخرها متطافرة على اثباته۔

بحر الرائق میں زیر قول مصنف اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام (جب امام آجائے تو



بالجملہ خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لئے مطلقاً اور سامعین کے لئے دل میں بالاتفاق جائز اور مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر اُن کے لئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکروہ دوسری پر جائز، ائمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو احد اصحیحین پر دعائے مذکور امام و مقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشروع، اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف متکافی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ اُن میں سے جس پر چاہے عمل کرے اصلاً محل اعتراض و انکار نہیں۔ بحر الرائق و در مختار وغیرہما میں ہے،

متی کان فی المسئلة قولان مصححان جاننا جب مسئلہ میں دو اقوال صحیح ہوں تو ان میں سے القضاء والا فتاء باحدھما۔ ایک پر فتویٰ اور قضاء جائز ہوتی ہے۔ (ت)

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ بآئکہ یہاں تصحیح تبیین کو ترجیح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع و انکار نہیں کرتا ہے ہذا جملۃ القول فی ہذا الباب والتفصیل فی فتاوانا بعون الوہاب (اس مسئلہ میں یہی گفتگو کا خلاصہ ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت)

یہی مترجم در مختار کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اُس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لئے، اُس کے زمانے میں ان اقطار کے اعلم علما کہ اپنے عصر و مصر میں حقیقتاً صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمة المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد، فقیر برسوں جمعات میں اقدائے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت مدوح قدس سرہ جلسہ بین الخطبتین میں دعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتاء ہوا، مولانا احمد حسین مرحوم تلمیذ اعلیٰ حضرت سید العلماء سند العرفا مولانا الحد قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اُس پر مہربا فرمائیں یہ فتویٰ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ مستفی بمفید المسلمین میں مندرج و مشمول اور اطمینانِ سائل کے لئے یہاں منقول :

سوال : چومی فرمائی علمائے دین و مضمیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھنا امام کو بعد قرارت خطبہ پہلے کے سنت ہے یا نہیں؟ اور خطیب کس قدر جلسہ میں توقف کرے اور یہ اوقاتوں

کوئی نماز اور کلام نہیں۔ (ت) ہے :

اطلق في منع الكلام فشمّل التسبیح والذکر والقراءة وفي النهاية اختلف المشائخ على قول ابی حنیفة قال بعضهم انما كان مکروه ما كان من کلام الناس اما التسبیح ونحوه فلا وقال بعضهم کل ذلك مکروه و الاول اصح اھم وکذا في العناية وذكر الشارح ان الاحوط الانصات اھم و يجب ان یکون محل الاختلاف قبل شروعه في الخطبة ویدل علیہ قوله "على قول ابی حنیفة" و اما وقت الخطبة فالکلام مکروه تحریماً ولو کان امراب معروف او تسبیحاً او غیره کما صرح به في الخلاصة و غیرھا انتهى باختصار

منع کلام مطلقاً کہا، لہذا یہ تسبیح، ذکر اور قرأت کو بھی شامل ہوگا، نہایہ میں ہے کہ مشائخ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اختلاف کیا ہے بعض نے کہا یہاں وہی گفتگو مکروہ ہے جو لوگوں کی (دنوی گفتگو) ہو۔ رہی تسبیح وغیرہ تو وہ مکروہ نہیں، بعض نے کہا کہ یہ تمام مکروہ ہے اور پہلا اصح ہے اھم عنایہ میں بھی اسی طرح ہے، شارح نے ذکر کیا کہ احوط خاموش ہونا ہے اور یہ ضروری ہے کہ محل اختلاف خطبہ میں شروع ہونے سے پہلے ہو اور اس پر اس کے یہ الفاظ کہ "ابوحنیفہ کے قول پر" دلالت کر رہے ہیں اور خطبہ کے وقت کلام مکروہ تحریمی ہے خواہ امر بالمعروف یا تسبیح یا اس کی مثل ہو جیسا کہ خلاصہ وغیرہ میں اس پر تصریح ہے، انتہی باختصار (ت)

طحاوی ورد المختار مبحث الفاظ اذنیہ ہے،  
قوله و غیرھا کے الاحوط والاظہر۔

در مختار میں فتاویٰ خیر یہ سے ہے :

بعض الالفاظ اكد من بعض فلفظ الفتوى  
اكد من لفظ الصحيح والاحوط اكد من  
الاحتياط اھ مختصراً۔

بعض الفاظ بعض کی نسبت زیادہ مؤکد ہوتے ہیں لفظ  
فتویٰ، لفظ صحیح سے اور احوط احتیاط سے زیادہ  
مؤکد ہے اھ مختصراً (ت)

۱۴۸/۲

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

باب صلوة الجمعة

لے بحر الرائق

۵۴/۱

مصطفیٰ البابی مصر

خطبة الكتاب

لے رد المختار

۱۵/۱

مطبع مجتبیٰ دہلی

”

لے در مختار

بلیٹھنا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے ، اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی یہ ہے انتہی ، اور بھی صاحب فتح الباری نے ان تمام اوقات اجابت دعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے ۔  
 حیث قال الثلثون عند الجلوس بين الخطبتين  
 حكاية الطيبي عن بعض شراح المصباح<sup>۱</sup>  
 ان کے الفاظ میں تیسواں مقام دو خطبوں کے درمیان  
 بیٹھنے کا وقت ہے ، اسی طیبی نے بعض شراح میں  
 مصابیح سے نقل کیا ہے ۔ (ت)

اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتنے اوقات اجابت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک ان میں سے جلسہ کرنے خطیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا ،  
 العاشر ما بين خروج الامام الى ات تقام  
 الصلوة الحادي عشر ما بين ات يجلس  
 الامام على المنبر الى ان تقضى الصلوة  
 الثاني عشر ما بين اول الخطبة والفراغ  
 منها الثالث عشر عند الجلوس بين  
 الخطبتين<sup>۲</sup>  
 دسواں امام کے نکلنے اور اقامت نماز تک ہے ،  
 گیارہواں امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام  
 نماز تک ہے ، بارہواں شروع خطبہ سے لے کر  
 اس سے فراغت تک ہے ، تیرہواں دونوں خطبوں  
 کے درمیان بیٹھنے کے وقت ہے ۔  
 (ت)

اور وقت جلسہ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے درست ہے تا نثار خانہ  
 میں نقلاً عن العتبیہ مرقوم ہے ؛  
 ولو سكت الخطيب حين جلس ساعة قال  
 ابو يوسف يباح له التكلم في تلك الساعة۔  
 امام منبر پر بیٹھ کر ایک ساعت خاموش رہا تو  
 امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس وقت گفتگو  
 مباح ہے (ت)

اور در مختار میں مثل اس کے مرقوم ہے ، اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح الكتب بعد كتاب الله کے ہے بیح  
 باب رفع اليدين في الخطبة کے عین حالت خطبہ میں دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ،  
 اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا پس کہا اے

۱ فتح الباری باب الساعة التي في يوم الجمعة مطبوعه مصطفى البابی مصر ۳/۴۱

۲ حرز ثمین شرح حصن حصین للسیوطی

۳ فتاویٰ تانار خانہ کتاب الصلوة ، شرائط الجمعة مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۶۹

قبولیت دعا سے ہے یا نہیں؟ اور دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے مستحسن ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا  
**الجواب:** بیٹھنا خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنت ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القعدۃ  
 بین الخطبتین یوم الجمعہ میں مرقوم ہے:

حدثنا مسدد ثنا بشر بن المفضل ثنا  
 عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ بن عمر ،  
 قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 یخطب خطبتین یقعد بینہما۔  
 مسدد نے ہمیں اور انھیں بشر بن مفضل نے انھیں  
 نافع نے انھیں عبد اللہ بن عمر نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو دو خطبوں  
 کے درمیان بیٹھتے۔ (ت)

اور اس بیٹھنے کو سنت بمقدار تین آیات علمگیری میں بالتصریح بیان کیا ہے :  
 والخامس عشر المجلس بین الخطبتین  
 هكذا فی البحر الرائق ومقدار المجلس  
 بینہما مقدار ثلث آیات فی ظاہر الروایۃ  
 هكذا فی السراج الوہاجی

اور بیچ حصن حصین کے ایک اوقات قبول دعا سے مابین الخطبتین ہے اور بیچ ظفر جلیل شرح حصن حصین  
 کے اُس وقت مانگنا دعا کا طیبی سے نقل کیا :  
 وساعة الجمعة ارجى ذلك ووقتها ما بين ان  
 يجلس الامام في الخطبة الى ان تقضى  
 الصلوة مد۔  
 اور ساعت جمعہ کی بہت امید والی ان وقتوں کی  
 ہے یعنی سب وقتوں میں سے ساعت جمعہ میں امید  
 قوی ہے قبولیت کی اور وقت ساعت جمعہ کا ہے  
 مابین بیٹھنے امام کے سے منبر پر خطبہ کے لئے، تمام ہونے نماز تک، نقل کی یہ مسلم اور ابوداؤد نے۔ (ت)  
 ظاہر تر یہ ہے کہ مراد بیٹھنے امام کے سے بیٹھنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے، اور وہی وقت  
 حرمت کلام کا ہے غیر امام کو، کذا قال العلی (جیسا کہ علی نے بیان کیا۔ ت) اور طیبی نے بیٹھنے سے

۱۲۷/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب القعدۃ بین الخطبتین	صحیح البخاری
۱۲۷/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	باب السادس عشر فی صلوة الجمعة	لفہ فاوی ہندیہ
ص ۲۱	افضل المطابع لکھنؤ	اوقات الاجابۃ	حصن حصین



کہ در وقت جلوس کہ در ظاہر الروایۃ مقدار سہ آیت  
واردست کما فی المجتبی وغیرہ سربنا اتنا فی  
الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب  
النار خواند کہ عمل بر ظاہر الروایۃ و احادیث صحیحہ  
واقع گردد و اگر دست برداشتمہ بخواند موافق طریقہ  
دعا کہ در احادیث ست واقع گردد و عمل بزرگان  
نیز مست۔

صواب ہے لہذا امام کے بیٹھنے کے وقت ، جو  
ظاہر الروایۃ کے مطابق تین آیات کی مقدار ہے  
جیسا کہ مجتبیٰ وغیرہ میں ہے ، یہ دعا پڑھ لی جائے  
اے ہمارے رب ! ہمیں دنیا میں بہتری اور نیکی  
عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور ہمیں  
آگ کے عذاب سے بچائے تاکہ ظاہر الروایت  
اور احادیث صحیحہ پر عمل ہو جائے اور اگر دعائیں  
ہاتھ اٹھائے تو یہ بھی اس طریقہ دعا کے موافق ہے  
جو احادیث میں آیا ہے اور اسلاف کا بھی عمل ہے۔

اور ایسا ہی بیچ فتوح الاوراد کے مرقوم ہے اور بیچ حصن حصین کے ایک آداب دعا میں رفع یدین  
کو بسند حدیث تحریر کیا ہے و دفعہما ع وان یكون دفعہما حدوا والمنکبین لدا مس، یعنی آداب دعا  
سے ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے ، نقل کی یہ صحاح ستہ میں ، اور یہ کہ ہودے ہاتھ  
اٹھانا برابر مونڈھوں کے ، نقل کی سنن ابوداؤد و احمد و حاکم نے ، اس سے خوب واضح ہوا کہ دعائے مانگنا  
ساتھ رفع یدین کے چاہئے ، البتہ خالی ہاتھ اٹھانا بغیر دعا کے عبث اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی واضح و  
لاخ ہوا کہ دعائے مانگنا اور ہاتھ نہ اٹھانا آداب دعا کے سے دور ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب و  
الیہ المرجع والمآب۔

احمد حسین بیگ غفر اللہ لہ - محمد رضا علی خاں - سید یعقوب علی رضوی - خدییم اطلبہ سید محمد علی  
سید محمد ذاکر عفی عنہ۔

علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور عمل وہ - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ  
اتم و احکم۔

منہ الملک اصغر علی خاں بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں کوئی سورہ کلام مجید کی

لے مفتاح الصلوٰۃ

لے حصن حصین آداب الدعاء مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ص ۱۷

رسول اللہ کے ہلاک ہوئے جاتے ہیں چار پائے اور ہلاک ہوئے جاتے ہیں شاة (بکریاں) پس دعا فرمادے اللہ سے یہ کہ تر کرے ہم کو، پس دراز کئے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے اور درخواست دعا کی کی :

حدثنا مسدد ثنا حماد بن مرید عن عبد العزيز  
عن انس وعن يونس عن ثابت عن انس  
قال بينما النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
يخطب يوم الجمعة اذ قام رجل فقال  
يا رسول الله هلك الكراع وهلك الشاة  
قادع الله ان يسقينا فمد يديه ودعا.

چار پائے ہلاک ہو رہے ہیں بکریاں ہلاک ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرمائے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ پھیلا دئے اور دعا کی ۔ (ت)

جبکہ کلام کرنا اُس وقت میں کلام مجتہد سے ثابت ہو اور مانگنا دعا کا عین حالتِ خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور متحقق ہے، پس مانگنا دعا کا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل وعلا کے، اور وہ وقت قبولیت دعا کا ہے موافق مرقومہ بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے، اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وہ بھی اُس وقت میں نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا، اور بھی یہ مفتاح الصلوٰۃ کے دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر سہ آیات کے مجتہبی سے اور سند اجابت دعا کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی، مفتاح الصلوٰۃ میں مرقوم ہے :

در میان دو خطبہ کہ امام بنشیند دعا بطریق اولیٰ جائز خواہ بود علی الخصوص در احادیث آمدہ کہ ساعۃ الاجابة ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضى الصلوة کما صح فی صحیح مسلم و جزم الامام النووی فی شرح مسلم و قال هو الصواب پس باید دو خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھتا ہے تو اس وقت دعا کرنا خصوصاً بطریق اولیٰ جائز ہونی چاہئے کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ قبولیت کی ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام نماز تک ہوتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور امام نووی نے شرح مسلم میں اسی پر جزم کرتے ہوئے فرمایا یہی

چھوٹی پڑھی جائے یا بڑی اور چھوٹی پڑھی جائے تو کس قدر، اور بڑی پڑھی جائے تو کس قدر، بدیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر فرش پر کہ جہاں بالکل دھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

### الجواب

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ، دوسری میں سورہ منافقون، اور کبھی پہلی میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں هل اثمك حدیث الغاشیة ثابت ہے، اور حسب حاجت و مصلحت کمی بیشی کا اختیار ہے، اور اگر مقتدیوں پر تکلیف و ناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدر مسنون سے کمی نہ کرے کہ قدر مسنون کا محض کسر کی وجہ سے ناگوار ہونا ان کا قصور ہے جس میں وہ مستحق رعایت نہ اُس کے سبب ترک سنت کی اجازت، ہاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اُس کے لئے باعث تکلیف ہوگا تو اُس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نماز جمعہ کو ثرو اخلاص سے پڑھانا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ القرآن ۸۷/۱

۱۸ القرآن ۸۸/۱

سب جگہ درست ہے انتہی، ان میں کون سا قول صحیح ہے؟ بیٹو! توجروا

## الجواب

ہمارے علمائے کرام نے فتاویٰ قاضی خان و فتاویٰ خلاصہ و فتح القدر و نظم و شرح نقایہ برجندی و بحر الرائق و فتاویٰ ہندیہ و طحاوی علی مراقی الفلاح وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے فتاویٰ خانہ میں ہے :

ينبغي ان يؤذن على المئذنة او خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد

یعنی اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔

بعینہ یہی عبارت فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ علیگیریہ میں ہے۔ فتح القدر میں ہے :

یعنی تکبیر تو ضرور مسجد میں ہوگی، رہی اذان وہ منارے پر ہو۔ منارہ نہ ہو تو بیرون مسجد زمین متعلق مسجد میں ہو۔ علما فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو۔

الاقامة في المسجد لا بد واما الاذان فعلى المئذنة فان لم يكن ففي فناء المسجد و قالوا لا يؤذن في المسجد

نیز خود باب الجمعة میں فرمایا :

هو ذكر الله في المسجد اى في حدوده لكرهه الاذان في داخله

وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالی مسجد کے اندر، اس لئے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔

شرح مختصر الوقایہ للعلامة عبد العلی میں ہے :

یعنی صدر الشریعہ قدس سرہ نے اذان کے لئے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف تکبیر کہ اس میں سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو۔ نیز اس میں تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے، خلاصہ میں اس کی ممانعت کی تصریح ہے الخ احو باختصار۔

فی ایراد المئذنة اشعار بان السنة فی الاذان ان یکون فی موضع عال بخلاف الاقامة فان السنة فیها ان تكون فی الارض و ایضا فیہ اشعار بانہ لا یؤذن فی المسجد فقد ذکر فی الخلاصة انه ینبغی الخ احو باختصار۔

۳۷/۱	مطبوعہ منشی نوکشتور لکھنؤ	مسائل الاذان	۱۱ فتاویٰ قاضی خان
۲۱۵/۱	” نوریہ رضویہ سکھ	باب الاذان	۱۲ فتح القدر
۲۹/۲	” ” ”	باب الجمعة	۱۳ ” ”
۸۴/۱	” منشی نوکشتور لکھنؤ	باب الاذان	۱۴ شرح النقایہ للبرجنندی

۲۰  
۱۳

# اَوْفِي السَّعَةِ فِي اِذَانِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

(اذانِ جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

مسئلہ از ملک بنگالہ موضع شا کو چیل ضلع سلہٹ ڈاکخانہ جگدیش پور مرسلہ مولوی ممتاز الدین صاحب

۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان مسجد کے اندر دینا کیسا ہے، جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو دی جاتی ہے آیا وہ اذان مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا باہر مسجد کے اور بر تقدیر اول بلا کر اہت جائز ہے یا نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں یہ بلا کر اہت سب علماء کے نزدیک جائز ہے اور سلف صالحین سے لے کر اس زمانے تک کل امصار و دیار میں اسی طریقہ مسنون پر باتفاق علمائے کرام جاری و دائر ہے، شامی میں ہے کہ مؤذن اذان خطیب کے سامنے کہے، ہدایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے، اور اسی پر علماء کا عمل ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان، اور در مختار میں ہے خطیب کے سامنے کہے، ان عبارات سے ہویدا ہوا کہ روبرو خطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا صحن مسجد میں کھڑا ہو کر اذان کہنا خلاف کتب فقہ و سلف صالحین کا ہے انتہی، اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعے کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑے ہو کر مکروہ نہیں ہے، اگرچہ جہاں تک اطلاق بین یدیہ آتا ہے

کیا جائے بین یدی (یعنی سامنے - ت) سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع  
مواجهہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کے گاکہ آفتاب میرے سامنے ہے، یا فارسی  
میں مہر زور وئے من است (سورج میرے چہرے کے سامنے ہے - ت) یا عربی میں الشمس بین  
یدی (سورج میرے سامنے ہے - ت) حالانکہ آفتاب اس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دُور  
ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: یعلم ما بین ایدیمہم و ما خلفہم اللہ سبحانہ، جانتا ہے جو کچھ اس کے  
سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے یعنی گزر گیا۔ یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں  
بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یونہی ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا:  
لہ ما بین ایدینا و ما خلفنا و ما بین ذلک ۛ اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے  
پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے، ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن عالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق  
مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال حقیقی کہ خواہی تو اسی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو، قال اللہ تعالیٰ،

وہو الذی یوسل الریاح بشرابین یدی  
رحمتہ حتی اذا اقلیت سحابا ثقالا سقنہ لیلدا  
میت فانزلنا بہ الماء الایۃ۔  
اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتیں بارانِ رحمت  
کے آگے یہاں تک کہ جب اُنھوں نے ابھارے  
بوجھل بادل، ہم نے اسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی  
طرف تو اتارا اس سے پانی۔

بین یدی (یعنی آگے - ت) نے قربِ مطر کی طرف اشارہ فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے  
بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے۔ وقال تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا)  
ان هو الا نذیر لکم بین یدی عذاب  
شدید۔  
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کہ اسے  
کا فروا تم گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمھیں ڈر سناؤ  
ایک سخت عذاب کے آگے۔

آیت نے قربِ قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے، پھر اُس کا قرب اُس کے لائق ہے

۱۹/۶۲ القرآن

۲۰/۱۱۰ القرآن

۴/۵۴

۳۲/۴۶

## بحر الرائق میں ہے :

یعنی قنیه میں ہے کہ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنت ہے اور مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ وہ بھی بلندی پر ہونا مسنون ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنت ہے اور سراج الوہاج میں ہے اذان وہاں ہونی چاہئے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے، اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ دے اور مختصراً۔

سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔

یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس آس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ فتح القدر میں ہے۔

یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلا قید ہیں جن میں جمعہ وغیرہ کسی کی تخصیص نہیں مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحہ معتمدہ میں اذان ثانی جمعہ کا استثنا دکھائے مگر ہرگز نہ دکھاسکے گا، رہا لفظ بین یدی الامام (امام کے سامنے۔ ت) یا بین یدی المنبر (منبر کے سامنے۔ ت) سے استدلال مذکور فی السؤال وہ محض ناواقفی ہے، ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے مواجہہ میں ہو، اس سے یہ کہاں کہ امام کی گود میں منبر کی لگے ہو جس سے داخل مسجد ہونا استنباط

فی القنیۃ یسن الاذان فی موضع عال و الاقامة علی الامراض و فی المغرب اختلاف المشائخ اھ والظاهر ان دیسن المکات العالی فی اذان المغرب ایضا کما سیأتی و فی السراج الوہاج ینبغی ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران و فی الخلاصۃ ولا یؤذن فی المسجد اھ مختصراً۔

اُسی میں بعد چند ورق کے ہے :

السنة ان یکون الاذان فی المنارة والاقامة فی المسجد۔

## حاشیہ طحاوی میں ہے :

یکرة ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم ، فان لم یکن ثمد ، مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد کما فی الفتح۔

۲۵۵/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الاذان	۱۰
۲۶۱/۱	" " " " " " " "	" " " " " " " "	۱۱
ص ۱۰۷	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب الاذان	۱۲

یشاء والله ذو الفضل العظيم والحمد لله رب العالمين (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔) بعض دیگر جن سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے بین یدی سے داخل مسجد ہونا اصلاً مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلاف تصریحات علماء یہ ادعا نہ ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں ۱۳۰۲ ہجری میں فقیر بہ نیت خاکبو کسی آستانہ علیہ حضرت سلطان الاولیاء محبوب الہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی سے شد الرحال کر کے حاضر بارگاہ غیاث پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا، اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی فقیر نے حسب عادت کہ جو امر خلاف شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کر دیا اگرچہ اُن صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہو ان مؤذن صاحب سے بھی یہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے کہا کہاں لکھا ہے؟ میں نے قاضی خان، خلاصہ عالمگیری، فتح القدر کے نام لئے، کہا ہم اُن کی نہیں مانتے، فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں، گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ کسی کچہری میں نوکر ہیں۔ فقیر نے کہا حکم الحاکمین جل جلالہ کا سچا حقیقی جل جلالہ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع و اعلیٰ ہے آپ انہی کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چہرہ اسی مدعی، مدعا علیہ گواہوں کی حاضری، کچہری کے کمرے کے اندر کھڑا ہو کر پکارتا ہے یا باہر؟ کہا باہر۔ کہا اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں؟ بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب ان کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کر لیا۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست  
( ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے )

الحمد لله حتى واضح ہو گیا۔

اقول وباللہ التوفیق یہاں دو نکتے اور قابل لحاظ وغور ہیں :

اول اگر بانی مسجد نے مسجد بناتے وقت تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنایا تو یہ جائز ہے اور اتنا ٹکڑا اذان کے لئے جدا سمجھا جائے گا اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں عارض نہ ہوگی جیسے مسجد میں وضو کرنا اصلاً جائز نہیں مگر پہلے سے اگر کوئی محل معین بانی نے وضو کے لئے بنو ادیا ہو تو اس میں وضو جائز ہے کہ اس قدر مستثنیٰ قرار پائے گا، اشباہ میں ہے :

تکرہ المضیضۃ والوضوء فیہ الا  
ان یکون ثمہ موضع  
اعدلک لا یصل فیہ  
مسجد میں کُلی اور وضو کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت  
میں جب وہاں اس کے لئے جگہ بنائی گئی ہو اور  
اس میں نماز ادا نہ کی جاتی ہو یا کسی برتن میں وضو



تیرہ سو تینا تیس برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان در مسجد پر یا فنا سے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذاتِ امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدیدہ (اس کے روبرو۔ ت) صادق ہے بلا شبہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے روبرو منبر کے آگے اذان ہوتی، اور اسی قدر درکار ہے غالباً خود مستدین کو معلوم تھا کہ قریب مسجد بیرون مسجد مواجہہ امام کو بھی بین یدیدہ شامل ہے ولہذا روبرو خطیب کہنے کے بعد اذان لفظوں کی حاجت ہوتی کہ مسجد کے اندر مگر خاص یہی لفظ کہ اصل مدعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی و ہدایہ و در مختار وغیرہ میں کہیں اس کی بوجہ نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس بین یدیدہ کے معنی بھی آفتاب کی طرح روشن ہو جائیں اور اس ادعا کے توارث کا حال بھی کھل جائے، سنن ابی داؤد شریف میں بسند حسن مروی ہے :

نقیلی نے بیان کیا کہ محمد بن سلمہ نے محمد بن اسحق سے انھوں نے زہری سے انھوں نے سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب روز جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے روبرو اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یونہی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔

حدثنا النقیلی ثنا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحق عن الزهري عن السائب بن يزيد رضي الله تعالى عنه قال كان يؤذن بين يدي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد و ابى بكر وعمر

اس حدیث جلیل نے واضح کر دیا کہ اس روبروئے امام پیش منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانہ رسالت و خلفائے راشدین سے کیا متواتر ہے، ہاں یہ کہتے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر کہنی شائع ہو رہی ہے مگر نص حدیث سے جد تصریحات فقہ کے خلاف کہی بات کا ہندیوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو ان تصریحات ائمہ کے مقابل بین یدیدہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں، پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ یہاں اس سنتِ کریمہ کا احیاء رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا، میرے یہاں مؤذنوں کو مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے، جمعہ کی اذان ثانی بجز اللہ تعالیٰ منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر ہوتی ہے جس طرح زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوا کرتی تھی ذلک فضل اللہ یؤتیہ من

ولا فعل شئ يخل بحرمته، اخذته مما  
ياق في الوقف من ان الواقف لو بنى فوق سطح  
المسجد بيتا سكتي الامام قبل تمام المسجدية جاز لانه  
من مصالحه اما بعد فلا يجوز ويوجب الهدم۔

کے لئے یہ جائز نہیں کہ مسجد کے کسی حصہ کو گندگی  
کے لئے بنائیں بلکہ ہر وہ فعل جائز نہیں جو مسجد کی  
عزت کے منافی ہو، یہ اصول اس مسئلہ سے مستنبط  
ہے جو وقف میں آتا ہے کہ مسجد کے اوپر واقف نے تمام

مسجدیت سے پہلے رہائش بنا دی تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد سے ہے البتہ تمام مسجد کے بعد یہ جائز نہیں اور اسکا گرانما ضروری ہے  
اسی طرح اگر منارہ یا منڈنہ بیرون مسجد قنائے مسجد میں تھا بعدہ مسجد بڑھائی گئی ہو اور زمین متعلق  
مسجد مسجد میں لے لی کہ اب منڈنہ اندرون مسجد ہو گیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا کہ یہ بھی وہی صورت ہے  
کہ اس زمین کی مسجدیت سے پہلے اس میں یہ محل اذان کے لئے مصنوع ہو چکا تھا کما لایخفی (جیسا کہ  
مخفی نہیں۔ ت) ہاں اگر داخل مسجد کوئی شخص اگرچہ خود بانی مسجد یا مکان اذان کے لئے مستثنیٰ کرتا چاہے  
تو اس کی اجازت نہ ہونی چاہئے کہ بعد تمام مسجد کسی کو اس سے استثناء یا فعل مکروہ کے لئے بنا کا اختیار  
نہیں، درمختار میں ہے:

لو بنى فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من  
المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اسرادا  
البناء منع، ولو قال عنيت ذلك لم يصدق  
تأثيره فانه فاذا كان هذا في الواقف فكيف  
بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد۔

اگر مسجد کے اوپر امام کے لئے جگہ بنائی تو ضرر نہیں  
کیونکہ یہ ضروریات مسجد میں سے ہے اگر مسجد مکمل  
ہو گئی اور پھر رہائش بنا نا چاہتے ہیں تو اب منع ہے  
اور اگر واقف کہے کہ میرا ارادہ یہی تھا تو اس کی  
تصدیق نہیں کی جائے گی تا تا رخانیہ جب واقف

کا یہ حال ہے تو غیر کیسے بنا سکتا ہے، لہذا اس کا گرانما ضروری ہے اگرچہ وہ دیوار مسجد پر ہو۔ (ت)  
ووم متعلقات مسجد میں مسجد کے لئے اذان ہونے کو عرف میں یونہی تعبیر کرتے ہیں کہ فلاں مسجد میں  
اذان ہوئی مثلاً منارہ بیرون مسجد زمین خاص مسجد سے کسی گز کے فاصلے پر ہو اور اس پر اذان کہی جائے  
تو ہر شخص یہی کہے گا کہ مسجد میں اذان ہو گئی نماز کو چلو، یوں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی نماز کو  
اٹھو یہ عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو مجال انکار نہیں، ولہذا امام محقق علی الاطلاق نے ہو ذکر  
اللہ فی المسجد (یہ مسجد میں ذکر الہی ہے۔ ت) کی وہ تفسیر فرمادی کہ ای فی حدودہ (یعنی مسجد

کر لیا جائے۔ (ت)

اوفی اناء

در مختار میں ہے،

وضو مکروہ ہے مگر اس جگہ میں جو اس کے لئے تیار  
کی گئی ہو مخلصاً۔ (ت)

یکرہ الوضوء الا فیما اعد لذلك مخلصاً۔

ردالمحتار میں ہے،

کیونکہ وضو کا پانی طبعاً ناپسند ہے لہذا اس سے مسجد  
کو بچانا ضروری ہے جیسے کہ مسجد کو ناک اور بلغم سے  
محفوظ رکھنا ضروری ہے، بدائع۔ (ت)

لان ماء مستقذر طبعاً فیحجب تنزیہ المسجد  
عنه كما یجب تنزیہها عن المخاط و البلغم  
بدائع

فقیر نے اس پر تعلیق کی،

یہ امام محمد کے مفتی بہ قول کی دلیل ہے۔ رہا معاملہ  
امام اعظم کے قول کا، تو وہ ظاہر ہے کیونکہ وہ  
ماء مستعمل کو ناپاک کہتے ہیں۔ (ت)

هذا تعلیل علی مذهب محمد المفتی بہ  
اما علی قول الامام بن جاسر السماء  
المستعمل فظاہر۔

ردالمحتار میں ہے،

ان کا قول ”مگر اس جگہ جو وضو کے لئے تیار کردہ ہو“  
دیکھئے کیا اس جگہ کا وضو کے لئے بنانا واقف سے  
شرط ہے یا نہیں؟ (ت)

قوله الا فیما اعد لذلك انظر هل یشرط  
اعداد ذلك من الواقف ام لا۔

فقیر نے اس پر تعلیق کی،

اقول ہاں ایک اور شئی اس کے اوپر ہے وہ یہ کہ  
یہ وضو کے لئے رکھنا تمام مسجدیت سے پہلے ہو  
کیونکہ اگر اس کے بعد ہو تو اب واقف اور دوسروں

اقول نعم و شئی اخرفوق ذلك وھی ان یكون  
الاعداد قبل تمام المسجدية فان بعدة  
لیس له ولا لغیره تعریضه للمستقذرات

مطبوعہ ادارة القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۲۳۶/۲

مطبع مجتہائی دہلی ۹۴/۱

مصطفیٰ البابی مصر ۴۸۸/۱

المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۳۱۶/۱

مطبع مجتہائی دہلی ۹۴/۱

الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد

در مختار باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا

ردالمحتار ” ” ”

جد المتار علی ردالمحتار باب احکام المساجد

ردالمحتار باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا

احد کم حتی یصلیٰ

کوئی مسجد سے نہ نکلے۔ (ت)

بالجملہ جہاں ایسے الفاظ واقع ہوں انھیں دو نکتوں سے ایک پر محمول ہیں۔

**اقول** اس سے جلابی کی یہ عبارت بھی واضح ہو گئی کہ مسجد میں یا اس جگہ میں اذان دی جائے جو حکم مسجد میں ہو، مسجد سے دور اور جگہ میں نہ دی جائے اھ یعنی مسجد کے حدود اور فنائے مسجد میں اذان دی جائے جیسا کہ اس کی تفسیر امام محقق علی الاطلاق نے کی ہے، یا مسجد کے اندر بشرطیکہ وہاں پہلے سے جگہ بنائی گئی ہو یا اس جگہ دی جائے جو قرب کی وجہ سے مسجد کا حکم رکھتی ہو کیونکہ وہاں کی اذان کو مسجد کی ہی اذان شمار کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کہ اذان اول بازار میں مقام زورام پر دینے کا حکم دیا، مسجد سے دور اذان نہ دی جائے مثلاً جب مسجد غربی البلاد ہو اور اذان شرقی میں دی جائے تو اب یہ اذان دوسرے محلہ کی ہوگی اس مسجد کی اذان اسے شمار نہیں کیا جائیگا جیسا کہ واضح ہے، کلام جلابی کلام نظم پر استدراک نہیں جیسا کہ قستانی نے گمان کیا، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو کچھ ہم نے گفتگو کی اور "سامنے امام" کا معنی بیان کیا اس سے واضح ہو گیا کہ "بین یدیدہ" کے الفاظ مقام کے مناسب قرب کا تقاضا کرتے ہیں نہ کہ اتصال کا، بحمد اللہ نقایہ کی عبارت "جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو اس کے سامنے دوسری اذان

اقول وبہ ینجلی ما فی الجلابی انه یؤذن فی المسجد او ما فی حکمہ لا فی البعید منه اھ ای یؤذن فی حدود المسجد و فنائہ کما فسریہ الامام المحقق علی الاطلاق اوفی نفس المسجد ان کان ثمدہ موضع اعدلہ من قبل او یؤذن فیما ہو فی حکمہ لقربہ منہ بحیث یعد الاذان فیہ اذانا للمسجد کما فعل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث احدث الاذان الاول علی الزوراء دار فی السوق ولا یؤذن للمسجد فی البعید منہ فان المسجد اذا کان غربی البلاد مثلاً و اذن شرقیہ بل اذن لمسجد حتی آخر لا یعد ذلك اذانا لہ کما لا یخفی فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کما زعم القہستانی و یا اللہ التوفیق و بما قدمنا من تحقیق مفاد بین یدیدہ و انه یتداعی بقرنیۃ الحال قریبا نیاسب المقام لا الاتصال و وضع بحمد اللہ ما قال القہستانی تحت قول النقایۃ اذا جلس علی المنبر اذن ثانیاً بین یدیدہ ما نصہ ، ای

مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۳۴/۲

مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۲۳/۱

لے مسند احمد بن حنبل مروی از ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لے جامع الرموز بحوالہ الجلابی فصل فی الاذان

کے حدود میں۔ ت) اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ لکراہۃ الاذان فی داخلہ (کیونکہ مسجد کے اندر اذان کر وہ ہے۔ ت) یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی سخن ناشناس نظر نہ لے کر حدیث مسلم:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقفنا ان من سنن الہدی الصلوٰۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ۔  
حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ سنن ہدی میں سے ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھی جائے جس میں اذان ہو۔ (ت)

وامثال عبارت کرۃ خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ (اس مسجد سے نکلتا مگر وہ ہے جس میں اذان دی گئی ہو۔ ت) ہے دھوکا نہ کھائے اور اشباہ حدیث ابن ماجہ:

عن امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر مجبوری کے مسجد سے نکلا اور واپسی کا ارادہ بھی نہ تھا تو وہ منافق ہے۔ (ت)

سے دھوکا اور بھی ضعیف تر ہے فان فی المسجد طرف الادراک دون الاذان (کیونکہ مسجد ادراک کے لئے طرف ہے اذان کے لئے نہیں۔ ت) ولہذا علامہ مناوی نے تیسیر میں اس حدیث کی یوں شرح فرمائی: (مت ادراک الاذان) وهو (فی المسجد) الخ بلکہ خود حدیث شرح حدیث کو بس ہے،

احمد بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلوٰۃ فلا یخرج امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اذان دی جائے تو غا زاد اکیے بغیر

۱ صحیح مسلم باب فضل جماعۃ  
۲ سنن ابن ماجہ باب اذا اذن وانت فی المسجد  
۳ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث من ادراک الاذان کے تحت  
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی  
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی  
مکتبۃ الامام الشافعی الریاض  
۲۳۲/۱  
ص ۵۴  
۳۹۲/۲

دی جائے " کے تحت قہستانی نے جو کہا وہ بھی واضح ہو گیا کہ اذان میں منبر و امام اور اس کے بائیں جانب اس کے قریب ہو یا ان دونوں کے وسط میں ہو، یہ ان صورتوں کو شامل ہے جب اذان زاویہ قائمہ یا حادہ یا منفرجہ میں ہوتی جو ان دو خطوط مذکورہ کی دو جہات سے پیدا ہوا ہے تو یہاں قرب کا انکار نہیں اور اتصال پر دلالت نہیں، اس سے ان کا مقصد اس بعد کا دور کرنا ہے جس میں اذان کو اس مسجد کی اذان تصور نہ کیا جائے جیسا کہ ہم نے اسے جلابی کے کلام میں ذکر کیا۔ (د ت)

غرض عامہ کتب معتمدہ مذہب کے خلاف اگر ایک آدھ غریب و نامتداول کتاب میں کوئی تصریح بھی ہوتی عقلاً و عرفاً و شرعاً قابل قبول نہ ہوتی۔

کیا آپ نے نہ دیکھا علامہ طحاوی نے کس طرح اکتفا کیا اس حکم پر جو قہستانی نے نظم سے نقل کیا تھا اور اس کے استدراک کے بالکل درپے نہ ہوتے، انھیں علم تھا کہ یہ استدراک فالتو ہے لہذا اس کا نقل کرنا مناسب نہیں۔ (د ت)

جیسا کہ ہر عاقل پر مخفی نہیں، تحقیق کا حق یہی تھا، اللہ سبحانہ توفیق کا مالک ہے، الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (د ت)

بين الجهتين المسميتين ليمين المنبر والامام  
ويسارة قريباً منه ووسطهما بالسكون  
فيشتمل ما اذا اذن في زاوية قائمة او حادة  
او منفرجة حادته من خطين خارجين  
من هاتين الجهتين اذ فليس القرب منكرا  
ولا بالاتصال مشعرا وانما اساده به اخراج  
البعده الذي لا يعد به الا اذان اذ انما في ذلك  
المسجد كما ذكرناه في كلام الجلابي۔

الا ترى ان العلامة الطحاوی كيف اقتصر  
في الحكم على حكاية ما في القهستاني عن  
النظم ولم يعرج على استدراكه اصلا علما  
بانه ان الاستدراك مستدرک لا يبتغي  
قلا۔

کوئی لفظ محتمل ناصر ک صاف صاف لائق توجیہ و تصحیح ہو،  
بلا ینحی علی ذی عقل نجیح هکذا ینبغی  
تحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد للہ  
رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا  
محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ  
علم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

# باب العیدین

( عیدین کا بیان )

مسئلہ ۱۴۱۲ از سہرام محلہ پرتہ ضلع آره مسئلہ قدرت اللہ صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنہ یا بندِ صوم و صلوة متقی نے اول خطبہ عید الاضحیٰ پڑھ کر لبیک اور صلوة وسلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تکبیر یا اذ بلنہ خود کہا اور مصلیوں سے کہلایا پھر باریک اللہ لنا ولکم پڑھ کر بیٹھا پھر دوسرا خطبہ پڑھا بعد فراغ سوال کیا گیا یہ غیر مشروع فعل کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا میرا یہ فعل غیر مشروع نہیں حالت کیف میں صادر ہوا مثل قول مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ساریۃ الجبل ہے، یہ دعویٰ مدعی کا کہاں تک صحیح ہے اور ایسے فعل کا ترکیب لائق ملامت ہے یا نہیں؟  
بینوا تو جروا۔

## الجواب

لبیک و درود کہ اس نے خود کہا حرج نہیں البتہ مقتدیوں سے کہلانا بے محل ہوا کہ وہ خطبہ میں مامور بالسکوت ہیں، اگر حالت وجد میں ایسا ہوا جیسا کہ اُس کا بیان ہے تو معذور ہے اور جب سائل اسے عالم سُستی متقی کہتا ہے تو اس کا بیان کیوں نہ تسلیم کیا جائے معہذا مسئلہ شرعیہ معلوم کر لینا دوسری بات ہے

العظام ما دعا الله في العيد عبد سعيد و  
تعانق النور والسرور غداة العيد و اشهد  
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا  
عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى  
اله وصحبه من يوم ابدا الى يوم يعيد امين  
امين يا عزيز يا مجيد

پر بھی جب تک کوئی عبد سعید، عید کے موقع پر دعا  
کرنے والا ہے اور جب تک عید کی صبح کو نور و سرور  
باہم پائے جائیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی  
معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اور حضرت محمد  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے اور  
رسول ہیں آپ کی ذات، آل اور صحابہ پر درود و سلام

ابتدائی دن سے لے کر آخری دن تک ہو، اے غالب اے صاحبِ مجد! دعا قبول فرما دعا قبول فرما۔ (ت)  
اللهم هداية الحق والصواب ( اے اللہ حق اور صواب کی ہدایت عطا فرمائے۔ ت)

نماز عیدین کے بعد دعا حضراتِ عالیہ تابعین عظام و مجتہدین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت،

قال الفقير عبد المصطفى احمد رضا المحمدي  
السني الحنفي القادري البركاتي البريلوي  
غفر الله له وحق امله لابانا المولى  
عبد الرحمن السراج المكي مفتي بلد الله الحرام  
بيته عند باب الصفا لثمان يقين من ذى الحجة  
سنة خمس وتسعين بعد الالف والمائتين  
في سائر مروياته الحديثية والفقهيية  
وغير ذلك عن حجة زمانه جمال بن عبد الله  
بن عمر المكي عن الشيخ الاجل عابد السندی  
عن عمه محمد حسين الانصاري اجازني به الشيخ  
عبد الخالق بن علي المزجاجي قراءة علي الشيخ محمد  
بن علاء الدين المزجاجي عن احمد النخلى  
عن محمد الباهلي عن سالم السنوري عن  
النجم الغيطي عن الحافظ زكريا الانصاري  
عن الحافظ ابن حجر العسقلاني انا به  
ابو عبد الله الجبري انا قوام الدين الاتعافي انا

فقير عبد المصطفى احمد رضا المحمدي سنی حنفی قادری برکاتی  
بریلوی (اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے اور اس کی امید  
بر لائے) کہتا ہے کہ ہمیں شیخ عبد الرحمن السراج مکی  
مفتی بلد اللہ الحرام نے باب صفا کے پاس اپنے گھر  
۲۲ ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ کو اپنی تمام مرویات کی اجازت  
دی خواہ وہ حدیث کی صورت میں تھیں یا فقہ کی صورت  
میں یا اس کے علاوہ تھیں انھیں مرویات کی اجازت  
حجت زمانہ جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی نے دی انھیں  
شیخ اجل عابد سندی نے انھیں ان کے چچا محمد حسین  
انصاری نے دی، اس نے کہا مجھے ان کی اجازت شیخ  
عبد الخالق بن علی مزجاجی نے، انھیں شیخ محمد  
بن علاء الدین مزجاجی سے قرآن کے طور انھیں احمد نخلی  
نے انھیں محمد باہلی نے انھیں سالم سنوری نے انھیں  
نجم غیطی نے انھیں حافظ زکریا انصاری نے انھیں  
حافظ ابن حجر عسقلانی نے انھیں ابو عبد اللہ جبریری نے  
انھیں قوام الدین اتعافی نے انھیں برہان احمد بن



## سارور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوة العید

( نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کا ثبوت )

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ ۱۴۱۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ کی جلد ثانی میں یہ امر تحریر فرمایا ہے کہ بعد دو گانہ عیدین یا بعد خطبہ عیدین دُعا مانگنا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی طرح ثابت نہیں اب وہابیہ نے اس پر بڑا غل شور کیا ہے دعائے مذکور کو ناجائز کہتے اور مسلمانوں کو اس سے منع کرتے اور تحریر مذکور سے سند لاتے ہیں کہ مولوی عبدالحی صاحب فتویٰ دے گئے ہیں ان کی ممانعتوں نے یہاں تک اثر ڈالا کہ لوگوں نے بعد فراغ نینچگانہ بھی دعا چھوڑ دی اس بارے میں حق کیا ہے؟ بیوقوف توجروا۔

### الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی  
جَعَلَنَا الْعِیْدَ وَجَعَلَهُ مَقْرَبًا لِّکُلِّ بَعِیْدٍ  
وَأَمْرًا بِالْإِدْعَاءِ فِی الْیَوْمِ السَّعِیْدِ وَوَعَدَنَا  
بِالْإِجَابَةِ فِی الْکَلَامِ الْحَمِیْدِ وَالصَّلٰوَةِ وَ  
السَّلَامِ عَلٰی مَنْ وَجَّهَهُ عِیْدًا وَلِقَاؤُهُ عِیْدًا وَ  
مَوْلِدُهُ عِیْدًا وَآی عِیْدٍ وَ عَلٰی آلِهِ الْکَرَامِ وَصَحْبِهِ

اللہ کے نام سے شروع جو رحمن و رحیم ہے سب تعریف  
اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمارے لئے عید کو محبوب  
بنایا اور اسے ہر عید کو قریب کر دیا بنایا، یوم سعید میں دعا کا  
حکم دیا، کلام حمید میں قبولیت کا وعدہ فرمایا اور صلوة و  
سلام ہو اس ذات اقدس پر جس کا چہرہ عید، دیدار  
عید، میلاد عید ہے، آپ کی آل محترم اور صحابہ عظام

شیخ محمد بن سراج الدین الخانوقی نے انھیں احمد بن شبلی نے انھیں ابراہیم الکرکی صاحب کتاب الفیض نے انھیں امین الدین یحییٰ بن محمد قصرانی نے انھیں شیخ محمد بن محمد البخاری الحنفی یعنی سیدی محمد یار صاحب فصل الخطاب نے انھیں شیخ حافظ الدین محمد بن محمد بن علی بخاری طاہری نے انھیں امام صدر الشریعہ یعنی شارح الوقایہ نے انھیں ان کے جد تاج الشریعہ نے اپنے والد صدر الشریعہ سے انھیں ان کے والد جمال الدین محبوبی نے انھیں محمد بن ابی بکر بخاری المعروف امام زاوہ نے انھیں شمس الاممہ الزرنجری نے انھیں شمس الاممہ حلوانی نے اور ان دونوں نے امام اجل ابو علی نسفی سے ان دونوں نے کہا عن ابی علی، اسی طرح انھوں نے تمام سند کو عن کے ساتھ بیان کیا، استروشنی نے کہا ہمیں ابو علی الحسین بن خضر النسفی انھیں ابو بکر محمد بن الفضل بخاری اور یہ امام فضل کے ساتھ مشہور ہیں انھیں ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی یعنی الاستاذ السند مونی انھیں عبد اللہ محمد بن ابی حفص الکبیر انھیں ان کے والد نے انھیں محمد بن حسن الشیبانی نے انھیں امام ابو حنیفہ نے انھیں حماد نے انھیں ابراہیم نے بیان کیا کہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ادا ہوتی پھر نماز کے بعد امام سواری پر کھڑے ہو کر دعا کرتا تھا،

عبد العزیز المحدث الدہلوی عن ابیہ عن<sup>۲</sup> الشیخ تاج الدین القلعی مفتی الحنفیۃ عن<sup>۵</sup> الشیخ حسن العجمی عن<sup>۱</sup> الشیخ خیر الدین الرملی عن<sup>۷</sup> الشیخ محمد بن سراج الدین الخانوقی عن<sup>۹</sup> احمد بن الشبلی عن<sup>۹</sup> ابراہیم الکرکی یعنی صاحب کتاب الفیض عن<sup>۱۱</sup> امین الدین یحییٰ بن محمد الاقصرانی عن<sup>۱۱</sup> الشیخ محمد بن محمد البخاری الحنفی یعنی سیدی محمد یار صاحب فصل الخطاب عن<sup>۱۲</sup> الشیخ حافظ الدین محمد بن محمد بن علی البخاری الطاہری عن<sup>۱۳</sup> الامام صدر الشریعہ یعنی شارح الوقایہ عن<sup>۱۴</sup> جدہ تاج الشریعہ عن<sup>۱۵</sup> والدہ صدر الشریعہ عن<sup>۱۶</sup> والدہ جمال الدین المحبوبی عن<sup>۱۶</sup> محمد بن ابی بکر البخاری عرف بامام زاوہ عن<sup>۱۸</sup> شمس الاممہ الزرنجری عن<sup>۱۹</sup> شمس الاممہ الحلوانی کلاهما عن<sup>۲۰</sup> الامام الاجل ابی علی النسفی امام الحلوانی فقالا عن ابی علی وكذلك عنعن الی نہایۃ الاسناد واما الاستروشنی فقال انا ابو علی الحسین بن خضر النسفی انا ابو بکر محمد بن الفضل البخاری هو الامام الشہید بالفضل انا ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی یعنی الاستاذ السند مونی انا عبد اللہ محمد بن ابی حفص الکبیر انا ابی انامحمد بن الحسن الشیبانی اخبرنا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم قال کانت

سعد بن محمد البخاری اور حسام السفّاتی نے انھیں  
حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر بخاری نے، یہی حافظ  
الدین الکبیر ہیں انھیں محمد بن عبد الستار الکردری نے  
انھیں عشر بن عبد الکریم الوردسکی نے انھیں عبد الرحمن  
بن محمد الکرمانی نے انھیں ابو بکر محمد بن الحسن بن محمد نے  
جو فخر القضاة الاشارة بندی نے انھیں عبد اللہ الزوزنی نے  
انھیں ابو زید الدبوسی نے انھیں ابو جعفر الاستروشینی نے دہری  
سند جو چار درجے عالی ہے میرے شیخ، میری برکت،  
میرے ولی نعمت، سیدی ذفری آج کل کے لئے میرا  
اعتماد سیدنا امام ہمام عارف اجل العالم الاکمل السید  
آل الرسول الاحمدی المارہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ و  
ارضاه اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس  
میں بنائے) نے مارہرہ منورہ میں اپنے  
آستانے پر ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو تمام روایات  
کی اجازت دی جو انھیں ان کے استاد شاہ عبد العزیز  
محدث دہلوی انھیں اپنے والد گرامی سے انھیں شیخ  
تاج الدین القتلعی مفتی حنفیہ نے انھیں شیخ  
حسن عجمی نے انھیں شیخ خیر الدین رملی نے انھیں

البرهان احمد بن سعد بن محمد البخاری  
والحسام السفّاتی قال ابانا حافظ الدین  
محمد بن محمد بن نصر البخاری هو حافظ  
الدین الکبیر ابانا الامام محمد بن عبد اللہ  
الکردری ابانا عمر بن الکریم الوردسکی  
انا عبد الرحمن بن محمد الکرمانی انا ابو بکر  
محمد بن الحسن بن محمد هو الامام فخر  
القضاة الارشابی اننا عبد اللہ الزوزنی  
انا ابو زید الدبوسی انا ابو جعفر الاستروشینی  
ح و ابانا عالیاً باربع درج شیخی وبرکتی و  
ولی نعمتی ومولائی وسیدی وذخری و  
سندی لیومی وغدی سیدنا الامام الہمام  
العارف الاجل العالم الاکمل السید آل  
الرسول الاحمدی المارہری رضی اللہ تعالیٰ  
عنه وارضاه وجعل الفردوس متقلبہ و  
مثوالہ لخمس خلت من جمادی الاولیٰ سنة  
اس ربیع وتسعین بدارة المطهرة بمارہرة  
المنورة فی سائر ما یجوز له روايته عن استاذہ

اس سند جلیل کی لطافت اور شانِ جلالت میں غور کرو کہ  
اس کے رجال سیدنا شیخ سے صاحبِ مذہب امام اعظم  
تک سارے کے سارے معروف و مشہور حنفی  
ہیں اور ان میں سے اکثر اصحاب کی مذہب میں  
تالیفات موجود ہیں ۱۲ منہ (ت)

علہ نظر الی لطافة هذا السند الجلیل و  
جلالة شأنه فان رجاله کلهم من سیدنا الشیخ  
الی صاحب المذہب الامام الاعظم جمیعاً  
من اجلة اعلام الحنیفة و مشاہیرهم و اکثرهم  
اصحاب تالیفات فی المذہب ۱۲ منہ (م)

فاذا فرغت فانصب ۵ والی ربك فارغب ۶  
جب تو فراغت پائے تو مشقت کر اور اپنے  
رب کی طرف راغب ہو۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں اصح الاقوال قول حضرت امام مجاہد تلمیذ رشید سلطان المفسرین جبر الامتہ عالم القرآن  
حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے کہ فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب  
دعا میں جدوجہد کرنا ہے یعنی باری عزوجل حکم فرماتا ہے جب تو نماز پڑھ چکے تو اچھی طرح دعا میں مشغول ہو اور  
اپنے رب کے حضور المحاج و زاری کر۔ تفسیر شریف جلالین میں ہے :

فاذا فرغت من الصلوة فانصب "التعب في الدعاء"  
والی ربك فارغب "تصرع" ۷  
خطبہ جلالین میں ہے :

هذا تكملة تفسيرا لامام جلال الدين المحلى  
على نمطه من الاعتماد على ارجح الاقوال و  
ترك التويل بذكر اقوال غير مرضية ۸  
یہ تفسیر امام جلال الدین محلی کا تکرار ہے جو انھیں کے  
طریقہ پر ہے یعنی راجح اقوال پر اعتماد اور اقوال ضعیفہ  
کے ذکر سے بچتے ہوئے اہل مخلصاً (دست)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں :  
هو الصحيح فقد اقتصر عليه الجلال وقد  
التزم الاقتصار على ارجح الاقوال ۹  
یہی صحیح ہے اسی پر جلال نے اکتفاء کیا ہے  
حالانکہ انھوں نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ راجح  
اقوال ذکر کریں گے۔ (دست)

اور پُر ظاہر کہ آیہ کریمہ مطلق ہے اور باطلاق نماز فرض و واجب و نفل سب کو شامل تو بلاشبہ نماز عیدین  
بھی اس پاک مبارک حکم میں داخل، یونہی احادیث سے بھی ادبار صلوات کا مطلقاً محل دعا ہونا مستفاد، و  
لہذا علماء بشہادت حدیث نماز مطلق کے بعد دعائے مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں، امام شمس الدین محمد ابن الجزری  
حصن حصین اور مولانا علی قاری اُس کی شرح حزمین میں فرماتے ہیں :

۱۰ القرآن ۹۴/۸  
۱۱ جلالین کلاں سورة الانشراح میں مذکور ہے مطبوعہ اصح المطابع دہلی ہند ۵۰۲/۲  
۱۲ " " خطبہ الكتاب " " " " ۲/۱  
۱۳ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی فی اسماہ مطبوعہ مصر ۱۹۵/۳

الصلوة في العیدین قبل الخطبة ثم يقف الامام على  
راحلة بعد الصلوة فيدعو ويصلي بغير اذان  
ولا اقامة

یعنی سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں مجھے امام اعظم امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اہل  
حدیث ابن سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خبر دی کہ امام المجتہدین امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا  
نماز عیدین خطبہ سے پہلے ہوتی تھی پھر امام اپنے راحلہ پر وقوف کر کے نماز کے بعد دعا مانگتا اور نماز بے اذان و اقامت  
ہوتی، یہ امام ابراہیم نخعی قدس سرہ خود اجلہ تابعین سے ہیں تو یہ طریقہ کہ انہوں نے روایت فرمایا لا اقل اکابر  
تابعین کا معمول تھا تو نماز عیدین کے بعد دعا مانگنا ائمہ تابعین کی سنت ہو اور پُر ظاہر کہ راحلہ پر وقوف و عدم وقوف  
سنت دعا کی نفی نہیں کر سکتا کمالا نخعی، پھر ہمارے امام مجتہد سیدنا امام محمد اعلی اللہ درجاتہ فی دارالابد نے  
کتاب الآثار شریف میں اس حدیث کو روایت فرما کر مقرر رکھا اور ان کی عادت کریمہ ہے جو اثر اپنے خلاف مذہب  
ہوتا ہے اس پر تقریر نہیں فرماتے تو حنفیہ اہل عقیدہ مضمون و وہاں بیہ اہل تسلیمت قرون دونوں کے حق میں جو اس  
مسئلہ اسی قدر بس ہے مگر فقیر غفرلہ الولی القدر ایضاً مرام و اتمام کلام کے لئے اس مسئلہ میں مقال کو دو  
عید پر منقسم کرتا ہے :

**عید اول** میں قرآن و حدیث سے اس دعا کی اجازت اور ادعائے مانعین کی غلطی و شناعیت .  
**عید دوم** فتوائے مولوی لکھنوی سے اسناد پر کلام اور ادہام مانعین کا ازالہ تام و العون من  
اللہ ولی الانعام (مدد اللہ کی جو انعام عطا کرنے والا ہے۔ ت)

**العید الاول** وعلى فضل الله المعول (عید اول، اور اللہ ہی کے فضل پر بھروسہ) ت  
ظاہر ہے کہ شرع مطہر سے اس دعا کی کہیں مانعت نہیں اور جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہرگز ممنوع نہیں  
ہو سکتا، جو ادعائے منع کرے اثبات مانعت اس کے ذمہ ہے جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی عہدہ برآ  
نہ ہو سکے گا بقاعدہ مناظرہ ہمیں اسی قدر کہنا کافی، اور اسانید سائل کا مژدہ لیجئے تو جو کچھ قرآن و حدیث سے  
قلب فقیر پر فائز ہوا بگوشش ہوش استماع کیجئے۔

**فاقول** وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق (اللہ ہی کی توفیق ہے اور اس سے  
تحقیق تک وصول ہوتا ہے۔ ت) اولاً قال الولی سبحته و تعالیٰ :

۱۰ کتاب الآثار للامام محمد باب صلوة العیدین مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴

العامل انما یوفی اجرة اذا قضی عملہ  
رواہ احمد والبخاری والبیہقی و ابو الشیخ  
فی الثواب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
فی حدیث .  
عامل کو اسی وقت اجر کامل دیا جاتا ہے جب عمل  
تمام کر لیتا ہے۔ اسے امام احمد، بخاری، بیہقی اور  
ابو الشیخ نے ثواب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ  
عندہ سے روایت کیا ہے۔

توسائل کے لئے بیشک بہت بڑا موقع دعا ہے کہ مولیٰ کی خدمت و طاعت کے بعد اپنی حاجات عرض کرے  
ولہذا وارد ہوا کہ ہر ختم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے بیہقی و خطیب و البرلعیم و ابن عساکر الس رضی اللہ عنہ  
سے راوی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :  
مع کل نختة دعوة مستجابة۔ ہر ختم کے ساتھ ایک دعا مستجاب ہے۔

طبرانی معجم کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :  
من ختم القرآن فله دعوة مستجابة۔ جو قرآن ختم کرے اس کے لئے ایک دعا مقبول ہے۔  
اسی لئے روزہ دار کے حق میں ارشاد ہوا کہ افطار کے وقت اس کی ایک دعا رد نہیں ہوتی۔ امام احمد  
مسند اور ترمذی بافادہ تحسین جامع اور ابنائے ماجہ و جہان و خزیمہ اپنی صحاح اور بزار مسند میں حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلاثة لا ترد دعوتهم الصائم حين يفطر  
الحديث۔  
تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی ایک ان میں روزہ دار  
جب افطار کرے۔ الحدیث

ابن ماجہ و حاکم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے فرمایا ،

ان للصائم عند فطره لدعوة ما ترد  
بیشک روزہ دار کے لئے وقت افطار بالیقین ایک  
دعا ہے کہ رد نہ ہوگی۔

امام حکیم ترمذی حضرت عبداللہ بن عمرو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پر نور

- ۱۔ مسند احمد بن حنبل مروی از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۹۲/۲  
۲۔ شعب الایمان باب فی تعظیم القرآن حدیث ۲۰۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۷۴/۲  
۳۔ المعجم الکبیر مروی از عرباض بن ساریہ حدیث ۶۴۷ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۵۹/۱۸  
۴۔ سنن ابن ماجہ باب فی الصائم لا ترد دعوتہ الخ ایچ ایم سعید پبلی کراچی ص ۱۲۶

یعنی آداب سے ہے کہ مطلب کی دعا بعد نماز ذات  
رکوع و سجد واقع ہو۔

والصلوة ای ذات الركوع والسجود والمراد  
ان يقع الدعاء المطلوب بعدها۔

پھر فرمایا :

یعنی یہ ادب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
اُس حدیث سے ثابت ہے جسے ابوداؤد ونسائی و  
ترمذی وابن ماجہ وابن حبان و حاکم نے عدیق اکبر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

عرب مس ای رواة الاربعة وابن حبان و  
الحاکم کلہم من حدیث الصدیق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ۔

**اقول** یونہی یہ حدیث ابن السنی و بہیقی کے یہاں مروی اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی مذکور، امام ترمذی نے اس  
کی تحسین کی۔ ظاہر ہے کہ نماز ذات رکوع و سجد نماز جنازہ کے سوا ہر نماز فرض و واجب و نافلہ کو شامل جن میں  
نماز عیدین بھی داخل۔

**ثم اقول** وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اصل یہ ہے کہ اعمال صالحہ  
و برضاے مولیٰ جل و علا ہوتے ہیں اور رضاے مولیٰ تبارک و تعالیٰ موجب اجابت دعا اور اس کا محل عمل صالح  
سے فراغ پاکر کہا قال تعالیٰ فاذا فرغت فانصب (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، پس جب آپ فارغ ہو  
تو مشقت کرو۔ ت) ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

کیا تو نے نہ دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں جب اپنے  
عمل سے فارغ ہوتے ہیں اُس وقت پوری مزدوری  
پاتے ہیں۔ اُسے بہیقی نے حدیث طویل کی صورت میں  
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
کیا ہے۔

الم ترالی العمال یعملون فاذا فرغوا من  
اعمالہم وفوا اجورہم۔ رواة البیہقی عن  
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
فی حدیث طویل۔

دوسری حدیث میں ہے :

۱	لہ حواشی حسن حصین	آداب الدعاء حاشیہ ۲۱	مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ	ص ۹
۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۳	القرآن ۹۴/۷			
۴	شعب الایمان	باب فی الصیام حدیث ۳۶۰۳	دار الفکر بیروت	۳۰۳/۲

علامہ طاہر تکرملہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

پھر ہتھیلیاں چہرے کے مقابل کرے اس کا عطف  
مخدوف پر ہے یعنی جب ان دو رکعتوں سے فارغ ہو  
اور سلام کہے تو دعا کے لئے ہاتھ بلند کرے یہاں خبر  
امر کی جگہ مذکور ہے۔ (ت)

فیدہ ثم تقنع يديك وهو عطف على مخدوف  
ای اذا فرغت منها فسلم ثم ارفع يديك ساثلا  
فوضع الخبر موضع الامر

تیسرے میں ہے :

یعنی جب ان دو رکعات سے فارغ ہوں پس سلام  
کہے پھر ہاتھ اٹھائے یہاں خبر طلب کی جگہ ہے الخ

ای اذا فرغت منهما فسلم ثم ارفع يديك  
فوضع الخبر موضع الطلب الخ

لاجرم جبکہ حصن حصین میں اس حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف برمز ترمذی و نسائی نے اشارہ کیا  
کہ قلنا یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات (ہم نے عرض کی  
یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ سُننی جاتی ہے، فرمایا رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد) مولانا  
علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُس کی شرح میں لکھا :  
دبر الصلوات المكتوبات ای عقیب الصلوات  
المفروضات والتقیید بہا لكونها افضل  
الحالات فهي ارجى لاجابة الدعوات

دبر الصلوات المكتوبات کے یہ معنی کہ فرض نمازوں  
کے بعد، اور ان کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ سب  
حالتوں سے افضل ہیں تو ان میں امید اجابت  
زیادہ ہے۔

دیکھو صاف صریح ہے کہ نماز کے بعد محلیتِ دعا کچھ فرضوں ہی سے خاص نہیں بلکہ اُن میں بوجہ افضلیت  
زیادہ خصوصیت ہے اور یہاں تک کہ خود یہی پوچھا تھا کہ سب میں زیادہ کون سی دعا مقبول ہے لہذا اُن کی  
تقیید فرمائی گئی، بالجملة جب تخصیصِ فرائض باطل ہو چکی تو استخراج و اجبات پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اُن پر دلائل مطلقہ

۱۴۷	ص	مطبوعہ منشی نوکشور لکھنؤ	تحت لفظ قنع	تکرملہ بحار الانوار طبع مجمع البحار
۹۹/۲	ص	مکتبۃ الامام الشافعی الریاض	حدیث صلوة الیل غنی ثنی الخ	تیسرے شرح الجامع الصغیر
۲۲	ص	مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ہند	ادقات الاجابة	حصن حصین
۱۸۸/۲	ص	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	ابواب الدعوات	جامع الترمذی
۱۴	ص	افضل المطابع لکھنؤ ہند	صفحہ مذکورہ کا حاشیہ ۱۶	حواشی حصن حصین



صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

کل عبد صائم دعوة مستجابة عند افطاره  
اعطیہا فی الدنیا و ذخیرہ فی الآخرة۔  
ہر روزہ دار بندے کے لئے افطار کے وقت ایک  
دعا مقبول ہے خواہ دنیا میں دے دی جائے یا  
آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ رکھی جائے۔

وفی الباب احادیث أخر اور بالیقین یہ فضیلت روزہ فرض و واجب و نفل سب کو عام کہ نصوص میں قید و  
خصوص نہیں۔ ولہذا امام عبدالعظیم منذری نے دو حدیث پیشین کو الترغیب فی الصوم مطلقاً میں ایراد فرمایا،  
اور علامہ مناوی نے تیسرے شرح جامع صغیر میں زیر حدیث باب مروی عقیل و بہیقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم بعد لفظ دعوة الصائم (روزہ دار کی دعا۔ ت) کے ولونفلاً (اگرچہ وہ نفل روزہ ہو۔ ت)  
تحریر کیا تو بلاشبہ نماز بھی کہ افضل اعمال و اعظم ارکان اسلام اور روزے سے زائد موجب رضائے ذوالجلال  
والاکرام ہے یونہی اپنے عموم و اطلاق پر رہے گی اور بعد فرائع محلّیت دعا صرف فرائض سے خاص نہ ہوگی،  
اور کیونکہ خاص ہو حالانکہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا  
مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا: جو ایسا نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے۔ ترمذی و نسائی و ابن خزیمہ حضرت فضیل ابن  
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ حضرت مطلب بن ابی و دار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی  
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوة مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین وتخشع  
وتضرع وتمسک وتنعیم یدیک یقول  
ترفعہما الی ربک مستقبلاً ببطونہما وجہک  
وتقول یارب یارب من لم یفعل ذلک فہی  
کذا وکذا۔  
یعنی نماز نفل دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر التحیات  
اور خضوع و زاری و تذلل، پھر بعد سلام دونوں  
ہاتھ اپنے رب کی طرف اٹھا اور ہتھیلیاں چہرے کے  
مقابل رکھ کر عرض کرے رب اے رب میرے  
جو ایسا نہ کرے تو وہ نماز چنیں و چناں یعنی ناقص ہے۔

مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مصرحاً آیا:

فمن لم یفعل ذلک فہو خداجٌ جو ایسا نہ کرے اس کی نماز میں نقصان ہے۔

۱۔ نوادر الاصول الاصل الستون فی ان للصائم دعوة الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۸۳  
۲۔ تیسرے شرح الجامع الصغیر حدیث ثلاث دعوات مستجابات مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/۲۶۷  
۳۔ جامع الترمذی باب ما جاء فی التخشع فی الصلوة مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۵۰ و ۵۱  
۴۔ مسند احمد بن حنبل حدیث مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار الفکر بیروت ۴/۱۶۷

مع قطعاً دلالة المسوع فليس في حقه الا  
الفرض او غير اللازم من السنة فما بعد ها  
وظهر بهذا ان ملاحظته بالاعتبار الاول  
ليس فيه وجوب بل الفرضية او عدم  
اللزوم اصلاً اھ ملخصاً

سنا حالانکہ مسوع کی دلالت قطعی تھی تو اس کے حق میں وہ  
فرض ہی ہوگا یا لازم نہ ہوگا سنت ہوگا یا اس سے نچلا  
درجہ، اس سے ظاہر ہو گیا کہ اول کے اعتبار سے وہ  
وجوب نہیں بلکہ فرضیت ہے یا بالکل لزوم ہی نہیں  
اھ ملخصاً (ت)

پس بحمد اللہ بشہادت قرآن و حدیث و اقوال علماء ثابت ہوا کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد و غیرہ ہر گونہ  
نماز کے بعد دعائے مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے و ہوا المطلوب۔

### ثانیاً قول

وبالله التوفیق دعائے بنص قرآن و حدیث و اجماع ائمہ قدیم و حدیث اعظم مندوبات  
شرع سے ہے اور اس کے مظان اجابت کی تخری مسنون و محبوب، قال جل ذکرہ: هنا لك دعائنا كويا  
سائتہ (حضرت زکریا علیہ السلام نے وہاں اپنے رب سے دعا کی۔ ت)۔ حدیث میں ہے حضور پر نور  
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان لربکم فی ایام دھرکم نفعات، فتعرضوا  
له لعلہ ان یصیبکم نفعۃ منها فلا تشقون  
بعدها ابداً۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن  
محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بیشک تمہارے رب کے لئے تمہارے زمانے کے  
دنوں میں کچھ وقت عطا و بخشش و تجلی و کرم وجود کے  
ہیں تو انہیں پانے کی تدبیر کرو شاید ان میں سے کوئی  
وقت تمہیں مل جائے تو پھر کبھی بدبختی تمہارے پاس  
نہ آئے۔ اسے طبرانی نے کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور خود حدیث نے ان اوقات سے ایک وقت اجتماع مسلمین کا نشان اویا کہ ایک گروہ مسلمانان جمع ہو کر دعا  
مانگے کچھ عرض کریں کچھ آئیں کہیں، کتاب المستدرک علی البخاری و مسلم میں ہے،

عن حبیب بن مسلمہ الفہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
وکان مجاب الدعوة قال سمعت رسول اللہ  
یعنی حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مستجاب الدعوات  
تھے، فرماتے ہیں میں نے حضور پر نور سید عالم

۱ فتح القدر	باب الامامة	مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر	۳۰۱/۱
۲ القرآن	۳۸/۳		
۳ المعجم الکبیر	مروی از محمد بن مسلمہ	حدیث ۵۱۹	مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت
			۲۳۲/۱۹

کے سوا حدیثِ نافلہ بر سبیل اولویتِ ناطق، کہ جب ادبارِ نوافل تک محلِ دعا و منظرہ اجابت ہیں تو واجبات کہ ان سے اعلیٰ و اعظم اور ارضائے الہی میں اور فرائض ہیں کیونکر اس فضل سے خارج ہوں گے ہل ہذا الا ترجیح المرجوح (یہ ترجیح مرجوح کے سوا کچھ نہیں۔ ت)

**تم اقول** بلکہ واقع و نفس الامر کو لحاظ کیجئے تو فریضہ و نافلہ کے لئے ثبوتِ خاص بعینہ واجبات کے لئے ثبوتِ خاص ہے کہ واجب حقیقہ کوئی تیسری چیز نہیں بلکہ انھیں دو طرفوں سے ایک میں ہے جسے شبہہ فی الثبوت نے مجتہد کے نزدیک ایک امر متوسط کر دیا صاحبِ شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کے حضور روایتِ و درایتِ ظنون و شبہات کو بار نہیں اگر اس کے نزدیک شئی مطلوب فی الشرع حقیقہ نامور بہ سے قطعاً فرض ورنہ یقیناً نافلہ لا ثالث لہما (ان دو کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں۔ ت) تلویح میں زیر قول تنقیح فصل فی افعالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمناہما ما یقتدی بہ وہو مباح و مستحب و واجب و فرض (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ افعال قابلِ اقدار مباح، کچھ مستحب، کچھ واجب اور کچھ فرض ہیں۔ ت) تحریر فرمایا:

ان فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنسبۃ  
الیہنا یتصف بذلک بان جعل الوتر واجبا  
علیہ لامستحبا و فرضا و الا فالثابت عنده  
بدلیل یكون قطعیا لا محالہ حتی قیاسہ و  
اجتہادہ ایضا قطعیا لہ الخ

یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال ہماری نسبت  
ان سے متصف ہیں مثلاً وتر آپ پر واجب تھے نہ کہ  
مستحب یا فرض، ورنہ آپ کے ہاں دلیل سے ثابت شدہ  
امر یقیناً قطعی ہو گا حتیٰ کہ آپ کا قیاس و اجتہاد بھی  
قطعاً ہے الخ (ت)

امام محقق علی الاطلاق امامت الفتح میں فرماتے ہیں:

اللزوم یلاحظ باعتبارین باعتبار صدورہ  
من الشارع و باعتبار ثبوتہ فی حقنا فملاحظۃ  
بالاعتبار الثانی ان کانت طریق ثبوتہ عن  
الشارع قطعیا کان متعلقہ الفرض وان  
کان ظنیاً کان الوجوب و لذا لا یثبت ہذا  
القسم اعنی الواجب فی حق من سمع من  
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشافہة

لزوم میں دو اعتبار ہیں ایک یہ کہ وہ شارع علیہ السلام  
سے صادر ہوا اور دوسرا یہ کہ اس کا ثبوت ہماری  
حق میں ہوا تو دوسرے اعتبار سے اگر اس کا ثبوت  
شارع سے قطعاً ہے تو اس کا تقاضا فرضیت ہے  
اور اگر ثبوت ظنی ہے تو وجوب۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قسم  
(وجوب) اس شخص کے حق میں ثابت نہیں ہو سکتی  
جس نے براہ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

لہ التوضیح والتلویح فصل فی افعالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۲۹۱

کافی شرح وافی کی فصل فی تکبیر التشریح میں فرماتے ہیں ،

قال تعالى ادعوا ربكم تضرعا وخفية ۱۰

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے ، تم اپنے رب کو  
پکارو گڑ گڑا کر اور آہستہ (ت)

کل ذکر دعاء (ہر ذکر دعاء ہے۔ ت) اس معنی پر فقیر نے اپنے رسالہ "ایذان الاجوف فی اذان  
القبر" (دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق۔ ت) میں دلائل واضح ذکر کئے اور اس سے  
زیادہ کلام مستوفی فقیر کے رسالہ "نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء" (صبح کی ہوا اس بارے میں  
کہ اذان سے وباء ٹل جاتی ہے۔ ت) میں ہے ، امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات میں باب الدعاء  
اذ اهبط وادیا (جب کسی نچلی جگہ اترے تو دعا کرے۔ ت) وضع کیا اور اس میں فرمایا : فیہ حدیث جابر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ ت)  
ارشاد الساری میں ہے :

اس میں یعنی اس مسئلہ میں حضرت جابر انصاری رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے جو کتاب الجہاد کے  
باب التسبیح اذ اهبط وادیا میں گزری ہے  
الفاظ یہ ہیں : جب ہم بلند جگہ چڑھے تو تکبیر کہتے اور  
جب اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ یہ حدیث کے آخری  
الفاظ ہیں اھ سند محذوف ہے۔ (ت)

فیہ ای فی الباب حدیث جابر الانصاری  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ السابق فی باب التسبیح  
اذ اهبط وادیا من کتاب الجہاد بلفظ کنا  
اذ ابعدا کبیرنا وانزلنا سبتنا هذا اخر  
الحدیث اھ بحذف السند۔

دیکھو امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے صرف تسبیح کو دعا ٹھہرایا اور التسبیح اذ اهبط وادیا والدعاء  
اذ اهبط وادیا (جب نیچے اترے تو تسبیح پڑھے اور جب نیچے اترے تو دعا کرے۔ ت) کا ایک مصداق  
بتایا تو با آنکہ ایسے قرب اتم کے وقت میں نماز میں دعائیں ہر چکیں پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
ان پر قناعت پسند نہ فرمائی اور بعد سلام پھر دعا کی تاکید شدید کی۔ علاوہ بریں نماز میں آدمی ہر قسم کی دعا نہیں  
مانگ سکتا کما بسط الائمة فی کتب الفقہیہ (جیسا کہ ائمہ کرام نے کتب فقہیہ میں اس کی تفصیل بیان

فصل فی تکبیر التشریح

۱۰ کافی شرح وافی

۹۴۴/۲

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

کتاب الدعوات

۱۱ صحیح البخاری

۲۱۸/۹

مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

باب الدعاء اذ اهبط وادیا

۱۲ ارشاد الساری

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لا یجتمع  
ملوؤ فیدعو بعضهم یؤمن بعضهم الا  
اجابہم اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی گروہ جمع  
نہ ہوگا کہ اُن کے بعض دعا کریں بعض آمین کہیں، مگر  
یہ کہ اللہ عزوجل اُن کی دعا قبول فرمائے گا۔

علمائے مجمعِ مسلمان کو اوقاتِ اجابت سے شمار کیا۔ حصن حصین میں ہے: واجتماع المسلمین  
یعنی مجمعِ مسلمین کا اوقاتِ اجابت سے ہونا حدیث صحیح ستہ سے مستفاد ہے۔ علی قاری شرح میں  
فرماتے ہیں:

ثم کل ما یكون الاجتماع فیہ اکثر کالجمعة  
والعیدین وعرفة یتوقع فیہ سجاہ الاجابة  
اظہر

یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے جمعہ و عیدین و  
عرفات میں، اسی قدر امیدِ اجابت ظاہرتر  
ہوگی۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے پھر دعائے نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں بلکہ اس کے خلاف کی  
طلب ثابت، خود حدیث سے گزر حضور پر نور سید یوم النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے  
بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے مانگنے کا حکم دیا اور جو ایسا نہ کرے اس کی نماز کو ناقص بتایا حالانکہ نماز میں دعائیں ہو چکیں  
اور وہ وقت چار بار آیا جو انتہائی درجہ قربِ الہی کا ہے یعنی سجد جس میں بالتخصیص حکم دعا تھا، حضور پر نور سید المرسلین  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقرب ما یكون العبد من ربه وهو ساجد  
فاكثر الدعاء رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابُو دَاوُدَ  
وَالنَّسَائِيُّ عَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ.

سب سے زیادہ قربِ بندے کو اپنے رب سے  
حالتِ سجد میں ہوتا ہے تو اس میں دعا کی کثرت  
کو۔ اسے مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت  
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

بلکہ اگر سوال نہ بھی ہوں تو تسبیح کہ سجد میں ہوتی ہے خود دعا ہے کہ وہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا۔ مولانا علی قاری  
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: کل ذکر دعاء (ہر ذکر دعاء ہے۔ ت) امام حافظ الدین النسفی

لے المتدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء حبیب بن مسلمہ کان مجیب الدعوات مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴۷/۳  
لے حصن حصین اوقات الاجابة مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ہند ص ۲۳

لے حرز ثمین شرح حصن حصین

لے سنن النسائی اقرب ما یكون العبد من اللہ عزوجل مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۰۰-۱۰۱  
لے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب ثواب التسبیح فصل ثانی مکتبہ امدادیہ ملتان ۵/۱۱۲

سے راوی :

انه سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول اذا كانت غداة الفطر بعث الله عز وجل الملائكة في كل بلد (وذكر الحديث الى ان قال) فاذا برئوا الى مصلاهم فيقول الله عز وجل (وساق الحديث الى ان قال) ويقول يا عبادي سلوني فوعزتي و جلالى لا تسئلوني اليوم شيئا في جمعكم الا خرتكم الا اعطيتكم ولا لدنياكم الا نظرت لكم ، فوعزتي لا استون عليكم عثراتكم ما راقبتموني وعزتي و جلالى لا اخزيكم و لا افضحكم بين اصحاب الحدود و انصرفوا مغفورا لكم قد ارضيتموني ورضيت عنكم (مختصر من حديث طويل)

یعنی حضور پر نور سید یوم النشور علیہ افضل الصلوة والسلام نے فرمایا : جب عید کی صبح ہوتی ہے مولیٰ سبحانہ تعالیٰ ہر شہر میں فرشتے بھیجتا ہے (اس کے بعد حدیث میں فرشتوں کا شہر کے ہر ناکہ پر کھڑا ہونا اور مسلمانوں کو عید گاہ کی طرف بلانا بیان فرمایا، پھر ارشاد ہوا جب مسلمان عید گاہ کی طرف میدان میں آتے ہیں (مولیٰ سبحانہ تعالیٰ فرشتوں سے یوں فرماتا ہے اور ملائکہ اس سے یوں عرض کرتے ہیں) پھر فرمایا رب تبارک و تعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو! مانگو کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی آج اس مجمع میں جو چیز اپنی آخرت کے لئے مانگو گے میں تمہیں عطا فرماؤں گا اور جو کچھ دنیا کا سوال کرو گے اُس میں تمہارے لئے نظر کروں گا (یعنی دنیا

کی چیزیں خیر و شر دونوں کو تمہل ہیں اور آدمی اکثر اپنی

نادانی سے خیر کو شر، شر کو خیر سمجھ لیتا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لہذا دنیا کے لئے جو کچھ مانگو گے اُس میں بکمال رحمت نظر فرمائی جائے گی، اگر وہ چیز تمہارے حق میں بہتر ہوئی عطا ہوگی ورنہ اس کے برابر بلا دفع کریں گے یا دُعا روزِ قیامت کے لئے ذخیرہ رکھیں گے اور یہ بندے کے لئے ہر صورت سے بہتر ہے مجھے اپنی عزت کی قسم ہے جب تک تم میرا لقبہ رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی ستاری فرماؤں گا، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں تمہیں اہل کبار میں قضیعت و رسوائی نہ کروں گا پلٹ جاؤ مغفرت پائے ہوئے، بیشک تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے خوشنود ہوا۔

فقیر غفرلہ الغنی القدیر کہتا ہے اس کلام مبارک کا اول یا عبادی سلونی ہے یعنی اے میرے بندو! مجھ سے دعا کرو، اور آخر انصرفوا مغفورا لکم یعنی گھروں کو پلٹ جاؤ کہ تمہاری مغفرت ہوئی۔

۱۔ شعب الایمان ۲۳ باب فی الصیام فصل فی لیلۃ القدر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳۴-۳۶

کی ہے۔ ت) اور حاجت ہر قسم کی اپنے رب جل و علا سے مانگا چاہے اور طلب میں مظننہ اجابت کی تحری کا حکم اور یہ وقت بحکم احادیث اعلیٰ مظان اجابت سے، تو بلا شبہ مجمع عیدین میں بعد نماز دعا خاص اذن حدیث و ارشاد شرع سے ثابت ہوئی اور حکم فتعہ ضوالمہا کی تعمیل ٹھہری وہو المقصود۔

**تھرا قول** اگر مجمع عیدین کے لئے شرع میں کوئی خصوصیت نہ آتی تو اس عموم میں دخول ثابت تھا نہ کہ احادیث نے اس کی خصوصیت عظیم ارشاد فرمائی اور اس میں دعا پر نہایت تحریریں و ترغیب آئی یہاں تک کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس زمانہ خیر و صلاح میں کہ فتنہ و فساد سے لیکر پاک و منزه تھا حکم دیتے کہ عیدین میں کنواریاں اور پردہ نشین خاتونیں باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں حتیٰ کہ عائض عورتوں کو حکم ہوتا مصیبت سے الگ بیٹھیں اور اس دن کی دعا میں شریک ہو جائیں، امام احمد و اصحاب صحاح ستہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تخرج العواتق وذوات الخدور والحیض و  
يعتزل الحیض المصلیٰ ولشہد الخیر و  
دعوة المسلمین۔

نوجوان کنواریاں اور پردہ والیاں اور عائض عورتیں  
سب عید گاہ کو جائیں اور حیض والیاں عید گاہ سے  
الگ بیٹھیں اور اس بھلائی اور مسلمانوں کی دعا میں  
حاضر ہوں۔

صحیح بخاری کی دوسری روایت ان لفظوں سے ہے:

قالت کنا نؤمر ان نخرج یوم العید حتی  
تخرج البکرمین خدرها حتی تخرج الحیض  
فیکون خلف الناس فیکبرون بتکبیرهم و  
یدعون بدعائهم یرجون بركة ذلك  
الیوم و طهرتہ۔

یعنی ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم عورتوں  
کو حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن باہر جائیں یہاں تک  
کہ کنواری اپنے پردے سے باہر نکلے یہاں تک  
کہ حیض والیاں باہر آئیں صفوں کے پیچھے بیٹھیں  
کی تکبیر پر تکبیر کہیں اور ان کی دعا کے ساتھ  
مانگیں اس دن کی برکت و پاکیزگی کی امید کریں۔

امام بیہقی اور ابوالشیخ ابن جہان کتاب الثواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

عہ اقول اس حدیث نفیس کا شاید بروایت امام عقیلی حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما

فقیر میں بندہ ضعیف سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سند موجود ہے الحمد للہ ۱۲۰ منہ (م)

صحیح البخاری باب شہود الحائض العیدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۳۴۰/۱

۱۳۲/۱





تو ظاہر ہوا کہ یہ ارشاد بعد ختم نماز ہوتا ہے کہ ختم نماز سے پہلے گھروں کو واپس جانے کا حکم ہرگز نہ ہوگا تو اس حدیث سے مستفاد کہ خود رب العزت جل و علا بعد نماز عید مسلمانوں سے دُعا کا تقاضا فرماتا ہے پھر وائے بد بختی اُس کی جو ایسے وقت مسلمانوں کو اپنے رب کے حضور دُعا سے رو کے نَسأل اللہ العفو والعافیۃ آمین (ہم اللہ تعالیٰ سے فضل و بخشش طلب کرتے ہیں۔ آمین۔ ت)

**ثالثاً قول وباللہ التوفیق ابوداؤد وترمذی ولسانی وابن حبان وحاکم باسانید صحیحہ**  
 جتیدہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوداؤد و دارمی و ابوبکر بن ابی شیبہ استاد بخاری و مسلم حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ اور لسانی و طبرانی بسند صحیح و ابن ابی الدنیا اور حاکم بافادہ تصحیح حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور لسانی و حاکم بتصریح تصحیح و ابوالقاسم طبرانی باسانید جتیدہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لسانی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا جلس احدکم فی مجلس فلا یبرحن منہ حتی یقول ثلاث مرات سبحنک اللہم ربنا وبحمدک لا الہ الا انت اغضری وتب علی فان کان اتی خیرا کان کالطابع علیہ وان کان مجلس لغو کان کفارة لما کان فی ذلک المجلس لہ

جب تم میں کوئی کسی جلسے میں بیٹھے تو زہار وہاں سے نہ ہٹے جب تک تین بار یہ دُعا نہ کر لے "پاکی ہے تجھے اے رب ہمارے اور تیری تعریف بجا لاتا ہوں" تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں میرے گناہ بخش اور مجھے توبہ دے" کہ اگر اس جلسے میں اُس نے کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ دُعا اس پر مہر ہو جائے گی اور اگر وہ جلسہ لغو کا تھا تو کچھ اُس میں گزرا یہ دُعا اس کا کفارہ ہو جائے گی۔

یہ لفظ بہ روایت امام ابوبکر ابن ابی الدنیا حدیث جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں، اور ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یوں ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی

لہ الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ابی الدنیا کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۱۱/۲  
 المعجم الکبیر مروی از جبیر بن مطعم مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۳۹/۲  
 المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۳۷/۱

کسی مجلس میں بیٹھے یا نماز پڑھتے کچھ کلمات فرماتے، ام المؤمنین نے وہ کلمات پوچھے، فرمایا وہ ایسے ہیں کہ اگر اس جلسہ میں کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ قیامت تک اس پر مہر ہو جائیں گے اور بُری کہی ہے تو کفارہ۔ الہی! میں تیری تسبیح و حمد بجا لاتا اور تجھ سے استغفار و توبہ کرتا ہوں۔

کان اذا جلس مجلسا او صلی تکلم بکلمات  
فسألتہ عائشۃ عن الکلمات فقال ان تکلم  
بخیر کان طابعا علیہن الی یوم القیامۃ وان تکلم  
بشرکان کفارۃ لہ سبحنک اللہم و بحدک  
استغفرک و اتوب الیک

پس بجز اللہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ نماز عیدین کے بعد دُعا مانگنے کی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی لفظ لا یدرحن بنون تاکید ارشاد ہوا بلکہ انصاف کیجئے تو حدیث ام المؤمنین صلی اللہ تعالیٰ علیہا وسلم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعد نماز عیدین دعا مانگنا بتا رہی ہے کہ صلے زیر اذا داخل تو ہر صورت نماز کو عام و شامل اور منجملہ صورت نماز عیدین، تو حکم مذکور انھیں بھی تناول، پس یہ حدیث جلیل بجز اللہ خاص جزئیہ کی تصریح کامل۔

سابعاً اقول وباللہ التوفیق ان سب سے قطع نظر کیجئے تو دعا مطلقاً اعظم مندوبات دینیہ و اجل مطلوبات شرعیہ سے ہے کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بے تفسیر وقت و تخصیص ہیأت مطلقاً اس کی اجازت دی اور اس کی طرف دعوت فرمائی اور اس کی تکثیر کی رغبت دلائی اور اس کے ترک پر وعید آئی، مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ فرماتا ہے،

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم

اور فرماتا ہے،

قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب مجھے پکارے۔

اجیب دعوة الداع اذا دعان

حدیث قدسی میں فرماتا ہے،

لہ سنن النسائی کتاب السہو نوع من الذکر بعد التسلیم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۹۷

۱۲ القرآن ۶۰/۳۹

۱۳ ۱۸۶/۲

سے تو یوں کہ مجلس نکرہ سیاق شرط میں واقع ہے تو عام ہوا، تلخیص الجامع الکبیر میں ہے :  
 النکرۃ فی الشرط تعم و فی الجزاء تخص کبھی  
 فی النفی والاثبات  
 جامع صغیر میں ہے :

انہ نکرۃ فی موضع الشرط و موضع الشرط نفی  
 والنکرۃ فی النفی تعم  
 یہ موضع شرط میں نکرہ ہے اور مقام شرط نفی ہے اور نکرہ  
 مقام نفی میں عموم کا مفید ہوتا ہے۔ (ت)  
 معہذا اسمائے شروط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں،  
 اذا عام فی الصور علی ما ہو حال اسماء الشرط۔  
 اذا تمام صورتوں میں عام ہے جیسا کہ اسماء شرط کا  
 حال ہوتا ہے۔ (ت)

تو قطعاً تمام صلوات فریضہ و واجبہ و نافلہ کے جلسے اس حکم میں داخل اور ادعائے تخصیص بے محض محض مردود  
 و باطل، اور بہت معنی سے یوں کہ جلسہ خیر سے اٹھتے وقت یہ دعا کرنا اُس خیر کے نگاہداشت کے لئے ہے تو  
 جو خیر جس قدر اکبر و اعظم اُسی قدر اُس کا حفظ ضروری و اہم، اور بلاشبہ خیر نماز سب چیزوں سے افضل و اعلیٰ تو  
 ہر نماز کے بعد اس دعا کا مانگنا مکہ تہ ہوا یا رب، مگر نماز عیدین نماز نہیں یا اس کے حفظ کی جانب نیاز نہیں  
 یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ ہمارا یہ ارشاد ماورائے عیدین یا ما سوائے نماز میں  
 ہے یا اس کے بعد یہ دعا کرنا، سخن اللہ میں جلسہ صلوات کا اس حکم میں دخول عموم لفظ و شہادت معنی ثبوت  
 کرتا ہوں خود حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ ذکر کروں جس میں صاف تصریح کہ حضور  
 پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس جلسہ نماز کو اس حکم میں داخل فرمایا تخریج حدیث  
 تو اوپر سن چکے کہ نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی نے روایت کی اب لفظ سنئے، سنن نسائی کی نوع من  
 الذکر بعد التسلیم میں ہے :

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت ان  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 یعنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں  
 حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

۱۔ تلخیص الجامع الکبیر  
 ۲۔ الجامع الصغیر  
 ۳۔ فتح القدر

احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس باب میں سرحد تو اترا پر خیمہ زن، ایک جملہ صالحہ اُن سے حضرت خاتم المحققین شام المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے رسالہ مستطابہ "احسن الوعا لأدب الدعاء" میں ذکر فرمایا اور فقیر غفرلہ المولی القدر نے اس کی شرح مستحی بہ "ذیل المدعا للاحسن الوعا" میں اُن کی تخریجات کا پتا بتایا، باقی کتاب الترغیب امام منذری و حصن حصین امام ابن الجزری وغیرہما تصانیف علماء ان احادیث کی کفیل ہیں، میں بخوف اطالالت احادیث فضائل سے عطف عنان کر کے صرف اُن بعض حدیثوں پر اقتصار کرتا ہوں جن میں دُعا کی تاکید یا اُس کے ترک پر تہدید یا اُس کی تکثیر کا حکم اکید ہے۔

حدیث ۱: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: علیکم عباد اللہ بالدعاء۔ رواہ الترمذی مستغرباً والحاکم و صححہ۔  
خدا کے بندو! دُعا کو لازم پکڑو۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے غریب کہا اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔

حدیث ۲: زید بن خارجر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: صلوا علی واجتهدوا فی الدعاء۔ رواہ الامام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن سعد وسمویہ والبغوی والباوردی و ابن قانع۔  
مجھ پر درود بھیجو اور دُعا میں کوشش کرو۔ اسے امام احمد، نسائی اور طبرانی نے کبیر میں، ابن سعد، سمویہ، بغوی، باوردی اور ابن قانع نے روایت کیا۔

حدیث ۳: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا تعجزوا فی الدعاء فانہ لن یهلك مع الدعاء احد۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم و صححہ۔  
دُعا میں تقصیر نہ کرو جو دُعا کرتا رہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔ اسے ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔

حدیث ۴: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تدعون اللہ لیلکم ونهارکم فان الدعاء رات دن خدا سے دُعا مانگو کہ دعا مسلمان کا

۱۹۳/۲	مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	ابواب الدعوات	جامع الترمذی
۱۹۰/۱	مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	سنن النسائی
۲۹۴/۱	مطبوعہ دار الفکر بیروت	کتاب الدعاء	المستدرک علی الصحیحین

میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اُس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دُعا کرے۔ اسے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے اپنے رب عزوجل سے روایت کیا۔

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي ۚ  
رواه البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی  
و ابن ماجه عن ابی ہریرۃ عن النبی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم عن سربہ۔  
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ نے اپنے رب عزوجل سے روایت کیا۔  
اور فرماتا ہے،

اے فرزندِ آدم! تُو جبت تک مجھ سے دُعا مانگے جاؤ گے اور اُمید رکھے گا تیرے کیسے ہی گناہ ہوں بخشتا رہوں گا اور مجھے کچھ پروا نہیں۔ ترمذی نے روایت کر کے اسے حسن قرار دیا ہے اور اسے حضرت انس بن مالک سے انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے بیان فرمایا۔

يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ  
عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي ۚ رواه الترمذی  
و حسنه عن انس بن مالک عن  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم عن سربہ تبارک و  
تعالیٰ۔

جو مجھ سے دُعا نہ کرے گا میں اس پر غضب فرماؤں گا اسے عسکری نے مواعظ میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور آپ نے رب تعالیٰ و تقدس سے بیان فرمایا۔

اور فرماتا ہے عزوجل :  
مَنْ لَا يَدْعُونِي أَغْضِبُ عَلَيْهِ ۚ رواه  
العسکری فی المواعظ بسند حسن عن  
ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم عن سربہ تعالیٰ و  
تقدس۔

۱۱۰۱/۲	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب التوحید	صحیح البخاری
۲۵۴ و ۳۴۳ و ۳۴۱/۲	ر نور محمد اصح المطابع کراچی	کتاب الذکر والدعاء	صحیح مسلم
۶۲/۲	مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	ابواب الزہد	جامع الترمذی
۶۳/۲	مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت	باب فضل الدعاء	کنز العمال بحوالہ العسکری فی المواعظ حدیث ۳۱۲
ص ۲۸۰	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی		سنن ابن ماجہ

تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من سره ان يستجيب الله له عند الشدائد  
فليكثر من الدعاء عند الرخاء - رواه الترمذی  
عن ابی ہریرة والحاکم عنه وعن سلمان  
وقال صحیح واقروہ -

جسے خوش آئے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس کی  
دُعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دُعا کی کثرت رکھے۔ اسے  
ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور  
حاکم نے ان سے اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے روایت کر کے فرمایا کہ یہ صحیح ہے اور محدثین نے  
اس کی صحت کو برقرار رکھا۔

حدیث ۱۱۱۱: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں  
من لم یسأل اللہ یغضب علیہ۔ رواه احمد  
وابن ابی شیبہ والبخاری فی الادب المفرد  
والترمذی وابن ماجہ والبزار وابن حبان  
والحاکم وصحیحاء۔

ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :  
جو اللہ تعالیٰ سے دُعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر  
غضب فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ابی شیبہ اور  
بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی، ابن ماجہ،  
بزار، ابن حبان اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔  
ایہا المسلمون تم نے اپنے مولا جل و علا اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سُننے  
ان میں کہیں بھی تخصیص و تقييد کی بُو ہے، یہ تو بار بار فرمایا کہ دُعا کرو، کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں نماز کے بعد نہ کرو؛  
یہ تو صاف ارشاد ہوا ہے کہ جس وقت دُعا کرو گے میں سُنوں گا، کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں وقت کرو گے تو سُنوں گا؛  
یہ تو بتا کید بار بار حکم آیا ہے کہ دُعا سے عاجز نہ ہو، دُعا میں کوشش کرو، دُعا کو لازم پکڑو، دُعا کی کثرت رکھو،  
رات دن دُعا مانگو، کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد نہ مانگو؛ یہ تو ڈر سُنایا گیا ہے کہ جو دُعا نہ مانگے گا  
اس پر غضب ہوگا، کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد جو مانگے گا اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا؛  
اور جب کہیں نہیں تو خدا اور رسول جل و جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اسے

۱۴۴/۲	مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشید یہ دہلی	الباب الدعوات	جامع الترمذی
۱۴۳/۲	"	"	"
۱۴۱	ص	۲۸۶ باب ۶۵۸	ادب المفرد
۴۴۳/۲		دار الفکر بیروت	مسند احمد بن حنبل مروی از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۲۰/۱۰		مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الدعاء حدیث ۹۲۱۸

سلاح المؤمن <sup>۱</sup>۔ رواہ ابو یعلیٰ  
 ہتھیار ہے۔ اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔  
**حدیث ۵** : عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم فرماتے ہیں :

اکثر والدعاء بالعافیۃ <sup>۲</sup>۔ رواہ الحاکم  
 عافیت کی دعا اکثر مانگ۔ امام حاکم نے اسے  
 بسند حسن۔  
 سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

**حدیث ۶** : انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :  
 اکثر من الدعاء فان الدعاء یورد القضاء  
 المبرم <sup>۳</sup>۔ اخراج ابو الشیخ فی الثواب۔  
 دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضائے مبرم کو رد کرتی ہے۔  
 اسے ابو الشیخ نے ثواب میں نقل کیا ہے۔  
 اس حدیث کی شرح فقیر کے رسالہ ذیل المدعا میں دیکھئے۔

**حدیث ۷ و ۸** : عبادہ صامت و ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے ایک بار  
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی، صحابہ نے عرض کی : اذا نکتہ ایسا  
 ہے تو ہم دعا کی کثرت کریں گے، فرمایا : اللہ اکثر <sup>۴</sup> اللہ عزوجل کا کرم بہت کثیر ہے و فی الروایۃ  
 الاخری (دوسری روایت میں ہے۔ ت) اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے،

رواہ الترمذی و الحاکم عن عبادۃ و صحابہ  
 واحمد و البزار و ابو یعلیٰ باسانید جیدۃ  
 و الحاکم و قال صحیح الاسناد عن ابی سعید  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔  
 اسے امام ترمذی اور حاکم نے حضرت عبادہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے روایت کر کے صحیح قرار دیا، امام احمد  
 بزار اور ابو یعلیٰ نے اسانید جیدہ کے ساتھ روایت  
 کیا ہے اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہما سے روایت کر کے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

**حدیث ۹ و ۱۰** : سلمان فارسی و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور والا صلی اللہ

- ۱۔ مسند ابی یعلیٰ مروی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۱۸۰۶ مطبوعہ موسستہ علوم القرآن بیروت ۳۲۹/۲  
 ۲۔ المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۲۹/۱  
 ۳۔ کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۶۳/۲  
 ۴۔ جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۷۳/۲  
 مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید الخدری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۸/۳

اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون لہ ذکر الہی کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔  
 و حدیث حسن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یزال لسانک مرطبا من ذکر اللہ لہ ہمیشہ ذکر الہی میں تر زبان رہ۔

حدیث جید الاسناد ام الس رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 اکثری من ذکر اللہ فانک لاتاتین بشئ احب الیہ من کثرة ذکرہ۔  
 اللہ کا ذکر بکثرت کرو کہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو۔

و حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من لم یكثر ذکر اللہ فقد برئ من الایمان جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہو گیا۔  
 و حدیث صحیح ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینذکر اللہ تعالیٰ علی کل احیانہ حضور مژدور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکر خدا فرمایا کرتے۔

الی غیر ذلک من الاحادیث والاثار (ان کے علاوہ متعدد احادیث و آثار ہیں۔) یہاں صرف بعض آیات اور ان کی تفسیروں پر اقتصار ہوتا ہے جو عموم تمامی اوقات و احوال میں نص ہیں:  
 آیت ۱: قال جل ذکرہ:

فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ۔  
 اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کمرہوں پر۔

علمائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکر الہی و دعا کی مداومت کرو۔ بیضاوی

۴۹۹/۱	مطبوعہ دار الفکر بیروت	کتاب الدعاء	المستدرک علی الصحیحین
۱۷۳/۲	مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	ابواب الدعوات	جامع الترمذی
۲۰۵/۵	مطبوعہ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران	ذکر کثیراً کے تحت مذکور ہے	دُر منثور بحوالہ الطبرانی
"	"	"	" المعجم الاوسط "
۴۰۱/۲	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	کتاب الذکر والدعاء	الترغیب والترہیب
۴/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب فی الرجل ینذکر اللہ تعالیٰ علی غیر وضوء	سنن ابی داؤد
			۱۰۳/۴ القرآن



مخصوص و مقید کرنے والا کون؟ خدا و رسول عز مجہدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا اسے منع کرنے والا کون؟ قال تعالیٰ:

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتَكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ لَتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ  
إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

**اصل یہ ہے کہ** إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ حکم صرف خدا ہی کے لئے ہے۔ جس چیز کو اس نے کسی ہیئت خاصہ محل معین سے مخصوص اور اس پر مقصور و محصور فرمایا اس سے تجاوز جائز نہیں، جو تجاوز کرے گا دین میں بدعت نکالے گا اور جس چیز کو اس نے ارسال و اطلاق پر رکھا ہرگز کسی ہیئت و محل پر مقصور نہ ہوگی اور ہمیشہ اپنے اطلاق ہی پر رہے گی جو اس سے بعض صورتوں کو جدا کرے گا دین میں بدعت پیدا کرے گا ذکر و دعا اسی قبیل سے ہیں کہ زہار شرعاً مٹھرنے انھیں کسی قید و خصوصیت پر محصور نہ فرمایا بلکہ عموماً و مطلقاً ان کی تکثیر کا حکم دیا۔ دعا کے بارے میں آیات و حدیث سن ہی چکے اور دلائل مطلقہ تکثیر ذکر جنہیں اس سلسلہ شمار میں (خاصاً) کہتے کہ ہر دعا بالبداہتہ ذکر الہی ہے اور اس پر علما نے تنصیص بھی فرمائی، مولانا قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: کل دعاء ذکر (ہر دعا ذکر ہے۔ ت) تو اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامہ کے دلائل ہیں کہ تعمیم افراد اعم یا مساوی، لا بعم تعمیم افراد اخص مساوی ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) ان دلائل جلال کا و فور کامل حد احصا کا طرف مقابل، فقیر غفرلہ المولی القدر نے اپنے رسالہ نسیم الصبای فی ان الاذان یحول الوباء میں اس دعا پر بکثرت آیات و احادیث لکھیں، از النجملہ حدیث حسن البوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عہ ذکر اعم صرف بنظر کلیہ حاضرہ ہے ورنہ سابق گزارا کہ دوسری طرف سے یہی کلیہ ہے تو دعا و ذکر قطعاً مساوی اور اب اتحاد ادلہ اور یہی واضح و جلی ۱۲ منہ (م)

لہ القرآن ۱۶/۱۱۶

لہ القرآن ۶/۵۴

آیت سے یہ مراد کہ ذکر الہی جمیع اوقات میں کرو۔

آیت ۴: قال تبارک مجدداً ،

وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّئِي تَرْحَمَكُمُ اللَّهُ وَأَنْتُمْ سَوَاءٌ

معالَم میں ہے: فی جمیع المواطن علی السراء والضراء تمام مواضع میں خوشی و تکلیف میں۔

آیت ۵: قال تقدس اوصافه ؛

وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ

اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ماثبت بالسنة میں لکھتے ہیں:

پوشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعائیں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں تو ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔

لا يخفى ان الذكرو التسبيح والتهيل والدعاء لا باس به لانها مشروعة في كل الامكنة و الاثرمان

اللہ اللہ کیا ستم جبری ہیں وہ لوگ کہ قرآن و حدیث کی ایسی عام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی نخواہی بندگانِ خدا کو اس کی یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اُس نے ہرگز اس دعا سے ممانعت نہ فرمائی۔

قُلْ اللَّهُ أَدْنَىٰ لَكُمْ أَمْرًا عَلَىٰ اللَّهِ تَفَتَّرُونَ ۝  
اے حبیب! ان سے پوچھتے کہ اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ بانڈھتے ہو۔ (ت)

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

پس بحمد اللہ آفتابِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ دعائے مذکور فی السؤال قطعاً جائز و مندوب، اور اس سے ممانعت محض بے اصل و باطل و معیوب،

۱۔ القرآن ۲۵/۸ و ۱۰/۶۲

۲۲۵/۵

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

۲۔ معالم التنزیل علی حاشی خازن پ ۲۱

۳۔ القرآن ۳۵/۳

ص ۲۶۳

ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور

خاتمہ کتاب

۴۔ ماثبت بالسنة

۵۔ القرآن ۵۹/۱۰

میں ہے :

داوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال  
ای داوموا علی ذکر اللہ تعالیٰ فی  
جمیع الاحوال

ارشاد العقل السليم میں ہے :

داوموا علی الذکر اللہ تعالیٰ وحافظوا علی  
مراقبتہ و مناجاتہ و دعائہ فی جمیع  
الاحوال

آیت ۲ : قال عزاسمہ :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا  
كَثِيرًا

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بکثرت  
کرو۔

علامۃ الوجود مفتی ابوالسعود ارشد میں ارشاد فرماتے ہیں : یعم الاوقات والاحوال یہ

آیت تمام اوقات و احوال کو عام ہے۔

آیت ۳ : قال تعالیٰ شانہ :

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا كُنْتُمْ تُبَايِعُونَ آبَاءَكُمْ اَوْ اَشْدَّ  
ذِكْرًا

اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے  
ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں : ارید بہ ذکر اللہ تعالیٰ فی الاوقات کلہا اس

۲۰۴/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	آیہ مذکورہ کے تحت	۱
۲۴۸/۱	دارالکتب العلمیہ بیروت	" " "	۲
۲۲۸/۲	احیاء التراث الاسلامی بیروت	" " "	۳
			۴
۱۰۶/۴	مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی بیروت	آیہ مذکورہ کے تحت	۵
			۶

عرض اس امام کا ارشاد نقل کرتے خصوصاً جبکہ سائل درخواست کر چکا تھا کہ بینوا و افتوا بسند الکتاب (کتاب کے سند کے ساتھ بیان کرو اور فتویٰ دو۔ ت) تو آج کل کے ہندی علماء کا نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل کیونکر ہو سکتا ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے حدیث صحیح سے اُس کا نص صریحاً ائمہ تابعین قدست اسرارہم سے واضح کر دیا۔ والحمد للہ سب العلمین پھر خصوصاً جزئیہ سے قطع نظر کیجئے جس کا التزام عقلاً و نقلاً کسی طرح ضرور نہیں جب تو فقیر نے خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس جس طرح اس کا ثبوت روشن کیا منصف غیر متعصب اس کی قدر جانے گا والحمد للہ والمنۃ، پھر سوال میں تبع تابعین و ائمہ اربعہ سے استفسار تھا مجیب نے اُس کی نسبت اُس قدر بھی نہ لکھا کہ نظر سے نہ گزرا، اب خواہ ان سے ثبوت نہ دیکھا یا پوری بات کا جواب نہ ہوا، بہر حال محل نظر و استناد مستند صرف اس قدر کہ مجیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی ثبوت کرتے ہیں اور تقریباً یہ کہ حدیثوں میں یہی وارد ہے کہ نماز کے متصل خطبہ اور خطبہ کے متصل معاودت فرماتے تو دعا کا وقت کون سا رہے گا اس تقدیر پر ثبوت عدم کا ادعا ہوگا، دوسرے یہ کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ و معاودت کا ذکر ہے دعا مذکور نہیں، یہ عدم ثبوت کا دعویٰ ہوگا، اور کلام مجیب سے یہی ظاہر ہے کہ ثابت نہیں کہتے ہیں، نہ کہ نہ کرنا ہی ثابت ہے، اور لفظ اسی قدر معلوم ہوتا ہے، ”بھی اسی طرف ناظر، کہ اگر اس سے اثبات عدم مقصود ہوتا تو طرز ادب یہ تھی کہ حدیثوں سے صاف ثابت کہ نماز و خطبہ و معاودت میں فصل نہ تھا، پس دعا نہ مانگنا ثابت ہوا یا نہ مانگنا ثابت۔ حضرات مانعین اپنے نفع کے گمان سے کلام مجیب کو خواہ مخواہ محل اول پر حمل کریں، لہذا فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر دونوں محل پر کلام کرتا ہے وباللہ التوفیق۔

**محل اول** پر یہ کلام خود ہی بوجہ کثیر باطل،

اولاً یہ تو اصلاً کسی حدیث میں نہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرتے ہوئے بغور حقیقی معاً خطبہ فرماتے تھے اور خطبہ ختم فرماتے ہی بے فصل فوراً واپس تشریف لاتے غایت یہ کہ کسی حدیث میں فائے تعقیب آنے سے استدلال کیا جائے، مگر وہ ہرگز اتصال حقیقی پر دال نہیں کہ دو حرف دعا سے فصل کی مانع ہو، فواجح شرح مسلم میں فرمایا:

الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب من غیر  
مہلة و تراخی بعد فی العرف مہلة و تراخیاً۔  
فار ترتیب کے لئے ہے یہ بغیر مہمت و تراخی کے  
تعاقب کے لئے ہے عرف میں اسے مہلت شمار  
کیا جاتا ہے اور تراخی بھی صحیح ہے۔ (ت)

لے فواجح الرحوت بذیل المستصفی مسئلہ الفاء للترتیب مطبوعہ مطبوعہ امیر یہ قم ایران ۱/۳۴

والحمد لله هادي القلوب والصلوة والسلام  
 على شفيع الذنوب وآله وصحبه عديسي  
 العيوب ما تناوب للشمس الطلوع والغروب  
 آمين !

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو دل کو رہنمائی عطا  
 کرنے والا ہے اور صلوة و سلام ہو گناہوں کی شفا  
 کرنے والے پر آپ کی آل و اصحاب پر جن کے عیوب  
 معدوم ہیں جب تک شمس کے لئے طلوع و غروب  
 ہے ، آمین ! (ت)

**العید الثانی** و بجود الجیب حصول الامانی (اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے مقاصد کا  
 حصول ہے۔ ت) پہلے وہ فتویٰ پیش نظر رکھ لیجئے کہ مستندین کا حاصل سعی و مبلغ وہم ظاہر ہو عا شا اس فتویٰ  
 میں جواز و عدم جواز کی اصلاً بحث نہیں، نہ سائل نے اس سے پوچھا نہ مجیب نے ناجائز لکھا بلکہ سوال یوں  
 ہے ما قولہم رحمہم اللہ تعالیٰ (ان رحم اللہ تعالیٰ کا کیا قول ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ جناب  
 رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب و تابعین و تبع تابعین و ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین  
 بعد نماز عیدین کے دعائیں لگتے تھے یا بعد پڑھنے خطبہ عیدین کے کھڑے کھڑے یا بیٹھ کر یا بدون ہاتھ اٹھائے  
 بینوا و افتوا بسند الکتاب تو جو واعند اللہ یحسن العباب (کتاب کی سند کے ساتھ اسے بیان کر کے  
 اللہ تعالیٰ کے ہاں سے بہتر اجر و جزا پاؤ۔ ت) اور جواب یہ ہوا المصوب روایات حدیث سے اس  
 قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید سے فراغت کر کے خطبہ پڑھتے تھے اور بعد اس کے  
 معاودت فرماتے، دعائیں لگنا بعد نماز یا خطبہ کے آپ سے ثابت نہیں، اسی طرح صحابہ کرام و تابعین عظام سے  
 ثبوت اس امر کا نظر سے نہیں گزرا۔ واللہ اعلم

محمد عبدالحی  
 ابوالحسنات

حررہ الراجی عفورہ بالقوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والحنفی

**اقول** وباللہ التوفیق و بہ العروج علی اوج التحقیق (اللہ کی توفیق اور تحقیق کی بلسندی

پراسی سے عروج ہے۔ ت) قطع نظر اس سے کہ یہ فتویٰ محل احتجاج میں کہاں تک پیش ہو سکتا ہے حضرات  
 تابعین کو ہرگز مفید نہ ہمیں مضر، جواز و عدم کا تو اس میں ذکر ہی نہیں، سائل و مجیب دونوں کا کلام ورود و عدم  
 ورود میں ہے پھر مجیب نے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونے پر حسب مذم بھی  
 نہ کیا صرف اپنی نظر سے نہ گزرتا لکھا اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ ان  
 کے جو اکابر ماہران فن حدیث ہیں بار بار فرماتے ہیں ہم نے نہ دیکھی اور دوسرے محدثین اس کا پتا دیتے ہیں فقیر نے  
 اس کی متعدد مثالیں اپنے رسالہ صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین میں ذکر کیں پھر یہ نہ دیکھنا  
 بھی مجیب خاص اپنا بیان کر رہے ہیں نہ کہ ائمہ شان نے اس طرح کی تصریح فرمائی، کہ ایسا ہوتا تو نظر سے نہ گزرا کے

بل يحمل على الاتيان بها بعد هالان السنة  
من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها  
فلن تكن اجنبية عنها فيما يفعل بعدها  
يطلق عليه انه عقيب الفريضة

کیونکہ سنتیں فرائض کے لواحقات، توابع اور ان کی  
تکمیل کا سبب ہیں لہذا یہ فرائض سے اجنبی نہیں ہیں جو  
ان سنن کے بعد ہو اس پر یہ اطلاق کیا جاسکتا ہے  
کہ وہ فرائض کے بعد ہوا۔ (ت)

مثلاً مانا کہ مفاداً اتصال حقیقی ہے تاہم خوب متنبہ رہنا چاہئے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے نورس عید کی نمازیں پڑھی ہیں تو احادیث متعددہ کا واقع متعددہ پر محمول ہونا ممکن، پس  
اگر ایک حدیث صلوٰۃ وخطبہ اور دوسری خطبہ و انصراف میں وقوع اتصال پر دلالت کرے اصلاً بکار آمد نہیں  
کہ ایک بار بعد خطبہ دوبارہ بعد نماز دعا کا عدم ثابت نہ ہوگا تو (یوں وہ) مقصود سے منزلوں دور ہے کمالاً بخفی۔

رابعاً مسلم کہ ایک ہی حدیث میں دونوں اتصال مصرح ہوں تاہم بلفظ دوام تو اصلاً کوئی حدیث  
نہ آئی ومن ادعی فعلیہ البیان (اور جو اس کا دعویٰ کرتا ہے وہ دلیل لائے۔ ت) اور ایک آدھ جگہ  
صلی فخطب فعاد (نماز پڑھائی، پس خطبہ دیا اور لوٹ گئے۔ ت) ہو بھی تو واقعہ حال ہے اور واقعہ  
حال کے لئے عموم نہیں کما نصوا علیہ (جیسا کہ علماء نے اس پر تصریح کی ہے۔ ت) اور ہم قائل و جوب  
لزوم نہیں کہ ترک ہمارے منافی ہو اور اگر لفظ کان یصلی فی خطب فیعود (آپ نماز پڑھتے خطبہ  
دیتے اور لوٹ جاتے۔ ت) بھی فرض کر لیں تو ہنوز اس کا تکرار پر دلیل ہونا محل نزاع نہ کہ دوام، خود مجیب  
اپنے رسالہ غایۃ المقال میں کلام حافظ ابو زرعة عراقی:

ان فی الصحیحین وغیرہما عن سعید بن  
یزید قال سألت انس بن مالک اکان رسول  
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی  
نعلیہ فقال نعم وظاہرہ ان ہذا کان  
شانہ وعادتہ المستمرة دائماً الخ

بخاری و مسلم وغیرہما میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن  
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسالتاً  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعلین کے اندر نماز ادا فرماتے  
تھے، انہوں نے فرمایا، ہاں۔ اس کے ظاہر سے  
یہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا دائمی معمول تھا الخ (ت)

نقل کر کے لکھتے ہیں،

۱/ ۳۹۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر فصل واذا ارادوا الشروع الخ  
ص ۱۰۹ مطبع چشمہ فیض لکھنؤ فصل فی الصلوٰۃ لے رسالہ غایۃ المقال من مجموعہ رسائل عبدالحی

یا ہذا یہ تدقیقات ضیفہ فلسفیہ نہیں، محاورات صافیہ عرفیہ ہیں، اگر زید وعدہ کر لے نماز پڑھ کر فوراً آتا ہو تو نماز کے بعد معمولی دو حرفی دعا ہرگز عرفاً یا شرعاً مبطل فوراً موجب خلاف وعدہ نہ ہوگی، مسئلہ سجود تلاوت صلائیہ میں سنا ہی ہوگا کہ دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع فوراً نہیں۔

ثانیاً وُعَاتِلِح سے اور تَوَابِحِ فَاصِلِ نہیں ہوتے، واجبات میں ضم سورت سُنَا ہوگا مگر آئین فاصل نہیں کہ تابع فاتحہ ہے، حضور پر نور سیدِ یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تسبیح حضرت بتول زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیٰ ابیہا الکریم وعلیہا کی نسبت فرمایا،

مَعْقِبَاتٍ لَا يَغِيْبُ قَائِلُهُنَّ. دَوَاةُ اَحْمَدُ وَ  
مُسْلِمُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ عَنْ كَعْبِ بْنِ  
عَجْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ .

کچھ کلمات نماز کے بعد بلا فاصلہ کہنے کے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں رہتا۔ اسے امام احمد، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

بایںہمہ علماء فرماتے ہیں اگر سنن بعدیہ کے بعد پڑھے تعقیب میں فرق نہ آئے گا کہ سنن توابح فراغ سے ہیں درمختار میں ہے :

سُنَّتُوْنَ مِیْنَ اللّٰهِمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الْخِ كِی مَقْدَارٌ سَے زَائِدٌ  
تَاخِرٌ مَكْرُوهُ هَے۔ (ت)

يَكْرَهُ تَاخِرُ السَّنَةِ الْاَبْقَدُ الرَّهْمُ اَنْتَ  
السَّلَامُ الْخِ

ردالمحتار میں ہے :

کیونکہ مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف اللهم انت السلام و منك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاكرام کی مقدار ہی بیٹھتے تھے، اور دیگر روایات میں جو نماز کے بعد اذکار کا ذکر ہے اس میں یہ دلالت نہیں کہ وہ اذکار سنن سے پہلے ہوتے تھے بلکہ بعد میں بھی بجائے جاسکتے ہیں

لِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ اِلَّا بِمَقْدَارِ مَا يَقُولُ  
اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكَتْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاَكْرَامِ وَ اَمَّا مَا وَرَدَ مِنْ  
الْاِحَادِيثِ فِي الْاَذْكَارِ عَقِيْبِ الصَّلَاةِ فَلَا دَلَالَةَ فِيْهِ عَلٰى الْاْتِيَانِ بِهَا قَبْلَ السَّنَةِ

لے سنن النسائی نوع آخر من عدد التسبیح مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۹۸/۱  
کے درمختار فصل واذا ارادوا الشروع الخ مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی ۷۹/۱

**حدیث ۳ :** اسی کے باب استقبال الامام الناس فی خطبۃ العید میں حضرت برادر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :

خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم اضحیٰ فصلی العید رکعتین ثم اقبل علینا بوجهہ وقال الحدیث <sup>۱</sup> :  
 نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اضحیٰ کے دن تشریف لائے پھر عید کی دو رکعات پڑھائیں پھر آپ نے ہماری طرف رخ انور کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ (ت)

**حدیث ۴ :** اسی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی یوم النحر ثم ینزل علیہ خطب الحدیث <sup>۲</sup> :  
 بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے روز نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (ت)

**حدیث ۵ :** اسی میں حضرت جناب بن عبد اللہ بکلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :

صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم النحر ثم ینزل علیہ خطب ثم ذبح <sup>۳</sup> :  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے دن نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر قربانی کی (ت)

**حدیث ۶ :** جامع ترمذی میں بافادۃ التحسین و تصحیح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے :  
 کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر یصلون فی العیدین قبل الخطبۃ ثم ینخطبون <sup>۴</sup> :  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے پھر خطبہ دیتے۔ (ت)

**حدیث ۷ :** سنن نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یخرج یوم العید فیصلی رکعتین ثم ینخطب <sup>۵</sup> :  
 بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن باہر تشریف لاتے آپ دو رکعتیں پڑھتے پھر خطبہ دیتے (ت)

۱۳۳/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب العیدین	۱ صحیح البخاری
۱۳۴/۱	" " "	"	۲ " "
۱۳۴/۱	" " "	"	۳ " "
۴۰/۱	" امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	باب فی صلوة العیدین	۴ جامع الترمذی
۲۳۴/۱	" نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	کتاب صلوة العیدین	۵ سنن نسائی



ما ذکره من دلالة حدیث انس علی صكون العادة النبویة مستمرة بالصلاة فی النعال منظور فيه لعدم وجود ما یدل علیه فيه ولعله استخرجه من لفظ كانت وهو استخراج ضعيف لما نص علیه الامام النووی فی کتاب صلوٰۃ اللیل من شرح صحیح مسلم من ان لفظ كان لا یدل علی الاستمرار والدوام فی عرفهما اصلاً۔

حدیث انس سے ان کا اس پر استدلال کہ نعلین میں نماز ادا کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت دائمی تھی محل نظر ہے کیونکہ الفاظ حدیث میں ایسی کوئی شئی موجود نہیں شاید انہوں نے لفظ كان سے استنباط کیا ہو حالانکہ یہ استنباط ضعیف ہے کیونکہ امام نووی نے شرح مسلم کے کتاب صلوٰۃ اللیل میں تصریح کی ہے کہ لفظ كانت محدثین کے عرف میں ہرگز دوام و استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ (ت)

اس مسئلہ کی تمام تحقیق فقیر کے رسالہ التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل میں ہے۔  
خامساً یہ سب تو بالائی کلام تھا احادیث پر نظر کیجئے تو وہ اوزہ ہی کچھ اظہار فرماتی ہیں صحاح ستہ وغیرہ خصوصاً صحیحین میں روایات کثیرہ بلفظ ثم وارد، ثم فاصلة ومہلت چاہتا ہے تو ادعا کہ احادیث میں اتصال ہی آیا محض غلط بلکہ حرف اتصال اگر دو ایک حدیث میں ہے تو کلمہ انفصال آٹھ دس میں، اب روایات سنئے:  
حدیث ۱: صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

واللفظ لمسلم قال شهدت صلوٰۃ الفطر مع نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم و ابى بكر وعمر وعثمان رضي الله تعالى عنهم فكلهم يصليها قبل الخطبة ثم يخطب۔

مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں نماز عید الفطر ادا کی ان سب نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (ت)

حدیث ۲: صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يصلي في الاضحى والفطر ثم يخطب بعد الصلوٰۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھاتے پھر نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے۔ (ت)

۱۰۹ ص	مطبوع چشمہ فیض لکھنؤ	فصل فی الصلوٰۃ	مجموعہ سائل عبدالحی	رسالہ غایۃ المقال من
۲۸۹/۱	مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	کتاب العیدین	کتاب العیدین	صحیح مسلم
۱۳۱/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	صحیح البخاری	صحیح البخاری	صحیح البخاری

**اقول** تم مستدل ہو اور مستدل کو احتمال کافی نہیں خصوصاً خلاف اصل، کما لا یخفی علی ذی عقل (یہ کسی صاحب عقل پر پوشیدہ نہیں۔ ت) معذات بارہا مجرد ترتیب بے معنی اتصال و تعقیب کے لئے آتی ہے، امام جلال الدین سیوطی اتقان میں زیر بیان فرماتے ہیں:

قد تجئ لمجرد الترتیب نحو فراغ الی اہلہ  
فجاء بعجل سمین ہ فقربہ الیہم فاقبلت  
امراتہ فی صرۃ فصکت وجہہا۔ فالزاجرات  
نرجواہ فالتالیات۔

کبھی کبھی فار محض ترتیب کے لئے آتی ہے، مثلاً  
ان آیات میں (ترجمہ آیات) پھر اپنے گھر گیا تو ایک فریب  
بچھڑا لے آیا پھر اسے ان کے پاس رکھا۔ اس پر اس کی  
بیوی چلائی آئی پھر اپنا ماتھا ٹھونکا۔ پھر قسم ان کی کہ  
بھڑاک کر چلائیں پھر ان جماعتوں کی کہ قرآن پڑھیں۔ (ت)

بلکہ مسلم الثبوت میں ہے:

الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولو فی  
الذکر۔

فار بطریق تعقیب ترتیب کے لئے آتی ہے خواہ  
وہاں ترتیب ذکر ہی ہو۔

تو ایک **ت** کا مجرد ترتیب یا ترتیب فی الذکر مجاز پر حمل اولیٰ ہے یا دس **ت** کا مجاز پر۔

سادساً یہ عدم فصل بطور سلب عموم لیتے ہو تو ہمیں کیا مضر اور تمہیں کیا مفید کہ ہمیں ایجاب کلی کی ضرورت  
نہیں کہ سلب جزئی ہمارے خلاف ہو اور بطور عموم سلب تو دونوں جگہ اس کا بطلان ثابت و واضح۔ صحیح حدیثیں  
تنصیب کر رہی ہیں کہ بالیقین دونوں جگہ فصل واقع ہوا نماز و خطبہ میں وہ حدیث (۱۰) کہ ابوداؤد و نسائی و

**عہ** اقول یہ حدیث صحیح ہے،

اس کو ابوداؤد نے محمد بن الصباح البزار سے (جو صادق  
ہیں) اور نسائی نے محمد بن یحییٰ بن ایوب سے (جو ثقہ ہیں)  
اور ابن ماجہ نے ہدیہ بن عبد الوہاب سے (جو کہ صدوق  
ہیں) اور عمر بن رافع البجلی (جو کہ ثقہ ہیں) تمام نے  
(باقی اگلے صفحہ پر)

رواہ ابوداؤد عن محمد بن الصباح البزار  
صدوق و النسائی عن محمد بن یحییٰ بن  
ایوب ثقہ وابن ماجہ عن ہدیہ بن  
عبد الوہاب صدوق و عمر بن رافع البجلی

یہ سات حدیثیں ظاہر کرتی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔

حدیث ۸: صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،

واللفظ للبخاری كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يخرج يوم الفطر والاضحى الى المصلى فاول شئ يبداؤ به الصلوة ثم يتصرف فيقوم مقابل الناس والناس جلوس على صفوفهم فيعظهم ويوصيهم فان كان يريد ان يقطع بعثا قطعه او يامر بشئ امر به ثم يتصرف به

الفاظ بخاری یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر اور اضحیٰ کے دن باہر عید گاہ میں تشریف لاتے سب سے پہلے آپ نماز پڑھتے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے آپ انھیں وعظ و نصیحت فرماتے، اگر آپ نے کسی لشکر کو بھیجا ہوتا تو روانہ فرماتے اور کسی کا حکم دینا ہوتا تو حکم فرمادیتے پھر آپ واپس تشریف لاتے۔ (ت)

یہ حدیث خطبہ و معاودت میں فصل بتاتی ہے۔

حدیث ۹: بخاری و مسلم و دارمی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت جبر اللامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی؛ قال خرجت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم فطر او اضحى فصلي ثم خطب ثم اتى النساء فوعظهن وذكرهن وامرهن بالصدقة۔

فرمایا میں فطر اور اضحیٰ کے روز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر خواتین کے اجتماع میں تشریف لے گئے انھیں وعظ و نصیحت فرمائی اور انھیں صدقہ کا حکم دیا۔ (ت)

یہ حدیث دونوں جگہ فصل کا اظہار کرتی ہے، سبحان اللہ! پھر کیونکر ادعا کر سکتے ہیں کہ نماز و خطبہ و معاودت میں ایسا اتصال رہا جو عدم دعا پر دلیل ہو، اگر کہتے تھے کبھی مجازاً بحالت عدم مہلت بھی آتا ہے قال الشاعر:

كهن الردى تحت العجاج  
جرى في الانابيب ثم اضطرب

(اس کی حرکت اس ردی نیزے کی طرح ہے جو میدان کارزار میں اڑنے والے غبار میں حرکت کرتے ہوئے پوروں پر لگتا ہے تو جنبش کرتا ہے)

۱۳۱/۱	کتاب العیدین باب فروع الصبیان	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	صحیح البخاری
۱۳۳/۱	" " " " " "	" " " " " "	" " " " " "
۲۳/۳	مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت	بحث لفظ ثم	شرح المسالك الى الفیه ابن مالک
۲۹/۸	مطبوعہ دار المعرفہ بیروت	الفصل الثانی	شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بلال رضی اللہ  
عنه کا شانہ نبوت کو تشریف فرما ہوئے۔

دیکھو خطبہ کے کتنی دیر بعد معاودت ہوئی یہ وعظ و ارشاد کہ بیبیوں کو فرمایا گیا جو یہ خطبہ نہیں بلکہ اُس سے  
جدا ہے، صحیحین میں روایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صاف فرماتے ہیں کہ:

ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزل فاق النساء  
فذكرهن لم الحديث۔  
یعنی پھر بعد نماز حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے خطبہ فرمایا، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
خطبہ سے فارغ ہوئے اتر کر بیبیوں کے پاس  
تشریف لائے اور انھیں تذکیر فرمائی، الحدیث۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں ناقل:

هذه الرواية مصرحة بان ذلك كان  
بعد الخطبة۔

امام نووی منہاج میں فرماتے ہیں:

انما نزل اليهن بعد فراغ خطبة العيد۔

آپ خواتین کے اجتماع میں خطبہ عید کے بعد تشریف  
لے گئے تھے۔ (ت)

پس بچد اللہ تعالیٰ ماہ نیم ماہ مہر نیم روز کی طرح روشن ہوا کہ اس تقریر سے عدم دُعا کا ثبوت چاہنا محض  
ہوس خام اور اس محل پر یہ کلام خود باطل و بے نظام والحمد لله ولی الانعام (سب تعریف اللہ کیلئے  
جو الانعام کا مالک ہے۔ ت)

اب محل دوم کی طرف چلتے جس کا یہ حاصل کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ کا ذکر ہے ان کے بعد  
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دُعا مانگنا مذکور نہ ہوا۔

اقول یہ حضرات مانعین کے لئے نام کو بھی مفید نہیں، سائل نے اس فعل خاص بخصوصیت خاصہ کا  
ستید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدور پوچھا تھا کہ کس طور پر ہوا، اس کا جواب یہی تھا کہ حضور اقدس

۱۔ صحیح مسلم کتاب العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۸۹/۱  
۲۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ فرع سادس مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۹/۸  
۳۔ منہاج نووی شرح مسلم مع مسلم کتاب صلوة العیدین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۸۹/۱

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی :

ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں میں عید میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا حضور نے نماز عید پڑھائی پھر فرمایا ہم نماز تو پڑھ چکے اب جو سننے کے لئے بیٹھنا چاہے بیٹھے اور جو حبنا چاہے چلا جائے۔

واللفظ لابن ماجہ قال حضرت العید مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی بنا العید ثم قال قد قضینا الصلوٰۃ فمن احب ان یجلس للخطبة فلیجلس ومن احب ان ینزل فلینزل۔

اگر شکر کا خیال نہ بھی کیجئے تو یہ کلام نماز و خطبہ کے درمیان فاصل تھا تو ہمیشہ اتصال حقیقی ہونا باطل ہوا اور خطبہ و معاودت میں تو فصل کثیر اسی حدیث نہم سے ثابت جو عنقریب گزری جس کی ایک روایت بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی کے یہاں یوں ہے :

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی پھر بعدہ خطبہ فرمایا پھر بعد ازاں صفوف زنان پر تشریف لاکر انھیں وعظ و ارشاد کیا اور صدقہ کا حکم دیا تو میں نے دیکھا کہ بیبیاں اپنے ہاتھوں سے گنا اتار اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں

صلی (یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثم خطب ثم اتی النساء و معہ بلال فوعظہن و ذکرہن و امرہن بالصدقة فرایتہن یھوین باید یھن یقذ فنھن فی ثوب بلال ثم انطلق هو و بلال الی بیئہ۔

(یعنی حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کہا کہ ہمیں فضل بن موسیٰ (جو ثقہ اور مضبوط ہیں) انہوں نے کہا ہمیں ابن جریج نے عطار سے (یہ دونوں مقام میں مسلم ہیں) نے عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ان کو اور ان کے باپ کو صحبت ہے) پس ابوداؤد اور نسائی کی تصویب ہوئی اور ابن معین کا رجال کے ثقہ ہونے کے بعد اس کو مرسل بنانا متاثر نہیں کرے گا، پس ہمارے ہاں یہ حدیث صحیح ہے ۱۲ منہ (ت)

ثقة ثبت کلہم قالوا ثنا الفضل بن موسیٰ ثقة ثبت ثنا ابن جریج عن عطاء و ہما ما ہما عن عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما لہ و لابیہ صحبتہ فتصویب دس و ابن معین ارسالہ غیر متاثر عندنا بعد ثقة الرجال فالحدیث صحیح علی اصولنا ۱۲ منہ (م)

ایچ ایم سعید پبلی کراچی ص ۹۳

مطبوعہ نور محمد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۳

ابن ماجہ ماجہ فی صلوٰۃ العیدین باب العلم بالمصلی صحیح البخاری کتاب العیدین

در باب مناظرہ در تحقیق حکم صورت خاصہ کہے کہ دعویٰ  
جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مبعوث عنہا می نماید  
ہمانست متمسک باصل کہ در اثبات دعویٰ خود حاجت  
بدلیل ندارد و دلیل او ہماں حکم مطلق است و بس۔

مناظرہ میں کسی صورت خاصہ کے ثبوت کے لئے یہ دعویٰ  
کہ حکم مطلق ہے اور اس کا اطلاق صورت خاصہ پر  
بھی ہوتا ہے اصل کے ساتھ استدلال ہے کیونکہ اصل  
کے ساتھ استدلال میں دلیل کی حاجت نہیں ہوتی یہی  
دلیل کافی ہے کہ حکم مطلق ہے۔ (ت)

رابعاً ہم صدر جواب میں حضرت امہ تابعین سے اس دعا کا ثبوت روایت کر آئے پھر حضور اقدس  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہونے کو تابعین کس منہ سے منع ٹھہرا سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک تشریح  
احکام تابعین تک باقی رہتی اور ان کے بعد منقطع ہوتی ہے پھر قرن اول سے عدم ثبوت کیا مفروض منافی ہے۔  
خاصاً ہر عاقل جانتا ہے کہ ادعاے ثبوت میں قابل جرم و تصدیق صرف عدم وجدان قائل ہے اور  
عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں خصوصاً ابنائے زماں میں۔ اور امر واضح ہے اور سیر واضح۔ اور گزرا اشارہ  
اور آئے گا دوبارہ، ہم نے اس کا کچھ بیان اپنے رسالہ صفائح اللجین وغیرہ میں لکھا یہاں اتنا ہی بس ہے  
کہ خود مجیب اپنی کتاب السعی المشکور فی رد المذہب الماثور میں لکھتے ہیں:

نفی روایت سے نفی وجود لازم نہیں نظر اس کے بکثرت ہیں کم نہیں منجملہ ان کے حدیث عائشہ ہے جو صحیح بخاری وغیرہ  
میں مروی ہے:

ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
یسبح سبحۃ الضحیٰ وافی لا سبحھا انتھی۔  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز چاشت  
ادا کرتے نہیں دیکھا اور میں ادا کرتی ہوں انتھی (ت)  
حالانکہ اس سے نفی وجود لازم نہیں ہے باحدیث متکاثرہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صلوة الضحیٰ ادا کرنا  
ثابت ہے اسی وجہ سے جلال الدین سیوطی رسالہ صلوة الضحیٰ میں لکھتے ہیں الخ:

جب ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک عدم ثبوت واقعہ ثبوت واقعی کو مستلزم نہ ہوا  
توزید و عمر و من و تو کس شمار و قطار میں ہیں۔

سادساً عدم ثبوت مان بھی لیں تو اس کا صرف یہ حاصل کہ منقول نہ ہوا، پھر عقلاء کے نزدیک عدم نقل  
نقل عدم نہیں یعنی اگر کوئی فعل بخصوصہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں  
آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا بھی نہ ہو، امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں:

لے رسالہ بدعت میاں سملعل دہلوی  
کتاب السعی المشکور لعبدالحی  
بحث اسکی کہ نفی روایت سے نفی وجود لازم نہیں  
مطبع چشمہ فیض لکھنؤ ۱۱۳

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس فعل خاص کی نقل جزئی نظر سے نہ گزری مگر اسے عدم جواز کا فتویٰ جان لینا محض  
جہالت بے مزہ۔

اولاً عید اول میں گزرا کہ حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عموم میں حضور اقدس  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس دُعا کا ثبوت فعلی بتا رہی ہے۔

ثانیاً ثبوت فعلی نہ ہو تو قولی کیا کم ہے بلکہ من وجہ قول فعل سے اعلیٰ و اتم ہے۔ اب عید اول کی  
تقریریں پھر یاد کیجئے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد نماز عید خود رب مجید جل و علا کا اپنے  
بندوں سے تعاضدائے دُعا فرمانا بتا رہی ہے، اس کے بعد اور کسی ثبوت کی حاجت کیا ہے، اگر کہئے  
وہ حدیث ضعیف ہے اقول فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور اثبات استجاب  
میں کافی و کافی ہے کما نص علیہ العلماء الفحول (جیسا کہ اکابر علماء نے اس پر تصریح فرمائی ہے)  
خود مجیب کے آخر جلد دوم کے فتاویٰ میں ہے،

حدیث ضعیف برائے استجاب کافی ست چنانچہ  
امام ہمام در فتح القدر و کتاب الجنائز می نویسد  
والاستجاب یثبت بالضعیف غیر  
الموضوع انتھی

حدیث ضعیف استجاب کے لئے کافی ہوتی ہے  
جیسا کہ ابن ہمام نے فتح القدر کے باب الجنائز میں  
لکھا ہے کہ حدیث ضعیف غیر موضوع سے مستحب  
ہونا ثابت ہو جاتا ہے انتھی (ت)

مثلاً جب شرع مطہر سے حکم مطلق معلوم کہ جواز و استجاب ہے تو ہر فرد کے لئے جداگانہ ثبوت  
قولی یا فعلی کی اصلاً حاجت نہیں کہ باجماع و اطلاق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری  
ساری اطلاق حکم کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس ماہیت کلیہ یا فرد منتشر کا جہاں وجود ہو حکم کا ورود ہو اور فردیت  
بے خصوصیت محال اور وجود عینی و تعین مساوق تو جس قدر خصوصیات و تعینات معقول ہوں سب بالیقین  
اسی حکم مطلق میں داخل، جب تک کسی خاص کا استثناء شرع مطہر سے ثابت نہ ہو، اس قاعدہ جلیلہ  
کی تحقیق مبین حضرت ختام المحققین امام المدققین حجۃ اللہ فی الارضین سیدنا الوالدہ قدس سرہ الماجد  
نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مباحی الفساد میں افادہ فرمائی من شاء فلیتشرّف  
بمطالعتہ (جو چاہے اس کے مطالعہ کا شرف حاصل کرے۔ ت) یہاں اسی قدر کافی کہ خود حضرات  
وہابیہ کے امام ثانی و معلم اول میاں اسمعیل دہلوی رسالہ بدعت میں لکھتے ہیں:

پیر سید احمد اور شیخ السلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب اور علامہ سلسلہ مرزا منظر صاحب وقاضی ثناء اللہ صاحب وغیر ہم سے جنہوں نے اذکار و اشغال و اوراد وغیرہا کے صدہا طریقے احداث و ایجاد کئے اور ان کے محدث و مخترع ہونے کے خود اقرار لکھے پھر انہیں سببِ قُربِ الہی و رضائے ربانی جانائے اور خود عمل میں لاتے اوروں کو ان کی ہدایت و تلقین کرتے رہے۔ شاہ ولی اللہ قول الجمل میں لکھتے ہیں:

لعمريثبت تعين الاداب ولا تلك الاشغال  
 نہ یہ تعینِ آداب ثابت ہے اور نہ یہ اشغال۔ (ت)

مرزا جان جانان صاحب مکتوب ۱۱ میں فرماتے ہیں:

ذکر بہر یا کیفیاتِ مخصوصہ و نیز مراقبات بہ اطوار  
 معمولہ کہ در قرونِ متاخرہ رواج یافتہ از کتاب و  
 سنت ما خود نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام  
 اعلام از مبدیہ فیاض اخذ نموده اند و شرح آزاں  
 ساکت است و داخل دائرہ اباحت و فسادہ  
 در ان متحقق و انکار آن ضرورتی نہ

ذکر بالجمہر مخصوص کیفیات کے ساتھ اس طرح اطوار معمول  
 کے ساتھ مراقبات جو متاخرین کے دور میں رواج پانچکے  
 ہیں یہ کتاب و سنت سے ماخوذ نہیں بلکہ حضرات  
 مشائخ نے بطریق الہام و اعلام مبدیہ فیاض سے  
 حاصل کئے ہیں اور شریعت ان کے بارے میں خاموش  
 ہے اور یہ دائرہ اباحت میں داخل، اور ان کے فوائد  
 ہیں نقصان کوئی نہیں۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کی قدرے تفصیل اپنے رسالہ انہار الانوار من ۱۳۰۵ھ یر صلوة الاسرار  
 میں ذکر کی وباللہ التوفیق۔

عاشراً ان سبب صاحبوں سے درگزریے، خود وہ عالم جن کا فتویٰ اس مسئلہ میں تمہارا مبلغ استناد  
 و ملتہائے استمداد ہے یعنی مولوی لکھنوی مرحوم انہیں کے فتاویٰ کی تصریحات جلیہ تنصیحات قویہ دیکھتے کہ ان کے  
 اصول و فروع کس درجہ تمہارے فروع و اصول کے قاطع و قاطع ہیں۔ پھر ان مسائل میں ان کا دامن تھا منا،  
 پراغ خرد کا صر جہل سے سامنا عقل و ہوش سے لڑائی ٹھاننا، نافع و مضر میں فرق ٹھاننا، نہیں تو کیا ہے۔ میں  
 یہاں ان کی صرف دو عبارتیں نقل کروں گا جو حضرات و بابیہ کے اسی مغالطہ عامۃ الورد یعنی عدوتِ خصوص اور  
 قرونِ ثلثہ سے عدم ورود کو دلیل منع جاننے کی قاطع و قاضح ہیں اور وہ بھی صرف اسی مجموعہ فتاویٰ نہ ان کے دیگر  
 رسائل سے تاکہ سب پر ظاہر ہو



عدم النقل لا ینفی الوجود (عدم نقل لفظی وجود کو مستلزم نہیں۔ ت)۔ خود مجیب اپنی سعی مشکور میں تزیید  
الشرعیۃ امام ابن عراق سے نقل کرتے ہیں: عدم الثبوت لا یلزم منہ اثبات العدم (عدم ثبوت سے  
اثبات عدم لازم نہیں آتا۔ ت)

صاحباً خادم حدیث جانتا ہے کہ بار بار رواۃ حدیث امور مشہورہ معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں اور ان کا وہ  
ترک دلیل عدم نہیں ہوتا، ممکن کہ یہاں بھی بر بنائے اشہار حاجت ذکر نہ جانی ہو، اس اشہار کا پتا اس حدیث صحیح  
سے چلے گا جو ہم نے صدر کلام میں روایت کی کہ جب تابعین عظام میں بعد نماز عیدین دعا کا رواج تھا تو ظاہراً  
انہوں نے یہ طریقہ انیقہ صحابہ کرام اور صحابہ کرام نے حضور سید الانام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اخذ کیا،  
حضرات تابعین اگر دیانت پر آئیں تو سچ سچ بتادیں گے کہ عیدین کے قعدہ اخیرہ میں خود بھی دعا درود پڑھتے اور  
اسے جائز و مستحب جانتے ہیں، اس کی خاص نقل حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دکھادیں یا اپنے  
بدعتی ہونے کا اقرار کریں، اور اگر فرائض پر قیاس یا اطلاقات سے تمسک کرتے ہیں تو یہاں کیوں یہ طرق نامقبول  
ٹھرتے ہیں واللہ الموفق۔

ثامناً نقل عدم بھی سہی پر وہ نقل منع نہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ ما اتکم الرسول فخذوه  
وما نہکم عنہ فانتہوا اور رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ ما فعل  
الرسول فخذوه وما لم یفعل فانتہوا اور رسول جو کرے کرو اور جو نہ کرے اس سے بچو، کہ شرعاً یہ دونوں قاعدے  
منقوض ہیں۔ امام الوہابیہ کے عم نسب و پدر علم وجد طریقت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں  
فرماتے ہیں:

نکردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر۔ کسی چیز کا نہ کرنا اور شئی ہے اور منع کرنا اور  
شئی ہے۔ (ت)

تاسعاً اگر مجرد عدم نقل یا عدم فعل مستلزم ممانعت ہو تو کیا جواب ہوگا، شاہ ولی اللہ اور ان کے  
والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور صاحب جزادے شاہ عبدالعزیز صاحب اور امام الطائفیہ میاں اسمعیل اور ان کے

۱ فتح القدیر کتاب الطہارۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲۰/۱

۲ کتاب السعی المشکور فی رد المذہب المشہور لعبدالحی ضعیف رواۃ وجمالت الخ مطبع چشمہ فیض لکھنؤ ص ۱۹۷

۳ القرآن ۲۳/۵۷

۴ تحفہ اثنا عشریہ باب ہم مطاعن ابو بکر رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

صفت ہوگا جس پر دلائل اربعہ میں سے صراحتہ کوئی  
دلیل وارد ہوگی بلکہ استحسان ہر اس مامور بہ کی صفت  
بن سکتا ہے خواہ صراحتہ اس پر امر وارد ہو یا قواعد  
کلیہ شرعیہ سے اس پر سند ہے۔ (ت)

است کہ صراحتہ در دلیل از دلائل اربعہ امر با و وارو شدہ  
باشد بلکہ استحسان صفت ہر مامور بہ است خواہ صراحتہ  
امر با و وارو شدہ باشد یا از قواعد کلیہ شرعیہ سندش  
یافتہ شدہ باشد۔

عبارت ۴ : صفحہ ۵۸ پر لکھا :

ہر وہ نئی شئی جس کا وجود تین زمانوں میں سے کسی زمانہ  
میں نہ ہو لیکن اس پر اولہ اربعہ سے سند موجود ہو  
تو وہ بھی مستحسن ہوگی آپ مدارس وغیرہ کی ایجاد  
نہیں دیکھتے الخ (ت)

ہر محدثیکہ وجودش بخصوصہ در زمانے از ازمناہ ثلاثہ  
نباشد لیکن سندش در دلیل از اولہ اربعہ یافتہ شود  
ہم مستحسن خواہ شدنی بینی کہ بنائے مدارس الخ۔

عبارت ۵ : صفحہ ۵۳۱ :

کتب فقہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں کہ ازمناہ سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا مگر بہ سبب  
اغراض صالحہ کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا۔

الفروع — عبارت ۶ : صفحہ ۶۲ :

اگر میں تسلیم کر لوں کہ ذکر مولد تین زمانوں میں سے کسی  
میں نہیں اور مجتہدین سے اس کا حکم منقول نہیں لیکن  
شرع میں جب یہ بنیادی قاعدہ ہے کہ ہر وہ فرد جس سے  
علم کی اشاعت ہو وہ مندوب ہوتا ہے تو ذکر مولد بھی  
اسی میں شامل ہے تو ضروری ہے اسے بھی مندوب  
کہا جائے۔ (ت)

اگر تسلیم کنم کہ ذکر مولد در ازمناہ ثلاثہ نبود نہ از مجتہدین  
حکم او منقول شد لیکن چون در شرع این قاعدہ  
مہد شدہ است کل فرد من افراڈنشر العلم  
فہو مندوب و ذکر مولد نیز زیر آست لا بد حکم  
مندوبیت او دادہ خواہ شد۔

عبارت ۷ : صفحہ ۲۹۸ :

بعد دو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے دو رکعت نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

۹/۲	مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ	کتاب المحظور والاباحہ	۱
۱۱۳/۱	" " "	کتاب المساجد	۳
۱۲/۲	" " "	"	۷

کہ باکہ باختہ عشق در شب دیکور

(تُو نے اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی)

پھر ان میں بھی قصہ استیعاب نہیں بلکہ صرف چند عبارتیں پیش کروں گا، بعض مفید ضوابط و اصول اور بعض میں فروع قاطعہ اصول فضول واللہ المستعان علی کل جہول۔

**الاصول — عبارت ۱:** مجموعہ فتاویٰ جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر علامہ سید شریف کے حواشی مشکوٰۃ سے استناداً نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حدیث:

من احداث فی امرنا هذا مالیس منه فہودۃ۔ جس نے ہمارے امر میں نئی ایجاد کی وہ اس میں سے نہ تھی وہ مردود ہوگی۔ (ت)

کی شرح میں فرمایا:

یعنی حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص دین میں ایسی رائے پیدا کرے جس کے لئے قرآن و سنت میں ظاہر یا پوشیدہ، صراحت یا استنباط کسی طرح کی سند نہ ہو وہ مردود ہے انتہی۔

المعنی ان من احداث فی الاسلام س ایا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاہر او خفی ملفوظ او مستنبط فہو مردود علیہ انتہی۔

توصاف ثابت ہو کہ قرون ثلاثہ سے ورود خصوصیت نہ تھا ضرور نہیں بلکہ عموم و اطلاق اباحت میں دخول بسند کافی ہے کما ہو مذہب اہل الحق (جیسا کہ اہل حق کا مذہب ہے۔ ت)

**عبارت ۲:** اسی کے صفحہ ۵ پر امام ابن حجر مکی کی فتح مبین شرح اربعین سے ناقل:

یعنی حدیث کی مراد یہ ہے کہ وہی نو پیدا چیز بدعت سیئہ ہے جو دین و سنت کا رد کرے یا شریعت کے قواعد اطلاق و دلائل عموم تک اس کی گواہی نہ دیں۔

المراد من قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم من احداث فی امرنا هذا مالیس منه ما ینافیہ اولاً یشہد له قواعد الشرع والادلة العامة انتہی۔

**عبارت ۳:** اسی صفحہ میں خود لکھتے ہیں:

گمان نبوی کہ استحسان شرعی صفت آن مامور بہ یہ گمان نہ ہو کہ استحسان شرعی ایسے مامور بہ کی

۸/۲

مطبوعہ یوسفی فرنگی محل لکھنؤ

لے مجموعہ فتاویٰ کتاب المحظور والاباحتہ

۹/۲

” ” ”

”

”

ہاں افراط و تفریط اُس میں منجر ضلالت کی طرف ہے، تصریح اس کی مکتوب مجدد العثمانی میں  
جا بجا موجود ہے واللہ اعلم

سخن اللہ وہ عالم کہ تمہارے مذہب نامہذب پر معاذ اللہ صراحتاً مشرک و مجوز شرک ہو چکا اُس پر اعتماد اور اُس کے  
فتوے سے استناد کس دین و دیانت میں روا۔

عبارت ۱۱: اُسی کی جلد سوم صفحہ ۵۸ میں ہے،

سوال: وقت ختم قرآن در تراویح مبارک

سورۃ اخلاص می خوانند مستحسن است یا نہ

جواب: مستحسن است۔

سوال: تراویح میں ختم قرآن کے وقت تین بار سورۃ  
اخلاص پڑھنا مستحسن ہے نہیں؟

جواب: مستحسن ہے۔ (ت)

عبارت ۱۲: صفحہ ۱۲۵

اما جمع میان تکلم بالفاظ سلام و دست برداشتن و  
بر سر یا سینہ نهادن پس ظاہراً لباس بہ است

عبارت ۱۳: صفحہ ۱۲۷

سوال: بسم اللہ نوشتن بر پیشانی میت از انگشت  
درست یا نہ؟

جواب: درست است۔

سوال: میت کی پیشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا  
درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے۔ (ت)

عبارت ۱۴: صفحہ ۱۳۳

سوال: قیام وقت ذکر و لاوت با سعادت کے جواب میں قیام بالقصد کا قرون ثلاثہ سے منقول نہ ہونا اور بعض  
احوال میں صحابہ کرام کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قیام نہ کرنا نقل و تحریر کر کے لکھتے ہیں،

لیکن علمائے حرمین شریفین زاد بہا اللہ شرفاً قیام  
می فرمایند امام برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ در رسالہ مولد

لیکن حرمین شریفین (اللہ تعالیٰ ان کو اور شرف عطا  
فرمائے) کے علماء قیام کرتے ہیں، امام برزنجی رحمۃ اللہ

۱۷ مجموعہ فتاوی

باب التراویح

مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ

۱۸ مجموعہ فتاوی

باب المصافحہ والمعانقہ

" " "

۱۹

باب ما يتعلق بالموتی

" " "

۵۷/۳

۱۲۱/۳

۱۲۳/۳

اب تک نظر سے نہیں گزرا لیکن جو شخص بقصدِ ثواب بدون اعتقادِ سنیت پڑھے گا وہ ثواب پائیگا کیونکہ حدیث میں وارد ہے :

الصلوة خیر موضوع فمن شاء فليقل  
ومن شاء فليكثر  
نماز سب سے بہتر عمل ہے جو چاہتا ہے  
کم کرے اور جو چاہتا ہے زیادہ کرے (ت)

اقول سائل سے پوچھا تھا اصل اس کی سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہے یا نہیں اور ان میں بعض کے لئے ثبوت خاص احادیث سے نظر فقیر میں حاضر مگر کلام رد خیالات و ہابیت میں ہے وھو حاصل (اور یہی حاصل ہے - ت)

عبارت ۸ : صفحہ ۲۹۴

الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلماتِ حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعثِ ندامت و توبہ سامعان ہوئے تو امیدِ ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرونِ ثلاثہ میں نہیں ہے

عبارت ۹ : مجموعہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۷۰ :

جو شخص یہ کہتا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود والے اہل بدعت ہیں اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کی وجہ اس کا احوال اولیاء اور معنی توحید و جود و شہود سے جہالت و ناواقفیت ہے اور وہ شاعر جوان دونوں طبقات پر طعن کرتا ہے وہ قابلِ ندامت ہے واللہ اعلم۔ (ت)

کسیکے می گوید کہ وجودیہ و شہودیہ از اہل بدعت اند  
قولش قابلِ اعتبار نیست و منشاء قولش جہل و  
ناواقفیت است از احوال اولیاء از معنی توحید  
وجودی و شہودی و شاعری کہ ذم ہر دو فرقہ ساخته  
قابلِ ملامت است واللہ اعلم

ذرا تقویۃ الایمان کی بالا خوانیاں یاد کیجئے۔

عبارت ۱۰ : صفحہ ۴۲۱ :

فی الواقع شغلِ برزخ اس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت

۱۵۳/۱	مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ	کتاب الصلوٰۃ	۱
۲۴-۲۵/۲	" " "	کتاب المحظور والاباحۃ	۲
۵۸/۲	" " "	"	۳

فرمائیں ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم اس قسم کے کلام رسائل و مسائل مجیب میں بکثرت ملیں گے  
و فیما ذکرنا کفایة الله و الله سبحانه و لی الهدایة (جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ کافی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی  
ذات پاک ہے اور وہی ہدایت کا مالک ہے۔ ت)

بجہ اللہ جواب اپنے منتہی کو پہنچا اور تحقیقِ حق تا زودۃ علیا اب نہ رہا مگر سعی مانعین کا وہ پہلا رونما یعنی  
عوام کا بعد نمازِ فرائض بھی دعا سے دست کش ہونا، یہاں اگر میں نقل احادیث پر اتروں تو ایک مستقل رسالہ املا  
کروں مگر بحکم ضرورت صرف مولوی عبدالحی صاحب کا ایک فتویٰ ملخصاً نقل کرتا ہوں جس پر غیر مقلدین زمانہ کے امام اعظم  
نذیر حسین دہلوی کی بھی مہر ہے، مجموعہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۷۷۷ م :

اس بارے میں علماء کیا فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا  
میں ہاتھ اٹھانا جیسا کہ اس علاقے کے ائمہ کا طریقہ  
ہے کیسا ہے؟ فقہاء نے اسے مستحسن لکھا ہے احادیث  
میں مطلقاً دعا میں ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ بھی آیا ہے  
کیا اس سلسلہ میں کوئی حدیث ہے یا نہیں؟ بیان کر کے اجر پاد

ہو المصوب، اس بارے میں خصوصاً  
حدیث بھی وارد ہے حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحق  
بن السنی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھتے ہیں کہ  
مجھے احمد بن حسن انھیں ابواسحق یعقوب بن خالد  
بن زید الیالیسی نے انھیں عبد العزیز بن عبد الرحمن  
القرشی نے انھیں خصیف نے حضرت انس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد  
اپنے ہاتھوں کو پھیلا یا اور پھر عرض کیا: اے اللہ  
میرے معبود، سیدنا ابراہیم واسحق اور یعقوب کے  
معبود، جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے الہ! میں تجھ  
سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول کیجے میں مضطرب  
مجھے میرے دین میں محفوظ رکھے، میں مبتلا ہوں مجھے

چرمی فرمایند علمائے دین اندر یہ مسئلہ کہ رفع یدین در  
دعا بعد نماز چنانکہ معمول ائمہ اس دیا رست ہر چند  
فقہا مستحسن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین  
در دعائز وارد دریں خصوص ہم حدیثے وارد دست  
یا تے بینوا توجروا۔

هو المصوب دریں خصوص نیز  
حدیثے وارد دست حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن  
اسحق بن السنی در عمل الیوم واللیلہ می نویسند حدیثی  
احمد بن الحسن حد ثنا ابواسحق  
یعقوب بن خالد بن زید الیالیسی حد ثنا  
عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن  
خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم انه قال ما من عبد  
بسبط کفیه فی دبر کل صلوة ثم یقول  
اللهم الھی والہ ابراہیم واسحق  
و یعقوب والہ جبرئیل میکائیل واسرافیل  
اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطرب و تعصمی  
فی دینی فانی مبتلی و تنالنی

می نویسد وقد استحسن القيام عند ذکر مولد الشریف ائمة ذر وایة ودرایة قطوبی لمن کان تعظیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایة مرامہ و مرماہ انتہی۔

رسالہ مولد میں لکھتے ہیں صاحب روایة ودرایة ائمة ذکر مولد شریف کے وقت قیام مستحسن تصور کرتے ہیں مبارک ہے ان علماء کے لئے جس کا مقصد و منزل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تعظیم ہے انتہی (ت)

یعنی ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرنے کو ان اماموں نے مستحسن فرمایا ہے جو صاحب روایت و درایت تھے تو خوشی و شادمانی ہو اُسے جس کی نہایت مراد و مقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور خود مجیب لکھنوی حرمین طیبین کی مجالس متبرکہ میں اپنا حاضر و شریک ہونا بیان کرتے اور انھیں مجالس متبرکہ لکھتے ہیں حالانکہ بشہادت مجیب و مشاہدہ تو ان مجالس ملائک مائس کا قیام پر مشتمل ہونا یقینی۔ مجیب موصوف اسی جلد فتاویٰ صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں :

در مجالس مولد شریف کہ از سورہ والضحی تا آخر می خوانند البتہ بعد ختم ہر سورہ تکبیر می گویند راقم شریک مجالس متبرکہ بودہ این امر را مشاہدہ کردہ ام ہم در مکہ معظمہ و ہم در مدینہ منورہ و ہم در جدہ۔

مولد شریف کی مجالس میں سورہ والضحیٰ سے لے کر آخر تک پڑھتے ہیں ہر سورت کے اختتام پر تکبیر کہتے ہیں راقم الحروف مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں ان مجالس مبارکہ میں شریک ہوا ہے۔ (ت)

عبارت ۱۵ : طرفہ یہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں :

سوال : پارچہ چھنڈہ سالار مسعود غازی و در مصرف خود آرد یا تصدق نماید ؟

سوال : سالار مسعود غازی کے چھنڈے کا کپڑا اپنے مصرف میں لایا جا سکتا ہے یا اسے صدقہ کر دیا جائے ؟

جواب : ظاہر ادر استعمال پارچہ مذکور بصرف خود وہی کہ موجب بزه کاری باشد نیست و اولی آنست کہ بمساکین و فقرا دہدے

جواب : ظاہر اپنے استعمال میں لانے میں کوئی گناہ نہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ مساکین و فقرا پر خرچ کر دیا جائے۔ (ت)

ذرا حضرات مخالفین اس اولی آنست (بہتر یہ ہے۔ ت) کی وجہ بتائیں اور اسے اپنے اصول پر منطبق

۱۳۰/۳	مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ	باب قیام میلاد شریف	۱
۵۲/۳	" " " "	باب القراءۃ فی الصلوۃ قراءۃ فاتحہ خلف الامام	۲
۱۱۶/۳	" " " "	باب ما یحل استعمالہ و ما لا یحل	۳

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرضوان اللہ جل و علاہ کو مستوب کہا کرتے ہوں خصوصاً بحالیکہ اسمائے الہیہ توفیقی ہیں،

و اذ قد بلغنا الی ذکر التوقیف وقف القلم و  
 کان ذلك اللیلة بقیت من اوسط عشرات  
 شعبان المعظم سنة الف و ثلثمائة و  
 سبع من هجرة سید العالم صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم و الحمد لله علی ما اللهم  
 و الصلوة و السلام علی المولی الاعظم و اله  
 و صحبه سادات الامم و الله سبحانه و تعالیٰ  
 اعلم و علمه جل مجدہ اتم و احکم۔

جب ہم لفظ توقیف پر پہنچ چکے قلم رک گیا اس کا اختتام  
 ۱۳۰۷ھ میں شعبان المعظم کے وسط میں ہوا،  
 سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو رہنمائی کرتا ہے  
 صلوة و سلام مولى اعظم پر، آپ کی  
 آل اور اصحاب پر جو کہ امت کے سربراہ ہیں۔  
 واللہ سبحانه و تعالیٰ اعلم و علمه جل مجدہ  
 اتم و احکم۔

(ت)

مسئلہ ۱۴۱۴ بنارس محلہ کنڈی گڑھ تولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ از مولوی عبدالغفور صاحب  
 ۱۴۱۵  
 ۶ جمادی الآخرة ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکة جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب  
 مد اللہ فیضاً از جانب خادم الطلبة عبدالغفور سلام علیک قبول باد، کچھ مسائل میں یہاں درمیان علما کے اختلاف  
 ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکة ہے امید ہے کہ جواب سے مطلع فرمائیں

(۱) زید کہتا ہے نماز عیدین صحرا میں پڑھنی سنت ہے لیکن شہر میں بھی جائز ہے جس شخص نے نماز مذکور شہر میں پڑھی  
 نماز اس کی ضرور ادا ہوئی البتہ ترک سنت اس نے کیا اور ثواب سنت سے محروم رہا، عمر و کچھ روز تک قائل  
 تھا نماز عیدین شہر میں جائز نہیں مگر چند روز سے بذات خود یا بوجہ تعلیم کسی غیر کے کہتا ہے گو نماز مذکور شہر  
 میں جائز ہے لیکن پڑھنے والے گتھگار ہوں گے۔

(۲) زید کہتا ہے نماز عیدین مسجد پختہ چھت دار کے اندر جو صحرا میں واقع ہے پڑھنے سے ثواب صحرا میں پڑھنے  
 کا نہ ملے گا عمر و کہتا ہے گو مسجد پختہ چھت دار ہے مگر چونکہ صحرا میں واقع ہے لہذا ثواب صحرا میں پڑھنے کا  
 ملے گا، ان سب مسائل میں قول زید کا صحیح ہے یا عمر و کا؟ بیٹو اتوجروا۔

### الجواب

(۱) قول زید صحیح ہے عامہ کتب مذہب متون و شروح و فتاویٰ میں تصریح ہے کہ نماز عیدین بیرون شہر  
 مصلیٰ یعنی عید گاہ میں پڑھنی مندوب ہے، مستحب ہے، افضل ہے، مسنون ہے، فرض نہیں کہ شہر میں ادا ہی



برحمتك فاني مذنب و تنفي عني الفقر فاني  
متمسك الا كان حقا على الله عز وجل ان  
لا يرد يد يه خابئين والله تعالى اعلم۔

اپنی رحمت عطا کیجئے میں نہایت گنہگار ہوں میرے  
فقر کو دور کر دیجئے میں نہایت مسکین ہوں۔ تو  
اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو حسالی  
نہ لوٹائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

محمد عبدالحی  
ابوالحنات

الجواب صحیح ویؤیدہ ما  
رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی المصنف  
عن الاسود العامری عن ابيه قال صليت  
مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
الفجر فلما سلم انصرف ورفع يديه و  
دعا الحديث فثبت بعد الصلوة المفروضة  
رفع اليدين في الدعاء عن سيد الانبياء  
اسوة الاتقياء صلى الله تعالى عليه وسلم كما  
لا يخفى على العلماء الاذكياء۔

یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید وہ روایت  
بھی کرتی ہے جو ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں  
اسود عامری سے انھوں نے اپنے والد سے بیان  
کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے  
ساتھ نماز فجر ادا کی آپ نے سلام پھیرا، ہاتھ  
اٹھائے اور دعا کی الحدیث، لہذا نماز فرض کے بعد  
سید الانبیاء اسوة الاتقياء صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے جیسا کہ  
علماء اذکیاء پر مخفی نہیں۔ (ت)

محمد  
نذیر حسین

لطیفہ : فقیر غفرلہ المولی القدیر نے وہابیہ کے اس خیال ضلال کے رد و ابطال کو کہ جو کچھ بخصوصہ قرون ثلاثہ  
سے منقول نہیں ممنوع ہے، مجیب کی پذیرہ عبارتیں نقل کیں مگر لطف یہ ہے کہ خود ہی فتوے جس سے یہاں  
انھوں نے استناد کیا اس خیال کے ابطال کو بس ہے، مجیب کی عادت ہے کہ شروع جواب میں  
ہوالمصوب (وہی درست کرنے والا ہے۔ ت) یہی لفظ اس فتوے کی ابتداء میں بھی لکھا گیا سمعت  
نصہ (جیسا کہ اس کے الفاظ آپ پیچھے پڑ چکے۔ ت) اب حضرات مخالفین ثابت کر دکھائیں کہ حضور

لہ مجموعہ فتاویٰ کتاب الصلوة رفح یدین دردعا بعد اداء نماز پنجگنا مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ ۱/۲۴۸

غنیہ میں جامع الفقہ و نیتہ المفقی و ذخیرہ سے ہے :

شہر اور فنائے شہر میں عید دو یا زیادہ مقامات پر ادا کی جاسکتی ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کی یہی رائے ہے۔ (ت)

يجوز اقامتها في المصر وفنائہ و موضعين  
فاكثر. به قال الشافعي و احمد.

ہاں جو سنت مؤکدہ ہو اور کوئی شخص بلا ضرورت بے عذر براہ تہا و ن و بے پروائی اس کے ترک کی عادت کرے اُسے ایک قسم اثم لاحق ہوگی نہ ترک سنت بلکہ اس کی کم قدری و قلت مبالات کے باعث ،

شرح فیہ میں علامہ ابراہیم حلبی کہتے ہیں کہ تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور اگر ترک کو عادت بنا لیتا ہے تو گناہگار ہوگا مگر نفس ترک کی وجہ سے نہیں بلکہ ایسی سنت کو ہلکا سمجھنے اور اس سے لاپرواہی کی وجہ سے ہوگا جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام عمر ہمیشگی فرمائی، ہاں بغیر عادت کے بعض اوقات ترک کر دے تو گنہگار نہ ہوگا اور یہی اصول تمام سنن مؤکدہ میں جاری ہوتا ہے اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)

في شرح المنية للعلامة ابراهيم الحلبى  
لا يترك رفع اليدين عند التكبير لانه سنة  
مؤكدّة ولو اعتاد تركه ياتم لانفس الترك  
بل لانه استخفاف وعدم مبالاة بسنة  
واظب عليها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
مدة عمرة اما لو تركه بعض الاحيان من  
غير اعتداد لا ياتم وهذا مطرد في جميع  
السنن المؤكدة اهـ والله سبحانه وتعالى اعلم.

(۲) عمر و کا قول صحیح ہے اور زید کا دعویٰ بھی وجہ صحت رکھتا ہے اگر صحرا سے اُس کی مراد فضائے خالی ہو۔  
اقول وبالله التوفيق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت کہ نماز عیدین بیرون شہر جنگل میں ہو شارع علیہ الصلاة والسلام نے اُس میں حکمت اظہار شعار اسلام و شوکت و کثرت مسلمین رکھی ہے یہ بات نفس خروج و اجتماع سے حاصل اگرچہ صحرا میں کوئی عمارت بنا لیں پس قول عمر و کہ جب مسجد صحرا میں ہے تو بیرون شہر جانے جنگل میں پڑھنے کا ثواب حاصل بلاشبہ صحیح ہے۔ دوم سنت، سنت کہ تکمیل و تاکید اصل سنت کے لئے ہے یعنی فضائے خالی بے عمارت میں پڑھنا کہ اس میں زیادت اظہار شعار و شوکت ہے، مسجد عید گاہ واقع صحرا میں پڑھنے سے اگرچہ اصل اظہار شعار و صلوة فی الصحرا کا ثواب حاصل، مگر صلوة فی الفضا میں اتباع اتم پر جو ثواب ازید ملتا وہ نہ ہو جبکہ جانب تعمیر کسی مصلحت شرعیہ سے مترشح نہ ہو، اس معنی پر

لغنیة المستملی شرح نیتہ المصلی فروع خروج الی المصلی

لہ " " " " باب صفة الصلوة

ص ۵۷۲

مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

ص ۳۰۰

نہ ہو واجب نہیں کہ شہر میں پڑھنا مطلقاً گناہ ہو، نقایہ و کنز و دافی و غرر و اصلاح و ملتقی و غیرہ متون میں بلفظ ندایہ، و قایہ میں بکلمہ حدیث، ہدایہ میں بلفظ یستحب تعبیر فرمایا۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں علامہ ابن ملک سے ہے :

الا فضل اداؤها في الصحراء في سائر البلدان  
وفي مكة خلاف<sup>۱</sup>۔  
تمام شہروں میں میدان میں عید ادا کرنا افضل ہے  
لیکن مکہ میں اختلاف ہے۔ (ت)

متنی تنویر و فتح القدير و درر و ہندیہ و مضمرات و بزازیہ و غنیہ و خانیہ و خلاصہ و خزائنہ المفتین و فتاویٰ ظہیریہ و غیرہ میں ہے :

الخروج اليها سنة<sup>۲</sup> (عید گاہ کی طرف نکلنا سنت ہے۔ ت)

بحر میں ہے :

التوجه الى المصلى مندوب كما افادة في  
التجنيس وان كانت صلوة العيد واجبة حتى  
لو صلى العيد في الجامع ولم يتوجه الى  
المصلى فقد ترك السنة<sup>۳</sup>۔  
عید گاہ کی طرف جانا مندوب ہے جیسا کہ تجنیس میں ہے  
اگرچہ نماز عید واجب ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے جامع مسجد  
میں عید پڑھی اور عید گاہ کی طرف نہیں گیا تو اس نے  
سنت کو ترک کیا۔ (ت)

شرح نقایہ قہستانی میں ہے :

الخروج اليه يندب وان كان الجامع يسعهم  
فالخروج ليس بواجب<sup>۴</sup>۔  
عید گاہ کی طرف نکلنا مندوب ہے اگر جامع  
مسجد میں لوگوں کی گنجائش ہو البتہ نکلنا واجب  
نہیں۔ (ت)

ص ۴۹	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب العیدین	لہ کنز الدقائق
۲۴۵/۱	مکتبہ رشیدیہ دہلی	"	لہ شرح وقایہ
۱۵۱/۱	المکتبۃ العربیہ کراچی	"	لہ الہدایۃ
۲۹۸/۳	مکتبہ امدادیہ ملتان	باب صلوة العیدین	لہ مرقاة شرح مشکوٰۃ
۱۱۲/۱	مطبع مجتہائی دہلی	باب العیدین	لہ تنویر الابصار مع الدر المنخار
۱۵۹/۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	لہ بحر الرائق
۲۷۱/۱	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	فصل صلوة العیدین	لہ جامع الرموز

بحث فرماتے ہیں کہ مصلائے عید جمیع احکام میں مسجد ہے یا صرف بعض میں، اور اس میں بول و براز و وطی جائز ہیں یا نہیں کہ اگرچہ وہ سب احکام میں مسجد نہ سہی مگر بانی نے یہ عمارت اس لئے نہ بنائی، بحر الرائق میں ہے :

جناز گاہ اور عید گاہ میں اختلاف ہے محیط میں اسے صحیح کہا کہ جناز گاہ کا حکم بالکل مسجد والا نہیں اور عید گاہ کے بارے میں یہی صحیح ہے مگر جواز اقتدا کے حق میں مسجد والا ہے اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں، غنایہ وغیرہ میں ہے کہ لوگوں کی رعایت کی وجہ سے فتویٰ میں مختار یہ ہے کہ عید گاہ اور جناز گاہ جواز اقتدا کے حوالے سے مسجد کے حکم میں ہیں اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں اور ان کے علاوہ میں مسجد کا حکم نہیں اھ نہایہ کی عبارت سے یہی ظاہر ہے کہ عید گاہ اور جناز گاہ کے اوپر وطی اور بول و براز جائز ہے اور یہ محل نظر ہے کیونکہ بانی نے اسے اس لئے نہیں بنایا لہذا اگرچہ انھیں ہم مسجد کا حکم نہیں دیتے مگر یہ تینوں چیزیں (وطی، بول و براز) اس کے اوپر جائز نہیں اور اس کا فائدہ بقیہ احکام میں ظاہر ہوگا جو ہم ذکر کر رہے ہیں اور جنبی و حائضہ کا داخلہ بھی ہو سکتا ہے اھ (ت)

اگر عید گاہ کا محراب دس ذراع تھا اور لوگوں کی صف سو ذراع، صفیں متصل نہ ہوں تب بھی تمام کی نماز جائز ہوگی۔ (ت)

اختلفوا في مصلی الجنائز والعيد فصحيح في المحيط في مصلی الجنائز انه ليس له حكم المسجد اصلا وصحيح في مصلی العيد كذلك الا في حق جواز الاقضاء وان لم تتصل الصفوف وفي النهاية وغيرها والمختار للفتوى في المسجد الذي اتخذ لصلوة الجنائز والعيد انه مسجد في حق جواز الاقضاء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس وفيما عدا ذلك ليس له حكم المسجد اھ وظاهر ما في النهاية انه يجوز الوطؤ والبول والتخلى في مصلی الجنائز والعيد ولا يخفى ما فيه فان الباني لم يعد له لذلك فينبغي ان لا تجوز هذه الثلاثة وان حكمتا يكونه غير مسجد وانما تظهر فائدته في بقية الاحكام التي ذكرناها وفي حل دخوله للجنب والحائض اھ۔

جو اہر الاخلاطی فصل فی العیدین میں ہے ،

لو كان محراب المصلی عشرة اذرع وصفة القوم مائة ذراع ولا يتصل الصفوف جائزاً صلوة الكل ۱۱

۱۱ بحر الرائق باب یفسد الصلوة وما یکره فیها  
۱۲ جو اہر الاخلاطی فصل فی العیدین

قول زید بھی رو بصحت ہے زمانہ اکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلحت عید کف دست میدان تھا جس میں اصلاً تعمیر نہ تھی مدینہ طیبہ کے شرقی دروازے پر، کما فی المقصد التاسع من المواہب (جیسا کہ مواہب اللدنیہ کے نویں مقصد میں ہے۔ ت) مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلے پر، کما فی الزرقانی عن فتح الباری عن عمر بن شہبہ فی الاخبار المدینة عن ابن غسان الکتابی صاحب مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ زرقانی میں فتح الباری سے ہے کہ عمر بن شہبہ نے اخبار المدینہ میں ابو غسان الکتابی جو صاحب مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں سے روایت کیا ہے۔ ت) سنن ابن ماجہ و صحیح ابن خزیمہ و مستخرج اسمعیلی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یفعل والی المصلی فی یوم عید والعنزة تحمل بین یدیه فاذا بلغ المصلی نصبت بین یدیه فصلى اليها و ذلك ان المصلی کان فضاء لیس فیہ ما یسترہ لہ

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن صبح سویرے عید گاہ کی طرف نکلتے آپ کے آگے کسی کے ہاتھ میں نیزہ اٹھایا ہوتا، جب آپ عید گاہ میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا آپ اس کے سامنے ہو کر نماز پڑھاتے اور یہ عید گاہ میدان میں تھی وہاں کوئی دیوار وغیرہ نہ تھی (ت)

اب صد ہا سال سے اس کا احاطہ بن گیا، علامہ سید نور الدین سمودی قدس سرہ استظہار فرماتے ہیں کہ یہ عمارت زمانہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تعمیر ہوئی، کما فی کتابہ قدس سرہ فی تاریخ طیبۃ الطیبۃ صلی اللہ تعالیٰ علی طیب طیبہا بطیبہ والہ الطائب و باریک وسلم (جیسا کہ ان کی کتاب تاریخ طیبہ میں ہے تمام پاکوں سے پاک پر صلوة و سلام ہو، ان کی آل پاک پر ہو اور برکات و سلام ہو۔ ت) اور واقعی جب امیر المؤمنین مدوح نے مسجد اقدس حضور پر نور صلوات اللہ و سلامہ علیہ کی تجدید تعمیر فرمائی ہے جہاں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا معلوم ہوا ان سب کی بھی تعمیر جدید خواہ تجدید فرمائی کما یستفاد من عمدة القاری للعلامة الامام البدر محمود العینی عن عمر بن شہبہ عن ابی غسان عن غیر واحد من اهل العلم (جیسا کہ عمدة القاری علامہ بدر الدین محمود العینی نے عمر بن شہبہ سے انھوں نے ابو غسان سے اور انھوں نے متعدد اہل علم سے بیان کیا ہے۔ ت) علمائے کرام کہ عیدین کے لئے مصلی کو جانا مسنون و مستحب بتاتے ہیں وہی یہ بھی

لہ السنن لابن ماجہ باب ماجار فی الحربة یوم العید مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۳

اور تاج الشریعہ نے اس کی مخالفت کی ہے، اور اصح یہ ہے کہ عید گاہ مسجد والا حکم رکھتی ہے کیونکہ عید گاہ جماعت اعظم کے ساتھ اجتماعی صورت میں بطور اعلان اقامت نماز کے لئے بنائی گئی ہوتی ہے البتہ اس میں چار پاویں کا داخلہ مباح اس لئے قرار دیا گیا ہے تاکہ ان کا ضیاع نہ ہو اور عذر و ضرورت کے پیش نظر مساجد کی جگہ میں چار پاویں کا داخلہ جائز ہوتا ہے، عید گاہ میں تصحیح اقوال میں اختلاف ہے مگر جناز گاہ میں اتفاق ہے۔ (ت)

تاج الشریعہ والاصح انه ای مصلی العید یاخذ حکمها ای المساجد لانه اعدا لقامة الصلوة فیہ بالجماعة لا عظم الجموع علی وجه الاعلان الا انه ابیح ادخال الدواب فیها ضرورة الخشية علی ضیاعها وقد یجوز ادخال الدواب فی بقعة المساجد لمکان العذبة والضرورة اه فقد اختلف التصحیح فی مصلی العید واتفق فی مصلی الجنائز۔

اس قول پر زمانہ اقدس میں عمارت نہ ہونا وارد نہ ہو گا کہ مدینہ طیبہ میں روز اول سے بجز اللہ تعالیٰ اسلام ہی حاکم اسلام ہی غالب ہے عہد اطہر کے حضرات میں آداب شریعت کا جو تحفظ تھا روشن ہے، جمہور ائمہ ترجیح اگرچہ اس تصحیح کے خلاف پر ہیں تاہم قول مصحح ہے اور خلاف علماء کا لحاظ بالاجماع مستحب اگرچہ غیر مذہب میں ہو نہ کہ خود اپنے مذہب میں خلاف قوی باختلاف تصحیح، بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ اس تعمیر سے وہ جگہ صحرا سے نکل کر آبادی نہ ہو جائے گی اور اس میں نماز صحرا ہی میں نماز رہے گی اور نماز صحرا کا ثواب ہاتھ سے نہ جائے گا، تو قول عمر و واضح الصحیح ہے ہذا کله ما ظہری و انعم بالحق عند العلیم العلی (محمد پر یہی واضح ہوا ہے اور حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ علیم و بلند کے پاس ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۴۱۶ھ مستولہ مولوی رحیم بخش صاحب از آراء شاہ آباد مدرسہ فیض الغر بار ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ تا ۱۳۱۹ھ

علمائے دین ان سوالوں میں کیا فرماتے ہیں :

- (۱) نماز عید اور خطبہ کے درمیان یا خطبہ اول و دوم کے درمیان تحریک چندہ اور کسی (مسلمان حج) کی مدح و ثناء، خوشامد وغیرہ (مثلاً امام نے حج کو قاضی وقت و قاضی شرع کہا اور یہ بھی کہا کہ قاضی (حج) صاحب کے ہوتے مجھے نماز پڑھانے کا حق نہ تھا لہذا ان کی اجازت سے نماز پڑھاتا ہوں) قرآن و حدیث، اجماع مجتہد و تعامل علمائے ثقہ کسی سے ثابت ہے یا نہیں؟
- (۲) ثابت نہ ہونے کی صورت میں نماز اور خطبہ میں کسی قسم کی کراہت پیدا ہوئی یا نہیں؟

لے غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ دررغرر باب ما یفسد الصلوة وما یرکھ فیہا مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۱۱

جامع الرموز میں ہے، المصلى محوط بالفناء (عید گاہ وہ ہے جو میدان میں احاطہ بنا ہو۔ ت) صحیح بخاری شریف میں ایک باب وضع فرمایا، باب العلم بالمصلى یعنی مصلائے عید میں شناخت کے لئے کوئی علامت امام بدر محمود نے اس علامت میں عمارت مصلا کو بھی داخل فرمایا، عمدة القاری میں ہے،

ص باب العلم الذی بالمصلى ش ای هذا باب فی بیان العلم الذی ہو بمصلى العید والعلم بفتحین هو الشئ الذی عمل من بناء او وضع حجرا ونصب عمود ونحو ذلك لیعرف به المصلى

باب عید گاہ کی علامت کے بیان میں ہے ش یعنی یہ باب اس علامت کے بیان میں ہے کہ یہ جگہ عید گاہ ہے العلم عین اور لام دونوں پر زبر ہے اس سے مراد علامت ہے خواہ بنا کی صورت میں ہو یا پتھر و لکڑی وغیرہ نصب کرنے سے ہو جس سے اس کے عید گاہ ہونے کا پتا چل سکے۔ (ت)

بالجگہ تعمیر عید گاہ کا جواز ظاہر، اگر افضل فضائے خالی ہو بلکہ امام تاج الشریعہ کی تصحیح پر نظر کیجئے (کہ انہوں نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ مصلائے عید جمیع احکام میں مسجد ہے) جب تو اس کی تعمیر ضروری ہوگی خصوصاً بلا و ہندوستان میں جہاں کفار کا غلبہ ہے کہ یوں ہی رکھیں تو آدمی جانور، جنب، حائض سب اس میں چلیں گے، پیشاب کریں گے، مسجد کی بے حرمتی ہوگی۔ علامہ شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں: ذکر الصدر الشہید المختار للفتویٰ فی الموضع الذی یتخذ لصلوة الجنان و العیدانہ مسجد فی حق جواز الاقتداء و ان انفصل الصفوف رفقا بالناس و فیما عد ذلك لیس له حکم المسجد کذا ذکرہ الامام المحبوبی اذ ذکرہ الکافی و مثله فی فتح القدیر و یرد مخالفہ ما قالہ

۱ جامع الرموز فصل صلوة العیدین  
۲ صحیح بخاری کتاب العیدین  
۳ عمدة القاری شرح البخاری باب العلم بالمصلى ۱۰ ادارة الطباعة المنيرية بيروت

۲۷۱/۱

مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران

۱۳۳/۱

قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۹۸/۶

شرعی احکام اور عرفی خیالات میں بہت تفاوت ہے، شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ ہر حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکام الہیہ کے حکم کرے، اگر خلاف حکم الہی کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک عمداً اور ایک خطاً۔ عمداً کے لئے قرآن عظیم میں تین ارشاد ہوئے کہ،  
 من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفسقون  
 اولئک ہم الظالمون ۵ اولئک ہم الکفرون ۶  
 جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں، وہ ظالم ہیں، وہ کافر ہیں۔ (ت)

قرآن مجید ایسے حکم کو فسق و ظلم و کفر فرماتا ہے یعنی اگر عناداً ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے ورنہ ظالم فاسق۔ اور اگر خطاً ہو تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ خطاً بوجہ جہل ہو یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا، یہ صورت بھی حرام و فسق ہے، صحیح حدیث میں قاضی کی تین قسمیں فرمائیں:  
 قاض فی الجنة وقاضیان فی النار۔ ایک قاضی جنت میں ہے اور دو قاضی دوزخ میں، وہ کہ عالم و عادل ہو جنت میں ہے اور وہ کہ قصداً خلاف حکم کرے یا بوجہ جہل، یہ دونوں نار میں ہیں، بوجہ جہل پر ناری ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس نے ایسی بات پر اقدام کیا جس کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ جانتا تھا کہ میں عالم نہیں اور بے علم مطابقت احکام ممکن نہیں، تو مخالفت احکام پر قصداً راضی ہوا، بلکہ اس سے اگر کوئی حکم مطابق شرع بھی صادر ہو جب بھی وہ مخالفت شرع کر رہا ہے کہ اس اتفاق مطابقت کا اعتبار نہیں، لہذا حدیث میں فرمایا:

من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد  
 اخطأ۔  
 جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر ٹھیک  
 کہا تو بھی غلط کہا۔

دوسری صورت خطا کی یہ ہے کہ عالم ہے احکام شرعیہ سے آگاہ ہے قابلیت قضا رکھتا ہے احکام الہیہ کے مطابق ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہ بشریت غلط فہمی ہوئی۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں: اگر وہ مجتہد ہے اور اس کے اجتہاد نے خطا کی تو اس خطا پر اس کے لئے اجر ہے اور وہ فیصلہ جو اس نے

۱ القرآن ۲۴/۵

۲ القرآن ۲۵/۵

۳ القرآن ۲۴/۵

۴ السنن لابن داؤد

کتاب العلم

مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۵۸/۲



(۳) امامتِ جمعہ و عیدین و امامت نماز پنجگانہ کا حکم ایک ہی ہے یا فرق ہے؟  
 (۴) قاضی شرع کسے کہتے ہیں، قاضی کے شرائط کیا ہیں، حج شرعی قاضی ہے یا نہیں، اگر ہے تو ہرنج یا  
 صرف مسلمان حج، اگر صرف مسلمان حج تو کیوں؟ بینوا تو جروا

### الجواب

چندہ کی تحریک اگر کسی امر دینی کے لئے ہو تو عین خطبہ میں اس کی اجازت ہے اور خود حدیث میں ثابت ہے ایک بار خطبہ فرماتے ایک صاحب کو ملاحظہ فرمایا کہ بہت حالت فقر و مسکنت میں تھے، عانقرین سے ارشاد فرمایا: تصدقوا صدقہ دو۔ ایک صاحب نے ایک کپڑا، دوسرے صاحب نے دوسرا کپڑا دیا، پھر ارشاد فرمایا: تصدقوا صدقہ دو۔ یہ مسکین جن کو ابھی دو کپڑے ملے تھے اٹھے اور ان دو کپڑوں میں سے ایک حاضر کیا، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم کہ تصدقوا حاضرین کے لئے عام ہے اور میں بھی حاضرین میں ہوں اور اس وقت دو کپڑے رکھتا ہوں ایک حاضر کر سکتا ہوں، ان کو اس سے باز رکھا گیا تو تمہارے ہی لئے تصدق کا حکم فرمایا جاتا ہے نہ کہ تم کو، مگر ہندوستان میں تحریک چندہ اگرچہ کیسے ہی ضروری کام کے لئے ہو زبان اردو میں ہوگی اور خطبہ میں غیر عربی کا خلط مکروہ و خلاف سنت ہے، لہذا اُس وقت نہ چاہئے بلکہ بعد ختم خطبہ عید جس طرح صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ عید تمام فرما کر گر وہ نسا پر تشریف لے گئے اور ان کو تصدق کا حکم فرمایا وہ اپنے زیور اتار اتار کر حاضر کرتی تھیں اور بلال رضی اللہ تعالیٰ اپنے دامن میں لئے تھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو قاضی خلاف احکام شرعیہ حکم کرتا ہو اگرچہ مسلمان ہو اگرچہ سلطنت اسلامیہ کا قاضی ہو ہرگز اس کی مدح جائز نہیں خصوصاً منبر پر خصوصاً خطبہ جمعہ یا عیدین میں اُس کے سبب خطبہ میں تو کراہت یقینی ہے لاشتمالہا علی المحرم (کیونکہ یہ حرام پر مشتمل ہے۔ ت) اور اگر خطبہ جمعہ میں ہو تو اس کی کراہت نماز کی طرف بھی سرایت کرے گی کہ جمعہ میں خطبہ شرائط نماز سے ہے اور نماز سے قبل ہوتا ہے، ہاں عیدین میں کہ نماز ہو چکی اور خطبہ اُس کی شرط نہ اُس میں فرض نہ واجب بلکہ ایک سنت مستقلہ ہے خطبہ کی کراہت نماز کی طرف سرایت نہ کرے گی، یہ تو خطبہ ہے کہ خاص امر دین ہے اور منبر کہ خاص مسند سید المرسلین ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مطلقاً مدح فاسق کی نسبت حدیث میں ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا مدح الفاسق غضب الرب و اهتز له عرش الرحمن  
 جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب رحمن کا عرش ہل جاتا ہے۔

لے الکامل لابن عدی تحت اسم سابق بن عبد اللہ مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ بل ۱۳۰۷/۳

ضرور ہے کہ امام کی طہارت و نماز صحیح ہو، قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو، بد مذہب نہ ہو، فاسق ملعون نہ ہو، پھر جو کوئی پڑھائے گا نماز بلا خلل ہو جائے گی بخلاف نماز جمعہ و عیدین کہ ان کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطانِ اسلام ہو یا اُس کا ماذون، اور جہاں یہ نہ ہوں تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) دوسرا شخص اگرچہ کیسا ہی عالم و صالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۲ از ملک بنگالہ ضلع مہین سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارہ میں کہ جمعہ مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

## الجواب

جائز ہے مگر سنت یہ ہے کہ نماز عیدین عید گاہ میں چاہئے جبکہ کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲ از گلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو نماز عید کی خبر دی جائے اہل اسلام کو اور وہ دعویٰ کرتا ہے اسلام کا اور اس کو فرصت بہت ہے، اگر وہ قصداً نہ آئے تو اس کو کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

نماز عید شہروں میں ہر مرد آزاد، تندرست، عاقل، بالغ، قادر پر واجب ہے۔ قادر کے یہ معنی کہ نہ اندھا ہو، نہ لولا ہو، نہ لنگھا، نہ قیدی، نہ کسی ایسے مریض کا تیمار دار ہو کہ یہ اُسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض ضائع رہ جائے، نہ ایسا بوڑھا کہ چل پھر نہ سکے، نہ اُسے نماز کو جانے میں حاکم یا چور یا دشمن کی طرف سے جان یا مال یا عزت کا سچا خوف ہو، نہ اُس وقت میں یا برف یا کچھ یا سردی اس قدر شدت سے ہو کہ نماز کو جاننا سخت مشقت کا موجب ہو،

فی التنبیہ تجب صلواتہما ای العیدین علی من تجب علیہ الجمعة بشرانہا سوی الخطبة فی الجمعة الدر المختار  
تنویر میں ہے عیدین کی نماز ان پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے، خطبہ کے علاوہ شرائط بھی وہی ہیں اھ در مختار کے باب جمعہ میں ہے کہ

کیا نافذ ہے، اور اگر مقلد ہے جیسے عموماً قاضیانِ زمانہ، اور جدوجہد میں اس نے کمی نہ کی اور فہم حکم میں اُس سے غلطی واقع ہوئی اور ہے پورا عالم اور اس عہدہ جلیلہ کے قابل تو اس کی یہ خطا معاف ہے مگر وہ فیصلہ نافذ نہیں، یہ سب احکام قاضیانِ سلطنتِ اسلامیہ سابقہ کے لئے ہیں جو اسی کام کے لئے مقرر ہوئے تھے کہ مطابق احکامِ الہیہ فیصلہ کریں، بخلاف حال کہ اکثر اسلامی سلطنتوں کے جن میں خود سلاطین نے احکامِ شرعیہ کے ساتھ اپنے گھڑے ہوئے باطل قانون بھی غلط کئے ہیں اور قاضیوں کو اُن پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے اُن کی شاعت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ ورسول کے خلاف حکم کرنے ہی پر مقرر ہوئے، ان اسلامی سلطنتوں کے ایسے قاضیوں کو بھی قاضیِ شرع کہنا حلال نہیں ہو سکتا بلکہ اس کلمہ کی تہ میں جو خجاست ہے قابل اگر اُس پر آگاہ ہو اور اُس کا ارادہ کرے تو قطعاً خارج از اسلام ہو جائے کہ اُس نے باطل کا نام شرع رکھا، ولہذا ائمہ کرام نے اپنے زمانہ کے سلاطینِ اسلام کی نسبت فرمایا ہے کہ :

من قال لسلطان من ماننا عادل فقد کفر به  
ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہنا کفر ہے۔

کہ وہ خلافِ احکامِ الہیہ حکم کرتے ہیں اور خلافِ احکامِ الہیہ عدل نہیں ہو سکتا، عدل حق ہے تو اُسے عدل کہنے کے یہ معنی ہوتے کہ خلافِ احکامِ الہیہ حق ہے، تو معاذ اللہ احکامِ الہیہ ناحق ہوتے اور یہ کفر ہے، بہر حال جو قاضی خلافِ احکامِ الہیہ حکم کرتا ہو ہرگز قاضیِ شرع نہیں ہو سکتا، جب قاضیانِ سلطنتِ اسلامیہ کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنتِ غیرِ اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں، رہی رجسٹری اُس میں اگرچہ کوئی حکم نہیں مگر وہ دستاویزوں پر شہادت ہے اور انھیں رجسٹر پر چڑھانا اور اُن میں بہت دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہیں اور صحیح حدیث میں ہے :

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
اکل الربو و مؤکلہ و کاتبہ و شاہد یہ و  
قال ہم سواہ  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی  
سود کھانے والے اور سود دینے والے اور سود کا  
کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر  
اور فرمایا سب برابر ہیں۔

جمعہ وعیدین کی امامت پنجگانہ کی امامت سے بہت خاص ہے، امامت پنجگانہ میں صرف اتنا

## الجواب

تشریح نماز عید در سال اول از ہجرت ست فی  
الذکر شروع فی الاولی من الہجرت و او معروف  
نہ شد و شرع مگر برہیں نہج و وضع و حکمت و تکبیرات  
اظہار سرور دینی و امتثال قول او تعالیٰ است عز  
جلالہ و لتکملا العدا و لتکبروا اللہ علی  
ما ہدناکم ہذا فی عید الفطر و قوله عز و  
جل لتکبروا اللہ علی ما ہدناکم و بشر  
المحسنین فی عید الاضحیٰ - واللہ تعالیٰ  
اعلم۔

نماز عید ہجرت کے سال اول میں شروع ہوئی، در  
میں ہے کہ نماز عید ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی،  
اور وہ شرع میں معروف نہ ہوئی تھی، مگر اسی سبب  
و طریقہ پر۔ اور تکبیرات میں حکمت دینی سرور کا اظہار  
اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل ہے کہ تم اس مدت  
(رمضان) کو مکمل کرو اور اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر  
اللہ کی بڑائی بیان کرو، یہ عید الفطر میں ہے۔ اور اللہ  
تعالیٰ کا فرمان ہے تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت  
پر تکبیر کہو اور محسنین کو بشارت دو۔ یہ عید الاضحیٰ کے  
بارے میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۲۲ سائل مذکورہ بالا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اول نہ پڑھیں تو روز دوم مع الکرہ  
جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلاً صحیح نہیں، بینوا توجروا۔

## الجواب

نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر وارکھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کراہت کے لئے نہیں  
بلکہ اصل صحت کے لئے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھے تو روز دوم اصلاً صحیح نہیں، نہ یہ کہ مع الکرہ جائز ہو،  
عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے، مصنف خطبہ کہ شخص مجہول ہے قابل اعتماد نہیں اسے نماز عید الاضحیٰ سے  
اشتبہ گزرا کہ وہاں دو روز کی تاخیر بوجہ عذر بلا کراہت اور بلا عذر بوجہ کراہت روا ہے۔  
فی الدار المختار و تاخر بعد رکمطرا الی الزوال  
من الغد فقط و احکامها احکام الاضحیٰ  
لکن يجوز تاخيرها الی اخر ثالث ایام النحر  
در مختار میں ہے کہ عذر مثلاً بارش کی وجہ سے فقط دوسرے  
دن زوال تک مؤخر کی جاسکتی ہے اور عید الفطر کے  
احکام عید الاضحیٰ کے احکام کی طرح ہیں لیکن عید الاضحیٰ

۱۸۵/۲ لہ القرآن

۳۷/۲۲ لہ القرآن

شرط لا فتراضها إقامة بصرو صحتہ و  
الحق بالمریض المرض والشیخ الفانی  
وحریة وذكورة وبلوغ و عقل و وجود  
بصر و قدرته علی المشی و عدم حبس  
و خوف و مطر شدید و دحل و شلج و  
نحوهما ملخصاً فی ردالمحتار قوله  
المرض هذان بقی المریض ضائعاً بخروجہ  
فی الاصح، حلیة و جوهرة، قوله و عدم  
خوف ای من السلطان اولص منه، قال فی  
الامداد و یلحق به المفلس اذا خاف  
الحبس كما جاز التیسیم به، قوله و نحوهما  
ای کبود شدیداً ملتقطاً۔

اس کی فرضیت کے لئے شہر میں مقیم ہونا اور صحتمند  
ہونا شرط ہے اور مرلیض کے ساتھ مرض (مرلیض  
کا تیمار دار کہ یہ اسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مرلیض  
ضائع رہ جائے) شیخ فانی ملحق ہے، حریت، ذکورت،  
بلوغ، عقل، نظر کا ہونا، چلنے پر قدرت، نہ  
قیدی، نہ خوف، نہ شدید بارش، نہ کچھڑ، نہ  
برف وغیرہ ہوا ملخصاً، ردالمحتار میں ہے کہ  
ماتن کا قول کہ مرض یعنی مرلیض کا تیمار دار وہ کہ اسے  
چھوڑ کر گھر سے چلا جائے تو مرلیض ضائع رہ جائے،  
حلیہ و جوہرہ، اور ماتن کا قول عدم خوف، سلطان  
کا یا چور کا، منح۔ امداد میں ہے اس کے ساتھ  
مفلس بھی لاحق ہے جب اسے حبس کا خوف ہو

جیسا کہ اس کے لئے تمیم جائز ہے۔ ماتن کا قول و نحوہما یعنی دونوں کی مثل یعنی شدید سردی اھ ملتقطاً (تس)  
تو شخص شہر میں ان صفات کا جامع اور ان موانع سے خالی ہو اور وہاں اقامت نماز عید بروجہ شرعی ہو، پھر  
نہ پڑھے تو گنہ گار اور شرعاً مستحیٰ سزا و تعزیر ہوگا لامر تکابہ معصیة لاحد فیہا (کیونکہ یہی معصیت کا ارتکاب ہے  
جس میں حد نہیں ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲۲ از رام پور متصل مراد آباد محلہ ملا ظریف گھیر فرنگن محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب

۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

اس بارے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں کہ عیدین کی  
تکبیرات زائد کس سال شروع ہوئیں اور ان کی  
علت کیا ہے؟

چرمی فرماید علمائے دین دریں مسئلہ کہ تکبیرات زوائد  
عیدین بکدام سال شروع شدہ اند و علتش چیست  
بود؟

۱۱۲ / ۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب الجمعہ	۱۷ در مختار
۶۰۲ / ۱	" " "	مطلب فی شروط الجمعہ	۱۸ ردالمحتار
۶۰۳ / ۱	" " "	"	۱۹ " "

وان فاتت بغير عذر لا يصلي في اليوم الثاني فان فاتت في اليوم الثاني بعد راول بغير عذر لا يصلي بعد ذلك واما عيد الاضحى ان فاتت في اليوم الاول بعد راول بغير عذر يصلي في اليوم الثاني فان فاتت في اليوم الثاني بعد راول بغير عذر يصلي في اليوم الثالث فان فاتت في اليوم الثالث بعد راول بغير عذر لا يصلي بعد ذلك وفي الهدية عن تبين الامام الزيلعي العذر ههنا لسنف الكراهة حتى لو اخرجوها الى ثلاثة ايام من غير عذر جائزات الصلوة وقد اساءوا في الفطر للجوار حتى لو اخرجوها الى الغد من غير عذر لا يجوز انتهى ومثله في رمز الحقائق للعلامة العيني -

بالجملہ اس کا خلاف کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا۔

اللهم الا ما رأيت في جواهر الاخلاط من قوله اذا فاتت صلوة عيد الفطر في اليوم الاول بعد راول بغيره صلى في اليوم الثاني و لم يصل بعده اه فيظن ان يكون خلطا من الاخلاط فاني رأيت له غير ما مسئلة خالف فيها الكتب المعتمدة والاسفار المعتمدة او يكون من خطأ الناسخ - والله تعالى اعلم -

ادا کی جائے اور اگر عذر نہ تھا تو دوسرے دن نہیں پڑھی جاسکتی، اور اگر دوسرے دن بھی نہ پڑھی جاسکی خواہ عذر تھا یا نہیں، تو اس کے بعد نہیں پڑھی جاسکتی، باقی نماز عید الاضحیٰ اگر عذریا بغير عذر پہلے دن رہ گئی تو دوسرے دن پڑھ لی جائے، اگر دوسرے دن فوت ہو گئی عذر تھا یا نہ تھا تو تیسرے دن پڑھ لی جائے، اور اگر تیسرے دن بھی رہ گئی خواہ عذر تھا یا نہ تھا تو اس کے بعد ادا نہیں کی جاسکتی، ہندیہ میں امام زیلعی کی تبیین سے ہے کہ یہاں عذر نفی کر اہت کے لئے ہے، حتیٰ کہ اگر بغير عذر کے تین دن نماز مؤخر کر دی تو اب بھی نماز جائز البتہ تاخیر کر کے پڑا گیا اور فطر میں عذر جواز کے لئے ہے حتیٰ کہ اگر بغير عذر کے نماز دوسرے دن تک مؤخر کی تو اب اس کی ادائیگی جائز نہ ہوگی انتہی، علامہ عینی کی رمز الحقائق میں اسی طرح ہے۔

مگر یہ کہ میں نے جواہر اخلاطی میں یہ عبارت دیکھی کہ جب نماز عید الفطر پہلے دن فوت ہو خواہ عذر تھا یا نہ تھا تو دوسرے دن ادا کی جائے اور اس کے بعد نہیں پڑھی جاسکتی اھ تو گمان یہ ہے کہ اخلاطی کا خلط ہے کیونکہ میں نے متعدد مسائل میں دیکھا ہے کہ وہ کتب معتدہ اور اسفار معتبرہ کے خلاف لکھے ہیں یا یہ کاتب کی غلطی ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱/۸۸ مطبوعہ منشی زکشنور لکھنؤ باب صلوة العیدین لے فتاویٰ قاضی خاں  
۱/۱۵۳ نوری کتب خانہ پشاور " لے فتاویٰ ہندیہ

کو بلا عذر یا مَنحر کے تیسرے دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے، ہاں کراہت ہے اور عذر ہوگا تو کراہت نہیں ہوگی، یہاں عذر کا ہونا نفی کراہت کے لئے ہے اور عید الفطر میں صحت کے لئے ہے اھ تلخیصاً نور الایضاح اور اس کی شرح مرقی الفلاح میں علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے عید الفطر کو دوسرے دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے، عذر کی قید جواز کے لئے ہے نفی کراہت کے لئے نہیں، توجب عذر نہ ہو تو دوسرے دن نماز صحیح نہ ہوگی اھ ملتقطاً، مجمع الانہر میں فاضل شیخی زادہ کہتے ہیں کہ اضحیٰ میں عذر نفی کراہت اور فطر میں جواز کے لئے ہے، شرح نقایہ للشمس قہستانی میں ہے کہ اگر نماز عید بغیر عذر کے چھوڑ دی تو وہ ساقط ہو جائے گی، خزائنہ میں بھی اسی طرح ہے اھ شرح بند کبیر للعلامہ حلبی میں ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز دوسرے اور تیسرے دن بھی جائز ہے خواہ عذر کی وجہ سے مؤخر ہوتی یا بلا عذر، لیکن نماز عید الفطر اگر پہلے دن کسی عذر کی وجہ سے ادا نہ کی جاسکی تو فقط دوسرے دن پڑھی جاسکتی ہے اھ فتاویٰ خانہ میں ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر پہلے دن رہ گئی تو دوسرے دن

بلا عذر مع الکراہة و بہ ای بالعذر بدونها فالعذر هنا نفی الکراہة و فی الفطر للصحة اھ ملخصاً و فی نور الایضاح و شرح مرقی الفلاح کلاهما للعلامة الشرنبلالی تؤخر صلوة عید الفطر بعد الی الغد فقط و قید العذر للجواز لانی الکراہة فاذا لم یکن عذر لا تصح فی الغد اھ ملتقطاً و فی مجمع الانہر للفاضل شیخی زادة العذر فی الاضحیٰ لنفی الکراہة و فی الفطر للجواز و فی شرح النقایة للشمس القہستانی لو ترکت بغیر عذر سقطت کما فی الخزانة اھ نفی شرح المنیة الکبیر للعلامة الحلبي صلوة عید الاضحیٰ تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعد او بدونه اما صلوة الفطر فلا تجوز الا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول اھ و فی الفتاویٰ الغانیة ان فاتت صلوة الفطر فی الیوم الاول بعد ان یصلی فی الیوم الثانی

۱۱۶/۱	مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی	باب العیدین	لہ در مختار
۳۹۳	مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب احکام العیدین	۲ مرقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی
۱۷۵/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب صلوة العیدین	۳ مجمع الانہر شرح ملتقی الابر
۱۷۵/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	فصل فی العیدین	۴ جامع الرموز
۵۷۱	سہیل اکیڈمی لاہور	باب العیدین	۵ غنیۃ المستملی شرح نیتہ المصلی

اور باقی چھ ماہ بیل بکریاں اسی جگہ میں چرتی ہیں اور وہ جگہ خراجی ہے وقتی نہیں، تو اس جگہ کو شرع میں عید گاہ کہتے ہیں یا نہیں اور اس میں نماز عید کی درست ہے یا نہیں؟  
 (۲) عید کے دن بعد نماز عید کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر مصافحہ کریں تو حرام ہے یا نہیں؟ اور معانقہ کرنا بھی درست ہے یا نہیں؟

### الجواب

(۱) اگر وہ زمین کسی شخص کی ملک ہے اور اُس نے نماز عید کے لئے وقف نہ کی تو وہ عید گاہ نہ ہوگی،

کیونکہ عید گاہ عرفاً زمین کا وہ ٹکڑا ہے جسے بادشاہ اسلام یا مسلمانوں کی ایک جماعت نے نماز عید کے لئے چھوڑا ہو یا وہ مالک کی طرف سے نماز عید کے لئے وقف ہو۔ (ت)

فان مصلی العید عن فاهو عادی الامرض  
 المقر من جهة سلطان الاسلام او  
 جماعة مسلمی البلد لصلوة العید او  
 للمملوك الموقوف لها من جهة المالك -

ہاں باجائز مالک اُس میں نماز درست ہے،  
 فانه ليس المسجد ولا الوقف من جهة  
 شرائط صحة صلوة اصلا صلوة العید  
 كانت او الجمعة او غیر ذلك كما نصوا علیہ  
 فی کتب المذہب - والله تعالی اعلم۔

کیونکہ نہ مسجد اور نہ صحت صلوة کے لئے شرائط وقف کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے خواہ وہ نماز عید ہو یا جمعہ یا اس کے علاوہ کوئی نماز ہو جیسا کہ کتب میں فقہاء نے تصریح کی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ

اعلم۔

(۲) بعد نماز عید مصافحہ و معانقہ دونوں درست ہیں جبکہ کسی منکر شرعی پر مشتمل یا اس کی طرف منجر نہ ہوں جیسے خوبصورت امر یا اجنبی محلِ فتنہ سے معانقہ بلکہ مصافحہ بھی کہ بحالت خوف فتنہ اُس کی طرف نظر بھی مکروہ ہے نہ کہ مصافحہ نہ کہ معانقہ۔

جیسا کہ درمختار جیسی معتبر کتب میں ہے اور اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "وشاح الجید فی معانقہ العید" میں خوب ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

كما فی الدر المختار وغیره من معتمدات  
 الاسفار وتفصیل المسائل موکول الی رسالتنا  
 وشاح الجید فی تحلیل معانقہ العید۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر بلال شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن



مسئلہ ۱۲۲۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ میں ایک دن ایک ہی خطبہ ہے دو امام نے دو جماعت نماز پڑھائی ان میں سے پہلے امام نے مع خطبہ کے نماز پڑھائی اور ثانی امام نے بدون خطبہ کے نماز ادا کی اب ان دونوں جماعتوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دونوں کی جائز ہوئی یا ایک کی، اور اگر ایک جائز ہوئی تو پہلے کی یا ثانی کی، اور اگر ناجائز ہے تو دونوں کی ناجائز ہے یا ایک کی؟ اگر ایک ہے تو پہلے کی یا ثانی کی؟ بینوا بحوالہ الكتاب وتوجروا یوم الحساب (کتاب کے حوالے کے ساتھ بیان کرو اور حساب کے دن اجر پاؤ۔ ت)

### الجواب

اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں جائز ہو گئیں اگرچہ امام دوم نے ترک سنت کیا کہ عیدین میں خطبہ سنت ہے فرض و شرط نہیں تو اس کا ترک موجب ناجوازی نہ ہوگا البتہ موجب اسارت و کراہت ہے،

در مختار میں ہے کہ عیدین کی نماز ان لوگوں پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے اور خطبہ کے علاوہ تمام شرائط بھی جمعہ والی ہی ہیں کیونکہ عید کے بعد خطبہ سنت ہے ردالمحتار میں ہے کہ بجز میں ہے حتیٰ کہ اگر بالکل خطبہ دیا ہی نہیں تو نماز صحیح ہوگی لیکن ترک سنت کی وجہ سے بُرا کیا۔ تنویر میں ہے کہ شہر میں بالاتفاق متعدد مقامات پر عید ادا کی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

فی الدر المختار تجب صلواتہما علی من تجب علیہ الجمعة بشرائطها المتقدمة سوی الخطبة فانها سنة بعدھا فی رد المحتار قال فی البحر حتی لو لم یخطب اصلا صح و اساء لترك السنۃ فی التنویر توودی بمصر بمواضع اتفقا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲۵ از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بدیعار بازار موضع قاضیہ گاؤں ۱۲۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں:

(۱) جس جگہ میں عید کی نماز کے واسطے احتیاط نہیں بلکہ پنج یا چھ ماہ تک پانی کے نیچے ڈوبا ہوا رہتا ہے

۱۱۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	باب العیدین	۱۱ در مختار
۶۱۱/۱	مصطفیٰ البابی مصر	"	۱۲ ردالمحتار
۱۱۳/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	"	۱۳ تنویر الابصار

اور عبارت تنویر الابصار مورث تنویر الابصار امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتداءً اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہ ہم و ہم راہ نہ پائے،  
 حیث یقول ولا یصلیہا وحده ان فاتت مع الامام<sup>ؑ</sup>  
 یہاں انہوں نے کہا تنہا نماز نہ پڑھے جب امام کے ساتھ فوت ہوگئی (ت)

یونہی امام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے متن و شرح وافی و کافی میں ارشاد ازالہ اوہام ابقاظ افہام کے لئے کافی و وافی،  
 لم تقض ان فاتت مع الامام ای صلی الامام العید و فاتت من شخص فانہا لا تقضی لانہا ما عرفت قرۃ الابدعہ علیہ الصلوٰۃ و السلام و ما فعلہا الا بالجماعۃ فلا تؤدی الا بتک الصفۃ<sup>ؑ</sup> ملخصاً  
 نہ قضا کی جائے اگر امام کے ساتھ رہ گئی ہو یعنی امام نے نماز عید پڑھا دی اور ایک شخص کی فوت ہوگئی تو وہ اسے قضا نہ کرے کیونکہ یہ نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول کے مطابق ہی مشروع ہے اور آپ نے اسے جماعت ہی سے ادا فرمایا لہذا اب اس صفت کے علاوہ اسے ادا نہیں کیا جاسکتا (ملخصاً) (ت)

علامہ بدر الدین محمود عینی رمز الحقائق میں فرماتے ہیں:

صلاھا الامام مع الجماعة ولم یصلھا  
 ہولا یقضیھا لافی الوقت ولا بعدہ لانہا  
 شریعت بشرائط لاتم بالمنفرد<sup>ؑ</sup>

امام نے جماعت کروادی لیکن اس شخص نے نہیں پڑھی تو اب وہ قضا نہ کرے نہ وقت کے اندر نہ بعد میں کیونکہ یہ کچھ شرائط کے ساتھ مشروع تھی اور وہ اکیلا ہونے کی صورت میں پوری نہیں ہوتیں (ت)

مستخلص میں زیر قول کنز لم تقض ان فاتت مع الامام (قضا نہ کی جائے اگر امام کے ساتھ رہ گئی ہو۔)

لکھتے ہیں:

معنا لولم یصل من جل مع الامام لم یقضیھا  
 منفرداً<sup>ؑ</sup>

معنی اس کا یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے امام کے ساتھ نماز عید نہیں پڑھی تو وہ اب تنہا قضا نہ کرے (ت)

مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی

باب العیدین

۱۔ در مختار

۲۔ کافی شرح وافی

۳۔ رمز الحقائق باب فی احکام صلوٰۃ العیدین

۴۔ مستخلص الحقائق " " " " " "

۱/۱۱۶

۱/۵۸

۱/۲۹۹

مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

کانشی رام پرنٹنگ پریس، لاہور

اداکریں یا اب انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی، اور قہستانی میں ہے؛  
 اذا صلى الامام صلواته مع بعض القوم  
 لا يقضى من فاتت تلك الصلوة عنه  
 لا في اليوم الاول ولا من الغد انتهي  
 بينوا توجروا۔

جب امام نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھا دی تو جن کی  
 نماز فوت ہو گئی وہ اسے قضا نہیں کر سکتے، نہ پہلے  
 دن اور نہ دوسرے دن، انتہی (ت)  
 بینوا توجروا

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور صواب کی توفیق عطا فرما۔ ت) صورت  
 مستفسرہ میں جماعت باقی ماندہ بیشک دوسرے دن ادا کرے کہ عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی  
 تاخیر جائز ہے اور بارش عذر شرعاً مسموع،  
 في الدر المختار وتوخر بعد ركع طر الح  
 الزوال من الغد فقط انتهي

در مختار میں ہے عذر کی وجہ سے نماز فطر فقط دوسرے  
 دن تک مؤخر کی جائے گی جیسے بارش۔ انتہی (ت)

اور صلوة عید میں جواز تعدد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اس میں خلاف ہے اور راجح جواز،  
 في الدر المختار تؤدى بصرو واحد بسواضع  
 كثيرة اتفاقاً  
 تو ادا کے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے کلام قہستانی وغیرہ اس صورت  
 میں ہے جب عامۃ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار  
 پڑھنے سے باز رہے گا، ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل،  
 قال من فاتته صلوة العيد مع الامام لم يقضها  
 لان الصلوة بهذه الصفة لو تعرف قرابة الا  
 بشرائط لاتتم بالمنفرد اھ

فرمایا جس کی نماز عید امام کے ساتھ فوت ہو گئی وہ اسے  
 قضا نہیں کر سکتا کیونکہ اس طرح کی نماز شرائط کے ساتھ  
 مشروع ہے اور وہ شرائط تنہا ہونے کی صورت میں پوری نہیں ہوتی (ت)

۲۷۴/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	فصل فی صلوة العیدین	۱ جامع الرموز
۱۱۶/۱	مطبع مجبائی دہلی	باب العیدین	۲ در مختار
"	"	"	۳ "
۱۵۴/۱	المکتبۃ العربیۃ کراچی	"	۴ الہدایۃ

بیان کئے اور قاطع شغب یہ ہے کہ درمختار میں در صورت فوت مع الامام تصریح کی :

لو أمكنه الذهاب إلى الإمام الآخر فعل لانها  
تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقاً  
اگر دوسرے امام کی طرف جانا ممکن ہو تو چلا جائے  
کیونکہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد جگہوں پر نماز  
عید ادا کی جاسکتی ہے (ت)

حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے :

لو قدر بعد الفوات مع الامام علی ادراکها  
مع غیره فعل للاتفاق علی جواز تعددھا  
اگر ایک امام کے ساتھ فوت ہونے کے بعد دوسرے  
امام کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے تو نمازی وہاں  
چلا جائے کیونکہ متعدد مقامات پر عید کے جواز پر اتفاق ہے

دیکھو نص فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھے تو دوسرے امام کے پیچھے پڑھے اور حالِ عذر میں روز  
اول و دوم یکساں آج پڑھے گا تو کل کون مانع ، مگر یہ ضرور ہے کہ جو امام عیدین و جمعہ کے لئے مقرر ہوا اسے بھی فوت  
ہوئی ہو کہ امامت کے لئے امام معین مل سکے اور اگر مقرر کردہ امام سب پڑھے چکے اور بعض لوگ رہ گئے تو یہ بیشک  
نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

۱۳۲۸ھ از سبلی بھیت مدرستہ الحدیث جناب مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ  
تا ۱۳۳۱ھ  
۸ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں :

(۱) اگر حاکم وقت نے عام طور پر اجازت دے دی کہ تم لوگ فلاں زمین پر اپنی عید گاہ بنا لو یا بلا اجازت  
عید گاہ بنانے کے فقط دو گنا نہ ادا کرنے کی اجازت دی تو ان دونوں صورتوں میں نماز کا ثواب اسی قدر  
ملے گا جس قدر مسلمان کی وقت کردہ عید گاہ میں ملتا ہے یا اس سے کم ؟

(۲) اور صورتِ اولیٰ میں اگر مسلمانوں نے عید گاہ بنالی تو وہ وقف سمجھی جائے گی اور احکام عید گاہ اس کے لئے  
ثابت ہوں گے یا وہ زمین ملک حاکم پر باقی ہے اور وقف کے احکام جاری نہ ہوں گے ؟

(۳) اگر بے اجازت گورنمنٹ گورنمنٹی زمین پر نماز عید پڑھی گئی تو نماز بلا کراہت ہوگئی یا نہیں ؟

(۴) مصلیٰ اعنی عید گاہ کے مفہوم میں اس کا محاط ہونا داخل ہے جیسے کہ جامع الرموز کی عبارت سے واضح

لے درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی ۱۱۶/۱  
لے مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب احکام العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۹۲

یا تو یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کر چکا اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں اقامت کون کرے،  
فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اس طرف ناظر  
اذ قال من فاتته الصلوة فلم یدر کھامع  
الامام لا یقضیہا لانہا لم تعرف قریبة  
الابشرائط لاتم بدون الامام ای السلطان  
او مامورہ۔

اس لئے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :  
ای وقد صلاھا الامام او مامورہ فات کان  
مامورا باقامتہا لہ ان یقیمہا ھ  
یعنی امام یا اس کے نائب نے نماز پڑھا دی پس اگر  
وہ امامت عید کے لئے مامور تھا تو وہ اسے پڑھا  
سکتا ہے (ت)

اقول وقد یشیر الیہ تعریف الامام فی  
عبارة التقایة المذکورۃ وغیرھا کما لا یخفی  
علی العارف باسالیب الکلام۔

بہر طور عبارت جامع الرموز سے بدیں وجہ کہ نماز ایک بار ہو چکی باقی ماندہ لوگوں کے لئے ممانعت تصور کرنا محض  
خطا قول بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا مانحن فیہ میں جواز پر دال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن  
کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کر چکے تو اُس روز بھی نہ پانے والے کو منع کرتے ہیں حیث قال  
لا فی الیوم الاول ولا من الغد (نہ پہلے اور دوسرے دن - ت) اور اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت  
عیدین میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد و تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت مفرج نقایہ کے یہ معنی ہوئے  
کہ جب ایک جماعت پڑھے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس  
امر میں اُس کے مذہب پر جو تعدد جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ ہو جاتا یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہو گئی  
باقی سب کی تا جائز کما فی الدر المختار علی المرجوح فی الجمعة لمن سبق تحریمتہ (جیسا کہ در مختار  
میں مرجوح قول کے مطابق ہے کہ جمعہ ان لوگوں کا ہے جن کی تحریمہ پہلے ہو۔ ت) تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے

۱۔ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی باب احکام العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۹۲  
۲۔ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح

فی القہستانی فلہ علی العادۃ الحادثۃ بناء  
قصد بہ التعریف لا اشتراط بناء - واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

میں چٹیل میدان میں بغیر کسی عمارت کے ہوتی تھی،  
اور قہستانی میں جو کچھ ہے وہ عادت معروفہ پر مبنی  
ہے یہ نہیں کہ بناء کو بطور شرط بیان کیا گیا ہے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم۔ دست

مسئلہ ۱۴۳۲ قاضی عبد الحمید صاحب از قصبہ کیکڑی ضلع اجمیر شریف ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد عید گاہ میں جبکہ مسلمانوں  
میں رنج ہو اور مذہب غیر ہو تو اس صورت میں نماز عیدین کی دونوں گروہ اپنے اپنے امام کے ساتھ علیحدہ علیحدہ  
نماز و خطبہ ایک مسجد میں ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب دو پروردگار اجر دے گا۔

### الجواب

نماز عید مثل نماز جمعہ ہے نماز پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت کر سکتا ہے، عیدین اور  
جمعہ کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون، اور نہ ہو تو بضرورت  
جسے عام مسلمانوں نے امامت جمعہ و عیدین کے لئے مقرر کیا ہو، ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لئے دو  
شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جو ان میں مقرر نہیں ہے اسکی اور اُس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی اور یہاں اختلاف  
مذہب حنفیت و شافعییت عذر نہیں ہو سکتا، ہاں اگر ایسا اختلاف مذہب ہے کہ ان میں ایک گروہ سنی اور  
دوسرا وہابی یا غیر مقلد، تو اس صورت میں اُس امام اور اُس کے معتقدوں کی نماز باطل محض ہے، اور سنیوں  
پر لازم ہے کہ اپنا امام اپنے میں سے مقرر کریں انھیں کی نماز نماز ہوگی و بس۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳۳ از شہر محلہ بازار صندل خاں مرسلہ ہدایت اللہ صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

زید عید کی نماز سے پہلے درزی کا کام کرتا رہا، بکرنے کہا کہ زید نے نماز سے پہلے جتنی مزدوری کی وہ  
حرام ہے اس لئے کہ اُس نے جتنا کام قبل نماز کیا وہ ناجائز تھا، آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

### الجواب

بکر محض غلط کہتا ہے جبکہ زید نے ادائے نماز میں قصور نہ کیا تو نہ قبل نماز کام کرنا حرام تھا نہ بعد نماز  
نہ اُس اجرت میں کوئی حرج ہے، ہاں اگر کام کے سبب نماز نہ پڑھتا تو وہ کام حرام ہوتا اجرت پھر بھی  
حرام نہ تھی، یہ تو حلت و حرمت کا حکم ہے البتہ مستحب ہے کہ ضرورت نہ ہو تو عید کے دن نماز سے پہلے  
متعلقات عید کے سوا کوئی دنیوی کام نہ کرے کہ خوشی کا دن ہے نہ کہ محنت کا، اُس دن کا اور دنوں سے امتیاز  
چاہئے، اسی واسطے ہر گروہ میں اپنی اپنی عیدوں کے دن تعطیل کا معمول ہے پھر بھی یہ کوئی واجب نہیں اور

ہے یا نہیں بلکہ جس جگہ نماز ہو محاط ہو یا نہ ہو وہ عید گاہ ہے۔ بینوا توجروا

## الجواب

(۱) ہاں اتنا ہی ثواب ہے، زمین وقف کردہ میں پڑھنا نہ عیدین کے سنن سے ہے نہ مستحبات سے، سنت اس قدر ہے کہ صحرا میں ہو،

وقد كان المصلي في زمانه صلى الله تعالى عليه وسلم وزمن الخلفاء الس اشديين رضی اللہ تعالیٰ عنہم من عادى الارض بغير وقف ولا بناء۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں عید گاہ افتادہ زمین تھی، نہ وقف تھی اور نہ تعمیر شدہ تھی۔ (ت)

(۲) صحراؤں جنگلوں کی افتادہ زمینیں بادشاہ کی ملک نہیں ہوتیں وہ اصل ملک خدا و رسول پر ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حدیث میں ہے:

عادی الارض لله ورسوله رواه البيهقي في الشعب عن طاؤس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقفا۔

افتادہ زمینیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیں۔ اسے بہیقی نے شعب الایمان میں طاؤس سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ موقوفاً روایت ہے (ت)

حاکم وقت نے جب اجازت دے دی اور استرداد کا خوف نہ رہا اور مسلمانوں نے وقف کر دی وقف صحیح لازم ہوگی احکام مصلی اس پر جاری ہوں گے۔

(۳) نماز بلا کراہت صحیح ہے،

لما صران الارض لله ورسوله جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جیسا کہ گزرا کہ زمین اللہ جل و علا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ (ت)

(۴) محاط ہونا مفہوم مصلی میں داخل نہیں،

لما قد منا ان الصلوة في زمانه و من الخلفاء كانت في ارض بيضاء بدون بناء و ما

پیچھے ہم نے بیان کیا کہ نماز عید سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفاء کے دور

مسئلہ ۱۲۳۶ از سہٹ ۲۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند محلے کے لوگ مسجد میں جمعہ وعید کی نماز پڑھتے ہیں اور ہر شخص از روئے تغافل و تکاسل وقت معین میں حاضر نہیں ہوتے لہذا بعض لوگوں کی نماز فوت ہوتی ہے اس لئے جھگڑا فساد لڑائی برپا کرتے ہیں اب سب محلہ والے مل کر ایک صاحب علم سے مشورہ کیا اُس نے یہ امر کیا کہ تین بنگولہ جلانا مناسب ہے، یکے بعد دیگرے اگر تیسرے بنگولے کے متصل کوئی حاضر نہ ہو تو جھگڑا لڑائی نہیں، سب لوگوں نے اس بات پر متفق ہو کر یہ عمل شروع کیا کہ عید کے دن تین بنگولے جلاتے ہیں اور کہتا ہے کہ یہ واسطے اعلام اور اعلان مصلیوں کے کرتے ہیں، اب یہ بات جب دوسرے کسی صاحب علم نے سنا تو کہا یہ آتش بازی فعل بدعت سیدہ محرّمہ ہنود کا کام ہے وہ لوگ اپنے عیدوں تہواروں میں کیا کرتے ہیں ہرگز جائز نہیں۔

### الجواب

فی الواقع یہ بدعت سیدہ ہے اور مشابہت کفار ہے، اس سے بچنا واجب، حدیث اذان میں اس کا فیصلہ ہو چکا، نار و ناقوس وغیرہ سب رد کر دئے گئے اور اذان مقرر فرمائی گئی جس سے اعلائے کلمۃ اللہ ہے، اور عیدین کے لئے تو اذان کا بھی حکم نہیں، احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدین میں نہ اذان دلوائی نہ اقامت کہلوائی صرف الصلوٰۃ جامعۃ دو بار پکارا جاتا ہے۔ اسی پر اختصار کریں اور اس سے زائد ہرگز کچھ نہ ہو تغافل والوں کا وبال اُن پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳۷ از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئلہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ میں مسجد کے بستر وغیرہ لے جانا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

عید گاہ میں مسجد کا مال لے جانا ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۸ از تاراکاندی مدرسہ اسلامیہ پوسٹ پاکند یہ ضلع میمن سنگھ مسئلہ محمد عبدالحافظ صاحب مدرس اول تاراکاندی ۲۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدین کی نماز کے بعد قبل از خطبہ یا بعد از خطبہ دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حنفی کتب سے متعدد حوالہ جات سے بیان فرمائیں مولوی اشرف علی کی کتاب بہشتی گوہر میں لکھا ہے

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ ذیل کہ بعد نماز عیدین قبل الخطبہ یا بعد الخطبہ دعا خواستن جائز است یا نہ، بر تقدیر اول دلیلش چہ بکوالہ کتب حنفیہ باظہار دلائل متعدد بیان فرماید در بہشتی گوہر مصنفہ مولوی اشرف علی مرقوم است



ضرورت ہو جب تو کوئی گنجائش کلام ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ نماز عید میں امام نے تکبیر تحریمیہ کے بعد سورہ فاتحہ شروع کی الحمد للہ رب العالمین کہنے کے بعد مقتدی کے یاد دلانے پر تکبیر ثلاثہ کہیں اور بعد تکبیرات دوبارہ قرأت شروع کی، اس شکل میں نماز ہوئی یا نہیں؟

### الجواب

پہلی صورت میں نماز نہ ہوئی دوسری میں ہوگئی، ایسا شخص احق بالامامہ نہیں ہو سکتا، واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۲۴ از پٹی بھیت محلہ شیر مرسلہ حاجی حامد حسین صاحب و عزیز الدین صاحب  
۳ شوال، ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، زید نے ایک مسجد میں جو شہر میں واقع ہے مقتدی بن کر نماز عید الفطر پڑھی، بعد اس کے زید عید گاہ کو گیا اور وہاں بکر امام تھا، اُس سے نماز پڑھانے وقت اخیر رکعت میں تکبیریں چھوٹ گئی تھیں جس سے نماز فاسد ہوگئی تب زید نے دوبارہ امام بن کر نماز عید الفطر پڑھائی حالانکہ وہ نماز مقتدی کی حالت میں پڑھ کر گیا تھا، ایسی حالت میں زید کو نماز پڑھانا چاہئے تھا یا نہیں؟ آیا زید کی نماز جو اس نے پیشتر مقتدی ہو کر پڑھی تھی صحیح ہے یا امام کی حالت میں ہے؟ اور دیگر مقتدیان کی نماز جنہوں نے زید کے پیچھے کہ جس نے دوبارہ حالت امام میں نماز پڑھائی ان کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

### الجواب

زید کو امامت ہرگز جائز نہ تھی، جن لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی، ان میں جو ناواقف تھے ان کی نماز جانے کا وبال بھی زید کے سر رہا، درمختار میں ہے:

لا یصح اقتداء مفتوض بمتنفل ولا نادر بمتنفل  
فرض پڑھنے والے کی نفل پڑھنے والے کی اقتدار درست نہیں اور نہ نذر پوری کر نیوالے کی نفل کی اقتدار

ردالمحتار میں ہے:

لان النذر واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف  
کیونکہ نذر واجب ہے لہذا قوی کی ضعیف پر بنا لازم آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

## الجواب

(۱) تار کی توخیر معتبر ہی نہیں اگر شہادت شرعیہ ایسے وقت گزری کہ وقت تنگ ہے شہر میں اطلاع اور لوگوں کا اجتماع متعذر ہے تو دوسرے دن پڑھیں لانہا توخیر بعد از الی الغد کما نصوا علیہ (کیونکہ عذر کی وجہ سے نماز عید کو دوسرے دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اس پر نص ہے۔ ت) اور اگر شہر کے لئے وقت کافی ہے مگر دروازے کے دیہات کو خیر جانا اور ان لوگوں کا آنا نہیں ہو سکتا تو واجب ہے کہ عید آج کر لیں، دیہاتوں کے لحاظ سے کل کے لئے تاخیر جائز نہیں کہ نماز عید الفطر کی تاخیر بلا عذر گناہ و ممنوع ہے اور دیہاتوں کا نہ آسکنا کوئی عذر ہی نہیں، درمختار میں ہے :

توخر بعد رکمطر الی الزوال من الغد فقط و الاضحی یجوز تاخیرھا الی آخر ایام الفطر بلا عذر مع الکراہة وبالعذر بد و نہا فالعذر هنا لنفی الکراہة و فی الفطر للصحة۔  
عذر کی وجہ سے فقط دوسرے دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے مثلاً بارش، اور نماز عید الاضحیٰ کو بغیر عذر کے ایام نحر کے آخری دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے البتہ کراہت ہوگی، اور اگر عذر ہو تو کراہت بھی نہیں، تو یہاں عذر نفی کراہت کے لئے ہے اور فطر میں عذر صحت کے لئے ہے۔ (ت)  
ردالمحتار میں ہے :

قوله بعد رکمطر دخل فيه ما اذا لم يخرج الامام وما اذا غم الهلال فشهدوا به بعد الزوال او قبله بحيث لا يمكن جمع الناس اليه  
ما تن کا قول کہ عذر ہو مثلاً بارش، تو اس میں وہ صورت بھی شامل ہے جب امام نہ آیا ہو اور وہ صورت بھی جب چاند مخفی رہا، اور اس کے نظر آنے پر زوال کے بعد گواہی ملی یا اتنی پہلے کہ لوگوں کا جمع ہونا ممکن نہ تھا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

تجب صلواتہما (ای العیدین) علی من تجب علیہ الجمعة۔  
عیدین کی نماز انھیں لوگوں پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے۔ (ت)

۱۱۶/۱	مطبوعہ مطبع مجتباتی دہلی	باب العیدین	۱۔ درمختار
۶۱۸/۱	مصطفیٰ البابی مصر	”	۲۔ ردالمحتار
۱۱۴/۱	مطبوعہ مجتباتی دہلی	”	۳۔ درمختار

کہ باتباع سنت دعا مانگنے سے دعا نہ مانگنا بہتر ہے۔  
کہ اس صورت میں سنت کی پیروی کرتے ہوئے دعا  
نہ مانگنا بہتر ہے۔

## الجواب

بہشتی گوہر و بہشتی زیور ہر دو تصنیف ہیچو کے سنت  
کہ ہمہ علمائے کرام حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و  
تعظیماً بالاتفاق تحریر فرمودہ اند کہ او مرتدست و  
آنکہ ہر کہ بر اقوال ملعونہ او مطلع شدہ در کفر او شک  
آرد خود کافر است و این کتابا بر بسیاری از مسائل  
فاسدہ و اغلاط کاسدہ مشتملست دیدن آنها حرام  
و موجب ضلالت عوام و دعا بعد نماز عید باتباع  
سنت عامہ و آثار خاصہ جائز و مستحب است  
و التفصیل فی سالتنا سرور العید فی حل  
الدعاء بعد صلوة العید - واللہ تعالیٰ  
اعلم۔

بہشتی گوہر اور بہشتی زیور دونوں کتابیں اس شخص کی  
ہیں جس کے بارے میں علمائے حرمین (حرمین کو اللہ  
تعالیٰ زیادہ شرف و تعظیم عطا فرمائے) نے تحریر فرمایا ہے  
کہ وہ شخص (اپنے کفریہ الفاظ کی وجہ سے) مرتد ہے،  
اور جو شخص اس کے کفریات پر مطلع ہو کر اس کے کافر  
ہونے میں شک کرے وہ کافر ہوگا۔ یہ بہت سے  
غلط اور فاسد مسائل پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا حرام  
ہے اور عوام کی گمراہی کا سبب ہے جبکہ عید کی نماز  
کے بعد سنت معروفہ اور آثار مخصوصہ کی اتباع میں جائز  
اور مستحب ہے، اور اس کی تفصیل ہمارے رسالہ  
”سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوة العید“ میں ہے،  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴۳۹ھ از تہن سوکیا ڈاک خانہ خاص ضلع ڈبر وگرھ ملک آسام مسؤلہ عبداللطیف  
۱۴۴۰ھ

۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں :
- (۱) اگر تار کی خبر پر افطار کرنا جائز ہو تو عید کی نماز پلنے کے سبب دور دراز کے آدمی کی خبر گیری کے لئے ایسے  
موقع پر ایک روز کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟
  - (۲) اور مسلم جماعت کے سردار پر پہنچا گار نے کہا آج تار کی خبر سے افطار تو کر لیں گے اگر شرعاً جائز ہو، لیکن  
ایسے تنگ وقت پڑھنے سے دور دراز کے آدمی سب نماز سے محروم رہیں گے لہذا بہتر ہے کہ دوسرے  
روز نماز پڑھی جائے تاکہ سب لوگ شامل ہوں اور کوئی محروم نہ رہے، اب بغیر رضا سردار کے نماز پڑھنی  
جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

جماعت عید کے لئے جہانہ (نماز کی وہ جگہ جو جنگل میں بنائی جائے) کی طرف نکلنا سنت ہے اگرچہ جامع مسجد میں لوگوں کی گنجائش ہو، اور یہی صحیح ہے لیکن نکلنا واجب نہیں اگرچہ شہر کی مسجد میں نماز پڑھ لی تو یقیناً درست ہے اس میں کوئی کمی نہیں اگرچہ سنت کا ترک ہوا ہے، ردالمحتار میں ہے کہ واجب مطلق نکلنا ہے نہ کہ مخصوص عید گاہ کی طرف نکلنا، اور ایک شہر میں تکرار نماز عید بالاتفاق جائز ہے۔ درمختار میں ہے کہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد مقامات پر عید ادا کی جاسکتی ہے، فاسق معین کی اقتداء مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے، اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے اور اس درایت سے عدول مناسب نہیں جو روایت کے موافق ہو۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں فاسق کی تقدم مکروہ تحریمی ہے اور اسی طرح بدعتی کی، جب تک کسی صالح صحیح القراءۃ سلیم العقیدہ کی اقتداء میں ہو ہرگز کسی فاسق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اگر ظلماً دیگر مساجد نماز کے لئے بند کر دی گئی ہیں اور اس کی اقتداء کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تو اب مجبوری اور معذوری ہے، اس کا

الیہای الجبانه لصلوة العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح اما واجب نیست اگرچہ مسجد شہر نماز گزارند قطعاً درست و بے خلل باشد اگرچہ ترک سنت کردہ باشند فی ردالمحتار الواجب مطلق التوجه لا التوجه الی خصوص الجبانه و تکرار نماز عید در مصر واحد بموضع کثیرہ بالاتفاق جائز است فی الدر المختار تو دی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقاً و اقتداء بفاسق معین مکروہ تحریمی قریب بحرام است و هو الذی یقتضیه الدلیل ولا یعدل عن درایة ما وافقہا مروایة علامہ ابراہیم حلبی در غنیہ فرمودہ یکرہ تقدیم الفاسق کراهة تحریم و کذا المبتدع پس تا وقتیکہ نماز پس صالح صحیح القراءۃ سلیم العقیدہ زہماً اقتداء باہر نکلند اما اگر ظلماً نماز دیگر مساجد بند کردہ شود و جز باقتدائے اورا ہے نیابند مجبور باشند و معذو و وبال این ظلم و جبر برگردن آن فاسق مغرور لایکلف الله نفساً الا وسعها نماز عید از اعظم شعار اسلام است بایں علت عارضہ ترکش نتوان گفت فی

۱۱۴/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی	باب العیدین	۱ در مختار
۹۱۲/۱	مصطفیٰ البابی مصر	”	۲ ردالمحتار
۱۱۶/۱	” مطبع مجتہبائی دہلی	”	۳ در مختار
۵۱۳/۱	” سہیل اکیڈمی لاہور	فصل الامامة	۴ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی
			۵ القرآن ۲۸۶/۲

ردالمحتار میں برہان شرح مواہب الرحمن سے ہے ،  
 وجوبہا مختص باهل المصر۔ و اللہ  
 تعالیٰ اعلم۔  
 اس کا وجوب اہل شہر کے لئے مخصوص ہے ۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۲) اوپر معلوم ہوا کہ تار پر افطار حرام ہے اور اس پر عید کر کے نماز پڑھنا بھی گناہ اور وہ نماز نہ ہوگی کہ  
 سردار درکنار شریعت ہی کی رضا نہیں کہ پیش از وقت ہے ، ہاں اگر شرعی ثبوت ہو جاتا تو دیہاتوں کے لئے  
 تاخیر ناجائز تھی اور دوسرے دن پڑھتے تو نماز ہی نہ ہوتی ، ایسی حالت میں سردار کے قول پر عمل ناجائز تھا اسی  
 روز نماز عید پڑھ لینا واجب ہوتی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲۱ از اُجین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ  
 الحمد للہ رب العلمین والعاقبة للمتقین  
 والصلوة والسلام علی رسولہ محمد وآلہ  
 واصحابہ اجمعین چرمی فرمایند علما و فضلاء دین  
 دین مسئلہ کہ نماز عیدین در قصبہ خواہ شہر باشد بجز  
 عید گاہ بشرط تکرار یا ہمیں در مساجد دیگر بجز اردو در  
 ست یا ممنوع و بر تقدیر قاضی فاسق نماز را ملک  
 خود قرار دادہ نماز عید دیگر مساجد شہر را بجماعت  
 حکام بند کنانیدہ و ہدیدی سبب کہ مردمان شہر  
 پس من نماز ادا نمایند پس باقتدائے فاسق نماز  
 درست ست یا نہ و حکم قضائے قاضی فاسق و  
 پیروان او چیست بیان فرمایند بالتشریح بحوالہ  
 کتب مراحمہ اللہ اجمعین۔  
 مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۰۹  
 سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا  
 پالنے والا ہے اور آخرت متقین کی ہے اور صلوة و  
 سلام نازل ہوا اللہ کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم پر اور آپ کی آل و اصحاب تمام پر ، علماء و  
 فضلاء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ عیدین  
 کی نماز قصبہ یا شہر میں عید گاہ کے علاوہ بشرط تکرار  
 یا انھیں دیگر مساجد میں ادا کی جا سکتی ہے یا ممنوع  
 ہے ، اگر قاضی فاسق نماز کو اپنی ملک سمجھتے ہوئے  
 شہر کی دوسری مساجد میں حکام کو جماعت سے منع  
 کر دیتا ہے تاکہ تمام لوگ میرے پیچھے ہی نماز ادا  
 کریں تو فاسق کی اقتدار میں نماز درست ہوگی یا نہ؟  
 قاضی فاسق کی قضا کا حکم اور اس کی پیروی کرنے والوں کا  
 کیا حکم ہے، بحوالہ کتب تفصیلاً جواب عطا کریں رحمۃ اللہ اجمعین۔ (ت)

## الجواب

رفتن عید گاہ سنت ست فی الدر المختار الخرج عید گاہ کی طرف جانا سنت ہے ، در مختار میں ہے

نماز عید ادا کرتے رہے، حال میں اُن اشخاص نے جن سے بہت نزدیک عید گاہ تھی بیاعت نفسانیت دنیوی کے عید گاہ میں نماز عید پڑھنا ترک کر دیا حالانکہ اُن کو کسی نے عید گاہ میں نماز پڑھنے سے ممانعت بھی نہیں کی، آخر صرف اُسی نفسانیت کی بنا پر یا کسی مفسد کے بہکانے سے یہ بات اپنی طبیعت سے گھڑ لی کہ ہم بانیانِ عید گاہ کی طرف والے عید گاہ میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں بایں وجہ ہم نے عید گاہ میں دو گاتہ ادا کرنا ترک کر دیا، دو تین سال سے میدان میں جو عید گاہ کے قریب ہے نماز عید پڑھتے تھے امسال ان کا ارادہ اسی میدان میں دوسری عید گاہ کی تعمیر کا ہے، تو آیا ان چند اشخاص کو صورتِ مذکورہ بالا میں اپنی جدید گاہ کا ایسے مختصر شہر میں تعمیر کرنا از روئے شرع شریف درست ہے یا نادرست؟ اگر درست ہے تو اب دو عید گاہوں کے ہو جانے سے قلتِ جماعت عید گاہ سابقہ موجب کمیِ ثواب ہے یا نہیں؟ اور باعثِ قلتِ ثواب کے ایسی حالت میں بانیانِ عید گاہ جدید ٹھہریں گے یا نہیں؟ اگر یہ لوگ ٹھہرے تو عید گاہ سابقہ کو محض نفسانیت دنیوی کے سبب ترک کر دینے والوں کی نیت اور ثواب کثیر کو قلیل کرنے والوں کی بابت ہماری شریعتِ مطہرہ کیا حکم کرتی ہے؟ بیاد تو جروا۔

## الجواب

نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ بالاتفاق روا ہے مگر ایک شہر کے لئے دو عید گاہ بیرونِ شہر مقرر کرنا زمانِ برکت نشانِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اب تک محمود نہیں نہ نہ ہمارا اس میں شرعِ مطہر و دینِ منور کی کوئی مصلحت خصوصاً ایسی چھوٹی بستی میں تو اگر اُس میں اس کے سوا کوئی حرج نہ ہوتا تو اسی قدر اس فعل کی کراہت کو بس تھا کہ محض بے ضرورتِ شرعی و مصلحتِ دینی خلاف متواتر مسلمان ہے اور ایسا فعل ہمیشہ مکروہ ہوتا ہے، درمختار باب العیدین میں ہے: لان المسلمین توارثوا فوجب اتباعہم (کیونکہ یہ مسلمانوں کے ہاں متواتر ہے لہذا ان کی اتباع لازم ہے۔ ت) ردالمحتار کتاب الذبائح میں غایۃ البیان سے ہے: توارثہ الناس فیکرہ ترکہ بلا عذر (لوگوں کے ہاں متواتر ہے لہذا اس کا ترک بلا عذر مکروہ ہوگا۔ ت) اور یہیں سے ظاہر ہے کہ تعدد مساجد پنجگانہ پر اُس کا قیاس نہیں ہو سکتا کہ وہ خود متواتر و مطلوب فی الشرع ہے، سنن ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

۱/ ۱۱۷

۵/ ۲۰۸

مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی  
مصطفیٰ البابی مصر

باب العیدین  
کتاب الذبائح

لہ درمختار  
۲ ردالمحتار

رد المحتار عن المعراج قال اصحابنا لا ينبغي ان يقتدى بالفاسق الا في الجمعة لانه في غيرها يجد اماما غيره اه قال في الفتح وعليه فيكرة في الجمعة اذا تعددت اقامتها في المصر على قول محمد المفتي به لانه بسبيل الى التحول واينما كان بزكاح و امامت جمعة و اعياد از جانب نصاری و غیر ہم حکام زمانہ مقرر باشند از عہدہ قضا جز اسم بے مسمی و لفظ بے معنی بہرہ نذرند پس حکم قضائے ایشان چہ گفتہ آید حکم بر موجود باشد و قضائے ایشان خود معدوم است کہ حقیقت در کنار صورت قضا ہم نذرند آری اگر مراد آنست کہ فساق را بایں کار ہا معین کردن جواب آنست کہ ہرگز نشاید حال امامت خود حالے شد و عرض از تولیت آنکہ توثیق و اشہاد دست و آن خود از فاسق حاصل نباشد۔  
واللہ تعالی اعلم۔

و بال بھی اس فاسق پر ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا۔ نماز عید اسلام کے عظیم شعائر میں سے ہے، اس عارضہ کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے، رد المحتار میں معراج کے حوالے سے ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا جمعہ کے علاوہ فاسق کی اقتدار نہ کی جائے کیونکہ دوسری نمازوں میں کسی دوسرے کی اقتدا ہو سکتی ہے، فتح میں ہے کہ اس بنا پر جمعہ میں بھی اقتدا مکروہ ہے کیونکہ امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے تو دوسرے مقام کی طرف چلے جانا ممکن ہو اور یہ جو نصاریٰ کی طرف سے نکاح، امامت جمعہ و اعیاد کے لئے عہدہ قضا پر مقرر لوگ ہیں، یہ اسم بے مسمی اور لفظ بے معنی ہیں، ان کی قضا کیا حقیقت رکھتی ہے حکم موجود پر ہوگا اور ان کی قضا خود معدوم ہے جو در حقیقت قضا ہی نہیں، اگر سوال یہ ہے کہ ایسے فاسق لوگوں کو اس عہدہ پر

مقرر کرنا کیسا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہرگز جائز نہیں، اور امامت کا معاملہ خود اہم ہے، والی بنانے سے مقصد ان کی توثیق و اشہاد ہے جو فاسق سے حاصل نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲۲ از دمن خرد ملک پرتگال محلہ کھاراموڑ مرسلہ مولوی محمد ضیاء الدین صاحب

۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ ایک چھوٹی سی بستی میں ۱۲۲۶ھ سے بنی ہوئی ہے، بعض مسلمان اہل شہر کو اپنے محلہ سے ربع میل کے قریب مسافت طے کر کے جانا پڑتا ہے اور بعض اہل محلہ ربع میل سے بھی کم چل کر داخل عید گاہ ہو جاتے ہیں، سال مذکور سے جملہ اہل شہر اسی عید گاہ میں برابر

کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ صورت مستفسرہ میں یہ سب شناختیں خود اس فعل بے معنی میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر براہ نفسانیت نہ ہو اور جبکہ یہ بنا بر براہ نفسانیت ہے جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر، تو اس کا مذموم و مردود ہونا خود واضح و روشن ہے کما لا یخفیٰ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲۳ از موضع مہندی ضلع پٹی بھیت مرسلہ حاجی نصیر الدین صاحب ۱۲ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ عید قربان میں مستحب ہے کہ جب تک نماز نہ پڑھی جائے کھانا نہ کھائے یعنی جو کہ نگاہ رکھے اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے اور جماع کرنے سے دن قربانی کے یہاں تک کہ پڑھی جائے نماز عید کی، اب مردمان اہل اسلام دن قربانی کے دس ذی الحجہ کو اپنے مکان سے کھانا کھا کر اور حقہ پانی پی کر واسطے نماز عید کے عید گاہ کو جاتے ہیں، یہ حکم نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہیں تو ان کے واسطے شرع شریف سے کیا ہے پس اس امر میں ان سے کیا کہا جائے گا اور نماز ان کی صحیح طور پر ہوگی و یا کوئی نقصان ان کی نماز میں عائد ہوگا۔

بیٹو اتوجدوا۔

## الجواب

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث قولی جس طرح سائل نے ذکر کی وارد نہیں، ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ثابت ہوا ہے کہ عید قربان میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھاتے بعد نماز گوشت قربانی سے تناول فرماتے۔

الترمذی وابن ماجہ عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یخرج یوم الفطر حتی یأکل وکان لا یأکل یوم النحر حتی یصلیٰ ورواہ الدارقطنی فی سنتہ حتی یرجع فیأکل من اضحیتہ صحیحہ ابن قطن وفی اوسط الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ

ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر کو کوئی چیز کھائے بغیر شریف نہ لاتے اور یوم النحر کو نماز ادا کر کے تناول فرماتے، اسے دارقطنی نے سنن میں ذکر کیا اور اس سلسلہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہاں تک کہ نماز سے واپس لوٹے اور اپنی قربانی سے تناول فرماتے۔ اسے

۱/۱ جامع الترمذی باب فی صلوة العیدین  
۲/۲ سنن الدارقطنی کتاب العیدین حدیث، مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی، نشر السنۃ ملتان



رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر علاقے میں مسجد کی تعمیر اور ان کی نظافت و طہارت کا حکم دیا۔

(ت)

جب یہ تعمیر مصلحت دینی سے خالی ہوتی اور اُس میں کوئی منفعت دنیوی نہ ہونا بدیہی تو محض عبث ہوتی اور ایسا ہر عبث ناجائز و ممنوع ہے، ہذا یہ میں ہے؛  
العبث خارج الصلوة حرام فما ظنك في الصلوة۔<sup>۱</sup>

عبث کام نماز سے باہر حرام تو نماز میں کیا حال ہوگا۔ (ت)

علیہ میں ہے :

عبث اور سفہ میں فرق بقول علامہ بدر الدین الکردی کے یہ ہے کہ سفہ وہ عمل جس میں کوئی غرض نہ ہو اور عبث وہ فعل جس میں غرض ہو لیکن شرعی نہ ہو۔ دیگر لوگوں کے الفاظ میں عبث وہ فعل ہے جس کے فاعل کی عنہ غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

الفرق بين العبث والسفه على ما ذكره بدر الدين الکردی ان السفه ما لا غرض فيه اصلا والعبث فعل فيه غرض لكن ليس بشرعی وعبارة غيرة العبث ما ليس فيه غرض صحيح لفاعله۔<sup>۲</sup>

یہ عمارت بے حاجت کی تعمیر ہوتی اور ہر عمارت بے حاجت اپنے بنانے والے پر روز قیامت

وبال ہے

جیسا کہ اس پر بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، طبرانی نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس سلسلہ میں ان کے علاوہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مرویات ہیں۔ (ت)

كما وردت به احادیث عند البيهقي عن انس والطبرانی عن واثلثة وفيه عن غيرهما رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دینا اسراف ہوا اور اسراف حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور اسراف نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اسراف

ص ۶۶

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

لے سنن ابن ماجہ انما ذال المساجد فی الدور

۱۱۹/۱

المکتبۃ العربیۃ کراچی

باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا

۳ علیۃ المحلی شرح نیتہ المصلی

۴ القرآن ۱۴۱/۶ و ۳۱/۴

تشریف لائے اور انہوں نے ثبوت روایت صحیح نہ جان کر سہ شنبہ کو عید نہیں کی، لوگوں سے کوشش کرائی گئی کہ کسی صورت سے مجھ کو ثبوت روایت معلوم ہو جائے تو میں بھی عید کروں مگر کسی سے پتا نہیں چلا، جن کے پاس ثبوت گزارا وہ اس قدر فرما کر بس کر گئے کہ مجھے سچا جانتے ہیں تو عید کریں ورنہ جواب کچھ نہیں اس وجہ سے ایک عالم صاحب نے عید نہیں کی ان کے موافق موجود علماء میں سے ایک عالم اور ہو گئے زید امامت و خطبہ سے فارغ ہو کر یوں کہتا ہے کہ دینی بھائیو! آج عید ہے، اور نماز بھی پڑھے مگر قربانی جو دس گیارہ بارہ کو جائز ہے بجائے سہ شنبہ کے چار شنبہ کو کرو احتیاطاً تو بہتر ہو اس آخری فقرہ پر سوال ہوتا ہے لوگوں کی جانب سے کہ کیا مطلب احتیاط کا تو زید جواب دیتا ہے کہ اگر آج قربانی کرے تو جن علماء نے عید نہیں کی وہ فسد مائیں گے کہ قربانی نہیں ہوتی اور اگر چار شنبہ کو کرو گے تو سب بالاتفاق فرمائیں گے کہ صحیح ہے اور اختلاف سے بچنا اولیٰ، زید اس فقرہ کے تلفظ سے مجرم شرعی ہے یا نہیں، اور جو لوگ مشورہ کر کے اور لوگوں کو فراہم کر کے اپنے زعم میں زید کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں کوشش بلیغ کرتے ہیں کہ جرم ثابت ہو، یہ لوگ اچھا کام کرتے ہیں یا ناٹھو؟

### الجواب

زید اس فقرہ کے سبب مجرم شرعی نہیں کہ احتیاط کرنے اور اختلاف معتبر شرعی سے بچنے کا حکم شرعی ملہر میں ہے اتنی بات پر جو اسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اچھا کام نہیں کرتے بلکہ گناہ کے ساعی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا مال اس کی آبرو، اس کا خون، آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی حقیر کرے۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

كل المسلم على المسلم حرام ماله وعرضه  
ودمه حسب امرئ من الشران يحقر اخاه  
المسلم۔ رواه ابو داؤد وابن ماجه عن  
ابن ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

البتہ وہ نماز کہ پڑھی اس میں بہت شقوق ہیں جن میں سے ملخص یہ کہ اگر وہ جن کو علمائے حاضرہ کہا رسمی علماء ہیں نہ کہ فقیہ ماہرین کے فتوے پر اعتماد جائز ہو ان کی تحقیق پر وثوق جائز نہ تھا اور اگر اس وقت تک ان کی بات زید کے حق میں لائق وثوق تھی اور جب دوسرے عالم جن کو بڑے متدین مستند عالم کہا ہے انہوں نے وہ ثبوت صحیح نہ جانا تو زید کو انہوں کے بیان پر وثوق نہ رہا اور سہ شنبہ کو دسویں ہونا بے ثبوت ہو گیا، پھر نماز پڑھی تو نماز ہی نہ ہوئی کہ نماز کے لئے جس طرح وقت شرط ہے یونہی اعتقاد مصلیٰ میں وقت آجانا شرط ہے مثلاً اگر صبح کی نماز پڑھی اور اسے طلوع صبح میں شبہ تھا نماز نہ ہوئی اگرچہ واقع میں صبح ہو گئی ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

لے سنن ابن ماجہ بات حرمت دم المؤمن و ماله مطبوعہ اعلیٰ سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۰

ابن قطان نے صحیح قرار دیا۔ طبرانی کی اوسط میں حضرت  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ سنت  
یہ ہے کہ یوم الفطر کو کھانے کے بغیر نہ نکلا جائے  
اور یوم النحر کو نماز سے واپسی پر کھایا جائے۔ (ت)

بہر حال یہ امر استنباطی ہے یعنی کرے تو ثواب نہ کرے تو حرج نہیں، ایسے امر کے ترک کو حکم عدولی  
نہیں کہہ سکتے اور نماز میں نقص کا تو کوئی احتمال ہی نہیں، درمختار میں ہے :

یوم النحر میں کھانا مونہ نہ کرنا مندوب ہے اگرچہ قربانی  
نہ دینی ہو اور اگر کھالیا تو اس میں کراہت نہیں  
اھ اختصاراً (ت)

تعالیٰ عنہما قال من السنة ان لا یخرج یوم  
الفطر حتی یطعم ولا یأکل یوم النحر  
حتی یرجع ۱۰

یئدب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضح ولو  
اکل لم یکرہ اھ باختصار

ردالمحتار میں ہے،

یعنی نماز کی ادائیگی تک ہر اس شئی سے رکنا مندوب  
ہے جس سے صائم کا روزہ افطار ہوتا ہے، بکر میں  
فرمایا، یہ مستحب ہے اور ترک مستحب سے کراہت  
لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے لئے مستقل دلیل  
ضروری ہے اھ بدائع میں ہے اگر چاہے تو چکھ لے  
اور نہ چاہے نہ چکھے، اور ادب یہی ہے کہ نماز سے  
فارغ ہونے سے پہلے کوئی شے نہ کھائے یہاں تک  
کہ اس کا تناول قربانی کے جانور سے ہو اھ مختصراً  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

ای یئدب الامساک عما یفطر الصائم من  
صبحہ الی ان یصلی قال فی البحر وھو  
مستحب ولا یلزم من ترک المستحب  
ثبوت الکراہة اذ لا بد لہا من دلیل تخصیص  
وفی البدائع ان شاء ذاق وان شاء لم یزق  
والادب ان لا ینذوق شیئاً الی وقت الفراغ  
من الصلوۃ حتی یکون تناولہ من القربان  
اھ اھ مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲۲۲ھ زید بغیر کچھ اپنی رائے ظاہر کرے علمائے حاضرہ کی تحقیق و ثبوت شہادت صحیح جان کر سہ شنبہ  
کو دس ذی الحجہ یقینی جان کر عید اضحیٰ کی امامت کراتا ہے لیکن شب سہ شنبہ کو ایک بڑے متدین مستند عالم

۱۹۹/۲	مطبوعہ دارالکتاب بیروت	باب الاکل یوم الفطر	بجوالہ الطبرانی واللاوسط
۱۱۶/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	باب العیدین	۱۰
۶۱۸/۱	مصطفیٰ البابی مصر	۱۰	۱۰

## الجواب

اگرچہ یہ لفظ غلط ہے صحیح صلوٰۃ عید الاضحیٰ ہے مگر نہ نیت زبانی کی نماز میں حاجت، نہ وہ نماز کے اندر ہے نہ اس میں فسادِ معنی ہے، تو اس غلطی کا صحت نماز پر اصلاً اثر نہیں ہو سکتا، دل میں عید اضحیٰ ہی کا قصد ہے اگرچہ نام میں غلطی کی بلکہ دل میں نماز عید اضحیٰ کا ارادہ کرتا اور زبان سے عید الفطر بلکہ مثلاً نماز تراویح کا نام نکلتا جسے اس نماز سے کوئی مناسبت ہی نہیں جب بھی صحت نماز میں شبہ نہ تھا کہ نیت فعل قلب ہے، جب قلب کا ارادہ ہے زبان کا کچھ اعتبار نہیں۔ درمختار میں ہے:

المعتبر فیہا عمل القلب لا ندم للامرادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان ان خالف القلب لانه کلام لانیۃ۔  
یہاں اعتبار فعلِ دل کا ہے جو ارادہ کو لازم ہے لہذا زبان کے ذکر کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ اس نے دل کی مخالفت کر دی ہو کیونکہ وہ تو کلام و الفاظ ہیں نیت نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلقصد الظہر وتلفظ بالعصر سهواً اجزأه کما فی الزاہدی قہستانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
اگر ارادہ ظہر کا تھا مگر سہواً عصر کہہ دیا، تو نماز ہو جائیگی جیسا کہ زاہدی میں ہے قہستانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۴۷ از شہر ربلی محلہ بلوکپور مسئلہ غنشی ہدایت یار خاں صاحب قیس ۸ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ مثل مساجد قابلِ حرمت و وقعت ہے یا نہیں؟ اس کا حکم حکم مسجد ہے یا نہیں؟ اس احاطہ کے اندر غیر قومیں جوتے پینے ہوئے جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اور اس چار دیواری کے اندر خرید و فروخت ہو سکتی ہے؟ خطبہ کے وقت دکانداروں یا خانچہ والوں کا گشت اس میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بالتشریح اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے۔

## الجواب

عید گاہ ایک زمین ہے کہ مسلمانوں نے نماز عید کے لئے خاص کی، امام تاج الشریعہ نے فرمایا صحیح یہ ہے

وكان يشترط اعتقاد دخوله فلو شك لم تصح  
صلوته وان ظهر انه قد دخل

اسی طرح اس کے دخول کا اعتقاد بھی شرط ہے لہذا  
اگر شک ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی اگرچہ ظاہر ہی ہو کہ وقت

شروع ہو چکا ہے۔ (ت)

اور اگر وہ قابل وثوق تھے اور اُسے وثوق ہی رہا تو قربانی میں احتیاط کی کیا حاجت تھی اور تھی تو کیا نماز میں احتیاط  
درکار نہ تھی، عید الاضحیٰ کی نماز بھی بارہویں تک ہو سکتی ہے اگرچہ بلا عذر تاخیر مکروہ ہے، تنویر الابصار میں ہے؛  
يجوز تاخيرها الى ثالث ايام النحر بلا عذر  
مع الكراهة وبه بدونها. والله تعالى  
اعلم۔

عذر کے بغیر نماز عید الاضحیٰ کو ایام نحر کے آخر تک مؤخر  
کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور عذر کی صورت  
میں بغیر کراہت کے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۴۲۵ھ از کانپور محلہ نسبی سڑک مرسلہ حاجی فہیم بخش عرف چھٹن ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عمرو نے نماز عید الاضحیٰ اپنی امامت سے کثیر التعداد مقتدیوں کے  
ساتھ ادا کی، نماز و خطبہ کے بعد عمرو نے بوجہ اختلاف رویت قربانی کے لئے بخیاں مزید احتیاط مانعت کی، بکرم نے  
دوسرے روز نماز عید الاضحیٰ مع قلیل التعداد مقتدیوں کے شہر کی ایک مسجد میں پڑھی عمرو نے جو ہنگام ادا کیے نماز  
وہاں موجود تھا بکر کی اقتدا میں تکرار نماز کی، پس ایسی صورت میں عمرو کی کون سی نماز واجب اور کون سی نفل ہوگی؟  
بینوا تو جروا رحمکم اللہ تعالیٰ۔

### الجواب

پہلے دن اگر عمرو کو روز عید ہونے میں شک تھا یا بلا ثبوت شرعی عید مان کر نماز عید پڑھ لی تھی تو وہ نماز  
ہی نہ ہوتی یہ دوسری ہی واجب واقع ہوتی اور اگر یہ ثبوت شرعی بلا تردید پہلے دن پڑھی تو وہی واجب تھی  
دوسری بلا وجہ رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴۲۶ھ از ملک بنگالہ ضلع کمرلہ موضع چاند پور مرسلہ مولوی عبد المجید صاحب غزہ صفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز عید الاضحیٰ کی نیت  
میں عید الاضحیٰ کے یعنی یوں کہ نیت ان اصلی اللہ تعالیٰ رکعتی صلوة العید الاضحیٰ الخ (میں نے نیت  
کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نماز عید الاضحیٰ پڑھ رہا ہوں الخ۔ ت) تو نماز اس کی صحیح ہوگی یا نہیں؟

۲۹۶/۱

مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

باب شروط الصلوة

۱۰ ردالمحتار

۱۱۶/۱

مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی

باب العیدین

۱۰ ردالمحتار

اسی میں ہے :

صحیح تاج الشریعۃ ان مصلی العید لہ  
حکم المساجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
تاج الشریعۃ نے عید گاہ کے لئے مسجد کے  
حکم کی تصحیح کی ہے۔ (ت)  
واللہ تعالیٰ اعلم

مشکلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کو امام نے اس طور ادا کیا کہ پہلی رکعت میں بعد  
ثناء کے اول قرارت سے چار تکبیریں کہیں، دوسری رکعت میں قبل قرارت کے چار تکبیریں کہیں اور قرارت کر کے  
نماز تمام کی یا پہلی رکعت میں بعد ثناء کے تین تکبیریں کہیں بعد قرارت، اور دوسری رکعت میں اول میں تین تکبیریں  
کہیں اور قرارت ادا کر کے نماز تمام کی، تو اس صورت سے نماز عید ہوگئی یا نہیں؟ بیجا توجروا۔

### الجواب

پہلی صورت میں دو باتیں خلاف اولیٰ کہیں چار چار تکبیریں کہنی اور دوسری رکعت قبل قرارت تکبیر ہونی، او  
دوسری صورت میں یہی بات خلاف اولیٰ ہونی، مگر دونوں صورتوں میں نہ نماز میں نقصان آیا نہ کسی امر ناجائز و  
گناہ کا ارتکاب ہوا، ہاں بہتر نہ کیا، درمختار میں ہے؛  
یہ ہر رکعات میں تین تکبیرات ہیں اگر امام اضافہ کرے  
تو سولہ تکبیر کی اتباع کی جائے کیونکہ یہاں تک  
منقول ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ذکر فی البحران الخلاف فی الاولویۃ ونحوہ فی  
الحلیۃ۔  
بجز میں ہے کہ اختلاف اولیٰ ہونے میں ہے، اور  
اسی طرح علیہ میں ہے (ت)

درمختار میں ہے :

یوالیٰ ندبا بین القراءتین (دونوں رکعتوں کی قرارت کو تکبیرات زائدہ کے فصل کے بغیر ادا کرنا مستحب ہے۔ ت)

۴۸۶/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا	۱ ردالمختار
۱۱۵/۱	مطبع مجتہائی دہلی	باب العیدین	۲ ردالمختار
۶۱۵/۱	مصطفیٰ البابی مصر	”	۳ ردالمختار
۱۱۵/۱	مطبع مجتہائی دہلی	”	۴ ردالمختار

کہ وہ مسجد ہے اُس پر تمام احکام احکام مسجد ہیں نہایت میں اگرچہ مختار للفتویٰ یہ رکھا کہ وہ عین مسجد نہیں، مگر اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اُس کی تنظیف و تطہیر ضروری نہیں، غیر وقت نماز و خطبہ میں اُس میں خرید و فروخت قول اول پر مطلقاً حرام ہے اور خرید و فروخت کے لئے اسے متعین کرنا بالاتفاق حرام ہے۔

اذ لا يجوز تغیر الوقف عن حیاتہ فضلا عن ضیعتہ كما فی الہندیۃ وغیرہا۔  
وقف کی ہیئت و حالت میں تبدیلی جائز نہیں چہ جائیکہ اسے ضائع کرنا جائز ہو ہندیہ وغیرہ۔ (ت)

اور یوں کہ اتفاقاً غیر وقت نماز و خطبہ میں ایک کے پاس کوئی شے ہو وہ دوسرے کے ہاتھ بیع کرے، قول دوم پر اس میں حرج نہیں، وقت نماز یا خطبہ میں خزانچہ والوں کا گشت بلاشبہ ممنوع و واجب الافساد ہے کہ مغل استماع و ناقض ہے اور ان کے غیر اوقات میں وہی اختلاف قولین، یونہی کفار کی آمد و رفت خصوصاً جو تاپہنے کہ یہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے نہ وہ جنابت سے کماحقہ فی الحلیۃ و بیناہ فی فتاوانا (جیسا کہ اس کی تحقیق علیہ میں ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

اما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف من فقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایت۔  
لوگوں کی سہولت کی وجہ سے عید گاہ اور جنازہ گاہ جواز اقتداء کے حق میں مسجد ہے اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں، ہاں اس کے علاوہ میں یہ حکم نہیں، اسی پر فتویٰ ہے، نہایت (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر ظاہرہ انہ يجوز الوطؤ والبول والتخلی فیہ ولا یخفی ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذلك فیذبح ان لا يجوز وان حکمنا بكونہ غیر مسجد وانما تظہر فائدتہ فی حق بقیۃ الاحکام وحل دخوله للجنب والمحائض انتہی۔  
بحر میں ہے ظاہر عبارت بتاریہی ہے کہ وطی اور بول و براز جائز ہے لیکن یہ واضح رہنا چاہئے کہ بانی نے اس کے لئے نہیں بنائی لہذا یہ جائز نہیں ہونا چاہئے اگرچہ ہم اسے مسجد کا حکم نہیں دیتے اس کا فائدہ بقیۃ احکام میں ظاہر ہوتا ہے اور اس میں عینی اور محائض کے دخول کا جواز بھی انتہی (ت)

- ۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴۹۰/۲  
۲۔ درمختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا " مطبع مجتہائی دہلی ۹۳/۱  
۳۔ ردالمختار " " " مصطفیٰ البابی مصر ۴۸۶/۱

نہ ہوگی، اور جس نے بُرائی کی طرف بُلویا اس پر گناہ ہوگا  
 اتباع کرنے والوں کی مثل، اور ان کے گناہ میں بھی کمی  
 نہ ہوگی۔ اسے امام احمد، مسلم اور چار ائمہ نے حضرت  
 ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اجورہم شیئاً ومن دعا الى ضلالة كان عليه  
 من الاثم مثل اثام من تبعه لا ينقص ذلك  
 من اثامهم شيئاً رواه الاثمة احمد ومسلم  
 والاربعة عن ابى هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔



ردالمحتار میں ہے :

اشاری انہ لوکیر فی اول کل رکعة جاز لانت

الخلافت فی الاولویة لہ

واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس میں اشارہ ہے کہ اگر ہر رکعت کی ابتداء میں تکبیر کہہ لی تو جائز ہے کیونکہ اختلاف اولیٰ ہونے میں ہے (تہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲۹۹ھ از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسماعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عید اضحیٰ میں بعد اختتام نماز منبر پر گیا اور خطبہ شروع کیا، اثنائے خطبہ اولیٰ میں مستمعین سے کہ آپ لوگ ذرا زور سے سبحان اللہ تو پڑھیں، سب چپ رہے پھر دوبارہ سہ بارہ کہہ کر لوگوں کو مجبور کیا کہ کیوں نہیں کہتے تم لوگوں کا منہ کیوں بند ہو گیا، تب لوگوں نے باواز بلند سبحان اللہ پڑھنا شروع کیا پھر لبیک واللہ اکبر کہلوا یا پھر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھوایا پھر نعتیہ خطبہ پڑھ کر منبر پر بیٹھا اور اٹھ کر خطبہ ثانیہ شروع کیا ابھی خطبہ ثانیہ تمام ہونے نہ پایا تھا کہ لوگوں کو کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک پڑھنے کو کہا، چنانچہ لوگوں نے اٹھ کر زور زور سے یا نبی سلام علیک مع اشعار اردو و کتب میلاد مروّجہ ترم سے پڑھا اور زید نے پھر کچھ اردو میں دُعا مانگی اور خطبہ ثانیہ کو اسی طرح ناتمام چھوڑ دیا آیا یہ فعل موافق سنت متواترہ ہو یا خلاف سنت سراسر عبث اور ایسا کرنے والے پر عند الشرع کیا حکم لگایا جائے گا؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب

حالتِ خطبہ میں کلام اگرچہ ذکر ہو مطلقاً حرام ہے اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام (جب امام آجائے تو صلوة و کلام نہیں۔ ت) امام نے یہ جو کچھ کیا سب بدعت شنیعہ سیئہ ہے، اُن جاہلوں کا وبال بھی اُس پر بغیر اس کے کہ اُن کے وبال میں کمی ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی ہدی کان لہ من الاجر  
مثل اجر من تبعہ لا ینقص ذلك من  
جس نے کسی اچھی بات کی طرف بلایا اس کو اتباع کرنے کے اجر کی مثل اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی

۶۱۶/۱

۲۰۱/۲

۳۳۸/۲

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

المکتبۃ الاسلامیہ الریاض

دار المعرفۃ بیروت

باب العیدین

کتاب الصلوة باب صلوة الجمعة

کتاب الجمعة

ردالمحتار

نصب الریة

فتح الباری

أَمَّا بَعْدُ چند سال ہوئے کہ روزِ عید الفطر بعض تلامذہ مولوی گنگوہی نے بعض اہلسنت پر دربارہ معافۃ طعن و انکار کیا کہ :

”شرع میں معافۃ صرف قادمِ سفر کے لئے وارد ہوا، بے سفر بدعت و ناروا۔ میں نے اپنے اساتذہ سے یوں ہی سنا۔“

ان سنیوں نے اس باب میں فقیر حقیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفر اللہ لہ وحقّ ائمہ سے سوال کیا فقیر نے ایک مختصر فتویٰ لکھ دیا کہ احادیث میں معافۃ سفر و بے سفر دونوں کا اثبات اور تخصیص سفر تراشیدہ حضرات۔ بحمد اللہ اس تحریر کا یہ نفع ہوا کہ ان صاحب نے اپنے دعویٰ سے انکار کر دیا کہ :

”نہ میں اس تخصیص کا مدعی تھا نہ اپنے اساتذہ سے نقل کیا۔“

خیر، یہ بھی ایک طریقہ توبہ رجوع ہے اور الزام کذب بھی زائل و مدفوع ہے کہ جب اپنے معبود کا کذب ممکن جانیں، کیا عجب کہ اپنے واسطے فرض و واجب مانیں۔

۱ قادم سفر: سفر سے آنے والا۔ (مترجم)

۲ یعنی میں نے اپنے فتوے میں لکھا کہ سفر سے آنے کی حالت اور اس کے علاوہ احوال میں بھی احادیث سے معافۃ کا جائز ہونا ثابت ہے، اور معافۃ کا جواز محض آمدِ سفر کی حالت سے خاص کرنا ان حضرات کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے حدیث و فقہ سے اس پر کوئی معتبر دلیل ہرگز نہیں۔ (مترجم)

۳ جب انہوں نے اپنے دعوے سے انکار کر دیا تو اتنا ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنے پہلے قول پر نہ رہے اور جوازِ معافۃ بلا تخصیص تسلیم کر لیا۔ البتہ ان پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے دروغ گوئی سے کام لیا کہ پہلے ایک بات کہی پھر کہنے سے انکار کر ڈالا۔ مگر دیوبندی حضرات جب اپنے معبود کے لئے جھوٹ بولنا ممکن مانتے ہیں، تو خود ان پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا جاسکتا ہے، بعید نہیں کہ وہ اسے اپنے لئے فرض و واجب مانتے ہوں، استاد محترم حافظ ملت مولانا عبد العزیز صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ بانی الجامعۃ الاشرافیہ مبارکپور فرمایا کرتے تھے کہ علمائے دیوبند اور ان کے تابعین کا عقیدہ ہے کہ ”خدا جھوٹ بول سکتا ہے مگر بولتا نہیں۔“ اگر خود ان کا بھی یہی حال ہو کہ ”جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں“ تو ان کے عقیدے کی رو سے شرک اور خدا کے ساتھ اس وصف میں برابری لازم آجائے گی، اس لئے ان کے اپنے عقیدہ و قاعدہ پر فرض اور ضروری ہے کہ وہ جھوٹ بولیں۔ اگر ”جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں“ کی منزل میں رہ گئے تو مشرک ٹھہریں گے۔

(مترجم)

# وِشَاحُ الْجَيْدِ فِي تَحْلِيلِ مَعَانِقَةِ الْعِيدِ

(نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمام تعریف اللہ کے لئے، جس کی عید رحمت ہر دور و نزدیک کو محیط ہے۔ اور جس نے اہل ایمان کی عیدوں کو صفائی وعدہ اور معافی و عید سے بنگلیہ کیا۔ اور بہتر درود اور کامل ترین سلام ہو ان پر جن کی عید جمال (ان کی) عیدِ جُود و نوال سے ہم آغوش ہے۔ جن کا چہرہ زیبا بھی عید اور دستِ عطا بھی عید۔ ہر خوش نصیب ان دونوں سے فیروز مند ہے اور ان کی آل و اصحاب دونوں جماعتوں پر جو ایامِ ایمان کی دو عیدیں ہیں اور ہر اس شخص پر جس کی گردن گوہرِ یقین سے آراستہ قلادہ شہادتین سے ہمکنار ہے، (یہ درود و سلام ہوں) جب تک روز و شب باہم بنگلیہ اور دونوں عیدیں کے بعد دیگرے درود پذیر رہیں۔ اللہ انھیں عید ہائے اسلام اور جنت میں عید دیدار کی مبارکباد سے نوازے۔ (ت)

الحمد لله الذي عيد رحمة وسع كل قريب  
ولعيد، وجعل اعياد المؤمنين معانقسة  
بفضل الوعد وعفو الوعيد، وافضل الصلوة  
واكمل السلام على من تعانق عيد جماله  
بعيد نواله، فوجه عيد، ويدا  
عيد، يسعد بهما كل سعيد، وعلى  
حزبي الأول والاصحاب الذين هم  
العيدان لآيام الايمان، وعلى كل من عانق جيد  
وشاح الشهادتين بجمان الايقان ما تعانق  
الملوان، وتوارد العيدان، هتاهم الله  
بأعياد الاسلام، وعيد الروية في  
دار السلام، ولداه مزيد، وانه يبدي  
وليعيد-

ابن ابی الدنیا کتاب الاخوان اور دینی مسند الفردوس اور ابو جعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی واللفظ للعقیلی ،

انہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المعانقۃ فقال تحیۃ الامم و  
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معانقہ  
 کو پوچھا، فرمایا: تحیت ہے امتوں کی، اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

جوازِ معانقہ کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں :

- (۱) معانقہ کپڑوں کے اوپر سے ہو۔
- (۲) نیکی، اعزاز اور اظہارِ محبت کے طور پر ہو۔
- (۳) خرابی نیت اور شہوت کا کوئی دخل نہ ہو۔

مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ معانقہ سفر، غیر سفر ہر حال میں جائز ہے۔

**دلیل:** اس کا ماخذ وہ روایات و احادیث ہیں جن میں قیدِ سفر کے بغیر معانقہ کا ثبوت ہے، جو لوگ صرف آمدِ سفر کے بعد معانقہ جائز بتاتے ہیں ان کا جواب یہ ہے۔

(۱) ان تمام احادیث و روایات میں مطلق طور پر جوازِ معانقہ کا ثبوت ہے۔ یہ کسی حدیث میں نہیں کہ بس سفر سے آنے کے بعد معانقہ جائز ہے، باقی حالات میں ناجائز۔ بلکہ بعض احادیث سے صراحتاً آمدِ سفر کے علاوہ حالات میں بھی معانقہ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

(۲) شریعت کا قاعدہ ہے کہ جو حکم مطلق اور کسی قید کے بغیر ہو، اسے مطلق ہی رکھنا واجب و ضروری ہے۔

(۳) معانقہ کے بارے میں جب یہ حکم مطلق اور قیدِ سفر کے بغیر ہے، تو اسے مطلق رکھتے ہوئے سفر، غیر سفر ہر حال میں معانقہ جائز ہوگا۔

(۴) ہاں اگر کسی حکم میں خود شریعت کی جانب سے تخصیص اور تقيید کا ثبوت ہو تو اس حکم کو مخصوص اور مقید ضرور مانا جائے گا۔ مگر معانقہ کے بارے میں سوا ان شرائط کے جو ابتدا میں ذکر کی گئیں آمد و سفر وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔

(۵) لہذا جوازِ معانقہ کے بارے میں بے دلیل شرعی آمدِ سفر کی قید لگانا محض باطل اور نامقبول ہے۔ (مترجم)

وہاں سے دلیل کی تفصیل فرمائی، سب سے پہلے ایک حدیث ذکر کی جس سے معانقہ کی تاریخ آغاز معلوم ہوتی ہے پھر فقہ حنفی کے مستند ماخذ سے وہ نصوص تحریر فرمائے جن کا حاصل ابتداءً رقم فرما چکے۔ (مترجم)

اب اس عیدِ اضحیٰ ۱۳۱۱ھ میں بعض علمائے شہر کے ایک شاگرد بعض اہلسنت سے پھر اُلجھے، انہوں نے پھر وہی فتوئے فقیر پیش کیا۔ خیالات کے پتے تھے ہرگز نہ سلجھے، انہوں نے ان کے استاذ کو فتویٰ دکھایا، تصدیق نہ فرمائی تو جواب چاہا، مدت تک انکار پھر بعد اصرار وعدہ و اقرار، بالآخر مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب صفحہ ۵۳۹ جلد اول پر نشانی رکھ کر ارسال فرمایا اور بعض عبارات ردالمحتار و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف سے حاشیہ چڑھایا۔ سائل مُصر ہوتے کہ ”جواب ضرور ہے آخر تحقیق ہی نامنظور ہے“، فقیر نے چند ورق لکھ کر بھیج دئے اور رسالہ میں فتویٰ سابقہ کے ساتھ جمع کئے کہ ناظر دیکھیں، نفع پائیں، فقیر کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں

وبالله التوفیق وهدایة الطریق

اس رسالہ کا بلحاظ فتویٰ سابق و تحریر لائحہ و عید پر انقسام، اور بنظر تاریخ کہ لستم محرم ۱۳۱۲ھ کو کما گیا و شاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید نام۔ والحمد للہ ولی الانعام (اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو احسان کا مالک ہے۔ ت)

## عیدِ اول میں فتویٰ اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سئلہ ۱۲۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معانقہ بے حالت سفر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جو اسے قدم مسافر کے ساتھ خاص اور اس کے غیر میں ناجائز بتاتا ہے، قول اس کا شرعاً کیسا ہے؟

### الجواب

کپڑوں کے اوپر سے معانقہ بطور بر و کرامت و اظہار محبت، بے فساد نیت و موادِ شہوت، بالاجماع جائز، جس کے جواز پر احادیث کثیرہ و روایات شہیرہ ناطق، اور تخصیص سفر کا دعویٰ محض بے دلیل، احادیث نبویہ و تصریحات فقہیہ اس بارے میں بوجہ اطلاق وارد، اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب اور بے مدک شرعی تقیید و تخصیص مردود و باطل، ورنہ نصوص شرعیہ سے امان اٹھ جائے، کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

ف معانقہ کی تائید مدورہ حسب قاعدہ ”ا“ مافی گئی ہے اس لئے اس کا عدد ۴۰۰ نہیں بلکہ ۵ ہوگا اور پورے نام کا عدد ۱۰۰۰ نہیں بلکہ ۱۳۱۲ ہوگا۔ (مترجم)

ف ان ہی سطور میں اعلیٰ حضرت نے پورے فتوے کا حاصل اور تمام اعتراضات کا جواب ذکر کر دیا، ان جامع سطور کی قدرے تشریح درج ذیل ہے،

(باقی بر صفحہ آئندہ)

او غیرہ لہٰذا لیکرہ بالاجماع وهو الصحیح  
یا اور کچھ حائل ہو تو بالاجماع مکروہ نہیں، اور یہی  
صحیح ہے (مخلصاً) (ت)

اسی طرح امام نسفی نے کافی پھر علامہ اسماعیل نابلسی نے حاشیہ در رمولی خسرو وغیرہ میں جزم کیا، اور  
یہی وقایہ و نقایہ و کنز و اصلاح وغیرہ متون کا مفاد۔ اور شروح ہدایہ و حواشی در مختار وغیرہ میں مقرر۔ ان  
سب میں کلام مطلق ہے کہیں تخصیص سفر کی ہو نہیں۔  
اشعۃ اللغات میں فرماتے ہیں:

اما معانقہ اگر خوف فتنہ نباشد مشروع است خصوصاً  
نزد قدم از سفر۔  
معانقہ میں اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو جائز و مشروع ہے  
خصوصاً جب سفر سے آ رہا ہو۔ (ت)

یہ خصوصاً "بطلان تخصیص پر نص صریح" — رہیں احادیث نہیں، ان میں زید کے لئے حجت نہیں کہ ان  
اگر ثابت ہے تو نہی مطلق۔ پھر اطلاق پر رکھے تو حالت سفر بھی گئی، حالانکہ اس میں زید بھی ہم سے موافق۔ اور  
توفیق پر چلے تو علماء فرماتے ہیں وہاں معانقہ بوجہ شہوت مراد۔ اور پر ظاہر کہ ایسی صورت میں تو بحالت سفر بھی  
بلکہ مصافحہ بھی ممنوع، تا بمعانقہ چہ رسد۔

۱ شرح نقایہ (طالعاری) کتاب الکراہیۃ  
۲۹/۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی  
۲۰/۲ اشعۃ اللغات باب المصافحۃ والمعانقۃ " نوریہ رضویہ سکھر

۱۔ یہ ان احادیث سے استدلال کا جواب ہے جن میں معانقہ سے مانعت آئی ہے۔ توضیح جواب یہ ہے کہ ان  
احادیث میں مانعت مذکور ہے۔ اب اگر ان سے مطلقاً ہر حال میں مانعت مراد لیں تو سفر، غیر سفر ہر جگہ معانقہ  
ناجائز ہوگا جب کہ سفر سے آنے کے وقت مانعین بھی معانقہ جائز مانتے ہیں۔ اس لئے وہ اگر احادیث نہ  
ہمارے خلاف پیش کریں تو خود ان کے بھی خلاف ہوں گی۔ لامحالہ جواز معانقہ اور مانعت معانقہ دونوں قسم  
کی حدیثوں میں تطبیق کرنا ہوگی اور دونوں کے ایسے معنی لینے ہوں گے جن سے تمام احادیث پر عمل ہو سکے۔  
اور تطبیق یوں ہے کہ جہاں معانقہ سے مانعت ہے وہاں معانقہ بطور شہوت مراد ہے۔ اور جہاں جواز معانقہ  
کا ثبوت ہے وہاں معانقہ بے شہوت و فسادیت مراد ہے جیسا کہ ہم نے ابتداءً ذکر کیا۔ اور ظاہر ہے کہ  
معانقہ بطور شہوت تو سفر سے آنے کے بعد بھی ناجائز ہے بلکہ اس طرح تو معانقہ کیا مصافحہ بھی ناجائز ہے۔  
احادیث جواز و منع کے درمیان یہ تطبیق مختلف فقہاء کرام نے فرمائی ہے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا  
کتاب میں پیش کر دیا ہے۔ (مترجم)

صالح وودهم وان اول من عاتق خليل الله  
ابراهيم عليه

خانیہ میں ہے :

ان كانت المعانقة من فوق قميص او جبة  
جانر عند الكل اھ ملخصاً۔

مجمع الانهر میں ہے :

اذا كان عليهما قميص او جبة جاز بالاجماع  
اھ ملخصاً۔

ہدایہ میں ہے :

قالوا الخلاف في المعانقة في ازار واحد واما  
اذا كان عليه قميص او جبة فلا باس بها  
بالاجماع وهو الصحيح۔

در مختار میں ہے :

لو كان عليه قميص او جبة جاز بلا كراهة  
بالاجماع وصححه في الهداية وعليه  
المتون۔

شرح نقایہ میں ہے :

عناقہ اذا كانت معه قميص او جبة

کی اچھی دوستی، اور بیشک پہلے معانقہ کرنے والے  
ابراہیم خلیل اللہ ہیں علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اگر معانقہ کرتے یا جتے کے اوپر سے ہو تو سب کے  
تزدیک جائز ہے اھ ملخصاً (ت)

اگر معانقہ کرنے والے دونوں مردوں پر کرتا یا جتہ ہو  
تو یہ معانقہ بالاجماع جائز ہے اھ ملخصاً (ت)

طرفین (امام اعظم و امام محمد) اور امام ابو یوسف میں  
اختلاف ایک تہم کے اندر معانقہ کے بارے میں ہے  
لیکن جب معانقہ کرنے والا کرتا یا جتہ پہنے ہو تو بالاجماع  
اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

اگر اس کے جسم پر کرتا یا جتہ ہو تو بلا کراہت بالاجماع  
جائز ہے، ہدایہ میں اسی کو صحیح قرار دیا، متون فقہ میں  
یہی ہے۔ (ت)

اس کا معانقہ جب اس طرح ہو کہ کرتا یا جتہ

۱۵۵/۳	مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت	عمر بن حفص بن محبّر	۱۱۴۱	کتاب الضعفاء البکیر ترجمہ نمبر
۷۸۳/۴	مطبوعہ نو لکشور لکھنؤ			کتاب المحظر والاباحہ
۵۴۱/۲	بیروت			کتاب الکراہیۃ
۴۶۶/۴	مطبع یوسفی لکھنؤ			"
۲۲۲/۲	مجتبائی دہلی			کتاب المحظر والاباحہ

**حدیث اول:** بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ بطریق عدیدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی  
وہذا لفظ مؤلفٌ منها دخل حدیث بعضهم فی بعض (آئندہ الفاظ ان متعدد روایات کا مجموعہ ہے  
بعض کی احادیث بعض میں داخل ہیں۔ ت)

قال خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
فجلس بفناء بیت فاطمة رضی اللہ  
تعالیٰ عنہا فقال ادعی الحسن  
بن علی فحبسته شیئاً فظننت  
انہا تلبسہ سخاباً وتغسلہ فجاء  
بشئنا وفي عنقہ السخاب  
فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم بیدہ ہکذا فقال الحسن  
بیدہ ہکذا حتی اعتنق کل منہما  
صاحبہ فقال صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم اللهم  
انی اُحِبُّهُ فَأَحِبِّهُ وَأَحِبِّ مَنْ  
يُحِبُّهُ ۝

**حدیث دوم:** صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
یاخذ بیدی فیقعدنی علی فخذہ  
ویقعد الحسین علی فخذہ الاخری  
ویضمنا ثم یقول رب انی ارحمہما فارحمہما ۝

**حدیث سوم:** اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

یعنی ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت  
بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف  
لے گئے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا یا  
حضرت زہرا نے بھیجنے میں کچھ دیر کی، میں سمجھا انھیں  
بار پہناتی ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی، اتنے میں دوڑتے  
ہوئے حاضر آئے، گلے میں بار پڑا تھا، سید عالم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک بڑھائے،  
حضور کو دیکھ کر امام حسن نے بھی ہاتھ پھیلائے،  
یہاں تک کہ ایک دوسرے کو لپٹ گئے، حضور  
نے ”گلے لگا کر“ دعا کی: الہی! میں اسے دوست  
رکھتا ہوں تو اسے دوست رکھ اور جو اسے دوست  
رکھے اسے دوست رکھ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک  
ران پر مجھے بٹھا لیتے اور دوسری ران پر امام حسین کو  
اور ہمیں ”لپٹا لیتے“۔ پھر دعا فرماتے: الہی! میں  
ان پر رحم کرتا ہوں تو ان پر رحم فرما۔

۲۸۲/۲ مطبوعہ راولپنڈی  
۰۸۸/۲ قدیمی کتب خانہ کراچی

باب فضل الحسن والحسین  
باب وضع الصبی فی الحجر

۱۰ الصبیح للمسلم  
۱۱ الصبیح البخاری



امام فخر الدین زلیعی تبیین الحقائق اور اکمل الدین بابر قی عنایہ اور شمس الدین قہستانی جامع الرموز اور آفندی سنجی زادہ شرح طبعی الاجر اور شیخ محقق دہلوی شرح مشکوٰۃ اور امام حافظ الدین شرح وافی اور سیدی امین الدین آفندی حاشیہ شرح تنویر اور مولیٰ عبدالغنی نابلسی شرح طریقہ محمدیہ میں اور ان کے سوا اور علماء ارشاد فرماتے ہیں :

وهذا اللفظ الاكمل ، قال وقع الشيخ ابو منصور  
 (یعنی الماتریدی امام اهل السنة وسید  
 الحنفیة) بیت الاحادیث فقال المكروه  
 من المعانقة ما كان على وجه الشهوة  
 وعبر عنه المصنف (یعنی الامام برهان الدین  
 الفرغانی) بقوله انرا واحدا فانه  
 سبب يفضي اليها فاما على وجه البر  
 والكرامة اذا كان على قميص او  
 جبة فلا بأس به

(یہ اکمل الدین بابر قی کے الفاظ ہیں) انھوں نے فرمایا  
 شیخ ابو منصور (ماتریدی، اہل سنت کے امام اور  
 حنفیہ کے سردار) نے (معانقہ کے جواز و منع دونوں  
 طرح کی) حدیثوں میں تطبیق دی ہے، انھوں نے فرمایا  
 مکروہ وہ معانقہ ہے جو بطور شہوت ہو۔ اور مصنف  
 (یعنی امام برهان الدین فرغانی صاحب ہدایہ) نے  
 اسی کو ایک تہم میں معانقہ کرنے سے تعبیر کیا ہے،  
 اس لئے کہ یہ سبب شہوت ہو سکتا ہے، لیکن نیکی  
 اور اعزاز کے طور پر کرتا یا جتہ پہنے ہوئے معانقہ ہو  
 تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (د ت)

اور کیونکر روا ہوگا کہ بے حالت سفر معانقہ کو مطلقاً ممنوع ٹھہرایے حالانکہ احادیث کثیرہ میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار بے صورت مذکورہ بھی معانقہ فرمایا۔

فل یہاں سے استدلال نے ایک دوسرا رنگ اختیار کیا، اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے سولہ احادیث ان کے  
 حوالوں کے ساتھ پیش فرمائی ہیں جن میں اسی معانقہ کا ذکر ہے جو نیکی، اعزاز اور اظہارِ محبت کے طور پر ہے۔  
 خرابی نیت اور موادِ شہوت سے ہر طرح دور ہے۔ مگر بے حالت سفر ہے۔ لہذا ان احادیث سے صراحتاً  
 یہ ثبوت فراہم ہو جاتا ہے کہ صرف قدم سفر کے بعد ہی نہیں بلکہ دیگر حالات میں بھی معانقہ بلا شبہ جائز و درست  
 ہے۔ اور جب خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان تمام احوال میں معانقہ کا ثبوت حاصل ہو جاتا ہے  
 تو کوئی دوسرا اسے "بدعت و ناروا" کہنے کا کیا حق رکھتا ہے! (مترجم)

لہ العنایۃ مع فتح القدر شرح ہدایۃ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نورین رضویہ سکھر ۲۵۸/۸



سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے  
لپٹایا پھر دعا فرمائی، الہی! اسے حکمت  
سکھا دے۔

صَمَّيْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِلَى صَدْرِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْحِكْمَةَ ۝

حدیث چہارم؛ امام احمد اپنی مُسند میں یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ایک بار دونوں صاحبزادے حضور اقدس صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آپس میں دوڑ کرتے ہوئے  
آئے حضور نے دونوں کو لپٹایا۔

ان حَسَنًا وَحُسَيْنًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا  
يَسْتَبِقَانِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَضَبَّتَهُمَا إِلَيَّ ۝

حدیث پنجم؛ جامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے:

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضور  
کو اپنے اہل بیت میں زیادہ پیارا کون ہے؟  
فرمایا: حسین اور حسین۔ اور حضور دونوں صاحبزادوں  
کو حضرت زہرا سے بلوا کر "سینے سے لگا لیتے" اور  
ان کی خوشبو سونگھتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم و  
بارک وسلم۔

سُئِلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ  
وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُولُ لِفَاطِمَةَ أَدْعَى لِي  
ابْنِي فَيَشْمُهُمَا وَيَضْمُهُمَا ۝

حدیث ششم؛ امام ابوداؤد اپنی مُسنن میں حضرت اُسید بن حُضَير رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

اس اشنا میں کہ وہ باتیں کر رہے تھے اور ان کے  
مزاج میں مزاج تھا، لوگوں کو ہنسار ہے تھے کہ سید عالم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکڑی ان کے پہلو میں  
چبھوئی، انھوں نے عرض کی مجھے بدلہ دیجئے۔ فرمایا:  
لے۔ عرض کی، حضور تو کرتا اپنے ہیں اور میں ننگا تھا۔  
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کرتا اٹھایا

بَيْنَمَا هُوَ يَحْدُثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيهِ  
مَزَاحٌ بَيْنَمَا يَضْحَكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاصِرَتِهِ بَعُودٌ  
فَقَالَ اصْبِرْ نِي قَالَ اصْطَبِرْ قَالَ ان  
عَلَيْكَ قَمِيصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيصٌ فَوَضَعَ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَن قَمِيصِهِ

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۳۱/۱

دار الفکر بیروت ۱۶۲/۴

نور محمد کارخانہ تجارت کتبچی ص ۴۰-۵۳۹

مناقب ابن عباس

" " "

مناقب الحسن والحسين

الاصح البخاری

مسند احمد بن حنبل

جامع ترمذی

ابن بکر عندی کمزلی عند  
سابقی

ابوبکر کا منہ چومتے ہیں؟ فرمایا، اسے ابو الحسن!  
ابوبکر کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ  
میرے رب کے حضور۔

حدیث دوازدہم<sup>۱۲</sup>؛ ابن عبد ربہ کتاب بہجۃ المجالس میں مختصراً اور ریاض نضرہ میں ام المؤمنین صدیقہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مطوّلاً، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائے اسلام میں اظہار اسلام اور کفار سے  
حرب و قتال فرمانا اور ان کے چہرہ مبارک پر ضرب شدید آنا، اس سخت صدمے میں بھی حضور اقدس  
سید المجوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال رہنا، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دارالارقم میں تشریف فرما  
تھے اپنی ماں سے خدمت اقدس میں لے چلنے کی درخواست کرنا مفصلاً مروی، یہ حدیث ہماری کتاب  
مطلع القمّریٰ فی ابانۃ سبقتہ العمرین (۱۲۹۷) میں مذکور، اس کے آخر میں ہے ۱

حتى اذا هدأت الرجل وسكن الناس  
خرجت ابيته يتكى عليها حتى ادخلناه  
على النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم فانكبت عليه فقبله  
وانكب عليه المسلمون ورق له  
صلى الله تعالى عليه وسلم  
براقه شديدة. الحديث.

یعنی جب پہل موقوف ہوئی اور لوگ سو رہے ان کی  
والدہ ام الخیر اور حضرت فاروق اعظم کی بہن ام جمیل  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں لے کر چلیں، بوجہ ضعف  
دونوں پر تکیہ لگائے تھے، یہاں تک کہ خدمت اقدس  
میں حاضر کیا، دیکھتے ہی پروانہ وار شمع رسالت پر  
گر پڑے (پھر حضور کو بوسہ دیا) اور صحابہ  
غایت محبت سے ان پر گرے۔ حضور اقدس صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے نہایت رقت فرمائی۔

حدیث سیزدہم<sup>۱۳</sup>؛ حافظ ابوسعید شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ سے راوی،

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما  
ہوئے پھر فرمایا: عثمان کہاں ہیں؟ عثمان رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ بے تابانہ اُسٹھے اور عرض کی، حضور! میں یہ

قال بعد رسول الله صلى الله تعالى  
عليه وسلم المنبر ثم قال اين  
عثمان بن عفان؟ فوثبت وقال انا

لہ سیرت حافظ عمر بن محمد ملا

لہ ریاض النضرۃ

ذکر ام الخیر

مطبوعہ حشری کتب خانہ فیصل آباد

۷۶/۱

ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق باقی رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدیق کی طرف پیر کے تشریف لے گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا: میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا یار ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الی صاحبہ حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر فسبّہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ابی بکر حتی اعتنقه فقال لو كنت متخذاً خلیلاً لا اتخذت ابابکر خلیلاً ولكنہ صاحبی۔

حدیث دہم: خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ہم خدمت اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے، ارشاد فرمایا: اس وقت تم پر وہ شخص چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت شفاعت انبیاء کے مانند ہوگی، ہم حاضر ہی تھے کہ ابوبکر صدیق نظر آئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور صدیق کو پیار کیا اور "گلے لگایا"۔

قال کنا عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یطلع علیکم من اجل لم یخلق اللہ بعدی احدا خیراً منہ ولا افضل ولہ شفاعۃ مثل شفاعۃ النبیین فما برحنا حتی طلع ابوبکر فقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقبلہ والتزمہ۔

حدیث یازدہم: حافظ عمر بن محمد ملا اپنی سیرت میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ کھڑے دیکھا اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے مصافحہ فرمایا اور "گلے لگایا" اور ان کے دہن پر بوسہ دیا۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی: کیا حضور

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقفاً مع علی بن ابی طالب اذا قبل ابوبکر فصافحہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعانقہ و قبل فاء فقال علی اتقبل فالابی بکر فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ابا الحسن منزلة

۱۔ طبرانی کبیر حدیث ۱۱۶۷۹ و ۱۱۹۳۸، مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۶۱ و ۳۳۹  
۲۔ تاریخ بغداد ترجمہ ۱۱۴۱، محمد بن عباس ابوبکر القاص مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۳/ ۲۴-۱۲۳

اس حدیث میں علاوہ فعل کے مطلقاً حکم بھی ارشاد ہوا کہ ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معاف کرنا چاہئے۔  
**حدیث شانزدہم**؛ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا سے فرمایا کہ عورت کے  
 حق میں سب سے بہتر کیا ہے؛ عرض کی کہ نامحرم شخص اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے ”گلے لگا لیا اور فرمایا؛  
 ذَرِيَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ (یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے۔ ت۔)

او کما ورد عن النبي صلى الله تعالى عليه وآله وبارك وسلم (یا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وارد ہے۔ ت)  
 یا لکھلکھ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد۔ اور تخصیص سفر محض بے اصل و فاسد۔ بلکہ سفر و بے سفر  
 ہر صورت میں معاف سنت، اور سنت جب ادا کی جائے گی سنت ہی ہوگی تا وقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر  
 شرع سے تصریحاً نہیں ثابت نہ ہو، یہاں تک کہ خود امام طائفہ مانعین اسمعیل دہلوی رسالہ نذور میں کہ  
 مجموعہ زبده النصارح میں مطبوع ہوا صاف مقرر کہ معاف روزہ عید گو بدعت ہو بدعت حسنہ ہے۔ حدیث  
 قال (یوں کہا۔ ت)؛

ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی گنواں کھودنے، اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت  
 و خورائیدن طعام سوائے کندن چاہ و دوسری چیزوں اور دعا، استغفار، قربانی کے  
 امثالہ دعا و استغفار و اضحیہ بدعت ست سوا تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا

ول مولوی اسمعیل دہلوی پیشوایان علماء دیوبند کی اس عبارت میں چند باتیں قابل غور ہیں؛

(۱) ایصالِ ثواب کے لئے گنواں کھودانا، دعا، استغفار، قربانی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں بدعت نہیں  
 بلکہ سنت سے ثابت ہیں۔

(۲) قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا اور اس طرح کے دوسرے طریقے بدعت ہیں مگر بدعتِ حسنہ ہیں۔

(۳) اس سے بدعت کی دو قسمیں معلوم ہوئیں؛ بدعتِ حسنہ، بدعتِ سیئہ۔ لہذا ہر بدعت بُری نہیں۔  
 اور ہر نیا کام صرف بدعت ہونے کے باعث ناجائز و حرام نہیں ہو سکتا بلکہ بعض کام بدعت ہوتے ہوئے بھی  
 حسن اور اچھے ہوتے ہیں۔

(۴) روز عید کا معاف، اور ہر روز فجر و عصر کے بعد مصافحہ بدعتِ حسنہ جائزہ اور اچھا ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

منکرین اعلیٰ حضرت کا پورا رسالہ نہ مانیں، تمام احادیث و فقہی نصوص سے آنکھیں بند کر لیں مگر انھیں اپنے پیشوا اعظم  
 کے اقرار صریح اور کلام واضح سے ہرگز مفرتہ ہونا چاہئے۔ (مترجم)

حاضر ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پاس آؤ۔ پاس حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "سینہ سے لگایا" اور آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔

حدیث چہارم<sup>۱۲</sup> : حاکم صحیح مستدرک میں بافادہ تصحیح اور ابویعلیٰ اپنی مسند اور ابو نعیم فضائل صحابہ میں اور برہان مجتہدی کتاب اربعین مستی بالماء المعین اور عمر بن محمد ملا سیرت میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

ہم چند مہاجرین کے ساتھ خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے حاضرین میں خلفائے اربعہ وطلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : تم میں ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اٹھ کر جائے اور خود حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اٹھ کر تشریف لائے ان سے "معانقہ کیا" اور فرمایا : تو میرا دوست ہے دنیا و آخرت میں۔

حدیث پانزدہم<sup>۱۵</sup> : ابن عساکر تاریخ میں حضرت امام حسن مجتبیٰ وہ اپنے والد ماجد مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہما سے راوی :

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا : میں نے اپنے بھائی عثمان سے معانقہ کیا جس کے کوئی بھائی ہو اسے چاہئے اپنے بھائی سے "معانقہ کرے"۔

ذایا رسول اللہ فقال اذنت منی فدانا منه فضمتہ اری صدیرہ وقبئل بین عینہ الخ

قال بینا نحن مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی نفر من المهاجرین منهم ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیتھض کُلُّ رَجُلٍ اِلی کفوه و تھض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی عثمان فاعتنقہ و قال انت و لیتي فی الدنیا و الاخرۃ۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عانق عثمان بن عفان و قال قد عانقت اخي عثمان فمن كان له اخ فليعانقه۔

۲۹۰ ص میدان انقلاب تہران

۱۲ شرف المصطفیٰ (شرف النبی) باب بیعت و نہم

۹۷/۳ مطبوعہ بیروت

۱۵ المستدرک باب فضائل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۷/۱۳ مطبوعہ دار الکتب الاسلامی حلب

۱۶ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۳۹۲۴۰

## ابوالحسنات محمد عبدالحی

عبارات کہ حاشیہ پر لکھ کر پیش کی گئیں زکروؤ فہ یہ ہیں ،

اذا تردّد الحکم بین سنّة و بدعة کانت ترک السنّة راجحاً علیٰ فعل البدعة ۱۲ اردو المختار

جب حکم سنت و بدعت کے درمیان مُتَرَدّد ہو تو ارتکاب بدعت پر ترک سنت کو ترجیح دی جائیگی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عبداللہ بن نعمان فرماتے ہیں میں نے مدینہ خاص میں جبکہ وہاں علماء صالحین بکثرت موجود تھے، دیکھا کہ وہ نماز عید سے فارغ ہو کر آپس میں مصافحہ کرتے، تو اگر سلف سے نقل مساعد ہو تو کیا کہتا ورنہ ترک اولیٰ ہے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے اس فتوے کا حاصل یہ ہے کہ بعد عید مصافحہ و معانقہ حدیث سے ثابت نہیں۔۔۔ رہے علماء و فقہاء۔۔۔ تو ان میں اختلاف ہے، کچھ بدعت مباحہ کہتے ہیں کچھ بدعت مکروہہ۔ بہر تقدیر اسے نہ کرنا بہتر ہے۔ ”نہ کرنا بہتر ہے“ سے اتنا ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ کر لیا تو جائز ہے۔۔۔ مولانا فرنگی محلی کا یہی فتویٰ (جوان کے مجموعہ فتاویٰ طبع اول کے ج ۱ ص ۵۲۸ پر ہے) بریلی کے ان عالم نے بھیجا جن سے اعلیٰ حضرت اپنے جواب میں خطاب کر رہے ہیں، ساتھ ہی انھوں نے اس مجموعہ فتاویٰ کے حاشیہ پر معانقہ عید کی ممانعت کے ثبوت میں وہ عبارتیں بھی لکھ دیں جنہیں کتاب ”دشاح الجید فی تحلیل معانقہ العید“ میں اعلیٰ حضرت نے بعینہ نقل فرمایا اور التماس چہارم سے ان پر بحث کی۔ (مترجم)

و ل یعنی جب معاملہ ایسا ہو کہ کرے تو کسی بدعت کا مرتکب ہوتا ہے، نہ کرے تو کوئی سنت چھوٹی ہے، ایسی صورت میں یہی حکم ہے کہ نہ کرے کہ اس سے سنت اگر چہ چھوٹ جائے گی مگر بدعت کا مرتکب تو نہ ہوگا۔ معانقہ عید کا بھی یہی حال ہے۔ لہذا اس سے بھی ممانعت ہی کا حکم دیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے التماس نہم میں اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہاں بدعت سے مراد بری بدعت ہے اور معانقہ عید ایسا ہرگز نہیں بلکہ اپنی اصلیت کے لحاظ سے سنت اور خصوصیت بعد عید کے لحاظ سے مباح، اور قصد حسن کے ساتھ ہو تو مستحسن ہے، لہذا آپ کی عبارت مذکورہ معانقہ عید پر منطبق (فٹ) ہو ہی نہیں سکتی۔ (مترجم)

۱ / ۶۸۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

مطلب اذا تردّد الحکم

لہ رد المختار



بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید  
ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر  
سب بدعت ہیں، مگر خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے  
عید کے دن معانقہ، اور نماز فجر یا عصر کے بعد مصافحہ  
کرنا (بدعت حسنہ ہے)۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ النبی  
الاقی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سنی حنفی قادر  
المصطفیٰ احمد رضا خاں

اس کے معارضے میں جو فتویٰ مولوی عبدالحی صاحب کا پیش کیا گیا اس کی عبارت یہ ہے :  
”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد خطبہ عیدین کے جو مصافحہ و معانقہ لوگوں میں مروج ہے  
وہ مسنون ہے یا بدعت؟ بَيِّنُوا تَوَجُّرُوا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)  
هو المصنوب (وہی رستی تک پہنچا نیوالا ہے) بعد عید مصافحہ و معانقہ مسنون نہیں، اور علماء اس باب  
میں مختلف ہیں، بعض بدعت مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعت مکروہہ۔ علیٰ کل تقدیر ترک اس کا

عہ اس کے بعد فتویٰ مذکور میں چار عبارتیں نقل کیں :

(۱) عبارت اذکار کہ اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) عبارت در مختار کہ یہ بدعت مباحہ بلکہ حسنہ ہے کہا ہو موجود فی الدر وان اقتصر المجیب فی

النقل (یہ در مختار میں موجود ہے اگرچہ مجیب نے صرف نام پر کفایت کی ہے۔ ت)

(۳) عبارت رد المحتار کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہمیشہ بعد نماز کے جاؤ تو جاہل سنت سمجھ لیں گے۔ اور ابن حجر شافعی

نے اسے مکروہ کہا ہے۔

(۴) عبارت مدخل ابن حاج مالکی المذہب کہ غیبت کے بعد ابن عیینہ نے جائز رکھا، اور عید میں ان لوگوں سے

جو اپنے ساتھ حاضر ہیں، نہیں۔ اور مصافحہ بعد عید مجھے معروف نہیں مگر (باقی بر صفحہ آئندہ)

وَلَا یعنی عید میں ان لوگوں سے معانقہ جائز نہیں جو اپنے ساتھ حاضر ہیں۔ (مترجم)

لہ مجموعہ زبدۃ النصائح

اعتراض کرتے ہوئے مولوی صاحب مذکور نے حاشیہ لکھا ہے) ظاہر ہے کہ امام نووی کے کلام میں ایک طرح کا تعارض ہے۔ اس لئے کہ اگر لوگ بعض اوقات سنت کے مطابق مصافحہ کرتے ہیں تو اسے بدعت نہیں کہا جائے گا۔ لیکن فجر و عصر کے بعد مصافحہ کا عمل استحباب مشروع کے طور پر نہیں ہے اس لئے کہ جائز و مشروع مصافحہ کا محل بس اول ملاقات ہے، اور یہاں تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ملاقات بلا مصافحہ کرتے ہیں اور دیر تک گفتگو و علمی بحث وغیرہ میں ایک ساتھ رہتے ہیں پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرتے ہیں، یہ سنت مشروعہ کہاں! اسی لئے

اتيان السنة في بعض الاوقات لا يسمي  
بدعة مع ان عمل الناس في الوقتين  
المذكورين ليس على وجه الاستحباب  
المشروع، لان محل المصافحة المذكورة  
اول الملاقاة وقد يكون جماعة  
يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون  
بالكلام وبمذاكرة العلم وغيره مدّة  
مديدة ثم اذا صلوا يتصافحون فاين  
هذا من السنة المشروعة وبهذا صرح  
بعض العلماء بانها مكروهة وحق انها من  
البدع المذمومة ۱۲ كذا في المرقاة۔

تو بعض علماء نے صراحت فرمایا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس کا شمار مذموم بدعتوں میں ہے۔ یہی عبارت مرقاة میں ہے۔ (ت)

## عیدِ ثانی میں

تحریرِ جواب و تقریرِ صواب و ازالہ اوہام و کشفِ حجاب — یعنی اس تحریر کی نقل جو برسہم جواب مولوی معترض کے پاس مرسل ہوئی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدة و نصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولانا! دام مجرم، بعد ما هو المستون ملتئم، فتویٰ فقیر دربارہ معانقہ کے جواب میں مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی جناب نے ارسال فرمایا اور اس کی جلد اول صفحہ ۵۲۸ طبع اول میں جو فتویٰ معانقہ

مولوی صاحب موصوف کی تحریر میں اسی طرح یہ ”ح“ بنی ہوئی ہے مگر یہ عبارت مرقاة میں نہیں ہے عبارت میں اس کا موقع بھی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

عہ هكذا بخطه وليست بهذه الحاء في  
عبارة المرقاة ولا لها محل في العبارة  
كما لا يخفى ۱۲ منه رضى الله تعالى عنه (م)

نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه  
تکره المصافحة بعد اداء الصلوة  
بکل حال لان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ  
عنہم ما صافحو بعد اداء الصلوة ولانها  
من سنن الروافض اھ ثم نقل عن ابن حجر  
من الشافعية انها بدعة مکروهة لا اصل  
لها فی الشرع وانه ینبہ فاعلها اولاً و  
یعذر ثانیاً ثوقال وقال ابن الحاج من  
المالکية فی المدخل انها من البدع و  
موضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء  
المسلم لآخیه لا فی اداء الصلوات فحیث  
وضعها الشرع یضعها فینہی عن ذلك و  
یزجر فاعله لما اتی به من خلاف  
السنة اھ رد المحتار قوله  
لا یخرج الخ ولا یخفی انت  
فی کلام الامام نوع تناقض لانت

عہ کتبہ المعترض حاشیہ علی ما نقل فی  
الفتاویٰ الکنویہ فی عبارۃ الاذکار للامام النووی  
رحمہ اللہ تعالیٰ من قوله "لاباس بہ فان  
اصل المصافحة سنة وکونہم حافظوا علیہا  
فی بعض الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال  
او اکثرها لا یخرج ذلك البعض عن کونہ من  
المصافحة التي ورد الشرع باصلها" ۱۲۵۱ منہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

رد المحتار میں ہے کہ تبیین المحارم میں ملتقط سے منقول  
ہے کہ ادا کے نماز کے بعد مصافحہ بہر حال مکروہ ہے  
(۱) اس لئے کہ صحابہ نے بعد نماز مصافحہ نہیں کیا ،  
(۲) اس لئے کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اھ  
پھر علامہ ابن حجر شافعی سے منقول ہے کہ یہ مصافحہ  
بدعت مکروہہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں  
اس کے مرتکب کو اولاً متنبہ کیا جائے گا، نہ مانے تو  
سرزنش کی جائے گی۔ پھر فرمایا کہ ابن الحاج مالکی  
مدخل میں لکھتے ہیں کہ یہ مصافحہ بدعت ہے (۳) اور  
شریعت میں مصافحہ کا محل مسلمان کی اپنے مسلمان  
بھائی سے ملاقات کا وقت ہے نمازوں کے بعد کے  
اوقات مصافحہ کا شرعی محل نہیں، شریعت نے جو محل  
مقرر کیا ہے اسے وہیں رکھے تو نمازوں کے بعد مصافحہ  
کرنے والے کو روکا اور زجر کیا جائے گا اس لئے کہ  
وہ خلاف سنت فعل کا مرتکب ہے اھ رد المحتار  
(حاشیہ ذیل میں مندرج امام نووی کی عبارت اذکار پر

فتاویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی میں امام نووی کی کتاب  
اذکار سے منقولہ عبارت پر بریلی کے معترض مولوی صاحب  
نے یہ حاشیہ لکھا ہے امام نووی کی عبارت یہ ہے :  
"اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل  
مصافحہ سنت ہے، اور اکثر حالات میں لوگ مصافحہ  
کے اندر کوتاہی کرنے کے ساتھ صرف بعض حالات  
میں اگر مصافحہ کی پابندی کرتے ہیں تو اس سے یہ بعض  
حالات والا مصافحہ (مثلاً مصافحہ بعد نماز) اس  
مصافحہ جائزہ کے دائرے سے خارج نہ ہوگا جس کی اصلیت شرع سے ثابت ہے۔"

دوم؛ شاید جناب نے اس مجموعہ کو استیعاباً ملاحظہ نہ فرمایا اس میں بہت جگہ وہ مسائل و کلمات ہیں جو آج کل کے فرقہ مانعین کے بالکل مخالف و قائلِ اصل مذہب ہیں۔ تمثیلاً ان میں سے چند کا نشان دوں۔

جلد اول صفحہ ۵۳۱ پر لکھتے ہیں:

”کتب فقہیہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں کہ ازمۂ سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا مگر بسبب اغراضِ صالحہ کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا۔“

صفحہ ۲۹۴ پر ہے:

”الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلماتِ حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعثِ ندامت و توبہ سامعان ہوئے تو امیدِ ثواب ہے۔ مگر اس طریقہ کا ثبوت قرونِ ثلاثہ میں نہیں ہے الخ“

جلد دوم صفحہ ۷۰۱ میں ہے:

جو کہتا ہے کہ وجودیہ اور شہودیہ اہل بدعت سے ہیں اس کا قول قابلِ اعتبار نہیں، اور اس کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اولیاء کے احوال اور توحید و جودی و شہودی کے معنی سے جاہل و بے خبر ہے، اور جس شاعر نے دونوں فرقوں (وجودیہ و شہودیہ) کی مذمت کی ہے وہ قابلِ ملامت ہے۔ (ت)

کسے کہ می گوید کہ وجودیہ و شہودیہ از اہل بدعت اند قولش قابلِ اعتبار نیست و منشاءِ قولش جہل و ناواقفیت است از احوالِ اولیاء و از معنی توحید و جودی و شہودی و شاعرے کہ ذمہ ہر دو فرقہ ساختہ قابلِ ملامت ست۔

صفحہ ۴۲۱ پر ہے:

”شغلِ برزخ اس طور پر کہ حضراتِ صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت، ہاں افراط و تفریط اس میں منجرِ ضلالت کی طرف ہے، تصریح اس کی مکتوبات مجدد الف ثانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) آپ کے خلاف ہے، مگر میں نے کب کہا کہ اس زمانے کے کسی عالم کی تحریر مجھ پر حجت ہے؟ (۲) یا یہ کہ آپ نے خود تحقیقی طور پر اسے سب کے لئے معتمد اور مستند جان کر پیش کیا ہے، تو آپ کو پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب قابلِ استدلال اور علماء پر حجت و سند بنا کر پیش کرنے کے لائق ہے، اور جب یہ دونوں صورتیں صحیح نہیں تو اس مجموعہ فتاویٰ کو یہاں پیش کرنا ہی بے محل ہے۔ (مترجم)

۱۔ مجموعہ فتاویٰ عبدالحی

۲۵-۲۴/۲  
۵۸۷

مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

کتاب الخطر والاباحۃ

۲۔ مجموعہ فتاویٰ عبدالحی

مندرج ہے پیش کیا اور اس کے حاشیے پر تائیداً کچھ عبارت ردالمحتار و مرقاة بھی تحریر فرمادی، سائل منظر کہ جب جناب سے یہ گزارش ہوتی کہ آیا یہ مجموعہ آپ کے نزدیک مستند ہے تو فرمایا: ہمارے نزدیک مستند نہ ہوتا تو ہم پیش کیوں کرتے؟ اور واقعی یہ فرمانا ظاہر و بجا ہے۔ فقیر کو اگرچہ ایسے معارضہ کا جواب دینا ضرور نہ تھا مگر حسب اصرار سائل، محض بغرض احقاقِ حق و ازہاقِ باطل چند التماس ہیں۔ معاذ اللہ کسی دوسری وجہ پر حمل نہ فرمائے فقیر ہر مسن مسلمان کو مستحقِ ادب جانتا ہے خصوصاً جناب تو اہل علم و سادات سے ہیں، مقصود صرف اتنا ہے کہ جناب بھی بمقتضائے بزرگی حسب و نسب و عمر و علم ان گزارشوں کو بنظر غور و تحقیقِ حق استماع فرمائیں، اگر حق واضح ہو تو قبول، مرجوح و مامول کہ علماء کے لئے رجوع الی الحق عار نہیں بلکہ معاذ اللہ اصرار علی الباطل — قال تعالیٰ:

قَبِيْرٌ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ  
فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهُ۔  
تو خوشی سناؤ ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں  
پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (ت)

التماس اول: اس مجموعہ فتاویٰ سے استناد الزاماً ہے یا تحقیقاً؟ علی الاول فقیر نے کب کہا تھا کہ کسی معاصر کی تحریر مجھ پر حجت ہے، علی الثانی پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب خادمانِ علم پر احتجاجاً پیش کرنے کے قابل ہے۔

وہ حاصل یہ ہے کہ ہم نے معانقہ عید کا جواز احادیثِ کریمہ سے ثابت کیا، مستند فقہی عبارتیں پیش کیں، اس احادیث اور نصوص سے مدلل فتوے کے جواب میں آپ مولوی عبدالحی صاحب کا فتویٰ مستند بنا کر پیش کر رہے ہیں ایسی مخالف دلیل کا جواب تو کوئی ضروری نہ تھا مگر سائل کے اصرار پر حق کو حق دکھانے اور باطل و ناحق کو مٹانے کی خاطر آپ کی خدمت میں چند التماس ہیں، ان التماسوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ بنگاہِ غور دیکھیں اگر حق واضح ہو تو آپ سے اسے قبول کر لینے کی امید ہے اس لئے کہ حق کی طرف رجوع اور اسے قبول کر لینا علماء کے لئے عار نہیں بلکہ معاذ اللہ باطل و ناحق بات پر اڑے رہنا شانِ علماء کے خلاف ہے۔ (ت)

فل تو توضیح: آپ نے میرے فتوے کے جواب میں مولوی عبدالحی صاحب کا مجموعہ فتاویٰ مستند بنا کر پیش کیا ہے اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) یا تو مجھے الزام دینا مقصود ہے کہ دیکھئے آپ کی مستند اور مانی ہوئی کتاب میں (باقی اگلے صفحہ پر)

سوال: پارچہ جھنڈا سالار مسعود غازی در  
مصرف خود آرد یا تصدق نماید؟

جواب: ظاہراً در استعمال پارچہ مذکور بصرف  
خود و جھے کہ موجب بزه کاری باشد نیست و  
اولی آنست کہ بمساکین و فقرا آید۔

سوال: سید سالار مسعود غازی کے جھنڈے  
کا کپڑا اپنے مصرف میں لائے یا صدقہ کر دے؟  
جواب: مذکورہ کپڑا اپنے مصرف میں لانے کے  
اندر بظاہر گناہ کی کوئی وجہ نہیں۔ اور بہتر یہ ہے  
کہ مساکین و فقرا کو دے دے۔ (ت)

جناب سے سوال ہے کہ مولوی صاحب کے یہ اقوال کیسے؟ اور ان کے قائل و معتقد کا حکم کیا ہے؟  
خصوصاً شغلِ برزخ کو جائز جانتے والا معاذ اللہ مشرک یا گمراہ ہے یا نہیں؟ اور جس کتاب میں ایسے  
اقوال مندرج ہوں مستند و معتمد ٹھہرے گی یا پایہ احتجاج سے ساقط ہوگی؟ بتینوا تو جروا۔

سوم: مولوی صاحب نے اس فتویٰ میں معانقہ عید کی نسبت صرف اتنا حکم دیا کہ "ترک اس کا اولیٰ ہے"  
اس سے ممانعت درکنار اصلاً کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی "اولویت ترک نہ مشروعیت و اباحت کے منافی  
نہ کراہت کو مستلزم" ردالمحتار میں ہے:

الاقتصاد علی الفاتحة مسنون لا واجب فكان  
الضم خلاف الأولى وذلك لا ينافي المشروعية  
والاباحة بمعنى عدم الاثم في الفعل  
والترك به

نمازِ فرض کی تیسری چوتھی رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پر  
اکتفا کرنا صرف مسنون ہے، واجب نہیں۔ تو  
ان رکعتوں میں سورۃ ملانا خلافِ اولیٰ ہوگا اور یہ اس کے  
جائز و مباح ہونے کے منافی نہیں۔ اباحت بایں معنی  
کہ کرنے نہ کرنے دونوں میں کوئی گناہ نہیں۔ (ت)

ول فقہار اگر یہ حکم کریں کہ فلاں امر کا ترک بہتر ہے تو اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ چیز ناجائز ہے بلکہ  
مکروہ ہونا بھی لازم نہیں آتا، یہ ایک عظیم قاعدہ ہے جو حفظ کر لینے کے قابل اور بہت سے مقامات میں  
مفید ہے۔ اس قاعدے کے پیش نظر مولانا عبدالحی صاحب نے معانقہ عید کے متعلق جب صرف اتنا لکھا کہ اس  
کا نہ کرنا بہتر ہے تو اس سے معانقہ مذکور کا ناجائز یا مکروہ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا  
کہ کر لے تو کوئی عوج نہیں۔ پھر ممانعتِ معانقہ کے بارے میں فتویٰ مذکور سے استدلال ہی بالکل بیکار اور اپنے  
خلاف استدلال ہے۔ (ت)

۱۔ مجموعہ فتاویٰ باب نیل استعمالہ و مالایکل مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۱۶/۳  
۲۔ ردالمحتار مطلب کل صلوة مکروہہ تجب اعادةہا مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۱/۵۹

میں جایجا موجود ہے۔

جلد سوم صفحہ ۸۵ میں ہے،

سوال : وقتِ ختمِ قرآن در تراویح ستر بار سورۃ اخلاص می خوانند مستحسن است یا نہ؟

جواب : مستحسن است۔

صفحہ ۱۲۰ پر ہے،

سوال : بسم اللہ نوشتن بر پیشانی میت از انگشت

درست است یا نہ؟

جواب : درست است۔

صفحہ ۱۵۲ میں ہے،

در مجالس مولد شریف کہ از سورۃ والضحی تا آخر

می خوانند البتہ بعد ختم ہر سورۃ تکبیر می گویند راقم

شریک مجالس متبرکہ بودہ این امر را مشاہدہ کردم

ہم در مکہ معظمہ و ہم در مدینہ منورہ و ہم در جدہ مکہ

طرفہ تریہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں،

سوال : تراویح میں ختم قرآن کے وقت تین بار

سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں یہ مستحسن ہے یا نہیں؟

جواب : مستحسن ہے۔ (ت)

سوال : انگلی سے میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا

درست ہے یا نہیں؟

جواب : درست ہے۔ (ت)

میلاد شریف کی محفلوں میں سورہ والضحی سے آخر

قرآن تک پڑھتے ہیں، ہر سورۃ ختم کرنے کے بعد

تکبیر کہتے ہیں۔ راقم نے ان متبرک محفلوں میں شریک

ہو کر اس امر کا مشاہدہ کیا ہے مکہ معظمہ میں بھی،

مدینہ منورہ میں بھی اور جدہ میں بھی۔ (ت)

ول ارواح سے توجہ طلبی، تصویر شیخ، شغل برزخ وغیرہ سے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک مدلل رسالہ ہے

الیا قوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطة (۱۳۰۹ھ) جس میں نصوص علماء اور مستندین مانعین کی عباراتوں

سے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے، قابل مطالعہ ہے۔ (مترجم)

۱۔ مجموعہ فتاویٰ عبدالحی

۵۷/۳ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ باب التراویح " " "

۱۲۳/۱ " " " باب ما يتعلق بالموتی " " "

۵۲/۳ " " " باب القراءة فی الصلوة " " "

ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے۔ ت) مگر ہمارے مسئلہ دائرہ یعنی معانقہ عید سے دو دلیل پیشیں  
کو تو اصلاً علاقہ نہیں۔

محل مصافحہ خاص ابتدائے لقا ہو تو بھی ”معانقہ“ کی اُس وقت سے تخصیص ہرگز مسلم نہیں و صحت  
ادعیٰ فعلیہ البیان (جو مدعی ہو بیان اس کے ذمہ۔ ت)

مولوی صاحب لکھنوی کا بے دلیل و سند لکھنا مسموع نہیں ہو سکتا، بلکہ معانقہ مثل تقبیل اظہار سرور و  
بشاشت و و داد و محبت ہے، جیسے تقبیل خاص ابتدائے لقا سے مخصوص نہیں، یوں ہی معانقہ۔

جناب نے فتویٰ فقیر میں حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی کتاب السنۃ ابن شاہین  
و معجم کبیر امام طبرانی ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تالاب پیر نے میں  
امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا۔ — و نیز حدیث اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
مروی سنن ابی داؤد کہ انھوں نے باتیں کرتے کرتے حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گرتا اٹھانے  
کی درخواست کی حضور نے قبول فرمائی، وہ حضور کے بدن اقدس سے لپٹ گئے اور تہی گاہ مبارکہ پر بوسہ دیا  
— و نیز حدیث صحیح مستدرک کہ اثنائے مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ذی النورین  
سے معانقہ فرمایا۔ — و نیز حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے اُن سے پوچھا: عورت کے لئے سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی: یہ کہ کوئی نامحرم اُسے نہ دیکھے۔  
حضور نے گلے سے لگایا۔ — ان سب صورتوں میں ابتدائے لقا کا وقت کہاں تھا کہ معانقہ فرمایا گیا۔  
— یوں ہی پیار سے اپنے بچوں، بھائیوں، زوجہ کو گلے لگانا شاید اول ملاقات ہی پر جائز ہوگا،  
پھر ممانعت کی جائے گی؟

یوں ہی مصافحہ بعد نماز فجر و عصر اگر کسی وقت کے روافض نے ایجاد کیا اور خاص ان کا شعار رہا ہو،  
اور بدیں وجہ اس وقت کے علمائے اہلسنت کے لئے اسے ناپسند رکھا ہو تو معانقہ عید کا زبردستی اس  
پر قیاس کیونکہ ہو جائے گا، پہلے ثبوت دیجئے کہ ”یہ رافضیوں کا نکالا اور انھیں کا شعار خاص ہے“ ورنہ  
کوئی امر جائز کسی بد مذہب کے کرنے سے ناجائز یا مکروہ نہیں ہو سکتا۔ لاکھوں باتیں ہیں جن کے کرنے  
میں اہلسنت و روافض بلکہ مسلمین و کفار سب شریک ہیں۔ کیا وہ اس وجہ سے ممنوع ہو جائیں گی؟

بحر الرائق و در مختار و رد المحتار وغیرہ ملاحظہ ہوں کہ ”بد مذہبوں سے مشابہت اسی امر میں ممنوع ہے  
جو فی نفسہ شرعاً مذموم یا اُس قوم کا شعار خاص یا خود فاعل کو اُن سے مشابہت پیدا کرنا مقصود ہو ورنہ  
زہار وجہ ممانعت نہیں“



اسی میں ہے :

صَوَّرَ فِي الْبَحْرِ فِي صَلَاةِ الْعِيدِ عِنْدَ  
مَسْئَلَةِ الْأَكْلِ بَأَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مَنْ تَرَكَ  
الْمُسْتَحَبَّ ثُبُوتَ الْكِرَاهَةِ "اذلًا بُدَّلَهَا  
مِنْ دَلِيلٍ خَاصٍّ" اهـ وَأَشَارَ إِلَى ذَلِكَ  
فِي التَّحْرِيرِ الْأَصُولِيِّ بِأَنَّ  
"خِلَافَ الْأُولَى مَا لَيْسَ فِيهِ  
صِغَةُ نَهْيٍ كَتَرَكَ صَلَاةَ الضَّحَى  
بِخِلَافِ الْمَكْرُوهِ تَنْزِيهِهَا لِيَهِيَ

بِحِجْرِ الرَّاتِقِ فِي جِهَانٍ يَهِيَ مَسْئَلَةٌ هِيَ أَنَّ نَمَازَ عِيدٍ مِنْ  
بَعْدِ الْبَحْرِ فِي صَلَاةِ الْعِيدِ عِنْدَ  
مَسْئَلَةِ الْأَكْلِ بَأَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مَنْ تَرَكَ  
الْمُسْتَحَبَّ ثُبُوتَ الْكِرَاهَةِ "اذلًا بُدَّلَهَا  
مِنْ دَلِيلٍ خَاصٍّ" اهـ وَأَشَارَ إِلَى ذَلِكَ  
فِي التَّحْرِيرِ الْأَصُولِيِّ بِأَنَّ  
"خِلَافَ الْأُولَى مَا لَيْسَ فِيهِ  
صِغَةُ نَهْيٍ كَتَرَكَ صَلَاةَ الضَّحَى  
بِخِلَافِ الْمَكْرُوهِ تَنْزِيهِهَا لِيَهِيَ

ہوتا ہے۔ (ت)

پھر اگر جناب کے نزدیک بھی حکم وہی ہے جو مولوی صاحب نے اپنے فتویٰ میں لکھا تو تصریح فرما دیجئے  
کہ عید کا معانقہ شرعاً ممنوع نہیں، نہ اس میں اصلاً کوئی حرج ہے، ہاں نہ کرنا بہتر ہے کہ لے تو مضائقہ نہیں۔  
چہارم؛ آپ نے جو عبارات ردالمحتار و مرقات نقل فرمائیں ان میں معانقہ عید کی ممانعت کا کہیں ذکر نہیں  
ان میں تو مصافحہ بعد نماز فجر و عصر یا نماز پنجگانہ کا بیان ہے، اور جناب کو منصب اجتہاد حاصل نہیں کہ ایک  
مسئلہ کو دوسرے پر قیاس فرما سکیں۔ اگر فرمائیے کہ "جو دلائل اس میں لکھے ہیں یہاں بھی جاری۔"  
اقول: یہ محض ہوس ہے، ان عبارتوں میں تین دلیلیں مذکور ہوئیں:

(۱) محل مصافحہ ابتدائے طلاقات ہے نہ بعد صلوات۔

(۲) یہ مصافحہ مخصوصہ سنتِ روافض ہے۔

(۳) صحابہ کرام نے یہ خاص مصافحہ نہ کیا۔

یہ تینوں تعلیلیں اگرچہ فی انفسہا خود ہی علیل اور ناقابل قبول ہیں کماحققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ  
فی فتاواننا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) ولہذا  
قول اصح یہی ٹھہرا کہ وہ مصافحہ مخصوصہ بھی جائز و مباح ہے کما سنذکر ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ

ردالمحتار مطلب لایلزمن ترک المستحب ثبوت الکراہتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۷۷/۲

وهو ان كان احدا ثا فهو بدعة حسنة  
وكم من شئ كانت احدا ثا وهو بدعة  
حسنة۔

تعداد لکھنے میں کوئی عرج نہیں، اور وہ اگر چہ نئی  
ایجاد اور بدعت ہے مگر بدعت حسنة ہے اور  
بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو نوا ایجاد تو ہیں مگر بدعت  
حسنة ہیں۔ (ت)

امام ابن الہمام فتح القدير میں رکعتین قبل مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کر کے بتاتے ہیں،  
ثم الثابت بعد هذا هو نفي المندوبية اما  
ثبوت الكراهة فلا الا ان يدل دليل  
اخر۔

پھر اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز  
مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب و مستحب نہیں لیکن  
مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوت کراہت پر کوئی  
اور دلیل ہو تو البتہ۔ (ت)

مع ہذا حضرات مانعین زمانہ تین قرن تک اختیار تشریح مانتے، اور مٹھنات تابعین کو بھی غیر مذموم  
جانتے ہیں، تو صرف عدم فعل صحابہ سے استدلال ان کے طور پر بھی ناقص و ناتمام ہے۔ کلام ان مباحث  
میں طویل ہے کہ ہم نے اپنے رسائل عدیدہ میں ذکر کیا یہاں بھی دو حرف مجمل کافی ہیں وباللہ التوفیق۔  
پنجم: رد المحتار و مرقات کی یہ عبارتیں اگر جناب نے دیکھیں تو درر وغرر و کثر الدقائق و وقایہ و نقایہ و  
مجمع و ملتقى و اصلاح و ایضاح و تنویر و غیر باعامہ متون مذہب کے اطلاقات ملاحظہ فرمائے ہوتے جنھوں نے  
مطلقاً بلا تقييد و تخصیص مصافحہ کی اجازت دی۔ در مختار و حاشیہ علامہ طحاوی و شرح علامہ شہاب شبلی و

و مانعین کسی چیز کی ایجاد اور جائز و مشروع قرار دینے کا اختیار صرف تین زمانوں تک محدود مانتے ہیں،

(۱) زمانہ رسالت (۲) زمانہ صحابہ (۳) زمانہ تابعین

ان کے اس نظریہ سے اتنا ثابت ہے کہ زمانہ تابعین کی ایجادات بھی بُری نہیں۔ تو مصافحہ مذکورہ کی  
ممانعت کے ثبوت میں صرف صحابہ کرام کے نہ کرنے سے استدلال ناقص و ناتمام ہے، اپنے ہی نظریہ کے مطابق  
یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ زمانہ تابعین میں بھی اس کا وجود و ثبوت نہیں۔ (ت)

۳۲۳/۵

۳۸۹/۱

مطبوعہ پشاور  
نوریہ رضویہ سکھر

باب آداب المسجد  
باب النوافل

لے عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)

لے فتح القدير

رہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نہ کرنا، یہ تنہا دلیل منع نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تینوں کتب مستندہ اُغنیٰ  
مجموعہ فتاویٰ وردالمختار و مرقاة شریف اور ان کے سوا صد ہا کتب معتدہ اس کے بطلان پر گواہ ہیں۔ فقہاء کرام  
سیکڑوں چیزوں کو یہ تصریح فرما کر کہ نوپیدا ہیں، جائز بلکہ مستحب و مستحسن بلکہ واجب بتاتے اور محدثات کو اقسام  
نمٹہ کی طرف تقسیم فرماتے ہیں، مجموعہ فتاویٰ کی عبارتیں گزریں، ردالمختار میں ہے:

قوله ای صاحب بدعة ای محترمة  
والا فقد تكون واجبة ك نصب الأدلة  
للرد على اهل الفرق الضالة و تعلم  
النحو المفهم الكتاب والسنة و مندوبة  
كاحداث نحو رباط و مدرسة و كل  
إحسان لم يكن في المصدر الاول و  
مكروهة كزخرفة المساجد و مباحة  
كالتوسع بلذیذ المآكل و المشارب و  
الثياب كما في شرح الجامع الصغير للمناوی  
عن تهذيب النووی و مثله في الطريق  
المحمدية للبرکوی

شارح کا قول "صاحب بدعت" یہاں بدعت سے  
مراد حرام بدعت ہے، ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی  
ہے۔ جیسے گمراہ فرقوں کا رد کرنے کے لئے دلائل قائم  
کرنا، علم نحو سیکھنا جس سے کتاب و سنت کو سمجھ سکیں۔  
مستحب بھی جیسے سرانے اور مدرسہ حبیبی چیزیں تعمیر کرنا،  
اور ہر وہ نیک کام جو زمانہ اول میں نہ رہا ہو۔ مکروہ  
بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ و منقش کرنا۔ مباح بھی  
جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور کپڑوں میں وسعت  
و فراخی کی راہ اختیار کرنا۔ جیسا کہ علامہ مناوی کی شرح  
جامع صغیر میں علامہ نووی کی کتاب تہذیب سے منقول  
ہے، اور اسی طرح علامہ برکوی کی کتاب "الطریق المحمدية"  
میں مذکور ہے۔ (ت)

مرقات شریف میں ہے:

احداث ما لا ینزع الكتاب و السنة كما  
سنقره بعد ایس بند موم ہے  
پھر ایک صفحہ کے بعد بدعت کا واجب و حرام و مندوب و مکروہ و مباح ہونا مفصلاً ذکر فرمایا۔  
عالمگیری میں ہے:

مصنف شریف میں سورتوں کے نام، اور آیتوں کی

لاباس بكتابة أسامی السور و عدد الای

۵۶۰/۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی باب الامامت  
۲۱۵/۱ مطبوعہ امدادیہ ملتان باب الاعتصام بالکتاب و السنة

مجمع البحار میں ہے :  
 هِيَ مِنَ الْبِدْعِ الْمَبْأُحَةِ <sup>۱</sup> (یہ مصافحہ ان بدعتوں سے ہے جو مباح ہیں۔ ت)  
 آپ کی اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت امام نووی ہے :

قال الشيخ ابو الحسن البكري و تقيدده  
 بما بعد الصبح والعصر على عادة كانت في  
 زمانه و الا فعقب الصلوات كلها كذلك.  
 كذا في رسالة الشُّرَيْبِلِيِّ في المصافحة  
 وَنُقِلَ مثله عن الشمس الحانوتي و انه  
 أَفْتَى به مستدلا بعموم  
 النصوص الواردة في مشروعيتها  
 وهو الموافق لما ذكره  
 الشارح من اطلاق المتون <sup>۲</sup>

شیخ ابوالحسن بکری فرماتے ہیں امام نووی نے بعد فجر و  
 عصر کی قید کے ساتھ مصافحہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ  
 ان کے زمانے میں یہی رائج تھا، ورنہ بعد فجر و عصر  
 کی طرح تمام نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ یہی  
 علامہ شربلالی کے اس رسالہ میں ہے جو انہوں نے  
 مصافحہ کے بارے میں لکھا ہے اور اسی کے مثل علامہ  
 شمس الدین حانوتی سے منقول ہے۔ انہوں نے  
 جواز مصافحہ کے بارے میں وارد شدہ احادیث اور  
 نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے اس مصافحہ کے  
 بھی جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور یہی اس کے  
 موافق ہے جو شارح (صاحب رد مختار علامہ الدین  
 حصکفی) نے متون فقہ کا اطلاق ذکر کیا ہے۔ (ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی مستوی میں کلام امام نووی نقل کر کے کہتے ہیں :

اقول و هكذا ينبغي ان يقال في  
 المصافحة يوم العيد <sup>۳</sup>

میں کہتا ہوں جس طرح امام نووی نے مصافحہ بعد فجر و  
 عصر کے جواز میں استدلال کیا ہے یہی استدلال  
 مصافحہ روز عید میں بھی جاری ہونا چاہئے۔ (ت)

اور بعض نسخ مستوی میں "والمعانقة يوم العيد ايضا" (اور روز عید کے "معانقتہ" میں بھی۔ ت)  
 بھی ہے۔

۲۵۰/۲

مطبوعہ نول کشور لکھنؤ

۱ مجمع البحار الانوار تحت لفظ صفحه

۳۸۱/۶

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ

۲۲۱/۲

" " "

۳ مستوی باب استحباب المصافحة

" " "

فتح اللہ المعین حاشیہ کنز وغنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر وحاشیہ مراقی الفلاح و نسیم الریاض شرح  
شفائے امام قاضی عیاض و مجمع بحار الانوار و مطالب المؤمنین و مستوی شرح موطا و تلمذہ شرح اربعین علامہ برکونی  
للعلامہ محمد آفندی و حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ للعلامة النابلسی و فتویٰ امام شمس الدین بن امام سراج الدین خانوتی  
و غیرم علمائے حنفیہ کی تصریحات جلیلہ بھی دیکھی ہوتی ہیں کہ صاف صاف مصافحہ مذکورہ اور اسی طرح مصافحہ عید  
کو بھی جائز بلکہ مستحسن بلکہ سنت بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے :

درر، کنز، وقایہ، مجمع، ملتقی، وغیرہ کے اتباع  
میں مصنف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے  
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز ہے  
خواہ بعد عصر ہی کیوں نہ ہو۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ  
بدعت ہے تو اس سے مراد بدعت مباحت حسنہ ہے،  
جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء  
نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

اطلاق المصنف تبعاً للدارس والکنز والوقایة  
والمجمع وملتقی وغیرہا یفید جوازها  
مطلقاً ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة  
ای مباحة حسنة كما افادہ النووی فی  
اذکارہ وغیرہ فی غیرہ<sup>۱</sup>۔

اصلاح وایضاح میں ہے :

آدمی کا بوسہ دینا اور معانقہ کرنا ایک ازار میں  
مکروہ ہے اور گرتا پہن کر ہو تو جائز ہے، جیسے  
مصافحہ جائز ہے۔ (ت)

کبرۃ تقبیل الرجل و عناقہ فی ازار واحد  
و جائز مع قمیص کمصافحۃ<sup>۲</sup>۔

حدیقہ ندیہ میں ہے :

بعض متاخرین حنفیہ نے اس مصافحہ کے بدعت ہونے  
کا دعویٰ کرتے ہوئے اسے سزا دے کر مکروہ بتایا ہے  
باوجودیکہ وہ مطلق مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر  
مسنون ہے۔ (ت)

بعض المتأخرین من الحنفیة صرح بالکراهة  
فی ذلك ادعاءً بانہ بدعة مع انه داخل  
فی عموم سنة المصافحة مطلقاً<sup>۳</sup>۔

۳۸۱/۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۔ درالمختار کتاب المحظور والاباحہ

۲۔ اصلاح وایضاح

۱۵۰/۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۳۔ الحدیقہ الندیة الخلق الثامن والاربعون الخ

وقال ايضا ما من مسلمين  
يليقيان فيتصافحان الا غفر  
لهما قبل ان يتفرقا فالحديث الاول  
يقضى مشروعية المصافحة  
مطلقا اعلم من ان تكون  
عقب الصلوات الخمس والجمعة و  
العيدين او غير ذلك - لان النبي  
صلى الله تعالى عليه و سلم لم  
يقيدها بوقت دون وقت والدليل  
العام عند الحنفية اذ لم يقع فيه  
تخصيص من الادلة الموجبة للحكم قطعا،  
كالدليل الخاص وقالوا الدليل  
العام يعارض الخاص لقوته -  
والدليل ههنا عام لان صيغة  
"من" من صيغة العموم وكذا نقل  
عن شيخ مشائخنا العلامة  
المقدسي حديث "من صافح مسلما وقال  
عند المصافحة اللهم صل على محمد  
وعلى آل محمد لم يبق من ذنوبه شيء"  
فصيغته ايضا من صيغة العموم ذكره  
الشُّرَيْبَلِيُّ فِي رسالته المسماة "بسعادة  
اهل الاسلام" -

ایک اس کے دوسرے ساتھی کے لئے۔" اور  
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جب  
دو مسلمان ایک دوسرے سے ملے پھر مصافحہ  
کرتے ہیں تو جُدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی  
ہے۔" پہلی حدیث کا مقتضی ہے کہ مصافحہ مطلقاً  
جائز و مشروع ہو، خواہ نماز پنجگانہ، جمعہ اور عیدین کے  
بعد ہو یا کسی اور وقت۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے مصافحہ کو کسی خاص وقت سے مقید  
نہ فرمایا۔ اور حنفیہ کے نزدیک دلیل عام کا بھی وہی تہ  
ہے جو دلیل خاص کا ہے، جبکہ دلیل عام حکم کو قطعی طور  
پر لازم کرنے والی دلیلوں سے کوئی تخصیص نہ ہوتی ہو،  
بلکہ وہ تو اس کے قائل ہیں کہ دلیل عام اتنی قوی ہوتی  
ہے کہ دلیل خاص کے معارض اور اس پر ترجیح یافتہ  
ہوا کرتی ہے اور یہاں دلیل مصافحہ بھی عام ہے،  
اس لئے کہ حدیث میں کلمہ "من" ہے جو صیغہ عموم  
سے ہے، یوں ہی ہمارے شیخ المشائخ علامہ مقدسی  
سے یہ حدیث منقول ہے: "جس نے کسی مسلمان سے  
مصافحہ کیا اور بوقت مصافحہ (درود شریف) اللهم  
صل على محمد وعلى آل محمد" پڑھا تو اس کے  
گناہوں سے کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔" اس حدیث  
کا صیغہ بھی عموم کا صیغہ ہے۔ اسے علامہ شرنبلالی  
نے اپنے رسالہ "سعادة الاسلام" میں ذکر کیا ہے۔

علامہ سید ابوالسعود ازہری حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں :

لے منا صحہ فی تحقیق مسأله المصافحہ

”مناصحة في تحقيق مسائل المصافحة“ میں تاملہ شرح اربعین سے ہے :

علامہ ابن حجر شافعی نے مصافحہ بعد نماز سے متعلق جواب دیتے ہوئے اُسے بدعت کہا ہے، اُن کے اس جواب کی کوئی قابل قبول وجہ نہیں، اس لئے کہ مصافحہ بعد نماز بھی مصافحہ اول ملاقات ہے کیونکہ سلام نماز کی حالت، حالت ملاقات ہے۔ اس لئے کہ جب مصلیٰ نے تحریمہ باندھ لیا تو وہ انسانوں سے غیر حاضر اور خدا کی طرف متوجہ ہو گیا، پھر جب حق اللہ کی ادائیگی سے فارغ ہوا تو اس سے کہا گیا کہ اب اپنے کاموں اور مصالح کی طرف واپس ہو اور اپنے مسلمان بھائیوں کو سلام کر، کیونکہ تو اپنی غیر حاضری اور غیبت سے آ رہا ہے اسی لئے تو اپنے سلام میں لوگوں کی بھی نیت کرے گا، جیسے محافظ فرشتوں کی نیت کرے گا۔ اور جب سلام کیا تو مصافحہ اس کے لئے مندوب یا مسنون ہے۔ جیسے سلام، اسی طرح شیخ الاسلام، ہمارے مشائخ کے شیخ شمس الدین محمد بن سراج الدین حانوقی نے جواب دیا ہے، اُن کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا علماء نے کافر سے تو نہیں مگر مسلمان سے مصافحہ کو کسی خاص وقت کی کوئی قید لگائے بغیر مسنون ہونے پر نص فرمایا ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ جھٹے ہیں، اور دونوں پر کل تئوڑ جمتیں نازل ہوتی ہیں، تنائے اس کے لئے جس نے مصافحہ میں سبقت و پیش قدمی کی او“

لا وجه لجواب ابن حجر الشافعي و قد سُئل عن المصافحة بعد الصلوة فقال هي بدعة انتهي، لان حالة السلام حالة اللقاء لان المصلي لما احرم صارا غائباً عن الناس مقبلاً على الله تعالى، فلما ادعى حقه قيل له ارجع الى مصالحك و سلم على اخوانك لقدومك عن غيبتك، و لذلك ينوي القوم بسلامه كما ينوي الحفظة و اذا سلم يتدب المصافحة او تست كالسلام۔ كما اجاب شيخ الاسلام شيخ مشائخنا شمس الدين محمد بن سراج الدين الحانوقى وقد رفع له هذا السؤال فقال نص العلماء على ان المصافحة للمسلم لا للكافر مسنونة من غير ان يقيدوها بوقت دون وقت لقوله عليه الصلوة والسلام من صافح اخاه المسلم وحرك يده تناثرت ذنوبه و نزلت عليها مائة رحمة تسعة وتسعون منها لا سبقهما و واحدة لصاحبه

عقب الصلوات کلھا۔<sup>۱</sup>

کے بعد سنت ہے۔ (ت)

حاشیہ درمختار میں فرمایا،

تستحب المصافحة بل ہی سنة عقب  
الصلوات کلھا وعند کل لقی، ابو السعود  
عن الشرنبلالیة<sup>۲</sup>

مستحب ہے مصافحہ، بلکہ یہ تو نمازوں کے بعد اور  
ہر ملاقات کے وقت سنت ہے، ابو السعود عن  
الشرنبلالیہ۔ (ت)

افسوس کہ دو عبارتیں جناب نے دیکھیں، اور اتنی عبارات کثیرہ جو جناب کے خلاف تھیں نظر سے  
رہ گئیں۔ خیر، مانا کہ اس میں اکثر کتب مطالعہ سامعی میں نہ آئی ہوں، آخر درمختار اور ردالمحتار تو پیش نظر تھیں،  
درمختار کی وہ عبارت ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ مصافحہ مذکورہ بدعت حسنہ ہے۔ ردالمحتار میں رسالہ علامہ  
شرنبلالی کا کلام اور علامہ شمس الدین حانوقی کا فتویٰ دیکھا ہی ہوگا۔ سب جانے دیجئے، یہ فتاویٰ لکھنو  
جو استناداً پیش فرمایا اسی میں یہیں یہیں یہ الفاظ موجود کہ "علماء اس باب میں مختلف ہیں بعض بدعت  
مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعت مکروہہ۔ مسئلہ مصافحہ کا اختلافی ہونا پایا یا نہیں؟ بہت واضح راہ تھی  
کہ ترجیح تلاش فرمائی جاتی، جو قول مرتجیح نکلتا اسی پر عمل کرنا تھا، اگر جناب کی نظر ترجیح تک نہ پہنچی تو فقیر  
سے سنئے، علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نسیم الریاض شرح شفا نے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،  
ہی بعد الصلوة بدعة عندنا، والاصح  
انہا مباحة لما فیہا من الاشارة  
الی انہ کانت قدم من غیبة لانه کان  
عند سبہ یناجیہ فافہم<sup>۳</sup>

یہ مصافحہ، نماز کے بعد ہمارے نزدیک بدعت ہے،  
اور صحیح تر یہ ہے کہ مباح ہے کیونکہ اس میں اس  
بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ غیبت اور غیر حاضری  
سے آیا ہے اس لئے کہ وہ اپنے رب کے حضور  
مصرف مناجات تھا۔ اسے سمجھو۔ (ت)

ملاحظہ فرمائیے کیسی صاف تصریح ہے کہ مصافحہ مذکورہ کی اباحت ہی قول اصح ہے۔ پھر اگر بالفرض  
دوسری طرف بھی تصحیح پائی جاتی، تاہم یہی قول مرتجیح رہتا کہ خود یا قرار ردالمحتار "مذہب اباحت ہی موافق  
اطلاقاً متون ہے۔" اور خود انھیں کی تصریح ہے کہ "اختلاف فتویٰ کے وقت اسی قول پر عمل اولیٰ جو



شہاب الدین شہلی کی شرح میں ہے: نماز فجر وعصر کے بعد جو مصافحہ رائج ہے اس کی کوئی اصل نہیں، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ (ت)

فی شرح الشہاب الشہلی وما اعتادہ الناس بعد صلوة الصبح والعصر فلا اصل له لكن لا بأس به الخ

غنیۃ حاشیہ غرر ودرر باب صلوة العیدین میں ہے:

عید کے دن عید گاہ کو پیادہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا یہی مستحب ہے، اور بالفاظ تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ (اللہ ہمارے تمہارے عمل قبول فرمائے) مبارکباد پیش کرنا کوئی منکر اور بُرا نہیں، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس بارے میں "سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلوة والسلام" نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔ (ت)

المستحب الخروج ماشيا والرجوع من طريق اخر والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا تُنكر كما في البحر، وكذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها عند كل لقاء ولنا فيها رسالة سميتها "سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلوة والسلام"۔<sup>۱</sup>

فتح المعین علی شرح العلامة الملا مسکین میں ہے:

عید کے دن مسرت و خندہ رُوئی ظاہر کرنا اور تقبل اللہ منا ومنکم (اللہ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے) کے ذریعہ مبارکباد دینا مستحب ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے، شرنبلالیہ۔ (ت)

من المستحب اظهار الفرح والبشاشة (الی قولہ) والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم وكذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها وعند كل لقاء، شونبلالیہ۔<sup>۲</sup>

علامہ سید احمد طحاوی حاشیہ نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

كذا تطلب المصافحة فهي سنة اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں

<sup>۱</sup> فتح المعین حاشیہ علی شرح منلا مسکین کتاب الکرامیۃ فصل فی الاستبصار مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۰۲

<sup>۲</sup> غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ غرر باب صلوة العیدین مطبوعہ احمد مصر ۱۳۲/۱

<sup>۳</sup> فتح المعین علی شرح العلامة الملا مسکین " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۲۵/۱

نامشروع ہونے لگا۔ رہی تعلیل ثانی اس کے جواب کا اشارہ کلام فقیر میں گزرا کہ مشابہت صرف ان تین صورتوں میں مذموم ہے ورنہ نہیں۔

**تکمیل کلام:** اتنا اور سن لیجئے کہ کسی طائفہ باطلہ کی سنت جمعی تک لائق احترام رہتی ہے کہ وہ ان کی سنت رہے، اور جب ان میں سے رواج اٹھ گیا تو ان کی سنت ہونا ہی جاتا رہا، احترام کیوں مطلوب ہوگا۔ مصافحہ بعد نماز اگر سنتِ روافض تھا تو اب ان میں رواج نہیں، نہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں نہ بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں، بلکہ شاید اول تقابیر پر بھی مصافحہ ان کے یہاں نہ ہو کہ ان اعدائے سنن کو سنن سے کچھ کام ہی نہ رہا۔ تو ایسی حالت میں وہ علت سرے سے مرتفع ہے۔

درمختار میں ہے :

(مرد) انگوٹھی بائیں ہاتھ میں ہتھیلی کی طرف کرے اور کہا گیا دائیں ہاتھ میں پہننے، مگر یہ رافضیوں کا شعاع ہے، تو اس سے بچنا ضروری ہے (قہستانی وغیرہ) میں نے کہا یہ کسی زلمنے میں رہا ہوگا پھر ختم ہو گیا، تو اس پر غور کر لو۔ (ت)

يجعله لبطن كفه في يده اليسرى، وقيل  
اليمين الا انه من شعاع الروافض  
فيجب التحرز عنه، قهستاني وغيره.  
قلت ولعله كان وبان فتبصر له

ردالمحتار میں ہے :

یعنی وہ گزشتہ زمانے میں ان کا شعار تھا پھر ان زمانوں میں نہ رہا اور ختم ہو گیا، تو اب اس سے ممانعت نہ ہوگی، جیسے بھی ہو۔ (ت)

اي كان ذلك من شعاعهم في الزمن السابق  
ثم انفصل وانقطع في هذه الازمان  
فلا ينهى عنه كيفما كان له

اب تو بحمد اللہ سب شکوک کا ازالہ ہو گیا، فاحفظ واحمد وكن من الشاكرين والحمد لله  
سب العلمین (تو اسے یاد رکھو اور حمد کرو اور شکر گزار بنو اور ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

ہفتم: سخت افسوس کا مقام ہے کہ عبارتِ مرقات کی نقل میں بہت تقصیر واقع ہوئی، مرقاۃ شریف میں اس عبارت کے بعد یہ الفاظ تھے :

لہ درمختار کتاب المحظور والاباحہ  
لہ ردالمختار مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی  
۳۶۱/۶ " " " " " " " " " " " "

بإطلاق متون کے موافق ہو۔

انہوں نے یوں فرمایا کہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو تصحیح اور فتویٰ میں اختلاف ہو گیا، اور عمل اسی پر اولیٰ ہے جو اطلاق متون کے موافق ہو (تجربات)

حيث قال قد اختلف التصحيح والفتوى كما رأيت والعمل بما وافق اطلاق المتون اولیٰ - بحر۔  
در مختار میں ہے :

یہ حکم بر بنائے معتد ہے، اس لئے کہ اختلاف ترجیح کے وقت اطلاق متون ہی کو ترجیح ہے (تجربات)

هل المعتمد لانه متى اختلف الترجيح من جم اطلاق المتون، بحر۔  
اور جب کہ ترجیح صرف اسی طرف ہے تو اس قول کا اختیار فقہائے ہت سے بالکل بر طرف ہے،  
در مختار میں ہے :

ہم عام متقلدین پر تو بس اسی کی پیروی کرنا ہے جسے ان بزرگوں نے راجح و صحیح قرار دے دیا۔ (ت)

اما نحن فعليتنا اتباع ما رجحوه و صححوه۔  
اسی میں ہے :

مرجوح قول پر حکم اور فتویٰ دینا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل و حقوق للاجماع۔

الحمد للہ اب حق با حسن وجہ واضح ہو گیا، امید کرتا ہوں کہ جناب بھی اب تو مصافحہ مذکورہ و معانقہ عید کے جواز و اباحت پر فتویٰ دیں گے اور اپنے تلامذہ کو ان امور جائزہ کے طعن و انکار سے باز رہنے کی ہدایت کریں گے واللہ الہادی و ولی الایادی۔

ششم : الحمد للہ کہ ضمن تقریر میں مسئلہ مصافحہ بعد صلوة بھی صاف ہو گیا، اور تعلیلات ثلثہ کا علیل ہونا بھی منکشف ہو گیا۔ ثالث پر کلام تو صراحتہ گزرا اور اول کا جواب عبارت تکلمہ شرح اربعین و نسیم الریاض سے واضح ہوا کہ بعد ختم نماز ملنا بھی ابتدائے لقا ہے، ولہذا اس وقت سلام مشروع ہوا، تو مصافحہ کیوں

رد المحتار	مطلب رسم المفتی	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۶۲/۱
رد المحتار	"	"	۶۴/۱
"	"	"	۶۴/۱
"	"	"	"

خیالات مانعین پر سیف قاطع تھی وہ بھی نقل میں نہ آئی، فرماتے ہیں:

ومع هذا اذا امتد مسلم يده للمصافحة  
فلا ينبغي الاعراض عنه بجدب اليد لما  
يترتب عليه من اذى يزيد على مراعاة  
الادب فحاصله ان الابتداء بالمصافحة  
حينئذ على الوجه المشروع مكروه  
لا المجاذبة وان كان قد يقال  
فيه نوع معاونة على البدعة - والله  
تعالى اعلم.

یعنی یا آنکہ اُس صورتِ خاصہ میں کہ ملاقات پیش از  
نماز کر چکیں، اور مصافحہ تحیت بعد نماز کریں، کراہت  
مانی جاتی ہے، پھر بھی اگر کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے  
ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ نہ کھینچنا چاہئے بلکہ مصافحہ  
کر لیا جائے، اگرچہ اسے معاونتِ بدعت کہا جائے کہ  
اس حالت میں مصافحہ نہ کرنا صرف ایک ادب و  
اُولی تھا اور اب اس کے ترک میں مسلمان کی ایند ہے  
کہ وہ تو ہاتھ بڑھائے اور ہم ہاتھ کھینچ لیں، مسلمان

کی خاطر داری اُس ادب کی مراعات پر مقدم ہے، لہذا اس صورت میں کراہت نہیں بلکہ مصافحہ کرنا ہی چاہئے (ت  
لہذا انصاف! اس منصفانہ کلام کو مانعینِ زمانہ کے خیالات سے کتنا بعد ہے، یہ حضرات تو خواہی تو خواہی  
اپنی مشیخت بنانے اور شہرت پیدا کرنے کے لئے جماعاتِ مسلمین کی مخالفت کو ذریعہ فخر اور غایتِ تشریح سمجھے  
ہوتے ہیں، مگر علمائے محققین مسلمان کا دل رکھنے کو رعایتِ آداب اور ترکِ مکروہات پر بھی مقدم جانتے اور ان  
کے رسوم و عادات میں مخالفت کو مکروہ و باعثِ شہرت مانتے ہیں، لہذا تصریح فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی  
نہی صریح، غیر قابلِ تاویل نہ آئی ہو، عاداتِ اناس میں موافقت ہی کر کے اُن کا دل خوش کیا چاہئے اگرچہ  
وہ فعلِ بدعت ہو۔ عین العلم میں ارشاد ہوا:

اُن امور میں لوگوں کی موافقت کر کے انھیں خوش کرنا  
اچھا ہے جن (امور) سے شریعت میں ممانعت نہیں ہے

الْإِسْرَارُ بِالسَّاعِدَةِ فِيمَا لَمْ يَنْهَ  
وَصَارَ مُعْتَادًا فِي غَضَبِهِمْ

وا یعنی ادب و اُولی چھوڑنے سے مسلمانوں کی خاطر داری ہوتی ہے تو ادبِ اُولی کی رعایت نہ کرے، دلِ مسلم کی رعایت  
کرے، دلِ مسلم کو تکلیف پہنچانا اور اسے شکستہ کرنا ترکِ اُولی و مخالفتِ ادب سے زیادہ بُرا ہے، البتہ جہاں رعایتِ ادب و  
اُولی اور مومن کا پاس خاطر دونوں جمع ہو سکتے ہیں وہاں بلاشبہ ترکِ ادب کا حکم نہیں، ہاں اگر کسی امر سے صراحتاً  
ممانعت آئی ہے تو محض مسلمان کی خاطر داری کے لئے اُس امر ممنوع کا ارتکاب نہ کرے۔ (مترجم)

ہاں اگر کوئی مسجد میں داخل ہو اور لوگ نماز میں یا نماز شروع کرنے والے ہیں، تو فارغ ہونے کے بعد اگر ان سے مصافحہ کرے بشرطیکہ مصافحہ سے پہلے سلام ہوئے تو بلاشبہ یہ مصافحہ مسنونہ ہی کے مجموعہ میں شامل ہوگا۔

(ت)

نعم ، لو دخل احد في المسجد والناس في الصلوة او على امر اداة الشروع فيها فبعد الفراغ لو صافحهم لكن بشرط سبق السلام على المصافحة فهذا من جملة المصافحة المسنونة بلا شبهة۔

ان میں صاف تصریح تھی کہ وہ کراہت صرف اس صورت میں ہے کہ لوگ نماز سے پہلے مل لئے، باتیں کر چکے، ملاقات ہوئی، اُس وقت مصافحہ نہ ہو نہ کچھ اور، اب بعد سلام آپس میں مصافحہ کرنے لگے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ یہی وقت ابتدائے لقا کا ہو کہ یہ اس وقت آیا کہ نماز شروع ہوگئی تھی یا شروع کا ارادہ تھا اب بعد سلام مصافحہ کرے تو یہ یقیناً مصافحہ مسنونہ ہے کہ خاص اول لقا پر واقع ہوا۔ ظاہر ہے کہ جماعت عید میں اکثر لوگوں کی باہم یہی حالت ہوتی ہے کہ بعد سلام اُن کی لقا، اول لقا ہوتی ہے، تو مرقاۃ کے طور پر بھی انھیں معانقہ سے اصلاً ممانعت نہیں ہو سکتی۔ پھر معانقہ عید شکر کائے جماعت واحدہ ہی سے خاص نہیں بلکہ تمام اجاب جنھوں نے مختلف مساجد میں نمازیں پڑھیں اُس دن بلکہ دوسرے دن تک اول ملاقات بعد الصلوٰۃ پر باہم معانقہ کرتے ہیں۔ یہ معانقہ تو یقیناً ابتدائے لقا پر ہوتے ہیں، جو عبارت مرقاۃ سے برسبیل قیاس جناب اور عبارت فتاویٰ لکھنؤ سے صراحتاً ٹھیک موقع پر درست و بجا واقع ہیں، حالانکہ مانعین زمانہ کا منع، مصافحہ بعد نماز اور معانقہ عید دونوں میں سب صورتوں کو عام و مطلق، اور وہ آپ ہی کی عبارات مستندہ کی رو سے باطل و ناحق۔ پس اگر انھیں عبارتوں پر عمل فرمائے تو تصریح فرما دیجئے کہ نماز عید سے پہلے جو لوگ مل لیتے ہیں صرف وہ بعد نماز معانقہ نہ کریں، اور جو ہنوز نہیں ملے انھیں معانقہ بلا کراہت جائز و مباح ہے، یوں ہی ایک دوسرے کے پاس جو ملنے جاتے یا راہ میں ملتے ہیں وہ بھی بلا تا مل معانقہ کریں خواہ پیش از نماز یا بعد از نماز مل لئے ہوں یا نہ ملے ہوں کہ اس وقت تو ابتدائے لقا ہے۔ ان سب صورتوں کا جواز آپ ہی کی مستندات سے ثابت۔ لاجرم آپ کو اس کی تصریح کرنا ہوگی، اس کے بعد دیکھئے کہ حضرات مانعین آپ کو کیا کہتے ہیں، واللہ المستعان علی جہالات الزمان (اور اللہ ہی وہ ہے جس سے زمانے کی جہالتوں کے خلاف پید و طلبی ہے۔ ت)

مشتم : اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ ان لفظوں کے متصل ہی مرقاۃ میں اور تحقیق جلیل و نافع،

اُس سے انکار ہرگز نہ کیا جائے بلکہ فوراً معاف کر لیں۔ افسوس کہ مرقاۃ سے سند لانا تو بالکل الٹا پڑا۔ مجھے جناب کی بزرگی سے امید ہے کہ شاید مرقاۃ شریف خود ملاحظہ نہ فرمائی ہو بلکہ مانعین زمانہ عبارات میں قطع و برید و سرقہ کے عادی ہیں، کسی سارق نے آدھی عبارت کہیں نقل کر دی ہے آپ نے اُسی کے اعتماد پر استناد کر لیا، اب کہ پوری عبارت پر مطلع ہوتے ضرورتاً کی طرف رجوع فرمائیے گا وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ۔

نہم : بحمد اللہ تعالیٰ ہماری تحقیقاتِ رائقہ سے آفتابِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ معافۃ عید کو بدعتِ مذمومہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وہ سنت و مباح کے اندر دائر ہے، یعنی من حیث الاصل سنت اور من حیث الخصوص مباح، اور بقصدِ حسن محمود و مستحسن، تو ظاہر ہوا کہ عبارتِ ردالمحتار :

اِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَ  
بِدْعَةٍ اَلَمْ

جب حکم کسی سنت و بدعت کے درمیان دائر ہو تو  
ترکِ سنت کو ارتکابِ بدعت پر ترجیح حاصل ہے (ت)

کو اس مسئلہ سے اصلاً تعلق نہیں کہ وہاں بدعت سے مراد بدعتِ مذمومہ ہے۔ جب تو اس سے بچنے کے لئے سنت کا چھوڑنا تک گوارا کیا ورنہ بدعتِ مباح سے بچنا خود ہی مطلوب نہیں، نہ کہ اس کے لئے سنت چھوڑ دینے کا حکم دیا جائے، و هذا ظاهر علی کل من له حظ من عقل صافی (یہ ہر اس شخص پر عیاں ہے جسے پسندیدہ اور خالص عقل سے کچھ حصہ ملا ہے۔ ت)

دہم : فتویٰ فقیر میں میاں اسمعیل دہلوی کی بھی عبارت تھی جس میں معافۃ عید کے مستحسن ہونے کی صاف تصریح ہے، اُس سے جناب نے کچھ تعرض نہ فرمایا بلکہ مجموعہ فتاویٰ و عباراتِ ردالمحتار و مرقاۃ پیش فرمائیں۔ اس میں دو احتمال ہیں :

ایک وہ، طائفہ مانعین جس کے خوگر ہیں یعنی ہفواتِ باطلہ و خرافاتِ عاطلہ میں دہلوی مذکور کو امام اکبر مانتے ہیں اور جو باتیں وہ بعلتِ مناقضت جس کا اس کے یہاں حد سے زاید جوش و خروش ہے اصول و فروعِ طائفہ کے خلاف لکھا ہے دیوار سے مارتے ہیں۔

دوم یہ کہ جناب کو اس سے کچھ کام نہیں جو کلام اس کا تصریحاتِ امثالِ مرقاۃ و ردالمحتار حتیٰ کہ مولوی صاحب لکھنوی کے خلاف ہو قابلِ قبول نہیں۔ اگر شقیٰ اخیر مختار ہے اور جناب کی انصاف پسندی سے یہی مامل، تو صراحتہً اس کی تصریح فرمادیجئے کہ جو مسائل تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم و ایضاً الحق و غیر ہا تصانیفِ شخصِ مذکور، مولانا علی قاری و علامہ شامی یہاں تک کہ مولوی صاحب لکھنوی اور ان کے امثال کی

اور لوگوں کے عہد میں وہ رائج ہو چکے ہیں خواہ بدعت  
اور نوا بجا رہی ہوں۔ (ت)

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قَدَسَ سِرُّهُ الْعَالِي اِحْيَاءُ الْعُلُومِ شَرِيفِ فِي فَرَمَاتِهِ هِيَ :  
یعنی ان امور میں لوگوں کی موافقت کرنا حسنِ صحبت اور  
معاشرت سے ہے اس لئے کہ مخالفت وحشت  
دلاتی ہے اور ہر قوم کچھ رسمیں ہوتی ہیں کہ ان میں  
ان کا ساتھ دینا ضروری ہے، جیسا کہ حدیث شریف  
میں اس کا حکم آیا خصوصاً وہ عادتیں جن میں حسنِ معاشرت  
اور باہم اچھا برتاؤ اور موافقت کر کے دل خوش کرنا ہو  
اور کہنے والے کا کہنا کہ یہ بدعت ہے، صحابہ کے زمانے  
میں نہ تھا، تو کیا جو کچھ مباح کہا جائے سب صحابہ سے  
ہی منقول ہوتا ہے، بُرّی تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت  
مأثورہ بھانکار کرے اور اس فعل سے شرع میں کہیں  
مانعت نہ آئی۔ اس طرح تمام مساعدت کی باتیں جبکہ  
ان سے دل خوش کرنا مقصود ہو، اور ایک گروہ کی رسم  
ہو گئی تو ان کی موافقت کرنا کچھ حرج نہیں بلکہ موافقت ہی  
بہتر ہے مگر اُس صورت میں کہ صاف نہی وارد ہو جو  
قابل تاویل نہ ہو۔ (ت)

الموافقة في هذه الامور من حسن الصحبة  
والعشرة اذ المخالفة موحشة و  
لكل قوم رسم لا بد من مخالفة الناس  
باخلاقهم كما ورد في الخبر لا سيما  
اذا كانت اخلاقا فيها حسن العشرة و  
المعاملة وتطيب القلب بالمساعدة و  
قول القائل انت ذلك بدعة لو يكن في  
الصحابة فليس كل ما يحكم باباحته منقولاً  
عن الصحابة رضي الله تعالى عنهم وانما المحذور  
بدعة تراغم سنة مأموراً بها ولو ينقل النهي  
عن شيء من هذا (الى قوله) وكذلك سائر انواع  
المساعدات اذا قصد بها تطيب القلب اصطلم  
عليها جماعة فلا بأس بمساعدتهم عليها  
بل الاحسن المساعدة الا فيما ورد فيه  
نهي لا يقبل التأويل

دیکھئے اطباء نے قلوب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشاد یہ ہیں، اللہ عزوجل جسے نیک توفیق دے وہی  
ان نفیس الہی ہدایتوں پر عمل کرے۔

حضرات مانعین ان سے منزلوں دور ہیں  
بالجملہ اگر آپ کو مرقات پر عمل ہے تو صاف تصریح فرمادیکجئے کہ بعد عید جو شخص معانفتے کو ہاتھ بڑھائے  
ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

مطبوعہ امرت پریس، لاہور ص ۴۱۲  
مطبوعہ قاہرہ، مصر ۳۰۵/۲

لعین العلم الباب التاسع فی الصمت الخ  
آداب السماع والوجد

# باب الاستسقاء

( نماز استسقاء کا بیان )

مسئلہ ۱۲۵۱ از محلہ کوٹ پرگنہ سنبل ضلع مراد آباد مکان مولوی نعیم احمد صاحب مدرسہ منظر حسین صاحب  
۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

نماز استسقاء نماز ہے یا دعا، اور استسقاء کیسے وقت میں ہونا چاہئے؟ بینوا توجروا

## الجواب

نماز استسقاء صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور اسی پر عمل ہے اور اُس وقت ہونا چاہئے جبکہ حاجب شدید ہو اور امید منقطع ہو چکی ہو اور لوگ اُس کے آداب کے طور پر اُسے بجالاتیں خشیت و خشوع اُس کی اصل اور وہ آج کل اکثر قلوب سے مرتفع الا ماشاء اللہ اس ملک میں ہمسایہ کفار ہیں ہماری بے طوریوں کے باعث کہ نہ دعا کے طور پر دعا کرتے ہیں نہ نماز کے طور پر نماز پڑھتے، اگر اجابت نہ فرمائی جائے تو کفار کے مفسحہ اندیشہ ہے اس لئے یہاں کی حالت کے مناسب تر اس عمل پر اقتصار رہے جو قرآن عظیم میں نزول بارانِ رحمت کے لئے ارشاد ہوا یعنی کثرت استغفار و توجہ بہ عزیز غفار فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا (تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے تم پر شرابے سینہ بھیجے گا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

لہ القرآن ۱۱۰/۱



تصریحات سے رد ہوتے ہیں ان کا بطلان تسلیم فرماتے جائیے، امید کرتا ہوں کہ بہت مسائل نزاعیہ جن میں جملائے مانعین کو بے حد شور و شغب ہے یوں باحسن و جہدہ انفصال پائیں گے اور ہم آپ بتوفیقہ تعلقہ شخص مذکور کی ضلالت عقائد و بطالت مکائد پر متفق ہو کر حق ناصح کے اعلان میں باہم فہم و معاون یک دیگر ہو جائیں گے۔

وباللہ التوفیق والوصول الی سواء الطریق،  
 و آخر دعوانا ان الحمد لله رب  
 العالمین، والصلوة والسلام علی سید  
 المرسلین محمد و آلہ وصحبہ  
 اجمعین، آمین!

اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق اور سیدھی راہ تک  
 رسائی ہے، اور ہماری آخری پکاریہ ہے کہ ساری  
 تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار  
 ہے، اور درود و سلام ہو رسولوں کے سردار محمد  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب سب  
 پر۔ خداوند قبول فرما۔ (ت)

کتبہ عبد المذنب احمد رضا البریلوی عقی عنہ بمحمد المصطفی  
 النبی الاقی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۴۲	عبد الملك بن محمد بن بشران	۱۶ - امانی فی الحدیث
۶۳	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۱۷ - الایجاز فی الحدیث
۰۷	احمد بن عبد الرحمن الشیرازی	۱۸ - القاب الروات
۸۹	ابو عبد الله محمد بن حسن الشیبانی	۱۹ - الاصل (مبسوط)
۰۰	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	۲۰ - اخبار مدینہ
۰۴	محمد بن ادیس الشافعی	۲۱ - الامم
۵۶	زبیر ابن بکار الزبیری	۲۲ - اخبار مدینہ
۶۰	الحسن بن عبد الرحمن الراہر مزی	۲۳ - امثال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۰۵	ابو عبد الله محمد بن عبد الله نیشاپوری	۲۴ - اربعین للحاکم
۰۵	امام محمد بن محمد الغزالی	۲۵ - احیاء العلوم
۷۶	محمی الدین یحییٰ بن شرف النووی الشافعی	۲۶ - اربعین نووی
۷۶	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۲۷ - الاذکار المنجیہ من کلام سید الابرار
۱۳۰	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	۲۸ - اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ
۰۶	امام زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العرأقی	۲۹ - الفیۃ العرأقی فی اصول الحدیث
۵۲	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۳۰ - الاصابۃ فی تمییز الصحابہ
۰۳	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی	۳۱ - النموذج العلوم
۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	۳۲ - الاتقان
۷۴	احمد بن حجر الھیتمی المکی	۳۳ - اعلام یعقوب طبع الاسلام
۱۴	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی القاری)	۳۴ - الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ
۷۹	شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم	۳۵ - الانبیاہ فی سلاسل اولیاء
۰۵	سید محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی	۳۶ - اتحاف السادۃ المتقین
۷۳	عبد الغنی الدہلوی المدنی	۳۷ - انبجاح الحاجۃ حاشیہ سنن ابن ماجہ
	سید محمد شطا الدمیاطی	۳۸ - اعانۃ الطالبین
۲۸	ابو علی حسین بن عبد الله الشیربانی سینا	۳۹ - الاشارات ابن سینا

# ماخذ ومراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن و قاجری
۱- الاجزاء في الحديث	عبد الرحمن بن عمر بن محمد البغدادي المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲- الاجناس في الفروع	ابو العباس احمد بن محمد الناطقي الحنفی	۴۴۶
۳- الاختيار شرح المختار	عبد الله بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴- الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمعيل البخاری	۲۵۶
۵- ارشاد الساری شرح البخاری	شهاب الدين احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶- ارشاد لعقل السليم	ابو سعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷- الاركان الاربعة	مولانا عبد العلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸- الاشباه والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراهیم بابن نجیم	۹۷۰
۹- اشعة اللمعات شرح المشکوٰۃ	شیخ عبد الحق المحدث الدهلوی	۱۰۵۲
۱۰- اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱- الاصلاح والایضاح للوقایة فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۳۰
۱۲- آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدر الدین محمد بن عبد الله الشبلی	۷۶۹
۱۳- النفع الوسائل الی تحریر المسائل	قاضی برهان الدین ابراهیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴- امداد الفلاح شرت نور الایضاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵- الانوار لعلم الابرار	امام یوسف الارودی الشافعی	۷۹۹

		۶۱ - تنبيه الأنام في آداب الصيام
۹۱۱ - ۸۹۳	علامه جلال الدين محلي و جلال الدين السيوطي	۶۲ - تفسير الجلالين
۸۵۲	ابو الفضل احمد بن علي بن حجر العسقلاني	۶۳ - تهذيب التهذيب
۹۲۳	ابو الحسن علي بن محمد بن عراق الكفائي	۶۴ - تنزيه الشريعة المرفوعة عن اخبار الشيعة الموضوعة
۳۲۴	عبد الرحمن بن محمد الرازي (حافظ)	۶۵ - تفسير ابن ابي حاتم
۱۳۱۰	ابو جعفر محمد بن محمد بن جرير	۶۶ - تهذيب الآثار
۹۱۱	ابو زكريا يحيى بن شرف النوادي	۶۷ - تقريب القريب
۸۴۹	محمد بن محمد بن امير الحاج الحلبي	۶۸ - التقرير والتحجير
۱۰۳۱	عبد الرؤف بن تاج العارفين بن علي المناوي	۶۹ - التيسير شرح الجامع الصغير
۴۲۳	فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي	۷۰ - تبين الحقائق
۸۵۲	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني	۷۱ - تقريب التهذيب
۸۱۴	ابو طاهر محمد بن يعقوب الفيروز آبادي	۷۲ - تنوير المقاييس
۱۰۰۳	شمس الدين محمد بن عبد الله بن احمد التمر تاشي	۷۳ - تنوير الابصار
۲۹۲	محمد بن نصر المروزي	۷۴ - تعظيم الصلوة
۴۶۳	ابو بكر احمد بن علي الخطيب البغدادي	۷۵ - تاريخ بغداد
۴۴۳	عمر بن اسحق السراج الهندي	۷۶ - التوضيح في شرح الهداية
۳۱۰	محمد بن جرير الطبري	۷۷ - تاريخ الطبري
۲۴۳	نصر بن محمد بن ابراهيم سمرقندي	۷۸ - تنبيه الغافلين
۶۲۳	محمد بن محمود بن حسن بغدادي ابن نجار	۷۹ - تاريخ ابن نجار
۶۵۶	زكي الدين عبد العظيم بن عبد القوي المنذري	۸۰ - الترغيب والترهيب
۴۲۴	عبيد الله بن مسعود بن تاج الشريعة	۸۱ - التوضيح شرح التفتيح في اصول الفقه
۴۲۸	شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد الذهبي	۸۲ - تذكرة الحفاظ
۴۲۸	شمس الدين محمد بن احمد الذهبي	۸۳ - تهذيب تهذيب الكمال
۴۹۲	سعد الدين مسعود بن عمر بن عبد الله تفتازاني	۸۴ - التلويح شرح توضيح
۹۱۱	جلال الدين عبد الرحمن بن ابى بكر السيوطي	۸۵ - تدريس الراوي

## ب

۵۸۷	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۴۰ - بدائع الصنائع
۵۹۳	علی بن ابی بکر المرغینانی	۴۱ - البدایة ( بدایة المستدی )
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم باب بن نجیم	۴۲ - البحر الرائق
۹۲۲	ابراہیم بن موسی الطرابلسی	۴۳ - البرہان شرح مواہب الرحمن
۳۷۲	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۴۴ - بستان العارفین
۵۰۵	حجة الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۴۵ - البسیط فی الفروع
۸۵۵	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۴۶ - البنیة شرح الهدایة
۷۱۳	یوسف بن جریر الخمی الشطنوفی	۴۷ - بجة الاسرار
۸۵۲	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۴۸ - بلوغ المرام
۱۲۳۹	شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ	۴۹ - بستان المحدثین
۶۱۹۰۵	رشید احمد گنگوہی	۵۰ - براہین قاطعہ

## ت

۱۲۰۵	سید محمد تفضی الزبیدی	۵۱ - تاج العروس
۵۷۱	علی بن الحسن الدمشقی باب بن عساکر	۵۲ - تاریخ ابن عساکر
۲۵۶	محمد بن اسمعیل البخاری	۵۳ - تاریخ البخاری
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۴ - التجنیس والمزید
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۵۵ - تحریر الاصول
۵۴۰	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۶ - تحفة الفقہاء
۷۳۰	عبد العزیز بن احمد البخاری	۵۷ - تحقیق الحسامی
۸۷۹	علامہ قاسم بن قطلوبغا المنفی	۵۸ - التزیج والتصحیح علی القدوری
۸۱۶	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۵۹ - التعریرات لسید شریف
۴۶۳	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر الاندلسی	۶۰ - التمهید لما فی الموطا من المعانی والأسانید

۸۱۳	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۱۰۷ - جامع الفصولین فی الفروع
۳۲۰	ابن الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	۱۰۸ - الجامع الکبیر فی فروع المحتضیة
.	برهان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	۱۰۹ - جواهر الاخلاطی
۹۸۹	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۱۱۰ - الجواهر الزکیة
۵۶۵	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المظاہر	۱۱۱ - جواهر الفتاوی
۸۰۰	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۱۱۲ - الجوهرة النيرة
۲۳۳	یحییٰ بن معین البغدادی	۱۱۳ - الجرح والتعديل فی مجال الحديث
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	۱۱۳ - الجامع الصغیر فی الحديث
۳۱۰	محمد بن جریر الطبری	۱۱۵ - جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری)
بعد از ۲۵۶	ابو علی حسن بن عرفہ	۱۱۹ - جزر حدیثی حسن بن عرفہ
۴۶۳	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۱۱۷ - الجامع لاخلاق الراوی والسامع
۶۳۶	محمد بن محمود الاسرو شنی	۱۱۸ - جامع احکام الصغار فی الفروع
۶۴۶	ضیاء الدین عبد اللہ بن احمد المالقی	۱۱۹ - جامع الادویہ والاغذیہ
۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السهموی المصری	۱۲۰ - جوابہ العقیدین فی فضل الشرفین
۹۷۰	محمد غوث بن عبد اللہ گوالبیاری	۱۲۱ - جوابہ خمسہ
۹۱۱	ابوبکر جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین سیوطی	۱۲۲ - جمع الجوامع فی الحديث
۹۷۴	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۱۲۳ - جوہر منظم فی زیارت قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۱۰۵۲	عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۲۴ - جذب القلوب الی دیار المحبوب
۵۵۶	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	۱۲۵ - الجامع الکبیر فی الفتاوی

## ح

۱۱۷۶	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخدیمی	۱۲۶ - حاشیة علی الدرر
۱۰۲۱	احمد بن محمد الشلبی	۱۲۷ - حاشیة ابن شلبی علی التبيين
۱۰۱۳	عبد الحکیم بن محمد الرومی	۱۲۸ - حاشیة علی الدرر
۸۸۵	قاضی محمد بن قرا موز ملا خسرو	۱۲۹ - حاشیة علی الدرر لملا خسرو

۹۱۱	جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	۸۶ - التعقیبات علی الموضوعات
۹۶۶	شیخ حسین بن محمد ابن الحسن دیاربکری	۸۷ - تاریخ النخیس
۱۰۰۸	داؤد بن عمر انطاکی	۸۸ - تذکرہ اولی الالباب انطاکی
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	۸۹ - التبیان فی بیان ما فی لیلۃ النصف من شعبان
۱۱۳۰	احمد بن ابوسعید المعروف ملاحیون	۹۰ - تفسیرات احمدیہ
۱۲۲۵	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۹۱ - التفسیر المنظری
۱۲۳۹	الشاہ عبد العزیز دہلوی	۹۲ - تحفہ اشعار عشریہ
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین	۹۳ - تنبیہ ذوی الافہام
۱۳۲۳	عبد القادر الراغبی الفاروقی	۹۴ - التحریر المختار (تقریرات الراغبی)
۹۸۶	محمد بن طاہر الضنی	۹۵ - تذکرۃ الموضوعات للفتنی
		۹۶ - تجنیس الملتقط
	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	۹۷ - تحفہ المؤمنین فی الطب
۹۱۰	حسین بن علی الکاشغری الواعظ	۹۸ - تحفہ الصلوٰۃ (فارسی)

## ث

۳۶۰	ابوبکر محمد بن الحسن الآجری	۹۹ - الثمانون فی الحدیث
	ابو محمد محمد بن امیر المکی المصری	۱۰۰ - ثبت

## ج

۲۷۹	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۱۰۱ - جامع الترمذی
۹۶۲	شمس الدین محمد الخراسانی	۱۰۲ - جامع الرموز
۲۵۶	امام محمد بن سلیمان البخاری	۱۰۳ - الجامع الصحیح للبخاری
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۰۴ - الجامع الصغیر فی الفقہ
۲۶۱	مسلم بن حجاج القشیری	۱۰۵ - الجامع الصحیح للمسلم
۵۸۶	ابونصر احمد بن محمد العتباتی	۱۰۶ - جامع الفقہ (جامع الفقہ)

۳۰ کے بعد	حسین بن محمد السمعی السمیعیانی	۱۵۳ - خزائنہ لمفتین
۵۹۸	حسام الدین علی بن احمد الملکی الرازی	۱۵۴ - خلاصۃ الدلائل
۵۲۲	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۱۵۵ - خلاصۃ الفتاوی
۹۷۳	شہاب الدین احمد بن حجر الملکی	۱۵۶ - الخیرات الحسان
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	۱۵۷ - المنصائل الكبرى
۹۱۱	علی بن احمد السہودی	۱۵۸ - خلاصۃ الوفا
۱۰۸۸	علامہ الدین محمد بن علی الحسکفی	۱۵۹ - خزائن الاسرار فی شرح تنویر الایصار

## د

۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۱۶۰ - الدرایۃ شرح المدایۃ
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۱۶۱ - الدرر (درر المحکام)
۱۰۸۸	محمد بن علی المعروف علامہ الدین الحسکفی	۱۶۲ - الدر المختار فی شرح تنویر الایصار
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی	۱۶۳ - الدر الثبیۃ
"	" " " "	۱۶۴ - الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور

## ذ

۹۰۵	یوسف بن جنید الجلیسی (چلبی)	۱۶۵ - ذخیرۃ العقبۃ
۶۱۶	برهان الدین محمود بن احمد	۱۶۶ - ذخیرۃ الفتاوی
۲۸۱	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۱۶۷ - ذم الغیبۃ

## س

		۱۶۸ - الرجانیۃ
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۶۹ - رد المحتار
۷۸۱	ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن دمشقی	۱۷۰ - رحمة الامة فی اختلاف الامة
۲۳۹	ابو مروان عبد الملک بن حبیب السلی (القرطبی)	۱۷۱ - رغائب القرآن



	علامہ سفلی	۱۳۱ - حاشیہ علی المقدّمۃ العشائریہ
۹۳۵	سعد اللہ بن عیسیٰ الآقندی	۱۳۲ - الحاشیہ لسعدی آقندی علی العنایۃ
۱۱۳۳	عبد الغنی النابلسی	۱۳۳ - الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقہ محمدیہ
۶۰۰	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۱۳۴ - الحاوی القدسی
۳۷۲	امام ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۱۳۵ - حصر المسائل فی الفروع
۴۳۰	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۱۳۶ - حلیۃ الاولیاء فی الحدیث
۸۷۹	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۱۳۷ - حلیۃ المحلی شرح نیتہ المصل
۵۹۰	ابو محمد قاسم بن فیرہ الشاطبی المالکی	۱۳۸ - حرز الامانی ووجه التہانی
۶۸۲	زکریا بن محمد بن محمود الفرونی	۱۳۹ - حیوۃ الحيوان الکبریٰ للدمیری
۸۳۳	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	۱۴۰ - الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
۸۸۵	محمد بن فراموز ملا خسرو	۱۴۱ - حاشیۃ التلویح ملاحسرو
۸۸۶	حسن بن محمد شاہ الفزاری حلی	۱۴۲ - حاشیۃ التلویح حسین حلی
۱۰۱۴	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۴۳ - حرز ثمین شرح حصن حصین
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدبلوی	۱۴۴ - حجۃ اللہ البالغہ
"	" " " "	۱۴۵ - حاشیہ مکتوبات شاہ ولی اللہ
۱۲۵۷	محمد عابد السندی	۱۴۶ - حصر الشارح فی اسانید الشیخ
		۱۴۷ - حاشیۃ الکمثری علی الانوار
		۱۴۸ - حاشیہ کفایۃ الطالب الربانی
	علامہ الحنفی	۱۴۹ - حاشیۃ الحنفی علی الجامع الصغیر
۹۱۱	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	۱۵۰ - الحاوی للفتاویٰ
"	" " " "	۱۵۱ - حسن المقصد فی عمل المولد

## خ

	قاضی بکن الحنفی	۱۵۱ - فزانه الروایات
۵۴۲	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۱۵۲ - فزانه الفتاویٰ

۹۱۱	جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۱۹۵ - زہر الربی علی المجتبیٰ
۹۲۱	محمد بن عبداللہ ابن شحنہ	۱۹۶ - زہر الروض فی مسئلۃ الخوض
۹۴۴	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حمر المکی	۱۹۷ - الزواجر عن الکبائر
۱۲۵۲	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۹۸ - زبدۃ الآثار فی اخبار قطب الاخبار
۰	۰	۱۹۹ - زبدۃ الاسرار فی مناقب غوث الابرار

## س

۸۰۰	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۲۰۰ - السراج الوہاب (شرح قدوری)
۲۷۳	ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۰۱ - السنن لابن ماجہ
۲۷۳	سعید بن منصور الخراسانی	۲۰۲ - السنن لابن منصور
۲۷۵	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۰۳ - السنن لابن داؤد
۳۰۳	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی	۲۰۴ - السنن للنسائی
۳۵۸	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیهقی	۲۰۵ - السنن للبیہقی
۳۸۵	علی بن عسمر الدارقطنی	۲۰۶ - السنن لدارقطنی
۲۵۵	عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی	۲۰۷ - السنن للدارمی
۲۱۳	ابو محمد عبد الملک بن ہشام	۲۰۸ - سیرت ابن ہشام
۷۳۴	محمد بن عبد اللہ ابن سید الناس	۲۰۹ - سیرت عیون الاثر
ساتویں صدی ہجری	سراج الدین سجاد ندی	۲۱۰ - سراجی فی المیراث
۷۳۸	شمس الدین محمد احمد الذہبی	۲۱۱ - سیر اعلام النبلاء
۱۳۰۴	محمد بن عبدالحی لکھنوی	۲۱۲ - السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ
	عمر بن محمد ملا	۲۱۳ - سیرت عمر بن محمد ملا
۱۵۱	محمد بن اسحاق بن یسار	۲۱۴ - سیرت ابن اسحاق
		۲۱۵ - سراج القاری
		۲۱۶ - السعدیہ
۱۳۰۴	محمد بن عبدالحی لکھنوی ہندی	۲۱۷ - السعی المشکور فی رد المذہب الماثور

۹۶۰	شیخ زین الدین باین نجیم	۱۶۲- رفع الغشاء فی وقت العصر العشاء
۲۸۰	عثمان بن سعید الدارمی	۱۶۳- رد علی الجھتہ
۱۲۴۶	۶۱۸۳۱ مولوی اسماعیل دہلوی	۱۶۴- رسالہ نذور
۴۶۵	عبدالکریم بن ہوازن القشیری	۱۶۵- رسالہ قشیریہ
۸۵۵	بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	۱۶۶- رمز الحقائق شرح کنز الدقائق
۸۷۹	قاسم بن قطلوبغا المصری	۱۶۷- رفع الاشتباہ عن سبل المیاء
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	۱۶۸- رسالہ طلوع ثریا
"	"	۱۶۹- رسالہ اتحاف الغرفہ
۹۷۰	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۱۷۰- رسالہ ابن نجیم
۱۰۱۳	علی بن سلطان محمد القاری	۱۷۱- رسالہ اہتداء
۱۰۹۸	احمد بن سید محمد مکی الحموی	۱۷۲- رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ دہلوی	۱۷۳- رسالہ انصاف
۱۲۵۲	محمد امین آفندی ابن عابدین	۱۷۴- رسالہ ابن عابدین
۱۳۱۷	محمد امین آفندی ابن عابدین	۱۷۵- رسالہ میلاد مبارک (الکوکب الانوار علی عقد الجوہر)
۶۹۴	ابو جعفر احمد بن احمد الشہید بالمحب الطبری المکی	۱۷۶- الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ
۱۲۴۶	۶۱۸۳۱ میان اسماعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی	۱۷۷- رسالہ بدعت
	مولوی خرم علی	۱۷۸- رسالہ دعائیہ
۱۳۴۳	ابو الحسنات محمد عبدالحی	۱۷۹- رسالہ غایۃ المقال

## نہ

۸۶۱	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسیبجانی المتوفی او آخر القرن السادس	۱۹۰- زاد الفقہاء
۱۰۱۶	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف باین الہمام تقریباً	۱۹۱- زاد الفقیر
۱۸۹	محمد بن محمد التمری	۱۹۲- ذواہر الجواہر
۱۲۵۰	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۹۳- زیادات
	محمد بن علی الشوکانی	۱۹۴- زہر التفسیر فی حدیث المعمرین

۵۷۳	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۲۴۱ - شرعة الاسلام
۲۵۸	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیهقی	۲۴۲ - شعب الایمان
۴۸۰	احمد بن منصور الحنفی الاسیجانی	۲۴۳ - شرح الجامع الصغیر
۵۲۶	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۲۴۴ - شرح الجامع الصغیر
۵۴۴	المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالفضل عیاض بن موسیٰ قاضی	۲۴۵ - الشفاہ فی تعریف حقوق المصطفیٰ
۶۸۶	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترابادی	۲۴۶ - شرح شافیہ ابن حاجب
"	"	۲۴۷ - شرح کافیہ ابن حاجب
۷۳۹	محمد بن عبدالرحمان الاصفہانی	۲۴۸ - شرح طوالح الانوار
۷۵۶	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	۲۴۹ - شفاہ السقام فی زیارة خیر الانام
۷۹۲	سعید الدین مسعود بن عمر تقی زانی	۲۵۰ - شرح عقائد الفسفی
"	"	۲۵۱ - شرح المقاصد
۸۱۶	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۲۵۲ - شرح المواقف
"	"	۲۵۳ - شرح السراجی
۸۴۱	موسیٰ پاشا بن محمد الرومی	۲۵۴ - شرح جفیننی
۹۵۴	معین الدین الہروی ملا مسکین	۲۵۵ - شرح ماشیہ الکنز ملا مسکین
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	۲۵۶ - شرح فقہ اکبر
"	"	۲۵۷ - شرح عین العلم
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۲۵۸ - شرح قصیدہ الطیب النغم
"	"	۲۵۹ - شرح قصیدہ ہمزیہ
"	"	۲۶۰ - شرح رباعیات
"	"	۲۶۱ - شرح فواتح الرحموت
"	"	۲۶۲ - شفاہ العلیل
بعد از ۹۰۷	ابوالمکارم بن عبداللہ بن محمد	۲۶۳ - شرح النقایہ لابن المکارم
۲۰۶	حافظ عبد الملک بن محمد نیشاپوری	۲۶۴ - شرف المصطفیٰ
	احمد بن ترکی المالکی	۲۶۵ - شرح مقدمہ عشماویہ

## ش

	شمس الائمة عبد الله بن محمود الكردري	۲۱۸ - الشافي
۹۷۳	شهاب الدين احمد بن حجر المكي	۲۱۹ - شرح الاربعين للنووي
۱۱۰۶	ابراهيم ابن عطية المالكي	۲۲۰ - شرح الاربعين للنووي
۹۷۸	علامه احمد بن الحجازي	۲۲۱ - شرح الاربعين للنووي
۱۰۹۹	ابراهيم بن حسين بن احمد بن محمد بن البيهري	۲۲۲ - شرح الاشهاد والنظار
۵۹۲	امام قاضي خان حسين بن منصور	۲۲۳ - شرح الجامع الصغير
۱۰۶۲	شيخ اسماعيل بن عبد الغني النابلسي	۲۲۴ - شرح الدرر
۱۰۵۲	شيخ عبد الحق المحدث الطبري	۲۲۵ - شرح سفر السعادة
۵۱۶	حسين بن منصور البغوي	۲۲۶ - شرح السنة
۹۳۱	يعقوب بن سيدي علي زاده	۲۲۷ - شرح شرعة الاسلام
۴۸۰	ابونصر احمد بن منصور المنفي الاسيبياني	۲۲۸ - شرح مختصر الطحاوي للاسيبياني
	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف النووي	۲۲۹ - شرح التقرابين
۶۷۶	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوي	۲۳۰ - شرح المسلم للنووي
۳۲۱	عبد البر بن محمد ابن شحنة	۲۳۱ - شرح معاني الآثار
۹۲۱	محمد امين ابن عابدين الشامي	۲۳۲ - شرح المنظومة لابن وبيان
۱۲۵۲	علامه جلال الدين عبد الرحمن السيوطي	۲۳۳ - شرح المنظومة في رسم المفتي
۹۱۱	علامه محمد بن عبد الباقي الزرقاني	۲۳۴ - شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور
۱۱۲۲	علامه محمد بن عبد الباقي الزرقاني	۲۳۵ - شرح مواهب اللدنية
۱۱۲۲	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف النووي	۲۳۶ - شرح مؤظا امام مالك
۶۷۶	مولانا عبد العلي محمد بن حسين البرجندي	۲۳۷ - شرح المهذب للنووي
۹۳۲	صدر الشريعة عبيد الله بن مسعود	۲۳۸ - شرح النفاية
۷۴۷	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	۲۳۹ - شرح الوقاية
۸۹۰		۲۴۰ - شرح الهداية

۳۷۸	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۲۸۵ - عیون المسائل
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	۲۸۶ - عقود الدریۃ
۱۰۳۰	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۲۸۷ - عقدۃ
۳۶۴	ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی	۲۸۸ - عمل الیوم واللیلۃ
۶۳۲	شہاب الدین شہروردی	۲۸۹ - عوارف المعارف
۶۹۹	ابوعبد اللہ محمد بن عبدالقوی المقدسی	۲۹۰ - عقد الفزید
۸۳۰	محمد بن عثمان بن عمر الحنفی البغلی	۲۹۱ - عین العلم
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۲۹۲ - عقد الجید
۱۲۵۲	محمد امین آفندی ابن عابدین	۲۹۳ - عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ
۱۳۰۴	محمد بن عبدالحی اللکھنوی	۲۹۴ - عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ

## غ

۷۵۸	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۲۹۵ - غایۃ البیان شرح الہدایۃ
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۲۹۶ - غرر الاحکام
۲۳۰	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۹۷ - غریب الحدیث
۱۰۹۸	احمد بن محمد الحموی الملکی	۲۹۸ - غرر عیون البصائر
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علی الشربلالی	۲۹۹ - غنیۃ ذوالاحکام
۹۵۶	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۳۰۰ - غنیۃ المستملی
۶۷۶	یحییٰ بن شرف النووی	۳۰۱ - غیث النفع فی القرار السبع

## ف

۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۳۰۲ - فتح الباری شرح البخاری
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بابن الہمام	۳۰۳ - فتح القدر
۵۳۷	امام نجم الدین النسفی	۳۰۴ - فتاویٰ النسفی
۸۲۷	محمد بن محمد بن شہاب ابن براز	۳۰۵ - فتاویٰ بزازیۃ

۶۵۶	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثير الجزري	۲۶۶ - شرح جامع الاصول للمضيف
۹۸۷	محمد بن محمد المعروف بابن البهنسي	۲۶۷ - شرح الملتقى للهنسي
۷۶۸	عبد الوهاب ابن احمد الشهير بابن دهبان	۲۶۸ - شرح درر البحار

## ص

۳۹۳	اسماعيل بن حماد الجوهري	۲۶۹ - صحاح الجوهري
۳۵۴	محمد بن جبان	۲۷۰ - صحاح ابن جبان (كتاب التقاسيم الانواع)
۳۱۱	محمد بن اسحاق ابن خزيمه	۲۷۱ - صحاح ابن خزيمه
۶۹۰ تقريباً	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشي	۲۷۲ - الصراح
۹۵۶	ابراهيم الحلبي	۲۷۳ - صغير شرح فيه
۱۲۴۶	سيده احمد شهيد بريلوي	۲۷۴ - صراط مستقيم
۹۷۳	شهاب الدين احمد بن حجر المكي	۲۷۵ - الصواعق المحرقة

## ط

۱۳۰۲	سيده احمد الططاوي	۲۷۶ - الططاوي على الدر
۱۳۰۲	سيده احمد الططاوي	۲۷۷ - الططاوي على المراتي
۷۴۸	محمد بن احمد الذهبي	۲۷۸ - طبقات المقرئين
۸۳۳	محمد بن محمد الجزري	۲۷۹ - طبقات القراء
۹۸۱	محمد بن بيرعل المعروف ببركلي	۲۸۰ - الطريقة المحمدية
۵۳۷	نجم الدين عمر بن محمد النسفي	۲۸۱ - طلبة الطلبة

## ع

۸۵۵	علامه بدر الدين ابني محمد محمد بن احمد العيني	۲۸۲ - عمدة القاري شرح صحيح البخاري
۷۸۶	اكمل الدين محمد بن محمد البارقي	۲۸۳ - العناية شرح الهداية
۱۰۶۹	شهاب الدين الخفاجي	۲۸۴ - عناية القاضي حاشية على تفسير البيضاوي

۹۷۴	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۳۳۱ - فتح المعین شرح اربعین
"	" " "	۳۳۲ - فتح الاله شرح المشکاة
"	" " "	۳۳۳ - فتاویٰ الفقہیہ ابن حجر مکی
۱۰۹۸	محمد بن حسین الانقروی	۳۳۴ - فتاویٰ القرویہ
۱۱۱۶	سید اسعد ابن ابی بکر المدنی الحسینی	۳۳۵ - فتاویٰ اسعدیہ
۱۲۵۰	محمد بن علی بن محمد الشوکانی	۳۳۶ - قواعد مجموعہ شوکانی
۱۲۸۴	جمال بن عمر المکی	۳۳۷ - فتاویٰ جمال بن عمر المکی
	ابو عبد اللہ محمد بن وضاح	۳۳۸ - فضل لباس العمام
	ابو عبد اللہ محمد بن علی القاعدی	۳۳۹ - فتاویٰ قاعدیہ
۱۰۰۴	محمد بن عبد اللہ التمر تاشی	۳۴۰ - فتاویٰ غزی
		۳۴۱ - فتاویٰ شمس الدین الرطبی
		۳۴۲ - فتح الملک المجد
۱۲۳۹	عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۳۴۳ - فتح العزیز (تفسیر عزیزی)

## ق

۸۱۷	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۳۴۴ - القاموس المہیط
۸۷۲	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۳۴۵ - قرۃ العین
۶۵۸	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۳۴۶ - القنیۃ
		۳۴۷ - القرآن الکریم
۳۸۶	ابوطالب محمد بن علی المکی	۳۴۸ - قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب
۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی القسطلانی	۳۴۹ - القول المسدود
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۳۵۰ - قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین
"	" " "	۳۵۱ - القول الجمیل
۱۳۰۴	محمد بن عبد الحمی لکھنوی انصاری	۳۵۲ - تمر الاثمار حاشیہ نور الانوار
"	ابراہیم بن عبد اللہ الیمینی	۳۵۳ - القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب



		۳۰۶ - فتاویٰ تجہ
۱۰۸۱	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۳۰۷ - فتاویٰ خیریتہ
۵۷۵	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۳۰۸ - فتاویٰ سراجیہ
	عطار بن حمزہ السفدی	۳۰۹ - فتاویٰ عطار بن حمزہ
	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۳۱۰ - فتاویٰ غیاثیہ
۵۹۲	حسن بن منصور قاضی خان	۳۱۱ - فتاویٰ قاضی خان
	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	۳۱۲ - فتاویٰ ہندیہ
۶۱۹	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۳۱۳ - فتاویٰ ظہیریہ
۵۴۰	عبد الرشید بن ابی حنیفہ - الولوالجی	۳۱۴ - فتاویٰ ولوالجیہ
۵۳۶	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۳۱۵ - فتاویٰ الکبریٰ
۱۵۰	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۳۱۶ - فتح الاکبر
	سید محمد ابی السعود الحنفی	۳۱۷ - فتح المعین
۸۷۲	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۳۱۸ - فتح المعین شرح قرۃ العین
۶۳۸	محمی الدین محمد بن علی ابن عربی	۳۱۹ - الفتحاحات المکیہ
۱۲۲۵	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۳۲۰ - فوائد الرحموت
۴۱۲	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۳۲۱ - الفوائد
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	۳۲۲ - فوائد المخصّصہ
۱۰۳۱	عبد الرؤف المناوی	۳۲۳ - فیض القدر شرت الجامع الصغیر
۲۶۷	اسمعیل بن عبد اللہ الملقب بسمریہ	۳۲۴ - فوائد سمویہ
۲۹۴	ابو عبد اللہ محمد بن ایوب ابن ضریس البجلی	۳۲۵ - فضائل القرآن لابن ضریس
۴۹۲	ابو الحسن علی بن الحسین الموصلی	۳۲۶ - فوائد الخلیجی
۶۳۶	محمد بن محمود أسرو ششی	۳۲۷ - فصول العبادی
۷۸۶	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۳۲۸ - فتاویٰ تاتار خانہ
۹۰۳	امام محمد بن عبد الرحمن السنجاوی	۳۲۹ - فتح المغیث
۹۷۸	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۳۳۰ - فتاویٰ زینیہ

۲۸۱	عبد اللہ بن محمد بن ابی الدنیا القرشی	۳۷۷ - کتاب الصمت
۱۸۰	عبد اللہ بن مبارک	۳۷۸ - کتاب الزہد
۵۳۸	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۳۷۹ - الکشاف عن حقائق التنزیل
۱۸۹	ابو عبد اللہ محمد بن حسن الشیبانی	۳۸۰ - کتاب الحجہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
"	"	۳۸۱ - کتاب المشیخۃ امام محمد
۲۷۵	سلیمان بن اشعث السجستانی	۳۸۲ - کتاب المراسیل
۲۸۱	عبد اللہ بن محمد بن ابی الدنیا	۳۸۳ - کتاب البعث والنشور
"	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی الدنیا	۳۸۴ - کتاب الاخوان
۳۲۲	ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی المکی	۳۸۵ - کتاب الضعفاء الکبیر
۲۵۸	احمد بن حسن البہیقی	۳۸۶ - کتاب الزہد الکبیر للبیہقی
۲۶۳	ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۳۸۷ - کتاب الرواۃ عن مالک ابن انس
۲۹۰	نصر بن ابراہیم المقدسی	۳۸۸ - کتاب الحجہ علی تارک الحجہ
۵۰۵	امام محمد بن محمد الغزالی	۳۸۹ - کیمیائے سعادت
۹۳۹	ابو الحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	۳۹۰ - کفایۃ الطالب الربانی شرح لرسالہ ابن ابی زہر القہر والی
۱۰۶۷	مصطفیٰ بن عبد اللہ حاجی خلیفہ	۳۹۱ - کشف الظنون
۹۷۳	شیخ عبد الوہاب بن احمد الشعمرانی	۳۹۲ - کشف الغمہ
	یحییٰ بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	۳۹۳ - کتاب الصغیر
۱۲۳۳	شیخ سلام اللہ بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	۳۹۴ - کتاب المصاحف ابن الانباری
۲۰۷	محمد بن عمر بن واقد الواقدی	۳۹۵ - کمالین حاشیہ جلالین
		۳۹۶ - کتاب المغازی

## ل

۱۰۵۲	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۳۹۷ - لمعات التبیح
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن محمد السیوطی	۳۹۸ - لفظ المرجان فی اخبار الجان

## ک

۳۳۳	حاکم شهید محمد بن محمد	۳۵۴ - الکافی فی الفروع
۳۶۵	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۵۵ - الکامل لابن عدی
۹۷۳	سید عبد الوہاب الشعرانی	۳۵۶ - الکبریٰ الاحمر
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۳۵۷ - کتاب الآثار
۱۸۲	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۳۵۸ - کتاب الآثار
	ابو المحاسن محمد بن علی	۳۵۹ - کتاب الامام فی آداب دخول المحام
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۳۶۰ - کتاب السواک
۱۰۵۰	عبد الرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۳۶۱ - کتاب الہدیۃ لابن عماد
	لابی عبید	۳۶۲ - کتاب الظہور
۳۲۷	ابو محمد عبد الرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۶۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۳۶۴ - کتاب الاصل
	ابو یکر بن ابی داؤد	۳۶۵ - کتاب الوسوسۃ
۷۳۰	علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری	۳۶۶ - کشف الاسرار
	علامۃ المقدسی	۳۶۷ - کشف الرمز
۷۶۸	امین الدین عبد الوہاب بن ویمان دمشقی	۳۶۸ - کشف الاستار عن زوائد البزار
۹۷۵	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۳۶۹ - مخز العمال
۸۰۰	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۳۷۰ - الکفایۃ
۹۷۳	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۳۷۱ - کف الراعی
۷۱۰	عبد اللہ بن احمد بن محمود	۳۷۲ - کنز الدقائق
۴۰۵	ابو عبد اللہ الحاکم	۳۷۳ - الکنز للحاکم
۷۸۶	شمس الدین محمد بن یوسف اشافعی الکلبانی	۳۷۴ - الکواکب الدراری
۳۵۴	محمد بن جہان التیمی	۳۷۵ - کتاب الجرح والتعلیل
۱۹۸	یحییٰ بن سعید القطان	۳۷۶ - کتاب المغازی

۱۱۱۹	محب اللہ البہاری	۴۲۲ - مسلم الثبوت
۲۰۴	سليمان بن داؤد الطيالسي	۴۲۳ - مسند ابى داؤد
۳۰۶	احمد بن على الموصلى	۴۲۴ - مسند ابى يعلى
۲۳۸	حافظ اسحق ابن راہویہ	۴۲۵ - مسند اسحق ابن راہویہ
۲۴۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	۴۲۶ - مسند الامام احمد بن حنبل
۲۹۲	حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۴۲۷ - المسند الكبير في الحديث
۲۹۴	ابو محمد عبد بن محمد حميد الكشي	۴۲۸ - المسند الكبير في الحديث
۵۵۸	شہر دار بن شیرويه الديلمی	۴۲۹ - مسند الفردوس
۷۷۰	احمد بن محمد بن علی	۴۳۰ - مصباح المنیر
۷۱۰	حافظ الیدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۴۳۱ - المصنف
۲۳۵	ابوبکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۴۳۲ - مصنف ابن ابی شیبہ
۲۱۱	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۴۳۳ - مصنف عبد الرزاق
۶۵۰	امام حسن بن محمد الصنعانی الہندی	۴۳۴ - مصباح الدجی
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۵ - معرفة الصحابة
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبرانی	۴۳۶ - المعجم الاوسط
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبرانی	۴۳۷ - المعجم الصغير
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبرانی	۴۳۸ - المعجم الكبير
۷۴۹	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۴۳۹ - معراج الدراریہ
۷۴۲	شیخ ولی الدین العراقي	۴۴۰ - مشکوٰۃ المصابیح
۶۹۱	شیخ عمر بن محمد التجازی الحنفی	۴۴۱ - المغنی فی الاصول
۶۱۰	ابوالفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	۴۴۲ - المغرب
۴۲۸	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۴۳ - مختصر القوری
۹۳۱	یعقوب بن سیدی علی	۴۴۴ - منافع الجنان
۵۰۲	حسین بن محمد بن مفضل الاصغہانی	۴۴۵ - المفردات للامام راغب
	ابوالعباس عبد الباری العشماوی المالکی	۴۴۶ - المقدمة العشماویة فی الفقه المالکیة

۷۱۱	جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور المصري	۲۹۹ - لسان العرب
۹۱۱	ابوبكر عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي	۴۰۰ - الآلي المصنوعة في الاحاديث الموضوعه
۹۷۳	عبد الوهاب بن احمد الشعرائي	۴۰۱ - رواق الانوار القدسيه المنتخب من الفتوحات الحكيه

### م

۸۰۱	الشيخ عبد اللطيف بن عبد العزيز ابن الملك	۴۰۲ - مبارك الازهار
۴۸۳	بكر خواهرزاده محمد بن حسن البخاري الحنفي	۴۰۳ - بسوط خواهرزاده
۴۸۳	شمس الائمة محمد بن احمد السرخسي	۴۰۴ - بسوط السرخسي
۹۹۵	نور الدين علي الباقي	۴۰۵ - مجرى الانهر شرح ملتبقي الابجر
۹۸۱	محمد طاهر الفتنى	۴۰۶ - مجمع بحار الانوار
۵۵۰	احمد بن موسى بن عيسى	۴۰۷ - مجموع النوازل
۱۰۷۸	عبد الرحمن بن محمد بن سليمان المعروف بدماد آفندي ششني زاده	۴۰۸ - مجمع الانهر في شرح ملتبقي الابجر
۶۰۶	امام برهان الدين محمود بن تاج الدين	۴۰۹ - المحيط البرهاني
۶۷۱	رضي الدين محمد بن محمد السرخسي	۴۱۰ - المحيط الرضوي
۵۹۳	برهان الدين علي بن ابى بكر المرغيناني	۴۱۱ - مختارات النوازل
۶۶۰	محمد بن ابى بكر عبد القادر الرازي	۴۱۲ - مختار الصحاح
۶۲۳	ضيار الدين محمد بن عبد الواحد	۴۱۳ - المختارة في الحديث
۹۱۱	علامه جلال الدين السيوطي	۴۱۴ - المختصر
۷۳۷	ابن الحاج ابى عبد الله محمد بن محمد العبدري	۴۱۵ - مدخل الشرع الشريف
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي	۴۱۶ - مراقى الفلاح شرح نور الايضاح
۱۰۱۴	علي بن سلطان ملا علي قاري	۴۱۷ - مرقات شرح مشکوة
۹۱۱	علامه جلال الدين السيوطي	۴۱۸ - مرقات الصعود
	ابراهيم بن محمد الحنفي	۴۱۹ - مستخلص الحقائق
۴۰۵	ابو عبد الله الحاكم	۴۲۰ - المستدرک للحاكم
۷۱۰	حافظ الدين عبد الله بن احمد النسفي	۴۲۱ - المستصفي شرح الفقه النافع

۳۰۳	حسن بن سفیان النسوی	۴۷۲ - المسند فی الحدیث
۳۸۸	احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی	۴۷۳ - معالم السنن لابن سلیمان الخطابی
۵۱۶	قاسم بن علی الحریری	۴۷۴ - مقالات حریری
۵۱۶	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی	۴۷۵ - معالم التنزیل تفسیر البغوی
۵۲۸	ابوالفتح محمد بن عبد الکریم الشهرستانی	۴۷۶ - الملل والنحل
۵۹۷	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی	۴۷۷ - موضوعات ابن جوزی
۶۴۲	ابوعمر و عثمان بن عبدالرحمن ابن الصلاح	۴۷۸ - مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث
۶۵۶	عبد العظیم بن عبد القوی المنذری	۴۷۹ - مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری
۷۱۰	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی	۴۸۰ - مدارک التنزیل تفسیر النسفی
۷۵۶	عضد الدین عبدالرحمن بن رکن الدین احمد	۴۸۱ - المواقف السلطانیہ فی علم الکلام
۸۳۳	محمد بن محمد البحرزی	۴۸۲ - مقدمہ جزیریہ
۹۰۲	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی	۴۸۳ - مقاصد حسنہ
۹۲۳	احمد بن محمد القسطلانی	۴۸۴ - المواہب اللدنیہ
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	۴۸۵ - المنہج الفکریہ شرح مقدمہ جزیریہ
"	" " "	۴۸۶ - المسک المتقسط فی المنسک المتوسط
۱۰۵۲	شیخ عبد الحق بن سیف الدین الدہلوی	۴۸۷ - ما ثبت بالسنة
۱۰۹۶	قاضی میر حسین بن معین الدین	۴۸۸ - المیبذی
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۴۸۹ - مسوی مصنفی شرح موطا امام مالک
"	" " "	۴۹۰ - مکتوبات شاہ ولی اللہ
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	۴۹۱ - مکتوبات
"	" " "	۴۹۲ - ملفوظات
"	" " "	۴۹۳ - معمولات
	محمد حسین بن محمد الہادی بہادر خان	۴۹۴ - مخزن ادویہ فی الطب
۱۲۴۳	ابوالحسنات محمد عبد الحمی	۴۹۵ - مجموعہ فتاوی
	سید نذیر حسین الدہلوی	۴۹۶ - معیار الحق

۵۵۶	ناصرالدين محمد بن يوسف الحسيني	۴۴۷ - الملتقط (في فتاوى ناصري)
۸۰۷	نورالدين علي بن ابى بكر الهيثمي	۴۴۸ - مجمع الزوائد
۸۲۷	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز	۴۴۹ - مناقب الكوردي
۳۰۷	عبدالله بن علي ابن جارود	۴۵۰ - المنقح (في الحديث)
۳۳۳	الحاكم الشهير محمد بن محمد بن احمد	۴۵۱ - المنقح في فروع الحنيفه
۱۲۵۲	محمد امين ابن عابدين الشامي	۴۵۲ - منحة الخالي حاشيه بجر الرائي
۱۰۰۳	محمد بن عبد الله التمر تاشي	۴۵۳ - منح الغفار
۹۵۶	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	۴۵۴ - ملققي الابحر
۶۷۶	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف النواوي	۴۵۵ - منهاج النووي (شرح صحيح مسلم)
۶۹۳	منظف الدين احمد بن علي بن تغلب الحنفي	۴۵۶ - مجمع البحرين
	شيخ عيسى بن محمد ابن ايناج الحنفي	۴۵۷ - المبتغى
۴۵۶	عبد العزيز بن احمد الحلواني	۴۵۸ - المبسوط
۵۱۰	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراهيم الهروي	۴۵۹ - مسند في الحديث
۲۶۲	يعقوب بن شيبه السدوسي	۴۶۰ - المسند الكبير
۷۰۵	سيد الدين محمد بن محمد الكاشغري	۴۶۱ - نية المصلي
۱۷۹	امام مالك بن انس المدني	۴۶۲ - موطا امام مالك
۸۰۷	نور الدين علي بن ابى بكر الهيثمي	۴۶۳ - موارد الظمان
۶۴۲	احمد بن مظفر الرازي	۴۶۴ - مشكلات
۴۷۶	ابى اسحق ابن محمد الشافعي	۴۶۵ - مذهب
۹۷۳	عبد الوهاب الشعرائي	۴۶۶ - ميزان الشرعية الكبرى
۷۴۸	محمد بن احمد الذهبي	۴۶۷ - ميزان الاعتدال
۴۱۰	احمد بن موسى ابن مردويه	۴۶۸ - المستخرج على الصحيح البخاري
۳۲۷	محمد بن جعفر الخزازي	۴۶۹ - مكارم الاخلاق
۱۵۰	ابو حنيفة نعمان بن ثابت	۴۷۰ - مسند الامام اعظم
۱۸۹	ابو عبد الله محمد بن الحسن الشيباني	۴۷۱ - موطا الامام محمد

مولوی تذیر الحق میرٹھی  
شیخ احمد سرہندی

۱۰۳۳

- ۴۹۷ - مظاہر حق  
۴۹۸ - مکتوبات امام ربانی  
۴۹۹ - مناقبہ فی تحقیق مسئلہ المصافحہ  
۵۰۰ - مفاتیح الصلوٰۃ  
۵۰۱ - مجتہبی شرح قدوری  
۵۰۲ - مشیخہ ابن شاذان  
۵۰۳ - معرفۃ الصحابہ لابن نعیم  
۵۰۴ - مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)

۴۳۰

احمد بن عبداللہ اصبہانی  
امام فخر الدین رازی

۶۰۶

### ن

۷۲۵

عبداللہ بن مسعود

۵۰۵ - النقایۃ مختصر الوقایۃ

۷۶۲

ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی

۵۰۶ - نصب الرایۃ

۱۰۶۹

حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی

۵۰۷ - نور الایضاح

۷۱۱

حسام الدین حسین بن علی السفغانی

۵۰۸ - النہایۃ

۶۰۶

مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر

۵۰۹ - النہایۃ لابن اثیر

۱۰۰۵

عسمر بن نجیم المصری

۵۱۰ - النہر الفائق

۲۰۱

ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی

۵۱۱ - نوادر فی الفقہ

۱۰۳۱

محمد بن احمد المعروف بنشانی زاذہ

۵۱۲ - نور العین

۳۷۶

ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی

۵۱۳ - النوازل فی الفروع

۲۵۵

ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی

۵۱۴ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول

### و

۷۱۰

عبداللہ بن احمد النسفی

۵۱۵ - الوافی فی الفروع

۵۰۵

ابوحامد محمد بن محمد الغزالی

۵۱۶ - الوجیز فی الفروع

۶۷۳

محمود بن صدر الشریعۃ

۵۱۷ - الوقایۃ



- ۱۴ - ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری حسین بن محمد سعید عبد الغنی المکی الحنفی  
 ۱۵ - الآداب الحمیدہ والاخلاق محمد بن جریر الطبری  
 ۱۶ - الاربعین طائیه ابو الفتح محمد بن محمد الطائی الهمدانی  
 ۱۷ - انیس الغریب جلال الدین عبداللہ بن ابی بکر السیوطی  
 ۱۸ - الارشاد فی الکلام امام ابو المعالی عبدالملک بن عبداللہ الجونی الشہیر بامام الحرمین  
 ۱۹ - افضل القراء بقراء ام القراء احمد بن محمد ابن حجر مکی  
 ۲۰ - الاعتبار فی بیان النسخ والمنسوخ من الاخبار محمد بن موسیٰ الحازمی الشافعی

### ت

- ۲۱ - تلخیص الجامع الکبیر کمال الدین محمد بن عباد الحنفی  
 ۲۲ - تحفۃ الحرمین فی شرح التلخیص علی بن بلبان الفارسی المصری الحنفی  
 ۲۳ - تقویۃ الایمان شاہ محمد اسمعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی  
 ۲۴ - تعلیم المتعلم امام برہان الدین الزرنوجی  
 ۲۵ - الترغیب والترہیب ابو القاسم اسمعیل بن محمد الاصبہانی  
 ۲۶ - تذکرۃ الموتی والقبور قاضی محمد شہار اللہ پانی پتی  
 ۲۷ - الثبیت عند التبیات جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی  
 ۲۸ - تلخیص الاولہ لقواعد التوحید ابو اسحق ابراہیم بن اسمعیل الصغار البخاری  
 ۲۹ - تفہیم المسائل  
 ۳۰ - تنبیہ الغافل والاسنان ابن محمد امین ابن عابدین الشامی

### ث

- ۳۱ - ثغنیات ابو عبداللہ قاسم بن الفضل الثقفی الاصفہانی  
 ۳۲ - ثواب الاعمال لابن حبان محمد بن حبان

### ج

- ۳۳ - الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی) ابو عبداللہ محمد ابن احمد القرطبی

# ضمیمہ ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف کتاب	سن وفات ہجری
۱ -	انوار التنزیل فی اسرار التاویل (تفسیر البیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱ / ۶۹۲ / ۶۸۵
۲ -	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابوعمر یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی	۴۶۲
۳ -	اوضح رمز علی شرح نظم الکنز	علی بن محمد ابن خانم المقدسی	۱۰۰۴
۴ -	الاستذکار	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر اللندی	۴۶۳
۵ -	الافراد	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۶ -	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابوالفضل عبدالرحمن بن احمد الکرمانی	۵۴۳
۷ -	اسباب النزول	ابوالحسن علی بن احمد الواحیدی	۴۶۸
۸ -	ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت الصریح	شاہ محمد اسمعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶
۹ -	انفاس العارفين	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۰ -	السان العین	" " " "	"
۱۱ -	السان العیون فی سیرۃ الامین المامون	علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴
۱۲ -	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳ -	الاعلام باعلام بلد اللہ المحرام	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۸۹

س

۵۰ - رفع الانتقاض و دفع الاعتراض الخ محمد امين ابن عابد بن الشهرستان عابدين ۱۲۵۲

س

۵۱ - سلفيات من اجراء الحديث حافظ ابو الطاهر احمد بن محمد السلفي ۵۸۶  
 ۵۲ - السراج المنير في شرح جامع الصغير علي بن محمد بن ابراهيم المعري العزيزي ۱۰۶۰  
 ۵۳ - سنن الهدى عبد الغني بن احمد بن شاه عبد القدوس گنگوہي  
 ۵۴ - سنن في الحديث حافظ ابو علي سعيد بن عثمان ابن السكن البغدادي ۳۵۳

ش

۵۵ - شرح رساله فضاليه علامه ابراهيم بن محمد الباجوري ۱۲۷۶  
 ۵۶ - شرح الصغرى علامه محمد يوسف السنوسي ۸۹۵  
 ۵۷ - الشامل في فروع الحنفية ابو القاسم اسماعيل بن حسين البيهقي الحنفی ۴۰۲  
 ۵۸ - شرح صحیح بخاری الكواكب الدراري محمد بن يوسف الكرماني ۷۹۶  
 ۵۹ - شفاء الغليل شرح القول الجميل مولوي خرم علي بلهوري غالباً ۱۲۷۱  
 ۶۰ - شرح صحیح بخاری ناصر الدين علي بن محمد ابن منير  
 ۶۱ - شرح زيج سلطاني عبد العلي بن محمد بن حسين ۹۳۳  
 ۶۲ - شفاء الغليل وبل الغليل ابن عابد بن محمد امين آفندي ۱۳۵۲

ص

۶۳ - الصحاح الماثوره عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم شيخ ابراهيم بن محمد الحلبي ۹۵۶  
 ۶۴ - صغرى شرح نية المصل شاد محمد اسماعيل بن عبد الغني دهلوي  
 ۶۵ - صراط مستقيم ۱۲۴۶

- ۸۳۲ - جامع المفردات والمشكلات (شرح قدوری) یوسف بن عمر الصوفی  
 ۱۳۴۰ - جہ الممتار علی رد الممتار امام احمد رضا بن نعیمی علی خاں

## ح

- ۶۴۴ - الحسامی محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الحنفی  
 ۱۰۶۲ - حاشیہ درر غرر نابلسی اسمعیل بن عبد الغنی نابلسی  
 ۹۸۲ - حسن التوسل فی زیارة افضل الرسل عبد القادر الفاکھی  
 ۱۳۴۰ - حواشی علی معالم التنزیل امام احمد رضا خاں بن نعیمی علی خاں  
 " - حسام الحرمین علی منکر الکفر والمین " " " " " " " " " " " "

## خ

- ۹۱۱ - خلاصۃ خلاصۃ الوفاء نور الدین علی بن احمد السهمودی

## د

- ۴۵۸ - دلائل النبوة ابو بکر بن احمد بن حسین البیهقی  
 ۱۲۷۶ - در ثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم  
 ۸۶۷ - در منظم فی مولد النبی المعظم " " " " ابو القاسم محمد بن عثمان الولوی دمشقی  
 ۴۵۸ - کتاب الدعوات احمد بن حسین البیهقی  
 ۱۰۱۴ - الدرۃ المغیبة فی زیارة المصطفویۃ نور الدین علی بن سلطان محمد القاری  
 ۶۴۳ - الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار  
 ۱۳۰۴ - الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ مفتی احمد بن السید زینی دحلان

## ذ

- ۲۸۱ - ذکر الموت عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی

## ک

- ۸۳ - کشف الغطاء ما لزم للموتی علی الاحیاء - محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین
- ۲۸۵ - کتاب اتباع الاموات - ابراهیم بن اسحاق الحرابی
- ۳۶۰ - کتاب الدعوات - سلیمان بن احمد انطربانی
- ۳۹۹ - کتاب الثواب فی الحدیث - ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر
- ۱۱۴۳ - کشف النور عن اصحاب القبور - عبدالغنی نابلسی
- ۲۲۱ - کتاب الزہد - امام احمد بن محمد بن حنبل
- ۲۸۱ - کتاب القبور - عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا
- ۲۴۳ - کتاب الروضہ - ابوالحسن بن برار
- ۲۴۳ - کتاب الزہد - حافظ ہناد بن السری التیمی الداری
- ۱۲۸۹ - کتاب ذکر الموت - قطب الدین الدہلوی
- ۱۰۳۱ - کتاب ادعیۃ الحج والعمرة - عبدالرؤف بن تاج الدین بن علی المناوی
- ۱۸۲ - کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق - قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی
- ۹۷۳ - کتاب الخروج - کف الباع عن المحرمات اللہو والسماح - ابوالعباس احمد بن محمد ابن حجر مکی

## ل

- ۹۷۸ - باب المناسک - شیخ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ السندی

## م

- ۱۰۱۴ - منخ الروض الازہر فی شرح الفقه الاکبر، - علی بن سلطان محمد القاری
- ۱۱۹۵ - مجموعہ خانی (فارسی) -
- ۹۹ - مقامات منظر وضمیمہ مقامات منظر - مرزا منظر جان جاناں
- ۹۷۴ - مشارق الانوار التہذیبیہ فی بیان العمود المحمدیہ - عبدالوہاب بن احمد الشعرائی

## ط

۶۶ - الطبقات الكبرى

محمد بن سعد الزہری

۲۳۰

## غ

- ۶۷ - غرائب القرآن و رغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری) نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری ۷۲۸  
 ۶۸ - غریب الحدیث قاسم بن سلام البغدادی ۲۲۴  
 ۶۹ - غریب الحدیث ابراہیم بن اسحق الحرابی ۲۸۵  
 ۷۰ - غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار مولوی غم علی بلہوری غالباً ۱۲۷۱

## ف

- ۷۱ - الفصوحات الالہیۃ (تفسیر جمل) سلیمان بن عمر الشافعی الشہیر بالجل ۱۲۰۴  
 ۷۲ - الفرج بعد الشدة عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی ۲۸۱  
 ۷۳ - فاتح شرح قدوری  
 ۷۴ - فوائد حاکم و خلاص  
 ۷۵ - فیض القدر شرح الجامع الصغیر عبد الرؤف المناوی ۱۰۳۱  
 ۷۶ - فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم ۱۱۷۶  
 ۷۷ - فتاویٰ شاہ رفیع الدین شاہ رفیع الدین ۱۱۳۳  
 ۷۸ - الفتح المبین شرح اربعین نودی احمد بن محمد ابن حجر علی ۹۷۴  
 ۷۹ - فصل الخطاب فی رد ضلالت ابن عبد الوہاب  
 ۸۰ - فتوح الغیب سید شیخ عبد القادر گیلانی ۵۶۱  
 ۸۱ - فتاویٰ عزیز عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی ۱۰۰۴

## ق

- ۸۲ - قرۃ عیون الاخبار محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین ۱۲۵۲

۲۵۰	محمد بن علی الشوکانی	۱۲۵ - نیل الاوطار شرح مفتی الانبار
۲۵۱	خزم علی بلہوری	۱۲۶ - نصیر المسلمین
۹۸	عبد الرحمن بن احمد الجامی	۱۲۷ - نفحات الانس من حضرات القدس
۲۹	قاضی عیاض احمد بن محمد الخفاجی	۱۲۸ - نسیر الریاض فی شرح شفاء قاضی عیاض
۳۳	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجوزی	۱۲۹ - العرش فی قواعد العرش
۵۲	احمد بن علی بحر القسطلونی	۱۳۰ - نزہۃ النظم فی توضیح نجات النظم
۲۰۹	مولوی عبد العلی مدراسی	۱۳۱ - فقع اشقی و مسائل
۵۵	ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم الترمذی	۱۳۲ - نواد الایمان
	عمر بن محمد بن عوف الشامی	۱۳۳ - انصاب الایمان فی الفوائد
	علی بن غانم المقدسی	۱۳۴ - نور الشفاء فی ظلم الایمان
۳۳	عبد الرحیم بن علی الروض المعروف شیخ زاده	۱۳۵ - انظر الخفاء و جمع الخفاء فی الایمان
	شرف الدین بخاری	۱۳۶ - جامع شرف الدین
۸	شمس الدین احمد بن قورد المعروف بقاضی زاده	۱۳۷ - شایخ بخاری فی کشف الایمان والاسرار

## و

۱	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	۱۳۸ - وفيات الایمان
۵		۱۳۹ - واقعات المغتیبین
۱	نور الدین علی بن احمد السمرودی	۱۴۰ - وفاء الوفاء

## هـ

۹	شامولی ابن شہاب عبد الرحیم الدہلوی	۱۴۱ - جوامع
		۱۴۲ - بمعانی



- ۲۴۹ - ۱۰۱ - مسند الكبير في الحديث ابو محمد عبید بن حمید الکشی
- ۷۲۸ - ۱۰۲ - المنقح في احاديث الاحكام عن خير الانام احمد بن عبد الحلیم ابن تيميه
- ۵۳۷ - ۱۰۳ - منظومة النفس في الخلاف نجم الدين عمر بن محمد النفسی
- ۷۳۹ - ۱۰۴ - معراج الدراية في شرح الهداية امام قوام الدين بن محمد الكاکی
- ۳۱۶ - ۱۰۵ - المسند الصحيح في الحديث ابو عروانه يعقوب بن اسحق الاسفرائنی
- ۱۰۵۲ - ۱۰۶ - مسند الشاميين شيخ عبدالحق محدث دهلوی
- ۹۱۱ - ۱۰۷ - مدارج النبوة " " " " " " " "
- ۷۱۱ - ۱۰۸ - مجمع البركات " " " " " " " "
- ۱۲۶۲ - ۱۰۹ - مناهل الصفا في تخرج احاديث الشفا - جلال الدين عبد الرحمن بن ابی بكر السيوطی
- ۷۱۱ - ۱۱۰ - مختصر تاريخ ابن عساکر امام محمد بن مكرم المعروف بابن منظور
- ۱۲۶۲ - ۱۱۱ - مائة مسائل محمد اسحق محدث دهلوی
- ۱۲۲۵ - ۱۱۲ - مسائل الربيعين " " " " " " " "
- ۷۴۰ - ۱۱۳ - مالا بد منه قاضي محمد شهاب الله پانی پتی
- ۱۰۸۸ - ۱۱۴ - مشکوة المصابيح ابو عبد الله محمد بن عبد الله الخطيب
- ۱۲۳۰ - ۱۱۵ - تمشيق ياد رنقتی في شرح الملتقى علاء الدين المحصن
- ۷۲۲ - ۱۱۶ - موضع القرآن ترجمة القرآن شاه عبد القادر بن شاه ولي الله دهلوی
- ۸۱۶ - ۱۱۷ - ثنوی شريف فارسی منظوم ملا جلال الدين محمد بن محمد الرومی البلخی القنوی
- ۷۹۱ - ۱۱۸ - مصطلحات الحديث علي بن السيد محمد بن علي الجرجاني سيد شريف
- ۱۲۸۹ - ۱۱۹ - المقاصد في علم الكلام علامه سعد الدين مسعود بن عمر التفازانی
- ۱۳۵۲ - ۱۲۰ - مغنی المستفتی عن سوال المفتی علامه حامد آفندی
- ۱۰۵۲ - ۱۲۱ - مظاہر فی ترجمه مشکوة المصابيح قطب الدين دهلوی
- ۱۳۵۲ - ۱۲۲ - منة الجليل ابن عابد بن محمد امين آفندی
- ۱۰۵۲ - ۱۲۳ - مفتاح الغيب في شرح فتوح الغيب عبد الحق بن سيف الدين محدث دهلوی
- ۴۰۲ - ۱۲۴ - نافع في الفروع امام ناصر الدين محمد بن يوسف السمرقندی



